قومی سیرت کانفرنس برائے مرد
۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

مقالات سیرت

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

تعلیماتِ اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر
حکومت پاکستان

مقالات سیرت

۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

قرآنی آیت کریمہ:

"قل یا اھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سوآء بیننا و بینکم" کے حوالے سے

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

(تعلیماتِ اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں)

شعبہ تحقیق ومراجع

وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ وعشر

حکومت پاکستان

پروف ریڈنگ: افتخار حسین زوار
مطبوعہ: پوسٹ آفس فاؤنڈیشن پریس، اسلام آباد

انعقاد کیا اور اس کے لئے نبی ﷺ کے پیغام کی عالم گیریت کا عنوان مقرر کیا گیا زیر نظر مطبوعہ مقالات میں اس موضوع پر بھی بین الاقوامی سطح کے ممتاز دانشور حضرات اور علماء کرام کی تقاریر بھی شامل کی گئی ہیں۔

ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ امن عامہ اور عالمی امن قرآن پاک کی خاص تعلیمات ہیں۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ اللہ نے انسان کو ایک باپ اور ایک ماں سے پیدا کیا اور قوموں اور ذاتوں میں تقسیم کر دیا تا کہ باہمی جان پہچان میں آسانی میسر رہے صحیح معنوں میں انسان وہی ہے جو دوسرے انسانوں سے محبت رکھے خواہ وہ اسی قوم اور ملک کا فرد ہو یا دیگر قوم اور ملک سے تعلق رکھتا ہو انسانیت میں سب شریک ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ اور تعلیمات عالیہ بنی نوع انسان کے لئے ہر دور میں اور ہر خطہ میں قابل عمل اور باعث رحمت ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی اکرم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

(وکیل احمد خاں)

سیکرٹری

وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ و عشر

فہرست مقالات سیرت ۲۰۰۶ء

مقالات

قرآنی آیت کریمہ:"قل یآھل الکتٰب تعالوا الیٰ کلمة سوآء بینا و بینکم" کے حوالے سے دورجدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت، ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت

(تعلیماتِ اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد عبداللہ۔لاہور

اسلام ایک عالمگیر اور آفاقی دین ہے۔اس دین میں اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف بطور 'رب العلمین' کے کرایا کہ وہ سارے جہاں کا پروردگار ہے۔حضورِ اکرم ﷺ کو کافۃ للناس اور رحمۃ للعلمین کے خطاب سے نوازا کہ آپ کی رسالت و نبوت اور رحمت کل کائنات کے لئے ہے۔قرآن حکیم کے بارے میں فرمایا کہ یہ ھدی للعلمین ہے کہ پوری کائنات کے لیے کتاب ہدایت ہے۔گویا اسلام کی تعلیمات زمان و مکان، رنگ و نسل، فرقہ و مذہب ہر قسم کی حد بندیوں سے بالاتر ہے۔

اسلام، سلامتی اور امن کا دین ہے وہ دنیا میں امن و محبت، صلح و آشتی، رواداری و برداشت اور اتحاد و ہم آہنگی کا فروغ چاہتا ہے۔مسلمان کی تعریف یہ کی گئی۔المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ (۱) اور مومن کی تعریف یہ کی گئی۔المومن من امنہ الناس علی دمائھم و اموالھم (۲) یہی وجہ ہے کہ اسلام کی بنیاد نسل انسانی کی عزت و تکریم اور شرف و منزلت پر ہے۔اسلام پوری انسانیت کی فلاح کی بات کرتا ہے۔قرآن حکیم کا خطاب ۔یاایھا الناس، انسانیت کے نام ہے۔سرکارِ دو عالم کا خطبہ حجۃ الوداع جو اسلامی تعلیمات کا نچوڑ اور انسانی حقوق کا عالمی چارٹر ہے، میں آپ نے بارہ مرتبہ ،ایھا الناس، کا خطاب فرما کر واضح کر دیا ہے کہ اسلام کی تعلیمات کسی خاص علاقہ ،قوم اور گروہ کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ہیں۔اسلام پوری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیتا ہے اور اس شخص کو بہترین قرار دیتا ہے جو اس کی مخلوق سے اچھا برتاؤ کرتا ہے۔

الخلق کلھم عیال اللّٰہ و احب الخلق الی اللّٰہ من احسن الیٰ عیالہ (۳)

تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔

انسانوں میں سے اسی انسان کو بہترین اور افضل قرار دیتا ہے جو مخلوق کے لیے نفع رسانی کا باعث بنتا ہے۔ خیر الناس من ینفع الناس (۴) الغرض اسلام کا دیگر مذاہب کے پیروکاروں اور نظریات کے حامل افراد کے ساتھ سلوک احترام آدمیت اور شرف انسانیت کی بنا پر ہے۔

اسلام کی تعلیمات کو عملی شکل حضور اکرم ﷺ کے اسوۂ مبارک نے دی ہے۔ آپ کو ایک عالم گیر اور ہمہ گیر پیغمبر کی حیثیت سے انسانیت کی رہنمائی کے لیے مبعوث کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک جامع الصفات شخصیت سے نوازا۔ آپ کا تعامل، طرزِ عمل، زندگی کے ہر پہلو کے اعتبار سے ایک مثالی نمونہ قرار پاتا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللّٰہ اسوة حسنة. (۵)

بے شک تمہارے لیے رسول اللہ کی زندگی میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

جب حضور اکرم ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی تو دنیا ظلم و جور اور اختلاف و انتشار سے بھری ہوئی تھی۔ لسانی، قومی، مذہبی تعصب عام تھا۔ ایک فساد تھا جو چاروں طرف برپا تھا جس کی نشاندہی قرآن حکیم نے ان الفاظ میں کی ہے۔

ظہر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس (۶)

آپ کی آمد نسل انسانیت کے لیے امید کا پیغام تھی۔ آپ نے پھر سے بکھری ہوئی انسانیت کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر جمع کر دیا۔ احترام آدمیت اور شرف انسانیت کا بول بالا کر دیا۔

1۔ قرآن حکیم کی اتحاد و ہم آہنگی کی دعوت:

قرآن حکیم نے جملہ بنی نوع انسانی کو بالعموم اور اہل کتاب کو بالخصوص جس نکتہ پر اتحاد و مکالمہ کی دعوت دی وہ کلمہ سواء اور اقدار مشترکہ تھیں۔ جو تمام مذاہب میں یکساں تھیں۔ سورہ آل عمران میں اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

قل یا ایھا الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بینا و بینکم ان لانعبد الا اللّٰہ. ولا نشرکہ بہ شیئاً ولا یتخذ بعضاً بعضاً ارباباً من دون اللّٰہ فان تولو افقولوا اشھد وابانا مسلمون. (۷)

کہہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان یہ کہ نہ عبادت کریں مگر اللہ کی اور نہ شرک کریں اس کے ساتھ ذرا بھی اور نہ بنائے ہم میں سے کوئی کسی کو رب، اللہ کے سوا پھر منہ نہ موڑ لیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کلمہ سواء کیا ہے جس کی دعوت قرآن حکیم پوری انسانیت کو دے رہا ہے۔ یہ دراصل فطرت سلیمہ کی پکار ہے۔ سید سلمان ندوی لکھتے ہیں:

"وحدت ادیان کا منشاء کیا ہے یعنی یہ کہ اصل ایک ہی ہے۔۔ اگر تمام مذاہب سابقہ اپنے اپنے اصلی دین پر آجائیں جس کی تعلیم ان کے پیغمبروں نے دی تھی تو وہی دین ازلی ہوگا جس کا نام اسلام ہے اور نوحی، ابراھیمی، موسوی، عیسوی اور محمدی دینوں میں سوائے اجمال و تفصّل کے کوئی فرق نہ رہے گا۔" (۸)

اس حقیقت کی تشریح حضور اکرم ﷺ نے اپنے الفاظ میں یوں فرمائی ہے۔

الا نبیآء اخوۃ لعلات امھاتھم شتٰی و دینھم واحد. (۹)

تمام انبیاء ایسے بھائی ہیں جن کا باپ ایک ہے اور مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے۔

2۔ دنیا کے موجودہ مذہب

آج کی دنیا میں مختلف عقائد و نظریات کے حامل افراد رہتے ہیں ان کی عبادات اور رسومات بھی مختلف ہیں ایک محتاط اندازے کے مطابق عالمی مذاہب کی شرح یہ ہے۔

Christianity	1,350,000.000
Islam	850,000.000
Hinduism	500,000.000
Chinese Religion	800,000.000
Japanese Religion	120,000.000
Buddism	200,000.000
Judaism	13,000.000
Trible Religions	30,000.000

مذاہب عالم کو دو بڑے حصوں میں بھی تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول سامی مذاہب جن کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے جو آسمانی کتابوں، فرشتوں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان میں یہودیت، مسیحیت اور اسلام شامل ہیں اور دوسرے غیر سامی مذاہب جن کا الہام کا دعویٰ تو نہیں لیکن آسمانی ہدایت کے آثار کے کلیتاً مفقود بھی نہیں ہیں اُن میں ہندومت، بدھ مت، جین مت، زرتشت، کنفیوشس، تاومت اور سکھ مت وغیرہ شامل ہیں۔

3۔ مذاہب کے بارے میں عمومی رویہ

اسلام مذاہب عالم کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔ اسلام ان کو ختم کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ اسلام رواداری، برداشت اور ہم آہنگی کی تعلیم دیتا ہے لیکن مذہبی دنیا میں تعصب عام ہے۔ مولانا مودودیؒ کے بقول:

> ''انسان جس عقیدے اور رائے پر ایمان رکھتا ہے اس کے مخالف عقائد و آراء کے ساتھ بہت کم انصاف کر سکتا ہے۔ یہ کمزوری انسانی طبائع میں عام ہے مگر خصوصیت کے ساتھ مذہبی گروہ میں تو اس نے تعصب و تنگ نظری کو بدترین شکل اختیار کر لی ہے''۔ (۱۰)

مولانا مودودیؒ نے مذاہب عالم کے حوالے سے دو اہم حقائق کی طرف اشارہ کیا ہے:

۱۔ ایک مذہب کی تعلیم کو صحیح ثابت کرنے کے لیے ضروری نہیں ہے کہ دوسرے مذاہب کی تعلیمات کو کلیتاً غلط ثابت کیا جائے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ایک مذہب میں حق وصداقت کے موجود ہونے سے دوسرے مذہب میں اس کا عدم لازم آئے۔حق ایک کلی حقیقت ہے۔

۲۔ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ حق اس کے مذہب کے سوا کہیں اور موجود ہی نہیں ہے وہ دوسرے مذاہب پر ہی نہیں خود حق پر بھی ظلم کرتا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ حق وصداقت کی روشنی کم وبیش سب جگہ موجود ہے۔(۱۱)

4۔ بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت وہم آہنگی کا تصور

اسلام دیگر مذاہب کو کس نظر سے دیکھتا ہے۔قرآن حکیم، احادیث مبارکہ اور اُسوۂ حسنہ میں بین المذاہب عالمی اتحاد وہم آہنگی کیلئے کون سے اصول ملتے ہیں۔اتحاد و یگانگت کی کیا بنیادیں فراہم ہوتی ہیں۔ذیل میں تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

4.1۔ مذہبی ہم آہنگی کا عالمی اصول:

اسلام پر یہ اعتراض عام ہے کہ دوسرے مذاہب کے ساتھ اسلام کا رویہ جارحانہ ہے وہ اپنے مخالفین کے مذہبی جذبات کی رعایت نہیں کرتا اور ان کی قابل احترام شخصیات پر جارحانہ حملے کرتا ہے۔اس کی تنقیدیں مذہبی دل آزادی کا سبب بنتی ہیں۔

یہ اعتراض بے بنیاد ہے۔اسلام دین توحید ہے اس نے شرک پر زبردست تنقید کی ہے۔اور اس کی کمزوریاں واضح کی ہیں وہ باطل کو باطل، کفر کو کفر اور گمراہی کو گمراہی قرار دیتا ہے۔لیکن وہ اتنا بھی روادار نہیں کہ غصہ میں آ کر کوئی شخص مذاہب باطلہ کے معبدوں کے لیے نازیبا اور غلط استعمال کرے۔اس لئے کہ اس کے ردعمل میں مشرکین اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی اور بے ادبی کا ارتکاب کرنے لگیں یہ بات سخت نازیبا ہے کہ ہماری کسی حرکت سے مخالف طیش میں آئے اور اللہ تعالیٰ کی شان میں زبان دازی شروع کر دے۔ارشاد الٰہی ہے۔

ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبو اللہ عدوا بغیر علم (۱۲)

یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں تم انہیں برا بھلا نہ کہو کہ وہ حد سے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں۔

سورۃ الانعام کی اس آیت میں قرآن حکیم نے مذہبی ہم آہنگی اور اتحاد کا اصول یہ دیا ہے کہ ہر مذہب کے معبودوں کا احترام تم پر لازم ہے۔اگر تم چاہتے ہو تم اپنے خدا کے خلاف ناشائستہ اور ناگفتہ بہ الفاظ نہ سنو تو لازمی ہے کہ معبودان باطل کے خلاف بھی گستاخی نہ ہو۔مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے لیے اس سے بڑھ کر کسی اصول کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔(۱۳)

4.2۔ اسلام دیگر مذاہب کے وجود کو تسلیم کرتا ہے:

بالعموم دنیا میں ہر نظریہ اور مذہب کے حاملین اور پیروکاروں کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کے نظریہ اور مذہب کے علاوہ دیگر مذاہب و نظریات ختم ہو جائیں۔ صرف اسی کے مذہب کا ڈنکا دنیا میں بجے اور دیگر مذاہب پر وہ غالب آ جائیں۔ اسی خواہش اور کوشش میں عدم اور برداشت اور تشدد کا عنصر بھی جنم لیتا ہے۔ تاریخِ مذاہب میں متعدد مثالیں ایسی موجود ہیں۔ لیکن اسلام کی جدوجہد کا مرکز صرف یہ خیال ہے کہ دوسرے اس دعوت حق کو سنیں، سمجھیں، مانیں اور گردن جھکا دیں لیکن بائیں ھمہ وہ اس پسند نہیں کرتا کہ جبر و جور یا سبّ وشتم سے کام لیا جائے وہ دیگر مذاہب کو ختم کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ صاف اور واضح الفاظ میں اعلان کرتا ہے۔

قل یآیھا الکافرون لا اعبدما تعبدون. ولا انتم عابدون ماعابد. ولا انا اعبد ما عبدتم. ولا اانتم عبدون ما اعبدلکم دینکم ولی دین.

اے پیغمبر! آپ فرما دیجیئے نہ میں پوجتا ہوں جو تو تم پوجتے ہو۔ اور نہ تم پوجتے ہو جو میں پوجتا ہوں اور نہ میں پوجوں گا جو تم نے پوجا اور نہ تم پوجو گے جو میں پوجتا ہوں۔ تمہارا دین تمہارے لئے اور میرے لئے میرا دین۔

سورۃ الکفرون کی یہ آیات رواداری اور مذہبی ہم آہنگی کا ایسا میثاق ہیں۔ جو اپنی نوعیت میں بے مثال و بے نظیر ہے۔ یہ میثاق صاف، واضح اور غیر مشکوک الفاظ میں کافروں اور مشرکوں کو یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اپنی روایات، معاملات اور نظریات پر قائم رہیں۔ لکم دینکم ولی دین، پر مشتمل الفاظ رواداری، وسعت، مذہبی ہم آہنگی کا ایسا چارٹر ہے جس پر دنیا کی کسی قوم کا عمل نہیں۔ صرف نظری اور اصولی طور پر ہی نہیں بلکہ تاریخی شواہد اس پر گواہ ہیں۔ (۱۴)

4.3۔ اسلام مذہب کے اختیار میں آزادی دیتا ہے

قرآن حکیم میں کہیں بھی کوئی اشارہ اس امر کا نہیں ملتا کہ جو شخص یا جماعت دعوت اسلام کا جواب انکار کی صورت میں کر دے۔ اس کے ساتھ کسی قسم کی بھی زیادتی روا رکھی جائے قرآن حکیم جتنا اپنی دعوت کی حقانیت اور صداقت پر زور دیتا ہے اتنا ہی زور وہ اس امر پر بھی دیتا ہے کہ اس پیغام حق کو سننے کے بعد جو تمہارا ضمیر کہے اور جو تمہاری رائے ہو اس پر عمل کرو۔ مسلمانوں کا فرض ہے مخالف نقطہ نگاہ کو نہ صرف برداشت کریں بلکہ اس نظریہ پر عمل کرنے کی پوری پوری آزادی دیں۔ قرآن حکیم نے اس حقیقت کی طرف بلیغ انداز میں اشارہ کیا ہے۔

وقل الحق من ربکم فمن شآء فلیؤمنْ ومن شآء فلیکفر (۱۵)

ان سے کہہ دو حق تمہارے رب کی طرف سے ہے جس کا جی چاہے مان لے اور جس کا جی چاہے انکار کردے۔

اسی طرح قرآن اس امر کی بھی صراحت کرتا ہے کہ پیغمبر کا کام لوگوں کے سامنے اسلام کی دعوت کو دلنشیں انداز میں پیش کردینا ہے۔ اس سے جبر کے ساتھ دعوت منوانا اور ان پر سختی کرنا یہ آپ کے فرائض میں شامل نہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

فذکر انماانت مذکرہ لست علیھم بمصیطر (۱۶)

پس تم نصیحت سناؤ، تم تو ہی نصیحت سنانے والے۔ آپ ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین (۱۷)

(اے پیغمبر) تو کیا تو لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ مومن ہو جائیں۔

4.4۔ اسلام جبر واکراہ کی ممانعت، رواداری اور برداشت کا حکم دیتا ہے

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں ہر طرح کی مخلوقات کو پیدا فرمایا۔ پھر انسان کو اشرف المخلوقات بنایا۔ انسانوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے یکسانیت نہیں رکھی بلکہ مختلف قبائل، برادریوں اور رنگ ونسل کے حامل افراد تخلیق کئے اور ان کو دنیا کے مختلف حصول میں پھیلا دیا۔ اگر وحدت رکھی تو محض فطرت انسانی اور ہدایت ربانی کے اعتبار سے۔

گویا یہ بھی مشیت الٰہی ہی تھی کہ ان میں افکار ونظریات کے اختلاف پیدا ہوں اور وہ قیامت تک موجود رہیں۔ انبیاء کرامؑ ہر دور میں نسل انسانی کو اسی مرکز کی طرف دعوت دیتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر یہ تھی دنیا میں بھی تمام طبقات، نظریات اور مذاہب بھی رہیں۔ اسلام ان کے ختم کرنے کی بات نہیں کرتا بلکہ ان کے ساتھ حسن سلوک، رواداری اور برداشت کی تلقین کرتا ہے۔

اسلام نے انسان کو غور وفکر کی تلقین کردی ہے۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحتیں عطا کردی ہیں اور دونوں راستوں کی نشاندہی کردی ہے۔ اسلام بزور جبر واکراہ اپنے عقیدہ اور فکر کا پابند بنانا نہیں چاہتا نہ وہ طاقت واختیار کے ذریعے غالب آنے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ فطرت کے ہی خلاف ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

لا اکراہ فی الدین قدتبین الرشد من الغی (۱۹)

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ بے شک ہدایت گمراہی سے بالکل واضح ہوگئی ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

انا هدینٰہ السبیل اماّشاکراً واماً کفوراً (۲۰)

بے شک ہم نے انسانوں کوراستہ دکھایا ہے۔اب وہ تو شکر گزار بنے یا (ناشکرا) کافر۔

اسلام ایک دعوتی اور تبلیغی دین ہے۔ جبر واکراہ اس کے مزاج سے ہم آہنگ نہیں ہے۔ وہ اس نقطہ نظر کا حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو مجبور پیدا نہیں کیا بلکہ اختیار اور آزادی سے نوازا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہر فرد، بشر کو اپنا تابع فرمان بنائے رکھتا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے پیغمبروں کے ذریعے حق اور باطل کو واضح کیا۔ یہ وہ زبردست مصلحت ہے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں جبر نہیں رکھا ہے اگر کوئی شخص اسلام کے لئے جبر وتشدد کا طریقہ اپناتا ہے وہ مصلحت خداوندی کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ارشادِ الٰہی ہے۔

ولو شآء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعاً افانت تکرہ الناس حتیٰ یکونوا مؤمنین (۲۱)

اگر تیرا رب چاہتا تو زمین میں جتنے لوگ ہیں سب کے سب ایمان لے آتے (جب اس نے یہ نہیں چاہا) تو کیا تم لوگوں کو مجبور کرو گے کہ وہ مومن ہو جائیں۔

4.5۔ اسلام بلالحاظ عقیدہ و مذہب جان و مال کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے:

اسلام کے نزدیک ہر انسان کی جان محترم ہے ناحق کسی کی جان لینا اس کے نزدیک سنگین جرم ہے۔ ذمی کی جان کا احترام بھی لازم ہے وہ شخص گناہ گار ہے جس کے ہاتھ کسی ذمی کے خون سے رنگین ہوں اسے جنت سے محرومی کی وعید سنائی گئی ہے۔حضرت عبداللہ ابن عمرو کی روایت ہے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من قتل معداھداً لم طرح رائھة الجنة وان ریحھالیوجد من مسرة اربعین عاما (۲۲)

جو کسی معاہد کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا حالانکہ اس کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک موجود ہوگی۔

آپ مزید فرمایا:

من قتل معاھداً فی غیر کنھة حرم اللّٰہ علیه الجنة (۲۳)

جو شخص کسی معادہ کو بے بنیاد قتل کرے اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام کردے گا۔

اسلام نے قاتل سے قصاص کا حکم دیا ہے۔ فقہاء کی ایک جماعت کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قصاص کے معاملہ میں مسلمان اور ذمی کے درمیان کوئی فرق نہیں کیونکہ اس کی بنیاد نفس انسانی کا احترام ہے۔

جہاں اسلام ذمیوں کی جان کا احترام کا حکم دیتا ہے وہاں ان سے مال کی بھی حفاظت کا حکم دیتا ہے۔ اسلامی

ریاست میں کسی کو ان کے مال پر قبضہ کرنے اور ان کی املاک اور جائیداد سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی اجازت نہ ہوگی۔ حضرت خالدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں جنگ خیبر میں رسول ﷺ کے ساتھ تھا۔ جنگ کے بعد یہود نے آکر شکایت کی کہ لوگ ہمارے پھلوں اور غلوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں جب کہ یہ چیزیں کھلے میدان میں نہیں محفوظ جگہوں پر ہیں۔ یہود سے چونکہ معاہدہ ہو چکا تھا اس لیے آپ نے فوراً ہدایت فرمائی۔

الا لا یحل اموال المعاهدین الا بحقها (۲۴)

سن لو معاہدین کے اموال حلال نہیں ہیں۔ الّا یہ کہ ان کے لینے کا (ریاست کی طرف سے) حق ہو۔

غیر مسلموں کی وہ چیزیں جنہیں مسلمان ناپاک اور حرام تصور کرتے ہیں۔ انہیں بھی نقصان نہیں پہنچایا جاسکتا وگرنہ ان کا تاوان دینا ہوگا۔ بین المذاہب عالمی ہم آہنگی کا یہ وہ سنہری اصول ہے جس پر مسلمان بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں۔

4.6۔ اسلام تمام مذاہب کے معاہدات کا احترام کرتا ہے:

اگرچہ قرآن حکیم نے ہر قسم کے معاہدات خواہ وہ اپنوں کے ساتھ ہوں یا دیگر اقوام و مذاہب کے ساتھ سختی سے ان کی پابندی کا حکم دیا ہے ارشادِ الٰہی ہے:

و اوفوا بالعهد ان العهد کان مسؤلاً (۲۵)

اور تم پاس عہد کرو۔ اس لیے کہ عہد کی باز پرس ہوگی۔

رئیس احمد جعفری لکھتے ہیں۔ ”جس مذہب میں عہد و عقد کی اتنی اہمیت ہو کہ وہ اپنی کتاب تشریع میں اس کے ایفاء کا ذکر کرے اور اس پر زور دے۔ وہ کسی قیمت پر اسے تو گوارا کر ہی نہیں سکتا کہ مسلمان آپس میں تو پاس عہد کریں۔ لیکن غیر مسلموں سے جب معاملہ پڑے تو بد عہدی پر اتر آئیں۔ جس مذاہب کا خدا 'رب المسلمین' نہ ہو بلکہ رب العلمین ہو وہ اسے کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ اس کے ماننے والے معاملات و معاہدات میں اس کے بندوں کے درمیان مسلم اور غیر مسلم کی تفریق کریں۔ سچائی، بہر حال سچائی ہے خواہ اس کا تعلق مسلم سے ہو یا غیر مسلم سے۔“ (۲۶)

اگرچہ قرآن حکیم نے واضح طور پر اہل کتاب اور مشرک میں فرق کیا ہے اور اہل کتاب سے قدر مشترکہ کی وجہ سے نہایت عمدہ سلوک کی تلقین کرتا ہے لیکن معاہدات کے سلسلے میں وہ مشرکین کے ساتھ بھی پاس عہد کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ مشرکین کے بارے میں قرآن حکیم اعلاب برات کے بعد کہتا ہے:

الا الذین عهد تم من المشر کین ثم لم ینقصو کم شیئاً ولم یظاهر وا علیکم احداً

فاتموا آلیهم عهد هم الی مد تهم ان الله یحب المتقین. (۲۷)

مگر ان مشرکوں میں سے جن سے تم نے عہد کیا تھا۔ پھر انہوں نے اپنا عہد پورا کرنے میں تم سے کوئی کمی نہیں کی اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی (تمہارے دشمن) کی مدد کی۔ تو جو مدت مقرر ہو چکی تھی۔ اس تک ان کا عہد پورا کرو۔ بے شک اللہ پرہیز کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

آیت مذکورہ میں مشرکین سے اعلان برأت کے باوجود یہ امور سامنے آئے ہیں:

۱۔ مسلمان مشرکین سے نقضِ عہد نہیں کر سکتے۔

۲۔ معاہدہ میں کسی قسم کا ردوبدل نہیں کر سکتے۔

۳۔ کسی معاہد مشرک کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔

۴۔ معاہدہ کو وقت مقررہ تک ماننے اور برتنے پر مجبور ہیں۔

۵۔ مشرکین کے ساتھ معاہدات کا احترام کرنا بھی تقوی میں شامل ہے۔ (۲۸)

حضور اکرم ﷺ نے مکہ میں باوجود بہت نازک حالات کے مشرکین کے ساتھ تمام معاہدات کی خواہ یکطرفہ اور ظلم پر مبنی تھے پابندی کی علاوہ ازیں مدنی زندگی میں میثاق مدینہ کی صورت میں یہود سے کئے گئے معاہدہ اور صلح حدیبیہ کی صورت میں مشرکین مکہ سے کئے گئے معاہدوں کی پابندی آخر وقت تک کی۔

4.7۔ اسلام دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کے احترام کا حکم دیتا ہے

اسلام جس نظام حیات کا داعی ہے اس میں نہ صرف دیگر ادیان و مذاہب کو مکمل آزادی دیتا ہے بلکہ سیاسی نظام اور معاشرتی ماحول میں ان کی حفاظت کا احترام بھی کرتا ہے۔

اگرچہ ایک حلقے کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے اپنے دورِ اقتدار میں غیر مسلموں کی بہت سی عبادت گاہوں کو توڑا اور انہیں منہدم کر کے رکھ دیا۔ اس بات کا کوئی تاریخی ثبوت نہیں ہے اسلام تو دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کا احترام اسی طرح کرتا ہے جس طرح اپنی عبادت گاہ مسجد کا۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

ولـو لادفـع اللّٰه الناس بعضهم ببعضٍ لهدمت صوامع وبيع و صلوٰت و مسجد يذكر فيها اسم اللّٰه كثيراً (۲۹)

اگر اللہ لوگوں میں سے بعض کو بعض کے ذریعے دفع نہ کرتا تو خانقاہیں، گرجے، عبادت گاہیں اور مساجد

جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے۔ سب منہدم کر دیئے جاتے۔

سید جلال الدین عمری لکھتے ہیں:

''عبادت گاہوں کا انہدام اسلام کے نزدیک سراسر ناروا اور ظالمانہ عمل ہے۔ وہ انہدام کا نہ صرف مخالف ہے بلکہ وہ دوسری عبادت گاہوں کی بھی اسی طرح حفاظت چاہتا ہے جس طرح مساجد کی چاہتا ہے۔'' (۳۰)

مذکورہ بالا آیت میں قابل غور امر یہ ہے کہ اس میں دوسرے ادیان مذاہب کے عقائد اور عبادت گاہوں کی حفاظت مسجد سے بھی مقدم ہے۔ اسلام تو ابدی طور پر دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کے احترام کا حکم دیتا ہے۔ یہ بات تو بالکل ہی ناروا ہے کہ ملک عزیز میں دیگر مکاتب فکر اور دیگر نظریات کے حامل افراد کی عبادت گاہوں اور مراکز کو جلایا، منہدم کیا جائے یا ان میں قتل و غارت کی جائے اور عبادت کرنے والوں میں خوف و دہشت کی فضا پیدا کی جائے۔ ایسے جرائم کے مرتکبین حقیقت میں ملک وملت کے لئے ننگ عار ہیں اور لائق گردن زدنی ہیں۔

4.8۔ اسلام بلالحاظ رنگ و نسل اور مذہب عدل وانصاف کی تلقین کرتا ہے۔

ظلم وزیادتی کی کوئی ایک شکل نہیں ہے۔ یہ سماجی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی ہر طرح کا ہوتا ہے۔ اسلام ہر نوع کے ظلم کے خلاف ہے وہ اس کی کسی بھی حال میں اجازت نہیں دیتا اور اپنے ماننے والوں کو عدل وانصاف کا پابند بناتا ہے۔ اسلامی ریاست کی اولین ذمہ داری ہے کہ ظلم کو ختم کر کے عدل وانصاف کو قائم کرے۔ اسلام اپنے حدودِ اقتدار میں کسی بھی قسم کی ناانصافی، حق تلفی اور ظلم وجور کا روادار نہیں ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے۔

یآیھا الذین امنو اکونوا قوامین للّٰہ شھداء بالقسط ولا یجر منکم شنان قوم علی الاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ (۳۱)

اے لوگو! جو ایمان لائے وہ اللہ کے لئے کھڑے ہونے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بن کر رہو۔ کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس قدر مشتعل نہ کر دے کہ تم انصاف نہ کرو بلکہ انصاف کرو یہی بات تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

سید جلال الدین عمری لکھتے ہیں:

''عدل وانصاف کے معاملے میں اس کے نزدیک دوست اور دشمن کا فرق صحیح نہیں ہے۔ وہ دشمنوں اور

مخالفوں کے ساتھ بھی اس کی پابندی کولازمی قرار دیتا ہے اور کسی حالت میں اس سے انحراف کی اجازت نہیں دیتا'' (۳۲)

4.9۔ بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت کا نبویؐ اسوہ:

اگرچہ حضورِ اکرم ﷺ کی حیات طیبہ ایسی مثالوں، واقعات سے بھری پڑی ہے جس میں آپ نے مکہ اور مدینہ میں دیگر مذاہب جن میں یہود ونصریٰ بھی تھے مشرکین ومنافقین بھی انسانی بنیادوں پر رواداری، محبت و ہمدردی کا اظہار کیا ان کی تفصیلات کے یہ صفحات متحمل نہیں ہوسکتے یہاں پر صرف دو معاہدات کا ذکر کیا جاتا ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورِ اکرم ﷺ نے بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے کس قدر ٹھوس اقدامات کیے۔

میثاق مدینہ

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ کے بقول دنیا کا پہلا تحریری دستور، جس میں مدینہ کی حدود میں بسنے والے دیگر مذاہب کے باشندوں کے سیاسی، معاشرتی قانونی اور مذہبی حقوق کا تحفظ کیا گیا۔ چند دفعات کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

ا۔	للیهود دینهم وللمسلمین دینهم	یہود اور مسلمان اپنے مذہب پر عمل کرنے میں آزاد ہوں گے۔
۲۔	ان بینهم النصح والنصیحة والبر دون الثم	ان کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر سگالی اور نیکی اور بھلائی کے ہوں گے جرم اور گناہ کے نہیں۔
۳۔	ان النصور للمظلوم	جو مظلوم ہوگا اس کی مدد کی جائے گی۔
۴۔	ان یثرب حرام حوفها لاهل هذه الصحیفه	یثرب کی وادی اس میثاق کی فریقوں کے لیے واجب احترام ہوگی۔
۵۔	ان الجار کالنفس غیر مضارو لاثم	پڑوسی اور پناہ دینے والوں کے وہی حقوق ہوں گے جو اپنی ذات کے (۳۳)

نامور محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل میثاق مدینہ کی بابت لکھتے ہیں:

''یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمدؐ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکاءِ معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ اور مذاہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی'' (۳۴)

صلح حدیبیہ کا معاہدہ

قریش مکہ نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ ہر طرح سے زیادتی کی، ہجرت مدینہ کے بعد بار بار جنگ مسلط کی، مسلمانوں نے عمرہ کا ارادہ کیا تو خدا کے گھر کعبۃ اللہ کی زیارت سے روکا بالآخر صلح حدیبیہ ہوئی۔ اس مشرکین مکہ سے دس سالہ جنگ بندی کا معاہدہ طے پایا۔ اس معاہدہ کی ایک شق یہ تھی کہ جو قبیلہ جس طریق کا چاہے حلیف بن سکتا ہے۔ چنانچہ اس شق کے تحت بنوخزاعہ مسلمانوں کے اور بنوبکر قریش کے حلیف بنے۔ (۳۵)

یہ ایک بین المذاہب معاہدہ تھا جس میں ان کے سیاسی، معاشی اور مذہبی حقوق کا تحفظ کیا گیا اور مسلمانوں نے اس بین الاقوامی معاہدے کی مکمل پاسداری کی۔

5۔ بین المذاہب ہم آہنگی کی حدود و شرائط

اسلام دیگر مذاہب سے ہم آہنگی، روابط اور تعلقات کے حوالے سے کچھ تحفظات بھی رکھتا ہے۔ وہ انسانیت کی بناپر ہر طرح کے تعلقات استوار کرنے کا روادار ہے تاہم دین ومذاہب اور تشخص (Identification) کے حوالے سے بہت محتاط اور متوازن رویہ رکھتا ہے۔ اس سلسلے میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نہ تو ایسے افراد سے مکمل مقاطعہ کرلیں کیونکہ اس سے مسلمانوں اور دیگر مذاہب کے درمیان ایک ذہنی خلیج حائل ہو جائے گی دونوں کے درمیان نفرت اور مخالفت کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور نہ ہی اس رواداری میں اس قدر آگے بڑھیں کر سب کچھ ہی ان کے حوالے کر دیا جائے۔

5.1۔ رازدار دوست بنانے کی ممانعت:

اسلام دیگر مذاہب کے افراد کو اپنا رازدار بنانے اور بغیر سوچے سمجھے دوستیاں گانٹھنے کی ممانعت کرتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

یاایھا الذین امنو الا تتخذو ابطانة من دونکم لایالو نکم خبالاً ودو اما عنتم قد بدتِ البغضاء من افواھھم وما تخفی صدور ھم اکبر قد بینا لکم الأیٰت ان کنتم تعقلون o(۳۶)

اے لوگو: جو ایمان لائے ہو اپنے لوگوں کے سوا دوسروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔ وہ تمہاری خرابی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تم کو تکلیف پہنچے۔ ان کی دشمنی ان کی باتوں سے ظاہر ہے اور جو کچھ ان کے دل چھپائے ہوئے ہیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں اگر تم سوجھ بوجھ رکھتے ہو ہم نے تمہارے لئے نشانیاں کھول کر ظاہر کر دی ہیں تا کہ تم احتیاط کرو۔

سید قطب مذکورہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنی ملت کے سوا کسی کو اس طرح اپنا معتمد اور مشیر نہ بناؤ کہ اس سے اپنے اور ملت وحکومت کے راز کھول دو۔ عین حکمت کے مطابق مسلمانوں کو اپنی تنظیم اور مخصوص شعائر کی حفاظت کے لئے یہ احکام بھی صادر فرمائے کہ قانونِ اسلام کے منکروں اور باغیوں سے تعلقات ایک خاص حد سے آگے بڑھانے کی اجازت مسلمانوں کو نہیں دی جا سکتی۔" (۳۷)

5.2۔ روابط کی جائز شرعی حدود

ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دیگر مذاہب کے ساتھ نیکی، دوستی اور حسن معاشرت کے تعلقات کس طرح پیدا کئے جاسکتے ہیں جبکہ قرآن خود کفار کے ساتھ دوستی پیدا کرنے اور حلیف بنانے کی مخالفت کرتا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ الٰہی ہے:

یاایھاالذین امنو الا تتخذو الیھود و النصاری اولیاء بعضھم اولیاء بعضٍ ومن یتو لھم منکم فائنہ منھم ان اللہ لا یھد القوم الظالمین٥(۳۸)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو یہود ونصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ یہ لوگ تمہاری مخالفت میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست بنائے گا۔ وہ بے شک انہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ظالموں کو راہ ہدایت نہیں دکھایا کرتا۔

اس سوال کا جواب اس آیت میں دیا گیا ہے کہ آیات کا حکم علی الاطلاق نہیں ہے۔ کہ ہر یہودی، نصرانی اور کافر پر اس کا اطلاق ہو ورنہ یہ بات ان آیتوں اور نصوص کے خلاف ہوگی۔ جن میں خیر پسند لوگوں کے ساتھ خواہ وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں دوستانہ تعلق کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اور اہل کتاب کے ساتھ مصاہرت کا رشتہ اور کتابیہ کے ساتھ نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔

جن آیات میں موالات سے منع کیا گیا ہے ان کا تعلق دراصل ایسے لوگوں سے ہے جو اسلام کے دشمن اور مسلمانوں سے برسر جنگ ہوں، ان کی مدد اور پشت پناہی کرنا، انہیں راز دار بنانا اور ملی مفاد کے خلاف انہیں اپنا حلیف بنا کر ان کی قربت حاصل کرنا کسی مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہیں۔

5.3۔ اسلام مکمل سازگاری کا قائل نہیں:

یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ روشن خیالی اور آزادروش اس قدر نہ ہو کہ ہم اپنی اقدار و روایات کو ہی بھول جائیں، اپنے ملی تشخص کو ہی فراموش کر دیں اور دینی شعار پر ہی سمجھوتہ کر لیں یہ رواداری نہیں ہے بلکہ یہ خود فراموشی اور کامل سازگاری

ہے۔اسلام کبھی بھی اپنے ملی تشخص پر سمجھوتہ نہیں کر سکتا۔نہ ہی یہ بین المذاہب ہم آہنگی ہے۔اسلام ہر صورت میں اپنے فکرو فلسفہ کا تحفظ چاہتا ہے۔دین وایمان کی بقا کا خواہش مند ہے اپنا وجود اور تشخص گم نہیں کر دینا چاہتا۔حضور اکرم ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی سے بھی یہی سبق ملتا ہے۔آپ نے ہر طرح کا تشدد اور ظلم برداشت کر لیا لیکن مداہنت اور سودے بازی کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ارشادِ الٰہی ہے:

ودوالو تدھن فیدھنون (۳۹) وہ تو اس آرزو میں ہیں کہ کسی طرح تم نرمی کرو تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔

اسی طرح کفار مکہ چاہتے تھے کہ ان کے اور آپ کے درمیان سمجھوتہ ہو جائے۔جس سے نہ وہ آپ کے دین کو برا بھلا کہیں اور نہ آپ ان کے مذہب کو باطل ٹھہرائیں۔لیکن آپ نے صاف صاف بتا دیا کہ اسلام اور کفر کی راہیں جدا جدا ہیں لہٰذا ان دونوں میں سے کسی بات پر مصالحت نہیں ہو سکتی۔قرآن حکیم نے ان الفاظ میں اسی اہم حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

لکم دینکم ولی دین (۴۰) تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین۔

5.4۔ اسلام محاربین اور غیر محاربین کے درمیان فرق روا رکھتا ہے

قرآن حکیم بین المذاہب تعلقات کے حوالہ سے تمام پہلوؤں میں رہنمائی کرتا ہے۔اس نے یہ واضح کر دیا ہے مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کے لئے حدود و شرائط کیا ہے۔یہ اتحاد کن پہلوؤں سے ہو سکتا ہے اور کن پہلوؤں سے نہیں ہو سکتا۔اس سلسلے میں اسلام نے اصولی قاعدے وضع کر دیئے ہیں۔سید جلال الدین عمری لکھتے ہیں۔

''جو لوگ اسلام کے نظام فکر و عمل سے اختلاف رکھتے ہیں وہ دو طرح کے رویے اختیار کر سکتے ہیں ایک رویہ عداوت اور مخاصمت کا ہوگا۔کہ وہ مسلمانوں کو آزادی اور امن سکون سے رہنے نہ دیں۔اور اسلامی ریاست سے ان کی جنگ جاری ہو۔دوسرا رویہ آزادی، حریت فکر و عمل اور ظلم و زیادتی سے اجتناب کا ہوگا۔اسلام نے ان دونوں رویوں کے درمیان فرق کیا ہے۔وہ پہلے گروہ سے عام انسانی ہمدردی اور تعاون سے منع نہیں کرتا البتہ موالات اور رازدارانہ تعلقات سے احتراز کا حکم دیتا ہے کیونکہ یہ چیز دشمن کو تقویت پہنچانے کے ہم معنی ہے۔جہاں تک دوسرے گروہ کا تعلق ہے اس کے ساتھ حسن سلوک، تعاون اور ہمدردی کی بہر حال اجازت ہے اس نے اس سے منع نہیں کیا۔ارشادِ الٰہی ہے:

لاینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخر جو کم من دیار کم ان تبروھم و تقسطو الیھم ان اللہ یحب المقسطین ٥انما ینھکم اللہ عن الذین قتلو کم فی الدین و اخر جو کم من دیار کم و ظھرو علی اخر اجکم ان تولو ھم و من یتولھم فا و لئک ھم الظالمون ٥ (۴۱)

اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل او انصاف کا برتاؤ کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اللہ تو انہیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو جنہوں نے تم سے دین کے معاملہ میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے اخراج میں ایک دوسرے کی مدد کی جو شخص ان سے دوستی کرے وہی ظالم ہے۔

اسلامی ریاست کا جن قبیلوں، قوموں اور ملکوں سے صلح و آشتی کا معاہدہ ہوگا ان کے ساتھ عدل و انصاف اور رواداری کا ہی نہیں بلکہ بر و احسان کا رویہ اختیار کیا جا سکتا ہے جو قوم اسلامی ریاست سے برسر پیکار ہے۔ اس میں بھی ایسے گروہ اور طبقات ہو سکتے ہیں جن کے دل میں اسلامی ریاست سے حریفانہ جذبات نہ ہوں اور جو اسلام اور مسلمانوں سے ہمدردی رکھتے ہوں، ان کے ساتھ بھی بہتر تعلقات رکھنے اور ہمدردی و تعاون کا رویہ اختیار کرنے میں کوئی چیز مانع نہیں۔

اسی طرح محارب قوم کے وہ افراد جو جنگ میں حصہ نہیں لے سکتے (جیسے عورتیں بچے اور معذور وغیرہ) ان کے ساتھ وہ رویہ اختیار نہیں کیا جائے گا۔ جو برسر جنگ افراد کے ساتھ کیا جاتا ہے بلکہ وہ ہمدردی اور لطف و محبت کے مستحق ہوں گے۔ (۴۲)

علامہ ابن حریر طبری اس آیت کے ذیل میں مختلف اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس کی بہتر اور صحیح توجیہ یہی ہے ان حضرات نے کی ہے، جنہوں نے کہا ہے کہ کسی بھی دین و ملت کے وہ افراد جو برسر جنگ نہ ہوں ان کے ساتھ عدل و انصاف اور حسن سلوک کیا جائے گا۔ اس میں ایک گروہ اور دوسرے گروہ کے درمیان فرق نہیں کیا جائے گا۔ (۴۳)

6۔ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و ہم آہنگی۔ ضرورت اہمیت

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ وہ کسی خاص علاقے، نسل یا قوم کے لیے پیغام ہدایت لے کر نہیں آیا۔ بلکہ اس کا خطاب سب انسانوں اور ان کے سب طبقات سے ہے۔

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً (۴۴)

(اے پیغمبر) کہہ دو کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

جس دین کا خطاب دنیا کے تمام انسانوں اور ان کے تمام طبقات سے ہو جو اس حیثیت سے سامنے آئے کہ وہ سارے عالم کی فلاح کا ضامن ہو وہ کسی طبقہ، مذہب سے نفرت اور عداوت کا سبق نہیں دے سکتا ورنہ اس کا خطاب محدود ہو کر رہ جائے گا۔ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی کی ضرورت و اہمیت ذیل کے نکات سے سامنے آ سکتی ہے:۔

6.1 مکالمہ اور دعوت کے لیے ضرورت

قرآن حکیم نے آج سے ساڑھے چودہ سو سال پہلے اس ارشاد کے ساتھ اہل کتاب کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہونے کی دعوت دی۔

قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم

(اے پیغمبر) اہل کتاب کو کہہ دیجئے کہ آؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ (۴۵)

قرآن حکیم کی یہ پیشکش شاید اس وقت تو قابل اعتنا نہ سمجھی گئی لیکن دور جدید میں اس کی ضرورت اور اہمیت کھل کر سامنے آگئی ہے۔ اور اہل کتاب بھی اس طرف مائل نظر آتے ہیں۔ چنانچہ آج سے تیس برس قبل 1976ء میں امریکہ کی ایک یونیورسٹی میں ایک پادری نے ایک تحقیقی مقالہ اعلیٰ ڈگری کے لیے پیش کیا۔ جس کا عنوان قابل غور ہے۔

"Foundation for dialogue between Judaism, Christanity and Islam"

فاضل مقالہ نگار نے اس مقالہ کے خلاصہ میں واضح کیا کہ سیدنا ابراہیمؑ کی شخصیت مرکزی مقام کی حامل ہے۔ اس حوالے سے تینوں ملتیں (یہود، مسیحیت اور اسلام) مل کر ایک دوسرے کے مسائل سن کر اپنے لیے متفقہ لائحہ عمل طے کر سکتی ہیں۔ (۴۶)

بین المذاہب ہم آہنگی کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ اسلام ایک تبلیغی اور دعوتی دین ہے وہ اپنے پیغام کو دنیا کے ہر کونے میں تمام طبقات تک پہنچانا چاہتا ہے۔ اسلام لوگوں کو اپنا حلیف بنانا چاہتا ہے۔ دشمن بنانا نہیں چاہتا اور یہ دعوت پیار، محبت، حکمت اور عمدہ نصیحت کی متقاضی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

ادع الیٰ سبیل ربک با لحکمة و المو عظة الحسنة (۴۷)

(اے پیغمبر) دعوت دو اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ذریعے اور مباحثہ کرو ان سے اس طریقہ سے جو بہترین ہے۔

یہ مقصد صرف اور صرف اسی صورت میں حاصل کیا جا سکتا ہے جب اقوام و ملل کو قریب آنے کا موقع دیا جائے، غلط فہمیاں ختم ہوں، کلمہ سواء پر مذاہب کو جمع کیا جائے۔ یہ تبھی ممکن ہے جب انسانیت کی بنیاد پر سب کا احترام کیا جائے۔

6.2 عالمی امن کے لیے ضرورت:

دورِ جدید میں امن و آشتی کی جس قدر ضرورت ہے شاید اس سے پہلے کبھی نہ رہی ہو۔ کیونکہ اس وقت دنیا میں ہتھیاروں کا پھیلاؤ بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ ذرا سی بے احتیاطی عالمی جنگ کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتی ہے۔ اسلام عالمی امن کا

داعی ہے وہ چاہتا ہے فتنہ وفساد ختم ہو۔اقوام وملل میں باہم محبت کے ساتھ رہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں۔اس کی ہدایت تو یہاں تک ہے کہ عین جنگ کی حالت میں بھی دشمن مصالحت اور جنگ بندی پر آمادہ ہو تو اس سے مصالحت کرلی جائے تاکہ جنگ کی فضا ختم ہو۔ارشاد الٰہی ہے:

وان جنحو اللسلم فاجنح لها و توكل على الله (۴۸)

اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے تیار ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔

حضور اکرم ﷺ کے اسوہ سے بات سامنے آتی ہے کہ آپ نے ہمیشہ معاشرے میں امن کے فروغ لے لیے کام کیا۔آپ نے دیگر قبائل اور مذاہب سے جس قدر معاہدات فرمائے ان سب کا مقصد امن کا ہی قیام تھا۔فتح مکہ کا دن ظاہر آبد امنی کا دن ہونا چاہیے تھا لیکن آپ نے بدترین دشمنوں کے لئے بھی امن کے دروازے کھول دیئے اور فرمایا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لیے امن ہے جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے۔اس کے لیے بھی امن ہے جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کے لیے بھی امن ہے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے اس کے لیے بھی امن ہے۔(۴۹)

مولانا حامد الانصاری لکھتے ہیں یہ پہلا دن تھا جب امن عالم کا آفتاب نصف النہار پر پہنچا اور اس کے بعد اسلام کے اچھے زمانے تک کبھی غروب نہیں ہوا۔(۵۰)

6.3 سائنس اور جدید علوم کے استفادہ کے لیے ضرورت

دورِ جدید میں بین المذاہب ہم آہنگی اور یگانگت کا فروغ اس لیے بھی ضروری ہے کہ دنیا اس وقت ایک عالمی اکائی (Global Village) کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ذرائع ابلاغ کی برق رفتار ترقی نے فاصلے ختم کر دیے ہیں۔دنیا کے کسی گوشے میں رونما ہونے والا واقعہ بغیر کسی توقف کے ہر شخص کے سامنے ہوتا ہے۔پھر موجودہ دور تخصص اور مہارت کا دور ہے۔ہر شخص اور ہر قوم کے بس میں نہیں کہ تمام علوم میں مہارت حاصل کر سکے۔اس لیے دیگر اقوام وملل سے علمی میدان میں استفادہ ناگزیر ہے۔محض اپنے خول میں گم ہو کر بیٹھ جانا عالمی ترقی اور علوم سے کٹ جانے کے مترادف ہے۔محض عقیدے اور مذہب کو بنیاد بنا کر دیگر اقوام سے علمی استفادہ کے دروازے بند کر لینا دانش مندی نہیں ۔علم،سائنس اور ٹیکنالوجی پر کسی کی اجارہ داری نہیں ہے۔حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ علم حاصل کرو خواہ اس کے لیے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔مسلمان فی زمانہ جدید سائنسی علوم میں دیگر اقوام کی نسبت بہت پیچھے ہیں۔لہٰذا جو اقوام سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں آگے ہیں خواہ ان کا عقیدہ ومذہب کوئی بھی ہو اس قطع نظر اس سے استفادہ کرنا چاہئے۔ڈاکٹر یوسف القرضاوی لکھتے ہیں:

”مسلمان حاکم ہیں یا رعایا۔فنی امور میں جو دین سے متعلق نہیں مثلاً طب،صنعت،زراعت وغیرہ میں

غیر مسلموں سے تعاون حاصل کر سکتے ہیں۔"

6.4 سیاسی ضرورت:

جدید دور میں بین المذاہب ہم آہنگی کی عالمی سطح پر اس لحاظ سے بھی ضرورت ہے کہ ملل واقوام مشترک مفادات کی بنیاد پر ایک دوسرے کے قریب آ رہے ہیں آئے روز مختلف ممالک کے درمیان تعاون واشتراک کے معاہدات ہو رہے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے تمام سربراہان مملکت کو تعاون وصلح اور دعوت کے لیے خطوط تحریر کیے۔ آپ نے اندرون ملک اور بیرون ملک متعدد معاہدات قائم فرمائے۔ یہ معاہدات سیاسی بھی تھے اور تجارتی بھی، قومی بھی تھے اور بین الاقوامی بھی۔

دور جدید میں مسلمان ممالک دیگر ممالک کے ساتھ مختلف النوع معاہدات مثلاً جنگی قیدیوں سے متعلق، دفاع سے متعلق، بے خبری میں سرحدات کو پار کرنے والے باشندوں سے متعلق اور حقوق انسانی سے متعلق کر سکتے ہیں اور قرآن حکیم نے اس سلسلے میں اصولی ضابطہ بھی دے دیا ہے۔ لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخر جو کم من دیار کم ۔

پاکستان جنوبی ایشیا کے جس حصے میں واقع ہے جغرافیائی اہمیت کے پیش نظر اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے پڑوسی ممالک سے تعاون واشتراک کے لیے ہاتھ بڑھائے قطع نظر اس کے کہ ان ممالک کے عقائد ونظریات کیا ہیں۔

6.5 - اقتصادی اور تجارتی ضرورت

بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت کا ایک اہم پہلو اقتصادی وتجارتی میدان ہے۔ آج دنیا میں کاروبار، صنعت اور تجارت کے لحاظ سے اشتراک وتعاون از حد ضروری ہے۔ کیونکہ کوئی بھی ملک تنہا اپنی ضروریات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم ﷺ کی سیرت سے اس امر کا جواز ملتا ہے کہ آپ نے غیر مسلموں سے لین دین اور تجارت کا معاملہ کیا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشتریٰ طعاما من یہودی الی اجل و رھنہ درعہ فی حدید ۔ (۵۱)

رسول اکرم ﷺ نے ایک یہودی سے ایک مدت کے لیے غلہ خریدا اور اس کے پاس اپنی لوہے کی زرہ رہن رکھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس حدیث سے کئی باتیں اخذ ہوتی ہیں:

۱۔ کفار سے معاملہ کرنا جائز ہے بشرطیکہ جس چیز کا معاملہ کیا جا رہا ہے وہ حرام نہ ہو۔ اس میں ان کے عقائد کے فساد اور ان کے آپس کے معاملات کے غلط ہونے کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ اس سے معلوم ہوتا ہے اگر غیر مسلم حربی نہیں ہے تو اسے ہتھیار فروخت کیے جاسکتے ہیں ان کے پاس رہن بھی رکھا جا سکتا ہے۔

۳۔ اس سے یہ بھی ثبوت ملتا ہے کہ ذمیوں کی املاک ان کے ہاتھوں میں رہے گی۔ (۵۲)

آج کے عالمی تناظر میں بشمول پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک کو چاہیے کہ وہ دنیا کے تمام ممالک سے اقتصادی و تجارتی تعلقات قائم کریں۔

6.6 معاشرتی وتہذیبی ضرورت:

انسان کو اپنی معاشرت اور تہذیب کے لیے دوسروں کے تعاون کی ضرورت ہے۔ وہ اپنی ضروریات تنہا پوری نہیں کر سکتا۔ پھر اسلام چھوت چھات کا مذہب نہیں وہ انسانیت کے شرف ومجد کا قائل ہے۔ اخلاق عقائد، اختلاف خیال اور اختلاف دین بھی اس کی نگاہ میں انسان کو انسانیت کے شرف ومجد کا قائل ہے۔ اخلاق عقائد، اختلاف خیال اور اختلاف دین بھی اس کی نگاہ میں انسان کو انسانیت کے درجہ سے ساقط نہیں کرتا۔ اسی دنیا میں ایسے افراد بھی بستے ہیں جو نہ صرف مسلمانوں کے ہاتھ سے بلکہ اپنے ہم مذہبوں کے ہاتھ سے بھی کھانا نہیں کھا سکتے۔ ان کے ساتھ مل کر بیٹھ نہیں سکتے۔

اسلام نے سماجی تعلقات کو عقائد ونظریات سے بالاتر رکھا ہے۔ اسلام اہل کتاب کا ذبیحہ کھانے سے منع نہیں کرتا، اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیتا ہے۔ غیر مسلموں کو عبادت گاہوں میں آنے سے منع نہیں کرتا۔ اس طرح دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں کے احترام کا حکم دیتا ہے۔ اسلام اہل کتاب کے کھانے کی دعوت کو قبول کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بیماری کی حالت میں عبادت گاہوں کے احترام کا حکم دیتا ہے۔ اسلام اہل کتاب کے کھانے کی دعوت کو قبول کرنے کا حکم دیتا ہے۔ بیماری کی حالت میں عیادت کی تلقین کرتا ہے اگر غیر مسلم پڑوسی ہے تو اس کے حقوق ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ (۵۳)

معاشرتی تقاضوں کے تحت سلام کرنے اور جواب دینے کی تلقین کرتا ہے۔ اسی طرح تحفے تحائف کا تبادلہ سماجی اور معاشرتی زندگی کا ایک خوشگوار تقاضا ہے اس سے تعلقات کو بہتر بنانے میں مدد ملتی ہے۔ بسا اوقات اس سے سیاسی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کا احادیث میں غیر مسلموں کو تحفے دینے اور قبول کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

ان کسریٰ اهدا فقبل و ان الملوک اهد الیه فقبل

کسریٰ شاہ ایران نے آپ کو ہدیہ پیش کیا، آپ نے قبول کیا۔ بادشاہوں نے آپ کو ہدیے دیئے۔ آپؐ نے قبول فرمائے۔

اس طرح حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں جو وفود حاضر ہوئے۔ آپ ان کی دلجوئی کے لیے تحائف اور نقدی پیش فرماتے۔

اسوہ حسنہ کی روشنی میں دور جدید میں ان تمام سماجی، تہذیبی اور انسانی تعلقات پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہنرمند افراد کا

تبادلہ اور مختلف فنون میں باہمی دلچسپیوں کا تبادلہ اسی سلسلۂ کی اہم کڑیاں ہیں ۔ اسی طرح ثقافتی وفود (Cultural Delegations) کا ایک دوسرے ممالک میں بھیجنا بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے مفید ہوسکتا ہے۔ تحائف اور کھیلوں کے ناطے اس یگانگت میں مزید اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

قدرتی آفات کا مقابلہ کرنا کسی ایک ملک کے بس کی بات نہیں۔ اس کے لیے عالمی برادری کا تعاون ناگزیر ہے۔ ۱۸۔ اکتوبر ۲۰۰۵ء کے زلزلے نے جس طرح پاکستان کے وسیع علاقے میں تباہی پھیلائی اس سے نبٹنا محض اہل وطن کے بس کی بات نہ تھی بلکہ دنیا کا بے مثال تعاون بین المذاہب اتحاد و ہم آہنگی کے لیے نئے باب کا اضافہ ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور حضور اکرم ﷺ کا روشن اسوہ ہمارے لیے رہنمائی کے لیے کافی ہے۔ مکہ میں قحط پڑا تو آپ مدینہ میں تھے اور ابھی ہجرت کر کے آئے تھے اور اہل مکہ کے مظالم کے زخم تازہ تھے لیکن حضور اکرم ﷺ نے مدینہ میں بیٹھ کر اہلِ مکہ کے لیے دعا کی۔ اے خدا مکہ کی سرزمین سے اناج کا قحط دور کر لے۔

7- برصغیر پاک وہند کے تناظر میں بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت

برصغیر پاک وہند کا خطہ عالمی سطح پر اس انفرادیت کا حامل رہا ہے۔ کہ یہاں گوناگوں نظریات، افکار اور مذاہب کی ہمیشہ سے کثرت رہی ہے۔ مختلف النوع افکار و نظریات کے حامل افراد جس قدر یہاں ہیں۔ شاید ہی دنیا میں کسی اور خطے میں یکجا ہوں۔ یہی وجہ ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی و اتحاد کی ضرورت جس قدر اس خطے میں ہے شاید کسی دوسرے مقام پر اس کی ضرورت ہو۔

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد (۷۱۲ھ) سے پہلے یہاں شدید قسم کا مذہبی تعصب اور تنگ نظری پائی جاتی تھی۔ ہندومت جو ہندوستان کا قدیم ترین مذہب ہے اس میں چھوت چھات عروج پر تھی۔ وید کا پڑھانا تو دور کی بات محض سن لینا ناقابل تلافی جرم تھا۔ ہندومت نے بدھ مت کے پیروکاروں کے ساتھ اس خطے میں جو سلوک کیا اس کے لیے اتنی شہادت ہی کافی ہے کہ بدھ مت نے اسی ہندوستان میں جنم لیا مگر اس کو یہاں سے دیس نکالا دے دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بدھ مت کی تبلیغ و اشاعت ہندوستان سے باہر ہی ہوئی۔

برصغیر میں مسلمانوں کی آمد سے یہاں کے باشندوں کے لیے ایک نئی صبح طلوع ہوئی۔ یہاں آ کر انہوں نے رواداری، بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دیا برصغیر میں اولین مسلم فاتح محمد بن قاسم نے یہاں کی رعایا کے ساتھ کیسا سلوک کیا اور کتنی مذہبی آزادی دی اور اس خطہ میں وہ کتنی مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینا چاہتے تھے۔ اس کا اندازہ اس خط سے

ہوتا ہے جس میں انہوں نے یہاں کی مکمل صورتحال حجاج بن یوسف کے سامنے رکھی تو جواب میں انہوں نے لکھا:

''تمہارا خط ملا۔ جو حالات تم نے تحریر کیے ہیں وہ میرے علم میں آئے جن میں سے ایک بات یہ ہے برھمن آباد کے سرکردہ لوگ بدستور سابق بت خانے کی آبادی اور اپنے مذاہب کے مطابق عمل کرنے کے لیے عرض گذار ہیں۔ جس طریقے سے انہوں نے ہماری فرمانبرداری کے دائرے میں داخل ہو کر دارالخلافہ کو جزیہ دینا منظور کیا ہے وہ قابل تعریف ہے۔ جزیئے کی وصولی کے علاوہ ہمارا ان پر کوئی حق اور تصرف نہیں۔ جب وہ ذمی ہو چکے تو ان کے مال اور خون پر ہم ہرگز دست درازی نہیں کر سکتے۔ بلکہ ان کی حفاظت کرنا ہم پر فرض ہو گیا ہے انہیں اپنے مذہب کے مطابق عبادت کرنے کی اجازت حاصل ہوگئی ہے۔ تم ان میں سے کسی کو اس کے عقیدے اور طریقے کے مطابق عبادت کرنے سے مت روکو۔ انہیں اختیار حاصل ہے کہ اپنے عبادت خانوں، اپنے گھروں اور گھروں کے باہر ہر جگہ اپنے مذہب پر بلا روک ٹوک عمل کریں اور اس کے مطابق زندگی گزاریں۔'' (۵۵)

برصغیر میں یہ مسلمانوں کی بین المذاہب ہم آہنگی کا آغاز تھا۔ محمد بن قاسم نے یہاں کے باشندوں کے ساتھ جس قدر عمدہ برتاؤ کیا اور مذہبی آزادی دی اس کا نتیجہ تھا کہ جب محمد بن قاسم کو واپس بلایا گیا تو گجرات کے ایک شہر میں مشہور مورخ بلاذری کے بقول ایک بہت بڑا مجسمہ نصب کیا گیا اور ہندوستان نے فرشتہ صفت انسان کو ہمیشہ یاد رکھا۔

اسی طرح برصغیر میں مغلیہ سلطنت کے بانی ظہیر الدین بابر نے بھی بین المذاہب ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اس نے اپنے بیٹے اور جانشین کو جو وصیت نامہ لکھ کر دیا وہ ہندوستان کی تاریخ میں مذہبی ہم آہنگی کا شاہکار ہے۔

فرزند من! ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی عنایت ہے کہ اس نے تمہیں اس ملک کا بادشاہ بنایا ہے۔ اس سلطنت میں چند باتوں کا خیال رکھو:

۱۔ تم مذہبی تعصب کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دو اور لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے اور رعایت کیے بغیر سب لوگوں کے ساتھ پورا انصاف کرو۔

۲۔ گاؤکشی سے بالخصوص پرہیز کرو تا کہ اس سے تمہیں لوگوں کے دل میں جگہ مل جائے۔

۳۔ تمہیں کسی قوم کی عبادت گاہ مسمار نہیں کرنی چاہیے۔

مسلمانوں نے برصغیر میں ایک ہزار سال حکومت کی۔ مسلمانوں نے اس خطے میں جس قدر مذہبی رواداری اور ہم

آہنگی کو فروغ دیا اس کا اعتراف دشمنوں سے بھی کیا ہے چنانچہ ڈاکٹر تارا چند لکھتے ہیں:

"مسلمان فاتحین نے مفتوح اقوام کے ساتھ عقلمندی اور فیاضی کا سلوک کیا۔ مال گزاری کا پرانا نظام قائم رہنے دیا اور قدیمی ملازمتوں کو برقرار رکھا۔ ہندو پجاریوں اور برہمنوں کو اپنے مندروں میں پرستش کی اجازت دی اور ان پر فقط ایک خفیف سا محصول عائد کیا۔ جو آمدن کے مطابق ادا کرنا پڑتا تھا۔ زمینداروں کو اجازت دی گئی کہ وہ برہمنوں کو قدیم ٹیکس دیتے رہیں"(۵۶)

قیام پاکستان 1947ء کا مقصد جہاں مسلمانوں کے لیے الگ وطن کا قیام تھا۔ وہاں ایک مقصد یہ بھی تھا یہاں بین المذاہب ہم آہنگی اور اتحاد کا ایک نمونہ قائم ہو۔ تاکہ دنیا مسلمانوں کی شاندار تاریخی روایت کا مشاہدہ کر سکے۔ چنانچہ بانی پاکستان قائداعظمؒ نے اپنے کئی فرمودات میں اس کی طرف واضح اشارہ کیا ہے۔

11-اگست 1947ء کو پاکستان دستور ساز اسمبلی کے مشہور خطبہ صدارت میں قائداعظم نے اعلان کیا:

"آپ آزاد ہیں۔ آپ عبادات کے لیے مندروں میں جانے میں آزاد ہیں۔ آپ اپنی مسجدوں میں جانے میں آزاد ہیں۔ آپ مملکت پاکستان میں اپنے عقیدے کے مطابق اپنی عبادتگاہوں میں جانے میں آزاد ہیں۔ آپ خواہ کسی مذہب، فرقے یا عقیدے سے تعلق رکھتے ہوں اس پر مملکت کو کوئی سروکار نہیں۔۔۔۔"

اس وقت اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اگرچہ اکثریت مسلمانوں کی آبادی کی ہے تاہم دیگر نظریات اور مذاہب کے ماننے والوں کی بھی ایک بڑی تعداد آباد ہے۔ 1981ء کی مردم شماری کے مطابق پاکستان میں مذاہب کی تقسیم کچھ اس طرح سے ہے۔

مسلمان	-	81,45,057	مسیحی	-	1,310,426
احمدی	-	104,744	ہندو	-	1,276,16
پارسی	-	7,007	بدھ	-	2,639
متفرق	-	103,155			

مذکورہ اعداد و شمار پر ایک نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ قریب قریب تمام عالمی مذاہب سے وابستہ افراد ملک پاکستان میں آباد ہیں اور ملکی ترقی و خوشحالی میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔

تجاویز وسفارشات

زیر نظر مقالہ میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کے تصور نیز دور جدید میں اس کی ضرورت واہمیت کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مناسب ہوگا کہ آخر میں چند تجاویز وسفارشات بطور خلاصہ کے دے دی جائیں۔

۱۔ عالمی سطح پر بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کیلئے ایک فورم International Forum Dialogue For Faith) تشکیل دیا جائے جس میں دنیا بھر کے مذاہب کی نمائندگی ہو جو عالمی سطح پر پیش آنے والے مسائل کا جائزہ لے سکے اور مشترکہ امور (Common Interest) پر اتفاق رائے حاصل کرے۔

۲۔ ملکی سطح پر بھی مجلس برائے مکالمہ بین المذاہب (Council for inter Faith Dialogue) تشکیل دی جائے جس میں جید علماء، ماہرین قانون، دانشور اور دیگر مذاہب کے نمائندے شامل ہوں۔ یہ مجلس نہ صرف ملک کے اندر گفت وشنید اور مکالمہ کا عمل مستقل طور پر جاری رکھے بلکہ دیگر ممالک میں ہونے والے مذہبی اجتماعات میں بھی شرکت کرے۔

۳۔ مذکورہ کونسل ملک میں بین المذاہب اتحاد و یگانگت کے اظہار کے لیے دوسروں کے مذہبی تہواروں میں بھی علامتی طور پر شامل ہو۔ نیز ایسے مواقع تحائف کا تبادلہ بھی مفید ہوگا۔

۴۔ ملک میں موجود دیگر مذاہب کی عبادتگاہوں، مقدس مقامات کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لیے خصوصی انتظامات کیے جائیں نیز مذہبی تہواروں کے مواقع پر آنے والے زائرین کے لیے خصوصی سہولیات مہیا کی جائیں۔

۵۔ ملک میں چھپنے والے ایسے مواد پر پابندی عائد کی جائے جس میں کسی مذہب کے بانی، عقائد و عبادات اور تعلیمات کے خلاف نفرت آمیز یا ہتک آمیز انداز اختیار کیا گیا ہو۔

۶۔ بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی کیلئے مشترکہ اقدار کلمہ سواء کو فروغ دیا جائے نیز عالمی سطح پر باہمی تعاون کو فروغ دینے، مظلوم طبقوں کے حقوق اور قدرتی آفات سے نبرد آزما ہونے کیلئے مشترکہ لائحہ عمل پر غور کیا جائے۔

ان تجاویز سفارشات پر عمل پیرا ہونے سے نہ صرف ملک پاکستان عالم اسلام میں قیادت کے مرتبہ پر فائز ہوگا بلکہ پوری دنیا کے لیے امن وآشتی کا گہوارہ ثابت ہوگا۔ وما توفیقی الا باللہ۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ اخرجہ البخاری فی کتاب الایمان، باب ای الاسلام افضل

۲۔ سنن نسائی، کتاب النذ روروالایمان

۳۔ خطیب تبریزی، ولی الدین، مشکوۃ المصابیح، باب الشفقہ والرحمۃ، ۲/۶۲۳

۴۔ علی المتقی، کنزل العمال، حدیث نمبر ۴۴۱۵۴

۵۔ الاحزاب، ۳۳:۲۱

۶۔ الروم، ۳۰:۴۱

۷۔ آل عمران، ۳:۶۴

۸۔ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور، ۱۹۹۱ء، ۳/۳۳۶

۹۔ الجامع الصحیح لامام بخاری، کتاب الانبیاء، ذکر عیسیٰ

۱۰۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۲۰۰۲ء، ص:۳۲۷

۱۱۔ ایضاً ص:۳۲۸

۱۲۔ الانعام، ۱۰۸

۱۳۔ تفصیل کیلئے دیکھئے: رئیس احمد جعفری، اسلام اور رواداری، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ لاہور، ۱۹۵۵ء، ص:۵۵
اسلامی، علی گڑھ، ۱۹۹۹ء، ص/۱۸۹

۱۴۔ رئیس احمد جعفری، اسلام اور رواداری، حوالہ مذکورہ، ص:۵۲

۱۵۔ الکہف، ۱۸:۲۹

۱۶۔ الغاشیہ، ۲۱، ۲۲

۱۷۔ یونس، ۹۹

۱۹۔ البقرہ، ۲:۲۵۶

۲۰۔ الدھر، ۳

۲۱۔ یونس، ۹۹

۲۲۔ الجامع الصحیح لامام بخاری، کتاب الدیات، من قتل ذمیا بغیر جرم۔

۲۳۔ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی الوفاء للمعاہد وحرمۃ ذمتہ

۲۴۔ ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب النبی من اکل السباع

۲۵۔ بنی اسرائیل ۱۷: ۳۴

۲۶۔ رئیس احمد جعفری، اسلام اور رواداری، حوالہ مذکور، ص: ۱۸۰

۲۷۔ التوبۃ، ۹: ۴

۲۸۔ رئیس احمد جعفری، اسلام اور رواداری، حوالہ مذکور، ص: ۱۸۱

۲۹۔ الحج، ۴۰

۳۰۔ سید جلال الدین عمری، غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، حوالہ مذکور، ص: ۲۵۱

۳۱۔ المائدہ، ۵: ۸

۳۲۔ ایضاً، ۱۸۲

۳۳۔ میثاق مدینہ کی تفصیل دیکھیں: ابن ھشام، السیرۃ النبویہ، زیر عنوان کتاب رسول اللہ فیما بینہ و بین الیھود، مکتبہ فاروقیہ ملتان ۲/ ۶۱ . ۱۹، نیز ڈاکٹر محمد حمید اللہ، مجموعہ الوثائق السیاسیہ للعہد النبوی والخلافۃ الراشدۃ، دار النفائس بیروت، ۱۹۸۳ء ص: ۵۷، ۶۲، وہی مصنف، دنیا کا پہلا تحریری دستور،

۳۴۔ محمد حسین ہیکل، حیاۃ محمد، مطبعہ النہضۃ المصریہ، ۱۹۴۸ء ص: ۲۲۷

۳۵۔ صلح حدیبیہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ابن ہشام، سیرۃ النبی، ۲/ ۳۶۶

۳۶۔ آل عمران، ۳: ۱۱۸

۳۷۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، ۲/ ۴۳

۳۸۔ المائدہ، ۵: ۵۱

۳۹۔ القلم، ۶۸: ۹

۴۰۔ الکفرون: ۶

۴۱۔ الممتحنہ: ۸، ۹

۴۲۔ سید جلال الدین عمری، غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق، حوالہ مذکور، ص: ۶۱

۴۳۔ ابن جریر طبری، ۲۸/ ۴۱

۴۴۔ الاعراف، ۷: ۱۵۸

۴۵۔ آل عمران، ۳: ۶۴

۴۶۔ Grose George Benediet, Foundation for dialogue between judaism, Christianity and partial fulfilment of the degree of doctor of Islam, A professional project submitted Ministry, School of thealogy at claremont (U.S.A) june 1976, P-140

۴۷۔ النحل، ۱۲۵

۴۸۔ الانفال، ۶۱

۴۹۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمین،

۵۰۔ مولانا حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، مکتبہ الحسن لاہور، ص: ۲۰۳

۵۱۔ الجامع الصحیح لامام بخاری، کتاب الجہاد، باب ما قیل فی درع النبی والقمیص فی الحرب ابوداؤد، کتاب السلام، باب فی السلام علی اہداالذمہ، ابن قدامہ، المغنی ۱۳/۳۷۱۔۲۴۶، با ابوداؤد، کتاب الخرج، باب فی الامام یقبل ہدایہ المشرقین، ابن ہشام ۱/۳۷۱

۵۲۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ۵/۱۴۱

۵۳۔ بحوالہ، اسلام اور رواداری، حوالہ مذکور، ص: ۴۰۸ محمد اسحاق بھٹی

۵۴۔ مسند احمد، ۲/۱۰۷، تحقیق محمد شاکر

۵۵۔ بحوالہ، اسلام اور رواداری، حوالہ مذکور، ص: ۴۰۸ محمد اسحاق بھٹی

۵۶۔ محمد بن قاسم کے نام حجاج بن یوسف کا نواں خط، بحوالہ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، نیز دیکھئے، مولانا شبلی نعمانی، حقوق الزمین یعنی اسلام میں غیر مذہب والوں کے حقوق، مقالات شبلی (مرتبہ سید سلیمان ندوی) ۱/۱۹۸

۵۷۔ برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، حوالہ مذکور، ص: ۱۲۰

۵۸۔ ڈاکٹر تاراچند، مختصر تاریخ اہل ہند، ص: ۱۲۲

”قل یٰٓاھل الکتٰب تعالو الی کلمۃٍ سوآء بیناوبینکم “

دورجدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصوراوراس کی ضرورت واہمیت۔تعلیمات اسلام اوراسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری۔لاہور

بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کا بنیادی تصور ”جذبہ اشتراک“ کا رہین منت ہے۔دور جدید میں بین المذاہب یگانگت اور ہم آہنگی کے بین الاقوامی اصول وتصورات کا صاف اور واضح مفہوم یہی ہے کہ انسان کے معاشرتی اور مذہبی طرز عمل کو تنگ نظری کی بجائے وسیع النظری اور محدودیت کے بجائے ”آفاقیت“ سے روشناس کرایا جائے۔انسانی معاشروں کو چھوٹی چھوٹی وحدتوں میں تقسیم کرنے والے جذبات واحساسات کی علمی، فکری اور معاشرتی سطح پر حوصلہ شکنی کی جائے تاکہ انسان کے دل و دماغ میں ”پوری دنیائے انسانیت اور ہمہ گیر اجتماعات“ کے لئے ہمدردی اور بہی خواہی کے جذبات مستقل بنیادوں پر استوار ہوسکیں۔وطنی، قومی، نسلی اور طبقاتی بندشوں اور پستیوں سے آزاد اور بلند ہوکر ”عام انسانی مستقبل“ کو ایک اکائی کی صورت میں دیکھنے کا جذبہ پروان چڑھ سکے۔انسانی مسائل کے ادراک پر ہی اکتفا نہ ہو بلکہ ان کے مستقل حل کے لئے بھی ذہنی اور عملی کوششوں کی طرف رغبت پیدا ہو۔نیز یہ کہ عالمی اتحاد و یگانگت اور انسانی بستیوں کے سکون و اطمینان کے لئے ان مسائل اور الجھنوں کی بیخ کنی کی جائے، جو حالت جنگ کی ہوں یا زمانہ امن کی، جنگی نوعیت مذہبی ہوں یا ثقافتی۔ماورائے طبعی ہو یا طبیعاتی اور ارضی۔ان کے لئے ایسے ”مشترکات“ بہم پہنچائے جائیں، جن کو اپنانے سے اختلاف عقیدہ و مذہب کے باوجود ”بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت“ امن عالم کا قیام، عام انسانی حقوق کی محافظت اور بین الاقوامی تعلقات زیادہ سے زیادہ فروغ پاسکیں تاکہ ہر ملک، نسل، مذہب اور وطن کا انسان دوسرے سے اپنائیت اور محبت کا رشتہ محسوس کرنے لگے۔

مذاہب اور اقوام کی یگانگت اور اسلام:

اسلام زندگی کے ہر معاملے میں مستحکم اصول وتصورات دے کر ایک اعتدال وتوازن پر مبنی نظام کا خواہاں ہوتا ہے۔ اس کے بین الاقوامی تصورات کی بنیاد نہ تو محض چند ”مشترک مادی اغراض“ پر ہے اور نہ ہی ہنگامی اور عارضی حالات پر، اس

کے خالق و مالک نے اس کی فطرت اور ساخت ہی ایسی بنائی ہے کہ وہ ہر انسان میں ''زندہ رہنے اور زندہ رہنے دینے'' کے جذبے کو ابھارتا ہے۔ یہ جذبہ یقیناً زبان و مکان کی قید سے آزاد ہے، جو انسان کو ایک رشتہ وحدت میں پروتا ہے۔ خواہ وہ کسی ملک، کسی قوم اور کسی نسل کا فرد ہو، اس کے دیئے ہوئے عقائد، نظام اخلاق، نظام معیشت، نظام سیاست سب کا مزاج بین الاقوامی اور آفاقی ہے۔

دوسری بات یہ کہ زندگی کے خارج میں کوئی انقلاب اس وقت تک رونما نہیں ہو سکتا جب تک خود اس کی اندرونی گہرائیوں میں انقلاب نہ پیدا ہو چکا ہو۔ کوئی نئی دنیا خارجی شکل اختیار نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسان کے قلب وضمیر میں متشکل نہ ہو جائے۔ اس لئے اسلام خارج سے پہلے انسان کے داخل میں انقلاب پیدا کرتا ہے اور اسی کے سہارے پھر خارج کو درست کرتا ہے۔ انہیں دونوں خصوصیتوں کے پیش نظر اسلام انسان کی داخلی تعمیر کے لئے ایک خاص تصور کائنات جو ''خلافتِ آدم'' کے آفاقی اور کائناتی تصور پر مبنی ہے، پیش کرتا ہے۔ اور پھر انہی تصورات کی بنیاد پر ''بین الاقوامیت'' کے کچھ قانونی اور خارجی اصول وضع کرتا ہے۔

اقوام اور مذاہب کی یگانگت اور عالمی اتحاد میں کائنات اور انسان کے متعلق اسلامی نقطہ نظر سے آگاہی بھی بہت ضروری ہے۔ اسلام کا ''کائناتی تصور'' یہ ہے کہ یہ پوری کائناتی اپنے پورے مربوط نظام کے ساتھ ایک خدا کی پیدا کردہ ہے اور جس طرح وہ اس کا خالق ہے۔ اسی طرح اس کا مالک، حاکم اور رب بھی ہے۔ یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں پوری کائنات کا ایک چھوٹا سا حصہ اور جز ہے جو کائنات کے دوسرے حصوں سے اسی طرح مربُوط ہے جس طرح انسانی جسم کے اعضا آپس میں مربوط ہیں۔ پوری کائنات جس طرح خدا کی محکوم اور مخلوق ہے، اسی طرح انسان جو اس کائنات کا سب سے موثر عنصر ہے۔ اس کی مخلوق ہے۔

ولہ اسلم من فی السموت والارض طوعا و کرھا و الیہ یر جعون (ال عمران۔ ۸۳)

''زمین وآسمان میں جو کچھ بھی ہے چارو ناچار اسی کے مطیع ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹنا ہے۔''

جس طرح یہ پوری کائنات اور اس کے کروڑوں، اربوں ستارے اور سیارے اپنے خالق کے نظام واطاعت میں جکڑے ہوئے ہیں اسی طرح یہ انسان بھی چارو ناچار تکوینی اعتبار سے اسی نظام اطاعت میں جکڑا ہوا ہے۔ جس طرح زمین، چاند، سورج، اپنی ذات، حرکت اور طلوع وغروب میں ایک کائناتی قانون کے پابند ہیں، اسی طرح انسان بھی اپنی زندگی اور موت کے قانونی ضابطوں کا پابند ہے۔ خدا نے انسان کامل یعنی حضور اکرم ﷺ کے دل میں پہلے ہی دن یہ بات اتار دی کہ:

اقرا باسم ربک الذی خلق. خلق الانسان من علق . اقرا وربک الا کرم. الذی

علم با لقلم .علم الانسان ما لم یعلم . (العلق : ۱ . ۵)

''پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے کائنات کی تخلیق کی۔اس نے انسان کو گوشت کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔یادرکھو تمہارے رب کریم نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا۔اور انسان جو کچھ نہیں جانتا تھا اس نے وہ سب اسے سکھایا۔''

پھر اس تصور کے ساتھ انسان کے قلب وضمیر میں یہ تصور بٹھایا کہ نہ تو یہ پوری کائنات کی تخلیق اور اس کا پورا نظام محض اتفاق کا نتیجہ ہے۔اور نہ انسان کی تخلیق کسی بے جان مادہ کے ارتقا سے وجود پذیر ہوئی ہے۔بلکہ پوری کائنات کو ایک علیم اور خبیر ذات نے پیدا کیا ہے۔اور وہی اس کو چلا رہا ہے اور جب چاہے گا اس کو فنا کر دے گا اور فنا کرنے کے بعد ایک دوسری دنیا آباد کرے گا جس میں عقل وہوش رکھنے والے ہر ہر فرد سے اس کے اعمال کے بارے میں پوچھ گچھ کرے گا۔

پہلے تصور کو ہم توحید اور دوسرے تصور کو ہم آخرت کہتے ہیں اور ان دونوں تصورات کے بعد اسلام خلافت آدم کا تصور انسان کے ذہن نشین کراتا ہے۔وہ یہ کہ اس کارخانہ قدرت میں سب سے موثر محترم اور فعال عنصر انسان ہے۔اس کو عقل وادراک اور ارادہ اختیاری کی دولت ملی ہے۔اس عالم امکان کے سارے ہنگامے،نوبہ نو حسن آفرینیاں اور جہان رنگ و بو کے سارے نقش ونگار اسی کے وجود کے کرشمے ہیں۔اور یہ تاثیر،تخلیقی قوت اور صلاحیت اس کے اندر اس کے خالق نے رکھ دی ہے۔

''ہم نے نوع انسانی کو معزز ومکرم بنایا خشکی اور تری میں پھرایا ان کو اچھا رزق دیا اور بہت سی مخلوق پر فضیلت دی''۔

الہامی ہدایت اور فطرت کا ''نظام وحدت'':

''فطرت'' وحدت کا ہی نام ہے اور فطرت کے وضع کردہ اصول وضوابط وحدت اور یگانگت کی کڑی میں اس طرح پروئے ہوئے ہیں کہ کسی ماحول یا معاشرے کے اندر ان میں تغیر وتبدل نہیں آتا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

فلن تجد لسنت الله تبدیلا ولن تجد لسنت الله تحویلاً ٥(فاطر . ۴۳)

اور آپ نہیں پائیں گے اللہ کی سنت میں تبدیلی۔اور آپ نہیں پائیں گے اللہ کی سنت میں کوئی تغیر۔

اللہ رب العزت نے انسانی قافلوں کو ہدایت کی منزل تک پہنچانے کے لئے انبیاء کرام کو مبعوث فرمایا۔ان بابرکت ہستیوں نے ہر نازک موڑ پر انسانیت کو سنبھالا دیا اور کاروان انسانیت کو ابدی اور حقیقی رفعتوں کی طرف گامزن کیا۔یوں انسانی ارتقا اور پیشوائی کا یہ سفر جاری رہا۔انبیاء کرام علیھم السلام کی مساعی جمیلہ صرف مذہبی جذبوں اور دینی ولولوں ہی سے عبارت نہ

تھی، بلکہ یہ تعلیمات اور تبلیغات کثیر الجہات ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے درمیان فطری اتحاد و یگانگت کی امین اور انسانی فلاح و بہبود کی خوبصورت روایات سے مزین ہیں۔ انبیاء کرام ۔۔۔۔ زندگی کے ہر گوشے اور حیات کے ہر شعبے کو مجتمع اور متحد کرنے کے لئے آئے ہیں۔ اس لئے انہوں نے مذہبی اصلاح کے ساتھ ساتھ انسانیت کو ایک نظام فکر و عمل بھی دیا۔ انبیاء کرام کا دیا ہوا یہ نظام فکر و عمل ''توحید و رسالت'' کی بنیاد پر استوار ہونے والا ایسا مکمل نظام حیات ہے، جو ''عدل اجتماعی'' سے مزین اور سماجی امتیاز سے پاک ہے۔ یہ نوع بشری کی دائمی فلاح و کامرانی کا ضامن اور انسانیت کو اس کے بنیادی اوصاف سے متصف کرنے کا علمبردار ہے۔ انبیاء کرام کے اس منصب اعلیٰ کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے۔

و جعلنھم آئمة یھدون با مر نا و اوحینا الیھم فعل الخیرات و اقام الصلوۃ و ایتاء الزکوۃ و کانو النا عبدین . (الا نبیآ ء . ۷۳)

''اور (یہی نہیں بلکہ) ہم نے انکو (اپنی امتوں کا) پیشوا بنایا۔ جو ان کو ہمارے حکم سے ہدایت دیتے تھے اور ہم نے ان کی طرف بھی (یہی) وحی بھیجی تھی کہ نیک کام کرنا اور نماز قائم رکھنا اور زکواۃ دیتے رہنا اور (ان احکام پر کار بند رہے اور) ہماری بندگی میں (دل و جان سے) لگے رہے۔''

گویا انبیاء کی تبلیغ کا بنیادی نقطہ ایسے پاکیزہ عالمی معاشرے کی تشکیل ہے جو خیر اور فلاح کے جذبوں سے عبارت ہو۔ جس میں بدی اور تخریب کا کہیں شائبہ نہ ہو۔ جس میں انسانیت کی فلاح اور پاکیزہ نشو و نما کے راستے سنورتے ہوں۔ جس میں ''نظام عبادات'' ہو تا کہ معاشرہ پاکیزگی اور طہارت کا آئینہ دار ہو۔ ''نظام زکواۃ و خیرات'' ہو تا کہ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کی روک تھام ہو سکے اور ہر فرد مساویانہ طور پر ذرائع معیشت سے بہرہ مند ہو سکے۔ نظام عبادات معاشرے کو تزکیہ، تصفیہ اور پاکیزگی سے آشنا کر کے خدا پرستی سے ہمکنار کر سکے۔ ان فرائض اور نکات پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انبیاء کرام کی بعثت کا بنیادی مقصد صرف اعتقادات و عبادات کے ذریعے ایک مثالی اور مذہبی نظام فکر و عمل کا قیام ہی نہیں بلکہ انسانی معاشرے کو ایک ایسی وحدت اور یگانگت سے آشنا کرنا بھی ہے جس کا ہر شعبہ ''الوہی نظام زندگی'' کا آئینہ دار ہے۔ جس کی سیاست ''نظام خیرات'' کے تابع ہو، جس کی معاشرت ''نظام صلوۃ'' کے اور جس کی معیشت ''نظام زکوٰۃ'' کے آفاقی ضابطوں کی پابند ہو۔ معیشت ایزدی کا مقصود صرف انبیاء کرام کے ذریعہ انسانیت کو یہ سماجی اور سیاسی نظام ہی عطا کرنا نہ تھا بلکہ اسے انسانیت کی ابدی فوز و فلاح کے لئے تا قیامت کرۂ ارض پر جاری و ساری کرنا بھی ہے۔

انبیاء کرام کی بعثت اور انسانیت کی شیرازہ بندی:

نبی اکرم ﷺ اور دیگر انبیاء کرام کے "مقاصد بعثت" کا اگر قرآنی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لیں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے ظلم و جبر اور استحصال پر مبنی رائج الوقت ہر باطل نظام کو بدلنے کی با قاعدہ جدو جہد کی اور اپنی قوم کو عالمی اتحاد و یگانگت کے تناظر میں ایک مکمل نظام فکر اور کامل دستورِ زندگی دیا۔ انسانیت کو رشد و ہدایت سے آشنا کرنے اور حق و عدل پر مبنی نظام حیات کے قیام کے لئے عملی اقدامات فرمائے۔ حضرت آدم کو مسجود ملائک بنا کر اللہ ربُّ العزت نے نسل آدم کی شرف و منزلت کو روز اوّل سے ہی واضح فرما دیا تھا۔ "علم الاسماء" سے بہرہ ور ہونا ایک طرف "معرفت ربانی" کا باعث اور دوسری طرف تسخیر کائنات اور "مستحکم عالمی نظام" کی نوید تھا۔ حضرت آدمؑ چونکہ نوع انسانی کا نقطۂ آغاز تھے لہٰذا ان کی آمد کے ساتھ ہی درج ذیل دو امور کا فیصلہ فرما دیا گیا۔

i۔ نسل انسانی کا باہمی ربط و تعلق اور ان کی زندگی کا نمونہ کیا ہوگا۔۔۔؟

ii۔ زندگی کو کامیاب و کامران اور مستحکم اور متحد رکھنے کے لئے لائحہ عمل کیا ہوگا۔۔۔؟

دراصل یہی امور مستقبل کے معاشرتی اور سیاسی نظام کی تشکیل اور باہمی یگانگت اور بھائی چارے کے بنیادی ستون تھے ارشاد ربانی ہے:۔

قلنا اهبطوا منها جميعا فا ما ياتينكم منى هدىً فمن تبع هداى فلا خوف عليهم ولا هم يحزنون (البقره . ٣٨)

یعنی: ہم نے فرمایا تم سب جنت سے اتر جاؤ۔ پھر اگر تمہارے پاس میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا نہ ان پر کوئی خوف طاری ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یعنی ارتقائے تہذیب انسانی اور انبیاء کی آمد کا سلسلہ ساتھ ساتھ قائم رہے گا۔ انبیاء کرام کی طرف سے عطا کردہ ہدایت کی اتباع ہی فطری وحدت اور معاشرتی اتحاد و استحکام کا ذریعہ بنے گی۔ گو کہ اس میں ہدایت ۔۔۔ اور خوف و حزن ساتھ ساتھ ہوں گے، تاہم ایک کامیاب، فلاحی زندگی اور مستحکم عالمی نظام صرف ہدایت ربانی سے ہی ممکن ہوگی۔

انبیاء کرام کے پیش کردہ نظام کی ہمہ گیریت:

حضرت نوحؑ نے اپنی ساڑھے نو سو سالہ نبوی جدو جہد میں اس دور کے باطل نظام کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ قوم کے سامنے دعوتِ حق اور عالمگیر سماجی اور معاشرتی نظام پیش کیا۔ ارشاد ربانی ہے:۔

انا ارسلنا نو حا الی قومه ان انذر قومک من قبل ان یاتیهم عذاب الیم ○ قال یقوم انی لکم نذیر مبین ○ان اعبدو الله و التقوه و اطیعون ○ (نوح:۱-۳)

''اور ہم نے نوحؑ کو ان کی قوم کی طرف بھیجا تا کہ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے۔آپ اپنی قوم کو اس عذاب سے) ڈرائیں ۔(نوحؑ نے تبلیغ شروع کی اور) فرمایا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے واضح طور پر نصیحت کرنے والا ہوں ۔کہ اللہ کی بندگی کرو اور اس سے ڈرو اور میری فرمانبرداری کرو۔''

یعنی نوحؑ نے اپنی قوم کو عبادت الٰہی ،تقویٰ اور اطاعت نبوی کی دعوت دے کر توحید و رسالت کے بنیادی عقائد کی طرف متوجہ کیا اور انہیں شرک کی آلودگیوں سے پاک کرنے کی سعی فرمائی۔

یرسل السماء علیکم مدرارا ○و یمد دکم باموال و بنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انهار ا ○ما لکم لا ترجون لله و قارا ○وقد خلقکم اطوارا ○(نوح:۱۴)

وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار بارش برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہارے واسطے باغ بنادے گا اور تمہارے لئے نہریں بہادے گا۔تم کو کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی عظمت پر اعتقاد نہیں رکھتے (اس کے غضب سے نہیں ڈرتے) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کی صورت و سیرت کا بنایا۔

آپ کا پیش کردہ سماجی اور معاشرتی نظام باہمی یگانگت اور استحکام کا آئینہ دار تھا جس میں فراخی رزق یعنی معاشی استحکام ،فراخی اولاد یعنی معاشرتی استحکام اور فراخی وقار یعنی ملی اور سیاسی استحکام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

حضرت ہودؑ کی بعثت اور نبوی جدوجہد بھی دنیا کے باطل معاشرتی نظام کے خاتمے اور عدل وانصاف سے مزین انسانی بستیوں کے عالمگیر قیام پر مبنی تھی۔نیز ایک ایسے مذہبی وسماجی نظام کی تنفید بھی آپ کا مطمع نظر تھا جس میں انسانیت کی شیرازہ بندی اور فطری وحدت کے جذبے موجزن ہوں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

انی لکم رسول امین ○فاتقو االله واطیعون ○وما اسلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین ○اتبنون بکل ریع ایته تعبثون ○وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون ○واذا بطشتم بطشتم جبارین ○فاتقوا اللّٰه واطیعون ○واتقو الذی امد کم بماتعلمون ○امداکم بانعام وبنین ○وجنت وعیون ○انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم ○

بے شک میں تمہاری طرف امانت دار پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں ۔پس اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔اور

میں اس حق کا تم سے صلہ نہیں چاہتا۔ میرا اجر تو سب جہانوں کے پروردگار کے ذمہ ہے۔ کیا تم ہر اونچی جگہ پر ایک نشان (ایک بلند یا مستحکم عمارت) فضول بنایا کرتے ہو اور تم (پرتکلف) محل بناتے ہوئے شائد (تم سمجھتے ہو کہ) تم ہمیشہ رہو گے اور جب تم ان کی گرفت کرتے ہو بڑی بے دردی سے کرتے ہو (پس ان ظالمانہ حرکتوں سے باز آؤ) اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ اور اس سے ڈرو جس نے تم کو وہ تمام چیزیں عطا فرمائیں جو تم جانتے ہو۔ تم کو چوپائے اور بیٹے (سامان بقائے زیست و نسل) عطا کیے اور باغات اور چشمے عطا فرمائے۔ (بصورت دیگر) مجھے تمھارے بارے میں ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا ڈر ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت اور وضع کردہ نظام زندگی کا نقشہ قرآن میں ملاحظہ ہو:۔

اذ قال لهم اخوهم صلح الا تتقون ۝ انی لکم رسول امین ۝ فاتقوا الله واطیعون ۝ وما اسلکم علیه من اجر ان اجری الا علی رب العلمین ۝ اتترکون فی ما ههنا امنین ۝ فی جنت وعیون ۝ وزروع ونخل طلعها هضیم ۝ وتنحتون من الجبال بیوتا فرهین ۝ فاتقوا الله واطیعون ۝ ولا تطیعوا امر المسرفین ۝ الذین یفسدون فی الارض ولا یصلحون ۝ (الشعراء:۱۴۲۔۱۵۲)

''جب ان کے (ہم وطن) بھائی صالح نے ان سے کہا، کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں میں تمھارے لئے ایک امانت دار پیغمبر ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس کا کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ میرا اجر تو اس رب کے ذمے ہے جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ کیا جو چیزیں تم کو میسر ہیں تم ان میں (لطف اٹھانے کے لئے) بے فکری سے چھوڑ دیے جاؤ گے۔ باغوں اور چشموں میں (کہ یوں ہی عیش کرتے رہو گے) اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن میں نرم نرم کونپلیں پھوٹ رہی ہیں اور تم پہاڑوں کے پرتکلف گھر تراشتے ہو (اس خیال سے کہ تم ہمیشہ ان میں عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے رہو گے اور ان سے کبھی نہیں نکلو گے۔) پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور بے باک لوگوں (حد سے تجاوز کرنے والوں) کا کہنا نہ مانو جو زمین میں فساد پھیلاتے ہیں (معاشرے کی اصلاح نہیں کرتے (نہ نیک صلاح دیتے ہیں)''

حضرت ابراہیم انبیاء کرام میں نہایت برگزیدہ اور جلالت مآب ہستی ہیں۔ آپ جد الانبیاء ہیں اور اس وقت دنیا میں

موجود الہامی مذاہب بالخصوص امت مسلمہ کے اکثر شعار اور عبادات آپ ہی سے منسوب ہیں۔ آپ کی شخصیت جامعیت اور ہمہ گیریت کے اعتبار سے اعلیٰ اوصاف کی حامل ہے۔

قرآن میں ارشاد ہے۔ ان ابراھیم لحلیم اواہ منیبO (ھود ۷۵)

بے شک ابراھیم بڑے پروقار رقیق القلب اور (ہر وقت خدا کی طرف) رجوع کرنے والے تھے۔

آپ کے مقصد بعثت میں توحید، رسالت اور آخرت پر ایمان بنیادی اہمیت کے حامل تھے۔ حضرت ابراھیم کی بعثت کے مقاصد کو اگر قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے تو حضرت نوح، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلکہ حضور نبی اکرم ﷺ کے مقاصد بعثت میں تسلسل اور لائحہ عمل میں مطابقت واضح ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہے:

شرع لکم من الدین ما وصینا به نوحا و الذی اوحینا الیک و ما وصینا به ابراهیم و موسیٰ و عیسیٰ ان اقیموا الدین و لاتتفرقوا فیهO (الشوریٰ: ۱۳)

(اللہ نے) تمہارے لئے وہی دین مقرر فرمایا ہے، جس کا حکم نوح کو دیا تھا اور جو ہم نے آپ کی طرف سے وحی کیا اور اس کا حکم ہم نے ابراھیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا کہ (اس) دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔

انبیائے کرام کی بعثت کا وہ مقصد جلیل جس کی تکمیل کیلئے وہ مبعوث ہوتے رہے، حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک میں درجہ کمال کو پہنچ گیا۔ آپ سے قبل آنیوالے تمام انبیاء کرام مخصوص زمانوں یا علاقوں کے لئے تھے مگر آپ ﷺ کی بعثت مبارکہ کی جامعیت کو قرآن حکیم نے یوں بیان کیا۔

هوا لذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله. (توبہ: ۳۳)

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ اسے سب دینوں پر غالب کر دے''۔

گویا انبیاء کرام کی بعثت کے مقاصد اور ان کی ہمہ گیر تعلیمات انسانیت کی شیرازہ بندی اور نوع بشری کے اتحاد و یگانگت کے جملہ پہلوؤں کو اپنی تعلیمات میں سمویا ہے۔ انبیاء کرام اساسی طور پر حیات انسانی کو کلیتاً ایک ایسے نظام کے تحت لانے کے لئے مبعوث ہوتے رہے جو نہ صرف توحید و رسالت اور آخرت کے تصور جیسی بنیادوں سے اٹھتا ہو بلکہ دنیاوی زندگی کو بھی فوز و فلاح کا مظہر بناتا ہو۔ یہ جامع جدوجہد حضور اکرم ﷺ کی ذات پاک میں اپنے نقطہ کمال پر نظر آتی ہے حیاتِ انسانی کیلئے عالمی نظام فکر و عمل، آپ ﷺ کے ذریعہ سے نہ صرف تکمیل پذیر ہوا بلکہ اس مقصد کے حصول کیلئے آپ ﷺ نے جو راستہ اختیار فرمایا اور جس طرح جدوجہد فرمائی وہ اپنی تمام پذیری اور نتیجہ خیزی کے اعتبار سے دنیا کیلئے نشانِ ہدایت اور راہنما بن گیا

اسلام کی عالمگیر حکمت عملی:

آج کے دور کا سب سے بڑا مسئلہ ''اخوت انسانی'' ہے۔ انسانی اخوت اس وقت تک ممکن نہیں جب تک تمام انسانوں کے مابین کوقدرِمشترک دریافت نہ کرلی جائے۔ انسانی معاشروں کے مابین کسی ''قدرِمشترک'' کے حصول کے لئے سب سے بڑی بنیاد توحید ہے۔ اشتراک عقیدہ کے لئے توحید پر اتفاق یعنی ''الا نعبد الا اللہ'' خدا کی چوکھٹ کے سوا کسی انسانی بارگاہ پرخواہ دنیاوی اعتبار سے کتنی ہی معتبر اور مقتدر کیوں نہ ہو اپنی جبین نیاز نہ جھکائے۔ یہی وہ پیغام ہے جو سورہ آل عمران میں دیا گیا ہے۔

قل یا اھل الکتاب تعالو ا الی کلمة سو آء ،بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشر ک به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (آل عمران : ۶۴)

''کہو، اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنی رب نہ بنالے۔''

نبی اکرم ﷺ کی یہ آواز اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے ساتھ بلند ہوئی۔ رحمت الٰہی کا فیضان عام ہوا، وحدانیت کی برکات ارزاں ہوئیں۔ بے چین اور آوارہ سرگرداں دنیا کو پیام امن وراحت اور انسانی قافلوں کو پرچم رسالت کے سائے میں جگہ میسر آئی۔ یہ دعوت کسی خاص قوم وگروہ، خطے یا علاقے تک محدود نہیں تھی بلکہ اس کی برکتیں اور رحمتیں تمام بنی نوع انسان کے لئے تھیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:۔

قل یآ یھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ،الذی له ملک السموت و الا رض لآ اله الا ھو یحی و یمیت فامنوا باللہ ورسوله النبی الامی الذی به من با للّٰہ و کلمته و اتبعوہ لعلکم تھتدو ن (الا عراف : ۱۵۸)

''(اے پیغمبر) کہو اے افرادِنسل انسانی! میں تم سب کی طرف خدا بھیجا ہوا پیغمبر آیا ہوں، وہ خدا کہ آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے، کوئی معبود نہیں مگر اسی کی ایک ذات، وہی زندہ کرتا ہے، وہی مارتا ہے، پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی اُمی پر، کہ اللہ اور اس کے کلمات (یعنی اس کی تمام کتابوں) ایمان رکھتا ہے۔ اس کی پیروی کرو تا کہ کامیابی کی راہ تم پر کھل جائے۔''

گویا اس آیت میں حسب ذیل نکات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دعوت پوری حقیقت کے ساتھ واضح کردی گئی ہے۔

۱) یہ دعوت عالمگیر اور یکساں طور پر تمام نوع انسانی کے لئے ہے۔

۲) یہ ایک خدا کے آگے سب کے سروں کو جھکا ہوا دیکھنا چاہتی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

۳) ایمان با للہ و کلماتہ اس کا شعار ہے۔ یعنی خدا پر اور اس کے کلمات وحی پر ایمان لازمی ہے۔

اس طرزِ استدلال سے فائدہ یہ ہوا کہ داعی کے متعلق یہ بدگمانی پیدا نہیں ہوتی کہ یہ کوئی ایسی شخصیت ہے جو انفرادیت کے زعم میں تمام ماضی پر خطِ تنسیخ پھیرنا چاہتی ہے۔ بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ تو انسانیت کو اس کا قدیم ترین ورثہ منتقل کرنے آیا ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنے مخاطبین سے نزاع یا افتراق پیدا کرنے کی بجائے اس بات کی کوشش فرمائی کہ جن اصولوں پر اشتراک واتحاد ہے اس کے ''مشترکہ پہلوؤں'' کو استدلال کے ذریعہ واضح کردیا جائے، تاکہ مخاطب داعی حق کی بات سننے کی طرف راغب ہو۔ اس میں ضد اور ہٹ دھرمی کا مادہ کم سے کم پیدا ہو اور پھر اس کے سامنے ان نتائج کو رکھا جائے جو اس کے اپنے اقرار کردہ اصولوں سے لازمی طور پر نکلتے ہیں۔ تاکہ وہ ان کو اپنی بات سمجھ کر قبول کرنے کی طرف مائل ہو۔ چنانچہ سورۃ عنکبوت میں یہ ہدایت: ولا تجادلوا اهل الکتاب۔ یعنی اہل کتاب سے مجادلہ نہ کرو! اسی امر کی غماز ہے۔ جبکہ اس کا خوبصورت ترین پیرایا یہ ہے ''اے اہل کتاب! اس بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔''

بہر صورت رسول ﷺ نے اپنے اور عہد قدیم کی دیگر اقوام کے درمیان ''قدرِ مشترک'' کو تلاش فرمایا اور اس کو بنائے بحث واستدلال بنایا۔ نوع انسانی اپنے ظاہری اختلافات کے لحاظ سے کتنی ہی متفرق اور پراگندہ کیوں نہ نظر آئے لیکن اس کے اس تفرق اور دوری کی تہہ میں بے شمار اصول وقواعد ایسے بھی ہیں جن میں سب متحد ہو سکتے ہیں۔ آفاق کے قوانین وضوابط، فطرت کے مظاہر، تاریخ کے مسلمات اور بنیادی اخلاقیات میں سے بہت سی چیزیں ایسی ہیں جن میں شرق وغرب اور عرب وعجم سب ایک ہی نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ رسول ﷺ کے اس طرز استدلال اور طریق دعوت کا نتیجہ یہ بھی نکلا کہ وہ لوگ جو ایمان قبول کرتے گئے ان کو ذہنی وفکری طور پر مزید اطمینان حاصل ہوا اور وہ اس پر پوری طرح جم گئے۔ پھر معاشرہ کا وہ طبقہ جو شک وتذبذب اور شبہات واحتمالات کا شکار تھا اور قبول حق میں چند رکاوٹوں کے سبب ہچکچا رہا تھا، اس طرز استدلال سے مطمئن ہوگیا۔

دورِ جدید اور عالمی استدلال اتحاد و یگانگت:

آج دنیا میں نت نئے نظریات اور ازموں کی بھر مار نے فضا کو دھندلا دیا ہے۔ بے یقینی اور عدم اطمینان کی کیفیت نے انسان کا انسانیت پر اعتماد متزلزل کر دیا ہے۔ لوگ اور معاشرے غموں سے دل گرفتہ اور دکھوں سے آزردہ۔۔۔ جب کہ انسان ہر مادی آسائش کے باوجود نا آسودہ ہے۔ گوہر مقصود مفقود۔۔۔ سچی خوشی کا حصول بھی ناممکن اور ایک لمحہ کی طمانیت بھی عنقا۔ ہر طرف ایک دہشت ہے، وحشت ہے، بے یقینی ہے، بے اطمینانی ہے۔ قومیں قوموں سے، فرقے فرقوں سے، طبقے طبقوں سے دست و گریبان ہیں اور یہ کشمکش ختم ہوتی نظر نہیں آتی۔ ہر شخص خود غرضی میں مبتلا ہے، نیکی، شرافت اور اخلاق کوئی چیز نہیں، انسان کا علم بہت بڑھ چکا ہے۔ وہ بڑے بڑے خوشنما فلسفے گھڑتا ہے لیکن اس کی تمام تدبیریں ناکام ہو چکی ہیں۔ خدا کی ہدایت اور اس کے رسولوں کی رہنمائی کی ضرورت اگر کبھی انسان کو ہوتی تھی تو آج یہ ضرورت سب سے زیادہ ہے۔ آج کے دور کے انسان کی سب سے بڑی مشکل متفقہ اقتدار کا نہ ہونا ہے، جسے سب مل کر تسلیم کر سکیں اور انسانیت کے شیرازے کو مجتمع رکھنے کا باعث ہو۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں تصادم اور کشمکش کا ایک طوفان برپا ہے اور کوئی روکنے والا نہیں، یہ سب سے بڑی گتھی ہے جس کے حل ہونے پر دوسری گتھیوں کے سلجھنے کا دارومدار ہے۔

ہمارے رسول ﷺ نے اس گتھی کو انتہائی خوش اسلوبی سے حل کیا ہے۔ آپ نے رہتی دنیا تک کے انسانوں کے سامنے یگانگت، ہم آہنگی اور اتحاد عالم کے تصورات ان دلائل کی روشنی میں رکھے کہ دنیا کے انسان جو کبھی پیدا ہوئے تھے جو آج موجود ہیں، اور جو آئندہ رہتی دنیا تک پیدا ہوں گے، ان کا پیدا کرنے والا، پالنے والا ان کی زندگی و موت کا مالک، ان کے لئے زندگی کا تمام سامان بہم پہنچانے والا، انہیں جسمانی، ذہنی، روحانی ہر قسم کے قوی بخشنے والا، صرف اللہ ہے۔ اسی نے اس ساری کائنات کو پیدا کیا ہے اور وہی اس نظام عالم کا نگران اور مدبر و منتظم ہے۔ وہی تمام انسانوں کا مالک اور آقا ہے اور وہی ان کا حقیقی فرمانروا ہے۔ نبی ﷺ، خدا کی جو کتاب انسانوں کی ہدایت کے لئے لائے اس کی ابتداء الحمدلله رب العلمین (شکر و ستائش اللہ کے لئے ہے جو ساری کائنات کا مالک اور پروردگار ہے) سے ہوتی اور قل اعوذ برب الناس o ملک الناس o اله الناس..... (کہہ دیجئے میں پناہ چاہتا ہوں تمام انسانوں کے پروردگار کی، تمام انسانوں کے بادشاہ کی اور تمام انسانوں کے معبود کی) پر اس کلام کی انتہا ہوتی ہے اور اس کا مکمل نظام حیات اور اس کی تعلیمات کا مرکزی نقطہ ہی یہی ہے کہ تمام انسان اللہ کو اپنا مالک و آقا مانیں اور اسی کو مقتدر اعلیٰ تسلیم کریں۔

آج جب کہ پوری دنیا ایک Global village بن چکی ہے۔ انسانی آبادیاں بظاہر ایک بستی کی صورت اختیار

کر چکی ہیں مگر ان کے درمیان کسی مشترکہ رشتے کا تصور پروان نہیں چڑھ سکا۔ جوان انسانی آبادیوں کو ایک دوسرے کے دکھ درد کا احساس دلا سکے۔ سفید فام، سیاہ فام کے دشمن ہیں۔ ایشیا اور یورپ میں برتری اور کہتری کی مستقل دوڑ موجود ہے۔ آرین نسل، سامی نسل سے بیر رکھے ہوئے ہیں۔ گویا کہ ہر قوم دوسری قوم کی بدخواہ اور ہر ملک دوسرے ملک کا دشمن ہے۔

عالمی اتحاد و یکجہتی کے سب سے بڑے اور عظیم علمبردار، ہادی برحق حضرت محمد ﷺ نے وحدت انسانی کے عظیم تصور کو دنیا کے ذہنوں میں راسخ فرمایا کہ سب ایک انسان ایک خالق کی مخلوق ہیں، ایک مالک کے بندے اور ایک حاکم کی رعیت ہیں۔ اور ان کا حاکم و مالک اپنی رعیت کو متحد و متفق دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ جھگڑے، تفرقے، نفاق، دشمنی اور ایک دوسرے کی بد خواہی کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ نبی اکرم ﷺ نے جغرافیائی، سیاسی اور معاشی حدود میں منقسم لوگوں پر یہ حقیقت واضح فرمادی کہ ان تفرقوں اور تقسیموں کی اصل نہیں ہے۔ پوری زمین اللہ کی ہے اور اس پر موجود سارے ذرائع اور وسائل اللہ کے پیدا کردہ ہیں اور وہ سب انسانوں کے لئے ہیں۔ ساری زمین انسان کا وطن ہے۔ خاک وطن کے تمام تعصبات نہ صرف بے اصل ہیں بلکہ انتہائی غلط اور مالک ارض وسما کی ناخوشی کا باعث ہیں۔ اس کے ساتھ نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات موجزن فرمائی کہ تمام انسان ایک ہی ماں، باپ (آدم وحوا) کی اولاد ہیں اس خونی اشتراک کے سبب یہ سب بھائی بھائی ہیں۔ رنگ ونسل کی ساری تفریقیں غلط اور بے بنیاد ہیں۔ تقسیم صرف ایک ہی ہے اور وہ ہے اچھوں اور بروں کی تقسیم، خدا کو ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کی تقسیم۔

عالمی یگانگت اور اتحاد و یک جہتی کے لئے ضروری ہے کہ انسانیت کے پاس متفقہ اور مشترکہ نصب العین اور لائحہ عمل ہو۔ مختلف قومیں اور فرقے مختلف نصب العین کے حامل ہوں گے تو باہمی اتحاد کی رسی میں پروئے نہیں جاسکیں گے۔ مختلف طبقات اگر مختلف مقصد اور نظریہ حیات کے حامل ہوں گے تو باہمی آویزش موجود رہے گی۔ نصب العین کا ٹکراؤ دنیا کے لئے خطرے کی علامت بن جاتا ہے جس کے سبب انسانی بستیاں ہمہ وقت ذہنی، فکری سیاسی اور معاشی پریشانیوں میں مبتلا رہتی ہیں۔ اس مشکل کو نبی اکرم ﷺ نے بڑی عمدگی کے ساتھ حل فرمایا اور اعلان فرمادیا کہ پوری انسانیت کے نصب العین کا تعین صرف خالق کائنات کا حق ہے۔ اسی کا وضع کیا ہوا نصب العین انسانی قافلوں کے لئے راشد وہدایت کا باعث ہوگا۔ اس کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کا تابع فرمان ہے۔ انسان بھی کائنات کا ایک جزو ہے۔ انسان کی زندگی کا مقصد اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنے مالک وآقا کی اطاعت وبندگی کو اختیار کرے۔

نبی اکرم ﷺ نے عالمی اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کے لئے آثار کائنات اور قوانین فطرت کی روشنی میں دنیا کو اس حقیقت سے روشناس کرایا کہ زندگی یہی زندگی نہیں ہے۔ مرنے کے بعد ایک دوسری زندگی انسان کو ملے گی جو دائمی وابدی

ہوگی۔ جس کی نعمتیں اور تکلیفیں بے پایاں وغیر فانی ہوں گی۔ اس عالم کی دوامی اور لامحدود نعمتوں کے مقابلے میں اس دنیا کے چند روزہ اور محدود فائدوں کی وہی حیثیت ہے جو سمندر کے مقابلے میں ایک حقیر بوند کی، دنیا کی یہ حقیر نعمتیں پوری جدوجہد اور دوڑ دھوپ کے باوجود اکثر انسانوں کو حاصل نہیں ہو پاتیں اور اس کی تمنا کرتے کرتے ہی دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس عالم لازوال اور اس کی عظیم نعمتیں ہر اس انسان کو جوان کے لئے مناسب کوشش کرے یقیناً ملیں گی۔ جس کے لئے ضروری ہے کہ انسان تقوٰی اور فلاح کی زندگی اختیار کرے اور آخرت کے تصور جزاوسزا کو اپنے قلب وجگر میں موجزن کرے۔ کیونکہ یہی تصور انسان کی فلاح کا ضامن ہو سکتا ہے۔

بین المذاہب اور بین الاقوامی اتحاد و تعلقات کے اہم ستون

انسانی حقوق کی ہمہ گیری اور انسانیت کا احترام:

جس طرح اسلام نے ایک ہمہ گیر عالمی اخلاقی نظام دیا ہے اسی طرح اس نے ہر صنف، ہر طبقے اور دیگر مذاہب کے افراد کے حقوق مقرر کر دیے ہیں تا کہ انسانی بھائی چارہ، احترام آدمیت اور معاشرتی وسماجی مساوات میں کہیں خلل واقع نہ ہو۔ انسانی حقوق کی ادائیگی میں اسلام نے قومی، وطنی، مذہبی اور طبقاتی عصبیت کا نام ونشان جس انداز میں مٹایا ہے اُس کی نظیر اور مثیل نہیں ملتی۔ انسانی حقوق کی ادائیگی کے حوالے سے وہ مسلمانوں کے لئے جو معیار مقرر کرتا ہے وہ یہ ہے۔

لا یئو من احد کم حتی یحب للناس ما یحب لنفسہ

''کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک انسانوں کے لئے وہی کچھ نہ پسند کرے جو اپنی ذات کے لئے پسند کرتا ہے۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک سارے انسانوں کی بھلائی کا جذبہ کسی انسان کے دل میں پیدا نہ ہو تو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا۔ رنگ ونسل اور اس کے امتیازات کو ختم کرتے ہوئے عالمگیر معاشرت کے تصور کو، خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ نے یوں واضح فرمایا:۔

یا ایھا الناس الا ان ربکم واحد و ان ابا کم واحد لا فضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی و لا لا حمر علی اسود و لا لا سود علی احمر الا با لتقوی الناس من آدم و آدم من تراب ۔

''اے لوگو تمہارا رب ایک ہے اور تمہارے باپ آدم ہی ایک ہیں تم سب آدم کے بیٹے ہو۔ کسی عربی کو

عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر۔ مگر پاکبازی اور تقویٰ کی وجہ سے سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔''

خدا نے پہلے انسان کی تخلیق خلافت و نبوت کی ذمہ داری کے ساتھ کی تھی اس لئے انسان کے ہر ہر فرد کو چاہیے کہ وہ اس دنیا میں خلافت الٰہی کا فرض ایک فرض شناس کی طرح انجام دے۔ وہ اس کائنات میں معین خدا بن کر نہیں بلکہ نائب خدا بن کر تصرف کرے وہ صفات الٰہی کا مظہر بن کر کائنات ارضی کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے کر اس کو تخلقو ابا خلاق اللہ کا حکم دیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس کائنات کے خالق کی نظر جہان ہست و بود کی پہنائیوں سے بھی زیادہ وسیع ہے، اُسی طرح انسان کے قلب و نظر میں وسعت و ہمہ گیری ہونی چاہیے۔ جس طرح اس کے رحم و کرم کا فیضان ساری مخلوقات کے لئے عام ہے اسی طرح اسی کے دل میں بھی یہی ہمہ گیر جذبہ رحم و کرم موجزن ہونا چاہیے۔ اس کا خوانِ ربوبیت جس طرح اپنی نافرمانوں پر بھی بند نہیں کرتا، انسان کو بھی اپنے اندر ربوبیت عامہ کا یہی جذبہ ابھارنا چاہیے۔ وہ سب کو دیتا ہے مگر خود کسی سے کچھ نہیں لیتا۔ یہی بے نیازی اور بے غرض جذبہ انسان کو اپنے دل کی گہرائیوں میں پیدا کرنا چاہیے۔ ساری مخلوق خدا کی عیال ہے، اس کے ایک ایک فرد سے اس کو محبت ہے، اس لئے ایک انسان کو ایک انسان کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے جو اپنے بال و بچوں کے لئے پسند کرتا ہے۔

عقیدہ کی آزادی اور بین المذاہب تعلقات:

ہر انسان کو چونکہ خدا نے عقل و تمیز دی ہے پھر اس نے وحی کے ذریعہ اس کو صحیح زاویہ نظر اختیار کرنے کی طرف راہ نمائی بھی کر دی ہے۔ اس لئے ہر شخص کو اس بات کی آزادی ہے کہ وہ صراطِ مستقیم پر چلتا رہے یا غلط عقیدہ قائم کر کے چھوٹی چھوٹی پگڈنڈیوں میں بھٹکتا پھرے، بہر حال اس دنیا میں اسے کوئی نظریہ یا عقیدہ قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (البقرہ : ۲۵۶)

''دین کے بارے میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں، ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے (جس کا جی چاہے قبول کرے جس کا جی چاہے نہ کرے)۔''

قرآن پاک نبی اکرم ﷺ کو خطاب کر کے ہر مسلمان کو تنبیہ کرتا ہے کہ:۔

ولو شاء ربک لا من من فی الارض کلھم جمیعا افا نت تکرہ الناس حتی یکونوا مئو منین ۝ (یونس : ۹۹)

''اگر اللہ چاہے تو زمین کے تمام رہنے والے مومن ہو جائیں تو کیا تم لوگوں کو مومن بنانے میں جبر و اکراہ کرنا چاہتے ہیں۔''

اس نے محض حریت عقیدہ کا نظریہ ہی نہیں پیش کیا بلکہ عملی و قانونی طور پر اس کی حفاظت بھی کی ہے۔ اس سلسلہ میں کسی پر کوئی جبر نہ کیا جائے، جیسا کہ مذکورہ پہلی آیت اور دوسری آیت کے آخری ٹکڑے سے معلوم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر کسی کو اپنے کسی عقیدے کی طرف دعوت دینا ہے یا کسی کے عقیدے پر تنقید کرنی ہے تو عمدہ پیرائے اور نرمی کے ساتھ کرنی چاہیے۔

ادع الی سبیل ربک با لحکمة و الموعظة الحسنة و جا د لھم با لتی ھی احسن (النحل : ۱۲۵)

''اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھے پیرائے میں نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے بحث و مباحثہ اور اختلاف بھی اچھے طریقہ سے کرو۔''

پوری اسلامی تاریخ اس امر پر شاہد ہے کہ دعوت اسلام کے معاملے میں کبھی جبر کو اختیار نہیں کیا گیا اور غیر مسلموں کی مذہبی آزادی کو ہمیشہ مقدم رکھا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ نے یہود سے جو معاہدہ کیا تھا اس میں اُن کی دینی آزادی کو واضح انداز میں متعین فرما دیا تھا۔

مدینہ منورہ میں حضور اکرم ﷺ کے انقلابی اقدامات نے وہاں کی قومی زندگی کو ایک ہمہ گیر معاشرت سے بھی متعارف کروایا۔ ہجرت کے سال اول میں آپ ﷺ نے مندرجہ ذیل پانچ امور پر اپنی توجہ مبذول فرمائی۔

۱۔ میثاق مدینہ کے ذریعے سے آپ ﷺ نے اہلیان مدینہ کو بین المذاہب یگانگت اور اتحاد کا درس دیا۔ میثاق مدینہ آپ کا ایسا قدم تھا جس کے نتیجے میں ریاست مدینہ میں آپ کی حاکمیت مسلم ہوگئی۔

۲۔ مواخات کے ذریعے سے آپ نے معاشی استحکام کا پروگرام دیا اس طرح مکے سے آنے والے مہاجرین کی آباد کاری و معاشی بحالی ممکن ہوئی۔

۳۔ مسجد نبوی تعمیر کی گئی اور افراد معاشرہ کی تربیت کا کام بھی شروع کر دیا گیا۔

۴۔ ریاست مدینہ کا نظم و نسق چلانے کیلئے آپ ﷺ نے نظام سلطنت (Administrative System) دیا۔

۵۔ ریاست مدینہ کے دفاع کے لئے آپ نے اقدامات فرمائے۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ہجری میں کئے جانے والے تمام تر اقدامات Socio Economic اور Secular نوعیت کے تھے جب کہ مذہبی پروگرام اور اسلامی احکام کا نزول و نفاذ بتدریج ہوتا رہا۔

آپ نے یہود و انصاری سمیت کفار مکہ اور دیگر عرب قبائل کے ساتھ معاہدات فرمائے۔ ان معاملات میں قابل ذکر بات یہ تھی کہ یہ سب کی سب اسلام دشمن سیکولر اکائیاں تھیں جن کے ساتھ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف نوعیت کے اتحاد (Alliances) کئے۔ لیکن آپ کے دو اتحاد بطور خاص مشہور ہوئے اور نتائج کے اعتبار سے تاریخی اور فیصلہ کن اہمیت کے حامل ٹھہرے۔ ان میں ایک ''میثاق مدینہ'' اور دوسرا ''معاہدہ حدیبیہ''۔ میثاق مدینہ پہلی سن ہجری میں یثرب کے قبائل اور بالخصوص یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ ہونے والا سیاسی اور دفاعی معاہدہ تھا، جب کہ معاہدہ حدیبیہ 6 ہجری میں عرب کی سب سے بڑی اسلام دشمن قوت کفار و مشرکین مکہ کے ساتھ طے پایا۔

بے لاگ اور مساویانہ انصاف:

بین المذاہب اور بین الاقوامی اتحاد و یگانگت کی بنیاد کو موثر مستحکم کرنے کے لئے اسلام نے سب سے زیادہ زور بے لاگ اور مساویانہ انصاف پر دیا۔ اسلام کے نزدیک عدل و انصاف محض ایک قانونی ذمہ داری ہی نہیں بلکہ وہ ضابطہ قانونی کے ساتھ اخلاقی ذمہ داری بھی ہے، جو انصاف کو صرف عدالت تک محدود نہیں رکھتا بلکہ وہ انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے ہر گوشہ میں منصف اور عادل بناتا ہے۔ وہ جس طرح ایک فرد کے ساتھ انصاف کا حکم دیتا ہے اسی طرح قومی، ملکی اور بین الاقوامی معاملات میں بھی ہر ہر قدم پر اس کی نگرانی کرتا ہے۔ قرآن کی بے شمار آیات میں اس موضوع کو بیان کیا گیا ہے۔

ان اللہ یا مر کم ان تو دو الا مانات الی اھلھا و اذا حکمتم بین الناس ان تحکموبا لعدل (النسآء : ۵۸)

''بیشک اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ (اُن کے) سپرد کرو امانتوں کو جو ان کے اہل ہیں اور جب بھی فیصلہ کرو لوگوں کے درمیان تو فیصلہ کرو انصاف سے۔''

فتح مکہ کے موقع پر جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصرت سے ہمکنار کیا تو اس موقع پر اس آیت کے ذریعے مسلمانوں کے دلوں میں انتقام کے جذبے کی ہمیشہ کے لئے بیخ کنی کردی۔

ولا یجر منکم شنان قوم علی الا اتعد لو اعد لو اھو اقرب للتقوی و ا تقو ا اللہ ان اللہ خبیر ٗبما تعملو ن ○(الما دہ :۸)

''کسی قوم کی دشمنی تم کو آمادہ نہ کردے کہ تم ان سے ناانصافی کرو۔ عدل و انصاف سے کام لو، یہ عدل و انصاف تقویٰ سے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔''

معاہدات کی پابندی

وہ چیز جس سے بین المذاہب اور بین الاقوامی تصورات اور جذبات کو نظری اور عملی طور پر مضبوطی میسر آتی اور بھائی چارے کی فضا کو فروغ ملتا ہے وہ معاہدات کی پابندی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے معاہدات کی پابندی کو اخلاقی اور قانونی دونوں حیثیتوں سے ضروری قرار دیا ہے۔ معاہدہ خواہ شخصی ہو یا اجتماعی۔ معاشی ہو یا تجارتی، صلح کا ہو یا امن وامان کے قیام و بقا کا۔۔۔اس کی پابندی ہر صورت لازمی ہے۔ اسلام کا دامن توثیق معاہدات کے سلسلے میں بڑا وسیع ہے۔ اس کے نزدیک اگر برسر جنگ قوم بھی صلح اور مصالحت کے لئے ہاتھ بڑھائے تو جب تک مسلمانوں کو کوئی شدید نقصان نہ ہوا ہو یا اس میں کوئی کھلا ہوا فریب نہ نظر آتا ہو اس وقت تک اس کا خیر مقدم کرنا ضروری ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کی بار بار اور سخت تاکید آئی ہے اور عملی طرو پر اسلامی حکومتیں اس کی پابندی کرتی رہی ہیں۔

و او فو ا با لعهد ان العهد كان مسئولاً ٥ (بنی اسرائیل: ۳۴)

''عہد کو پورا کرو بے شک عہد کے بارے میں خدائے تعالیٰ کے حضور باز پرس ہوگی۔''

اسلام نے معاہدے کو اسلامی اور اخلاقی دونوں حیثیتوں سے بڑی اہمیت دی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے دعوت حق کے فروغ اور اسلام کے استحکام کے لئے کثیر الجہات حکمت عملی اختیار فرمائی جس میں آپ نے مخالف قوتوں کے ساتھ اتحاد و معاہدات کئے۔ یہود سے معاہدہ توحید کے ''مساوی کلمہ'' کی بنیاد پر طے پایا۔ دیگر کئی قبائل سے معاہدات طے کرتے وقت آپ ﷺ نے حالات کے مطابق حکمت عملی اختیار فرمائی۔ طائف کے قبیلہ بنو ثقیف نے معاہدہ کے لئے یہ مطالبات پیش کیے۔ i۔ نماز سے استثنیٰ، ii۔ حرمت زنا سے استثنیٰ، iii۔ طائف کو حرم قرار دینا، iv۔ فرضیت جہاد سے استثنیٰ۔ آپ ﷺ نے انہیں پہلی دو شرطوں پر منوالیا اور بعد کی تین شرطیں مان لیں۔ صحابہ کرامؓ سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اسلام ان کے دل میں جم جائے گا خود بخود مکمل اسلام کو مان لیں گے۔ نیز یہ کہ آپ نے صرف یہود مدینہ سے ہی نہیں بلکہ دیگر کئی قبائل مثلاً بنی ضمرہ، بنی غفار، نعیم بن مسعود اشجعی اور نجران کے عیسائیوں سے بھی معاہدات کیے۔ آپ نے پیغام حق کے فروغ کے لئے مختلف النوع اتحاد کیے، جو سماجی (Social) سیاسی (Political)، عسکری و دفاعی (Military & Defence) اقتصادی (Economic) اور تجارتی (Commercial) نوعیت کے تھے۔ آپ ﷺ مدینہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے مسلمانوں کے درمیان بھائی چارے کی فضا پیدا فرمائی۔ آپ نے وہاں کے عام شہریوں اور یہود سے جو معاہدہ کیا اس میں اڑتالیس دفعات ہیں۔ ان میں ہر دفعہ معاہداتی دنیا میں اپنی انفرادیت رکھتی ہے۔ اور یہ بھی وضاحت ہوتی ہے کہ اسلامی مملکت میں دوسرے مذاہب کی کیا

حیثیت ہے۔ نیز یہ کہ اسلام آپ ہمسایوں کے ساتھ پر امن بقائے باہمی کا کس قدر خواہاں ہے۔

سفارتی آداب:

بین الاقوامی تعلقات کے استوار کرنے اور بین المذاہب اتحاد اور رواداری کو فروغ دینے میں دوست اور دشمن ملکوں کے سفرا اور نمائندوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بسا اوقات یہ سفرا اور نمائندے بڑے بڑے بگڑے اور الجھے ہوئے معاملات کو سلجھا دیتے ہیں۔ اور کبھی ان کی ذرا سی غلطی سے بہت سے معاملات خراب بھی ہو جاتے ہیں۔ سفرا اور نمائندے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ نمائندے یا وفود جو کسی عارضی مہم پر یا کسی وقتی اقتصادی یا سیاسی معاملہ کے طے کرنے کے لئے کسی ملک میں آجاتے ہیں اور دوسرے جو مستقل طور پر اپنے ملک کی نمائندگی کرتے ہیں، جیسے عام طور پر ایک ملک، دوسرے ملک میں اپنے سفیر بھیجتے ہیں۔

دیگر امور

اس وقت بین الاقوامی تعلقات کی استواری کے لئے ناگہانی اور معاشی ضرورتوں پر امداد کا طریقہ بھی رائج ہے۔ اس سلسلہ میں بھی اسلام کا تصور دوسرے تمام نظاموں سے زیادہ آفاقی اور پاکیزہ ہے۔ ''اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات'' کے فاضل مصنف اسی تسلسل میں اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ: قریش اور ان کے ہم نوا قبیلوں کو مسلمانوں سے جو پرخاش تھی اور جس طرح وہ ان کے خون کے پیاسے تھے اس سے ہر ایک واقف ہے، مگر اسی دوران میں ایک زبردست قحط پڑتا ہے، اور نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ہوتی ہے، آپ مدینہ سے اسلام کے سب سے بڑے دشمن ابوسفیان کے پاس کھجوریں، کچھ چمڑے اور پانچ سو دینار نقد اس لئے روانہ فرماتے ہیں کہ وہ قحط زدہ اشخاص کی اس سے مدد کریں۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ امداد مدینہ جیسی غریب اور چھوٹی سی آبادی کی طرف سے، اُس قوم کو دی گئی تھی جو دنیا میں اسلام کی سب سے بڑی دشمن تھی۔ ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ:۔

۱۔ اسلام توحید و رسالت، کتاب اور کائنات کا آفاقی تصور دے کر انسان میں ہمہ گیر بین الاقوامی ذہنیت پیدا کرتا ہے۔

۲۔ وہ خلافت آدم کا تصور دے کر صرف انسان کو انسان سے نہیں بلکہ پوری کائنات سے ہم آہنگ بناتا ہے اور اس میں اس کی ذمہ داری کو محسوس کراتا ہے۔

۳۔ وہ انسانی بھائی چارہ کی بنیاد عقل و ضمیر کے اشتراک پر نہیں بلکہ خون کے رشتہ پر رکھتا ہے۔

۴۔ وہ اس میں مساوات کا جذبہ ابھارتا ہے اور اس کے ذریعہ ہر طرح کی نسلی، قومی، اور وطنی تنگ نظری کی جڑ کاٹتا ہے۔

۵۔ قومی، وطنی تقسیم کو محض ایک عارضی اور تعارف کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے۔

۶۔ وہ اخلاق و حقوق میں ہر انسان کو برابر سمجھتا ہے۔

۷۔ ہر شخص کی عزت، جان، مال، عقل، نسل اور ملکیت کی حفاظت کرتا ہے۔

۸۔ ہر شخص کو عقیدہ، رائے، فکر اور قول کی آزادی دیتا ہے۔

۹۔ وہ حقوق شہریت میں کم سے کم پابندی عائد کرتا ہے۔ وہ ''ہر ملک ملک ماست کہ ملک خدائے ماست'' کا تصور پیش کرتا ہے۔

۱۰۔ وہ آزاد تجارت کا حامی ہے۔ جس میں کم از کم ٹیکس لیا جائے۔

۱۱۔ مادی معاملات، بین الاقومی تعلقات اور معاہدات میں خواہ یہ سیاسی ہوں یا معاشی اس صورت کو پسند کرتا ہے جس کی بنیاد اخلاق اور عام خلق خدا کی منفعت پر ہو۔

۱۲۔ وہ ضرورت کے وقت دنیا کے ہر انسان کی بے غرض مدد کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ خواہ یہ مدد ایک فرد کو دی جائے یا کسی حکومت کو، کسی مسلمان کو دی جائے یا غیر مسلم کو، کالے کو دی جائے یا گورے کو، وہ اس سے مادی منفعت اٹھانے سے نہ صرف منع کرتا ہے بلکہ اس کے اظہار کو بھی ناپسند کرتا ہے قرآن پاک میں بار بار اس کی صراحت آتی ہے۔ کہ امداد دے کر کسی فرد یا جماعت کو اپنا ممنونِ احسان بنانے کی کوشش نہ کرو۔

۱۳۔ اسلام انسانوں کے درمیان جس تفریق کا قائل ہے وہ خالص الہامی اصولوں کی بنیاد پر ہے۔ اس میں وہ نہ تو کسی طرح کی قومی، وطنی عصبیت کو راہ دیتا ہے اور نہ نسلی برتری، جانبداری یا کسی انسان کی حق تلفی کو گوارا کرتا ہے۔ اسلام کی یہ تقسیم حق و ناحق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اہل حق وہ ہیں جو خدا کی اس ہدایت کو مانتے اور اس پر عمل کرتے ہوں جو اس نے اپنے نبیوں کے ذریعہ بھیجی ہے۔ جس کی آخری کڑی حضرت محمد ﷺ ہیں اور وہ اہل باطل غلط کار ہیں جو اس ہدایت پر یقین نہیں رکھتے اور اس پر عمل نہیں کرتے۔ یہ تقسیم اس لئے کرنی پڑتی ہے کہ زندگی کے ہر معاملہ کی طرح، بین الاقوامی معاملات میں بھی جیسا کہ اوپر کی تفصیل سے معلوم ہو چکا ہے اسلام اپنا ایک خالص اخلاقی اور ماورائی تصور رکھتا ہے۔ اس کو ممتاز کرنے کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کہ اس کے ماننے والوں کو ایک ایسا امتیازی نام دیا جائے جس سے کسی طرح کی قومی، وطنی اور طبقاتی عصبیت بھی نہ پیدا ہو اور اصولی اعتبار سے آفاقیت کے ساتھ ان کی یہ امتیازی حیثیت بھی باقی رہے۔

و آخر دعوانا عن الحمد للّٰه رب العلمین.

"قل یا ھل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم" کے حوالے سے دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت۔ تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ محمد ثانی۔کراچی

الحمد للہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلوة والسلام علیٰ سید المرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین.

وبعد : فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی کلامہ المبین : کان الناس امة واحدة فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین وانزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ماجآء تھم البینت بغیاً بینھم فھدی اللہ الذین اٰمنوا لما اختفوم فیہ من الحق باذنہ واللہ یھدی من یشآء الیٰ صراط مستقیم.(۱)

ارشاد ربانی ہے:(ترجمہ): (ابتدا میں تو سب) لوگوں کا ایک ہی مذہب تھا (لیکن وہ باہم اختلاف کرنے لگے) تو اللہ نے (ان کی طرف) بشارت دینے والے اور ڈر (اللہ کا پیغام) سنانے والے پیغمبرؑ بھیجے اور ان پر سچائی کے ساتھ کتابیں نازل کیں، تا کہ جن امور میں لوگ اختلاف کرتے تھے، ان کا ان میں فیصلہ کردے اور اس میں اختلاف بھی انہی لوگوں نے کیا ،جن کو (اللہ کی جانب سے) کتاب دی گئی تھی، باوجود یہ کہ ان کے پاس کھلے ہوئے احکام آچکے تھے (اور یہ اختلاف انہوں نے صرف) آپس کی ضد سے (کیا) تو بس وہ امر حق میں اختلاف کرتے تھے، اللہ نے اپنی مہربانی سے مومنوں کو اس کی راہ دکھائی اور اللہ جسے چاہتا ہے، سیدھا دکھا دیتا ہے۔" ایک اور مقام پر فرمایا گیا:"ولا تسبو الذین یدعون من دون اللہ فیسب اللہ عدواً بغیر علم "(۲) (ترجمہ) اور جن کو یہ (کفار ومشرک) اللہ کے سوا پکارتے ہیں، انہیں برا نہ کہا کرو کہ یہ بھی اللہ کو بے ادبی سے بے سمجھے بُرا (نہ) کہہ بیٹھیں۔اس طرح ہم نے ہر ایک فرقے کے اعمال ان کی نظروں میں اچھے کر دکھائے ہیں، پھر انہیں اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے، تب وہ انہیں بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔

قرآن کریم میں "فھدینٰہ النجدین" (۳) اور ہم نے دکھا دیے اسے دونوں (کفر اور اسلام) راستے اور "فالھمھا فجورھا وتقواھا" (۴) پھر اسے بدکاری (سے بچنے) اور پرہیزگاری کرنے کی سمجھ دی"۔ جیسی تعلیمات میں عقیدہ و مذہب کی آزادی اور اسلام میں مذہبی رواداری کا اصول ملتا ہے۔ اسلام دنیا کا واحد مذہب ہے، جس کے دامن میں رواداری، بین المذاہب یگانگت و ہم آہنگی، پرامن بقائے باہم، دین کی تبلیغ و اشاعت کے حوالے سے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا وسیع تر تصور ملتا ہے۔ قرآن کریم نے "لکم دینکم ولی دین" (۵) تمہارے لیے تمہارا دین ہے اور میرے لیے میرا دین" کا نظریہ متعارف کروایا، جس میں کسی فرد یا کسی بھی مذہب کے پیروکار پر زور، زبردستی، جبر و اکراہ کا کوئی تصور موجود نہیں۔ اس سے بھی آگے بڑھ کر قرآن نے یہ اصول دیا کہ "وقل الحق من ربکم فمن الدین قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویؤمن با للہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقی، لا انفصام لھا واللہ سمیع علیم" (۷) دن (اسلام) میں زبردستی نہیں ہے، ہدایت (صاف طور پر ظاہر اور) گمراہی سے الگ ہو چکی ہے تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لائے، اس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے، جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ (سب کچھ) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے۔

قرآن کریم کی یہ تعلیمات مذہبی رواداری، عقیدہ و مذہب کی آزادی، اسلام کی حد درجہ وسعتِ نظری، فراخ دلی، بین المذاہب یگانگت، مفاہمت اور پُرامن بقائے باہم کا اصول عطا کرتی ہیں۔ مسلم دنیا کے معرف محقق اور سیرت نگار، پروفیسر ڈاکٹر حمید اللہؒ مندرجہ بالا آیت مبارکہ "لاکراہ فی الدین" (۸) کے متعلق لکھتے ہیں کہ: (اس آیت کے تناظر میں) قرآن کریم میں ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کامل داخلی خود مختاری دے دی جائے، حتیٰ کہ انہیں نہ صرف عقائد کی آزادی حاصل ہو، بلکہ وہ اپنی عبادات اپنے مذہبی طریقے پر کر سکیں، بلکہ اپنے ہی قانون، اپنے ہی ججوں کے ذریعے اپنے مقدمات کا فیصلہ بھی کروائیں، اس حوالے سے کامل داخلی خود مختاری کا قرآن کریم کی کئی آیات میں ذکر ہے، جن میں سے ایک آیت بہت ہی واضح ہے: "ولیحکم اھل الانجیل بمآ انزل اللہ فیہ" (۹) یعنی انجیل والوں کو چاہیے کہ اس کے مطابق احکام دیا کریں، جو اللہ نے انجیل میں نازل کی ہے۔ (۱۰)

ڈاکٹر حمید اللہؒ مزید لکھتے ہیں: ان احکام کے تحت عہدِ نبویؐ میں قومی خود مختاری آبادی کے ہر گروہ کو مل گئی تھی۔ جس طرح مسلمان اپنے دین، عبادات، قانونی معاملات اور دیگر امور میں مکمل طور پر آزاد تھے۔ اسی طرح دیگر ملت اور مذاہب کے لوگوں کو بھی کامل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ (۱۱)

رواداری اور مذہبی آزادی کے یہ تصورات نہ صرف عہدِ نبویؐ، دورِ خلافت راشدہؓ، اسلامی تاریخ کے مختلف ادوار بلکہ

کم وبیش پوری اسلامی تاریخ میں ملتے ہیں۔اس حوالے سے معروف مغربی محقق اور مشہور غیر مسلم اسکالر پروفیسرٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W.ARNOLD) کی کتاب The Preaching of Islam, London. 1961 کا مطالعہ مستشرقین اور غیر مسلم حلقوں کے تمام شکوک وشبہات اوراعتراضات کا مدلل جواب ہے۔

تعلیماتِ اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں اسلام کا یہ اصول ملتا ہے کہ غیر مسلموں سے تعلقات اور بین المذاہب یگانگت وہم آہنگی کے لیے اقدامات کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔اسلام کی بنیاد امن وسلامتی اور انسان دوستی پر ہے،اسلام سلامتی ،اور ایمان ،امن سے عبارت ہے،اسلام نے دنیا کو پُر امن بقائے باہم پر مبنی احترامِ انسانیت کا فلسفہ عطا کیا۔اس نے یہ ضابطہ عطا کیا کہ اسلام کی نظر میں انسان کی جان محترم ہے،اس کی نظر میں ایک بے گناہ انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے،چنانچہ قرآن میں فرمایا گیا: " من قتل نفساً بغیر نفس اوفسادٍ فی الارضِ فکانما قتل الناس جمیعا " (۱۲) جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے ،یا ملک میں فساد پھیلانے کی سزا دی جائے ،اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کیا،اور جو اس کی زندگانی کا موجب ہوا،تو وہ گویا تمام انسانوں کی زندگانی کا موجب ہوا''۔

قرآن کریم کے اس حکم میں انسانی جان کی عظمت وحرمت کا اعلان کیا گیا،احترامِ آدمیت اور تکریمِ انسانیت کا وہ سبق دیا گیا جس میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں۔اسلام دینِ امن ہے،اس کی تمام تعلیمات دنیا میں قیامِ امن ، احترام انسانیت اور انسانی عزت ووقار کی علامت ہیں۔اسلام نے پُرامن بقائے باہم کا اصول اور نظریہ عطا کیا۔تہذیبوں کے تصادم (CLASHES OF CIVILIZATION) اور عالمی سطح پر شدید ترمذہبی منافرت اور نسلی ،علاقائی ،گروہی اور مذہبی اختلافات کے اس جدید دور میں جب کہ دنیا پُر امن معاشرے کے قیام اور بین المذاہب مکالمے کی بات کررہی ہے،اسے صرف اور صرف اسلام کی تعلیمات کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور مسلم امہ کو اپنا قائدانہ کردار ادا کرنا ہوگا۔بقول اقبال:

یہی مقصودِ فطرت ہے یہی رمزِ مسلمانی
اخوت کی جہانگیری ، محبت کی فراوانی

قرآن کریم امتِ مسلمہ کو یہ تعلیم دیتا اور اس ضابطے کا پابند بناتا ہے کہ......(۱۳) ترجمہ:''اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ نیکی اور انصاف کا برتاؤ کرو،جنھوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا ،اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے،وہ تمہیں جس سے روکتا ہے،وہ تو یہ ہے کہ تم ان لوگوں سے دوستی کرو،جنھوں نے تم سے دین کے معاملے میں جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نکالا ہے اور تمہارے اخراج

میں ایک دوسرے کی مدد کی ہے، ان سے جو لوگ دوستی کریں، وہ ظالم ہیں۔"

مفسرین کے مطابق ان آیات میں اہلِ ایمان کو یہ ہدایت دی گئی ہے کہ انہیں دشمن کافر اور غیر دشمن کافر میں فرق ملحوظ رکھنا چاہیے اور ان کافروں سے مفاہمت، یگانگت، احسان اور حسنِ سلوک کا معاملہ کرنا چاہیے، جنہوں نے کبھی ان کے ساتھ عداوت اور برائی کا معاملہ نہ کیا ہو۔

بین المذاہب مفاہمت، یگانگت اور غیر مسلم برادری سے صلح کے حوالے سے اسلام نے یہ ضابطہ عطا کیا ہے کہ: وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی الله انه هو السمیع العلیم ٥(١٤) یعنی اگر وہ غیر مسلم (تمہارے دشمن) صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی صلح کے لیے جھک جاؤ، اور اللہ پر بھروسا رکھو، بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔ قرآن کریم میں ارشادِ ربانی ہے: وکذلک جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهدآء علیٰ الناس ویکون الرسول علیکم شهیداً (١٥) ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک امت وسط بنایا ہے، تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ ہوں۔

قدیم وجدید مفسرین کے مطابق اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان درحقیقت امت محمدؐ کی امامت کا اعلان تھا، اسی طرح کا اشارہ اللہ تعالیٰ کی اس راہنمائی کی طرف بھی تھا، جس سے رسول اکرم ﷺ کی پیروی قبول کرنے والوں کو سیدھی راہ "صراطِ مستقیم" معلوم ہوئی اور وہ ترقی کرتے کرتے اس مرتبے پر پہنچے کہ "امتِ وسط" قرار دیئے گئے۔ (١٦)

مفسرین کے مطابق "امتِ وسط کا لفظ اپنے اندر اس قدر وسیع معنویت رکھتا ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے اس کے ترجمے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ واشرف گروہ ہے، جو عدل وانصاف اور توسط واعتدال کی راہ پر قائم ہو جو دنیا کی قوموں کے درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو، جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا ہو، اور ناحق اور ناروا تعلق کسی سے نہ ہو، چنانچہ اس آیتِ مبارکہ میں جہاں امت محمدؐ کی فضیلت وسرفرازی کا تذکرہ ہے، وہیں اس پر ذمے داری کا بہت بڑا بار بھی ہے، اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جس طرح رسول اکرم ﷺ امت کے لئے خداترسی، راست روی، اور حق پرستی کی زندہ شہادت بنے، اسی طرح اس امت کو بھی تمام دنیا کے لئے زندہ شہادت بننا ہے، اپنا قائدانہ کردار ادا کرنا ہے، حتیٰ کہ اس کے قول وعمل، سیرت وکردار اور حسنِ سلوک کو دیکھ کر دنیا جان لے کہ خداترسی اسی کا نام ہے۔ راست روی یہ ہے، عدل اسے کہتے ہیں، حق پرستی ایسی ہوتی ہے اور اسلام دنیا بھر کے انسانوں کو کچھ بتانے اور پیغام دینے آیا ہے"۔ (١٧)

آیت مبارکہ: قل یآ ھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآء بیننا وبینکم کا پس منظر، شانِ نزول اور بین المذاہب اتحاد، یگانگت، ہم آہنگی کے حوالے سے عظمت واہمیت

ترجمہ: کہہ دو کے اے اہلِ کتاب! جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے، اس کی طرف آؤ، وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ بنائیں، اور ہم میں کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے، اگر یہ لوگ (اس بات کو) نہ مانیں تو (ان سے) کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم (اللہ کے) فرماں بردار ہیں۔

تجزیہ و پس منظر: قدیم و جدید سیرت نگار اور مفسرین اس امر پر متفق ہیں کہ یہ آیت اہلِ کتاب کے متعلق نازل ہوئی، تاہم اس میں مختلف اقوال ہیں کہ اہلِ کتاب کے کس طبقے کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ امام فخر الدین الرازیؒ (۱۸)، امام ابن جریر طبریؒ (۱۹)، علامہ آلوسیؒ (۲۰)، علامہ جلال الدین سیوطیؒ، (۲۱) علامہ شوکانیؒ (۲۲)، قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ (۲۳)، ڈاکٹر وہبہ الزحیلی (۲۴) مفتی محمد شفیعؒ (۲۵) سید مودودیؒ (۲۶) وغیرہ کی رائے کے مطابق یہ آیت اہلِ کتاب کے متعلق نازل ہوئی۔ البتہ کم وبیش ہر تفسیر میں مفسرین کے متعدد اقوال منقول ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں الہامی تعلیمات کے پیرو اہلِ کتاب یہود و نصاریٰ دونوں کو خطاب ہے۔ جب کہ علامہ شوکانیؒ نے مندرجہ بالا آیتِ مبارکہ کے سبب نزول کے متعلق مفسرین کی مختلف آراء ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ "وھو ظاھر النظم القرآنی، ولا وجہ لتخصیصہ بالبعض ، لان ھذہ دعوت عامۃ لا تخصیص بائولئک الذین حاجوا برسولؐ اللہ ﷺ (۲۷)

نامور عرب محقق اور مذہبی اسکالر ڈاکٹر وہبہ الزحیلی اس آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "وھذہ الایۃ ھی جو ھر رسائل النبیؐ و کتبہ الیٰ ملوک و امراء العالم من اھل الکتاب و غیرھم" (۲۸) بعدازاں انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے مکتوب گرامی بنام ہرقل کا ذکر کیا ہے، جس میں رسول ﷺ نے اس آیت کو تحریر کروایا تھا۔ (۲۹)

مولانا مفتی محمد شفیعؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ: اس آیت سے اسلام میں تبلیغ و دعوت کا ایک اصول معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوتِ دین دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ فریق یا جماعت کو صرف اس چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی، جن پر دونوں کا اتفاق ہوسکتا ہو، چنانچہ رسول اکرمؐ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلے کی طرف دی، جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت۔ (۳۰)

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں: قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ غیر مسلم برادری، مذاہب عالم اور بین المذاہب یگانگت،

پُرامن بقائے باہم، اسلامی رواداری، دعوتِ دین کے حوالے سے عقیدہ و مذہب کی آزادی کے اصول کی طرف راہنمائی کرتی ہے، جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ غیر مسلم برادری اور ان کے مذاہب سے تعلقات کا قیام کس حد تک ممکن ہے؟ اس کے کیا ضوابط ہیں؟ نیز یہ کہ یہ آیت ایک ضابطے اور ایک اصول کی حیثیت رکھتی ہے۔(۳۱)

اس آیتِ کریمہ کے نزول کے بعد نصاریٰ نجران سے تحریری معاہدہ طے پایا، جس میں رسول اکرم ﷺ نے نجران کی عیسائی کمیونٹی کو دینی، مذہبی، معاشی، معاشرتی اور وہ تمدنی حقوق عطا فرمائے، جو انہیں اپنی حکومت میں بھی حاصل نہ تھے۔ ''معاہدۂ نجران'' (جس کا ذکر ہم پیشِ نظر مقالے میں آگے جا کر کریں گے، بلاشبہ مذہبی رواداری کی پوری انسانی تاریخ کا مثالی اور تاریخ ساز منشور ہے)۔

بین المذاہب اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کے حوالے سے آیتِ مبارکہ کی عظمت و اہمیت:

قرآن کریم کی پُرامن بقائے باہم اور مذہبی رواداری پر مبنی اس مثالی تعلیم کی عظمت و اہمیت کو جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اس امر سے واقف ہوں کہ اس عہد میں مذہبی رواداری کا کیا تصور تھا، اور اسلام نے بالخصوص قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ نے بین المذاہب رواداری اور یگانگت کے فروغ میں کیا کردار ادا کیا۔ مشہور مغربی مصنف ایچ جی ویلس (H.G.WELLS) لکھتا ہے: ''اب دنیا میں انسانوں کا کوئی ایسا طبقہ باقی نہیں رہا تھا، جو زمانہ قدیم کے شرفا کی طرح جرأت اظہار اور آزادی خیال کا حامی ہوتا اور قدماء کی تحریروں کی طرف تلاش و تحقیق یا جرأت مندانہ اظہارِ خیال کا حامی ہوتا۔ ایران اور بازنطینیہ دونوں مملکتیں ایک نئے انداز کی مذہبی حکومتیں تھیں، جس میں آزادانہ اظہارِ خیال پر بھی کڑے پہرے بٹھا دیئے گئے تھے۔(۳۲)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں: ''آغازِ اسلام کے وقت مذہبی تعصب (عدم رواداری) اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ ہر مذہب اپنے سوا باقی تمام مذاہب کو جھوٹا اور نجات کے لیے قطعاً ناموافق سمجھتا تھا۔ یہی نہیں بلکہ ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنے مذہب کے اندر کسی اجنبی کو آنے کی بھی اجازت نہیں دیتا تھا۔ مذہب کو نسل اور پیدائش سے محدود کر دینے کی خود غرضی اور ہٹ دھرمی یہودیوں میں بھی تھی اور ہندوستان میں بھی۔ بلکہ انجیل متی کی روایت پر اعتماد کیا جائے تو خود عیسیٰؑ فرما چکے تھے کہ میں صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لیے آیا ہوں۔ مجھے باقی دنیا سے تعلق نہیں اور اپنے حواریوں یعنی فرستادوں اور مذہبی مبلغوں کو بھی حکم دیا تھا کہ وہ چار دانگ عالم میں تو جائیں لیکن وہ تبلیغ عیسائیت صرف اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں میں کریں۔(۳۳) اس پر مستزاد تصور یہ تھا کہ عمل کو کوئی اہمیت نہیں۔ ہمارے ہم مذہبوں میں داخل رہنا ہی اتنا بڑا عمل ہے کہ وہ نجاتِ ابدی کے لیے کافی ہے۔(۳۴)

سن ۷ھ میں وصال صرف سے تین سال پہلے آنحضرت ﷺ نے قسطنطنیہ، مصر اور حبش کے عیسائی حکمرانوں کے نام جو تبلیغی خطوط لکھے، اس میں قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت لکھی گئی تھی: یآ ھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سوآء بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ فان تولو افقولوا الشھدوا بانا مسلمون (۳۵) ''آپ کہہ دیں! اے الہامی کتاب کے ماننے والو! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم خدا کو چھوڑ کر اپنے ہی میں سے کسی کو رب نہ بنالیں۔ اگر یہ لوگ منہ موڑیں تو کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو اس پر سر تسلیم خم کر چکے''۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ مندرجہ بالا آیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''صلح کل، رواداری اور انتہائی وسعتِ قلبی کی اس عجیب تعلیم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہودی، عیسائی اور صابی اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کو ترک کریں بلکہ اپنے اپنے الہامی مذہب ہی کی تجدید کرتے ہوئے چند بنیادی امور پر عمل کریں، یعنی اللہ اور رسول ﷺ کو ماننا، مرنے کے بعد حساب کتاب کا یقین کرنا اور زندگی بھر عمل صالح کرنا، یہ اجر ملنے اور خوف سے بچنے کے لیے کافی ہے۔ حقیقت میں یہ ایک طرح سے ایک بنیادی مذہب مرتب کرنا تھا اور اسی بنیادی مذہب کو۔ ان الذین عند اللہ الاسلام (۳۶) بے شک، دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برقراری۔'' اور ''ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه'' (۳۷) اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین، سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا، کہا گیا۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ مزید لکھتے ہیں: ان آیات میں اسلام نے مذاہبِ عالم کو دعوت دی اور آج بھی وہ دعوت باقی ہے کہ اپنے ہاں کے اصل پر رجوع کرو، بعد کے زمانے کے حذف و اضافے سے باز آجاؤ اور توحید، قیامت اور عمل صالح کے مابہ الاشتراک امر پر انضمام نہیں، تو وفاق کرلو۔ اس طرح مذہبی تعصب سے انسان کو نجات مل جاتی ہے اور: ''لا اکراہ فی الدین'' دین میں کوئی جبر نہیں۔ (۳۸) ایک ایسا سنہری اصول ہے جو اس سے قبل سنا ہی نہیں گیا تھا۔

تعلیماتِ نبویؐ میں مذہبی رواداری کی اہمیت:

علامہ سید سلیمان ندوی محسنِ انسانیت ﷺ کی تعلیمات میں مذہبی رواداری کی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: یہود تورات کے سوا کچھ نہیں مانتے، عیسائی تورات کے احکام نہیں مانتے، لیکن اس کی اخلاقی نصیحتوں کو قبول کرتے ہیں، تاہم انجیل سے پہلے کی دوسری زبانوں اور ملکوں کی آسمانی کتابوں کی نسبت مسلمانوں کی طرح ادب اور احتیاط کا پہلو بھی اختیار نہیں کرتے، پارسی اوستا کے باہر خدا کے کلام ہونے کا شبہ بھی نہیں کرسکتے، لیکن قرآن پر ایمان لانے والا مجبور ہے کہ صحیفہ ابراہیم،

تورات، زبور اور انجیل کو خدا کی کتابیں تسلیم کرے، اور دوسری اگلی آسمانی کتابوں کی جن میں آسمانی تعلیمات کی خصوصیتیں پائی جاتی ہوں، تکذیب نہ کرے کہ ان کا کتب الٰہی ہونا ممکن ہے۔ حقیقت میں اسلام کی یہ تعلیم دنیا کی مہتمم بالشان تعلیمات سے ہیں، جس کا وجود کسی دوسرے مذہب میں نہ تھا، یہ رواداری، بے تعصبی اور عام انسانی اخوت کی سب سے بڑی تعلیم ہے۔ یہ تعلیم صرف نظریے کی حیثیت نہیں رکھتی، بلکہ عملاً اس پر اسلامی حکومت کے قوانین اور احکام مبنی ہیں۔ مگر اسلام کے گزشتہ عقیدے کی بنا پر آنحضرت ﷺ نے قانونی حیثیت سے دنیا کی قوموں کو چار طبقوں میں تقسیم فرمایا اور ان کے علیحدہ علیحدہ حقوق قرار دیے، جن پر اسلام کی تیرہ صدیوں میں برابر عمل ہوتا رہا۔ اس تفصیل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اس تعلیم نے دنیا میں امن و امان اور مسلمانوں میں مذہبی رواداری کے فروغ میں کتنا عظیم الشان حصہ لیا ہے، یہی وہ نظریہ تھا، جس نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد و شریعت کی سخت پیروی کے باوجود دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل جول کے لیے آمادہ کیا، اور مجوسیوں، صابیوں، یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی ان میں قوت پیدا کی۔ (۳۹)

''مذہب''......لغوی معنی و مفہوم:

مذہب کے لفظی معنی راستہ، طریقہ اور سونے سے ملمع شدہ شے کے ہیں۔ جب کہ انگریزی میں مذہب کے لئے "Religion" کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ یہ لاطینی زبان سے ماخوذ ہے اس کا مادہ "Religion" ہے۔ جس کے معنیٰ امتناع، پابندی، عقیدہ اور عبادات کا ایک نظام ہے۔ اسلام نے مذہب کے لئے ''دین'' کی اصطلاح متعارف کرائی ہے، جو ایک ہمہ گیر مفہوم و معنی کا حامل اور ایک ابدی ضابطہ حیات ہے۔ قرآن و سنت میں اسلام اور دین کی اصطلاح بے شمار مقامات پر استعمال ہوئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: "ان الدین عند الله الاسلام" (۴۰) ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہے'' فرید وجدی نے مذہب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: ''مذہب ان معقول خیالات و تصورات کے مجموعے کا نام ہے۔ جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتے میں منسلک ہو جائیں اور وہ جسمانی فائدوں سے اس طرح بہرہ یاب ہوں جس طرح قوت عقلیہ سے وہ ہدایت و راہ نمائی حاصل کرتے ہیں۔ مذہب نوع انسانی کے لئے ایک ابدی ضابطہ حیات ہے۔ (۴۱) جب کہ مغربی مفکرین نے مذہب "Religion" کی مختلف الفاظ میں تعریف کی ہے۔ ای۔ بی ٹیلر (E.B. Taylor) نے مذہب کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی ہے۔

"Religion means the belief in Spirtual Beings" ایک اور مغربی مفکر اوسپینسکی (Ospanski) نے مذہب کی تعریف کے حوالے سے لکھا ہے: ''مذہب ایک انسانی تصویر ہے۔ جس قسم کی انسان کی اپنی سطح ہوگی، اسی قسم کا اس کا

مذہب ہوگا۔ اس لئے ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کا مذہب دوسرے کے لئے قطعی موزوں نہ ہو۔ (۴۳)

برونائیٹ ہیڈ لکھتا ہے "مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام ہے جس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ انسان اور اس کے کردار میں انقلاب پیدا کردے بشرطیکہ اسے خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے۔" (۴۴) اسی طرح مشہور عالم نفسیات پروفیسر جیمز ایچ لیوبا James H. Leuba نے اپنی ایک تصنیف میں مذہب کی مختلف تعریفات نقل کی ہیں جو مذہب کے کسی نہ کسی ضروری جزو پر حاوی ہیں مثلاً ☆ "مذہب اس احساس کا نام ہے جو کسی مقدس، بالاتر اور اَن دیکھی ذات کا وجود انسان کے قلب و دماغ پر پیدا کرتا ہے۔" ☆ "مذہب ایک ایسی ازلی اور ابدی حقیقت پر ایمان لانے کا نام ہے جس کی حیثیت اور ارادہ انسانی منشا اور ارادے سے بالاتر ہے اور جس کا تعلق انسان کی زندگی کے ساتھ گہرا ہے۔" ☆ "مذہب ایک روحانی اور نفسی حاسہ ہے جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔" ☆ "مذہب ان مافوق الانسانی قوتوں کی رضا جوئی کا نام ہے جو انسانی زندگی پر حکمران ہیں۔" ☆ "مذہب اس جستجو کا نام ہے جو انسانی زندگی کے حقیقی مقاصد کے ادراک کے لیے کی جاتی ہے۔" (۴۵)

دین اور مذہب...... اصطلاحی معنی و مفہوم اور دونوں میں فرق:

معروف مغربی مصنف پروفیسر جیمز ایچ لیوبا (James H. Leuba) نے مذہب کی کئی تعریفیں ذکر کی ہیں، جو مذہب کے کسی نہ کسی جزو پر حاوی ہیں۔ (۴۶) اسلام نے مذہب کے لئے دین کی اصطلاح متعارف کرائی ہے اور یہ مخصوص اصطلاح ہی اسلام اور مسلم امہ کی مذہبی علامت ہے۔ امام راغب اصفہانی دین کے لفظی معنی اور مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "الطاعة والجزاء واستعير للشريعة والدين كالملّة، يقال اعتباراً بالطاعة والانقياد للشريعة" (۴۷) دین کے معنی اطاعت اور جزا کے ہیں۔ اس کا اطلاق شریعت پر بھی ہوتا ہے۔ دین اور ملت مترادف ہیں۔ شریعت پر اس کا اطلاق ان معنوں میں ہوتا ہے کہ شریعت کی اطاعت اور اس کے سامنے اپنی گردن جھکا دینا اور خم کرنا لازم ہے۔

قرآن مجید میں اسلام کے لیے دين الحق (۴۸) . دين الله (۴۹) الدين القيم (۵۰) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ ۱۰ ہجری میں جب وحی کے ذریعے دین کے کامل ہونے کی خوشخبری سنائی گئی تو اس وقت بھی اسلام کے لیے دین کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ "اليوم المكت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا" (۵۱) بقول امام ابوحنیفہؒ دین کا اطلاق ایمان، اسلام کے لیے دین کی اصطلاح استعمال کی گئی۔ "اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتي ورضيت لكم الاسلام دينا" (۵۱) بقول امام ابوحنیفہؒ لفظ دین کا اطلاق ایمان،

اسلام اور جملہ احکام شریعت پر ہوتا ہے۔(۵۲) علامہ جرجانیؒ کے نزدیک دین اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ دستور حیات ہے، جو آنحضرت ﷺ کے پیش کردہ لائحہ عمل کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔(۵۳) اس بحث سے یہ واضح ہوا کہ اسلام عقیدہ واقرار بھی ہے اور عمل بھی، مکمل ضابطہ حیات بھی ہے اور دستور العمل بھی اور اس کا مجموعی نام ''دین'' ہے، جس میں عقائد، عبادات، معاملات، انفرادی، اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، عسکری، عدالتی اور بین الاقوامی تمام امور شامل ہیں، مگر اس میں انتہا پسندی کا کہیں کوئی عنصر سامنے نہیں آتا۔

مذہب......ایک فطری اور ناگزیر ضرورت

مذہب کے فطری اور ناگزیر ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر نسل میں مذہب ایک مشترک امر ہے ،جس سے واضح ہوتا ہے کہ مذہب ایک فطری ضرورت ہے، کیوں کہ تمام دنیا کہ تمام دنیا کا کسی موہوم اور باطل شے پر مجتمع ہو جانا عندالعقل ممتنع امر ہے۔ مغربی مفکر پلوٹارک کہتا ہے:''کسی انسان نے ایسی بستی نہیں دیکھی جس میں مذہب نہ ہو''۔(۵۴)

فرانس کا مشہور مفکر والٹیر (Voltaire) لکھتا ہے: زوراسٹیر (Zoroaster) منو (Mano) سولون (Solon) سقراط (Socrates) سب کے سب ایک ہی پروردگار کی پرستش کرتے تھے، اور یہی فطرت ہے۔'' (۵۵) پروفیسر سبٹیر (Sabater) لکھتا ہے: میں کیوں پابند مذہب ہوں، اس لیے کہ اس کے خلاف ہو ہی نہیں سکتا، پابند مذہب ہونا میری ذاتیات میں ہے، مذہب کے شاخ و برگ ہزاروں مرتبہ کاٹ ڈالے گئے، لیکن اس کی جڑ ہمیشہ قائم رہی۔ انسانیت کی زندگی مذہب سے قائم ہوئی ہے اسی سے قوت پائے گی۔(۵۶)

دینِ حنیف اور دینِ قیم کی ترجمان، کتاب، قرآن کریم کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ مذہب ایک فطری اور ناگزیر ضرورت ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: **فاقم وجھک ...... اکثر الناس لا یعلمون** (۵۷) پس اپنا منہ دین کی طرف سیدھا ہو کر کرلو، یہ وہ اللہ کی فطرت ہے، جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی حالت کو کوئی تبدیل نہیں کرسکتا۔ یہی قائم رکھنے والا یار ہنے والا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' اس آیتِ مبارکہ میں دینِ حنیف (دن اسلام کو) اللہ کی فطرت قرار دیا گیا ہے، اور اسی پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد حمید اللہؒ نیا دین کیوں؟'' کے زیرِ عنوان رقمطراز ہیں: اس بات پر غور کریں کہ اتنے مذاہب کی موجودگی میں نئے دین کی کیا ضرورت تھی؟ مزید لکھتے ہیں: مذہب عام لوگوں کے لئے نہیں تو کم از کم نیک نہاد افراد کے لئے ایک ناگزیر ضرورت ہے، انسان کے مختلف النوع سوالات کے جوابات صرف اور صرف مذہب ہی فراہم کرتا ہے۔ میرا خالق کون ہے؟ اس نے مجھے کیوں تخلیق کیا؟ موت کے بعد کی زندگی، وغیرہ۔

کوئی ہستی ضرور ہے جس نے اسباب وعلل کی یہ کائنات تخلیق کی۔اس حقیقت کے باوجود کہ انسان اسے دیکھ نہیں سکتا مگر اسے واجب الوجود تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔"(۵۸)

مذہب کا ارتقا

مذہب کے آغاز کے بارے میں اس وقت دو تصورات پائے جاتے ہیں۔ایک ارتقائی تصور اور دوسرا وہ تصور جو خود مذہب نے پیش کیا ہے۔مذہب کے ارتقائی تصورات کی رو سے انسان کی ابتدا گمراہی اور لاعلمی سے ہوئی اور پھر رفتہ رفتہ انسانوں نے خدا پرستی اور توحید پرستی اختیار کرلی۔مذہبی نقطۂ نظر یہ ہے کہ خدا نے جب انسان کو اس دنیا میں بھیجا تو ساتھ ہی اس کی تمام جسمانی ضروریات کی طرح اس کی روحانی ضروریات (ہدایت) کا بھی سامان کیا۔پہلا شخص جسے خدا نے بھیجا، ہدایت یافتہ بلکہ پیغمبر تھا۔اس کے بعد بھی لوگوں میں جب گمراہی پھیلی تو خدا نے پھر پیغمبر بھیجے، جنہوں نے دنیا کو راہ ہدایت دکھائی۔ اس اعتبار سے توحید قدیم ہے اور شرک جدید۔(۵۹)

بعثت نبویؐ کے وقت دنیا کے مختلف مذاہب...... مختصر جائزہ:

رسول اکرم ﷺ کی بعثت کے وقت عالمگیر اور متداول مذاہب تین قسموں پر مشتمل تھے۔(۱) الہامی مذاہب: الہامی مذاہب میں یہودیت اور عیسائیت باقی تھے، تاہم یہ بدترین تحریف کا شکار تھے۔(۲) غیر الہامی مذاہب میں بدھ مت، زرتشت، برہمنیت (ہندومت) اور صابیت تھے۔(۶۰)

مشرکین مکہ اور عرب بت پرستوں کے بھی مذہب کے متعلق مختلف نظریات تھے، چنانچہ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ جو کچھ ہے زمانہ یا فطرت ہے، خدا کوئی چیز نہیں، ان کی نسبت قرآن مجید میں ہے۔(۶۱) اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے، ہماری دنیا کی زندگی ہے، ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں مارتا ہے تو زمانہ مارتا ہے۔بعض خدا کے قائل تھے، لیکن قیامت اور جزاوسزا کے منکر تھے، ان کے مقابلے میں قرآن نے یہ استدلال پیش کیا ہے:......(۶۲) کہہ دیجئے کہ (ان ہڈیوں کو) وہی دوبارہ زندہ کرے گا، جس نے انہیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا۔"

حنفاء

دین ابراہیمی کا بنیادی اصول توحید خالص تھا، زمانے کے تغیر کے باعث یہ اصول اگرچہ شرک آلود ہو گیا تھا، یہاں تک کہ خود خانہ خدا میں بتوں کی پرستش ہوتی تھی، تاہم یہ عقیدہ بالکل فنا نہیں ہوسکتا تھا۔سرزمین عرب میں کہیں کہیں اس کا دھندلا سا نشان ضرور نظر آتا تھا۔چنانچہ صاحب بصیرت افراد کو شرک وبت پرستی نہایت نفرت انگیزی معلوم ہوتی تھی۔مفسرین

لکھتے ہیں کہ چونکہ اس دینِ فطرت میں بُت پرستی سے انحراف تھا، اس لیے اسی دینِ حنیف اور اس کے پیروکاروں کو حنفاء کہتے ہیں، کیونکہ حنیف کے معنی انحراف کے ہیں۔ اکثر روایات سے ثابت ہے کہ عرب خصوصاً مکے اور مدینے میں متعدد اشخاص بت پرستی سے بے زار اور اس کے منکر ہو گئے تھے، وہ دینِ حنیف، ملتِ ابراہیمی کی جستجو میں تھے۔ (٦٣)

اسلام ایک مکمل دین، ابدی ضابطہ حیات: دورِ جدید کے عالمی مذاہب اور اسلام: مختصر تعارفی جائزہ

دورِ جدید یا عہد حاضر کے مذاہب کا تعین اور ان کا احاطہ وشمار ایک مشکل امر ہے۔ تقابلِ مذاہب یا تقابلِ ادیان کے موضوع پر لکھی گئی کتب کے مصنفین اور تقابلِ مذاہب کے ماہرین اس امر پر متفق نظر آتے ہیں کہ اس وقت اگر دنیا میں لاکھوں نہیں تو ہزاروں مذاہب کے پیروکار ضرور موجود ہیں۔ ان میں سے کچھ مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد کروڑوں تک پہنچتی ہے اور دنیا کے بعض مذاہب ایسے بھی ہیں جو صرف سو دو سو افراد کے قبائل تک محدود ہیں۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے) (٦٤)

دورِ حاضر یا عصر جدید میں ہم دنیا کے بڑے مذاہب کو دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں، الہامی مذاہب، اور غیر الہامی مذاہب، الہامی مذاہب میں یہودیت عیسائیت اور اسلام ہیں جب کہ غیر الہامی مذاہب میں ہندومت، بدھ مت، جینمت، زرتشت مذہب، مانوی مذہب، جب کہ چینی مذاہب میں تاؤازم اور کنفیوشس اور جاپانی مذاہب میں بدھ مت اور شنٹو ازم قابلِ ذکر عالمی مذاہب میں شمار ہوتے ہیں۔ (٦٥)

مذاہب عالم کی تاریخ اور تقابلِ ادیان کے مطالعے کے بعد جو تاریخی حقیقت سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ مذہب انسان کی سب سے اہم اور بنیادی ضرورت ہے، یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ میں کوئی معاشرہ، کوئی تمدن اور کوئی قوم ایسی نہیں گزری اور نہ دورِ حاضر میں ہے جو مذہب سے کلیتاً بے نیاز رہی ہو۔ انسانی تجربے نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ مذہب کو ترک کر کے انسان نہ صرف یہ کہ اخلاقی حیثیت سے تباہ ہو جاتا ہے، بلکہ خود مادی وسائل کے استعمال میں بھی وہ توازن برقرار نہیں رکھ سکتا جو فلاح وخوشحالی کے لیے ناگزیر ہے۔ شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ اس حقیقت کی ترجمانی کرتے ہوئے کیا خوب کہتے ہیں:

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاعوں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا (٦٦)

یہ بھی ایک تاریخی اور ابدی حقیقت ہے کہ مذہب کے حوالے سے ایک خالق و مالک معبود برحق، خدا کی ہستی کا شعور انسان

کی فطرت میں شامل ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ولئن سالتهم من خلق السموت والارض ...... العزيز العليم" (٦٧) اگر تو ان سے سوال کرے کہ کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے تو ضرور کہیں گے کہ انہیں غالب علم والے نے پیدا کیا ہے۔ایک اور مقام پر فرمایا گیا: "واذ اخذ ربک ...... قالوا بلیٰ شهدنا" (٦٨) اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے یعنی ان کی پیٹھوں سے اولاد پیدا کی اور ان کو اپنے اوپر گواہ ٹھہرایا، اور سوال کیا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، انہوں نے جواب دیا، جی ہاں۔ہم گواہ ہیں"۔ یہ آیات اور فرامین باری تعالیٰ اس تاریخ ساز حقیقت کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں کہ خدا کی ہستی کا شعور انسان کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔اسلام ابدی صداقتوں کے مجموعے کا نام ہے۔ یہ وہ صداقتیں ہیں، جن پر کبھی کہنگی اور فرسودگی کا سایہ نہیں پڑ سکتا۔اس میں ہر دور، ہر زمانے اور ہر عہد کے بدلتے ہوئے حالات اور چیلنجز کا سامنا کرنے کی پوری قوت موجود ہے۔ یہ غالب ہے اور غالب رہنے ہی کے لیے آیا ہے۔اس ناقابلِ تردید حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے قرآن کریم نے اعلان عام فرمایا:"هو الذی ارسل رسوله ...... لو کره المشرکون" (٦٩) وہی پاک ذات تو ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام دیگر ادیان پر غلبہ عطا کرے۔خواہ یہ مشرکین کو (مخالفین/اسلام دشمن) کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

غلبہ واختیار صرف اور صرف دین اسلام کے لئے ہے، یہ دین کا تقاضا اور اللہ کا فرمان ہے کہ اب سر بلندی اسلام کو حاصل ہونی چاہیے اور زمانے پر اس کی حکمرانی قائم ہونی چاہئے، تاہم دیگر ادیان و مذاہب کے ساتھ رواداری پر مبنی وہ راستہ اختیار کیا جائے، جو پرامن بقائے باہم اور غیر جانبداری پر مبنی ہو، قرآن کریم نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے امت مسلمہ کو ایک ضابطہ عطا فرمایا۔☆ "لا اکراه فی الدین" (٧٠) دین (کے معاملے) میں کوئی جبر اور زبردستی نہیں۔ ☆ لکم دینکم ولی دین (٧١) تمہارے لیے تمہارا دین ہے، میرے لیے میرا دین۔☆"ولا تسبو الذین یدعون ......بغیر علم (٧٢) مومنو! جو لوگ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں، انہیں برا نہ کہو کہ یہ لوگ نادانی اور جہالت کے سبب اللہ کو برا کہنے لگیں گے۔

دورِ جدید میں اسلام کے عطا کردہ اس اصول اور نظریے کو اگر تمام مذاہب، انسانی معاشرے اور متمدن اقوام اپنا لیں تو بڑی حد تک مذہبی اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کو فروغ حاصل ہوگا۔مذہبی رواداری اور دنیا کے مذاہب کے درمیان ہم آہنگی اور یگانگت کے حوالے سے یہ وہ ضابطہ ہے، جس کی مثال دنیا کے مذاہب پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات اور ابدی دستور زندگی ہے۔یہ ایک مکمل دین اور ابدی ضابطہ حیات ہے، جو خدا اور رسول ﷺ کی ہدایات وتعلیمات کی روشنی میں زندگی کے تمام شعبوں اور بندگی کے تمام گوشوں کی تعمیر اور صورت گری کرتا

ہے، یہ زندگی کے ہر پہلو کو ہدایتِ الٰہی کے نور سے منور کرتا ہے۔قرآن کریم دین کو ایک جامع اصطلاح کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ارشادِ ربانی ہے:"ان الدین عند اللّٰہ الاسلام" (۷۳) بلاشبہ، دین تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے۔ایک اور مقام پر فرمایا گیا:"ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ (۷۴) اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین تلاش کرے گا، اس سے وہ دین ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔

رسول اکرم ﷺ کی پیغمبرانہ خصوصیات میں سب سے اہم اور نمایاں خصوصیت آپ کا امام الانبیاء، سید المرسلین اور خاتم النبیین ہونا ہے۔آپ ﷺ کی دعوت، آپ کا پیغام اور دین اسلام کائناتی اور آفاقی ہے۔آپ پر دینِ مبین کی تکمیل کردی گئی۔پوری انسانیت آپ ﷺ کی امت اور آپ ﷺ پوری انسانیت کے لیے بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمائے گئے۔اس ابدی حقیقت کی وضاحت قرآنِ کریم کی اس آیت میں بہ تمام و کمال کردی گئی، ارشادِ ربانی ہے:"وما ارسلناک الا کافۃ للناس بشیراً و نذیراً (۷۵) "اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی آفاقیت اور عالمگیریت کی وضاحت کے حوالے سے ارشادِ ربانی ہے:قل یآ ھل الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعاً" (۷۶) "کہہ دیجئے، اے لوگو! میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں۔پوری کائنات اور عالمِ انسانیت کو آپ ﷺ کے ابدی اور مثالی پیغام کا مخاطب اور آپ ﷺ کی دعوت و تبلیغ کے زیرِ اثر بھیجے جانے کے حوالے سے ارشاد ہوا:"تبارک الذی نزل الفرقان علیٰ عبدہ لیکون للعالمین نذیراً" (۷۷) "برکت والا ہے وہ خدا، جس نے حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب اپنے بندے ﷺ پر نازل کی تاکہ وہ دنیا جہاں کے لئے ہوشیار آگاہ کرنے والا ہو۔"

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:"بعثت الی الأحمر والاسود" (۷۸) "میں کالے اور گورے (مشرق و مغرب) تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔" ایک موقع پر آپ ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ خصوصیت کے حوالے سے ارشاد فرمایا:"اما انا فارسلت الی الناس کلھم، خاصۃ و کان من قبلی انما یرسل الیٰ قومہ" (۷۹) "میں (عمومیت کے ساتھ) تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی مبعوث ہوئے، وہ خاص اپنی قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے"۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ گرامی حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے:"عن جابر بن عبد اللّٰہ قال: کان النبیؐ یبعث الیٰ قومہ خاصۃ وبعثت الیٰ الناس عامۃ" (۸۰) پہلے ہر نبی خاص اپنی قوم کی طرف مبعوث کیے

جاتے تھے اور میں تمام انسانوں کے لئے مبعوث ہوا ہوں ۔رسول اکرم ﷺ کی رسالت ونبوت کا مقصد بیان کرتے ہوئے قرآن کریم میں وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا: ھو الذی ارسل رسوله بالھدیٰ و دین الحق لیظھره علی الدین کلھه ولو کره المشرکون (۸۱) وہی (پاک ذات) تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اسے تمام دیگر ادیان پر غلبہ عطا کرے، خواہ یہ مشرکین (مخالفین) کو (کتنا ہی) ناگوار کیوں نہ گزرے۔

چنانچہ اسلام نہ صرف دور جدید بلکہ ہر زمانے اور ہر دور کے مسائل کا حل تلاش کرتا اور ہر دور کی ضروریات کو پورا کرسکتا ہے۔ یہ دیگر مذاہب کی طرح مادی زندگی اور دینوی مسائل سے صرف نظر کرتا ہے اور نہ دور جدید کی مادیت کی طرح مادی پہلوؤں کو دوسرے پہلوؤں پر حاوی اور غالب کرتا ہے۔ یہ انسان میں جذبہ پیدا کرتا ہے کہ زندگی اور زندگی کو مقصد بہت بلند ہے، دنیا کی ہر شے تیرے لیے ہے لیکن تیرے مقاصد بہت بلند و بالا ہیں۔ بقول اقبال:

نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے، تو نہیں جہاں کے لیے (۸۲)

وحی الٰہی نے آپ کی زبان اطہر سے پوری انسانیت کے لیے یہ ابدی اور تاریخ ساز اعلان کرایا کہ: الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم اسلام دینا (۸۳) آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

مسلم دنیا کے نامور محقق اور مذہبی اسکالر علامہ یوسف قرضاوی دور جدید میں اسلام کی عظمت اور ایک کامل و مکمل دین اور ابدی ضابطہ حیات کی حیثیت سے اپنے مقالے المبشرات بانتصار المسلمین میں اسلام اور مسلم امہ کے مستقبل کے حوالے سے لکھتے ہیں: اگر انیسویں صدی سرمایہ داری کی صدی تھی اور بیسویں صدی اشتراکیت کی تو اکیسویں صدی اسلام کی صدی ہوگی۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ انیسویں صدی مسیحیت کی صدی تھی اور بیسویں صدی یہودیت کی صدی تھی (کہ اسی بیسویں صدی میں یہودیت کو ۲۰ سے زائد عرب ملکوں اور ۴۰ سے زیادہ اسلامی ممالک پر غلبہ حاصل ہوا) تو اکیسویں صدی اسلام کی صدی ہوگی۔ آج پوری دنیا میں عدم توازن کے باعث ہر سطح پر فساد اور بگاڑ پھیلا ہوا ہے، دنیائے انسانیت کو اس بگاڑ اور فساد سے نجات کے لیے ایک متوازن اور وہ صالح نظام کی ضرورت ہے اور صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے" اسلام امن وسلامتی اور رواداری کا دین ہے۔ یہ وہ مذہب جس کے چشمہ صافی سے محبت و ہمدردی کے سوتے پھوٹتے ہیں۔ (۸۴)

معروف غیر مسلم دانشور جارج برنارڈ شا (GEORGE BERNARD SHAW) لکھتا ہے: "میری خواہش ہے کہ اس صدی کے آخر تک برطانوی ایمپائر کو حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات مجموعی طور پر اپنا لینی چاہئیں۔ انسانی زندگی

کے حوالے سے محمد ﷺ کی تعلیمات سے احتراز ممکن نہیں۔‘‘ (۸۵)

بعثت نبوی ﷺ کے وقت عالمگیر تعصب و تنگ نظری اور مذہبی انتشار۔۔۔ تحقیقی اور تقابلی جائزہ

’’محسن انسانیت ﷺ کا ظہور ایسے حالات میں ہوا، جب کہ انسانیت تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی تھی، کہیں دور وحشت تھا اور کہیں شرک اور بت پرستی کی لعنتوں نے مدنیت کا ستیاناس کر رکھا تھا۔ مصر اور ہندوستان، بابل اور نینوا، یونان اور چین میں تہذیب اپنی شمعیں گل کر چکی تھی۔ رومی اور ایرانی تمدنوں کی ظاہری چمک دمک آنکھوں کو خیرہ کرنے والی تھی، مگر ان شیش محلوں کے اندر بدترین مظالم کا دور دورہ تھا اور زندگی کے زخموں سے تعفن اٹھ رہا تھا۔ خود (اس دور کی دو بڑی عالمی طاقتوں) روم و ایران کے درمیان مسلسل آویزش کا چکر چلتا تھا اور مختلف علاقے کبھی ایک حکومت کے قبضے میں جاتے اور کبھی دوسری سلطنت ان کو نگل لیتی، لیکن ہر بار فاتح قوت عوام کے کسی طبقے کو خوب اچھی طرح پامال کرتی۔ مثلاً رومی حکومت آتی تو آتش کدے کلیسا بن جاتے اور ایرانی راج چھا جاتا تو پھر کلیسا آتش کدے بن جاتے۔ دنیا کے اکثر حصوں میں طوائف الملوکی کا دور دورہ تھا۔‘‘ (۸۶)

چھٹی صدی عیسوی کی ابتدا میں دنیا کے نقشے پر صرف دو ہی طاقتور اور عالمی حکومتیں تھیں۔ مذہبی اعتبار سے روم عیسائیت اور ایران مجوسیت کا نمائندہ تھے۔ اسلام کا جس وقت ظہور ہوا، یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب ایران نے ۶۱۵ء میں بیت المقدس کو فتح کیا تو سینٹ ہلنا اور قسطنطین کے عظیم الشان کنیسوں کو آگ لگا دی ۹۰ ہزار عیسائیوں کو قتل کر دیا۔ ان معبدوں میں موجود قیمتی اشیا کو لوٹ لیا (۸۷) خسرو پرویز نے ایران میں رہنے والے عیسائیوں کو آتش پرستی پر مجبور کیا۔ (۸۸)

ایران کا رویہ اپنی مسیحی رعایا سے ہمیشہ سے ظالمانہ رہا۔ ۳۳۹ء میں شاپور ذوالاکتاف نے بشپ مارشمیوں اور ۱۰۵ دوسرے پادریوں کو قتل کیا اور بہت سے مسیحی کینساؤں اور صومعوں کو منہدم کر دیا۔ (۸۹) بالکل یہی سلوک ہرقل نے ایرانی مجوسیوں کے ساتھ کیا۔ اس نے ایران میں کئی آتش کدوں کو مسمار کر دیا، زرتشت کے وطن ارمیاہ کو نیست و نابود کر دیا اور مجوسی مذہب کو ختم کرنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ جب فتوحات روم کا دائرہ وسیع ہوا تو اتنی کثرت سے ایران سے اسیرانِ جنگ آئے کہ ان کی تعداد چھ کروڑ تک پہنچ گئی۔ (۹۰) اسیرانِ جنگ کو قید کر دینا آگ میں جلا دینا، جانوروں سے لڑا کر پھڑوا دینا، ایک دوسرے کو تلواروں سے کٹوا دینا، اس وقت کے حکمرانوں کا محبوب مشغلہ تھا۔ (۹۱) اسی طرح جب شاپور نے بحرین اور الحساء کو فتح کیا تو تمام عربوں کو گرفتار کر لیا گیا اور ان کے کندھوں میں سوراخ کر کے باندھ دیا گیا۔ اسی وجہ سے یہ شخص شاپور ذوالا

کتاف کے نام سے تاریخ میں مشہور ہوا۔ ان مذکورہ بالا تاریخی شواہد سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ جس وقت اسلام کا ظہور ہو، اس وقت کی متمدن دنیا میں انسانی حقوق نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ بخت نصر عیسائی بادشاہ نے یروشلم کو فتح کرنے کے بعد یہاں کی یہودی رعایا سے بدترین سلوک کیا، اسی طرح یورپی اقوام نے جب مشرق و مغرب میں اپنی فتوحات کو پھیلایا تو وہاں کے عوام کے ساتھ جس طرح پیش آئے اور ان پر جس طرح ظلم و ستم روا رکھا، وہ انسانی تاریخ میں مذہبی تعصب، تنگ نظری اور انتہا پسندی کا سیاہ ترین باب ہے۔ (۹۲)

سرزمین عرب کا قریب ترین ماحول جو حضور ﷺ کا اولین میدانِ کار بنا، اس کا تصور کیجئے تو دل دہل جاتا ہے، عرب پر دورِ وحشت کی تاریک رات چھائی ہوئی تھی، تمدن کی صبح ابھی جلوہ گر نہیں ہوئی تھی اور انسانیت نیند سے بیدار نہ ہو پائی تھی، ہر طرف ایک انتشار تھا، انسانیت کے محسنِ اعظم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عظیم ترین تبدیلی کا پیغام لے کر اٹھتے ہیں اور ایک عظیم انقلاب برپا کر دیتے ہیں۔ "قرآن نے اسے "وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها" (۹۳) "تم آگ کے کنارے تک پہنچ چکے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچالیا" سے تعبیر کیا ہے۔

قرآن کریم نے یہودیوں اور عیسائیوں کا قول نقل کیا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے "ہم خدا کی لاڈلی اور چہیتی اولاد ہیں۔" "وقالت الیهود والنصاری نحن ابناء الله واحبارة" (۹۴) ایک اور موقع پر یہودیوں اور عیسائیوں (جو درحقیقت آسمانی مذاہب ہونے کے دعویدار تھے) کے متعلق قرآن نے ذکر کیا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے، چنانچہ ان کا کہنا تھا: "وقالت الهود لیست النصاری علی شئ ء وقالت النصاری لیست الیهود علی شیء" (۹۵) فراعنۂ مصر اپنے آپ کو سورج دیوتا کا اوتار کہتے تھے، ہندوستان میں سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان موجود تھے۔ شاہانِ ایران جن کا لقب کسریٰ (خسرو) ہوا کرتا تھا، ان کا دعویٰ تھا کہ ان کی رگوں میں خدائی خون ہے، اہلِ ایران انہیں اسی نظر سے دیکھتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ بادشاہوں کے خمیر میں کوئی مقدس آسمانی جز شامل ہے۔ چینی اپنے شہنشاہ کو آسمان کا بیٹا تصور کرتے تھے۔ (۹۶) جب کہ عہدِ جاہلیت کے عربوں کا یہ نظریہ تھا کہ ہم چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد، حرم مکہ کے مجاور و پاسبان، بیت اللہ کے نگہبان اور مکے کے باشندے ہیں، للہذا بنی نوع انسان کا کوئی فرد ہمارا ہم مرتبہ نہیں اور نہ کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں۔ (۹۷)

غرض اس زمانے میں جدھر بھی دیکھو، دنیا میں تباہی اور فتنہ و فساد ہی تھا، کسی جگہ بلند نظرانہ عالی ہمتی اور دردمندانہ انسانیت پروری نظر ہی نہ آتی تھی۔ ضرورت تھی کہ پوری دنیا کو اب جھنجھوڑ کر یاد دلایا جائے کہ وہ سب ایک ہی آدمؑ کی اولاد ہیں۔ (۹۸)

جے ایچ ڈینی سن (J.H.DENISON) رقمطراز ہے: "پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں مہذب دنیا افراتفری

کے دہانے پر کھڑی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چار ہزار سال کی مدت میں جس تہذیب نے بال و پر نکالے تھے، وہ منتشر ہونے والی ہے اور انسان پھر اسی بربریت کی جانب لوٹ جانے والا ہے، جس میں ہر قبیلہ اور فرقہ ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا ہو جائے اور امن و امان معدوم ہو جائے۔(۹۹) قرآنِ کریم نے "ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس" کہہ کر اس عہد میں دنیا کی تمدنی، معاشرتی اور مذہبی حالت کی نشان دہی کی ہے۔(۱۰۰)

عہدِ جاہلیت کا عرب معاشرہ اور مذہبی تعصب و تنگ نظری

اسلام کی آمد اور بعثت نبویؐ کے وقت عرب معاشرہ مذہبی تعصب و تنگ نظری اور انتہا پسندی کا مرکز بنا ہوا تھا۔ چنانچہ عہدِ جاہلیت میں طبقاتی تقسیم، نسلی تفاخر اور نسبی عصبیت انسانی تاریخ کے عروج پر تھی، جہاں تعصب اور تنگ نظری کے نتیجے میں انسانیت کو ناقابلِ عبور خطوط پر تقسیم کر دیا گیا تھا، انسانی عدم مساوات کا یہ نظریہ عملاً مذہبی، معاشرتی اور قانونی معاملات پر بھی لاگو ہوتا تھا۔ مذہبی انتہا پسندی کے حوالے سے مشرکینِ مکہ کا یہ نظریہ تھا کہ چونکہ ہم حضرت ابراہیمؑ کی اولاد، حرم مکہ کے مجاور، بیت اللہ کے نگہبان اور مکے کے باشندے ہیں، لہٰذا بنی نوع انسان کا کوئی فرد ہمارا ہم مرتبہ نہیں اور نہ کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں۔ چنانچہ دورانِ حج ارکان کی ادائیگی کے لیے یہ لوگ عرفات نہیں جاتے تھے، بلکہ مزدلفہ میں ٹھہر کر افاضہ کر لیا کرتے تھے۔(۱۰۱) حج کے بعض مناسک میں قریش عام حجاج سے منفرد اور ممتاز رہتے تھے، وہ عرفات میں عام حجاج کے ساتھ ٹھہرنا ہی باعثِ عار سمجھتے تھے۔(۱۰۲) تعصب و تنگ نظری اور انتہا پسندی کا یہ عالم تھا کہ عرب اپنی بیٹیوں کا نکاح عجمیوں سے نہیں کرتے تھے، اگر کوئی عرب کسی عجمی عورت سے نکاح کر لیتا تو اس سے پیدا ہونے والی اولاد کو کم حیثیت اور کم مرتبہ سمجھا جاتا تھا۔(۱۰۳)

اسلام سے قبل عرب جاہلیت کی انتہا پسندی کا دوسرا رخ یہ ہے کہ اہلِ مکہ کی کوئی مرکزی تنظیم نہ تھی، معمولی بات پر جنگ شروع ہوتی اور نسل در نسل جاری رہتی، ان وحشیانہ جنگوں میں سینکڑوں گھرانے برباد ہو چکے تھے، جو بچہ پیدا ہوتا، وہ ہوش سنبھالتے ہی ''ثار'' یعنی انتقام کا لفظ سنتا، بچے بچے کی زندگی کا نصب العین ابتدائے زندگی سے ''ثار'' انتقام ہوتا۔(۱۰۴)

ایک عرب شاعر نے خوب بلاغت سے بھرے ہوئے کلام میں کہا ہے:

انتختم علينا كلكل الحرب مرة

فنحن نيخرها عليكم بكلكل

یعنی جس طرح تم نے ہمارے اوپر لڑائی کے اونٹ کو بٹھا کر ہمیں چور چور کر دیا تھا، ہم بھی تمہیں پاش پاش کر دیں

گے۔(۱۰۵) عرب جتنے عرصے خون کے انتقام کے درپے رہتے، اپنے لیے شراب پینا حرام سمجھتے تھے۔(۱۰۶) جاہلیت کی جنگوں اور خون ریزیوں کو مورخین ''ایام العرب'' سے موسوم کرتے ہیں جن کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے۔ میدانی نیشاپوری المتوفی ۵۱۸ھ نے ''کتاب الامثال'' میں ان میں سے ۱۳۲ جنگوں کے نام گنانے کے بعد لکھا ہے، یہ فن شمار کا استقصاء نہیں کرسکتا۔(۱۰۷) ڈاکٹر عمر فروخ لکھتے ہیں:''اما عدد ایام العرب فعظیم جدالا یمکن ان یدخل تحت العصر'' (۱۰۸) ''جاہلیت کی جنگیں اتنی زیادہ ہیں کہ جنہیں کسی مخصوص عہد یا زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جاسکتا۔'' اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:''ذلک لان حیلۃ العرب الا قتصادیۃ کانت قائمۃ فی الحقیقۃ علی الغذو، و کان ھذا الغذو متصلاً'' (۱۰۹) اس بنا پر کہ عرب جاہلیت کی اقتصادی زندگی درحقیقت جنگوں کے گرد گھومتی ہے اور یہ جنگیں مسلسل اور بے درپے تھیں۔(۱۱۰)

عرب محقق جرجی زیدان کے مطابق عہد جاہلیت کی خوں ریز، وحشیانہ اور طویل ترین جنگ کی تاریخ چوتھی صدی عیسوی کے کے اواسط سے شروع ہوتی ہے اور رسالت مآب ﷺ کی بعثت چھٹی صدی عیسوی کے اوائل تک جاری رہتی ہے۔(۱۱۱) انسان دشمن جنگوں میں ''حرب بسوس'' اور ''عبس وذبیان'' کو مرکزی حیثیت حاصل رہی، موخرالذکر جنگ مسلسل چالیس برس تک جاری رہی۔ ایک عرب سردار اس کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتا ہے: دونوں قبیلے مٹ گئے، ماؤں نے اپنی اولاد کھو دیں، بچے یتیم ہوگئے، آنسو خشک نہیں ہوتے، لاشیں دفن نہیں کی جاتیں۔(۱۱۲) مردوں کے ہاتھ، پاؤں، کان، ناک وغیرہ کاٹ لیتے تھے۔(۱۱۳) امرؤ القیس نے اپنے والد حجر کے قتل کے انتقام کے جذبے کے تحت قاتلوں کے ناک کان کاٹ ڈالے، اوران کی آنکھوں میں گرم لوہے کی سلائیاں پھروادیں، زرہوں کو آگ میں تپا کر انہیں پہنا دیا۔(۱۱۴)

یہودیت کا انتہا پسندانہ رویہ اور مذہبی تعصب و تنگ نظری

قرآن کریم نے یہودیوں سے کہا:''و لا تکونوا اول کافر بہ'' (۱۱۵) اور سب سے پہلے تم ہی پیغامِ الٰہی کے منکر نہ بنو۔ مگر یہ قوم سخت جان ہونے کے ساتھ ساتھ سخت دل بھی ثابت ہوئی اس نے مختلف زمانوں میں اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا، ان کو تکلیفیں دیں، بلکہ ان کو قتل تک کر ڈالا، حضرت موسیٰؑ اور ان کے عہد کوئی پیغمبر ایسا نہ ہوگا، جس نے ان کی سنگ دلی کا ماتم نہ کیا ہو اور ان کی سرکشی پر ان کے حق میں بددعا نہ کی ہو۔ ان کی انتہا پسندی کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے انبیاءؑ کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ قرآنِ کریم کا بیان ہے:''ویقتلون النبیین بغیر الحق، ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون(۱۱۶) اور وہ ناحق پیغمبروں کو قتل کرتے ہیں، اس لیے کہ وہ نافرمان اور حد سے بڑھنے والے ہیں۔'' سورۂ آلِ

عمران'' میں اس سے بھی بڑھ کر ہر حق کے داعی اور خیر کے مبلغ کے قتل کر دینے کا الزام بھی ان پر بجا ہے: "ان الذین یکفرون بایت اللہ و یقتلون النبیین بغیر حقٍ ویقتلون الذین یامرون بالقسط من الناس فبشرھم بعذاب الیم (۱۱۷) بے شک وہ لوگ جو اللہ کے آیتوں کا انکار کرتے اور پیغمبروں کا ناحق قتل کرتے اور ہر اس شخص کی زندگی کے دشمن بن جاتے ہیں، جو ان کو انصاف اور نیکی کا حکم دیتے ہیں، تو انہیں دردناک عذاب کی خبر دے دیجیے۔

سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران میں یہودیوں کے مذہبی تعصب و تنگ نظری، انتہا پسندی اور ان کے ایک ایک عیب کو کھل کر بیان کیا گیا ہے۔ ان کے مذہبی تعصب، تنگ نظری اور انتہا پسندی کا سب سے دردناک سانحہ وہ ہے، جو اسلام سے ۵۰، ۶۰ برس پہلے یمن میں پیش آیا کہ یہودیوں نے نجران کے عیسائیوں کو گڑھوں میں آگ جلا کر ان میں جھونک دیا۔ قرآنِ کریم نے اس مذہبی انتہا پسندی اور ظلم و تشدد پر مبنی پُر درد داستان کو ان لفظوں میں بیان کیا ہے: "قتل اصحب الا خدود النار ذات الوقود اذھم علیھا قعود وھم علی مایفعلون بالمومنین شھود وما نقموا منھم الا ان یومنوا باللہ العزیز الحمید" (۱۱۸) گڑھے والے لوگ مارے گئے، بھڑکتی آگ کے گڑھے جب وہ ظالم ان کے کنارے بیٹھے ایمان والوں کے ساتھ جو کر رہے تھے، اسے دیکھ رہے تھے، ان کا گناہ یہی تھا کہ وہ غالب اور خوبیوں والے خدا پر ایمان رکھتے تھے۔

بعثتِ نبویؐ کے وقت ان کی انتہا پسندی، اور مذہبی تعصب و تنگ نظری اس درجے عروج پر تھا کہ وہ ایک دوسرے کے وجود تک کو برداشت کرنے کو تیار نہ تھے۔ آپس میں قتل و خوں ریزی کا بازار ان میں گرم تھا۔ ایک طاقت ور قبیلہ دوسرے کم زور قبیلے کو قتل اور بے گھر کر دیتا تھا۔ (۱۱۹)

قرآن کریم نے ان کے متعلق اس طرح بیان کیا: "ثم انتم ھولا تقتلون انفسکم و تخرجون فریقا منکم من دیارھم تظاھرون علیھم بالا ثمِ والعدون" (۱۲۰) پھر تم ہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے اور ایک گروہ کو ان کے گھروں سے نکالتے ہو، ان کے برخلاف گناہ اور ظلم سے مدد کرتے ہو۔ ان تمام باتوں کے باوجود انہیں اپنے اوپر اتنا زعم تھا اور مذہبی انتہا پسندی میں وہ اتنا آگے تھے کہ انبیاء کی اولاد ہونے کے ناطے وہ یہ دعویٰ کیا کرتے تھے کہ: "نحن انبیاء اللہ واحبارہ" (۱۲۱) ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پسندیدہ ہیں۔ ساتھ ہی انہیں دعویٰ بھی تھا کہ: "وقالو الن تمسنا النار الا ایاماً معدودۃ" (۱۲۲) اور انہوں نے کہا کہ ہمیں دوزخ کی آگ ہرگز نہیں چھوئے گی لیکن چند روز۔ علاوہ ازیں ''تورات'' میں مذہبی انتہا پسندی کے حوالے سے جو تعلیمات ملتی ہیں، وہ درج ذیل ہیں: (۱۲۳) ان قوموں کے شہروں میں جنہیں خداوند تیرا خدا تیری میراث کر دیتا ہے۔ کسی چیز کو جو سانس لیتی ہو، جیتا نہ چھوڑیو۔ (۱۲۴) ان پر رحم مت کر، بلکہ مرد اور عورت اور ننھے بچے اور شیر خوار، بیل، بھیڑ اور اونٹ اور گدھے تک سب کو قتل کر۔ (۱۲۵)

عیسائیت کا انتہا پسندانہ رویہ اور مذہبی تعصب و تنگ نظری

بعثتِ نبویؐ کے وقت عیسائی مختلف فرقوں اور گرہوں میں تقسیم تھے، چنانچہ پانچویں صدی عیسوی کے اوائل میں خوذ عیسائیوں کے دو گروہوں کے درمیان ایک عظیم مذہبی جنگ چھڑی جس میں ۶۵۰۰۰ عیسائیوں کو جلاوطن ہونا پڑا۔ اس جنگ کے علاوہ ہمہ وقت ہر فریق دوسرے فریق کے خون کا پیاسا رہا کرتا اور بار بار معمولی باتوں پر کشت و خون کی نوبت آجاتی، پادریوں نے اپنے مذہبی منصب کو حصولِ جاہ کا ایک ذریعہ قرار دے دیا تھا۔ علامہ شبلی نعمانی کے بقول عیسائی پادریوں کے اسقفِ اعظم سینٹ سرل نے مذہبی تعصب و تنگ نظری اور انتہا پسندی کے نتیجے میں جو سفاکیاں کی ہیں، ان کی تفصیل کے لیے پوری ایک کتاب درکار ہے۔ ایک مرتبہ اس نے اپنے مُریدوں کو ہمراہ لے کر غیر مسلح یہودیوں پر حملہ کیا اور ان سب کو جلاوطن کر دیا۔ ان کی عبادت گاہیں زمیں بوس کر دی گئیں۔ یہ واقعات ایسے ہیں جن کے ذکر سے آج بھی قلم لرزتا ہے، مگر عیسائی مذہب کے علمبرداروں کے یہ سب سے روشن کارنامے ہیں۔ (۱۲۶)

یہی حالت ان تمام ملکوں کی تھی، جہاں رومیوں کے زیر سایہ عیسوی مذہب پھیلا تھا۔ یعقوبی، نسطوری اور دیگر عیسائی فرقے جو سرکاری عیسوی مذہب سے الگ تھے، وہ دور دراز علاقوں میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور تھے۔ (۱۲۷)

پانچویں صدی عیسوی میں چرچ کا مشن تھا کہ جہاں جہاں اس کے پاس سیاسی قوت موجود ہے، یعنی مغرب اور مشرق دونوں جگہ وہاں دوسرے مذاہب اور عقائد کا خاتمہ کر دیا جائے۔ ۴۵۳ء میں ایک قانون کے تحت جو لوگ عیسائی نہیں تھے، ان کی اور منحرفین کی جائیدادیں ضبط کر لی گئیں، سزاؤں میں موت کی سزا تجویز ہوئی کہ جس میں انہیں مصلوب کیا جاتا تھا، یا جانوروں کے آگے ڈال دیا جاتا تھا۔ (۱۲۸) جسٹینین کے عہد میں انتہا پسندی کا یہ عالم تھا کہ اپنے عقیدے کے مخالفین کو مار ڈالنا کوئی جرم نہیں سمجھا جاتا تھا۔ (۱۲۹)

قسطنطینِ اعظم نے جب عیسائیت کو قبول کیا اور مسیحیت ایک مملکت کا مذہب بن گیا تو نتیجہ یہ نکلا کہ مسیحی شمشیر زنوں کے سامنے کوئی اخلاقی حد قائم نہ رہ سکی۔ مسیحیت تلوار کے زور سے پھیلتی گئی انسانی خون سے خدا کی زمین رنگین ہوگئی اور شر انگیزی و فتنہ پردازی، خوں ریزی و غارت گری ہمیشہ کے لیے عیسائیت میں آئینِ حیات بن گئی۔ ۶۳۰ء میں ہرقل (HERACLIUS) نے عیسائی پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کے ایما پر یہودیوں سے انتقامی جذبے کے تحت بدترین انتقام لیا اور یہودی مفتوحین کا اس طرح قتل عام کیا کہ رومی مملکت میں صرف وہ یہودی بچ سکے جو ملک چھوڑ کر چلے گئے یا کہیں چھپے رہے۔ (۱۳۰) ۶۱۰ء میں شہنشاہ فوقاس (PHOCAS) نے یہودیوں کی سرکوبی کے لیے انطاکیہ میں مشہور فوجی افسر ابنوسوس

(BONOSUS) کو بھیجا، اس نے پوری یہودی آبادی کا اس طرح خاتمہ کیا کہ ہزاروں کو تلوار سے، سینکڑوں کو دریا میں غرق کر کے، آگ میں جلا کر اور درندوں کے سامنے ڈال کر ہلاک کر دیا۔(۱۳۱)

غیر الہامی مذاہب: ہندومت کا مذہبی انتہا پسندانہ رویہ اور مذہبی تعصب و تنگ نظری

ہندومت کی مذہبی تعلیمات کی بنیاد "وید" اپنے مخالفین اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی تعلیم دیتی ہیں۔ چنانچہ ہندوؤں کی مقدس کتاب "یجر وید" کی تعلیم کا خلاصہ سوامی دیانند کے الفاظ میں یہ ہے: ☆ دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو۔(۱۳۲) ☆ اپنے مخالفوں کو درندوں سے پھڑوا ڈالو۔(۱۳۳) ☆ جس طرح بلی چوہے کو تڑپا کر مارتی ہے، اس طرح ان کو تڑپا کر مارو۔ ان کی گردنیں کاٹ دو۔ مخالفوں کا جوڑ جوڑ اور بند بند کاٹ دیا جائے۔(۱۳۴)
ہندومت دیگر مذاہب سے کس قسم کا رویہ اپنانے کی تعلیم دیتا ہے اور ان کے دھرم میں دیگر مذاہب کے حوالے سے مذہبی انتہا پسندی کا کیا نظریہ ہے، ملاحظہ کیجیے!(۱۳۵) "منوشاستر ہندوؤں کی مذہبی اور قانونی دستاویز ہے، جسے درجۂ استناد حاصل ہے، اس میں تحریر ہے: "قادرِ مطلق نے دنیا کی بہبود کے لیے برہمن کو اپنے منہ سے، کھشتری کو اپنے بازوؤں سے، ویش کو اپنی رانوں سے اور شودر کو اپنے پیروں سے پیدا کیا ہے۔(۱۳۲) چنانچہ طے پایا کہ اگر کوئی شودر "وید" پڑھے تو اس کی زبان کاٹ ڈالی جائے گی، اگر وہ منتروں کو سن لے تو اس کے کانوں میں سیسہ پگھلا کر ڈالا جائے، اگر کوئی شودر منتروں کو زبانی یاد کر لے تو اسے مار مار کر اس کے ٹکڑے کر دیے جائیں۔(۱۳۷)

بدھ مت کا مذہبی تعصب و تنگ نظری

بدھ مت کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ رہبانیت، تجرد، نفس کشی اور ترکِ دنیا کو اختیار کیا جائے۔ وہ زندگی کے محض تاریک پہلو ہی پر اپنی نظر مرکوز رکھتے ہیں۔ بدھ مت کے بانی گوتم بدھ نے اپنے پیروکاروں کو یہ فلسفۂ حیات دیا کہ زندگی مصیبت ہے اور خواہش اس مصیبت کا سبب ہے۔ لہٰذا "نروان" یا نجات کا راز فنا، ترکِ دنیا اور رہبانیت میں مضمر ہے۔ جس کے لیے خواہش احساس اور شعور کو پوری طرح مٹا دینا ضروری ہے۔(۱۳۸) اس تعلیم سے واضح ہے کہ بدھ زندگی کے مسائل کا مردانہ وار مقابلہ نہیں کرنا چاہتے، کشمکش اور انقلاب سے نہیں گزرنا چاہتے، انسانی زندگی کے لیے کوئی اعلیٰ نصب العین مقرر کر کے اس کی خاطر کاوش اور جدوجہد کو اپنا شعار نہیں بنانا چاہتے۔(۱۳۹)

بدھ مت میں غلو اور انتہا پسندی ہے جو رہبانیت اور تجرد کی تعلیم دیتی ہے، اور یہ عمل درحقیقت فطرت کی تعلیمات سے انحراف اور اعلانِ بغاوت ہے۔ لہٰذا جو مذہب ان جذبات کو فنا کرنے کی تعلیم دے، وہ فطری مذہب نہیں ہو سکتا۔

زرتشت مذہب کا مذہبی تعصب و تنگ نظری

روایات کے مطابق زرتشتی مذہب کے بانی زرتشت نے جوانی کی عمر میں قدم رکھتے ہی اپنے آپ کو خدمتِ خلق کے لیے وقف کر دیا تھا۔ مصیبت زدہ اور مفلوک الحال طبقے کی خدمت ہی ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ وہ زندگی بھر امن اور انسان دوستی کی تعلیم دیتے رہے، تاہم بعدازاں ان کے پیروکاروں نے جن کی اکثریت ایران (فارس) میں مقیم تھی، مذہبی انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے زیرِ قبضہ عیسائیوں اور پر بدترین مظالم ڈھائے۔ خسرو پرویز نے اپنی پے در پے فتوحات کے باعث مغرور ہو کر عیسائیت کے خلاف مقدس جنگ کا اعلان کیا۔ چھبیس ہزار یہودی اس کی فوج میں شامل ہو گئے۔ ۶۱۴ء میں ایران اور یہودیوں کے متحدہ لشکر نے یروشلم پر حملہ کر دیا اور نوے ہزار عیسائیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ پورے شہر کو بڑی بے دردی سے لوٹا، یروشلم کے بہت سے کلیسا جن میں "کلیسۃ القیامہ" بھی شامل تھا، ان کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا گیا اور وہ اصل صلیب جو عیسائی دنیا کی مقدس ترین ہے، ایرانی اسے بھی اٹھا کر اپنے ساتھ لے گئے۔ (۱۴۰)

بعدازاں زرتشت کے پیروکاروں کی جانب سے تاریخ کے مختلف ادوار میں عیسائیوں کو بے دریغ قتل کیا جاتا رہا۔ ان کے کلیساؤں کو تباہ و برباد کیا جاتا رہا۔ راہب مردوں اور راہبہ عورتوں کو خصوصیت کے ساتھ اذیت ناک سزائیں دی جاتیں۔ (۱۴۱) جو لوگ عیسائیت قبول کرتے، ان پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی جاتی اور انہیں ایسی سنگین نوعیت کی سزائیں دی جاتیں، جن کے ذکر سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، کبھی کانوں اور آنکھوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جاتا تھا اور کبھی زبان کھینچ کر نکال لی جاتی تھی، بعض اوقات پیشانی سے تھوڑی تک چہرے کی کھال اتار لی جاتی تھی۔ ان کی آنکھیں اور باقی جسم میں سلاخیں چبھوئی جاتی تھیں۔ (۱۴۲)

احترامِ آدمیت اور انسانی مساوات کا اسلامی تصور

عالمی انسانی برادری کے قیام اور بین المذاہب اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی اور انسانی تمدن کی بنیاد جس قانون پر قائم ہے، اس کی پہلی دفعہ یہ ہے کہ انسان کی جان اور اس کا خون محترم ہے، تمام انسان آدم کی اولاد ہیں۔ رنگ و نسل کی تفریق بے معنیٰ ہے کالے اور گورے کا فرق کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں رکھتا۔ سب انسانیت کے رشتے میں منسلک ہیں۔ اس لحاظ سے انسان کے تمدنی حقوق میں اولین حق زندہ رہنے کا حق ہے اور اس کے تمدنی فرائض میں اولین فرض زندہ رہنے دینے کا فرض ہے۔ اس حوالے سے اسلام نے مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق روا نہیں رکھی۔ قرآن کریم نے پوری انسانی برادری کے ہر فرد کے اس حق کو تسلیم کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: من قتل نفساً...... احیا الناس جمیعا (۱۴۳) جو کوئی کسی کی جان لے بغیر اس

کے کہ اس نے کسی کی جان لی ہو، یا زمین میں فساد کیا ہو، تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا اور جس نے کسی کی جان بچائی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو بچایا۔ ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرمایا: "لایقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق" (۱۴۴) اور وہ اس جان کو جسے اللہ نے محترم قرار دیا ہے، بغیر حق کے ہلاک نہیں کرتے۔

نبی اکرم ﷺ کی داخلی سیاست کا ایک اہم جزو احترام انسانیت تھا، آپؐ نے ملک کے دفاع اور دین کی سربلندی کے لیے جنگیں ضرور لڑیں، لیکن یہ جنگیں عام جنگوں سے مختلف تھیں۔

ڈاکٹر حمید اللہؒ کے بقول: ''عہد نبویؐ میں دس سال میں دس لاکھ مربع میل کا علاقہ فتح ہوا، جس میں یقیناً ملینوں کی آبادی تھی، اسی طرح روزانہ تقریباً ۲۷۴ میل کے اوسط سے دس سالہ فتوحات کا سلسلہ ہجرت سے وصال تک جاری رہا۔ ان فتوحات میں دشمن کا ماہانہ ایک قتل ہوا، اسلامی فوج کا نقصان اس سے بھی کم ہے۔'' (۱۲۵) قرآن کریم نے احترام آدمیت اور تکریم انسانیت کا اعلان فرمایا: "ولقد کرمنا بنی آدم" (۱۴۶) اور ہم نے اولاد آدم کو عزت و تکریم بخشی ہے۔

اسلام کی رحمت و شفقت اور احترام انسانیت کا دائرہ کسی خاص طبقے اور کسی خاص قوم و ملت تک محدود نہیں، بلکہ پورے عالم انسانیت تک وسیع ہے، اس نے ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ مانا ہے اور تمام مخلوق کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: "الخلق کلھم عیال اللہ فاحب الخلق عنداللہ من احسن الیٰ عیالہ" (۱۴۷) ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ نیکی کرے۔

تمام انسانوں کو انسانیت کے رشتے سے بھائی مانا گیا اور ان کو بھائیوں کی طرح اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے کی تلقین کی گئی۔ فرمایا گیا: "لاتقاطعو او لا تدابرو او لا تباغضو او لا تحاسدو او کونوا عباداللہ اخوانا". ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا کے بندو، بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک موقع پر فرمایا گیا: "ارحمو امن فی الارض یر حمکم من فی السماء" (۱۴۸) تم لوگ زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو، تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے: من لم یرحم الناس لم یرحم اللہ (۱۴۹) جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر خدا بھی رحم نہیں کرتا۔

کوئی مسلمان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک سب کی بھلائی نہ چاہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: "لا یومن احدکم حتیٰ یحب للناس مایحب لنفسہ، وحتیٰ یحب المرا و لا یحبہ الا اللہ" تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک دوسروں کے لیے وہی پسند نہ کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جب آدمی کسی کو

دوست رکھے تو خدا کے لیے دوست رکھے۔ اسلام میں اس قسم کے جتنے اخلاقی احکام ہیں، وہ مذہب وملت کی تخصیص کے بغیر سارے انسانوں کے لیے عام ہیں، اس میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہیں، مثلاً غریبوں کی دستگیری، مظلوموں کی امداد اور اس قبیل کے دوسرے نیک کام کسی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، یہ اور بات ہے کہ اولیت اور ترجیح اپنے اہل مذہب کے غربا اور ناداروں کو حاصل ہوگی کہ چراغ پہلے گھر سے جلتا ہے۔ اس کے متعلق اسلام کے نقطۂ نظر کا اندازہ اس حدیثِ قدسی سے ہوگا کہ: ''رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ عزوجل قیامت میں فرمائے، اے ابنِ آدم، میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، بندہ عرض کرے گا، میں تیری عیادت کس طرح کرتا تو تو خود ساری جہان کا پروردگار ہے، خدا فرمائے گا، کیا تجھے نہیں معلوم تھا کہ میرا افلاں بندہ بیمار پڑا تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس موجود پاتا، اے ابنِ آدم، میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نے نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا، پروردگار تو تو خود رب العالمین ہے، میں تجھے کس طرح کھلاتا، خدا فرمائے گا، میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا، مگر تو نے نہیں پلایا تو اگر پلاتا تو میرے پاس موجود پاتا۔ (۱۵۰)

اسلام کے تصور مساوات کی وسعت

اسلام نے مساوات اور احترامِ انسانیت کا جو تصور پیش کیا ہے، وہ کسی حالات کی پیداوار نہیں ہے۔ بلکہ یہ آزادی و مساوات اور اخوت و بھائی چارے کا ایک عالمگیر پیغام ہے، جو رنگ ونسل، زبان وعلاقائیت اور قومیت و وطنیت کے تمام جھوٹے امتیازات کو مٹا کر پوری انسانی برادری کو ایک خاندان اور ایک کنبہ قرار دیتا ہے۔ اور پوری انسانیت کو آزادی و مساوات کے حقوق عطا کرتے ہوئے انہیں اخوت و بھائی چارے کی ایک لڑی میں پرو دیتا ہے۔

اسلام نے ان اصولوں کی بنیاد پر عملی طور پر ایک عالمگیر برادری کی تشکیل کی۔ جو رنگ ونسل اور زبان وعلاقائیت کی بنیاد پر کی جانے والی ان تمام جھوٹی تفریقات سے بالکل نا آشنا ہے۔ دیکھیے: (۱۵۱) قرآن اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ تمام انسانوں کا اصل (Origin) ایک ہے اور تمام انسان ایک ہی آدمؑ وحواؑ کی اولاد ہیں۔ اس بنا پر انسان اور انسان کے درمیان کسی فرق وامتیاز کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ ارشادِ ربانی ہے: وھو الذی انشاء کم من نفس واحدۃ (۱۵۲) اور وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے۔ ☆ ھو الذی خلقکم من نفس واحدۃ وجعل منھا زوجھا لیسکن الیھا (۱۵۳) وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور بنایا اس سے اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس اسے قرار ملے۔ ☆ خلقکم من نفسٍ واحدۃ ثم جعل منھا زوجھا (۱۵۴) اس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے پھر بنایا اس سے اس کا جوڑا۔

غیر مسلم بھی حسن سلوک کے مستحق ہیں

اسی سلسلے میں اسلام کی فیاضی کا یہ عالم ہے کہ اس نے اس خدمت اور حسنِ سلوک کو اپنوں کے ساتھ خاص نہیں رکھا۔ بلکہ اس کا دائرہ غیروں تک وسیع قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عام حالات میں اس نے غیر مسلموں کے ساتھ بھی حسنِ سلوک سے پیش آنے اور ان کے ساتھ فیاضانہ برتاؤ کرنے کی تلقین کی ہے۔ قرآن صراحت کرتا ہے کہ: "لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلو کم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم ان اللہ یحب المقسطین ٥ انما ینھا کم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھر واعلیٰ اخراجکم ان تولوھم٥" (١٥٥)

یہی نہیں بلکہ اگر غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ دوبدو جنگ کریں اور پھر قیدی بن کران کے پاس آجائیں، تو اس صورت میں بھی اسلام ان کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کرتا ہے۔ نیز دیکھئے: (١٥٦) شیخ سعدیؒ نے اسی تصور کو ان اشعار میں واضح کیا ہے:

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند
چوں بعضے زبعضے اگر کمتر اند
سارے انسان ایک دوسرے کے اعضا ہیں
جس طرح ان میں کوئی چھوٹا عضو ہے اور کوئی بڑا
چوں عضوے بدرد آید آزردگار
دگر عضو ہا را نماند قرار
مگر جس کی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے
تو دوسرے اعضا بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں

اس نے انسانی بھائی چارے کو فروغ دینے اور انسان کو اس صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کے لیے ہر صنف کے حقوق مقرر کیے ہیں، اس نے اس رشتۂ انسانیت کی حفاظت کے لیے ہر شعبۂ زندگی میں مساوات کا درس دیا ہے اور اس کو زیادہ سے زیادہ نشوونما دینے کے لیے اس نے حریت فکر، حریت عقیدہ اور حریت تقریر وتحریر کی ہمت افزائی کی، پھر اس تصور ذہن میں تازہ رکھنے کے لیے اس نے ہمہ گیر نظامِ اخلاق دیا ہے، جو اس کا سب سے موثر داخلی نگران ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس کی بہترین مثال دی۔ آپؐ نے فرمایا کہ: "الناس سواسیة کاسنان المشط الواحد لافضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاسود علیٰ احمرو لا لاحمر علیٰ اسود الا بالتقویٰ" تمام انسان آپس میں کنگھی

کے دندانوں کی طرح برابر ہیں، نہ تو کسی عربی کو عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر فی نفسہ کوئی فضیلت ہے، نہ کسی کالے کو گورے پر اور نہ کسی گورے کو کالے پر کوئی فوقیت ہے، مگر اخلاق وکردار کی پاکیزگی کی وجہ سے فضیلت دی جائے گی۔(۱۵۷)

دین اسلام کی یہ وہ مثالی اور روشن تعلیمات ہیں جو ہر عہد اور ہر زمانے بالخصوص آج کے جدید دور میں انسانی برادری کو قریب تر کرنے، مذہبی تعصب، منافرت، باہمی عداوت کو ختم کرنے، فاصلوں کو کم کرنے مذاہب کو قریب تر کرنے اور عالمی انسانی برادری کے قیام میں بھرپور اور موثر مدد فراہم کرسکتی ہیں۔ یہ وہ مینارۂ نور ہیں جن سے پوری انسانی برادری بلا تفریق مذہب وملت ہدایت اور روشنی حاصل کرسکتی ہے۔ ان تمام تفصیلات کا خلاصہ یہ ہوا کہ: ☆اسلام توحید رسالت، کتاب اور کائنات کا آفاقی تصور دے کر انسان میں ہمہ گیر بین الاقوامی ذہنیت پیدا کرتا ہے۔☆وہ خلافتِ آدم کا تصور دے کر صرف انسان کو انسان سے نہیں، بلکہ پوری کائنات سے ہم آہنگ بناتا ہے اور اس میں اس کی ذمہ داری کو محسوس کراتا ہے۔☆وہ انسانی بھائی چارے کی بنیاد عقل وضمیر کے اشتراک پر نہیں، بلکہ خون کے رشتے پر رکھتا ہے۔☆وہ اس میں مساوات کا جذبہ ابھارتا اور اس کے ذریعے ہر طرح کی نسلی، قومی اور وطنی تنگ نظری کی جڑ کاٹتا ہے۔☆قومی ووطنی تقسیم کو محض ایک عارضی اور تعارف کی حیثیت سے تسلیم کرتا ہے۔☆وہ حقوق شہریت میں کم سے کم پابندی عائد کرتا ہے۔وہ ہر ملک، ملکِ ما است کہ ملک خدائے ما است کا تصور پیش کرتا ہے۔☆مادی معاملات، بین الاقوامی تعلقات اور معاہدات میں خواہ یہ سیاسی ہوں یا معاشی اس صورت کو پسند کرتا ہے جس کی بنیاد اخلاق اور عام خلق خدا کی منفعت پر ہو۔☆وہ ضرورت کے وقت دنیا کے ہر انسان کی بے غرض مدد کرنے کی ترغیب دیتا ہے، خواہ یہ مدد ایک فرد کو دی جائے یا کسی حکومت کو، مسلمان کو دی جائے یا غیر مسلم کو، کالے کو دی جائے یا گورے کو، وہ اس سے مادی منفعت اٹھانے سے نہ صرف منع کرتا ہے بلکہ اس کے اظہار کو بھی ناپسند کرتا ہے، وہ نہ تو کسی طرح کی قومی، وطنی عصبیت کو راہ دیتا ہے اور نہ نسلی برتری، جانبداری یا کسی انسان کی حق تلفی کو گوارا کرتا ہے۔

مذہبی رواداری......اسوۂ نبویؐ اور اسلامی تعلیمات کا امتیازی پہلو

اسلام امن وسلامتی کا داعی، تحمل وبرداشت، عفو ودرگذر، رواداری اور احترام انسانیت کا سب سے عظیم علمبردار ہے۔ اس کی نگاہ میں بنی نوع انسان کا ہر فرد بلا تفریقِ مذہب وملت احترام کا مستحق ہے۔ اسلام ''سلامتی'' اور ایمان ''امن'' سے عبارت ہے۔ اسلام نے دنیا کو امن وسلامتی اور احترام انسانیت کا درس دیا۔ اس پر امن بقائے باہم کے لئے بلا تفریقِ مذہب وملت، ''لکم دینکم ولی دین'' (۱۵۸) کا نظریہ عطا کر کے مذہبی رواداری، غیر جانبداری، اعتدال پسندی اور امن و سلامتی کا فلسفہ عطا کیا۔

اسلام نے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ مسلمانوں کا رب سارے جہانوں کا رب ہے، اس کی بڑی صفت یہ ہے کہ وہ "رحمٰن ورحیم" ہے۔انسانیت کے نام اس کے ابدی اور آفاقی پیغامِ ہدایت، قرآن کریم فرقان حمید کی پہلی سورۃ ہی الحمد للہ...... کے بعد "الرحمٰن الرحیم" کے الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔اس کی تین سو سے زائد آیاتِ مبارکہ میں اللہ کی صفتِ رحمت کا ذکر ہے۔انسانیت کے ہادی اعظم، سید عرب وعجم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے "رحمۃ للعالمین" بنا کر مبعوث فرمایا۔آپؐ کی پوری حیاتِ طیبہ، صبر و برداشت، عفو و درگذر، رواداری، میانہ روی اور اعتدال پسندی سے عبارت ہے۔پیغمبرِ رحمت، محسنِ انسانیتؐ نے یہ پیغام دیا کہ "عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ، عن النبی ﷺ: ان الدین یسر، ولن یشاد الدین احد الا غلبہ، فسددوا وقاربوا وابشروا، واستعینوا بالغدوۃ والروحۃ وشیئی من الدلجۃ".(۱۵۹)

اسلام ایک دین رحمت ہے، اس لیے کہ انسانیت کی تکمیل کے لیے جتنے فضائل اخلاق کی ضرورت ہوسکتی ہے، ان سب کی تعلیم ہمارے رسول اکرم ﷺ نے دی اور ان پر خود عمل کر کے دکھایا، ایمان، تزکیۂ نفس، زہد، تقویٰ، عفت، پاکبازی، دیانت داری، شرم، رحم، عدل، عہد کی پابندی، احسان، عفو درگزر، خوداری، شجاعت، استقامت، حق گوئی، استغنا، محبت اور شفقت وغیرہ کی جو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیمات ہوسکتی ہیں، وہ آپ کے ذریعے ہم کو ملیں اور جتنے رذائل ہوسکتے ہیں ان سب کی مذمت اور ممانعت کی گئی ہے۔ان تعلیمات کے بعد یہ کہنے میں فخر ہوتا ہے کہ اسلام کا رب، رب المسلمین ہی نہیں بلکہ رب لعالمین ہے اور اس کا رسول رحمۃ للمسلمین کے بجائے رحمۃ للعالمین ہے، اگر کوئی اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز کرے تو یا تو اس کا یہ مذہبی تعصب ہے یا اسلام کی تعلیمات سے ناواقفیت اس کے بیچ میں حائل ہے یا وہ غلط رائے قائم کرنے کی منفیانہ ذہنیت میں مبتلا ہے۔

"ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ ہم انسانیت کو سنوارنے کے لیے اس دنیا میں ہیں، ہمارا رب، رب العالمین ہے، اس کا بڑا وصف یہ ہے کہ وہ رحمٰن اور رحمٰن ہے، اس کے کلام کا سرعنوان ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے۔ وہ غفور ہے، تواب ہے، ذوالرحمۃ ہے، خیر الراحمین ہے، کریم ہے، حلیم ہے، حفیظ ہے، ستار ہے، غفار ہے، ذوالجلال ولاکرام ہے، ہم اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے ہیں، تو پھر رحیمی، کریمی، حلیمی اور ستاری سے انحراف کرنا اپنے ایمان میں خلل ڈالنا ہے، ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کے لیے رحمت اس لیے بھی ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمینؐ کے پیرو ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی رسول اکرم ﷺ کو اسلام کا پیام دے کر اس دنیا میں بھیجا تو ارشاد فرمایا: "وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین" (۱۶۰) ہم نے آپؐ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"یاایھا

النبی انا ارسلنک شاھداً و مبشر اونذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہٖ وسراجاً منیرا" (۱۶۱) اے پیغمبرؐ! ہم نے آپ ؐ کو آگاہی دینے والا، نیکوں کو خوشخبری سنانے والا، غافلوں کو ہشیار کرنے والا، خدا کی طرف اس کے حکم سے پکارنے والا، اور ایک روشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا۔

ایک مقام پر فرمایا گیا: "وما ارسلنک الا کافۃ للناس بشیراً ونذیراً" (۱۶۲) ہم نے نہیں بھیجا ہے تم کو اے محمد، لیکن تمام انسانوں کے لیے خوشخبری سنانے اور ہشیار کرنے والا بنا کر۔ جب ہم رحمۃ للعالمینؐ کے پیرو ہونے کے دعوے دار ہیں تو ہمارا مقصد حیات یہ ہونا چاہیے کہ ہم روزمرہ کی زندگی میں تمام انسانوں کو خوشخبری سنائیں، غافلوں کو ہشیار کریں، تاکہ اپنے رسولؐ کے اسوۂ حسنہ کے پابند ہو کر روشن کرنے والا چراغ بن کر رہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ السلام کو یہ حکم دیا: "ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان" (۱۶۳)

بے شک، اللہ سب کے ساتھ عدل، احسان اور سلوک کا حکم دیتا ہے۔ احسن کما احسن اللہ الیک (۱۶۴) تم دوسروں کے ساتھ نیکی کرو، اور بھلائی کرو جیسا کہ اللہ تمہارے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ عدل، احسان، حسنِ سلوک، نیکی اور بھلائی ہماری زندگی کا بھی نصب العین ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ کفر یعنی اس کے وجود سے انکار اور شرک یعنی اس کی ذات میں کسی کی شرکت پسند نہیں کرتا، کافر اور مشرک اس کے باغی ہیں، وہ چاہتا تو کفر اور شرک کا تخیل انسانی ذہن میں پیدا ہونے ہی نہیں دیتا، یا کافروں اور مشرکوں کو صفحۂ ہستی سے ہمیشہ کے لیے مٹا دیتا، مگر دنیا میں برابر کفر بھی رہا اور شرک بھی، کافروں اور مشرکوں کو ہر قسم کا عروج بھی حاصل ہوتا رہا، اللہ تعالیٰ اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے تمام بندوں کو اپنا فرمان بردار اور اطاعت گزار بنا کر ایک مسلک، ایک عقیدہ اور ایک مذہب کا پابند بنا سکتا تھا، مگر اس کا فرمان ہے کہ اس دنیا میں: فمن شاء فلیؤمن ومن شآء فلیکفر (۱۶۵)

جو چاہے ایمان لائے، جو چاہے کفر اختیار کرے۔ ☆ لا اکراہ فی الدین (۱۶۶) دین کے بارے میں کسی قسم کا جبر نہیں ہونا چاہیے۔ اسلام کی یہ روشن تعلیمات ہمیں مذہبی رواداری، مفاہمت، یگانگت کی راہ دکھاتی اور عفو و درگزر کی تعلیم دیتی ہیں۔ یہاں اس حقیقت کا بھی اظہار ضروری ہے کہ عہدِ نبویؐ کے غزوات و سرایا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دفاعی اور عسکری مہمات، جہادی اور جنگی سرگرمیاں حیاتِ طیبہ کا وہ تاریخی موضوع ہے، جس پر مستشرقین اور غیر مسلم حلقوں نے خرافات و اتہامات کا طومار کھڑا کیا ہے، انہوں نے عہدِ نبویؐ کے غزوات و سرایا اور جنگی مہموں کو جبر و تشدد، قتل و غارت گری، لوٹ مار اور نعوذ باللہ ڈاکے سے تعبیر کیا اور اسے اسلام کی اشاعت کا بنیادی سبب قرار دیا۔ انہوں نے اس کے پس پردہ عام تاریخی اسباب و عوامل کو یکسر فراموش کرتے ہوئے اس موضوع کو خوب اچھالا، رنگ آمیزی کی، مبالغہ آرائی سے کام لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ

اطہر پر بے بنیاد اور من گھڑت الزمات عائد کیے۔

عہدِ نبوی ﷺ کے غزوات وسرایا، آپ ﷺ کے دفاعی اور عسکری زندگی اس حوالے سے انتہائی تاریخی اہمیت کی حامل اور حساس موضوع ہے۔غیر مسلم حلقوں کے شکوک وشبہات اور اس حوالے سے اٹھائے گئے بے بنیاد اعتراضات کے جو ابات دینا سیرت نگار کی ایک بنیادی ذمے داری اور دینی فریضہ ہے۔مستشرقین اور دیگر غیر مسلموں حلقوں کے اس حوالے سے کیا احساسات ہیں، اس کا اندازہ ذیل میں نقل کیے گئے چند مستشرقین کے افکار ونظریات اور ان کے خود ساختہ شکوک وشبہات سے لگایا جا سکتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ پر جبر وتشدد، زبردستی، جنگ جوئی اور تلوار کے زور پر اسلام کی اشاعت کے الزام واتہام دھرنے والوں میں مستشرقین کے بد باطن گروہ کے ترجمان اگناز گولڈ زیہر (۱۸۵۰ـ۱۹۲۱ء)IGNAZGOLDHZIHER (۱۶۷) ولیم منٹگمری واٹ (۱۶۸)(۱۹۰۹ـ۱۹۷۹ء)W. MONTGOMERY WATT سر ولیم میور (۱۶۹) (۱۸۱۹ـ۱۹۰۵ء) SIR WILLIAM MUIR سٹینلے لین پول (۱۷۰)(۱۸۵۴ـ۱۹۳۱ء) STANLEY LANE POOLE ڈی ایس مارگولیوتھ (۱۷۱)(۱۸۵۵ـ۱۹۴۰ء)D.S MARGO LIOTH کے نام قابل ذکر ہیں، جو پیغمبر اسلام ﷺ کو (نعوذ باللہ) انسانیت دشمن، تشدد پسند، جنگ جو ثابت کرنے، اسلام کی اشاعت کو جبری تشدد پر مبنی قرار دینے اور جہاد کو قتل وغارت گریُ سے تعبیر کر نے پر اپنی توانائیاں صرف کرتے رہے ہیں۔ذیل میں چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے۔جن سے ان کے افکار ونظریات کے جاننے میں مدد مل سکے گی۔

اگناز گولڈ زیہر(IGNAZ GOLDZIHER)مشہور یہودی مستشرق ہے۔دیگر مستشرقین کی طرح اس کا تعصب، اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ سے دشمنی مخفی نہیں، وہ اپنی زندگی کے طویل عرصے یہودیت کا ترجمان اور نمائندہ رہا، وہ اسلام دشمنی اور علمی بددیانتی کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے۔(دیگر تفصیلات اور گولڈ زیہر کے سوانحی حالات کے متعلق دیکھیے)(۱۷۲)

موصوف پیغمبر اسلام ﷺ کی مدنی زندگی کے متعلق لکھتا ہے:''محمد نے ایک دم اپنا رخ ان اطراف کی طرف کیا، جن کا تعلق دنیا سے تھا۔۔۔چنانچہ وہ تلوار لے کر وارد ہوئے۔۔۔انہوں نے جنگ کا بگل بجایا اور اپنی حکومت قائم کرنے کے لیے ان کی تلوار سے خون ٹپکنے لگا''۔(۱۷۳) وہ مزید لکھتا ہے:''اپنے مشن کی نمایاں کامیابی جس نے سرزمین عرب کی سیاسی فضا کو یکدم بدل ڈالا اور جس سلسلے میں انہوں نے لیڈر اور رہنما کا کردار ادا کیا(۱۷۴)۔

ایک اور مستشرق ولیم منٹگمری واٹ (W.MONTGOMERYWATT) ایک ایسا مصنف ہے جو واقعات کو مسخ کر کے پیش کرتا ہے وہ پیغمبر اسلام کی ہجرت مدینہ کے بعد مدنی زندگی اور جہاد کو لوٹ مار اور غارت گری سے تعبیر کرتا ہے(۱۷۵)

ولیم میور (WILLIAM MUIR) نامور متعصب عیسائی مستشرق ہے۔ ایک موقع پر وہ اسلام اور عیسائیت کی اخلاقیات کا تقابلی جائزہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے: ''ہجرت سے پہلے محمد ﷺ ببانگ دہل کہتے تھے کہ مذہب میں کوئی جبر نہیں، لیکن جوں ہی انہوں نے قوت حاصل کی، تو انہوں نے تلوار نکالی جسے پھر واپس نیام میں نہیں رکھا اور ان کے پیروکار انہی کے نقش قدم پر چلتے رہے۔'' (۱۷۶)

برطانوی اسکالر سٹینلے لین پول بھی اسلام اور پیغمبر اسلام دشمنی میں مستشرقین سے کم نہیں، وہ ان ہی کی روایتی اور اندھی پیروی کرتے ہوئے اسی خودساختہ نظریے کو اس طرح بیان کرتا ہے: ''اسلام نے اس وقت مستقل اور عالمگیر دین کی حیثیت اختیار کی، جب اس نے زرہ پہنی اور جنگجو دین بنا''۔

''انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کا مقالہ نگار مشہور مستشرق ڈی ایس مارگولیوتھ (MARGOLIOUTH.D.S) دین اسلام کو دین حرب قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے: ''اسلام ہجرت کے آٹھویں سال سے تلوار کے زور سے پھیلایا گیا۔'' (۱۷۸)

لبنانی مستشرق فلپ کے۔ حتی (PHILIP K. HITTI) اسلام کو دین حرب قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے: ''اسلام نے ثابت کر دکھایا کہ جسے دنیا تسلیم کرتی آئی ہے، یہ ایک جنگجویانہ سیاست پر مبنی دین ہے۔'' (۱۷۹) رواداری اور سیکولرازم کا پرچار کرنے والی نام نہاد مہذب دنیا کی قائد ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی اعلیٰ ترین عدالت ''سپریم کورٹ'' میں تاریخ عالم کی عظیم ترین قانون دہندہ ہستیوں کو ایک تصویر میں دکھایا گیا ہے۔ اس تصویر میں جو پتھر پر نقش ہے، پیغمبر اسلام ﷺ کو ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار پکڑے دکھایا گیا ہے، جو اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں مغرب کی مسیحی دنیا کے اس خودساختہ اور من گھڑت تصویر کی مظہر ہے کہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ روادار فاتح نہ تھے۔ (۱۸۰)

مستشرقین کے اس فکری اور تاریخی نظریے اور تعصب کا پس منظر کیا ہے؟ اس کی وضاحت خود ان کی اپنی تحریروں میں بھی نظر آتی ہے۔ گویا تمام تر تلبیس اور تعصب کے باوجود حق اور سچ چھپ نہ سکا۔ اس ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف مغربی دنیا کے دریدہ دہن مستشرق ڈبلیو منٹگمری واٹ (WATT.T.W.MONTGOMERY) کو بھی ہے، وہ رقمطراز ہے: ''مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں جس کی جڑیں قرون وسطیٰ کے جنگی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔ اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہیے۔ تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن سمجھنا شروع کیا، جو عسکری اور روحانی دونوں حلقہ اثر میں اس کے لیے خطرہ تھا۔ اس مہلک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لے اپنے دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے پیش کیا۔۔۔ وہ مزید لکھتا ہے: بارہویں اور تیرویں صدی عیسوی میں تراشا گیا اسلام کا تصور اہل یورپ کی فکر اور سوچ پر غالب رہا ہے۔ (۱۸۱)

ڈاکٹر واٹ (WATT)"MUHAMMAD AT MECCA" میں لکھتا ہے: ''تاریخ کی عظیم ترین شخصیات میں سے مغرب میں محمد ﷺ کی سب کم پذیرائی ہوئی ہے۔ مغربی مصنفین محمد ﷺ کے بارے میں بدترین چیز پر یقین کرنے کو تیار رہتے ہیں، اور جہاں کہیں انہیں اپنے کسی فعل کی قابل اعتراض توضیح ممکن دکھائی دی، فوراً اسے حقیقت ماننے پر آمادہ ہو گئے۔ (۱۸۲)

مستشرقین کے اس تمام تر منفی اور باطل پروپیگنڈے کی تردید قرآن وسنت، عہدی نبوی ﷺ، عہد خلافت راشدہ اور اسلام کی عسکری تاریخ سے ہوتی ہے۔ ان کا یہ پروپیگنڈہ باطل اور بے بنیاد ہے، اس کی کوئی تاریخی حقیقت نہیں، یہ وہ اعتراض ہے جس کا جواب خوش قسمتی سے خود مستشرقین اور منصف مزاج غیر مسلموں کی کتب میں بھی ملتا ہے۔ چنانچہ معروف مستشرق (T.W.ARNOLD) کی تاریخ ''THE PREACHING OF ISLAM'' اس منفی پروپیگنڈے کا مسکت جواب ہے۔ موصوف نے اپنی اس کتاب میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے کہ اسلام ایک تبلیغی اور دعوتی مذہب ہے، نیز اس کی عالم گیر اشاعت میں جبر وتشدد اور تلوار کا کردار نہیں۔ اسلام نے اپنی تعلیمات، اثر انگیزی اور تبلیغ کی بدولت لوگوں کے قلوب کو فتح کیا اور یوں اسلام کی تبلیغ واشاعت کی راہیں ہموار ہوئیں۔

قرآن حکیم نے انتہائی واضح الفاظ میں مسلمانوں کو حکم دیا: ''**لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی**'' (۱۸۳) دین میں کوئی (جبر) زبردستی نہیں، بے شک واضح ہوگئی ہے ہدایت گمراہی سے۔ ایک اور موقع پر فرمایا گیا: **فذکر انما انت مذکر لست علیھم بمصیطر** (۱۸۴) ہاں آپ ﷺ انہیں سمجھاتے رہا کریں، آپ کا کام تو سمجھانا ہی ہے، آپ ﷺ ان کو جبر سے منوانے والے تو نہیں ہیں۔

ان آیاتِ مبارکہ سے اس امر کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ اسلام میں دین کی تبلیغ واشاعت کے لیے جبر وتشدد کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسلام اس کی صریح نفی کرتا ہے، یہ اس حوالے سے اسلام کی جامع پالیسی ہے اور یہی درحقیقت مستشرقین اور دیگر غیر مسلم حلقوں کے بے بنیاد اعتراضات وشبہات کا علمی اور مدلل جواب ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ اس حقیقت کا ثبوت بعض مستشرقین اور منصف مزاج غیر مسلم دانشوروں کی کتابوں میں بھی ملتا ہے۔

چنانچہ برطانیہ کی مشہور مصنفہ کارین آرم اسٹرانگ (KAREN ARMSTRONG) سیرت طیبہ پر اپنی کتاب "Muhammad A Western Attemp to Understanding Islam" میں رقمطراز ہے: ..... "Muhammad

Founded a religion and ■ tradition that was not based cultural on the sword despite the western myth and whose name Islam, signifies peace and reconciliation" (P-266)

''محمدؐ ایک ایسے مذہب اور تہذیب کے بانی تھے جس کی بنیاد تلوار (جبر وتشدد) پر نہ تھی۔ مغربی پروپیگنڈے اور افسانے کے

باوجود اسلام کا نام امن (رواداری) اور صلح کا مفہوم رکھنے والا ہے۔"

رواداری، تحمل و برداشت اور حلم و بردباری اسلامی تعلیمات کا امتیازی پہلو ہے۔ قرآن و سنت میں اس حوالے سے جابجا ارشادات ملتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ، ابن عمرؓ، حضرت جاریہ بن قدامہؓ، حضرت ابوالدرداؓ وغیرہ متعدد صحابہ کرامؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول ﷺ سے عرض کیا، یارسول ﷺ مجھے کوئی نصیحت کیجیے، ارشاد ہوا غصہ نہ کیا کرو، برداشت سے کام لو، انہیں یہ معمولی بات معلوم ہوئی تو دوبارہ، پھر سہ بارسوال کیا تو آپ ﷺ نے ہر دفعہ فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو (۱۸۵) قرآن کریم میں رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے فرمایا گیا: "فاصبر کما صبر او لو العزم من الرسل" اور برداشت کیجیے، جس طرح ہمت اور عظم والے پیغمبروں نے برداشت کیا۔ ایک اور موقع پر فرمایا گیا: "ولمن صبر و غفران ذلک لمن عزم الامور (۱۸۷) اور البتہ جس نے برداشت کیا اور معاف کیا، تو وہ بے شک ہمت کے کام ہیں۔ (۱۸۸)

"حلم و بردباری" کا مفہوم یہ ہے کہ انتقام کی قدرت کے باوجود کسی ناگوار یا اشتعال انگیز بات کو برداشت کرلیا جائے اور زیادتی کرنے والے کو کوئی سزا نہ دی جائے، یہ صفت خداوندی ہے، جو قدرت کے باوجود انسانوں کی برائیوں کو نظر انداز کرتا ہے اہل ایمان سے بھی اس کا تقاضا کیا گیا ہے کہ وہ بھی حلم و بردباری کو اپنائیں۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "من کظم غیظا وھویستطیع ان ینفذہ دعاہ اللہ یوم القیامۃ علی رئوس الخلائق حتی یخیرہ فی ای الحور شاء" (۱۸۹) جو شخص قدرت کے باوجود غصے کو ضبط کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن سب کے سامنے بلاکر انعام کا مستحق قرار ٹھہرائے گا۔

تحمل و برداشت اور حلم و بردباری اسوۂ نبوی کا امتیازی پہلو ہے اور اسوۂ نبوی ہمارے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔ اور اس کی پیروی ہی ہمارے تمام مسائل کا حل اور کامیابی کی ضمانت ہے۔ اسلام زندگی کے ہر موڑ پر عفو درگزر کی تعلیم اور امن و سلامتی کا پیغام دیتا ہے انتہا پسندی کا کوئی رویہ بھی اسلام میں قابل قبول نہیں، عفو درگزر، تحمل برداشت اور رواداری کی بار بار تعلیم دے کر اسلام نے یہ ثابت کیا کہ وہ امن و سلامتی کا دین اور احترام انسانیت کا علمبردار ہے۔"

علامہ شبلی نعمانیؒ کیا خوب لکھتے ہیں: انسان کے ذخیرہ اخلاق میں سب سے زیادہ کم یاب، نادرالوجود شے دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو درگزر ہے لیکن حامل وحی نبوت ﷺ کی ذاتِ اقدس میں یہ جنس فراواں تھی، آپ ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ (۱۹۰)

عفو درگزر اور اسلام کے پیغام امن و سلامتی کا تاریخ ساز مظہر رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کا اہم موقع "فتح مکہ" ہے۔ جس کی مثال فتوحات کی پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔ آپ ﷺ کا اسوہ حسنہ عفو درگزر کا عملی نمونہ ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن و سنت کی ان تعلیمات کو عام کیا جائے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں: "عہد نبویؐ اور خلافت

راشدہ کے بارے میں حتمی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ کسی کو جبر کے ساتھ کبھی مسلمان نہیں بنایا گیا۔ غیر مسلموں کے ساتھ کیا برتاؤ کرنا چاہیے؟ قرآن میں یہ عجیب و غریب اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خود مختاری دی جائے، حتیٰ کہ نہ صرف عقائد کی آزادی ہو اور وہ اپنی عبادات اپنے طرز پر کر سکیں، بلکہ اپنے ہی قانون، اپنے ہی ججوں کے ذریعے اپنے مقدمات کا فیصلہ بھی کرائیں۔ کامل داخلی خود مختاری کا قرآن کی کئی آیات میں ذکر ہے۔ ان احکامات کے تحت عہدِ نبویؐ ہی میں قومی خود مختاری ساری آبادی کے ہر گروہ کو مل گئی تھی، جس طرح مسلمان اپنے دین، عبادات، قانونی معاملات اور دیگر امور میں مکمل طور پر آزاد تھے، اسی طرح دوسری ملت کے افراد کو بھی کامل آزادی حاصل تھی۔ (۱۹۱)

محسنِ انسانیت ﷺ اور مذہبی رواداری

صبر و برداشت اور تحمل رواداری اسوۂ نبویؐ کا خصوصی امتیاز ہے، عفو و درگزر اور صبر و برداشت کے مثالی پیکر، پیغمبرِ رحمت ﷺ کے متعلق قرآنِ کریم نے شہادت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "**فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا انفضوا من حولك**" (۱۹۲) تو اللہ کی رحمت کے سبب تم ان کے لیے نرم دل ہوئے اور اگر تم مزاج کے اکھڑ اور دل کے سخت ہوتے تو یہ لوگ تمہارے پاس سے تتر بتر ہو گئے ہوتے۔ (۱۹۳) چنانچہ رحمتِ عالم، حضرت محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں رافت و رحمت، صبر و برداشت اور تحمل و رواداری کا وصف سب سے نمایاں طور پر ودیعت کیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اسے خاص اپنی رحمت کا نتیجہ قرار دیا۔ علاوہ ازیں قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر خود رسولِ اکرمؐ جو پیکرِ عفو و درگزر اور صبر و برداشت کا عملی نمونہ تھے، آپؐ کو صبر و برداشت کا حکم ہوا۔ (۱۹۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ کے متعلق دربارِ خداوندی سے ارشاد فرمایا گیا:

"**انت عبدی ورسولی، سميتك المتوكل، ليس بفظ ولا غيظ ولا سخاب الاسواق، ولا يدمغ السيئة بالسية ولكن يعفوا ويصفح، ولن يقبضه الله حتىٰ يقيم به الملة العوجاء بان يقول لا اله الا الله فيفتح بها اعيناً واذناً صماً وقلوباً غلفاً**". (۱۹۵)

تو میرا بندہ اور میرا رسول ہے، میں نے تیرا نام متوکل رکھا ہے، رسول اللہؐ نہ سخت کلام ہیں، نہ سخت طبیعت۔ نہ بازار میں شور کرنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں، وہ معاف کرتے اور درگزر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز اس دنیا سے نہیں اٹھائے گا، جب تک کہ وہ ٹیڑھی قوم کو سیدھا نہیں کر دیں گے کہ وہ دل سے "لا الہ الا اللہ" کہنے لگیں، تا کہ ان کی بند آنکھیں، بہرے کان، اور پردہ پڑے ہوئے دل کھل جائیں۔

مشرکینِ مکہ، منافقین اور یہودِ مدینہ نے آپ کو جیسا کچھ ستایا اور تکالیف پہنچائیں، ان کا اندازہ آپؐ کے حسب ذیل بیان سے کیا جاسکتا ہے: "لقد اوذيت في الله وما يوذى احد". (١٩٦) مجھے اللہ کے راستے میں ایسا ستایا گیا ہے کہ (انبیاء میں) کوئی نہیں ستایا گیا۔ ہند بن ابی ہالہؓ جو پیغمبرِ رحمتؐ کے آغوش پروردہ تھے، اپنی معرفت اور طویل مشاہدے کی بنیاد پر آپؐ کی شخصیت کا تعارف ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں: "آپ نرم خو تھے، سخت مزاج نہ تھے،...... ذاتی معاملات میں آپ کو نہ کبھی غصہ آیا اور نہ آپؐ نے کسی سے انتقام لیا۔" (١٩٧) رسولِ اکرم کا ارشادِ گرامی ہے: "من كظم غيظاً وهو يستطيع ان ينفذه دعاه الله يوم القيامة علىٰ رئوس الخلائق حتىٰ يخيره في اى الحور شاء." (١٩٨)
جو شخص قدرت کے باوجود غصے کو ضبط کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کے سامنے بلا کر اسے انعام سے نوازے گا۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے رحمتِ عالم، محسنِ انسانیت ﷺ کے صبر و برداشت، حلم و بردباری اور تحمل و رواداری کے متعلق کیا خوب لکھا ہے: "مظلومی میں صبر، مقابلے میں عزم، معاملے میں راست بازی اور طاقت و اختیار میں عفو و درگزر، برداشت و رواداری، تاریخِ انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے۔ (١٩٩)

حقیقت یہ ہے کہ دورِ حاضر میں تعصب و تنگ نظری کے رجحان کے خاتمے کے لیے اسوۂ نبویؐ کے اس پہلو پر عمل ہی درحقیقت مذہبی رواداری، اتحاد و یگانگت کے فروغ اور پُرامن معاشرے کے قیام کی یقینی ضمانت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مذہبی رواداری کی محض تلقین ہی نہیں فرمائی بلکہ اسے قانون اور اسلامی مملکت کے دستور کے جزو لاینفک کے طور پر متشکل فرمادیا، تمام مفتوحہ قوموں اور غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ مذہبی رواداری کے ساتھ ساتھ انہیں مذہبی آزادی کی ضمانت فراہم کی گئی، ان کے جان و مال، عزت و آبرو اور عقیدہ و مذہب کا جس قدر تحفظ کیا گیا، تاریخ عالم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ عراق کے مشہور فاضل ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے اسلامی مملکت میں ذمیوں (اسلامی مملکت کے غیر مسلم باشندوں) کے احکام پر ایک مبسوط اور تحقیقی کتاب "احكام الذميين في الاسلام" لکھی ہے، جس میں فقہ ائمہ اربعہ (چاروں دبستان فقہ) اور عہد بہ عہد کے فقہی ارتقا کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ غیر مسلموں کا پرسنل لاء مسلمانوں کے ہر دورِ حکومت میں محفوظ رہا ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: "لا نتعرض لهم في عقائد هم فحرية العقيدة حق مضمون للذمي" (٢٠٠) ہم ان کے مذہبی معاملات اور عقائد میں مداخلت نہیں کریں گے، اس لئے کہ مذہبی آزادی اہل ذمہ کا وہ حق ہے، جس کی تعلیمات نبویؐ میں یقینی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔

ڈاکٹر محمد حمید لکھتے ہیں: "قرآن مجید میں اصول ملتا ہے کہ ہر مذہبی کمیونٹی کو کامل داخلی خودمختاری دی جائے۔ (٢٠١) قرآن نے دعوت دی: تمام مذاہب کے پیروؤں میں باہمی احترام و رواداری کا جذبہ پیدا کرنا اور فروع کو چھوڑ کر معقول اصول پر

سب کو ایک ہو جانے کی دعوت ہی اسلامی پیغام تھا۔(۲۰۲) ہادی اعظم ﷺ کی یہ تعلیم آج بھی عصبیتوں سے بھری دنیا کے لئے سنجیدہ غور و فکر اور انسانیت سوز برادر کشیوں کے انسداد کا سامان مہیا کرتی ہے۔(۲۰۳)

جان بیگٹ (JOHN BAGOT) العمروف جنرل گلپ پاشا فوجی جنرل کی حیثیت سے طویل عرصہ تک عرب ممالک میں رہے ہیں اس دوران انہیں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں واضح حقائق جاننے کا موقع فراہم ہوا، تب انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی سیرتِ طیبہ پر (The Life and Times of Muhammad) نامی کتاب لکھی۔ مذکورہ کتاب میں ایک موقع پر موصوف ''اسلام اور رواداری'' کے عنوان سے رقمطراز ہیں: قرآن اور احادیث میں عیسائیوں اور یہودیوں کے لئے یہ ضروری قرار نہیں دیا گیا کہ وہ اسلامی قانون پر عمل پیرا ہوں۔ عیسائیوں اور یہودیوں کو جبراً مسلمان بنانے سے احتراز کیا گیا۔(۲۰۴)

نامور مغربی مورخ الفریڈ اسمتھ (ALFRED SMITH) حقیقت پسندانہ تجزیہ کرتے ہوئے کہتا ہے: ''پیغمبر اسلام ﷺ نے مذہبی رواداری کے جو اصول وضع کیے تھے، مسلمانوں نے ان پر سختی سے عمل کیا'' (۲۰۵)

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی جیتا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جوہر دکھائے
کہ جو کھائے اور جواہر لٹائے
اٹھائیں جن سے اذیتیں انہی کے حق میں دعائیں مانگیں
کسی میں شانِ حلم بھی ہے ،ایسا کوئی حلیم بھی ہے

مذہبی رواداری پر مبنی یہ تعلیمات غیر مسلموں سے مسلم برادری سے تعلقات اور ان کے مقام و مرتبے کے تعین کے لئے راہ نما اصولوں کی حیثیت رکھتی ہیں، علاوہ ازیں ان سے غیر مسلم حلقوں کے بے بنیاد اعتراضات و شبہات کو جاننے اور اس کے ازالے میں بھرپور مدد ملتی ہے۔

عقیدہ و مذہب کی آزادی......اسلام کا ایک تاریخ ساز کارنامہ

انسانی تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ قدیم زمانے میں انسان کو فکر و خیال کی آزادی حاصل نہ تھی۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (۱۹۸۴) کے الفاظ میں فکری احتساب کی کچھ صورتیں تمام قوموں میں رائج تھیں، خواہ وہ چھوٹی ہوں

یا بڑی۔ احتساب کی یہ صورت حال دنیا کے تمام حصوں اور دوروں میں پائی جاتی رہی۔ ''انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس'' میں ۲۵ صفحات پر مشتمل ایک مقالہ ہے، جس کا عنوان احتساب ہے۔ اس مفصل مقالے میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح قدیم تاریخ کے تمام ادوار میں ساری دنیا میں لوگ آزادی خیال کے حق سے محروم تھے۔ تمام لوگ مجبور تھے کہ وہ سوچیں جو حکمراں طبقے کی سوچ ہے۔ مقالے میں اس طرح کی تفصیلات دیتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ قدیم انسانی سماج بنیادی طور پر غیر روادار تھا۔

اسلام نے توحید کی بنیاد پر جو انقلاب برپا کیا، اس کے بعد تاریخ میں پہلی بار ایک انسانی سماج وجود میں آیا، ایک ایسا سماج جس میں کسی روک ٹوک کے بغیر ہر شخص کو اظہار خیال کی آزادی تھی۔

پروفیسر آرنلڈ نے اندلس کے ایک مسلمان کا بیان نقل کیا ہے، جس کا ایک حصہ یہ ہے، یہ سوچ ہے کہ جو شخص ہمارا دین قبول کرنے کی طرف میلان ظاہر کرے، ہم اس کو گلے لگانے کے لیے تیار رہتے ہیں، مگر ہمارا قرآن ہم کو اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ہم دوسروں کے ضمیر پر جبر و تعدی کریں۔ (۲۰۶)

موجودہ زمانے میں یورپ میں اور اس کے بعد ساری دنیا میں آزادی اور جمہوریت کا جو انقلاب آیا ہے، وہ اس انقلابی عمل کا اگلا مرحلہ ہے، جو اسلام کے ذریعے ساتویں صدی میں شروع ہوا تھا۔ اقوام متحدہ نے ۱۹۴۸ء میں وہ چارٹر منظور کیا جس کو یونیورسل ڈیکلریشن آف ہیومن رائٹس کہا جاتا ہے، اس کے آرٹیکل ۱۸ میں یہ کہا گیا ہے کہ ہر آدمی خیال، ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق رکھتا ہے۔ اس حق میں یہ آزادی بھی شامل ہے کہ آدمی اپنے مذہب کا خفیہ یا اعلانیہ اظہار کر سکے یا دوسروں کو اس کی تعلیم دے۔

اقوام متحدہ کا یہ چارٹر بھی حقیقتاً اقوام متحدہ کا کارنامہ نہیں، بلکہ وہ بھی اسی اسلامی انقلاب کی ایک دین ہے، جو اقوام متحدہ سے ایک ہزار سال سے بھی زیادہ پہلے ظہور میں آیا تھا کہ ہدایت اور ضلالت دونوں راستے انسان کے سامنے ہیں۔

''لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی'' (۲۰۷) ترجمہ: دین کے بارے میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں۔ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ قرآن پاک نبی کریم ﷺ کو خطاب کر کے ہر مسلمان کو تنبیہ کرتا ہے کہ:

''ولو شاء ربک لا من من فی الارض کلھم جمیعاً افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین'' (۲۰۸)

ترجمہ: اگر اللہ چاہے تو زمین کے تمام رہنے والے مومن ہو جائیں تو کیا تم لوگوں کو مومن بنانے میں جبر و اکراہ کرنا چاہتے ہو۔

دورِ حاضر میں مذہبی یگانگت پر مبنی اعتدال پسند معاشرے کے قیام اور انتہا پسندی کے خاتمے کی ضرورت و اہمیت...... اسلامی تعلیمات اور اسوۂ نبویؐ کی روشنی میں

اسلام پوری انسانی برادری کو عیال اللہ اور ایک کنبہ قرار دیتا ہے، یہ امن و سلامتی، انسان دوستی اور احترام انسانیت کا دین ہے، پر امن بقائے باہم اور مذہبی رواداری کا فروغ اسلامی تعلیمات اور اسوۂ نبویؐ کی بنیاد ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ دورِ جدید میں تعصب و تنگ نظری، عالمی سطح پر مذہبی یگانگت، اعتدال پسند عالمی معاشرے کے قیام اور انتہا پسندی کے خاتمے کی جتنی ضرورت عہد حاضر میں محسوس کی جارہی ہے، اتنی شاید پہلے کبھی نہ تھی۔ چنانچہ بین المذاہب مکالمے کی ضرورت ہر سطح پر محسوس کی جارہی ہے۔ مذہبی بنیاد پر منافرت کے خاتمے اور اس حوالے سے فاصلوں کے خاتمے کی بات کی جارہی ہے۔ امن پسند انسانی معاشرے کے قیام پر زور دیا جارہا ہے۔ تاہم اس کیلئے ضرورت ہے کہ مذہبی اور نسلی بنیادوں پر امتیازات کا خاتمہ ہو۔

اسلام ایک امن پسند دین ہے، اسلام سلامتی اور ایمان امن سے عبارت ہے عالمی مذاہب میں جتنی رواداری، انسان دوستی، وسعت ظرفی، عفو و درگزر، تحمل و برداشت، اتحاد و یگانگت سے متعلق تعلیمات اسوۂ نبویؐ میں ملتی ہیں، وہ صرف اور صرف دین اسلام کا امتیاز ہے۔ یہ بات پورے وثوق سے کہی جاسکتی ہے کہ آج دنیا مذہبی یگانگت پر مبنی جس اعتدال پسند معاشرے کے قیام اور انتہا پسندی کے خاتمے کی ضرورت محسوس کررہی ہے۔ اس کی تعبیر صرف اور صرف اسلام پیش کرتا ہے۔ اس لئے بھی کہ یہ ایک کامل و مکمل دین اور ابدی ضابطۂ حیات ہے۔

عرب دنیا کے مشہور محقق اور اسکالر علامہ یوسف القرضاوی لکھتے ہیں: ''اسلام کی راہ اعتدال کی راہ ہے، ہر چیز میں اعتدال، تصور اور عقائد میں، عبادت اور زہد میں، اخلاق اور رویے میں، معاملات اور قانون سازی میں، اسی راہ کا نام اللہ نے ''صراطِ مستقیم'' رکھا ہے، یہ راہ ان دینی اور فکری گروہوں کی راہ سے الگ ہے۔ جن پر اللہ کا غضب ہوا جو راہ پانے کے بعد کھو بیٹھے اور جن کی راہوں پر غلو اور افراط و تفریط کی چھاپ پڑی ہوئی ہے۔ اسلام کی عمومی خصوصیات میں میانہ روی، اعتدال پسندی اور روشن خیالی ایک اہم ترین خصوصیت ہے، نیز راہِ اسلام کی بنیادی نشانیوں میں یہ وہ اہم نشانِ راہ ہے جسے اللہ نے دوسری ملتوں کے مقابلے میں امت مسلمہ کا وصف قرار دیا ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: ''وکذلک جعلنکم امة وسطالتکونوا شهدآء على الناس'' (۲۰۹) ''اور اسی طرح ہم نے تم مسلمانوں کو امتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو۔'' پس امت مسلمہ وہ انصاف اور اعتدال پسند امت ہے، جسے صراطِ مستقیم سے دائیں بائیں ہٹی ہوئی گمراہی اور ضلالت کے خلاف دنیا اور آخرت میں گواہ بنا کر کھڑا کیا گیا ہے۔ (۲۱۰)

علامہ سید رشید مصری اسلامی اعتدال پسندی کی اہمیت اور اُسے اسلام کی امتیازی خصوصیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ''تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی ایسا مذہب ہے، جو نہ تو صرف روحانیت پر زور دیتا ہے، اور نہ ہی مادیت پر، بلکہ وہ انسان کو روح اور مادہ دونوں ہی کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور دنیا و آخرت دونوں کی اصلاح کا طریقہ بتاتا ہے۔ قرآن پاک ان لوگوں کی تعریف کرتا ہے، جن کی دعا یہ ہے۔ ''ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة'' (۲۱۱) ''اے ہمارے پروردگار، ہمیں دنیا میں بھلائی اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما''۔ چوں کہ ایسی جامعیت اور میانہ روی اسلام کی ایک بنیادی شان ہے، اسی لئے قرآن پاک نے ملتِ اسلامیہ کو امۃ وسطا (۲۱۲) کا خطاب دیا ہے۔ جس کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایسی قوم جو اعتدال کی راہ پر چلتی ہے۔ (۲۱۳) اسلام زندگی کے ہر شعبے اور بندگی کے ہر گوشے میں اعتدال پسندی اور میانہ روی کی تعلیم دیتا ہے۔ قرآن و سنت میں اس حوالے سے واضح ارشادات موجود ہیں۔ نماز کو اسلام کا بنیادی ستون، مومن کی معراج، رسول اکرمؐ کی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا گیا ہے۔ تاہم اس میں بھی اعتدال کا حکم دیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے ''ولا تجهر بصلاتک ولا تخافت بها وابتغ بین ذلک سبیلاً''۔ (۲۱۴) قرآن کریم میں حضرت لقمانؑ کی اپنے بیٹے کے نام کئی نصیحتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں میانہ روی، اعتدال اور توازن کی تعلیم دی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے ''واقصد فی مشیک واغضض من صوتک'' (۲۱۵) ترجمہ: اور میانہ روی کر اپنی رفتار میں اور پست کر اپنی آواز کو۔ قرآنِ کریم نے دین و مذہب کا جو تصور عطا کیا ہے، وہ اعتدال پر مبنی ہے، مذہبی انتہا پسندی کے مقابلے میں اعتدال پسندی مستحسن عمل اور دین کی روح ہے۔

اسلام نے عبادات، معاملات، اخلاقیات غرض زندگی کے ہر شعبے اور بندگی کے ہر گوشے میں اعتدال اور میانہ روی کی راہ کو اخلاقی اصول کے طور پر متعارف کرایا اور انسانوں کو انتہا پسندانہ رویوں اور یک رخ رجحانات سے نجات دلائی۔ اعتدال اور میانہ روی کا اصول اخلاقی زندگی کی روح اور انسان کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔ اعتدال اور میانہ روی ہی دین و دنیا کی کامیابی کی ضمانت ہے، مذہبی انتہا پسندی کو قرآن ''غلو فی الدین'' اور دینی مزاج کے خلاف قرار دیتا ہے۔ (۲۱۶)

رسول اکرم ﷺ نے تکمیلِ دین کے آخری مرحلے خطبہ حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر ارشاد فرمایا، ''اور سنو غلو (انتہا پسندی) سے بچنا، کیونکہ دین میں غلو (انتہا پسندی اختیار کرنے والے) کرنے والے تم سے پہلے بھی ہلاک کردیے گئے۔ (۲۱۷) رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ''عن ابنِ عباسؓ قال، قال رسول الله ﷺ: ایاکم والغلو فی الدین، فانما اهلک من کان قبلکم لغلو فی الدین''۔ (۲۱۸) حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: اور خبردار، دیکھو، دین میں غلو (انتہا پسندی) سے بچنا، کیونکہ بے شک، تم سے پہلے لوگ دین میں غلو اور انتہا پسندانہ

رویے کی بنا پر ہلاک کر دیے گئے۔ متعدد احادیث میں آسانی اختیار کرنے ،تنگی اور کجی کی راہ اختیار نہ کرنے ،بشارت سنانے اور منافرت کا پیغام عام نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: ☆"عن ابنِ عباسؓ قال : قال لی رسول الله ﷺ ......وایاکم و الغلو فی الدین ، فانما اھلک من کان قبلکم لغلوفی الدین . "(۲۱۹)☆"عن ابی ھریرۃؓ عن النبی ﷺ قال : ان الدین یسر ،ولن یشاد الدین احد الا غلبه ،فسددو اوقار بوا وبشروا."(۲۲۰)☆ عن ابی ثعلبة الخشنیؓ انه قال :قال رسول الله ﷺ "ان الله فرض فرائض فلا تضیعوھا ،وحدد حدوداً فلاتعتدوھا، حرم اشیاء فلا تقربوھا ،وترک اشیاء من غر نسیان فلا تبحثوا عنھا ۔"(۲۲۱)

حضرت ابی ثعلبہ الخشنیؓ سے روایت ہے،وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے فرائض تم پر فرض کیے ہیں،تو خبردار،تم انہیں ضائع نہ کرنا،اور اپنی حدود کی حد بندی کر دی ہے،تو تم ان سے تجاوز نہ کرنا اور کچھ چیزوں کو حرام کر دیا ہے،تو تم ان کے قریب بھی مت جانا اور کچھ چیزیں دانستہ (بغیر بھول کے) چھوڑ دی ہے،تو تم ان میں نہ الجھنا،(ان سے متعلق بحث نہ کرنا)۔

☆رسول اکرم ﷺ نے دین میں شدت پسندی اور انتہا پسند رویے سے گریز کے متعلق یہاں تک ارشاد فرمایا: "عن ابنِ مسعودؓ: قال رسول الله ﷺ : ھلک المتنطعون ،قالھا ثلاثاً.(۲۲۲) دوسری طرف یہ حقیقت بھی مخفی نہ رہے کہ اسلام ایک استدلالی اور عقلی مذہب ہے،اس کے تبلیغ ودعوت کے اصول،حکمت ودانش مندی،اعتدال اور میانہ روی اور وعظ ونصیحت پر مبنی ہیں۔اسلام نے یہ تعلیم بھی دی کہ مذہب رضا،خوش دلی اور خود اختیاری جذبے کا نام ہے۔اس کا تعلق قلب وروح سے ہے،اور قلب وروح کو بزور شمشیر تسخیر نہیں کیا جا سکتا۔ایمان دراصل یقین کا دوسرا نام ہے،دنیا کی زبردست سے زبردست طاقت جبراً کسی کمزور سے کمزور انسان کے دل میں بھی یقین کا ایک ذرہ نہیں پیدا کر سکتی۔قرآن کا ابدی اصول ہے: "لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی ". (۲۲۳) دین میں کوئی زبردستی نہیں،حقیقت گمراہی سے الگ ہو چکی ہے۔اسلام مذہب کے معاملے میں یہ اصول واضح کرتا ہے کہ لوگوں کو مذہب کے معاملے میں پوری آزادی حاصل ہو۔عقل وبصیرت والے چشمہ نور سے فیض یاب ہوں اور نافہم،کج رو محروم رہیں۔اس حوالے سے ارشاد ربانی ہے:"ولو شآءَ ربک لا من فی الارض کلھم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مؤمنین ". (۲۲۴)

اور اگر تیرا پروردگار چاہتا کہ (لوگوں کو زبردستی مومن بنا دے) تو زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے۔تو کیا پیغمبر! آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔

احترام مذاہب کا اسلامی فلسفہ ...... بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کی اساس

اسلامی تعلیمات احترام آدمیت احترام مذاہب پر مبنی ہیں۔ اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ تم دیگر مذاہب کے معبودوں کو برا نہ کہا کرو۔ قرآن حکیم نے صاف بیان فرمادیا کہ "و لا تسبو الذین یدعون من دون الله " (یعنی اے مسلمانوں) تم ان کے ان معبودوں کو برا بھلامت کہو، جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اسلام میں کسی دوسرے مذہب کو برا بھلا کہنا یا طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا بالکل ممنوع ہے۔ ابتدائے اسلام سے ہی تسلیم کرلیا گیا تھا کہ تمام مذاہب خواہ آسمانی ہوں، یا غیر آسمانی، ان کے مذہبی رجحانات اور جذبات پر کسی قسم کا طعن کر کے انہیں مجروح نہیں کیا جاسکتا۔ (۲۲۵)

انسانی فطرت سے اس کی توقع کی جاسکتی تھی کہ مسلمان جب غالب ہو گئے اور جزیرۃ العرب میں بسنے والے دیگر مذاہب کے پیروکار جو ان کے رسول اور دین کو نہیں مان رہے تھے اور ہمیشہ سے ان سے برسر پیکار رہے، ایسے میں مسلمان ان سے کم از کم بہت نرم برتاؤ بھی کرتے تو ان کو اپنا آبائی دین چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور کر سکتے تھے، اس لئے کہ وہ غالب تھے۔ یہاں پر بھی قرآن حکیم نے صاف صاف بتادیا کہ مسلمان غالب ہوں یا مغلوب، ان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مذہب کے پیروکاروں کو مجبوراً مسلمان بنائیں، ارشاد ہوا لا اکراہ فی الدین (۲۲۶) دین کے (ردوقبول) میں کوئی جبر نہیں ہے۔ یہ ایک بنیادی اصول بتادیا گیا ہے کہ دین کے قبول کرنے میں یا کسی دین کو رد کرنے میں کسی کو مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ اسلامی حکومت کی رعایا مشرک رہنا چاہتی ہو تو رہے۔ اہل کتاب (عیسائی یا یہودی) یا صابی یا مجوسی کوئی بھی مذہب اس کا ہو، وہ رکھے، اسلامی حکومت یا اسلام یہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا مذہب اس کی حدود میں زندہ نہ رہے، بلکہ اگر کسی بھی حد تک اشتراک عمل ممکن ہو تو اسلام اس پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے، مثلاً اہل کتاب اور اہل توحید میں جہاں تک اشتراکِ عمل کی راہیں نکل سکتی ہیں۔ اسلام ان میں مل جل کر رہنے کا حکم دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

"قل یآ ھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (۲۲۷)

(ترجمہ) یعنی اے اہلِ کتاب، جو بات ہم دونوں میں متفق علیہ ہے، آؤ اس پر تو مل کر عمل کریں۔ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کچھ لوگ دوسرے لوگوں کو اللہ کے سوا پالن ہار نہ سمجھیں گے۔

قرآن حکیم میں مذہبی عبادت گاہوں کے احترام میں ایک ایسا اشارہ بھی ملتا ہے، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادت گاہیں خواہ مسلمانوں کی ہوں، یا غیر مسلموں کی سب کی سب یکساں محترم ہیں۔ مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ

رسولِ اکرم ﷺ کے صحیفہ وحی یعنی قرآن مجید پر ایمان لائے لیکن اس کے لئے قرآن مجید میں بھی لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ دوسری آسمانی کتابوں کی صداقت کو بھی تسلیم کرے۔ (۲۲۸)

علامہ سید سلیمان ندویؒ رقمطراز ہیں: ''حقیقت میں اسلام کی یہ تعلیم دنیا کی مہتم بالشان تعلیمات میں سے ہے ،جس کا وجود کسی دوسرے مذہب میں نہ تھا۔ یہ رواداری ، بے تعصبی اور عام انسانی اخوت کی سب سے بڑی تعلیم ہے۔ (۲۲۹)

اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے کہ اس دنیا میں کچھ کفار اور مشرکین بھی رہیں، اس کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے: ''اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت بنا دیتا، لیکن وہ جس کسی پر چاہتا ہے، راہ گم کر دیتا ہے، جس کسی پر چاہتا ہے، کھول دیتا ہے اور ضرور ایسا ہوتا ہے کہ تم سے ان کاموں کی باز پرس ہو، جو دنیا میں کرتے رہتے ہو۔'' (۲۳۰)

اسلام ایک ایسا دین ہے جو کسی بھی مذہب کو بری نگاہ سے نہیں دیکھتا، بلکہ تمام آسمانی مذاہب کی تصدیق کرتا اور ان کے پیروکاروں کو مکمل آزادی دیتا ہے کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہیں، یہودیت اور عیسائیت کی طرح وہ اپنا دروازہ طالب ہدایت کے لئے بند نہیں کرتا، بلکہ ہر وقت کھلا رہتا ہے، مگر کسی بھی غیر مسلم کو جو مسلم حکومت کے زیرِ نگیں زندگی گزار رہا ہو، مجبور نہیں کر سکتا کہ وہ اسلام قبول کرلے۔ قرآن حکیم میں واضح حکم ہے: "لا اکراہ فی الدین" (البقرہ / ۲۵۶) دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ اس حوالے سے قرآنی تعلیمات ملاحظہ ہوں: "ادع الی سبیل بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم باللتی ھی احسن" (۲۳۱) اپنے رب کے راستے کی طرف دانشمندی اور اچھی اچھی باتوں کے ذریعے بلاؤ اور بہت پسندیدہ طریقے سے بحث کرو۔ اسی کے ساتھ اس کی بھی تلقین ہے کہ: ولا تسبو الذین یدعون من دون الہ فیسبو اللہ عدواً بغیر علم (۲۳۲) (مسلمانو!) جو لوگ خدا کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں، ان کو بُرا نہ کہو، یہ لوگ نادانی سے خدا کو برا کہنے لگیں گے۔

نبی اکرم ﷺ خدا کا آخری پیغام دنیا میں لائے تو آپ کو یہ حکم ملا کہ آپ کا کام صرف خدا کا پیام پہنچا دینا ہے اور بس۔ ☆ "ان علیک الا البلاغ" (۲۳۳) آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے۔ ☆ "وان تولوا فانما علیک البلاغ المبین" (۲۳۸) پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ کے ذمہ تو صاف صاف پہنچانا ہے۔ ☆ "فان تولیتم فاعلموا انما علیٰ رسولنا البلاغ المبین" (۲۳۰) اگر روگردانی کرو گے تو جان لو کہ ہمارے رسول ﷺ کے ذمے صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے۔ ☆ ''لست علیھم بمصیطر (۲۳۶) آپ ان پر مسلط نہیں ہیں۔

بلاتفریقِ مذہب وملت انسانی حقوق کا تحفظ

اسلامی جمہوریت کی آخری بنیاد شہریوں کے حقوق وفرائض کا تعین ہے اور اسلامی سیاست کی بنیادی ذمے داری یہ ہے کہ ان حقوق میں دراندازی کا حق کسی کو نہیں ہے۔ یہ تمام حقوق خدا اور اس کے رسول ﷺ کے عطا کردہ ہیں اور کسی شرعی دلیل یا حق کے بغیر ان میں سے کسی پر کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی، یا ان میں کوئی ردوبدل نہیں ہوسکتا۔

اسلامی ریاست اپنے شہریوں کی دوقسمیں کرتی ہے، مسلمان شہری اور غیر مسلم شہری۔ غیر مسلم شہریوں کو تمام بنیادی انسانی حقوق حاصل ہیں، انہیں مکمل مذہبی اور ثقافتی آزادی حاصل ہے۔

اسلامی ریاست کے شہریوں کو یہ حقوق حاصل ہیں: ☆ جان ومال اور ناموس کی حفاظت۔ یعنی ریاست ضمانت دیتی ہے کہ اپنے شہریوں کے جان ومال اور ناموس پر نہ خود ہاتھ ڈالے گی اور نہ کسی اور کو ڈالنے دے گی۔ اسی طرح غیر مسلم شہریوں کے باب میں بھی اصول یہ ہے: ''جو کوئی ہمارا ذمی ہو، اس کا خون ہمارے خون کی طرح اور اس کی دیت ہماری دیت کی طرح اور ان کا مال ہمارے مال کی طرح ہوں گے۔'' (۲۳۷)

اسی طرح تمام شہریوں کو ذاتی ملکیت کی ضمانت دی گئی ہے اور بقول قاضی ابویوسفؒ اصول یہ ہے کہ: ''ولیس للامام ان یخرج شیئاً من احد الا بحق ثابت معروف '' (۲۳۸) امام (حکومت) کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی ثابت شدہ قانونی حق کے بغیر کسی شخص کے قبضے سے اس کی کوئی شے نکالے۔ ☆ شخصی آزادی:...... ہر شخص کی انفرادی آزادی محفوظ ہوگی اور اسے یہ ضمانت اس وقت تک حاصل رہے گی، جب تک وہ اپنی آزادی کو دوسروں کی آزادی کے سلب کرنے یا جماعت کے کسی حقیقی مفاد کو نقصان پہنچانے یا خطرے میں ڈالنے کے لئے استعمال نہیں کرتا۔ ☆ رائے اور مسلک کی آزادی ...... اسلام ہر شخص کو اپنی آزادرائے رکھنے کی اجازت دیتا ہے، بشرطیکہ وہ رائے اختلاف رائے کو خوں ریزی اور فتنہ وفساد کا ذریعہ نہ بنالے۔ اسلام ہرگز پسند نہیں کرتا کہ دین کے معاملے میں جبر واکراہ سے کام لیا جائے۔ دین کے معاملے میں زبردستی نہیں۔ ☆ قانونی مساوات ...... یعنی تمام شہری خواہ امیر ہوں یا غریب، سیاہ ہوں یا سفید۔ صاحب امر ہوں یا مامور، قانون کی نگاہ میں برابر ہوں گے اور سب پر ایک ہی قانون لاگو ہوگا۔ ☆ معاشرتی مساوات ...... یعنی خون، رنگ، نسب، زبان، پیشہ، معاشی مقام وغیرہ کی بنا پر شہریوں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتا جائے گا۔ سب برابر ہیں۔ عزت وشرف اگر ہے تو صرف علم وتقویٰ کی بنا پر۔ ☆ بے لاگ عدل وانصاف ...... اسلامی ریاست ہر شہری کو ہر قسم کے ظلم وزیادتی سے بچائے گی اور حصولِ انصاف کا انتظام بلاکسی معاوضہ کے کرے گی۔ ☆ فریاد، اعتراض اور تنقید کا حق ...... تمام شہریوں کو یہ حق حاصل ہوگا کہ پوری

آزادی کے ساتھ اپنی بات ارباب اختیار تک پہنچائیں، اپنی مجبوریاں اور مسائل ان کو بتائیں، ان کی پالیسیوں پر اعتراض اور تنقید کریں، ان کی بات سنیں اور انہیں اپنی بات سنائیں۔ ☆اجتماع، تنظیم سازی اور نقل وحرکت کی آزادی...... انہیں یہ حق بھی حاصل ہوگا کہ منظم ومجتمع ہو کر کام کریں اور بلا روک ٹوک ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل ہوں۔ ان حقوق کے مقابلے میں شہریوں کی ذمے داری یہ ہے کہ وہ ریاست کی خیر خواہی کریں۔ اسلامی ریاست کے شہریوں پر یہ بھی فرض ہے کہ وہ ریاست سے تعاون کریں اور اس کی خاطر مالی اور اگر ضرورت ہو تو خود جان کی قربانی پیش کریں۔ (۲۳۹) مندرجہ بالا بنیادوں پر اسلام کا جمہوری نظام قائم ہے۔

غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کا تحفظ: اسلامی مملکت کا بنیادی فریضہ

قرآنِ کریم نے "لکم دینکم ولی دین". (۲۴۰) کا نظریہ عطا کر کے اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کی یقینی اور ہر ممکن ضمانت فراہم کی ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات احترامِ آدمیت اور احترامِ مذاہب پر مبنی ہیں۔ قرآنِ کریم نے دیگر مذاہب یا غیر مسلموں کے حوالے سے مسلمانوں کا رویہ صاف صاف بیان فرمادیا: "ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ" (۲۴۱) تم ان کے (باطل) معبودوں کو بُرا مت کہو، جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ گویا ابتدائے اسلام سے ہی یہ تسلیم کرلیا گیا کہ تمام مذاہب خواہ وہ آسمانی ہوں یا غیر آسمانی، سب کو اسلام کے ساتھ زندہ رہنے کا حق حاصل ہے۔

رسول اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے: "الا من ظلم معاهداً او انتقصه او کلفه فوق طاقته او اخذ منه شیئاً بغیر طیبِ نفسه فانا حجیجه یوم القیامة." (۲۴۲) خبردار، جس کی نے کسی معاہد (غیر مسلم/اقلیتی فرد) پر ظلم کیا، یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی، یا اس سے کوئی چیز اس کی خوشی کے بغیر لی، تو میں روزِ قیامت اس کی طرف سے (مسلمان کے خلاف) جھگڑوں گا۔ اس طرح قرآن وسنت سے رواداری اور عقیدہ وعمل کی آزادی یا مذہبی آزادی کا اصول ملتا ہے۔ رسولِ اکرمؐ نے میثاقِ مدینہ اور معاہدۂ نجران کے ذریعے غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ اور اسلامی مملکت میں ان کے مستقبل اور غیر مسلم اقلیتوں سے تعلقات کی حدود متعین فرمائیں۔ جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذہبی انتہا پسندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مملکت میں غیر مسلم اقلیتوں کے جان و مال، ان کی عبادت گاہوں کے درپے ہونا، اسلامی تعلیمات کے یکسر منافی عمل ہے۔ ڈاکٹر عبدالکریم زیدان نے اسلامی مملکت میں "ذمیوں" اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندوں کے احکام پر ایک مبسوط کتاب لکھی ہے، جس میں عہد بعہد کے فقہی ارتقا کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ غیر مسلموں کا پرسنل لا مسلمانوں کے ہر دور میں محفوظ رہا ہے۔ (۲۴۳) ان کے مذہبی معاملات اور عقائد میں مداخلت نہیں کریں گے، اس لیے کہ مذہبی آزادی اہلِ ذمہ کا وہ حق ہے جس کی تعلیماتِ نبویؐ میں یقینی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔

دورِ نبویؐ کے معاہدات امن و صلح مذہبی رواداری، اتحاد و یگانگت اور غیر مسلموں سے پُر امن بقائے باہم کی بنیاد پر تعلقات کی اساس

رسول اکرمؐ کی سیرتِ مقدسہ اور حیاتِ طیبہ میں غیر مسلموں سے حسنِ سلوک اور تعلقات کے حوالے سے بے شمار نظائر اور مثالیں ملتی ہیں، جن سے نہ صرف دورِ حاضر بلکہ انسانی تاریخ کے ہر دور میں پر امن بقائے باہم کی بنیاد پر تعلقات اور معاہدات کی بنیاد فراہم ہوتی ہے، تحمل و برداشت، عفو و درگزر، رواداری کے قیام اور مذہبی پسندی کے خاتمے میں بھرپور مدد مل سکتی ہے۔ ان معاہدات میں میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور معاہدۂ نجران کو کلیدی اور بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ چنانچہ ذیل میں بین المذاہب، عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی، انتہا پسندی کے خاتمے اور رواداری کے فروغ کے حوالے سے ان کا تاریخی، تحقیقی اور تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

''میثاق مدینہ'' مذہبی رواداری، عقیدہ و مذہب کی آزادی اور بین المذاہب یگانگت و ہم آہنگی کا تاریخ ساز منشور

ہجرتِ مدینہ کے بعد رسول اکرم ﷺ نے یہودِ مدینہ کے ساتھ وہ تاریخ ساز معاہدہ کیا جو رواداری، مذہبی فراخ دلی کی ایک روشن مثال ہے۔ یہ تاریخی معاہدہ محسنِ انسانیت کی دینی اور سیاسی بصیرت اور مذہبی رواداری کا شاہکار ہے، جس سے اسلامی سوسائٹی کے مقاصد پر امن بقائے باہم، رواداری، قیام امن اور اعلیٰ انسانی اقدار کے تحفظ میں بھرپور مدد ملی۔ ایک مثالی اسلامی فلاح ریاست کی تاسیس جہاں ہر فرد کو بلا تفریق مذہب و ملت عقیدہ و عمل کی مکمل آزادی حاصل ہو، ہر فرد کو مذہبی اور معاشرتی حقوق حاصل ہوں۔ یہ سرکارِ دوعالمؐ کا وہ تاریخ ساز کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکی۔ اس تاریخی معاہدے کے نتیجے میں مدینے سے انتہا پسندی کا خاتمہ ہوا۔ امن کا قیام عمل میں آیا۔ تمام مذاہب کے پیروکاروں کو عقیدہ و مذہب کی آزادی حاصل ہوئی۔ مذہبی آزادی اور رواداری کا اصول وضع ہوا۔ (۲۴۴) ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مرحوم) نے میثاق مدینہ کے متن، اہمیت اور اثرات پر بہت عمدہ اور تحقیقی بحث کی ہے، (۲۴۵) اس حوالے سے متعدد مغربی مصنفین کے مصادر اور مقالہ نگاروں کے حوالے بھی ذکر کیے ہیں۔ (۲۴۵) ''میثاق مدینہ'' میں واضح اور دوٹوک الفاظ اس امر کی صراحت کی دی گئی کہ غیر مسلم یہودیوں کو ان کے دین کی پوری آزادی ہوگی، چنانچہ ایک دفعہ کے الفاظ ہیں: ''للمسلمین دینھم و للیھود دینھم'' یعنی مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کا دین ہے۔ یعنی مدینے میں جتنے بھی باشندے آباد تھے، ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔ (۲۴۶) میثاقِ مدینہ میں دینی، مذہبی اور اعتقادی وحدت سے ماسوا سیاسی اور معاہداتی وحدت کا تصور بھی دیا گیا۔ یہ تصور سیاسی مفہوم کی ایک ایسی نئی توسیع تھا جس کی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔

اس میثاق میں شریک ہونے والے فریقوں کو میثاق مدینہ آرٹیکل نمبر ۳۰ میں قرار دیا گیا کہ: "و ان یھود بنی عوف امۃ مع المؤمنین ۔ للیھود دینھم و للمسلمین دینھم" اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کا ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین۔ میثاقِ مدینہ میں تمام ریاستی طبقات کے ساتھ برداشت، بقائے باہمی اور احترام و وقار کا سلوک روا رکھنے پر آپ کی صلح جوئی، اعلیٰ ظرفی اور معتدل مزاج قیادت کا تصور ابھرا۔ میثاقِ مدینہ میں تمام ریاستی طبقات کے ساتھ برداشت، بقائے باہمی اور احترام و وقار کا سلوک روا رکھنے پر آپ کی صلح جوئی، اعلیٰ ظرفی اور معتدل مزاج قیادت کا تصور ابھرا۔ میثاق مدینہ کے تحت ریاست مدینہ میں ایک عادلانہ اور منصفانہ معاشرے کا قیام ممکن ہوا۔ معاہدے کی بدولت مذہبی آزادی اور رواداری کا اصول وضع ہوا۔ نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون ہوسکتا ہے، اس کی نشاندہی ہوئی۔ (۲۴۷) "میثاقِ مدینہ" کی متعدد دفعات میں طے کیا گیا کہ: ☆ غیر مسلموں کے لئے ان کا دین اور اموال ہیں، انہیں دین اسلام قبول کرنے کے لئے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ (۲۴۸) ☆ اگر غیر مسلموں کو ظلم کا نشانہ بنایا جائے تو مملکت کی یہ ذمے داری ہوگی کہ وہ اسی طرح ان کی امداد کرے جس طرح ہر مظلوم مسلمان کی مدد کی جاتی ہے۔ ☆ طے پایا کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا، اسے امداد و مساوات حاصل ہوگی، نہ ایسے لوگوں پر ظلم ہوگا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔ (۲۴۹)

اس تاریخی معاہدے کی بدولت بقول ولیم میور (MUIR, SIR WILLIAM) آپؐ نے ایک عظیم مدبر اور سیاست دان کی طرح مختلف الخیال اور باہم منتشر لوگوں کو متحد اور یک جا کرنے کا کام بڑی مہارت سے انجام دیا، آپؐ ایک ایسی ریاست اور معاشرے کے قیام میں کامیاب ہوئے جو بین الاقوامیت کے اصول پر مبنی تھا۔ (۲۵۰)

بدامنی، انتہا پسندی، جبر و تشدد اور جنگی جنون کے حامل عرب جاہلی معاشرے میں یہ اتنا تعجب خیز انقلاب تھا، جسے مغربی ہیل (HELL) نے سیاست نبوی کا اعجاز قرار دیتے ہوئے اسے رسول اکرمؐ کی سیاسی بصیرت کا شاہ کار اور امن پسندی کا نمونہ قرار دیا ہے۔ (۲۵۱) عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں: یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت رسول اکرمؐ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرے میں قائم فرمایا، جس سے شرکائے معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔ (۲۵۲)

صلح حدیبیہ..... پُرامن بقائے باہم، ہم آہنگی اور مذہبی اعتدال پسندی کا مثالی نمونہ

"معاہدۂ حدیبیہ" کی ایک دفعہ پر سرسری نظر ڈالنے سے اندازہ ہوگا کہ نبی رحمتؐ امن و صلح کے کتنے خواہش مند تھے۔ معاہدۂ حدیبیہ میں طے پایا کہ: (۱) مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کیے واپس چلے جائیں۔ (۲) آئندہ سال آئیں اور وہ

بھی صرف تین دن کے لئے۔ (۳) ہتھیار لگا کر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں، وہ بھی نیام میں۔ (۴) مکے میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں، انہیں ساتھ نہ لے جائیں اور اگر کوئی مدینے کا مسلمان باشندہ مکے میں ٹھہرنا چاہے، تو اسے نہ روکیں۔ (۵) اہلِ مدینہ میں سے کوئی شخص مدینے چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے، لیکن اگر کوئی مسلمان مکے میں آ جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔ (۶) قبائلِ عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں، ہو جائیں۔ (۷) طے پایا کہ دس سال تک مسلمان اور قریش باہم جنگ نہیں کریں گے۔ (۲۵۳)

بہ ظاہر معاہدۂ حدیبیہ کی تمام شرائط یک طرفہ تھیں اور ان پر علمدر آمد بھی بعید از انصاف۔ چنانچہ قریشِ مکہ نے معاہدۂ حدیبیہ کی تحریر کے وقت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' لکھنے پر اعتراض کیا، حضور اکرمؐ نے اسے قبول کرتے ہوئے قریشی روایات کے مطابق ''باسمک اللھم'' لکھوا دیا۔ اس کے بعد آپؐ کے اسمِ گرامی کے ساتھ ''رسول اللہ'' لکھنے پر اعتراض کیا گیا تو آپؐ نے اس کو جگہ ''محمد بن عبداللہ'' تحریر کروایا۔ (۲۵۴) پُر امن بقائے باہم، مذہبی اعتدال پسندی اور غیر مسلموں سے سفارتی اور علاقائی تعلقات کے قیام کا اس سے بہتر نمونہ ملنا مشکل ہے۔ یہ رسول اکرمؐ کی امن پسندی، رواداری اور انسان دوستی کا شاہکار ہے۔ قرآن کریم نے ''انا فتحنا لک فتحا مبینا'' (۲۵۵) آیت نازل کر کے اس کا اعلان فرمایا۔ امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ''صلح حدیبیہ'' ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی۔ باہم جنگ کی وجہ سے دو فریق آپس میں مل نہیں سکتے تھے۔ صلح حدیبیہ کی وجہ سے جنگ ختم ہوئی، امن قائم ہوا اور جو مسلمان اب تک مکے میں اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتے تھے، وہ اعلانیہ احکام اسلام پر عمل کرنے لگے، باہمی منافرت اور دشمنی دور ہوئی۔ بات چیت کا موقع ملا، اسلامی مسائل پر گفتگو اور مناظرے کی نوبت آئی، مشرکین مکہ نے قرآن کو سنا، جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ آغازِ اسلام اور بعثتِ نبویؐ سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ (۲۵۶)

عرب مصنف محمد احمد باشمیل اپنی کتاب ''صلح حدیبیہ'' میں ''اضطراب کے وقت ضبطِ نفس'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں: ''رسول اکرمؐ نے ''صلح حدیبیہ'' کے ذریعے صحابہ کرامؓ کو جو درس دیا، اسے ہر انسان کو یاد رکھنا چاہیے کہ جو ذمے داری اور قیادت کے منصب پر فائز ہو، وہ ضبطِ نفس اور اعصاب پر کنٹرول کرنے کا زیادہ پابند ہے، جہلا کی زیادتی اور کم عقلوں کے مضطرب کرنے کے وقت صبر و تحمل اختیار کرنا اسوۂ نبویؐ ہے، اس خُلق سے آپؐ آراستہ تھے اور آپؐ نے سخت ترین حالات میں اس کا التزام کیا، حالانکہ اس وقت آپؐ فریقِ مخالف (اپنے بدترین دشمنوں) کو دگنی سزا دینے پر قدرت رکھتے تھے۔ (۲۵۷)

فتح مکہ......رواداری، انسان دوستی اور احترامِ انسانیت کا شاہکار

پیغمبر رحمت، محسن انسانیت کی حیاتِ طیبہ عفوودرگزر، تحمل وبرداشت اور رواداری سے عبارت ہے، تاہم اس کا تاریخ ساز موقع ''فتح مکہ'' رمضان ۸ھ رجنوری ۶۳۰ء ہے کہ جب آپ گو اپنے بدترین دشمنوں، کفار مکہ پر کامل اختیار اور اقتدار حاصل تھا، اس تاریخی موقع پر محسن انسانیت کی سیرتِ طیبہ میں عفوودرگزر، تحمل وبرداشت اور رواداری کا وہ تاریخی اور شاندار نمونہ نظر آتا ہے جو فتوحات کی پوری انسانی تاریخ آپ کو ممتاز کرتا ہے۔(۲۵۸) آپؐ نے اس موقع پر تمام امیدوں اور تصورات کے برخلاف رواداری پر مبنی مثالی انقلابی اعلان فرمایا: "الیوم یوم المـرحمة" (۲۵۹) ''آج تو رحم وکرم عفوودرگزر اور ایثار ورواداری کا دن ہے، آج عفو عام کا دن ہے۔''

فتح مکہ کے سلسلے میں ابن اسحاق نے یہ روایت ذکر کی ہے:"ان رسول الله ﷺ لما انتهى الى ذى طوى وقف على راحلته وان رسول الله ﷺ ليضع رأسه تواضعاً لله حين رأى ما اكرمه الله به من الفتح حتى ان عثنونه ليكاد يمس واسطة الرحل " (۲۶۰) ترجمہ: جب رسول اللہ ﷺ وادی ذی طویٰ میں پہنچے اور آپؐ نے دیکھ لیا کہ اللہ نے آپ کو فتح سے سرفراز کیا ہے، تو آپؐ نے ازراہِ تواضع اپنی سواری پر سر جھکا لیا اور یہاں تک جھکے کہ آپ کی ٹھوڑی قریب تھی کہ کجاوے کی لکڑی سے لگ جاتی۔

"SPIRIT OF ISLAM" کے مصنف سید امیر علی لکھتے ہیں: بالکل بجا طور پر کہا گیا کہ فتوحات کی تاریخ میں اس فاتحانہ ورود کی کوئی مثال نہیں ملتی۔(۲۶۲)

ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد کہتا ہے: جذباتِ صلح وآشتی کا ایسا بدیع المثال نمونہ تاریخ کے صفحات پیش کرنے سے قاصر ہیں۔''(۲۶۳)

یورپین دانشور آرتھر گلیمن (ARTHURGILLMAN) بیان کرتا ہے:''محمد ﷺ کی فتح درحقیقت دنیا کی فتح تھی، سیاست کی فتح تھی، انہوں نے ذاتی مفاد کو ہر علامت کو مٹا ڈالا اور ظالمانہ نظام سلطنت کو جڑ سے اکھاڑ دیا،(۲۶۴) ایک اور یورپین دانشور اپنے تاثرات یوں قلمبند کرتا ہے: ''یہ ایک عجیب وغریب منظر تھا، ایسا عجیب وغریب جس کی کوئی مثال تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ حقائق دراصل حقائق ہیں اور اس میں کوئی کلام نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دشمنوں پر فتح کا دن درحقیقت حضور اکرم ﷺ کا اپنے نفس پر سب سے زیادہ قدرت کا دن تھا، انہوں نے انتہائی فراخ دلی سے قریش مکہ کے تمام مظالم کو معاف کر دیا، مکے کی ساری آبادی کو پناہ دی۔ (۲۶۵) آرتھر گلیمن (ARTHURGILLMAN) رقمطراز ہے: ''حضرت محمد ﷺ حد درجہ قابل تعریف ہیں کیونکہ فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے اپنے مخالفوں کی سابقہ بدسلوکی اور قدرتی طور پر

اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی انتقام خیز ناراضگی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی افواج کو ہر قسم کی خوں ریزی سے روکا۔"

(ARTHURGILLMAN SARACENS,P.104) سٹین لے لین پول (STANLEY LANE POOL) لکھتا ہے:

"فتح مکہ کے موقع پر حضرت محمد ﷺ کی اپنے دشمنوں پر عظیم فتح کا دن ان کے عظیم ترین ضبط نفس کا بھی تھا۔ قریش کفار مکہ نے جن کو برسہا برس اپنی مختلف تکلیفوں اور نفرت وحقارت کا نشانہ بنایا، انہوں نے قریش کو معاف کر دیا اور اہل مکہ کو بھی عام معافی سے نوازا۔" (۲۶۶) ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد لکھتا ہے۔ یہ وہ فقید المثال مظاہرہ اور واقعہ ہے جس کا جواب تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ (۲۶۷) آپؐ نے تمام توقعات اور امکانات کے برعکس نہایت وضاحت کے ساتھ کامل رواداری اور عفو عام کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوٹوک الفاظ میں فرمایا: "اليوم يوم المرحمة" (۲۶۸) "آج تو رحم وکرم، عفو ودرگزر اور ایثار و رواداری کا دن ہے' آج عفو عام کا دن ہے۔" اس طرح فتح مکہ کے موقع پر آپ نے اپنے بدترین دشمن کفار اور مشرکین مکہ سے حسن سلوک' مثالی رواداری' عفو ودرگزر کا مظاہرہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپؐ دونوں جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں:

سلام اس پر کہ اسرارِ محبت جس نے سمجھائے

سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس نے خوں کے پیاسوں کو قبائیں دیں

سلام اس پر کہ جس نے گالیاں کھا کر دعائیں دیں (۲۶۹)

معاہدۂ نجران......غیر مسلم اقلیتوں کے تحفظ، اتحاد و یگانگت اور رواداری کی تاریخی دستاویز

رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں قریب قریب پورا جزیرۃ العرب زیر نگیں ہو چکا تھا، غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے سب سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا، ان کو آپؐ نے جو حقوق دیئے اور ان سے جو معاہدات طے پائے وہ اب تک تاریخ میں محفوظ ہیں۔ "معاہدۂ نجران" اس حوالے سے بنیادی تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ اس دستاویز اور تاریخی منشور کے ذریعے رسول اکرمؐ نے اسلامی ریاست میں غیر مسلم باشندوں کے حقوق کے تحفظ، ان سے حسن سلوک، رواداری اور اعتدال پسندی کی تعلیم اور ہدایات جاری کیں، ان سے تعلقات کے راہنما اصول فراہم کیے، اس تاریخی دستاویز کا کم وبیش اسلامی تاریخ اور سیرت کی ہر کتاب میں تذکرہ ملتا ہے۔ ہم اسے بعینہٖ نقل کرتے ہیں: آپؐ نے تحریری فرمان جاری فرمایا: (۲۷۰)

اس معاہدے سے (اسلامی ریاست کے غیر مسلم اقلیتوں کے) حسب ذیل حقوق متعین ہوتے ہیں، (۱) ان کی جان محفوظ رہے گی۔ (۲) ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضے میں رہے گا۔ (۳) ان کے کسی مذہبی نظام

میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدے دار اپنے اپنے عہدوں پر برقرار رہیں گے۔(۴)صلیبوں اور مورتوں کونقصان نہ پہنچایا جائے گا۔(۵)ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔(۶) ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی۔(۷) اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔(۸) ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔(۹) ان کے معاملات ومقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔(۱۰) ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔(۱۱) سودخودی کی اجازت نہ ہوگی۔(۱۲) کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلے میں نہ پکڑا جائے گا۔(۱۳) اور نہ انہیں کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔ یہ شرائط تھیں اس سند نامے کی، جو پیغمبر اسلامؐ نے عیسائیوں کو عطا کیا تھا۔ یہ ایک نہایت وقیع اور عظیم الشان پروانہ آزادی اور دنیا کی تاریخ میں اعلیٰ درجے کی مساواتِ حقوق کی ایک شریفانہ اور قابلِ وقعت یادگار ہے۔(۲۷۱)

سید امیر علی مغربی مصنف گوبینو (GOBINEAU) کے حوالے سے معاہدۂ نجران پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مندرجہ بالا دستاویز تمام مسلم فرماں رواؤں کے لئے غیر مسلم رعایا کے ساتھ سلوک کے بارے میں ایک ہدایت نامہ رہی ہے اور اگر کسی فرماں روا نے اس سے انحراف کیا ہے، تو اس کا سبب اس فرماں روا کی شخصی سیرت میں پایا جاتا ہے۔ اسلامی نظام نے فی نفسہ ہمیشہ پوری پوری رواداری کو قائم رکھا ہے، عیسائیوں اور یہودیوں سے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کے بارے میں کبھی مزاحمت نہیں کی اور انہیں کبھی تبدیلی مذہب پر مجبور نہیں کیا گیا۔(۲۷۲)

خلاصہء بحث

قومی اور بین الاقوامی سطح پر عالمی مذاہب میں مکالمہ، بین المذاہب اتحاد، یگانگت، مفاہمت اور پُرامن بقائے باہم کی بنیاد پر رواداری کی ضرورت جتنی آج محسوس کی جارہی ہے، شاید اس سے قبل کبھی محسوس نہیں کی گئی۔ یہ عہدِ حاضر کا اہم اور حساس موضوع ہے، اس موضوع کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہم پیغمبر رحمت، محسنِ انسانیت ﷺ کے امتی ہیں، جنہیں رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا گیا۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا ہر گوشہ اور اسوۂ حسنہ کا ہر پہلو صبر وبرداشت، عفوودرگزر، تحمل وبردباری اور رواداری سے عبارت ہے۔ میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور معاہدۂ نجران سیرتِ طیبہ کے وہ تاریخی شاہ کار ہیں، جن سے رسول اکرم ﷺ کی مذہبی رواداری، تحمل وبرداشت، بُردباری اور انسان دوستی کا پتہ چلتا ہے۔ سیرتِ طیبہ کے یہ تاریخی اور اہم موڑ ہیں، جو احترام انسانیت، پُرامن بقائے باہم، غیر جانبداری اور امن وسلامتی کا پیغام دیتے نظر آتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ آپؐ نے دنیا میں امن، رواداری، انسان دوستی اور احترام انسانیت کے کلچر کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ آج قومی اور بین الاقوامی سطح پر مذہبی منافرت شدت پسندی اور تعصّبات کے خاتمے کے لئے تعلیماتِ نبوی کو عام کرنے، سیرتِ طیبہ کو فروغ دینے اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ کو اپنانے

کی ضرورت ہے۔یہی ہمارے آج اور ہر عہد کے مسائل کا حل ہے۔اسی میں ہماری فلاح اور نجات ہے۔اس کی پیروی کر کے ہی ہم دنیا میں اپنا کھویا ہوا مقام پا سکتے ہیں۔یہی دنیا میں امن وسلامتی ، عالمی مذاہب کے درمیان اتحاد و یگانگت بین المذاہب مفاہمت اور رواداری پر مبنی عالمی انسانی معاشرے کے قیام کی یقینی ضمانت ہے۔

"وصلی اللہ علی النبی الامی وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ."

تجاویز وسفارشات

☆ دورِ جدید میں دنیائے انسانیت امن وسلامتی ، رواداری ، اتحاد و یگانگت اور مفاہمت کی متلاشی ہے۔اسے آج سب سے بنیادی مسئلہ سمجھا جا رہا ہے،اسلام ایک ابدی ضابطہء حیات اور امت مسلمہ امت وسط ہے،اسلام نے ہر دور کے مسائل کا حل پیش کیا ہے۔قرآن کریم کی تعلیمات "لکم دینکم ولی دین" "لا اکراہ فی الدین" اور "ولا تسبوا الذین یدعون من دون اللہ" کو بنیاد بنا کر دنیا میں امن ومحبت کے پیغام کو عام کیا جائے۔رواداری ، مفاہمت اور اتحاد ویکجہتی کو اپنایا جائے۔دنیا کے مذاہب کو دین کے سنہری اصولوں کی بنیاد پر اسلام سے قریب تر کیا جائے۔اس طرح عالمی سطح پر بین المذاہب اتحاد و یگانگت وہم آہنگی کو فروغ حاصل ہوگا۔

☆ وفاقی وزارتِ مذہبی امور ایک فعال اور مقتدر قومی ادارہ ہے،یہ ملکی اور عالمی سطح پر سیمینارز اور کانفرنسیں منعقد کر کے بین المذاہب مکالے اور عالمی مذاہب کے درمیان اتحاد و یگانگت کے فروغ میں اپنا کردار ادا کرے۔☆ دنیا کو یہ پیغام دیا جائے کہ اسلام سلامتی اور ایمان امن کا نام ہے۔اسلام اور مسلمانوں کا منافرت ، انتہا پسندی اور دہشت گردی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں۔☆ اسلام اور مسلمان احترامِ انسانیت اور امن سلامتی کے سفیر ہیں۔اس حوالے سے مغربی پروپیگنڈے کے خاتمے کیلئے علمی اور عملی سطح پر اقدامات کیے جائیں۔☆ دنیا پر باور کیا جائے کہ اسلام پُر امن بقائے باہم کی بنیاد پر امن ومحبت اور سلامتی کا پیغام دیتا ہے۔یہ کسی مذہب اور طبقے کے خلاف نہیں۔اس کا پیغام امن وسلامتی اور اخوت و یگانگت پر مبنی ہے۔☆ اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ کے حوالے سے غیر مسلم حلقوں بالخصوص مغربی دنیا کے منفی پروپیگنڈے کو زائل کیا جائے۔علمی سطح پر تحقیقی مقالات لکھے جائیں، پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا کا مثبت استعمال کیا جائے۔☆ اسوۂ نبوی کو علامی سطح پر عام کرنے میں رسول اکرم ﷺ کے سلاطین عالم کے نام مکتوبات اور خطوط کے ابدی پیغام کو عام کیا جائے ،جس میں انسانیت کو ہدایت اور امن وسلامتی کی دعوت دی گئی ہے۔☆ جدید دور کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے دین کی ترویج واشاعت اور اسلام کے پیغامِ امن وسلامتی کو دنیا میں عام کیا جائے۔مختلف مکاتبِ فکر و مذاہب کو مکالے کی دعوت دی جائے۔☆ دین سے اپنے تعلق اور رشتے کو مضبوط کیا جائے۔اسوۂ نبوی کو راہِ عمل بنایا جائے۔یہی ہمارے لیے کامیابی اور نجات کا راستہ ،ابدی ضابطۂ عمل اور لائق تقلید نمونہ ہے۔

﴿حواشی وحوالہ جات﴾

۱۔ سورۃ البقرہ......۲۱۳

۲۔ سورۃ الانعام/۱۰۸

۳۔ سورۃ البدر/۱

۴۔ سورۃ الشمس/۸

۵۔ سورۃ الکافرون/۶

۶۔ سورۃ الکہف/۲۹

۷۔ سورۃ البقرہ/۲۵۶

۸۔ سورۃ البقرہ۲۵۶

۹۔ المائدہ/۴۷

۱۰۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/رسول اکرم کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، ص۱۶۲

۱۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/رسول اکرم کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، ص۱۶۲

۱۲۔ المائدہ/۳۲

۱۳۔ الممتحنہ/۸۔۹

۱۴۔ الانفال/۶۱۔۶۲

۱۵۔ البقرہ/۱۴۳

۱۶۔ دیکھئے آیت کے ذیل میں: ابن جریر الطبری/تفسیر الطبری، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۳۲۱ اور امام فخر الرازی/التفسیر الکبیر، تہران، مکتب الاعلوم الاسلامی، محمد بن احمد الانصاری، القرطبی/الجامع الاحکام القرآن، بیروت، دارالمعرفہ، علامہ آلوسی/روح المعانی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، محمد بن علی الشوکانی/فتح القدیر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۴۹ھ/ڈاکٹر وہبہ الزحیلی/التفسیر المنیر فی العقیدہ ولاشرع والمنہج، بیروت، دارالمعرفہ، قاضی ثناء اللہ پانی پتی/التفسیر المظہری، کوئٹہ، مکتبہ حبیبیہ، محمد شفیع، مفتی/معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، مودودی، سید ابوالاعلیٰ/سیرت سرورؐ، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۱۹۷۸ء، ۲: ۴۵۹

۱۷۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ/سیرت سرور عالمؐ ۲: ۲۶۰

۱۸۔ امام فخر الرازی: التفسیر الکبیر، تہران، مکتب الاعلوم الاسلامی، ۷: ۹۰

۱۹۔ ابن جریر الطبری/تفسیر الطبری، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۴۲۱ھ، ۳/۳۵۲ علامہ آلوسی

۲۰۔ آلوسی، شہاب الدین/روح المعانی، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۴۱۵ھ، ۲/۱۸۶

۲۱۔ جلال الدین السیوطی/تفسیر الدر المنثور، بیروت، دارالکفر ۲/۲۳۵

۲۲۔ محمد بن علی الشوکانی/فتح القدیر، مصطفیٰ البابی الحلبی ۱۳۴۹ھ/۱/۳۱۷

۲۳۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رالتفسیر المظہری، کوئٹہ، مکتبہ حبیبیہ، ۲/۲۳
۲۴۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی رالتفسیر المنیر فی العقیدہ والشرع والمنہج، بیروت، دارالمعرفہ، ۲/۲۷۶
۲۵۔ محمد شفیع مفتی رمعارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ۲:۸۷۔ سید مودودی
۲۶۔ مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ رتفہیم القرآن، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ۱۹۸۳، ۲/۲۶۲
۲۷۔ محمد بن علی الشوکانی رفتح القدیر ۱/۳۱۷
۲۸۔ وہبہ الزحیلی رالتفسیر المنیر ۲/۲۸۶
۲۹۔ ایضاً ۲/۲۷۶
۳۰۔ محمد شفیع مفتی رمعارف القرآن ۲/۸۷
۳۱۔ وہبہ الزحیلی رالتفسیر المنیر ۲/۲۷۶
۳۲۔ H.G. WELLS/ A SHORT HISTORY OF THE WORLD LONDON, 1924-P-140
۳۳۔ انجیل متی ۱۰/۶، ۱۵/۲۴
۳۴۔ محمد حمید اللہ ررسول اکرم کی سیاسی زندگی، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۸ء ص ۲۲۸
۳۵۔ آل عمران:۲۴
۳۶۔ البقرہ
۳۷۔ آل عمران ۸۵
۳۸۔ محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۲۲۸
۳۹۔ سید سلیمان ندوی رسیرت النبیؐ، لاہور، مکتبہ مدینہ، ۱۴۰۸ھ، ۴/۲۱۰، ۲۱۱
۴۰۔ (ا) آل عمران/۱۹، نیز دیکھیے، الصف/۹، المائدہ:۳
۴۱۔ (۴۱) فرید وجدی رتطبیق الدیانۃ الاسلامیۃ، قاہرہ، ص ۱۴
۴۲۔ P-103 Encylopedia Britianica, Vol-19, Edition, 1929,(۴۲)
۴۳۔ Incearch of the Mircaulous, P-299, London:بحوالہ(۴۳)
۴۴۔ (۴۴) (قادری، سید حسین، ڈاکٹر رامام غزالی کا فلسفہ مذہب و اخلاق، لاہور، ص ۱۸۱
۴۵۔ James. H. Leuba/ GOD OR MAN, LONDON, 1934,"RELIGION"
۴۶۔ James. H. Leuba/ GOD OR MAN, LONDON, 1934,دیکھیے
۴۷۔ (۴۷) راغب الاصفہانی رمفردات القرآن، بیروت، دارصادر (الدین)
۴۸۔ البقرہ/۳۳
۴۹۔ النصر:۲
۵۰۔ الروم:۳۰

۵۱۔ المائدہ/۳
۵۲۔ ابوحنیفہ النعمان بن ثابت/الفقہ الاکبر مع شرح ملاعلی قاری۔ قاہرہ، مصر، ص ۹۰
۵۳۔ الجرجانی الشریف/کتاب التعریفات، بیروت، دارالمعرفۃ، ص ۸۳
۵۴۔ (PLUTARCH/HUNA(NITY ANDDERTY) LONDON,P"112)
۵۵۔ (بحوالہ: مارٹن یوتھ/کتاب الفلسفہ (عربی ترجمہ) بیروت، ص ۱۲۵
۵۶۔ شبلی نعمانی/الکلام، اعظم گڑھ، دارالمصنفین، ص ۲۳، ۲۴
۵۷۔ سورۂ روم/۳۰
۵۸۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/محمد رسول اللہؐ، مترجم: نذیر حق، دہلی، فرید بک ڈپو، ۲۰۰۳ء
۵۹۔ خورشید احمد، پروفیسر/اسلامی نظریہ حیات کراچی، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء، ص ۵۱
۶۰۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/محمد رسول اللہ، ص ۳۸
۶۱۔ الجاثیہ/۲۴
۶۲۔ یٰسین/۷۹
۶۳۔ شبلی نعمانی/سیرت النبیؐ، لاہور، الفیصل، ناشران، ۱/۷۸، ۷۹
۶۴۔ *Encyclopeadia Americana, New York, Edition 1947, * Encyclopeadia Britiannica, 9th Edition, 1984."Religion" " Encyclppedia of Religion and Ethics. "Religion" * Edinburgh, 1967, "Religion" ☆ لیوس مور/مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا، مترجم یاسر جواد، لاہور، نگارشات ۲۰۰۱ء ص ۱۵ ☆ غلام رسول چوہدری/مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۹۸ء، ص ۵۹
۶۵۔ Encyclopedia of Religion and Ethics. "Religion"
☆ رشید احمد/تاریخ مذاہب، اشاعت دوم، ۱۹۶۸ء
☆ عبداللہ المسدوسی/مذاہب عالم مطبوعہ ۱۹۶۴ء، ص ۱۹۶۴ء، ص ۲۲۷، ☆ غلام رسول، چوہدری/مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، ص ۵۰۔۵۱
۶۶۔ خورشید احمد، پروفیسر/اسلامی نظریہ حیات، کراچی، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲
۶۷۔ الزخرف/۴۳۔۹
۶۸۔ الصف:۹
۶۹۔ البقرہ/۲۵۶
۷۰۔ الاعراف۔۱۷۲
۷۱۔ الکافرون/۶
۷۲۔ الانعام/۱۳

۷۳۔ آل عمران/۹
۷۴۔ سبا/۲۸
۷۵۔ آل عمران/۵۷
۷۶۔ الاعراف/۱۵۸
۷۷۔ الفرقان/۱،۲
۷۸۔ احمد بن حنبل/المسند، قاہرہ، دار المعرف، ۱۹۳۶ء، ۲۱۶/۴
۷۹۔ ایضاً ۲۵/۱۲
۸۰۔ بخاری/الجامع الصحیح، بیروت، دار الفکر ۱۹۸۱ء، کتاب الوضوء، ۸۶/۱
۸۱۔ الصف/۹
۸۲۔ خورشید احمد، پروفیسر/اسلامی نظریہ حیات ص ۱
۸۳۔ المائدہ/۲
۸۴۔ یوسف القرضاوی/المبشرات بانتصار المسلمین، مترجم عبد الحلیم فلاحی، لاہور، منشورات ۲۰۰۴ء، ص ۱۱
۸۵۔ حافظ محمد ثانی، ڈاکٹر/تجلیات سیرت، کراچی، فضلی سنز، اشاعت سوم، ص ۹۵
۸۶۔ نعیم صدیقی/محسنِ انسانیت، لاہور، اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۷۷ء، ۲۲، ۲۳
۸۷۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ/الجہاد فی الاسلام، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ۲۰۰۲ء، ۳۰۷
۸۸۔ GIBBON, ROMAN EMPIRE LONDON, VOL, V, CHXI
۸۹۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ/الجہاد فی الاسلام، ص ۲۰۷
۹۰۔ ایضاً ص ۲۰۷
۹۱۔ Ferrer: Early Days of Christianity, London, P.488
۹۲۔ غلام حسین، حافظ/اسلامی حکومت میں اقلیتیں، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، ۱۹۸۷ء، ص ۸
۹۳۔ آل عمران ۱۰۳
۹۴۔ المائدہ: ۱۸
۹۵۔ البقرہ: ۱۱۳
۹۶۔ عبد المعید/عہد نبوی کا اسلامی معاشرہ، ماہنامہ دار العلوم دیوبند، اپریل ۱۹۹۷ء
۹۷۔ ابن ہشام/السیرۃ النبویۃ، قاہرہ، مصطفیٰ ابابی الحلبی، ۱۹۵۵ء، ۱۹۹/۱
۹۸۔ محمد حمید اللہ/رسول اکرم کی سیاسی زندگی، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۸۷ء، ص ۲۹
۹۹۔ DENISON, J.H/EMOTION AS THE BASIS OF CIVILIZATION, LONDON, 1928.P.262
۱۰۰۔ ابوالحسن علی ندوی/نبی رحمتؐ، کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۸۸ء، ص ۵۵

۱۰۱۔ ابن ہشام/السیرۃ النبویۃ ۱/۱۹۹
۱۰۲۔ نجم الدین سیوہاروی/رسوم جاہلیت، لاہور، مکتبہ رشیدیہ، ۱۹۸۸ء، ص ۴۴
۱۰۳۔ جواد علی/المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، بیروت، ۱۹۷۰ء، ص ۲۲۹، ۲۳۰
۱۰۴۔ شبلی نعمانی/سیرت النبیؐ ۴/۱۷۶
۱۰۵۔ ابوالکلام آزاد/اسلام کا نظریہ جنگ، لاہور، بساطِ ادب، ۱۹۸۷ء، ص ۱۲۴
۱۰۶۔ محمود شکری آلوسی/بلوغ الارب فی احوال العرب، مترجم پیر محمد حسن، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۷ء، ص ۳/۴۹۰
۱۰۷۔ شبلی نعمانی/سیرت النبیؐ ۴/۱۴۵
۱۰۸۔ عمر فروخ/تاریخ الجاہلیۃ، بیروت، دارالعلم، ۱۹۶۴ء، ص ۸۹
۱۰۹۔ ایضاً ص ۸۹
۱۱۰۔ ایضاً ص ۸۹
۱۱۱۔ جرجی زیدان/العرب قبل الاسلام، قاہرہ، ۱۹۵۷ء، ص ۳۵۳
۱۱۲۔ ابوالحسن علی ندوی/انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ۱۹۶۷ء، ص ۴۷
۱۱۳۔ شبلی نعمانی/سیرت النبیؐ، ۱/۳۲۹
۱۱۴۔ محمود شکری آلوسی/بلوغ الارب فی احوال العرب ۳/۴۰۱
۱۱۵۔ البقرہ
۱۱۶۔ البقرہ
۱۱۷۔ آل عمران
۱۱۸۔ البروج/۴ تا ۸
۱۱۹۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، Encyclopedia of Jews Religion, 1965
۱۲۰۔ البقرہ۔۸۵
۱۲۱۔ المائدہ/۱۸
۱۲۲۔ البقرہ/۸۰
۱۲۳۔ تفصیل کے لئے دیکھئے، Encyclopedia of Religion and Ethics, New York, 1931
۱۲۴۔ استثناء ۲۰، ۱۳، ۱۶
۱۲۵۔ سموئیل اول ۱۵:۳
۱۲۶۔ منوشاستر باب اول/۳۱ (۱۲۶) شبلی نعمانی/سیرت النبیؐ، لاہور، مکتبہ مدینہ، ۱۴۰۸ھ ۴/۱۲۲
۱۲۷۔ ایضاً ۱۲۲
۱۲۸۔ PETER, EDWARD/INQUISTION, UNIVERSITY OF CALIFORNIA PRESS, 1989, P.6 نیز دیکھئے

ڈاکٹر مبارک علی ر یورپ کا عروج، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۰۰ء، ص ۴۷

۱۲۹۔ ایضاً ۴ر۱۲۳

۱۳۰۔ ابوالحسن علی ندوی رانسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، کراچی، مجلس نشریاتِ اسلام، ص ۴۷

۱۳۱۔ ایضاً ص ۴۷، نیز دیکھئے راقم الحروف کی کتاب رسولِ اکرمؐ اور رواداری، کراچی، فضلی سنز، ۱۹۹۹ء، ص ۱۵۸

۱۳۲۔ یجرویدادھیا ۱۳، منتر ۱۲

۱۳۳۔ یجروید ۱۵، ۱۷، ۱۹

۱۳۴۔ ۱۳ر۲۸

۱۳۵۔ سام وید ۱۰ منتر ۳

۱۳۶۔ ایضاً

۱۳۷۔ گوتم دھرم شاستر ۱۲:۶۴۔ (مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے: البیرونی رکتاب الہند، مترجم سید اصغر علی، لاہور، الفیصل ناشران، ص ۴۰۶، ۴۰۷۔ غلام اکبر ملک رراجپوت تاریخ کے آئینے میں، لاہور، العقاب پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء، ص ۲۷، عبید اللہ سندھی، مولانا رتحفہ الہند، کراچی، صدیقی ٹرسٹ، ص ۲۰۱، ۲۰۲، مبارک علی راچھوت لوگوں کا ادب، لاہور، فکشن ہاؤس، ۱۹۹۳ء، ص ۲۰، ۲۱، ENCYLOPEDIA OF RELIGION AND ETHICS, NEW YORK, 1921, ENCYLOPEDIA BRITANNICA 1962, VOL.3,P.1011

۱۳۸۔ دیکھئے، CARD, RICHARD A.ED.BUDDHISM.NEWYORK,GEORGE BRAZILLIER, 1961, HUMPHREL YS,CHRISTMAS, BUDDHISM.NEWYORK, PENGUIN BOOKS, 1951

۱۳۹۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: Encyclopedia of religion and Ethics, New York, 1931

۱۴۰۔ الازہری، پیر محمد کرم شاہ رضیاء النبیؐ ۱ر۵۵

۱۴۱۔ ایضاً ۵۷

۱۴۲۔ آرتھر کرسٹن رایران بعہد ساسانیاں، مترجم ڈاکٹر محمد اقبال، کراچی، انجمن ترقی اردو، ص ۲۰۸

۱۴۳۔ المائدہ ۳۲ر

۱۴۴۔ الفرقان ۶۸ر

۱۴۵۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر، عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی، ص ۳۶۵، نیز دیکھئے: خالد علوی ڈاکٹر رانسان کاملؐ، لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۰۱ء، ص ۳۶۴

۱۴۶۔ التین ۴ر

۱۴۷۔ مشکوۃ، کتاب الادب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، دمشق المکتب الاسلامی، ۱۹۶۱ء، ۲ر۶۱۳

۱۴۸۔ ابوداؤد رالسنن، مصر، مطبعۃ السعادۃ، ۱۹۵۰ء، کتاب الادب، باب الرحمۃ ۵ر۲۳

۱۴۹۔ بخاری رالجامع ربیروت، دارالفکر، ۱۹۸۱ء، کتاب التوحید ۸ر۱۶۵

۱۵۰۔ مسلم/الجامع الصحیح، کتاب البر والصلۃ والاداب فضل عیادۃ المریض

۱۵۱۔ الحجرات۔۱۳

۱۵۲۔ الانعام۔۹۸

۱۵۳۔ الاعراف۱۸۹

۱۵۴۔ الزمر۔۶

۱۵۵۔ الممتحنۃ۸۔۹

۱۵۶۔ الدہر/۸۔۹

۱۵۷۔ بحوالہ: مجیب اللہ ندوی/اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، لاہور، مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری، ۱۹۹۰ء، ص ۳۵

۱۵۸۔ الکافرون/۶

۱۵۹۔ البخاری/الجامع الصحیح ۱/۳۹

۱۶۰۔ الانبیاء ۱۰۷

۱۶۱۔ الاحزاب۔۶

۱۶۲۔ سبا۔۲۸

۱۶۳۔ النحل/۹۰

۱۶۴۔ القصص/۷۷

۱۶۵۔ کہف/۲۹

۱۶۶۔ البقرہ:۲۵۶

۱۶۷۔ GOLDZIHER/INTRODUCTION TO ISLAMIC THEOLOGY AND LAW, PRINCETON UNIVERSITY PRESS, 1981,P.22,23,26

۱۶۸۔ WATT, W, MONTGOMERY/ISLAMIC SURVEYS, EDUNBURG UNIVERSITY PRESS, 1972, P.5,6

۱۶۹۔ MUIR, SIR WILLIAM / MOHAMMAD AND ISLAM, LONDON, 1986, P.107,P.51

۱۷۰۔ LANEPOOL, STANLEY THE MOORISH IN SPAIN. LAHORE, 1967, P.51

۱۷۱۔ MARGOLIOTH, D. S / MOHAMMADISM AND THE ISLAMIC WORLD, DEEP & DEEP PUBLISHERS , DELHI, 1988,P.91

۱۷۲۔ مصطفیٰ سباعی/المستشرقون والاسلام (ترجمہ سلمان شمس ندوی) ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۵۳

۱۷۳۔ GOLDZIHER / INTRODUCTION TO ISLAMIC THEOLOGY AND LAW, P.23

۱۷۴۔ GOLDZIHER P.23

۱۷۵۔ WATT, W MONTGOMERY / ISLAMIC SURVEYS, P.56

۱۷۶۔ MUIR, SIR WILLIAM / MOHAMMAD AND ISLAM, P.288

۱۷۷۔ LANEPOOL, STANELY / THE MOORISH IN SPAIN, P.51

۱۷۸۔ MARGOLIOTH, D.S / MOHAMMADISM AND THE ISLAMIC WORLD, P.9

۱۷۹۔ HITTI, PHILIP KHURI / HISTORY OF THE ARABS, HONG KONG, 1970, P. 117

۱۸۰۔ THE DAILY DAWN KARACHI, 3, MARCH 1997

نیز دیکھئے: ماہنامہ عالم اسلام اور عیسائیت مئی ۱۹۹۷ء، ۲۵، ۲۷

۱۸۱۔ ظفر علی قریشی: شان رسالت میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ، سرگودھا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، ۱۹۹۵ء، ص ۳۹

۱۸۲۔ ایضاً ص ۴۰

۱۸۳۔ البقرہ/۲۵۶

۱۸۴۔ الغاشیہ/۲۱ تا ۲۲

۱۸۵۔ المنذری/الترغیب والترھیب، قاہرہ، ادارۃ الطباعۃ المنیر یہ

۱۸۶۔ الاحقاف، ۳۵

۱۸۷۔ الشوریٰ/۴۰

۱۸۸۔ نیز دیکھئے: البقرہ/۲۵۵، آل عمران/۱۵۵، النساء/۱۲، الحج: ۵۹، البقرہ ۲۶۳

۱۸۹۔ ترمذی/الجامع ۴/۳۷۲

۱۹۰۔ شبلی نعمانی/سیرت النبیؐ، ۲/۲۱۴

۱۹۱۔ محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/خطبات بہاولپور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ص ۳۱۴، ص ۳۱۵

۱۹۲۔ آل عمران/۱۵۹

۱۹۳۔ نیز دیکھئے: آل عمران/۱۳۴، الشوریٰ/۴۳۔ المومنون/۹۶۔۹۸، الاحقاف/۵۳

۱۹۴۔ دیکھئے قرآنی آیات: طٰہٰ/۱۳۰، المدثر/۱، ۲، ۷، الطور/۴۸، الاحقاف، ۳۵

۱۹۵۔ بخاری/الجامع ۲/۱۷، دمشق، دار ابن کثیر، ۱۴۱۰ھ

۱۹۶۔ احمد بن حنبل/المسند ۳/۱۲۰

۱۹۷۔ ترمذی/الشمائل باب ماجاء فی خلقہ، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ص ۲۱

۱۹۸۔ ترمذی/الجامع ۴: ۳۷۲

۱۹۹۔ ابوالکلام آزاد/رسول رحمتؐ، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، ص ۴۳۹

۲۰۰۔ عبدالکریم زیدان، احکام الذمیین فی الاسلام، بغداد (س۔ن) ص ۹۵

۲۰۱۔ محمد حمید اللہ خطبات بہاولپور، ص ۴۱۴۔۴۱۵

۲۰۲۔ آل عمران/٦٤

۲۰۳۔ محمد حمید اللہ، رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۳۲۰، ۳۲۱

۲۰۴۔ ایضاً ص ۵۳۵، ۵۳۱

۲۰۵۔ امام الدین رغیر مسلم مشاہیر عالم اور محاسن اسلام (مطبوعہ) صدیقی ٹرسٹ، کراچی، ص ۹، نیز دیکھئے! ڈاکٹر گستاؤلی بان رتمدن عرب، ص ۱۴۹

۲۰۶۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ ردعوت اسلام، مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب، ص ۱۴۵

۲۰۷۔ البقرہ/۲۵۶

۲۰۸۔ پ ۱۱، رکوع ۱۰ آیت ۹۹

۲۰۹۔ البقرہ/۱۴۳

۲۱۰۔ محمد یوسف القرضاوی، ڈاکٹر راسلامی بیداری، انکار اور انتہا پسندی کے نرغے میں، ترجمہ الصحوۃ الاسلامیہ بین الجحو د والتطرف، مترجم: سلمان ندوی، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ص ۱۰۔۱۱

۲۱۱۔ البقرہ/۱۷

۲۱۲۔ البقرہ/۱۴۲

۲۱۳۔ سید رشید رضا راسلام کی امتیازی خصوصیات، اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی، ۱۹۹۸ء، ص ۵

۲۱۴۔۲۱۵۔

۲۱۶۔ دیکھئے: النساء/۱۷۱، المائدہ/۷۷

۲۱۷۔ ابن سعد رالطبقات الکبریٰ، ۲/۱۸۱

۲۱۸۔ النسائی رسنن النسائی، ۵/۲۶۸، احمد بن حنبل رالمسند ۱/۲۱۵

۲۱۹۔ النسائی رسنن النسائی، بیروت، دار الفکر ۱۹۸۷ء، ۵/۲۶۸، احمد بن حنبل رالمسند، ۱/۲۱۵

۲۲۰۔ بخاری رالجامع الصحیح، ۱/۳۹

۲۲۱۔ ابن الاثیر رجامع الاصول فی احادیث الرسولؐ، بیروت، دار الفکر، ۵/۵۹، حاکم النیشاپوری رالمستدرک، بیروت، دار المعرفہ، ۵/۳۷۵

۲۲۲۔ مسلم رالجامع الصحیح رقم الحدیث، ۲۶۷

۲۲۳۔ البقرہ/۲۵۶

۲۲۴۔ یونس/۹۹

۲۲۵۔ حافظ غلام حسین راسلامی حکومت میں اقلیتیں، لاہور، دیال سنگھ لائبریری، ۱۹۸۷ء، ص ۱۴

۲۲۶۔ البقرہ: ۲۵۶

۲۲۷۔ آل عمران/٦٤

۲۲۸۔ صباح الدین عبدالرحمٰن/اسلام میں مذہبی رواداری، اعظم گڑھ انڈیا، ندوۃ المصنفین ص ۵۳، ۵۵

۲۲۹۔ ایضاً ص ۵۶

۲۳۰۔ النحل۔ ۶

۲۳۱۔ النحل۔ ۱۲۵

۲۳۲۔ الانعام/۱۳

۲۳۳۔ شوریٰ/۴۸

۲۳۴۔ النحل۔ ۸۲

۲۳۵۔ المائدہ/۹۲

۲۳۶۔ الغاشیہ/۳۲

۲۳۷۔ پروفیسر خورشید احمد/اسلام نظریہ حیات، کراچی، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۷۱ء

۲۳۸۔ ابو یوسف/کتاب الخراج، بیروت دار المعرفہ صفحہ ۳۷

۲۳۹۔ خورشید احمد، پروفیسر/اسلامی نظریہ حیات، ص ۴۹۲

۲۴۰۔ الکافرون/۶

۲۴۱۔ الانعام: ۱۰۸

۲۴۲۔ عبدالکریم زیدان/احکام الذمیین فی الاسلام، بغداد، ص ۵۹

۲۴۳۔ عبدالکریم زیدان/احکام الذمیین فی الاسلام، بغداد، ص ۵۹

۲۴۴۔ میثاقِ مدینہ کے متن اور دیگر تفصیلات کے لئے دیکھئے: ابن ہشام/ السیرۃ النبویہ، بیروت، دار الفکر، ۱۱۹/۲، ۱۲۰، ابنِ کثیر/البدایہ والنہایہ، بیروت، دار المعرفہ ۱۹۶۹ء، ۲۲۴/۳، محمد حمید اللہ، ڈاکٹر/الوثائق السیاسیہ فی العہد النبویؐ، قاہرہ لجنۃ التالیف والترجمہ، ۱۹۴۱ء، ص ۱۔۷

۲۴۵۔ دیکھئے: محمد حمید اللہ/ عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۸۹۷ء، ص ۱۹۶۔۱۹۸، دیگر تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ راقم الحروف کا تحقیقی مقالہ ''میثاقِ مدینہ۔ سیاست نبوی کا مثالی شاہ کار'' مطبوعہ السیرہ، ششماہی، ربیع الاول ۱۴۲۱ھ، ص ۱۳۳۔۱۶۶

۲۴۶۔ محمد حمید اللہ/عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، ص ۱۰۲

۲۴۷۔ محمد رسول اللہؐ (مقالات سیرت النبیؐ) لاہور، مطبوعہ شعبہ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، ۱۹۸۲ء، ص ۱۶۷

۲۴۸۔ محمد حمید اللہ/عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی/ص ۷۶، ایضاً/رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، کراچی، دار الاشاعت، ۱۹۸۷ء، ص ۲۵۵، ایضاً/خطبات بہاولپور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی، ۱۹۹۲ء، ص ۲۳۶

۲۴۹۔ ابن ہشام/السیرۃ النبویہ ۱۱۹/۲، ۱۲۰، ابن کثیر/البدایہ والنہایہ ۲۲۴/۳، محمد حمید اللہ/الوثائق السیاسیہ فی العہد النبویؐ ص ۱۔۷

۲۵۰۔ AMEER ALI/ THE SPIRIT OF ISLAM, KARACHI 1969, P.58

۲۵۱۔ بحوالہ: پیر محمد کرم شاہ الازہری/ضیاء النبیؐ، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ۱۴۱۵ھ، ۱۱۹/۳

۲۵۲۔ حسین ہیکل/حیاۃ محمدؐ قاہرہ، مطبعۃ النھضۃ العصریہ، ۱۹۴۷ء، ص ۲۲۷

۲۵۳۔ خالد علوی، ڈاکٹر/انسانِ کاملؐ، لاہور، الفیصل ناشران، ۲۰۰۱ء، ص ۲۵۶

۲۵۴۔ صلح حدیبیہ کے متن کے لئے دیکھئے: محمد حمید اللہ/الوثائق السیاسیہ فی العہد النبویؐ ص ۷۹، ۸۰

۲۵۵۔ سورۃ الفتح/۱

۲۵۶۔ ابن حجر عسقلانی/فتح الباری/بیروت، دار المعرفہ ۲۵۶/۵

۲۵۷۔ محمد احمد باشمیل/صلح حدیبیہ/مترجم اختر فتح پوری، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۸۵ء، ص ۲۵۶

۲۵۸۔ ۲۵۔

۲۵۹۔ ابن قیم الجوزی/زاد المعاد، بیروت، مکتبہ الرسالہ، ۱۹۷۹ء، ۴۲۳/۱

۲۶۰۔ ابن ہشام/السیرۃ النبویہ ۴۴/۴

۲۶۱۔ امیر علی/روح اسلام، ص ۱۲۹

۲۶۲۔ جی سنگھ دارا/رسول عربیؐ، سیرت اکیڈمی، ۱۹۷۹ء، ۴۲۳/۱

۲۶۳۔ ایضاً ص ۳۹۴

۲۶۴۔ ARTHERGILLMAN/THE SARACENS, LONDON P.184,185

۲۶۵۔ ماہنامہ فاران، کراچی، سیرت نمبر جنوری ۱۹۵۶ء

۲۶۶۔ (STANLEY LANE POOL/ THE SPEECHES AND TABLE TALK OF THE PROPHET MUHAMMAD, LONDON, 1986, P.46

۲۶۷۔ سوامی لکشمن پرشاد/عرب کا چاند، ص ۱۶۲

۲۶۸۔ ابن قیم الجوزی/زاد المعاد، ۴۲۳/۱

۲۶۹۔ ماہر القادری، بحوالہ اردو میں نعتیہ شاعری از رفیع الدین اشفاق، کراچی، اردو اکیڈمی، ۱۹۷۶ء، ص ۶۱۶

۲۷۰۔ البلاذری/فتوح البلدان، قاہرہ، دار النشر ص ۴۷

۲۷۱۔ حافظ محمد ثانی، ڈاکٹر/رسول اکرمؐ اور رواداری، کراچی، فضلی سنز، ۱۹۹۸ء، ص ۱۹۳

۲۷۲۔ امیر علی/روح اسلام، ص ۴۲۳

"قل یا اھل الکتاب تعالو ا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم " کے حوالے سے
دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر محمد مشتاق کلوٹا۔ کراچی

اسلام ایک آخری دین ہے جو حضرت محمد ﷺ، احمد (۱) الامی (۲) بشیر (۳) حاکم (۴) خاتم النبیین (۵) داعی الی اللہ (۶) ذوالفتوح (۷) ذوالقوۃ (۸) راضی (۹) رسول اللہ (۱۰) رفیع الذکر (۱۱) السراج المنیر (۱۲) شاہد (۱۳) صاحب کوثر (۱۴) الظاہر (۱۵) عبد اللہ (۱۶) غنی (۱۷) الفاتح (۱۸) المبشر (۱۹) المرسل (۲۰) المنادی (۲۱) النور (۲۲) ہادی (۲۳) یٰسین (۲۴) کو آخری کتاب یعنی قرآن پاک کے ذریعے عطا فرمایا گیا ہے اس کا دائرہ نصیحت عالمگیری ہے اس کا دور قیامت تک ہے۔

قرآن نے بتایا ہے کہ اس کا رب صرف مسلمانوں کا ہی رب نہیں ہے بلکہ وہ تمام اقوام کا بھی رب ہے۔ دوسرے لفظوں میں خدا قومی خدا نہیں بلکہ بین الاقوامی خدا ہے۔ (۲۵) قرآن نے اپنے عالمگیر پہلو کی وضاحت کے لیے جہاں اللہ کو رب العالمین (۲۶) کہا وہاں اپنے پیارے رسول کو الارحم (۲۷) افصح العربؐ (۲۸) امام الخیر (۲۹) الامین (۳۰) اول شافع (۳۱) الباہر (۳۲) الحاشر (۳۳) حامل لواء الحمد (۳۴) خطیب النبیین (۳۵) خیر الناس (۳۶) ذکاراً (۳۷) رھاب (۳۸) زعیم الانبیاء (۳۹) سابق العرب (۴۰) سید الناس (۴۱) صاحب السیف (۴۲) الصفوح (۴۳) مدینۃ العلم (۴۴) المعلم (۴۵) اور رحمۃ للعالمین (۴۶) کہا ہے اور ان کی بعثت کافۃ للناس (۴۷) یعنی تمام انسانوں کی طرف کی گئی ہے۔ اسی قرآن کو ذکر للعالمین یعنی نصیحت سارے عالم کے لیے (۴۸) کہا ہے اور دوسری جگہ قرآن کو بصائر للناس وھدی ورحمۃ (۴۹) یعنی بصیرت کی روشنیاں ہیں لوگوں کے لیے اور ہدایت و رحمت ہے۔

اسلام وہ دین ہے جو انسان کے فکر و عمل کو صحیح خطوط پر چلا کر اسے جسمانی و روحانی دنیا میں بانتیجہ و بار مراد فرماتا ہے۔
اسلام دین حق بھی ہے اور کامل بھی جیسا کہ فرمایا "قل جا الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا " ترجمہ "کہہ دو کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے کے لیے ہی تھا" (۵۰) اسلام کے علاوہ آج کوئی مذہب ایسا جامع و مانع نہیں ہے جو باعتبار اپنی تعلیمات کے اسلام جیسی جامعیت و جاذبیت اور کمال رکھتا ہو۔ (۵۱)

آیت کا ترجمہ، تفسیر اور وضاحت

قل یا اھل الکتاب تعالو ا الیٰ کلمۃ سواء بینا و بینکم (۵۲)

ترجمہ: آپ ﷺ کہہ دیجئے اے! اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں" (۵۳)

لفظ سواء کی تحقیق

سواء کے معنی عدل و انصاف کے ہیں جیسے ہم کہیں ہم تم برابر ہیں۔(۵۴) سواء کے معنی وسط کے بھی ہیں۔سواء الراس، سر کے بیچ کے حصے کو کہتے ہیں۔سواء الطریق کے معنی ہوں گے وسط شاہراہ۔جو چیزیں دو جماعتوں کے بیچوں بیچ ہوں گی وہ دونوں میں یکساں، مشترکہ، مسلم اور جانی پہچانی ہوئی ہوں گی۔توحید کے متعلق قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ یہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان یکساں مشترک و مسلم ہے۔جب توحید ہمارے اور تمہارے درمیان ایک مشترکہ حقیقت ہے تو موازنہ کرو کہ اس قدر مشترک کے معیار پر قرآن اور اسلام پورے اترتے ہیں یا یہودیت و نصرانیت؟ (۵۵)

جب یہود و نصاریٰ کے سامنے توحید پیش کی جاتی تو کہتے کہ ہم بھی خدا کو ایک کہتے ہیں بلکہ ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اوپر جا کر اقرار کرتا ہے کہ بڑا خدا ایک ہے یہاں اسی طرف توجہ دلائی گئی کہ بنیادی عقیدہ توحید ہے، جس پر ہم دونوں متفق ہیں ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کرسکتا ہے بشرطیکہ آگے چل کر اپنے تصرف اور تحریف سے اس کی حقیقت بدل نہ ڈالیں۔(۵۶) یہ ایک ایسی دعوت ہے جس پر ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جس کے صحیح ہونے سے تم بھی انکار نہیں کرسکتے۔تمہارے اپنے انبیاء سے یہی عقیدہ منقول ہے۔تمہاری اپنی کتب مقدسہ میں اس کی تعلیم موجود ہے۔(۵۷) اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے اس کے ساتھ کسی بت کو نہ پوجیں صلیب، تصویر۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو نہ پوجیں نہ آگ کو نہ اور کسی چیز کو بلکہ تنہا اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں۔(۵۸) جیسے فرمان ہے وما ارسلنامن قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فا عبدون (۵۹) ترجمہ "تجھ سے پہلے جس جس رسول کو ہم نے بھیجا سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس تم سب میری ہی عبادت کیا کرو" ایک اور جگہ ارشاد ہے کہ "ولقد بعثنا فی کل امۃ رسو لا ان اعبد و اللہ و اجتنبو االطاغوت " (۶۰) ترجمہ "ہر امت میں رسول بھیج کر ہم نے یہ اعلان کروایا کہ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے سوا سب سے بچو" جو شخص بھی تورات اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے وہ عقیدہ توحید سے اچھی طرح وقف ہے۔جہاں تک تورات کا تعلق ہے اس میں تو توحید کی تعلیم اس قدر وضاحت، قطعیت اور اتنی کثرت کے ساتھ ہے کہ اس کے حوالے نقل کرنا محض بات کو طول دینا ہوگا۔(۶۱) توحید کے معاملے میں سب سے زیادہ گمراہی نصاریٰ کو پیش آئی ہے اور

مندرجہ بالا آیت میں بھی انہی کی طرف اشارہ ہے۔انجیل سے کچھ حوالے

☆ ''یسوع نے جواب میں اس سے کہا لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور اسی کی بندگی کر''(۶۲)

☆ ''یسوع نے جواب دیا کہ اول (حکم) یہ ہے کہ اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے(۶۳)

☆ ''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں''(۶۴)

☆ ''اس نے اس سے کہا کہ تو مجھ سے نیکی کی بات کیوں پوچھتا ہے؟ نیک تو ایک ہی ہے''(۶۵)

آیت مذکورہ میں جو دعوت دی گئی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک منصفانہ دعوت ہے۔ایسی دعوت ہے جس میں حضورﷺ ان پر کسی قسم کی کوئی فضیلت و برتری حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اور نہ اہل اسلام میں کسی قسم کی برتری چاہتے ہیں۔ایک یکساں موقف جس کے سامنے سب کے سب برابری کی پوزیشن میں کھڑے ہوں گے۔کوئی کسی پر برتری نہ چاہے گا کوئی کسی دوسرے کو اپنا غلام نہ بنائے گا یہ ایک ایسی دعوت ہے جس سے صرف بدفطرت اور مفسد ہی انکار کرسکتا ہے جو یہ نہیں چاہتا کہ حق کے سامنے جھک جائے۔یہ ایک ایسی دعوت ہے کہ وہ صرف اللہ کی بندگی کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔نہ کسی بشر کو نہ کسی پتھر کو اللہ کی طرف ایسی دعوت کہ جس میں کوئی انسان کسی دوسرے انسان کا غلام نہ ہو نہ نبی کا غلام ہو نہ رسول کا غلام ہو بلکہ سب اللہ کے بندے اور غلام ہیں۔(۶۶)

مذہب کیا ہے؟

جب ہم مذاہب عالم کی بات کرتے ہیں تو سب سے پہلے غور کرنا چاہیے کہ مذہب کیا ہے؟

☆ای بی ٹیلر کے مطابق ''مذہب روحانی موجودات پر اعتقاد کا نام ہے''(۶۷)☆فرید وجدی نے مذہب کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''مذہب ان معقول خیالات و تصورات کے مجموعے کا نام ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتے میں منسلک ہو جائیں۔مذہب نوع انسانی کے لیے ایک ابدی ضابطہ حیات ہے''(۶۸)

۱۔ ''مذہب'' صرف عبادات تک محدود ہو کر رہ جاتا ہے۔جب قوموں نے دین اسلام کو ترک کر کے دوسرے طریقے اختیار کر لیے تو مذاہب بن گئے جو صرف عبادات تک محدود کر دیئے گئے۔(۶۹)

۲۔ ''مذہب'' چند اخلاقی اقدار کے مجموعے کا نام ہے اس میں کسی شعبہ میں کسی مخصوص عقیدے نقطہ نظر یا مسلک کی پیروی کی جاتی ہے' یہ انسان کی پوری زندگی پر محیط نہیں ہوتا۔اس طور پر ''مذہب'' کو ''دین'' کا جزو کہنا مناسب ہے یعنی ''دین'' اگر ''کل'' ہے تو ''مذہب'' اس کا ایک ''جزو'' ہے۔(۷۰)

What is Religion?

Human being's relation to that which they regard as holy, sacred, spiritual, or divine. Religion is commonly regarded as consisting of a person's relation to God or the gods or Spirits. Worship is probably the most basic element of religion, but moral conduct, right belief, and participation in religious institutions are generally also constituent elements of the religious. (71)

What is Religion?

Belief in the existence of a superhuman controlling power, especially of God or Gods, Usually expressed in worship. OR

Belief in or sensing of some superhuman controlling power or powers, entitled to Obedience, reverence, and worship, or in a system defining a code of living, esp. as a means to achieve spiritual or material improvement; acceptance of such belief (esp. as represented by an organized Church) as a standard of spiritual and practical life; the expression of this in worship etc. Also (now rare), action or conduct indicating such belief; in pl., religious rites.(72)

دنیا کے بڑے بڑے مذاہب کی درجہ بندی

مذاہب کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

ا۔ الھامی مذاہب ۲۔ غیر الھامی مذاہب

ا۔ الھامی مذاہب

الہامی یا تبلیغی یا سامی مذاہب وہ مذاہب ہیں جو سامیوں میں ظہور پذیر ہوئے۔ انجیل کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام سام تھا اوران کی نسلیں سامی کہلائیں۔ چنانچہ سامی مذہب وہ مذاہب ہیں جو یہودیوں، عربوں اور آشوریوں وغیرہ میں پروان چڑھتے ہیں۔ یہودیت، عیسائیت اور اسلام اہم اور بڑے سامی مذاہب ہیں۔ یہ تمام مذاہب پیغمبری مذاہب ہیں۔ (۷۳) اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسلام کا عقیدہ صرف سامی نسل کے لوگوں تک محدود رہا اس لئے کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے۔ ''مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' (۷۴) اسی طرح خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا گیا عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل نہیں تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

۲۔ غیر الہامی مذاہب

غیر الہامی مذاہب کو مزید دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

ا۔ آریائی مذاہب ب۔ غیر آریائی یا منگولی مذاہب

ا۔ آریائی مذاہب:

آریائی ادیان وہ مذاہب ہیں جن کی ابتداء آریائی قوم ہیں ہوئی ۔ یہ لوگ بہت طاقتور تھے اور ہند یورپی زبانیں بولتے تھے۔ یہ ۲۰۰۰ تا ۱۵۰۰۰ قبل مسیح تک ایران سے لے کر شمالی ہندوستان تک پھیل گئے۔ آریائی مذاہب کو دو اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے اول ویدک مذہب جس کو عام طور پر ہندومت اور برہمیت کے نام سے پکارا جاتا ہے اور دوم غیر ویدجن میں سکھ مت، بدھ مت اور جین ازم شامل ہیں۔ تقریبا تمام آریائی مذاہب میں پیغمبروں کا تصور موجود نہیں۔ زرتشی مذہب ایک آریائی مگر غیر ویدک مذہب ہے، جس کا دعویٰ ہے کہ یہ پیغمبرانہ مذہب ہے۔(۷۶)

ب۔ غیر آریائی یا منگولی مذاہب:

ان مذاہب میں کنفیوشی مت ،تاؤمت اسلاف پرستی اور شنتومت شامل ہیں جن کی ابتداء مختلف جگہوں پر ہوئی۔ کنفیوشزم اور تاؤازم کی سرزمین چین ہے جبکہ شنتومت جاپان میں پروان چڑھا۔ یہ سب مذاہب آریائی مذاہب کی طرح بت پرستی کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ دراصل یہ سارے منگول مذاہب ایک خاندان مشترکہ ہے جس کا ابوالعائلہ یا منتظم خاندان کنفوشی مت اور جس کا مرشد یا روحانی گروتاؤمت ہے۔(۷۷)

مذاہب کا مستقبل

دوسری عالمی جنگ کے بعد مغرب اور دیگر ممالک میں بھی سیکولرازم کو بڑا عروج حاصل ہوا۔ پاکستان اور اسرائیل نے بالترتیب اسلام اور یہود کے نام پر آزادی حاصل کی مگر جلد ہی انہوں نے حکومت کے سیکولر نمونے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ غالب ہندو اکثریتی آبادی کے ملک بھارت نے سیکولر آئین کا اعلان کیا۔ امریکہ، یورپ ،مصر، سوویت یونین، شام وغیرہ سب سیکولر ہیں۔ تاہم جوں جوں لوگوں نے یہ محسوس کیا کہ مادی وسائل اور ٹیکنالوجی میں ہونے والا اضافہ غیر مساویانہ طور پر تقسیم ہوا ہے اور کسی بھی اعتبار سے انسان کے لئے اطمینان بخش نہیں ہے تو اسی لحاظ سے گزشتہ ۵۰ برسوں میں اور خاص کر 9/11 کے بعد مذاہب سے خصوصاً اسلام کے مطالعے میں خاصا اضافہ ہوا ہے۔(۷۸)

مختلف اہم عالمی مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد

عیسائیت 2.1 بلین ،اسلام 1.3 بلین ،سیکولر/غیر مذہبی/ اتھیسٹ 1.1 بلین ،ہندوازم 900 بلین ،چائنیز 394 ملین ،بدھ ازم 376 ملین ،سکھ ازم 23 ملین ،جیوچ 19 ملین ،اسپرٹ ازم 15 ملین ،یہودیت 14 ملین ،بھائیز 7 ملین ،جین ازم 4.2 ملین ،شنٹو ازم 4 ملین ،زرتشت ازم 2.6 ملین۔(۷۹)

انبیاء اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کا مقصد

مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اللہ کے تمام رسولوں پر ایمان لائیں چاہے وہ جزیرہ نما عرب میں مبعوث ہونے والے حضرت ہود علیہ السلام ہوں یا حضرت صالح علیہ السلام ہوں یا عراق کے حضرت ابرہیم و اسحاق علیہ السلام ہوں۔ (۸۰) مسلمان کی تعریف قرآن میں اس طرح کی گئی ہے کہ ''یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں (اور ان کا قول یہ ہے کہ) ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے''ا(۸۱) حضرت آدم علیہ السلام سے نبوت کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ پر آ کر اپنی تکمیل کو پہنچ گیا اور ختم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء کرام کو جو کمالات علیحدہ علیحدہ عطا فرمائے تھے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ذات میں وہ تمام شامل کر دیئے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت کے لئے انسانوں ہی میں سے رسول بھیجے۔ کیونکہ انسان کی رہنمائی کے لئے انسان ہی رسول ہو سکتا ہے۔ (۸۲) فرمان الٰہی ہے کہ ''ہم نے تم سے پہلے بھی جب کبھی بھی رسول بھیجے ہیں تو آدمی ہی بھیجے ہیں'' (۸۳) تاہم اسلام تمام مذاہب پر غالب ہونے کے لئے آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الذین کله (۸۴) ترجمہ ''وہی اللہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے''۔

پہلے انبیاء کی نبوت کسی خاص قوم یا ملک کے لئے ہوتی تھی۔ (۸۵) مگر) آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک کے تمام انسانوں کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل یآایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا (۸۶)

ترجمہ ''(اے محمد) آپ ﷺ کہہ دیجیے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔''

آپ ﷺ کی شریعت نے آپ ﷺ سے پہلے آنے والے انبیاء کی شریعتوں کو منسوخ کر دیا اب صرف شریعت محمدی پر عمل کیا جائے گا۔

ارشاد ربانی ہے کہ ومن یتبغ غیر الاسلام دینایقبل منه (۸۷)

ترجمہ: اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو تلاش کرے گا سو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا۔

آپ پر اللہ کے دین کی تکمیل ہو گئی۔ آپ ﷺ کو وہ دین کامل عطا فرمایا گیا جو تمام انسانیت کے لئے کافی ہے اس لئے کسی دوسرے دین کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا(۸۸)

ترجمہ: ''آج کے دن میں نے تمہارا دین مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمھارے لئے اسلام کو بطور ابدی دین کے منتخب کرلیا۔''

محمد ﷺ کی زندگی پر جب ہم وچار کرتے ہیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ایشور نے ان کو سنسار سدھارنے کیلئے بھیجا تھا۔ان کے اندر وہ شکتی موجود تھی جو ایک گریٹ ریفامر (مصلح اعظم) اور ایک مہاپرش (ہستی اعظم) میں ہونی چاہیے۔(۸۹)

مذاہب عالم میں اللہ / خدا کا تصور

مذاہب عالم کے دو پہلو ہیں ۔ایک ہے مخصوصیت (particularism) کا پہلو ہے اور دوسرا ہے آفاقیت (universalism) کا پہلو۔اول الذکر میں دین کے رسوم وعبادات ہوتے ہیں جبکہ آخر الذکر لوگوں کے نظام زندگی اور دوسروں کے ساتھ تعلقات سے عبارت ہوتا ہے۔(۹۰) مذاہب عالم میں خدا کے تصور کو سمجھنے سے پہلے ضروری ہے کہ لفظ خدا یا اللہ کی وضاحت کردی جائے۔

اللہ دراصل ال الہ ہے یعنی تمام معبودوں سے بڑا معبود اور یہ اسم ذات ہے۔ذات باری تعالی تمام مخلوق کی خالق ہے۔اللہ کی ہستی مادہ (Matter) کے مقابل حی وقیوم، سمیع وبصیر، صاحب قدرت وارادہ اور خود شعوری (Self Consciousness) کی حامل ہے۔(۹۱) لفظ اللہ قرآن میں 2048 بار استعمال ہوا ہے۔(۹۳)

Who is Allah The Geat?

The Islamic concept of mankind's place in the universe hinges on the nation that Allah, or God, is the only true reality. There is nothing permanent other than Him. God is considered enternal and uncreated, whereas everything else in the universe is created. The Quran described Him in Sura Al-Ikhlas Say :He is Allah, Singular .Allah ,the Absolute .He begetteth not nor was begotten. And to him have never been one equal(see Tawhid for more).The Quran condemns and mocks the pre-Islamic Arabs for attributing daughters to Allah(93)

God is considered by Muslim to be omnipotent,omnipresent, and omniscient, while at the same time above and outside of all creation .He is said to be in Heaven (94) and in the heavens and earth(95),but also said to be nearer to him [man] than his jugular vein(96).He constantly watches all that goes on in the world ,and knows all things .(97)

Allah According to Encyclopedia Birtannica:

According to the Quran,Allah is the creator and judge of humankind, omnipotent, compassionate, and merciful. The Muslim profession of faith affirms that there is no deity but God and emhasizes that he is inherently one: nothing is like unto him . Everything that happens occurs by his commandment; submission to God is the basis of Islam. The Quran and the Hadith contain the 99 most beautiful names of God, including the One and Only, the Living One, the Real Truth, the Hearer, the Seer,the Benefactor, and the Constant Forgiver.(98)

God: A superhuman person regarded as having power over nature and human fortunes. The creator and ruler of the universe in Christian,Jewish and Muslim teaching.(99)

ہندومت میں خدا کا تصور:

لفظ ہندو سنسکرت میں دریائے انڈس کے نام سندھو سے آیا ہے۔(۱۰۰)ہندودھرم دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک ہے۔ہندوازم کو عام طور پر ویدک دور، برہمن دور اور تریموری دور میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔(۱۰۲)عموماً ہندومت کو ایسے مذہب کے طور پر لیا جاتا ہے جس میں کثرت خدا کا تصور ہے۔

درحقیقت بہت سے ہندو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ کئی خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔کچھ ہندو تین خداؤں جبکہ بعض ہندو تو ۳۳ کروڑ خداؤں پر یقین رکھتے ہیں۔تاہم پڑھے لکھے ہندو جو اپنی کتابوں سے واقفیت رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ ہندو کو صرف اور صرف ایک خدا کی ہی پوجا کرنا چاہیے۔ہندو اور مسلمان کے اعتقاد میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ ہندوؤں کے نزدیک ہر شے خدا ہی ہے جبکہ مسلمان کے نزدیک ہر شے خدا کی ہے۔(۱۰۳)ہندومت کا کوئی بانی نہیں ہے جس نے کوئی بنیادی پیغام دیا ہو۔نہ عیسیٰؑ اور محمدﷺ کی طرح کا رہنما، ہندوؤں کے یہاں کنفیوشس کی طرح کوئی شخص بھی نہیں ہے۔ان کے یہاں اپنی ایسی شخصیتیں نہیں ہیں جیسے جینیوں کے یہاں مہاویر(سوامی) بدھوں کے یہاں گوتم بدھ ساکھیہ منی اور سکھوں کے یہاں گرو(نانک)۔ایک مفہوم کے مطابق ہندومت کا بانی ایک انبوہ ہے جس کی شخصیتیں تاریکی میں ہیں۔(۱۰۴)آیئے اسلام اور ہندومت کی مقدس تحریروں میں یکساں یا برابر کے تصور کا جائزہ لیتے ہیں۔

بھگود گیتا

ہندومت کی تمام کتابوں میں بھگود گیتا بہت مشہور ہے۔گیتا میں لکھا ہے''جن کی فہم مادی خواہشات نے سلب کر لی ہے انہوں نے دیوتاؤں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں اور پھر اپنی مرضی کے مطابق پوجا کے اصول اپنا لیے ہیں۔''(۱۰۵)

یہاں گیتا کہہ رہی ہے کہ مادہ پرست لوگ اصل خدا کو چھوڑ کر نیم دیوتاؤں کی عبادت شروع کر دیتے ہیں۔

اپنشد

اس کو بھی ہندوؤں کی مقدس کتاب کا درجہ حاصل ہے۔اپنشد کا زمانہ تصنیف ۸۰۰ق۔م کے بعد کا ہے۔(۱۰۸)(ج)

''اس میں لکھا ہے کہ (ا)''وہ صرف ایک ہے کسی دوسرے کے بغیر''(۱۰۷)اپنشد میں ایک اور جگہ مذکور ہے کہ (ب)''اس خدائے برتر کا کوئی پالنہار نہیں ہے نہ ہی اس کے ماں باپ ہیں اور نہ ہی کوئی خدا''(۱۰۸)(ج)''اس جیسا کوئی نہیں ہے'' (۱۰۹)''کوئی اس جیسا نہیں جس کا نام عظمت والا ہو''(۱۱۰)اُپنشد کے درج ذیل اشعار خدا کو مجسم تصور کرنے سے انسان کو عاجز ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

''اُس کا پیکر نظر نہیں آتا' کوئی اسے آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتا۔جو اُسے دل و دماغ سے دیکھتے ہیں وہ ان کے دل میں رہ کر انہیں لافانی بنا دیتا ہے۔''(۱۱۱)

وید

وید کے لفظی معنیٰ''مقدس علم'' کے ہیں۔(۱۱۲)ہندومت کی کتابوں میں وید سب سے اہم کتابیں سمجھی جاتی ہیں۔
وید کی چار کتابیں یعنی رگ وید' یجر وید' سام وید اور اتھروا وید زیادہ مشہور ہیں۔

۱۔ یجر وید

یجر وید یعنی قربانی ولا وید۔(۱۱۳)اس میں لکھا ہے''اس کا کوئی عکس نہیں''(۱۱۴)(ii)''وہ بے جسم ہے''(۱۱۵) (iii)''یہ بھی اس میں درج ہے''جو قدرتی مظاہر کی پوجا کریں گے' اندھیرے میں داخل ہوں گے''جو سنبھوتی (اشیا کی تخلیق مثلاً کرسی' میز اور بت وغیرہ) کی عبادت کریں گے اندھیروں کی مزید گہرائی میں غرق ہو جائیں گے''(۱۱۶)(iv)ایک دعا میں یہ بھی آیا ہے''ہمیں اچھا رستہ دکھا اور ان گناہوں کو مٹا دے جو ہمیں بے راہ اور گمراہ بنا دیتے ہیں''(۱۱۷)

۲۔ اتھر وید

یہ وید منتروں کا وید ہے۔(۱۱۸)اتھر وید کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں (i)''بے شک خدا عظیم ہے''(۱۱۹)

۳۔ رگ وید

یہ تمام ویدوں میں سب سے زیادہ پرانی ہے۔اس میں ایک ہزار سے زیادہ اشلوک ہیں۔(۱۲۴)اس میں لکھا ہے کہ وہ سابقہ اور آئندہ میں سرایت کیے ہوئے ہے اور وہی ذات واحد ہے جو ابدی اور لامحدود صفات کی مالک ہے (۱۲۵)ایک

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ ہم واجب التعظیم نور الٰہی کی شان کبریائی پر مراقبہ کرتے ہیں جو زمین و آسمان اور جنگ کے رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے خدا کرے کہ وہ ہماری ذات اور علم کے ارتقا میں مدد فرمائے۔(۱۲۶)

سکھ مذہب میں خدا کا تصور:

سکھ مذہب کے بانی کا نام گرونانک ہے۔اس مذہب میں وحدت الوجود کی تعلیم عام کی گئی ہے۔یہ تسلیم کرتا ہے کہ صرف ایک خدا غیر مرئی شکل میں ہے اور اپنی لاتعداد صفات کے ساتھ موجود ہے۔جس کے مختلف نام ہوسکتے ہیں۔(۱۲۷) گرونانک نے اسلام اور ہندومت کے بہترین اجزا کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی۔اسلام سے انہوں نے توحید کی تعلیم حاصل کی۔سکھ اس خدا کو سچا نام کہتے ہیں۔وہ کہتے ہیں ایک ہی خدا ہے جس کا نام سچا ہے، وہ خالق ہے، خوف اور عداوت سے مبرا، لافانی ،خود ہی وجود میں آجانے والا، آغاز میں سچا تھا، قدیم میں سچا تھا، اے نانک وہ اب بھی سچا ہے، وہ ہمیشہ سچا رہے گا۔(۱۲۸)

خدا کے تصور کے حوالے سے کسی بھی سکھ کے تصورات کو بہتر انداز میں مل منترا میں بیان کیا جاتا ہے۔مل منترا سکھوں کے بنیادی عقائد کے مجموعے کو کہتے ہیں۔اسے گرو گرنتھ صاحب نے شروع میں بیان کیا گیا ہے۔سری گرنتھ صاحب کی جلد اول جپجی جی کا پہلا شعر ہے ''صرف ایک خدا کا وجود ہے جو حقیقتاً تخلیق کرنے والا ہے، وہ خوف اور نفرت سے عاری ہے، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا مگر وہ لافانی ہے، وہ خود سے وجود رکھنے والا عظیم اور رحیم ہے''(۱۲۹) سکھ مذہب میں خدا کا تصور ایک غیر واضح اور مبہم ہے جسے ''ایک اومکارا'' کہا جاتا ہے۔جب خدا کی واضح صفات بیان کی جائیں تو اسے اومکارا کہا جاتا ہے۔سکھ مذہب میں خدا کی کئی ایک صفات بیان کی جاتی ہے مثلاً کرتار (خالق)، صاحب (بادشاہ)، اکال (ابدی)، ست نام (مقدس نام)، پروردگار (محبت سے پرورش کرنے والا)، رحیم (رحم کرنیوالا) اور کریم (خیر خواہ اور کرم کرنے والا)۔(۱۳۰) سکھ مذہب میں خدا کے لئے ''واہے گرو'' یعنی ایک سچا خدا کے الفاظ آئے ہیں۔سکھ مذہب بت پرستی کی بھی شدید مخالفت کرتا ہے۔(۱۳۱)

زرتشت یا پارسی مذہب میں خدا کا تصور

یہ دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ایک ہے ایک ایرانی پیغمبر زرتشت نے پارسی مذہب کی بنیاد رکھی تھی۔اسے زرتشتی مذہب بھی کہا جاتا ہے۔ان کی مقدس کتابوں میں ''دساتیر اور آوستا'' شامل ہیں۔اس کتاب کے پانچ حصے ہیں۔یعنی یاستا (قربانی اور قربانی کی دعاؤں پر مشتمل ہے)، گاتھا (مذہبی قصائد پر مشتمل ہے)' وسپرڈ (خدا کی حمد و ثنا کا ذکر ہے)' وندیواو (ارواح خبیثہ سے مقابلہ کی تدابیر) اور ایشٹ (فرشتوں اور قدیم ایران کے بہادروں کی مدح پر مشتمل ہے)(۱۳۲) پارسی

مذہب میں خدا کے لیے ''اہورمزدا'' کا نام آیا ہے۔''اہور'' کا مطلب ''آقا'' اور ''مزدا'' کے معنی ''عقل مند'' کے ہیں ''عقل مند آقا'' یا ''عقل مند مالک''۔اس کے تصور میں بھی ایک خدا کے تصور کا بہت دخل ہے۔(۱۳۳) مشرق وسطیٰ میں زرتشت نے تقریباً ۵۵۰ سال قبل مسیح غالباً پہلی بار وحدانیت معبود کے اقرار کے ساتھ خدائے خیر کا نظریہ ہمہ گیر راستی محبت اور اخوت کے عوامل کے حدود میں پیش کیا۔(۱۳۴)

دساتیر میں خدا کے متعلق یوں بیان کیا گیا ہے۔i وہ ایک ہے ii۔اس کا کوئی ہمسر نہیں۔iii۔نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ ہی انتہا۔iv۔نہ اُس کا کوئی باپ نہ ہی کوئی بیٹا' نہ کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اولاد ہے۔v۔وہ بے جسم اور بے شکل ہے۔ vi۔نہ آنکھ اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔نہ ہی فکری قوت سے اسے تصور میں لایا جا سکتا ہے۔vii۔وہ ان سب سے بڑھ کر ہے جن کے متعلق ہم سوچ سکتے ہیں۔viii۔وہ ہم سے زیادہ ہمارے نزدیک ہے۔(۱۳۵) زرتشت ان الفاظ سے اہورمزدا سے مخاطب ہوتا ہے ''اے اہور مزدا مجھے ایسا علم عطا فرمایئے جو میرے ذہن کو عمدہ بنائے تاکہ میں صرف ایک خدا کی عبادت کروں۔زرتشت شرک کی نفی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ''اے اہورمزدا میرے نزدیک آپ سب سے بڑے ہیں اور آپ کے علاوہ ہر ایک کی میں اپنے ذہن سے نفی کرتا ہوں۔زرتشت مذہب کی رو سے تمام اشیا خالق کا خدا ہے وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔وہ سب کچھ دیکھتا ہے اور سب کچھ سنتا ہے اور تمام کائنات پر اپنی مرضی سے تصرف کرتا ہے۔(۱۳۶)

زرتشت ازم میں خدا کی صفات

آوستا' سینا اور گتھا کے مطابق اہورمزدا کی کئی ایک صفات ہیں جو کہ اس طرح سے ہے۔i۔خالق یعنی پیدا کرنے والا (۱۳۷) ii۔ بہت قوت یعنی بہت عظمت والا (۱۳۸)۔iii۔ہدائی یعنی داتا (۱۳۹) اسپینتا یعنی سخی (۱۴۰)۔بعض علمائے تحقیق کا خیال ہے کہ ''لا الہ الا للہ '''''زندہ آویستا'' کے نیست ایزدمگر یزداں'' کا لفظی ترجمہ ہے اور اسی طرح ''بنام یزداں بخشش گردادار ''جس سے زردتشی (پارسی) اپنی کتابوں کو شروع کرتے ہیں ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کا ترجمہ ہے (۱۴۱)

زرتشت ازم میں خدا کی صفات

بدھ مت کے موسس کا نام گوتم بدھ تھا۔یہ کروڑوں انسانوں کا مذہب ہے۔(۱۴۲) بدھ کے نظریات میں کہیں خدا کی مخالفت میں اشارہ تک نہیں ملتا۔(۱۴۳) تاہم بدھ مذہب میں خدا کا کوئی تصور نہیں ملتا اور نہ خود بدھا نے کبھی خدائی کا دعویٰ کیا اور نہ ہی اپنے آپ کو نجات دہندہ کی حیثیت سے پیش کیا۔لیکن خود بدھا کی وفات کے بعد خود اس کے پیروکاروں نے اسے الوہیت کا سب سے اعلیٰ درجہ دے دیا اور اس کے علم کو لامحدود قرار دے دیا گیا۔(۱۴۴)

یہودیت میں خدا کا تصور

''یہوواہ'' خدائے واحد کا توصیفی نام عبرانی زبان کا لفظ ہے۔قدیم اسرائیل میں یہ رائج تھا اس کے لغوی معنیٰ'' قادر مطلق'' ہمیشہ قائم رہنے والے ہیں۔مسلمانوں مفکروں کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے وہی معنی ہیں جو عربی زبان میں ''یاھو'' کے ہیں سورہ بقرہ کی آیت (۱۲۵اور ۱۵) اور سورہ طہٰ (آیت) (۱۱۰) میں اس کے یہی معنی استعمال ہوئے ہیں۔ (۱۴۵) الہامی مذہب میں یہودیت نے 13 سو سال قبل مسیح خداوند یہوداہ کا نظریہ پیش کیا جو نہایت منتقم انداز میں صرف یہودیت کے مفاد کے علاوہ دوسرے انسانوں کے لیے کوئی گوشہء عاطفیت نہیں رکھتا۔(۱۴۶)

تصور خدا اور غیر اللہ کی پرستش میں ممانعت

عہد نامہ عتیق میں اللہ تعالیٰ کے بیسیوں اسماء صفاتی کا ذکر آتا ہے اور ان میں سب سے زیادہ ''یہوداہ'' نام کو عظمت اور فضیلت دی گئی ہے۔یہوداہ کے معنی ہیں ''اے وہ جو ہے'' اور یہ خروج میں موسیٰ علیہ السلام کو بتایا گیا تھا۔یہ بائبل میں ۶۸۳۳ مرتبہ آیا ہے (۱۴۷)۔یہوداہ میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔یَہوَوَہ' یَہَوَ' یَہُوَ' یَہُوَ یہ وہ نام ہیں جو بائبل میں ملتے ہیں۔اس بحث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بائبل میں خدا کا صحیح نام معلوم نہیں ہے اس سے بائبل کی اصلیت معلوم ہو جاتی ہے۔(۱۴۸) بائبل میں آتا ہے کہ ''میرے حضور تیرے لیے کوئی دوسرا خدا نہ ہووے'' (۱۴۹)

صفات خدا کا تصور

i۔''میں نے خداوند کو اس کی کرسی پر بیٹھے دیکھا اور سارا آسانی لشکر اس کے پاس اس کے داہنے اور اس کے بائیں ہاتھ کھڑا تھا۔(۱۵۰) ii۔''خداوند آسمان پر سے دیکھ رہا ہے اور تمام انسانوں پر نگاہ رکھتا ہے وہ اپنی حکومت سکونت کے مقام سے زمین کے سب باشندوں کو تاکتا ہے'' (۱۵۱)

یہود کو خدا کا نام لینے کی اجازت نہیں

''تو خداوند اپنے خدا کا نام بے فائدہ مت لے کیونکہ جو اس کا نام بے فائدہ لیتا ہے تو خداوند اسے بے گناہ نہ ٹھہرائے گا'' (۱۵۲)

مندرجہ بالا کے تحت یہود کو خدا کا نام لینے کی اجازت نہیں ہے۔اس لیے کہ وہ اس میں خدا کی ہتک اور بے ادبی سمجھتے ہیں جو شخص اس کا نام لیتا ہے اس کو سنگسار کر دیا جاتا ہے۔سال میں ایک مقدس دن سب سے مقدس انسان سب سے پاک جگہ کے اندر ایک دفعہ اس کا نام لیتا ہے۔دوسرے سب لوگ خاموشی سے سنتے ہیں۔(۱۵۳) درج ذیل آیات عہد نامہ عتیق کی پانچویں کتاب ثنائیہ میں درج ہیں۔اس میں حضرت موسیٰ نصیحت فرماتے ہیں۔ان عبرانی آیات کا ترجمہ کچھ یوں ہے'

...ated (called the Old Testament by Christians), and is sometimes called an Abrahamic religion,along with Judaism and Islam. (165)

لفظ عیسیٰ عبرانی لفظ یسوع کا معرب ہے جس کے معنی ''نجات دلانے والا'' کے ہیں۔ یہ لفظ یونانی اور ... انگریزی زبانوں میں ''جیسس۔Jesus'' بن گیا۔(۱۶۶)

آج عیسائیت سیاسی حیثیت سے سب سے مقتدر مذہب ہے کیونکہ یہ یورپ کے صاحب اقتدار لوگوں کا مذہب ہے لیکن یہ دیکھ کر حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ کہاں حضرت عیسیٰ عدم تشدد اور اہنسا کی تعلیم دیتے تھے اور سماجی نظام کے خلاف جہاد کی تعلیم دیتے تھے اور کہاں یہ گلا پھاڑ پھاڑ کر ان کی پیروی کا دعویٰ کرنے والے آج ملوکیت کے حامی ہیں۔(۱۶۷) جناب یسوع مسیحؑ کی تعلیمات خود منہ سے بولتی ہیں کہ وہ نہ ساری دنیا کے لیے پیام ہدایت کی حیثیت رکھتی ہیں نہ ہر دور اور ہر زمانے کے لیے رہنمائی کا سامان مہیا کرتی ہیں۔(۱۶۸) مثلاً ''میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔''(۱۶۹)

حضرت عیسیٰ کی لائی ہوئی تعلیمات خالص توحید پر مبنی تھیں۔مگر بعد میں اس کی جگہ تثلیث نے لے لی۔اس کی رو سے موجودہ عیسائی ایک خدا میں تین ذاتوں کے قائل ہیں۔جن میں باپ' بیٹا اور روح القدس یا باپ بیٹا اور کنواری مریم شامل ہیں۔تثلیث کے عقیدہ کو بادشاہ قسطنطین نے قانونی شکل میں نافذ کر دیا۔اس طرح تثلیث عیسائیت کا عقیدہ بن گئی۔سو سال بعد حضرت مریم کو بھی بطور خدا مذہب کا حصہ بنا دیا گیا۔یعنی ایک میں تین' تین میں ایک۔یہ عیسائیت میں شرک کا آغاز تھا۔(۱۷۰) عیسائیوں میں خدا کے وجود کا عقیدہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اسلام میں ہے۔یہ خدا تمام صفات سے متصف ہے وہ ایک زندہ جاوید وجود ہے اسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔اور''ایک''کو''تین''تین کو''ایک''ثابت کرنے والے''یسوع مسیح''کے پیروکاروں کی ''انجیل مرقس'' میں ہے(۱۷۱) جو کہ عبرانی زبان میں اس طرح سے مذکور ہے۔

"Shama Israelu Adonai Ilo Hayno Adna Ikhat" (172)

یعنی''یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن خدا ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔''(۱۷۳)

اناجیل کی مختلف آیات سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ موحد تھے اور انہوں نے بار بار لوگوں کو وحدت پرستی کی تلقین کی۔(۱۷۴) مثلاً ''پھر کسی سردار نے اس سے سوال کیا کہ اے نیک استاد میں کیا کروں تاکہ ہمیشہ کی زندگی کا وارث بنوں تو یسوع نے اس سے کہا''تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے؟''کوئی نیک نہیں مگر یعنی ایک خدا''(۱۷۵)۔یوحنا میں ہی مزید ارشاد ہے کہ''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں'' (۱۷۶)۔عیسائیت میں خدا کے تصور کے بارے میں مزید ارشادات:

☆ ''خداوند اپنی مقدس ہیکل میں ہے، خداوند کا تخت آسمان پر ہے'' (۱۷۷)

☆ ''خدا حی القیوم ہے'' (۱۷۸)

☆ ''اور یہ بھی کہا تو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا' کیونکہ انسان مجھے دیکھ کر زندہ نہیں رہے گا'' (۱۷۹)

☆ ''بقا صرف اسی کو ہے اور اس نور میں رہتا ہے جس کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی نہ کسی انسان نے دیکھا اور نہ ہی دیکھ سکتا ہے ہے اس کی عزت اور سلطنت ابد تک رہے آمین'' (۱۸۰)

☆ اے باپ! میں اپنی روح تیرے ہاتھوں سونپتا ہوں اور یہ کہہ کر دم دیا۔ (۱۸۱)

☆ خدا کی بادشاہت کی مکمل اطاعت کر اور دنیاوی کاموں سے احتراز کر۔ (۱۸۲)

ترک موالات کا مسئلہ اور ایک شبہ کا ازالہ

یہاں سا شبہ کا ازالہ ضروری ہے جو بعض لوگوں کے ذہن میں قرآن پاک کے ان احکام کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جس میں کفار اور یہود و نصاریٰ سے ترک موالات کی تعلیم دی گئی۔ چنانچہ ذیل میں ان آیات کو درج کر کے ان کے حقیقی منشا کو واضح کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

۱۔ ترجمہ ''اے ایمان والو جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے جو ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان کو اور دوسرے کفار کو دوست نہ بناؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔ (۱۸۳)

۲۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ مسلمانوں سے بچاوا کر کے اور جو شخص ایسا کرے گا سو وہ شخص اللہ کے ساتھ دوستی رکھنے میں کسی شمار میں نہیں مگر ایسی صورت میں کہ تم ان سے کسی قسم کا اندیشہ رکھتے ہو اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ (۱۸۴)

۳۔ وہ اس آرزو میں ہیں کہ جیسے وہ کافر وہ کافر ہیں تم بھی کافر بن جاؤ اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ سو ان میں سے دوست نہ بنانا جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ (۱۸۵)

۴۔ منافقوں کو خوشخبری سنا دی جائے اس امر کی کہ ان کے واسطے بڑی دردناک سزا ہے جن کی حالت یہ ہے کہ کافروں کو دوست بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر (۱۸۶)

۵۔ اے ایمان والو تم مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کر لو (۱۸۷)

۶۔ اے ایمان والو تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ اور تم میں سے جو شخص دوست بنائے وہ انہیں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ظالموں کی قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔ (۱۸۸)

آیات مذکورہ بالا کے منجملہ صرف دو آیات پہلی اور چھٹی میں اہل کتاب سے موالات کی ممانعت کی گئی ہے اور بقیہ چار میں کفار و مشرکین سے ۔لیکن چاہے اہل کتاب ہوں یا کفار و مشرکین ان سے مطلق ترک موالات مقصود نہیں بلکہ اس صورت میں ہے جبکہ مسلمانوں کے مقابلے میں یا ان کے خلاف ہو جیسا کہ ان الفاظ میں ''من دون المومنین '' (مسلمانوں سے تجاوز کر کے) سے ظاہر ہے چنانچہ آخیر آیت نمبر ۶ میں سر رشید رضا لکھتے ہیں کہ'' سابقہ تصریحات سے یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ موالات سے باہمی امداد و مخالفت مراد ہے اور بعض مفسرین نے قید لگائی ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جبکہ وہ مسلمانوں کے خلاف ہو اور یہ ممانعت مسلمانوں کے افراد اور گروہوں کے لیے ہے نہ کہ تمام امت کے لیے چنانچہ اگر ایسا نہ ہو تو مخالفت تمام مسلمانوں کے لیے ہوگی اور ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ اصول دین میں سے نہیں ہے کہ جو لوگ دین میں اختلاف رکھتے ہیں ان سے موالات نہ کی جائے یہ کیسے ممکن ہے جبکہ آپ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود مدینہ سے مخالفت کی۔(۱۸۹)

تصریحات بالا سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ یہودی' عیسائی اور مسلمان نہ صرف ثقافتی حیثیت سے متجانس تھے اس لیے کہ یہ تینوں الہامی اور سامی تھے بلکہ ان میں ایک گہرا روحانی ربط بھی ہے۔یہ رشتہ ''ملتِ ابراہیمی'' کا رشتہ ہے۔اس لیے شریعت اسلامیہ میں ان سے خصوصی اور ترجیحی سلوک روا رکھا گیا۔اہل کتاب میں عیسائیوں کے ساتھ زیادہ ترجیحی سلوک مرعی تھا کس کی وجہ ظاہر ہے کہ باوجود انجیل کی تعلیم میں تحریف کے بلحاظ قرب زمانہ وہ ''ملتِ ابراہیمی'' کی تعلیمات اور اس کی روح سے بیگانہ ہو گئے تھے۔(۱۹۰)

اسلام میں خدا کا تصور

اسلام نے مذہب کے لیے ''دین'' کی اصطلاح متعارف کرائی ہے۔قرآن و سنت میں اسلام اور دین کی اصطلاح بے شمار مقامات پر استعمال ہوئی ہے۔ارشاد ربانی ہے کہ ان الدین عند الله الاسلام (۱۹۱) ''بے شک اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہے'' اسی طرح قرآن مجید میں اسلام کے لیے دین الحق (۱۹۲) کے الفاظ بھی آئے ہیں۔

اسلام کے سوا تمام مذاہب کی حیثیت قومی یا نسلی مذاہب کی ہے۔اور اپنی اصلیت میں ہر ایک مذہب کسی مخصوص قوم کی اصلاح کی خاطر آیا تھا۔کالے گورے رنگ و نسل اور امیر و غریب کی تفریق صرف اسلام ہی نے عملاً ختم کر دینے کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔(۱۹۳)

دل سے اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنے اور زبان سے اس کا اقرار کرنے کو توحید کہتے ہیں ۔انسان ہر دور میں اور ہر زمانہ میں کسی نہ کسی شکل میں اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ اس کا اور کائنات کا کوئی نہ کوئی خالق ضرور ہے۔اسلام نے اسی اعتراف

حقیقت کو "فطرت" سے تعبیر کیا ہے۔(۱۹۴) اسلام کا مرکزی اور بنیادی نقطہ توحید ہے (۱۹۵)۔ توحید کے متعلق قرآن کا نظریہ ہے کہ وہ ایک پرانی یعنی ازلی وابدی حقیقت ہے جو تمام انبیاء سابق کی تعلیمات کی روح تھی اسی لیے کلام اللہ کی شہادت یہ ہے (۱۹۶) کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وماجعل علیکہ فی الدین من حرج ملة ابیکم ابراهیم وهو سما کم المسلمین" (۱۹۷)
ترجمہ "تمہارے لیے دین میں کوئی حرج نہیں جو تمہارے باپ ابراہیم کا دین ہے اور اسی نے تم کو مسلمان کہہ کر پکارا ہے"۔

توحید تمام انسانوں کو ایک مرکز پر جمع کرتا ہے اور ایک ہی خدا کے بندے ہونے کا احساس دلاتا ہے۔(۱۹۸) توحید کا مرکزی تصور اسلام کی اساس ہے اور یہی اساس اس کو کفار اور مشرکین سے جدا کرتی ہے۔ اسی لیے جو ادیان سابقہ عقیدہ توحید پر مبنی تھے جیسا کہ عیسائیت اور موسویت کا حال ہے باوجود تحریف عقیدہ توحید کے ان میں اسلام سے ایک حد تک مماثلت تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مذاہب عالم کے جاننے والے علماء جب مذاہب کی اصولی تقسیم کرتے ہیں تو وہ اسلام' عیسائیت اور موسویت کو توحیدی مذہب میں داخل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ عیسائی پادری بھی یہی کہتے ہیں۔ "خدا کے سوا کوئی اللہ نہیں' اسلام' عیسائیت اور یہودیت کی طرح ایک خالص توحیدی مذہب ہے' یہ تینوں مذاہب ایک خدا کو تسلیم کرتے ہیں' لیکن ہر ایک مختلف صفت پر زور دیا گیا ہے" (۱۹۹)

توحید یعنی ایک خدا پر یقین کائنات عالم کی ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کے مظاہر فطرت کے ہر ہر جلوے میں' قدرت کی ہر ہر تعمیر میں اور انسانی زندگی کے ہر ہر گوشے میں عیاں ہیں۔ انبیاء کرامؑ کی تعلیمات مقدسہ کی طرف نگاہ ڈالو' گو ہر دور کے تقاضوں کے مطابق ان کی شریعتوں میں تبدیلیاں ہوئیں لیکن عقائد کے باب میں ہر نبی' ہر رسول یک زبان ہے۔ توریت' زبور' انجیل و دیگر صحف انبیائے بنی اسرائیل گو آج تحریف و تبدّل سے آلودہ ہو چکی ہیں حتیٰ کہ کوئی انسانی زبان اس کی کاملیت کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔(۲۰۰)

اسلام میں خدا کی نہایت جامع اور مختصر تعریف سورہ اخلاص کی چار آیات میں موجود ہے: "قل هو الله احد . الله الصمد ،لم یلد' ولم یلد. ولم یکن له کفواًاحد ۔ ترجمہ "کہو وہ اللہ ہے' یکتا' سب سے بے نیاز اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہیں" (سورہ اخلاص)۔ سورہ اخلاص دین کی بہترین کسوٹی ہے۔ چار آیات پر مشتمل یہ سورت خدا کے مطالعے کے لیے ایک کسوٹی اور ایک پیمانے کا درجہ رکھتی ہے۔ اگر کوئی خدائی کا امیدوار ہے تو ضروری ہے کہ اسے بھی اس کسوٹی پر پرکھا جائے۔ چونکہ اس سورت میں اللہ رب العزت کی یکتا صفات کا احاطہ کیا گیا ہے لہٰذا اس سورۃ کی روشنی میں جھوٹے خداؤں اور الہیاتی امیدواروں کو باآسانی رد کیا جاسکتا ہے۔(۲۰۱)

اللہ تعالیٰ کو غذا کی ضرورت نہیں جبکہ انسان کو زندہ رہنے اور نشوونما کے لیے غذا کی ضرورت ہوتی ہے (۲۰۲)۔
ترجمہ "کہو کیا اللہ کو چھوڑ کر میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنالوں اس خدا کو چھوڑ کر جو زمین وآسمان کا خالق اور جو روزی دیتا ہے روزی لیتا نہیں ہے" (۲۰۳)۔ اللہ کو آرام و نیند کی ضرورت نہیں ہوتی جبکہ کوئی انسان ایسا نہیں جو آرام کیے بغیر مسلسل زندہ رہ سکتا ہے۔ (۲۰۴) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اللہ وہ زندہ جاوید ہستی ہے جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ نہ سوتا ہے اور نہ اسے اونگھ آتی ہے" (۲۰۵)

اللہ تعالیٰ کسی چیز اور بات کو نہیں بھولے گا کیونکہ بھول جانا ایک ایسا عمل ہے جو اللہ کے لیے نہیں ہوسکتا ہے بلکہ یہ انسانی کمزوریوں اور کوتاہیوں کو ظاہر کرتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ ترجمہ "(موسیٰ نے) کہا کہ اس کا علم میرے رب کے پاس ایک نوشتے میں محفوظ ہے میرا رب نہ چوکتا ہے نہ بھولتا ہے" (۲۰۶)

اللّٰہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ خدا کے متعلق یہ اسلامی تصور ہے کہ وہ ہر چیز کی قدرت اور طاقت رکھتا ہے۔ قرآن میں کئی جگہ آیا ہے ترجمہ "اللّٰہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے" (۲۰۷)

انسان کی فطرت ایک ایسا خدا چاہتی ہے جس سے وہ براہ راست مربوط ہوسکے۔ مگر موجودہ مذاہب اس کو ایسا خدا دیتے ہیں جن سے وہ صرف بالواسطہ طور پر مربوط ہوسکتا ہے۔ تمام مذاہب میں صرف اسلام ہے جو انسان کو براہ راست خدا سے ملاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام آج بھی اپنی اصلی الہامی شکل میں باقی ہے۔ جبکہ دوسرے الہامی مذاہب ملاوٹ کی وجہ سے اصلی صورت کھو چکے ہیں۔ (۲۰۸) ارشاد ربانی ہے کہ

☆ "ولم یکن له کفواً ." "اور کوئی اس کا ہمسر نہیں" (۲۰۹) دوسری جگہ ارشاد ہے "لیس کمثله شیء دهو السمیع البصیر" ترجمہ "کائنات کی کوئی چیز اس کے مشابہ نہیں وہ سب کچھ دیکھنے اور سننے والا ہے" (۲۱۰)

☆ "لا تدرکه الابصار وهو یدرک الابصار وهو اللطیف الخبیر"

ترجمہ: "نگاہیں اس کو پا نہیں سکتیں اور وہ نگاہوں کو پالیتا ہے وہ نہایت باریک بین اور باخبر ہے (۲۱۱)

☆ "اهد نا الصراط المستقیم .صراط الذین انعمت علیهم"

ترجمہ: "اے اللہ ہمیں سیدھی راہ پر چلا ان لوگوں کی راہ پر جن پر انعام کیا" (۲۱۲)۔

☆ "عالم الغیب و الشهادة الکبیر المتعال" (۲۱۳)

ترجمہ "وہ پوشیدہ اور ظاہر ہر چیز کا عالم ہے۔ وہ بزرگ ہے اور ہر حال میں بالاتر رہنے والا ہے"۔

☆ "کہہ دو کہ اللہ ایک ہی ہے" (۲۱۴)

☆ ''آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے'' (۲۲۰)

☆ ''له الاسماء الحسنیٰ'' (۲۱۶) یعنی اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے ''قل ادعو الله او ادعو الرحمن ایاماتدعوا فله الاسماء الحسنیٰ'' (۲۱۷)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے ''ولله الاسماء الحسنیٰ فادعو بها (۲۱۸)

یعنی اور اللہ کے لیے ہیں سب اچھے نام سو اس کو وہی نام کہہ کر پکارو''۔

☆ ''وہ اللہ حی القیوم ہے'' (۲۱۹)۔

☆ ''وہ اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں'' (۲۲۰)۔

☆ ''اسی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے'' (۲۲۱)۔

☆ ''وہ اللہ ہے جو سب سے اول اور سب سے آخر ہے'' (۲۲۲)۔

اچھے اور غیر مسلموں کی تعریف

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ

☆ ''اہل کتاب سب برابر نہیں ہیں۔ ایک جماعت ان میں اب بھی قائم ہیں تلاوت کرتے ہیں اللہ کی آیات' اوقات شب میں سجدہ کرتے ہیں۔ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں' نیکی کا حکم کرتے ہیں۔ برائیوں سے روکتے بھی ہیں اور بھلے کاموں میں جلدی کرتے ہیں یہی صالح لوگ ہیں اور جو بھی نیک کام یہ کریں گے۔ اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔ اللہ تو پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے۔ (۲۲۳)

☆ ''تم ایمانداروں سے مودت و دوستی میں قریب تر ان کو پاؤ گے جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ اس لیے کہ ان میں قسیس و رہبان' حلیم و فروتن لوگ پائے جاتے ہیں۔ (۲۲۴)

☆ بے شک وہ جو ایمان لے آئے ہیں اور وہ جو یہودی ہیں اور وہ جو نصاریٰ ہیں اور وہ جو صابی ہیں ان میں سے ہر وہ شخص جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور عمل صالح کرتا رہتا ہے تو ایسے لوگوں کے لیے ان کے رب کے پاس اجر ہے ان کے لیے نہ تو ان پر خوف کا تسلط ہوگا' نہ وہ غم زدہ ہی ہوں گے۔'' (۲۲۵)

آپ ﷺ کی جانب سے بین المذاہب عالمی اتحاد کے لیے معاہدات

معروف محقق اور سیرت نگار ڈاکٹر حمید اللہ نے اپنی منفرد کتاب The First Written Constitution میں تحقیق

اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ''میثاق مدینہ'' دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے'' (۲۲۶) میثاق مدینہ اپنے نفس مضمون اور مافیہ کے اعتبار سے بھی اعلیٰ ترین دستوری و آئینی خصوصیات کا مرقع ہے۔ میثاق مدینہ میں وہ تمام بنیادی خصوصیات جو ایک مثالی آئین میں ہونی چاہئیں نظر آتی ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کی حاکمیت' رسول اللہ کی حاکمیت' سیاسی وحدت کا تصور' مقامی رسوم و قانون کا احترام' بنیادی انسانی حقوق کی ضمانت' مذہبی آزادی کا تحفظ' اقلیتوں کا تحفظ اور خواتین کا تحفظ وغیرہ۔ (۲۲۷) تاریخ ساز میثاق مدینہ واضح طور پر دو حصوں میں تقسیم ہے پہلے حصہ میں ۲۳ دفعات ہیں اور دوسرے حصے میں ۲۴۔ (۲۲۸) پہلا حصہ مسلمانوں سے باہمی تعلقات اور حقوق و فرائض کی نشاندہی کرتا ہے جب کہ دوسرا حصہ اہل اسلام اور دیگر اہل مدینہ کے باہمی تعلقات' حقوق و فرائض اور دیگر امور کی وضاحت کرتا ہے۔ (۲۲۹) ''میثاق مدینہ'' میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس امر کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ غیر مسلم یہودیوں کو ان کے دین کی پوری آزادی ہوگی' چنانچہ ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں ''للمسلمین و ینھم و للیھود دینھم '' ترجمہ ''مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کیلئے یہودیوں کا دین ہے''۔ (۲۳۰)۔ مدینہ میں جتنے بھی لوگ بستے تھے ان کو دینی' عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔ (۲۳۱) میثاق مدینہ کی دفعہ ۲۵ کے تحت یہود مدینہ اور انصار و مہاجرین (اسلامی وحدت) متصور ہوں گے یہودی اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں اور مسلمان اپنے دین پر (۲۳۲) اس تاریخ ساز معاہدہ کی بدولت مذہبی آزادی' بھائی چارگی اور رواداری کا اصول وضع ہوا نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون ہو سکتا ہے ان کی نشاندہی ہوئی۔ (۲۳۳) قبائلی عصبیت و قومیت کا خاتمہ ہوا اور عالمگیر برادری کا قیام عمل میں آیا۔ غیر مسلموں اور مختلف المذاہب افراد و اقوام کے حقوق و فرائض اور مذہبی رواداری کا اصول وضع ہوا' چنانچہ یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی رواداری پر مبنی اس تاریخی معاہدہ کی بدولت درج ذیل حقوق و مراعات حاصل ہوئی۔

۱۔ اللہ کی حفاظت و ضمانت ہر فریق کو حاصل ہے۔

۲۔ امت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں۔ امت کے ہر گروہ کو مذہبی آزادی اور اندرونی خود مختاری حاصل ہے۔

۳۔ امت کے دشمنوں سے مسلم اور غیر مسلم مل کر جنگ کریں گے اور مشترکہ طور پر اخراجات برداشت کریں گے مسلم اور غیر مسلم دونوں ایک دوسرے کے بھی خواہ ہیں۔ (۲۳۴)

اس تاریخ ساز معاہدہ کی بدولت مذہبی آزادی اور رواداری کا اصول وضع ہوا' نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون ہو سکتا ہے ان کی نشاندہی ہوئی۔ (۲۳۵) اس تاریخی معاہدے کی بدولت بقول ولیم میور آپ ﷺ نے ایک عظیم

مدبر اور سیاست دان کی طرح مختلف الخیال اور باہم منتشر لوگوں کو متحد اور یکجا کرنے کا کام بڑی مہارت سے انجام دیا۔ آپ ﷺ ایک ایسی ریاست اور معاشرے کے قیام میں کامیاب ہوئے جو بین الاقوامیت کے اصول پر مبنی تھا۔ (۲۳۲)

نامور عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں کہ یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت رسول اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرے میں قائم فرمایا جس سے شرکائے معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا' انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔ (۲۳۷)

۶ ھ میں آپ ﷺ نے کوہ سنائی کے قریب واقع راہب خانہ سینٹ کیتھرین کے راہبوں کو بلکہ سارے عیسائیوں کو ایک سند نامہ حقوق (Charter) عطا فرمایا جس کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ' روشن خیالی اور رواداری کی جو اشرف ترین یادگاریں پیش کر سکتی ہیں ان میں سے ایک ہے۔ اسے مورخین اسلام نے حرف بہ حرف قلم بند کیا ہے۔ وسعت نظر' روشن خیالی' اعتدال پسندی' رواداری اور آزادی خیال کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اس دستاویز کے تحت نہیں ایسی استثنائی مراعات حاصل ہوئیں جو انہیں اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے تحت بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے عیسائیوں کی حفاظت' ان کے گرجاؤں اور ان کے پادریوں کے مکانوں کی پاسبانی اور انہیں ہر طرح کے گزند سے بچانے کی ذمہ داری اپنی ذات پر بھی اور اپنے متبعین پر بھی عائد کی۔ نہ ان کے پادری کو نکالا جائے گا' کسی عیسائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا' کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہ کیا جائے گا اور کسی زائر کو سفرِ زیارت سے نہ روکا جائے گا۔ ان کو اس بات کی بھی ضمانت دی گئی کہ مسجدیں یا مسلمانوں کے رہنے کے مکان بنانے کے لیے کوئی گرجا مسمار نہ کیا جائے گا۔ (۲۳۸)

مذاہب کی مشترکہ خصوصیات

اسلام نے جو رویہ دوسرے ادیان کے متعلق اختیار کیا ہے اس کی بنیاد اس تعلیم پر ہے کہ صحیح دین ہمیشہ سے توحید ہی رہا ہے اور ان توحیدی ادیان کے ہاں بنیادی اخلاقی اقدار مشترکہ رہے ہیں۔ قرآن نے توحیدی عقائد رکھنے والے گروہوں سے جو تعاون کی اپیل کی ہے وہ تمام مہذب انسانیت سے تعاون کی اپیل ہے۔ تمام توحیدی مذاہب میں نیکی اور تقویٰ کی تعریف تقریباً یکساں طور پر کی گئی ہے۔ دوسرے توحیدی مذاہب کے پیروؤں کے ساتھ اسلام کا رویہ ایجابی و افہام و تفہیم کا ہے۔ قرآن ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو صداقت یا نجات کی اجارہ داری کا دعویٰ کرتے ہیں۔ (۲۳۹)

جیسا کہ ''دنیا کے مذاہب'' "Religions of the World" میں بیان گیا ہے کہ تقریباً تمام ہی مذاہب میں مشترکہ خصوصیات پائی جاتی ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

ا۔ مافوق الفطرت یا کسی اور قطعیت کی حامل ایسی قوت پر یقین رکھنا جو عام انسانی وجود اور تجربے سے ماوراء ہونے کے باوجود بنیادی حقیقت ہے۔

ب۔ پاک اور ناپاک اشیاء موقع اور محل کے درمیان تھوڑا بہت امتیاز کرنا۔

ج۔ مقدس اشیا کے گرد مذہبی رسوم کی حوصلہ افزائی یا اہتمام کرنا۔

ہ۔ عبادت اور خدا سے ربط و تعلق کی حوصلہ افزائی کرنا۔(۲۴۰)

۱۸۹۳ء اور ستمبر ۱۹۹۳ء میں شکاگو میں مذاہب عالم کی پارلیمنٹ منعقد ہوئی۔(۲۴۱) مذاہب عالم کی پارلیمنٹ نے عالمی اخلاقیات کے اعلان میں تمام مذاہب کی متعدد مشترکہ خصوصیات کو تسلیم کیا۔ مذہبی رہنماؤں نے تشدد' عدم مساوات' عدم رواداری اور معاشی ناانصافی کی مذمت کی۔ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ کسی مذہب کو کسی اور مذہب کے ماننے والوں سے نفرت' امتیازی سلوک کرنے یا اس پر قدغن لگانے کی کا کوئی حق نہیں۔(۲۴۲)

عالمی اتحاد کے فروغ کیلئے مختلف مذاہب سے مذہبی و معاشرتی حسن سلوک کی اجازت

عقیدہ توحید کی بنیاد پر مذاہب عالم کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے طرز عمل اور برتاؤ کی بنیاد فراہم ہوتی ہے۔ جہاں قرآن کے احکام اور احادیث کی تصریحات کے تحت غیر مسلموں کے ساتھ اسلام میں بنیادی تعلیمات کے بارے میں کسی قسم کی مفاہمت کو روا نہیں رکھا گیا ہے وہاں عیسوی اور موسوی مذہب کے پیروؤں (اہل کتاب) کے ساتھ طرز عمل میں ایک نمایاں امتیاز رکھا گیا ہے۔ اس خصوص برتاؤ کی چار خصوصیات ہیں۔

ا۔ دعوت اتحاد و نظریاتی

اس کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ اہل کتاب کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ توحید اور الوہیت کی بنا پر جو انسانی فطرت کی آواز ہے آپس میں متحد ہو جائیں چنانچہ قرآن کے الفاظ میں انہیں یہ پیغام دیا گیا ہے کہ قل یااھل الکتب تعالوا الی کلمته سواء بیننا و بینکم الانعبدالا الله (۲۴۳) ترجمہ کہہ دو کہ ایسے کلمہ پر متفق ہو جائیں جو تمہارے اور ہمارے درمیان مشترک ہے کہ ہم سوائے اللہ کے کسی اور کی عبادت نہیں کریں گے۔

۲۔ اہل کتاب کے ذبیحہ کا جواز

انسان کی بنیادی ضروریات میں غذا کی اہمیت ظاہر ہے کہ اسی پر بقائے ذات کا انحصار ہے۔ اسلام آئیڈیالوجی میں حلال غذا کا بہت اہم مقام ہے۔ وہ اسلامی تعلیمات کے مطابق جائز اور ٹھیک طور پر تیار ہو ان شرائط کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ صرف

اسی غذا کو استعمال کر سکتے ہیں جو اسلامی احکامات کے مطابق تیار ہوئی ہو لیکن اہل کتاب کی تیار کی ہوئی غذا اور ان کے ذبیحہ کے متعلق یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ مسلمانوں کیلئے بہ نسبت دیگر غیر مسلموں کے جائز ہوگی۔ چنانچہ اس بارے میں قرآن پاک کا حکم ہے کہ قال اللہ تعالی الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوالکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم (۲۴۴) اسی طرح حدیث جو مسلمانوں کی شریعت (قانون) کا دوسرا بڑا ماخذ ہے۔(۲۴۵) یہ حکم موجود ہے۔

پوچھا ایک سائل نے نبی ﷺ سے حکم طعام نصاریٰ کا تو فرمایا نہ خلجان میں تیرے سینہ میں (یعنی دل میں) کوئی کھانا، کیا مشابہ ہو گیا تو نصرانی لوگوں کے ساتھ یہ کہا ہے ترمذی نے کہ عمل ہے اسی حدیث پر سب اہل علم کے نزدیک رخصت اور اجازت کا کھانے میں اہل کتاب کے۔

کتاب وسنت کے ان ہی احکام کی بنا پر مسلمانوں کی شریعت کا حکم یہی ہے کہ اہل کتاب کا کھانا اور ذبیحہ مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ یہ بات اسلامی شریعت (فقہ) کی ہر ایک کتاب میں موجود ہے۔ یہاں صرف ایک حوالہ دینا کافی ہوگا، ''نہیں کچھ مضائقہ یہود و نصاریٰ کے سب قسم کے کھانے میں ذبیحہ اور اس کے سوا (۲۴۶)

۳۔ اہل کتاب کے ساتھ ازدواج کی اجازت:

انسان کی بنیادی احتیاج کے بعد جو بقائے ذات اور زندگی کیلئے ضروری ہے۔ انسان کی تیسری اہم ضرورت بقائے نسل اور نظم معاشرت ہے جس کی بنیاد عائلی زندگی پر ہے۔ اس لیے اسلام نے اس امر کا خاص اہتمام کیا ہے کہ ایسا ماحول نہ پیدا ہو جو اسلامی آئیڈیالوجی کے تحفظ اور ترقی کیلئے ناسازگار ہو نیز اولاد کے ذریعہ جو خاندان اور معاشرہ بنے وہ اسلامی ہو اس مقصد کیلئے یہ ضروری تھا کہ غیر مسلموں سے نکاح اور ازدواجی تعلقات کو ممنوع قرار دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ تم مشرک عورتوں سے شادی نہ کرو یہاں تک وہ مسلمان ہو جائیں۔ مسلمان لونڈیاں مشرک عورتوں سے بہتر ہیں چاہے وہ مشرک تمہیں پیاری معلوم ہوں اور نہ مشرکوں سے نکاح کرو جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں کیونکہ مسلمان غلام مشرک سے بہتر ہے چاہے وہ تمہیں بہتر ہے (۲۴۷) لیکن اس حکم سے اہل کتاب کو مستثنیٰ قرار دیا گیا چنانچہ قرآنی حکم ہے ترجمہ مومن عورتوں میں سے محصنات اور سابقہ اہل کتاب سے نکاح کر سکتے ہو جبکہ مہر موعودہ ادا کر دو اور ۔۔۔ تم پاکدامنی اور بدکاری سے بچنا چاہتے ہو اور چوری چھپے آشنائی سے (۲۴۸)۔ پیغمبر اسلام کی تصریحات اور احادیث۔ حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہم اہل کتاب کی عورتوں سے شادی کریں۔ اہل کتاب ہماری عورتوں سے نہ کریں (۲۴۹)۔ حضرت عمر فاروق سے روایت ہے فرمایا کہ مسلمان نصرانی عورت سے شادی کرے لیکن عیسائی مسلمان عورت سے شادی نہ

کرے(۲۵۰) چنانچہ ابن کثیر آیت مذکورہ کی تائید میں کہتے ہیں کہ صحابہ کی ایک کثیر تعداد نے عیسائی عورتوں سے شادی کی اور اس میں کوئی حرج نہیں دیکھا۔

قرآن اور حدیث کے ان احکام کی بنا پر اسلامی شریعت کی ہر ایک چھوٹی بڑی کتاب کی رو سے نہ صرف اہل کتاب عورتوں سے بلا تبدیل مذہب نکاح کر سکتے ہیں بلکہ ان کو نکاح کے بعد بھی اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت دے سکتے ہیں۔ چنانچہ ہم ذیل میں دو حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

ا۔ مسلمان کیلئے اہل کتاب عورت سے چاہے وہ حربی ہو یا ذمی چاہے آزاد ہو یا لونڈی نکاح جائز ہے۔(۲۵۱)

ب۔ سنت جماعت کے فرقوں میں مسلمان مرد کا کسی دین الہامی کی عورت سے یعنی کتابیہ سے جیسے یہودی اور عیسائی میں نکاح کرنا شرعاً جائز ہے۔(۲۵۲)

۴۔ اہل کتاب کی معاشی امداد و کفالت:

تمدن اور سیاسی حقوق کی اصلی کسوٹی وہ معاشرتی انصاف ہے جو مملکت کے وسائل کے ذریعہ عطا ہوتا ہے یعنی معاشرہ کے محتاج اور غریب طبقات کو بنیادی ضروریات مہیا کی جاتی ہیں۔ اسلامی نظام زندگی میں محصول زکوٰۃ اس کا ضامن ہے جس کی ادائیگی کی قانونی ذمہ داری تو صرف مسلمانوں پر لازمی طور پر عائد ہوتی ہے لیکن اہل کتاب کو بھی اس زکوٰۃ سے استفادہ کا مستحق قرار دیا گیا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے بیت المال کے عامل کو لکھ بھیجا اللہ کے اس قول میں کہ انما الصدقات للفقراء و المساکین (۲۵۳) ترجمہ زکوۃ جو ہے سو وہ حق ہے فقرا اور مساکین کا۔ فقرا سے مسلمان اور مساکین سے اہل کتاب مراد ہیں۔(۲۵۴)

اہل کتاب کے ساتھ خصوصی برتاؤ کیا ان چار خصوصیات کے اس پہلو پر زیادہ زور دینے کی ضرورت ہے کہ ان کا کسی فرد یا معاشرہ کی زندگی میں کتنا اہم مقام ہے۔ لیکن اس امر کو دہرانا مفید ہوگا کہ دنیا کے دیگر مذاہب کے پیروؤں کے مقابلے میں اہل کتاب سے ایک قسم کی یگانگت اور خصوصی امتیاز روا رکھا گیا ہے جس کی حد یہ ہے کہ ان دونوں مذاہب (یعنی عیسائیت اور موسویت) کی الہامی کتابوں اور ان دونوں کے رسولوں پر ایمان لانا بھی مسلمانوں کے لیے ایسا ہی لازمی قرار دیا گیا ہے جس طرح قرآن پاک اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ اہل مشابہت سے ذکر فرماتے ہیں۔ اسی طرح ابن عباس فرماتے ہیں کہ :

انتم اشبه الامم بنی اسرائیل سمتا و هدیا.

ترجمہ: اے مسلمانو! تم بنی اسرائیل سے بہت مشابہ ہو خصلتوں اور عادتوں میں۔"(۲۵۵)

عالمی اتحاد کیلئے عیسائیوں سے ترجیحی سلوک:

جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے ان کے ساتھ تو اور زیادہ ترجیحی برتاؤ کیا گیا ہے۔ چنانچہ نجاشی کے نام آپ ﷺ اپنے خط میں تحریر فرماتے ہیں:

"واشھدان عیسیٰ بن مریم روح الله و کلمة القاھاالی مریم البتول الطیبة المحصنة فحملت بعیسیٰ فخلقه الله من روحه و نفخه کما خلق آدم بیده"

ترجمہ: "اور گواہی دیتا ہوں عیسیٰ بن مریم خدا کی روح اور کلمہ ہیں، خدا نے ان کو مریم بتوک پاک پر ڈالا جس سے وہ حاملہ ہوئیں تو خدا نے حضرت عیسیٰ کو اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔" (۲۵۶)

اس طرح نہ صرف حضرت عیسیٰ کی رسالت اور صداقت کی توثیق فرمائی بلکہ آپ کی والدہ محترمہ حضرت مریم کی پاکدامنی کا اعلان فرما کر عیسائیت کی تائید میں زبردست اور کامیاب وکالت فرمائی۔ عیسائیوں کے ساتھ اسلام کی یہ خصوصی ہمدردی بلاوجہ نہیں تھی بلکہ اس مودت کا جواب تھا جس کا اشارہ حسب ذیل آیت میں کیا گیا ہے اور جس کی تصدیق حبش کے عیسائی بادشاہ کے طرز عمل سے ہوتی ہے، ترجمہ "اے پیغمبر تم ایمان والوں کی عداوت میں سے سب سے سخت یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ایمان والوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں اس لیے کہ ان میں پادری اور رہبان ہیں۔ (۲۵۷) اس آیت قرآنی میں بیان کی ہوئی مودت کا یہ اثر تھا کہ آپ ﷺ کی ذمہ داری حاصل ہوگی ان کی جان اور مذہب اور ملک اور اموال کے متعلق تمام موجود اشخاص اور غیر موجودہ اور ان کی قوم اور ان کے پیرو اس ذمہ داری میں شامل ہوں گے ان کی موجود حالت تبدیل نہیں کی جائے گی ان کے حقوق میں سے کوئی حق بدلا نہیں جائے گا اور جو کچھ تھوڑا بہت ان کے قبضے میں ہے اس میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا۔" اسی قسم کی مراعات عرب کے دیگر عیسائیوں کو دی گئی تھی جن کی شہادت ایک انگریز مورخ اس طرح دیتا ہے۔

"خود رسول اللہ ﷺ نے چند مسیحی قبائل سے عہد نامے کیے تھے جن میں آپ نے عیسائیوں کی حفاظت کا اور پابندی مذہب میں ان کے آزاد رہنے کا ذمہ اور ان کے قسوس کے دیرینہ حقوق واختیارات کے بحال رہنے کا وعدہ فرمایا تھا" (۲۵۸)

خلفائے راشدین کا طرز عمل

رسول اللہ ﷺ کے اس طرز عمل کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ خلفائے راشدین نے ہمیشہ عیسائیوں کے ساتھ خصوصی اور امتیازی سلوک روا رکھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے عیسائیوں کے مقدس مقام کا اس قدر احترام کیا کہ اس کی فتح کے موقع پر بہ نفس

نفیس بیت المقدس تشریف لے گئے۔ آپ کا یہ سفر نہایت سادگی سے ہوا۔ مقام جابیہ میں دیر تک قیام کر کے بیت المقدس کا معاہدہ صلح ترتیب دیا۔(۲۵۹) اس میں عیسائیوں کو مراعات عطا فرمائیں اور اس معاہدہ کو خود آپؓ نے لکھا ''یہ وہ امان ہے جو اللہ کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلا کے لوگوں کو دی یہ امان ان کی جان و مال' گرجا' صلیب' تندرست' بیمار اور ان کے تمام مذاہب والوں کے لیے ہے۔ وعدہ کیا جاتا ہے کہ نہ ان کے عبادت خانوں پر قبضہ کیا جائے گا نہ انہیں گرایا جائے گا' نہ ان کو اور نہ ان کے احاطے کو کچھ نقصان پہنچایا جائے گا۔ ان کے دینی معاملات میں کوئی مداخلت نہیں کی جائے گی۔ نہ ان کی صلیبوں کو نہ ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا''(۲۶۰) اس فیاضانہ سلوک کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ بطریق نے حضرت عمرؓ کو اپنے مقدس گرجے میں نماز پڑھنے کی اجازت دی۔(۲۶۱) اس کے متعلق ایک عیسائی مصنف کا بیان ملاحظہ ہو'' یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ جب بطریق نے حضرت عمرؓ سے مقدس عیسائی گرجا میں نماز پڑھنے کی دعوت دی تو حضرت عمرؓ نے اس بنیاد پر انکار کیا کہ اگر وہ ایسا کریں گے تو پھر مسلمان اس واقعہ کو اس امر کے لئے نظیر بنالیں گے اور عیسائیوں کو کلیسا سے بے دخل کر دیں گے اور کلیسا کو مسجد بنالیں گے''۔(۲۶۲) باہر نکل کر سیڑھیوں پر تنہا نماز ادا کی پھر آپ نے بطریق کو اس مضمون کی ایک تحریر بھی لکھ کر دے دی کہ گرجا کی سیڑھیوں پر بھی جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی جائے اور نہ اذان دی جائے۔(۲۶۳)

اس کا یہ اثر تھا کہ بعد کے دور میں ہمیشہ مسلم حکمرانوں نے بھی عیسائیوں سے فیاضانہ سلوک کیا۔ مشہور فرانسیسی مستشرق کارادے واسی (Karade Vasy) اپنی کتاب ''ابن سینا'' میں لکھتا ہے کہ ''خلیفہ مامون عباسی بلا د روم کی فتح کے سلسلے میں ایک مرتبہ شہر حبران پر پہنچا وہاں بعض ایسے لوگوں سے ملا جن کا عجیب وغریب لباس تھا پس ان سے پوچھا کہ کیا تم یہودی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں' پھر پوچھا کہ تمہارے پاس اللہ کی کوئی کتاب ہے؟ اور کوئی اللہ کا نبی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں تو پھر ان سے کہا کہ اگر تم اسلام کو ناپسند کرتے ہو تو عیسائی ہو جاؤ یا یہودی ہو جاؤ یا ایسا دین اختیار کرو جس کو مسلمان جانتے اور مانتے ہوں''(۲۶۴) مامون کا یہ واقعہ منفرد اور صرف اسی دور کا واقعہ نہیں ہے جبکہ مسلمان غالب تھے اور صلیبی لڑائیوں کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا بلکہ ہر دور کا آئینہ دار ہے کیونکہ مسلمانوں کا یہ طرز عمل اس گہرے ثقافتی اور سیاسی ہمدردی کا قدرتی نتیجہ تھا جو آغاز اسلام سے پائی جاتی ہے اور جس کی نشان دہی سیرۃ اور عہد نبوی ﷺ کے واقعات سے ہوتی ہے۔(۲۶۵) حضرت خالد بن ولیدؓ نے دمشق کی فتح کے بعد اہل شہر یعنی عیسائیوں کو بذریعہ معاہدہ امان دی۔(۲۶۶)

اسلام اور عیسائیت میں مماثلت عالمی اتحاد کی بنیاد بن سکتی ہے

۱۔ ان دونوں امتوں (مسلم و مسیحیہ) کے کارناموں میں صورت وحقیقت کی نسبت قائم ہوئی اور اسی لئے دونوں نظاموں

میں ہم رنگی اور مطابقت بھی قدرتی طور پر نمایاں ہوئی تو ضرور تھا کہ وہ نصرانیوں کا تصوری نظام، اسلام کے حقیقی کیلئے اسی طرح وجہ تعارف ہو جس طرح صورت اپنی حقیقت کے باعث تعارف و پہچان ہوتی ہے جسے اسلامی تشریح کے دقیق حقائق پہچاننے ہوں وہ نصرانی تمدن کی صورت واشکال کو آنکھوں کے سامنے لے آئے تو ان حقائق کو جلد پہچان سکے گا گویا یہ دونوں مادی اور روحانی نظام ایک ہی شے کے دو رخ ہیں جو ایک دوسرے پر منطبق ہیں۔(۲٦۷)

۲۔ اسلامی فطرت کا باطنی رخ اگر امت مسلمہ کے ہاتھوں وجود پذیر ہو سکتا تھا تو اسلام ہی کی فطرت کا دوسرا حسی اور مادی رخ اسی قوم کے ہاتھوں کھلنا چاہیے تھا۔ اس امت مسلمہ کے سامنے اسلام کا تشریعی یعنی میدان کھول دیا گیا ہے کہ اس سے اصول اسلامیہ کا پابند ہو کر اس کے علم سے تربیت پائی تھی اور امت نصرانیہ کے لیے اسلام کی تکوینی صورتوں اور حسی معاملات کی شاہراہ وسیع کردی گئی کہ کہ انہوں نے داعی اسلام کا اتباع کیے بغیر محض علمی صورتوں سے روشنی حاصل کی تھی پس جونہی کہ اس کا وقت آن پہنچا کہ دنیا کے سامنے اسلامی حقائق واشگاف کی جائیں اور بلحاظ کمیت ساری دنیا کی مختلف الخیال اقوام کو اسلامی مقاصد سے آشنا بنایا جائے، صورت پسند نصرانی امت کو انہی قرآنی اصول کی روشنی میں سلیقہ دیا گیا کہ وہ ہر اسلامی حقیقت کے بالمقابل اس کی ایک دلچسپ مادی مثال مہیا کرے تا کہ حس پسند اقوام اور ظاہر بینوں کیلئے اسلامی حقیقت دلپذیر ہو جائے اور کسی مادی طبعی انسان کو بھی اس کے انکار کی جرات نہ ہو۔(۲٦۸)

اسلامی معاشرہ میں عیسائیوں کے ساتھ مساویانہ سلوک

عیسائیوں کے ساتھ اسلام کے ترجیحی سلوک کا سب سے بڑا ثبوت اس امر سے ملتا ہے کہ اسلامی معاشرہ مملکت میں ان کا برابر کا شریک قرار دیا گیا ہے حالانکہ اسلامی مملکت ایک نظریاتی مملکت ہونے کے باعث اس میں اس امر کا پورا پورا بندوبست رکھا گیا ہے کہ جو اشخاص وطبقات اس مملکت کے تقاضے اور مزاج سے ہم آہنگ نہ ہوں ان کو اس کا پابند نہ بنایا جائے یعنی اس میں شریک نہ کیا جائے جس کی آگے صراحت ہوگی۔ لیکن عیسائیوں کے بارے میں چونکہ اسلامی تعلیمات کا رجحان یہ تھا کہ وہ اصلاً چونکہ توحید اور پیغمبر برحق (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اور صحیفہ اولیٰ (انجیل) پر یقین رکھتے ہیں اس لیے باوجود انجیل میں تحریف اور اس کے منسوخ ہونے کے اسلامی مملکت کے طبعی مزاج سے بیگانہ نہیں قرار دیئے جاسکتے اور ان کو اسلامی مملکت میں شریک کیا جاسکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ نظریاتی مملکت کے شہری کے تمام فرائض وواجبات کو ادا کرنے پر آمادہ ہوں جزیہ یا خراج کی ادائیگی و دیگر غیر مسلموں کی طرح مساوی حقوق، قانونی وسیاسی کے معارض قرار دیا جاسکتا۔(۲٦۹)

اسلام اور عیسائیت میں سور کے گوشت کی ممانعت

قرآن کریم میں کم از کم چار مقامات پر سور کا گوشت کھانے کی ممانعت آئی ہے۔قرآن پاک کی مختلف سورتوں میں (۲۷۰) اس حوالے سے احکامات صادر ہوئے ہیں۔ارشاد ربانی ہے کہ ترجمہ ''تم پر حرام کیا گیا مردار، خون، سور کا گوشت، وہ جانور جو خدا کے سوا کسی اور نام پر ذبح کیا گیا ہو، وہ جو گلا گھٹ کر یا چوٹ کھا کر بلندی سے گر کر یا ٹکر کھا کر مرا ہو، یا کسی درندے نے پھاڑا ہو، سوائے اس کے جسے تم زندہ پا کر ذبح کر لیا اور جو کسی آستانے پر ذبح کیا گیا ہو'' (۲۷۱)

Both the Bible and the Qur'an prohibit the eating of pork. Muslims are of this prohibition and abserve it strictly. However, most readers of the Bible say they do not know where they can find this in the Bible. In the book of Leviticus, (272), it is recorded that God declares the pig to be unclean for believers. Then, in verse 8, God Says: "You must not eat their meat or touch their meat or touch their carcasses; they are unclean for you. "This command is repeated in Deuteronomy(273). Then in Isaiah(274), God issues a stern warning against those who eat pork. Some people are aware of this prohibition from God, but they say they can eat pork because St. Paul said that all food is clean in his letter to the Romans 24:20. St. Paul said this because he believed (as he wrote in his letter to the Ephesians 2:14-15) that Jesus had abolished the Law with all its commandments and regulations (275)

عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور تعلیمات اسلام اور تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

غزوہ خیبر میں جو مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اس میں توریت کے متعدد نسخے تھے' یہودیوں نے درخواست کی کہ وہ انہیں عطا کر دیئے جائیں' رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ یہ تمام صحیفے ان کے حوالے کر دیئے جائیں۔ (۲۷۶) یہودی فاضل ڈاکٹر اسرائیل ولفسون نے اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''اس واقعہ سے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ان مذہبی صحیفوں کا رسول ﷺ کے دل میں کس درجہ احترام تھا' آپ کی اس رواداری اور فراخدلی کا یہودیوں پر بڑا اثر پڑا۔ وہ آپ ﷺ کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتے کہ آپ ﷺ نے ان کے مقدس صحیفوں کے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں کیا جن سے ان کی بے حرمتی لازم آتی ہو' اس کے مقابلہ میں ان کو یہ واقعہ بھی خوب یاد ہے کہ جب رومیوں نے یروشلم کو ۷۰ء قبل مسیح میں فتح کیا تو انہوں نے ان مقدس صحیفوں کو آگ لگا دی اور ان کو اپنے پاؤں سے روندا۔ اسی طرح متعصب نصرانیوں نے اندلس میں یہود پر مظالم کے دوران توریت کے صحیفے نذر آتش کیے یہ وہ عظیم فرق ہے جو دیگر فاتحین اور پیغمبر اسلام کے درمیان ہمیں

نظر آتا ہے۔(۲۷۷)

عالمی اتحاد و یگانگت کے لیے ایک اور صلح حدیبیہ کی ضرورت

آپ ﷺ نے نہ صرف مسلمانوں کے تحفظ کے لیے بلکہ عالمگیر اور ہمہ گیر امن واتحاد کے لیے ایسے معاہدات کیے جن میں ہر شخص کو رائے اور ضمیر کی مکمل آزادی کے ساتھ فیصلہ کرنے کا موقع دیا گیا ہے۔اس طرح سیرت مقدسہ کا یہ پہلو بین الاقوامی حیثیت رکھتا ہے اور پوری دنیا کے لیے رہنما اصول کا کام دیتا ہے۔(۲۷۸)

عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق جو رویہ مسلمانوں کا رہا ہے اس کے متعلق تین واقعات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔آنحضرت ﷺ کا مدینے کے یہود سے معاہدہ کرنا۔نجران کے عیسائیوں کو آزادی کا منشور دینا اور فلسطین کی فتح کے بد حضرت عمرؓ کی جانب سے ایلیا کے باشندوں کو آزادی کا منشور پیش کرنا۔اسی طرح آذربائیجان' جرجان اور مدائن کے شہریوں کو جو امان نامے حضرت عمرؓ نے دیئے وہ بھی ایسے ہی تھے۔تاہم اس میں مذہبی قوانین کی حفاظت اور ان کے مطابق زندگی بسر کرنے اور ان کے مقدمات کے فیصلہ کرنے کی آزادی بھی شامل تھی۔(۲۷۹)

اعتدال پسند مسلمان کی رائے میں اس وقت صلح حدیبیہ کی طرح کسی معاہدے کی ضرورت ہے جس کا اہتمام رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت کے چھ سال کے بعد مکہ کے جنوب میں حدیبیہ کے مقام پر کیا تھا۔مسلمان فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے جارہے تھے مگر مکہ کے سردار اس کی اجازت نہیں دے رہے تھے اس وقت دونوں فریق جنگ کے لیے تیار تھے۔مسلمانوں نے عہد کیا (بیعت رضوان) کہ وہ آخری آدمی تک لڑیں گے لیکن رسول اللہ ﷺ نے محسوس کیا کہ امن جنگ سے زیادہ اہم ہے۔اہل مکہ کو یہ باور کرانے کے لیے کہ وہ فریضہ حج کی ادائیگی کے لے آئے ہیں نہ کہ جنگ کے لیے آپ ﷺ نے تحمل اور اعتدال پسندی کی مثال کی قائم کی۔اگر چہ یہ معاہدہ سخت اور ہتک آمیز تصور کیا گیا اور مسلمانوں نے اس کا برا منایا۔شروع میں حضرت عمر بن الخطاب سمیت بہت سے مسلمانوں نے اس پر بے چینی کا اظہار کیا مگر بالآخر یہ مسلمانوں کے لیے بے حد مفید ثابت ہوا اور اس سے رسول اللہ ﷺ کی عمیق سیاسی دانائی' تدبر اور دوراندیشی بھی ثابت ہوگئی۔

ایک مرتبہ پھر مسلمانوں کو امن کی ضرورت ہے۔انہیں رضوان کی طرح کی ایک بیعت اپنے آپ سے کرنے کی ضرورت ہے۔انہیں امہ کی فلاح کیلئے قربانی دینی ہوگی اور اپنے پُرامن مقاصد کے بارے میں اپنے اثباتی اقدامات کے ذریعے مغرب کو یقین دہانیاں کرانی ہوں گی امن کو یقینی بنانا ہوگا اور خود کو ایک دوسرے کی فلاح و بہبود کیلئے وقف کرنا ہوگا۔(۲۸۰)

قرآن کریم میں ۲۵ سے زائد مقامات پر پوری شدت کے ساتھ معاہدات کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔اس پر

بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔(۲۸۱) آپ ﷺ کے معاہدات میں دو باتیں خاص نظر آتی ہیں پہلی یہ کہ معاہدات میں رواداری اور برداشت دوسرا یہ کہ معاہدہ برابری کی بنیاد پر یا جھک کر قبول کر لیتے۔ آپ ﷺ کے معاہدات سے فاتح کی حیثیت نمایاں نہیں ہوتی بلکہ مصلح کی حیثیت ابھر کر سامنے آتی ہے۔ آپ ﷺ نے میثاق مدینہ کے نام سے جو معاہدہ کیا وہ یہودیوں کے ساتھ رواداری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

عالمی اتحاد کے لیے غیر مسلموں سے تعلقات

جتنے بھی موحدانہ مذاہب نازل ہوئے اسلام اُن میں آخری بڑا مذہب ہے۔ مسلمان یہودیت اور عیسائیت کے جواز کے قائل ہیں۔ مگر ان کا ایمان ہے کہ اللہ نے آخری الہامی کتاب قرآن کے ذریعے اپنے دین کی تکمیل کر دی ہے۔ بعض مستشرقین تو ابھی اسلام کی حقانیت کے بارے میں شک کا اظہار کرتے ہیں۔ دنیا کے دیگر مذاہب کے ماننے والے بالخصوص ہندوؤں اور بہائیوں کے ساتھ بھی اختلاف ہے۔ مسلمان' عیسائی اور یہودی سب ہی ہیں۔ اسلام اور عیسائیت میں وحدانیت کا تصور مشترکہ ہے۔ ہماری بہت سی اقدار بھی مشترک ہیں۔ جن میں علم اور عدل وانصاف کا احترام' ناداروں اور حاجت مندوں سے حسن سلوک' خاندانی زندگی کی اہمیت اور والدین کا احترام بھی شامل ہے۔(۲۸۲)

غیر مسلموں سے بہتر تعلقات کے لیے اسلامی تعلیمات

غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے بارے میں اسلامی سوچ قرآن میں متعدد واضح ہدایات پر مبنی ہے۔ مثلاً اللہ نے مسلمانوں کو دوسروں سے رواداری کا حکم دیا ہے اور انہیں دوسرے مذاہب اور مظاہر عبادت کی توہین سے منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ

☆ ''اور (اے مسلمانو) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں انہیں گالیاں نہ دو' کہیں ایسا نہ ہو یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بنا پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔(۲۸۳)

☆ ''اے نبی ﷺ ان سے کہو کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو؟ حالانکہ وہی ہمارا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی۔ ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں' تمہارے اعمال تمہارے لیے اور ہم اللہ ہی کے لیے اپنی بندگی کو خالص کر چکے ہیں۔(۲۸۴)

مولانا فضل کریم لکھتے ہیں کہ

''مسلمان یہ نہیں کہہ سکتے اور نہ اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ کرشن' بدھ' زرتشت' کنفیوشس اور دنیا کی دیگر عظیم مذہبی شخصیات پیغمبر تھیں یا نہیں تھیں۔ یہی نہیں بلکہ دنیا کی دیگر تمام مذہبی شخصیات پر ایمان مسلمانوں کا حصہ ہے''۔(۲۸۵) اگر

ضروری ہو تو معاہدوں کے ذریعے امن کو باضابطہ بنایا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ

☆ ''اور اے نبی (ﷺ) اگر دشمن صلح وسلامتی کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لیے آمادہ ہو جاؤ اللہ ہی پر بھروسہ کرو' یقیناً وہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے'' (۲۸۶)

عالمی اتحاد کے لیے دیگر مذاہب کے پیروکاروں سے تعلقات کی بہتری

ارشاد ربانی ہے کہ ''اگر وہ صلح وسلامتی کی طرف جھکیں تو تم بھی اسی طرح ان کی طرف جھکو'' (۲۸۷)

مختلف مذاہب کے درمیان رابطے قائم کرنے اور انہیں ایک دوسرے کے قریب لانے کی فوری ضرورت ہے۔ وقت سب سے بڑا امرہم ہے۔ عیسائیوں نے بڑی حد تک یہودیوں کو معاف کر دیا ہے۔ جن پر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مصلوب کرنے کا الزام عائد کرتے رہے ہیں۔ وٹیکن نے اسرائیل کے ساتھ معمول کے تعلقات قائم کر لیے ہیں۔ امریکہ آج اسرائیل کا سب سے بڑا محافظ اور سرپرست ہے اور ان دونوں مذہبوں کے درمیان تعاون ہو رہا ہے۔ صبر وتحمل' رواداری' روشن خیالی اور کوشش کے ذریعے اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان بھی تعاون میں اضافہ ممکن ہے۔ پوپ جان پال دوئم مسلمانوں کے ساتھ بہتر تعلقات پر بار بار زور دیتے رہے ہیں۔

پوپ جان پال دوئم کے مطابق ''کونسل نے چرچ سے یہ بھی کہا ہے کہ وہ ''نبی ﷺ کے پیروکاروں سے مذاکرات کرے اور چرچ نے اس سلسلے میں کام شروع کر دیا ہے۔ ہم فرمان Nostra Aetate میں پڑھتے ہیں کہ ''اگر صدیوں کے عرصے میں عیسائیوں اور مسلمانوں میں اختلاف رائے اور کچھ جھگڑے رہے اپنے بھی تب بھی یہ مقدس کونسل تمام لوگوں پر زور دیتی ہے کہ وہ ماضی کو بھول جائیں اور پوری انسانیت کی فلاح کے لیے سماجی انصاف' اخلاقی بہتری' امن اور آزادی کے لیے کام کریں۔ (۲۸۸) بوسنیا اور شیشان کے واقعات سے مغرب میں بھی بہت سے لوگوں کو یہ احساس ہو رہا ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ناانصافیاں ہو رہی ہیں۔ امریکی انتظامیہ یہ ظاہر کرنا چاہتی ہے کہ کوئی مذہبی عداوت نہیں۔ مفاہمت کے عمل کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ (۳۸۹)

عالمی اتحاد و یگانگت کے لیے مسلم ممالک میں غیر مسلموں کو تحفظ کی تعلیم

قرآن کریم نے ''لکم دینکم ولی دین'' (۲۹۰) کا نظریہ عطا کر کے اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کی یقینی اور ممکن ضمانت فراہم کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''خبردار جس کسی نے کسی معاہد (غیر مسلم / اقلیتی فرد) پر ظلم کیا یا اس کا حق مارا' یا اس کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف دی یا اس سے کوئی چیز اس کی خوشی کے بغیر لی تو میں روز قیامت

اس کی طرف سے (مسلمانوں کے خلاف) جھگڑوں گا'' (۲۹۱)

مسلم ممالک میں غیر مسلم اقلیتوں کے جان و مال کا تحفظ مسلم راہنماؤں کا مذہبی فریضہ ہے۔ بھارت میں مسلمانوں کے حقوق پامال کیے جا رہے ہیں۔ اسلام نے جو حقوق صادر کیے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ جو غیر مسلم دین کے معاملہ میں مسلمانوں سے مقاتلہ نہ کریں اور ان پر زیادتی نہ کریں تو خواہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دارالسلام میں مقیم ہوں یا اپنے علاقے میں بود و باش رکھتے ہوں وہ امن و صلح کے ماتحت آتے ہیں۔ (۲۹۲) جن چیزوں کا کاروبار نیز معاملات مسلمانوں کیلئے حرام ہیں وہ ذمیوں کیلئے حرام نہیں ہے مثلاً شراب اور سود ذمیوں کیلئے جائز ہے۔ تاہم بلاد مسلم میں وہ کھلے بندوں اس کی تجارت نہیں کر سکتے۔ (۲۹۳)

میراث میں ذمی اور مسلمانوں حرمان میں برابر ہیں۔ ذمی اپنے کسی مرحوم مسلمان عزیز کا وارث نہیں ہو سکتا اسی طرح مسلمان اپنے کسی آنجہانی عزیز کا وارث نہیں ہو سکتا۔ اسلام نے ذمیوں کا کھانا مسلمانوں کے لیے اس لیے جائز ٹھہرایا ہے کہ ان کا ذبیحہ بھی مسلمانوں کے لیے جائز ہے۔ فرمان الٰہی ہے کہ ''اہل کتاب کا کھانا ہمارے لیے اور تمہارا کھانا اہل کتاب کے لیے جائز ہے'' (۲۹۴)

اسلام کسی اسلامی مملکت کو کسی غیر مسلم حکومت سے تجارتی تعلقات کے قائم کرنے سے منع نہیں کرتا۔ اسلام مسلمانوں کو تاکید کرتا ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ پیش آئیں۔ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کریں ان کے ساتھ بھلائی اور انصاف کریں۔ (۲۹۵)

عالمی اتحاد و یگانگت کے لئے اقلیتوں کے ساتھ مشترکہ مفادات

حقیقت یہ ہے کہ اسلام نے نظری طور پر اپنی کتاب قرآن پاک میں اور مسلمانوں نے اپنے عہد حکومت میں یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ کبھی اور کسی حالت میں غیر انسانی سلوک اور کسی حالت میں غیر انسانی سلوک اور نا منصفانہ برتاؤ کے مرتکب نہ ہوں۔ (۲۹۶) ہر جگہ اقلیتوں میں بہت کچھ مشترک ہوا کرتا ہے۔ مثلاً امریکہ میں تمام غیر سیاسی اقلیتوں میں اپنی مذہبی آزادی کے تحفظ اور مذہب کو سرکاری درجہ دینے کی مزاحمت کا جذبہ مشترک ہے جس نے امریکہ کے سرکاری اسکولوں میں کسی واحد مخصوص مذہب کی تعلیم نہ دینے کے عمل میں بڑی مدد دی ہے۔ اس سلسلے میں یہودی بھی مسلمانون ہندوؤں' بدھوں اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمان ہم جنس پرستی' اسقاط اور بداخلاقی و بدکرداری کے خلاف جنگ میں عیسائی مذہبی گروہوں سے قریبی اشتراک عمل کر رہے ہیں۔ (۲۹۷) یہود کو سرزمین عرب سے خارج کرنے کے باوجود مسلمانوں کا حسن سلوک اہل کتاب اور ذمی ہونے کی حیثیت سے مثالی تھا نتیجتاً اسلامی

سلطنت کی وسعت کے ساتھ ساتھ وہ بھی پھیلتے چلے گئے۔(۲۹۸)

عالمی اتحاد کے لیے مذہبی آزادی

اسلام نے دوسرے مذاہب وادیان کے ساتھ جو رویہ اختیار کیا اس کے متعلق قرآن میں واضح احکام موجود ہیں جب قرآن نے کہا کہ لا اکراہ فی الدین (۲۹۹) ترجمہ ''دین میں کوئی زبردستی نہیں'' تو گویا اس نے غیر مبہم الفاظ میں تمام دوسرے ادیان کا پوری آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کا بنیادی حق تسلیم کر لیا۔ اس میں دین کا لفظ اپنے وسیع ترین مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ جس میں عقائد و اعمال سبھی داخل ہیں۔(۳۰۰) ایک اسلامی ریاست میں کسی بیوہ کو اپنے خاوند کی چتا پر جلنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی خواہ کسی ملت کے نزدیک یہ عمل کتنا ہی پسندیدہ کیوں نہ ہو۔ اسی طرح ہر حالت میں بلا تفریق وملت 'ربا' جوا اور زنا مکمل طور پر حرام ہوں گے۔ اس قسم کی حدود اور پابندیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے مختلف ملتوں اور قوموں کو اپنے عقائد و اعمال کے مطابق زندگی بسر کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔

اسلام دوسرے مذاہب کو نہ صرف مکمل آزادی دیتا ہے بلکہ اجتماعی و سیاسی حدود میں ان کی حفاظت کرتا ہے۔ اسلام انسانیت کی رواداری کی بنیاد پر متحد کرنے کے لیے قوی ترین عامل ہے۔ اسلام خلاف عقل عداوتوں کو ختم کرنا چاہتا ہے اور عالمگیر خیر سگالی اور باہمی محبت کو فروغ دینا چاہتا ہے۔ اسلام نے غیر مسلم اقوام کے ساتھ رواداری کے درجہ سے آگے بڑھ کر ''ذمہ داری'' کا فریضہ عائد کرتی ہے۔(۳۰۱)

اسلام میں ہر فرد کو اپنے حقوق سے فائدہ اٹھانے کی اس حد تک آزادی ہے کہ وہ شریعت کے مقررہ کردہ حدود میں رہے' اور دوسرے کے حقوق پر دست درازی نہ کرے۔ خدا کا حکم اس کے ضمیر کیلئے معاشرہ سے بلند تر نگران کی حیثیت رکھتا ہے۔(۳۰۲)

عالمی اتحاد و یگانگت کے لیے عبادت گاہوں کا احترام

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے نہ ہٹاتا رہتا تو راہبوں کے صومعے اور عیسائیوں کے گرجے' یہودیوں کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا بہت ساذکر کیا جاتا ہے گرائی جاچکی ہوتیں۔(۳۰۳)

انصاف کے معاملے میں دوست' دشمن' مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں۔ اخلاقی یا قانونی حدود میں معیار ایک اور یکساں ہونا چاہیے اور اس میں کسی قسم کی دوئی قابل برداشت نہیں سمجھی گئی۔ ہر قسم کے جارحانہ اقدام کو ممنوع قرار دیا گیا۔ قرآن میں بے شمار آیات ہیں جن میں یہ چیز دہرائی گئی ہے کہ خدا حدود اللہ سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اسلام کا بنیادی نظریہ حیات تمام دیگر ادیان میں صرف آزادی دینا ہی نہیں بلکہ سیاسی نظام اور معاشرتی ماحول میں ان کی مکمل حفاظت کا انتظام

بھی ہے۔ فلسطین کی فتح کے وقت عین نماز کے موقع پر اگرچہ بطریق نے آپ کو گرجا میں نماز ادا کرنے کی اجازت دی لیکن آپ نے مستقبل میں گرجے کو مسجد میں جواز بنانے کے پیش نظر نماز ادا نہ کی۔ آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک عیسائی وفد کے اراکین کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہماری عبادت میں موسیقی کا استعمال ہوتا ہے ، ممکن ہے کہ آپ کے خیال میں مسجد میں یہ چیز مناسب نہ ہو لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کو اپنے طر پر نماز ادا کرنے کی اجازت دی۔ کیا کوئی ایسا روادار فراخ دل پیغمبر دوسرے مذاہب وعقائد کے خلاف کسی قسم کی سختی اور تنگ نظر رکھ سکتا تھا۔(۳۰۴)

راجہ داہر کے زمانے میں محمد بن قاسم نے جب فتح حاصل کی' اس وقت محمد بن قاسم نے ہندوؤں کی مذہبی عبادت گاہوں کے سلسلہ میں اعلان کر دیا'' کہ ان کے مندروں اور عبادت خانوں میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی جائے گی'' (۳۰۵) مؤرخین نے لکھا ہے کہ'' محمد بن قاسم اور اس کے عہد کے مسلمان گورنروں نے ملک سندھ میں ہندوؤں کے مندروں کے لیے بڑی بڑی جاگیریں وقف کیں'' (۳۰۶)۔ مشہور سیاح کپتان ہملٹن اپنے سفر نامہ میں لکھتا ہے کہ'' ہندوستان کی مسلم حکومت کے پارسی بھی اپنے رسوم مذہب زرتشت کے بموجب ادا کرتے ہیں۔'' (۳۰۷)۔ شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر نے حاکم بنارس ابوالحسن کے نام اپنے خط مورخہ ۲۵ جمادی الاول ۱۰۶۵ھ میں تحریر فرمایا'' ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیم مندروں کو گرایا جائے۔ اطلاعات یہ موصول ہوئی ہیں کہ ہندوؤں کے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں۔ لہٰذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کرے'' (۳۰۸)

عالمی اتحاد و باہمی کے لیے مذہبی آزادی و رواداری

خاتم النبیین سید المرسلین ، رحمت للعالمین ﷺ نبی رحمت ہیں۔ آپ ﷺ کی پوری حیات مقدسہ اور سیرت طیب عفو ودرگزر، رحمت ورافت اور مثالی مذہبی رواداری سے عبارت ہے۔ انسانیت کے محسن اعظم ، ہادی عالم، رحمت مجسم ،حضرت محمد ﷺ نے غیر مسلم اقوام اور اقلیتوں کے لیے مراعات، آزادی اور مذہبی رواداری پر مبنی ہدایات اور عملی اقدامات تاریخ انسانی کے اس تاریک دور میں روا فرمائے کہ جب لوگ مذہبی آزادی و رواداری سے نا آشنا تھے اور مذہبی رواداری کے مفہوم وتصور سے انسانی ذہن خالی تھا۔ (۳۰۹)

اسلامی حکومت میں اسلام ہر مذہب وفرقہ سے تعلق رکھنے والوں کے ضمیر اور عبادت کی آزادی کا ضامن ہے۔ سورہ البقرہ جبر یا سختی نہ کرنے کا وہی رواداری کا اصول بیان کر رہی ہے جو اسلام اپنے ماننے والوں میں پیدا کرنا چاہتا ہے۔ (۳۱۰) رواداری وہ نظریہ تھا جس کے باعث مسلمان ملکوں میں اسلامی سیاسی ابتلا کے باوجود غیر مسلم ملتیں اپنی انفرادی زندگی اور تمدن و تہذیب کو برقرار رکھ سکیں۔ عیسائی کلیسا سے ناقوس کی آواز متصلہ مسجد کی اذان کے ساتھ بلند ہوتی تھی۔ ہسپانیہ میں تقریباً آٹھ

صدی تک مسلمانوں کی حکومت رہی لیکن انہوں نے کبھی دباؤ یا جبر سے غیر مسلموں کو مسلمان بنانے کی کوشش نہ کی۔ ان کی اس حکمت عملی ہی کا نتیجہ تھا کہ جب مسلمانوں کی فوجی طاقت کمزور ہوئی تو غیر مسلم اکثریت نے ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا اور ان کی عطا کردہ ثقافتی اور مذہبی آزادی کا بالکل پاس نہ کیا۔ وہ تمدن وتہذیب جو مسلمانوں نے وہاں پیدا کیا اور جس کی ضیا پاشیوں سے تمام یورپ بعد میں منور ہوا۔ اس متعصبانہ لوٹ کھسوٹ اور قتل و غارت کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا ہو گیا۔ ترکوں نے مشرقی یورپ پر چار صدی تک حکومت کی اور مختلف عیسائی فرقوں اور گروہوں کو مکمل مذہبی اور ثقافتی آزادی دیئے رکھی۔ ایک عثمانی سلطان نے تمام غیر مسلم رعایا کو جبراً مسلم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا لیکن علماء نے قرآنی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کی شدید مخالفت کی انہوں نے اصول کی خلاف ورزی کرنے کے بجائے اقلیت میں رہنے کو ترجیح دی۔

برعظیم پاک و ہند میں یہی صورت حال تھی کسی سیاسی یا تبلیغی کوشش کے بغیر ہندو عوام برہمنوں کی ذات پات کی تقسیم میں شدید عملی مضرت سے تنگ آ کر مسلمان ہوتے رہے اور یہ عمل اس وقت بھی جاری رہا جب مسلمانوں کا سیاسی غلبہ ختم ہو گیا۔ حتیٰ کہ پنجاب میں سکھوں کے تاریک ترین دور حکومت میں بھی جب شاہی مسجد رنجیت سنگھ کے اصطبل میں تبدیل کی جا چکی تھی، اسلام کی فتوحات بدستور جاری رہیں اسی طرح جس طرح آج افریقہ میں عیسائیت مشنری تنظیم اور کثیر دولت کے علی الرغم مسلمانوں کی تعداد بڑھتی چلی جا رہی ہے اس کا باعث صرف اسلام کی سادہ تعلیم، غیر عقلی عقائد کا فقدان اور انسانی مساوات کے تصورات ہیں۔ انڈونیشیا میں بھی اسلام اس وقت پھیلا جب وہاں ہالینڈ کے عیسائی حکمران اپنے عقائد کی تبلیغ کے لیے سیاسی قوت اور سرمایہ صرف کرنے میں دریغ نہیں کر رہے تھے۔

یہودی جو قبل مسیح اور بعد میں خود عیسائی سلطنتوں اور علاقوں میں ہمیشہ ظلم وستم کا تختہ مشق بنے رہے ان کو اسلام کے بعد چین و آرام کی زندگی میسر آ سکی۔ کسی شہر میں یہودی باڑہ نہ تھا۔ مغربی عیسائی سلطنتیں ان پر ظلم کرتیں تو وہ پناہ لینے اسلامی ملکوں میں جا پہنچتے جہاں ان کیلئے دوسرے باشندوں کی طرح ترقی کے تمام مواقع کھلے تھے۔ کسی اسلامی ملک میں یہودیوں کے خلاف نہ کبھی جذبہ عناد پیدا ہوا اور نہ ان پر حملے ہوئے۔ لیکن بدقسمتی سے جدید دور میں ان مراعات اور رواداری کے بدلے میں جو سلوک بین الاقوامی جارحانہ صیہونیت نے کیا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ (۳۱۱)

اسلام میں چھوت چھات کے لیے کوئی جگہ نہیں بلکہ اس کے قانون میں عیسائی، یہودی، سکھ، پارسی، ہندو اور دوسرے سارے انسانوں کا جھوٹا پاک ہے۔ (۳۱۲)

عالمی مذاہب اور مکتوبات نبوی ﷺ

حافظ ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ رسول اللہ حدیبیہ سے تشریف لائے تو بادشاہوں کو خطوط لکھے اور چھ افراد کو ایک ہی دن میں مختلف بادشاہوں کی طرف روانہ کیا ہے۔ یہ واقعہ ۷ھ کا ہے۔ (۳۱۳)

مکتوبات نبوی ﷺ میں جن لوگوں سے خطاب کیا گیا ہے وہ چار مشہور مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے تھے۔ مشرکین عرب، عیسائی، یہودی اور زرتشی۔ ہرقل اور مقوقس کے نام جو خطوط لکھے گئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مکتب گرامی اہل سندھ کی جانب بھی ارسال فرمایا تھا جو نتیجہ خیز ثابت ہوا اور سندھ کے کچھ لوگ مشرف با اسلام ہو کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ ان خطوط میں اپنے اسم گرامی کے ساتھ عبداللہ (اللہ کا بندہ) خصوصیت کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ اس میں مکتوب الیہم کے عقیدے کی نہایت لطیف پیرائے میں تردید کی گئی ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کا رسول، اللہ کی مخلوق ہے نہ کہ ''اللہ کا بیٹا'' جیسا کہ عیسائیوں میں مسیحؑ کے متعلق عقیدہ پایا جاتا ہے۔ شہنشاہ فارس خسرو پرویز وغیرہ کے نام خط میں اللہ کی توحید پر خاص زور دیا گیا کیونکہ فارس کے یہاں یزدان واہرمن یعنی خیر وشر کے دو خداؤں کا عقیدہ موجود تھا۔ اس لیے انہیں یہ بتانے کی ضرورت تھی کہ اللہ ایک ہے اور صرف وہی عبادت کے لائق ہے۔ بت پرست مشرکین عرب کے خطوط میں بھی اللہ کی توحید پر خاص زور دیا گیا ہے۔ یہود کے نام نامہ مبارک میں تورات کے حوالے سے اپنی نبوت پر استدلال کیا گیا۔ تاہم تمام مکتوبات نبوی ﷺ میں جو چیز مشترک ہے وہ توحید ربانی اسلام کی دعوت اور دینی احکام ومسائل ہیں۔ (۳۱۴)

عالمی اتحاد، یگانگت، ہم آہنگی کیلئے عالمی بھائی چارہ اور مساوات

ارشاد ربانی ہے کہ ☆ اے لوگو! ہم نے تم کو مرد وعورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں ہم نے قومیں اور برادریاں بنا دیا تا کہ تمہاری ایک پہچان بن جائے۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ مکرم ومحترم وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ (۳۱۵)

☆ تمام انسان ایک کنبہ اور برادری تھے۔ (۳۱۶)

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ☆ ''کونوا عباداللہ اخوانا (۳۱۷) یعنی اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ

☆ الخلق عیال الله (۳۱۸) یعنی ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

جدید تہذیب کی بدولت جو نئے الفاظ ہم تک پہنچے ہیں ان میں حریت، مساوات، اخوت، روشن خیالی وغیرہ جیسے الفاظ اپنے اندر خاص جذب اور کشش رکھتے ہیں۔ عالمی اتحاد، یگانگت، ہم آہنگی، عالمی بھائی چارہ اور مساوات آج دنیا کی سیاسی اور اقتصادی کشمکش کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ (۳۱۹)

مختلف مذاہب میں مذہبی مساوات کا نقطہ نظر

دنیا کے قدیم مذاہب میں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں ہندویت اور عیسائیت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ ہندوؤں میں مساوات سرے ہی سے مفقود ہے۔ ذاتوں اور ورثوں کی تقسیم دائمی غلامی کا پیش خیمہ اور انسانیت کے لیے ظلم اکبر ہے۔ کیونکہ اس تقسیم کی وجہ سے برہمن کا درجہ اتنا بلند اور ارفع ہے کہ شودر اور اچھوت کی چیخ و پکار بھی اس کے کانوں تک نہیں پہنچ سکی۔ برہمن شکم مادر سے پوتر (پاک) پیدا ہوتا ہے۔ وہ گناہوں سے منزہ اور آلائشوں سے پاک سمجھا جاتا ہے۔ شودر پر مندروں کے دروازے بند ہوتے ہیں۔ انسانیت کے ابتدائی حقوق سے وہ محروم ہیں۔ ان کا سایہ اونچی ذات کے آدمیوں کو ناپاک کرسکتا ہے۔ ان کے کنوئیں اور بستیاں الگ بنائی جاتی ہیں۔

عیسائیت جس کا ماخذ انجیل مقدس ہے خود مساوات کے حاصل کرنے میں ناکام رہی ہے۔ بائیبل میں تو یہ تک پایا جاتا ہے کہ اپنے پڑوسیوں سے اپنے جیسا سلوک کرو مگر آج ہر عیسائی اس تعلیم کے خلاف عمل کر رہا ہے۔ عیسائیت کی تاریخ جنگ و جدل کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔ ایک مدت سے عیسائیوں کے مختلف فرقے مذہب کا نام لے لے کر ایک دوسرے کا گلہ کاٹتے رہے۔ قرون وسطیٰ کی مذہبی عدالتوں نے مذہب کے نام پر ہزار بار انسانوں کا خون بہایا۔ پروٹسنٹ فرقہ نے ایک مدت تک رومن کیتھولک کو ظلم وتشدد سے دبائے رکھا۔ (۳۲۰)

مختلف عالمی مذاہب میں تمدنی مساوات کا نقطہ نظر

یورپ کا جدید تمدن بظاہر نہایت دلفریب و دلکش نظر آتا ہے۔ سائنس اور فلسفہ کی ترقی سے دنیا نے یہ یقین کر لیا تھا کہ اب انسانیت کے مجروح قلوب کا مداوا ہو جائے گا اور وہ دل جو مدت کے ظلم وستم سے پاش پاش ہو چکے تھے ان کے اندمال کا وقت آ گیا ہے مگر نقاب الٹنے پر معلوم ہوا کہ دنیا ایک عظیم الشان دھوکہ میں مبتلا تھی جسے وہ مساوات کی نیلم پری سمجھ رہی تھی وہ استبدادیت کا دیو تھا۔ بنی نوع انسان کے جذبہ ہمدردی کی تہہ میں طمع زر، جنگ و جدل، شخصی خود غرضی، مطلب پرستی، مطلب براری، استعمار پسندی اور تفریق رنگ و بو، سپید رنگ کا تفوق اور اس قسم کے دیگر خوفناک خیالات مضمر تھے۔

☆ کیا یہ حقیقت نہیں کہ اہل فرانس نے اپنی بستیاں بنانے کے لیے ہمدردی کے بہانے خوفناک بیماریوں کے جراثیم آلودہ کمبل وہاں کے باشندوں میں تقسیم نہیں کیے؟

☆ کیا اہل ہسپانیہ نے میکسیکو والوں پر انسانیت سوز مظالم نہیں توڑے۔؟

☆ کیا اہل بیلجیم نے ربڑ کی تجارت کے سلسلہ میں اہل کانگو پر خوفناک ستم نہیں ڈھائے؟

☆ کیا یورپ کی مختلف قوموں نے افریقہ کے غریب باشندوں کو بھیڑوں اور بکریوں کی طرح جہازوں میں لاد لاد کر

مختلف ممالک میں فروخت نہیں کیا؟

☆ کیا جنگ عظیم کے بعد ایک بہت بڑی جمہوری سلطنت کے ایک وزیر نے تقریر کرتے ہوئے یہ نہیں کہا کہ امریکہ اور یورپ کی گوری نسلوں کو خدا نے اس واسطے پیدا کیا ہے کہ وہ سیاہ فام قوموں اور کالی نسلوں پر حکومت کریں اور انہیں محکوم بنائیں؟

اسلام میں عالمی اتحاد' مساوات اور عالمی اخوت کا عالمگیر تصور

اسلام آفاقیت اور عالمگیریت قائم کرتا ہے۔ وہ نسلی امتیاز مٹا کر کالے اور گورے' حبشی و رومی' یورپی و غیر یورپی کو ایک اسٹیج پر کھڑا کرتا ہے۔

☆ فرمان الٰہی ہے کہ لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا اور پھر اس سے بہت سے مرد و عورت پھیلا دیئے۔(۳۲۱)

بقول علامہ اقبال

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز	نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے	تیری سرکار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

اسلام عمل کا مذہب ہے۔ اس کی تعلیم عمل پر مبنی ہے۔ جب آپ ﷺ نے تمام انسانوں کو مساوات کا درس دیا تو قریش نسبی تفاخر میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہاں تک جنگ بدر میں مدینہ منورہ کے دو مسلمان ان کے مقابلے میں نکلے تو انہوں نے پکار کر کہا کہ "اے محمد! قریش کی تلوار غیر قریشی کی گردن پر نہیں چل سکتی' تو ہمارے مقابلہ میں مدینہ کے آدمی بھیج کر ہماری تلواروں کی توہین و تذلیل کر رہا ہے۔"(۳۲۳)

مذاہب اسلام اور مسیحیت' مسلمانوں اور مسیحیوں کو عام طور پر سب کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرنے کی تعلیم دیتے ہیں' مسلم اور مسیحی بہت سی بنیادی باتوں میں ہم عقیدہ ہیں۔ اس لیے اس دنیا میں اتحاد کے جتنے قریب وہ ہو سکتے ہیں اور کوئی نہیں ہو سکتا۔(۳۲۴)۔ آپ ﷺ کا طریقہ تھا کہ جب کبھی آپ سے عیسائیوں کو ملنے کا اتفاق ہوتا تھا آپ ﷺ ان سے اجنبیانہ طور پر نہیں بلکہ دوستانہ اور برادرانہ طریقے سے ملتے تھے اور ان کی انتہائی عزت کرتے تھے۔(۳۲۵)۔ ایک اور موقع پر جب آپ کے پاس نجران سے عیسائیوں کا ایک وفد آیا تو آپ نے خاص اپنی مسجد میں انہیں ٹھہرایا اور انہیں وہیں عبادت کر لینے کی بھی اجازت دی۔(۳۲۶)

اسلام نے تمام امت مسلمہ کو جسد واحد اور ایک برادری قرار دیا ہے۔ اخوت و اجتماعیت کا یہ رنگ اسلامی عبادات کا

مظہر ہے۔حج کا عظیم الشان اجتماع ملت اسلامیہ کی شان وشوکت کا آئینہ دار ہوتا ہے جب دنیا کے گوشے گوشے سے آئے ہوئے مسلمان رنگ ونسل، مسلمان رنگ ونسل، قوم ووطن کے امتیازات سے بلند وبالا ہو کر مساوات اور عالمی اتحاد کا عملی مظاہرہ کرتا نظر آتا ہے۔(۳۲۷)

بدھ مت مساوات کا درس دیتا ہے اور اس کی اکثر تعلیمات انبیاءؑ کی تعلیمات کے مشابہ ہیں اس لیے اکثر لوگ مہاتما بدھ کو نبی یا اوتار مانتے تھے۔(۳۲۸)

بتان رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی، نہ افغانی (۳۲۹)

عالم اتحاد کے لیے فرقہ واریت، ذات پات کی تقسیم اور تفرقہ کی ممانعت

فرقہ بندی کی تردید میں قرآن کریم میں اکیس مقامات پر مختلف سیاق میں تذکرہ موجود ہے۔(۳۳۰) فرقہ بندی کے خلاف قرآن کا اعلان ہے کہ و اعتصمو ابحبل الله جميعاً و لا تفرقو .(۳۳۱)

مسلمانوں میں تفرقہ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے احکام کو چھوڑ دیں پھر عداوت، خود غرضی، حسد، کینہ اور بغض جیسی برائیاں جنم لے کر مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف کر دیتی ہے۔(۳۳۲) آواگون یا تناسخ الارواح کے نظریہ نے ہندو معاشرہ میں ذات پات کی بندشوں کو لازمی قرار دیا ہے اور مذہبی ضروریات کی بنا پر تقسیم ناگزیر سمجھی گئی ہے۔ جس کے نتیجے میں پوری ہندو قوم مختلف گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہو گئی ہے۔(۳۳۴)

فرقہ واریت کے حوالے سے آپ ﷺ کے فرمان

☆ "عليكم با لجماعة و ايا كم الفرقة (۳۳۵) ترجمہ "تم پر جماعت کی پیروی لازمی ہے اور تفرقہ سے بچتے رہنا

☆ اذا اقال الرجل لاخيه يا كافر فقد باء به احد هما (۳۳۶) ترجمہ: جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو کافر کہے تو یہ قول دونوں میں سے کسی ایک پر ضرور پڑے گا"۔

☆ و منا لعن مومنا فهو كقتله ومن قذف مومنا بالكفر فهو كقفلة (۳۳۷)

ترجمہ: "جس نے کسی مومن پر لعنت کی اُس نے گویا اُسے قتل کیا اور جس نے کسی مومن پر کفر کی تہمت لگائی اس نے گویا اسے قتل کر دیا"

بین الاقوامی عصبیتوں کو تو چھوڑ دیں اگر طلوع اسلام کے وقت کی عربی عصبیتوں کا مطالعہ کریں تو پتہ چلتا ہے کہ کس طرح عدنانی اور قحطانی قبائل کا باہمی تعصب شدید تھا۔ پھر عدنانیوں میں مضر اور ربیعہ کی کشمکش تھی۔ پھر قریش اور غیر قریش کا فرق تھا۔ پھر قریش کے اندر بنو ہاشم اور بنو امیہ کی رقابتیں تھیں۔اس کے علاوہ شہری اور بدوی کا جھگڑا الگ تھا۔آج جو نفرت

فلسطینیوں اور یہودیوں کے درمیان ہے یا ہندوؤں اور کشمیریوں کے درمیان ہے وہ اس نفرت کا مقابلہ میں کچھ بھی نہیں جو قبل از اسلام عرب قبائل کے مابین تھی۔ ان حالات میں اسلام کا آغاز ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات تنگ نظریوں اور عصبیتوں کے خلاف ایک دوسری بلندی پر تھی۔ ان کے مطابق عرب و عجم، عدنان و قحطان وغیرہ سب کا ایک ہی خدا ہے۔ سب آدم کی اولاد ہیں اور گورے کالے ہونے یا زبانوں اور وطنوں کا فرق رکھنے سے فطری مساوات میں کوئی فرق نہیں۔ اگر کوئی برتری ہے تو وہ صرف ہر ایک کے ذاتی اعمال و اخلاق کے باعث ہے۔ (۳۳۸) آپ ﷺ نے فرمایا طاقتور وہ نہیں جو کسی دوسرے کو پچھاڑ دے بلکہ اصل طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت خود پر قابو رکھے۔ (۳۳۹)۔ ''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تین باتوں سے خدا خوش ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اس کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ دوسرے اللہ تعالیٰ کی رسی کو اتفاق سے پکڑو اور فرقوں میں نہ بٹو'' (۳۴۰)

رسول اللہ ﷺ نے عصبیتوں کے خاتمہ کے لیے عربوں کے تقریباً تمام اہم قبائل میں شادیاں کیں۔ اسوۂ رسول ﷺ کا اثر یہ ہوا کہ آقا و غلام، قریشی، عربی و عجمی، حبشی و رومی و ایرانی ایک ہی صف میں شانہ بشانہ رہتے تھے اور قدیم جاہلی اختلافات کا ذرا سا بھی لحاظ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ دنیا میں ایک طرف انسان نے بھائی چارے کو اتنا بھلا دیا تھا کہ دوسرے بھائی کو چھوٹا تو درکنار اس کا سایہ بھی اپنے سائے پر پڑنے دینا گوارا نہ کر سکتا تھا۔ علم و عرفان کے متعلق اتنی خود غرضی تھی کہ کوئی اجنبی چھونا تو درکنار محض سن بھی لیتا تو سزا میں پگھلتا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں ڈال کر اسے ہلاک کر دیا جاتا تھا۔ انسان کے اصولی و فطری مساوات پر پرہیزگاری کے اکتسابی فضیلت و برتری کے نئے نظریے نے وہ تمام مصنوعی اور انسان ساز بت ملیامیٹ کر دیئے جو اب بھی غیر اسلامی سماجوں میں موجود اور انسانوں میں نہ ختم ہونے والی تلخی اور فساد انگیزی پیدا کر رہے ہیں۔ (۳۴۱)

آپ ﷺ نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جس اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کیا دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمۃ للعالمین (۳۴۲) بنا کر بھیجا ہے۔ اسلام نے مکمل آزادی دی ہے جو چاہے اسلام قبول کرے جو چاہے کفر اختیار کرے (۳۴۳) آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو بھی رواداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔

شجر ہے فرقہ آرائی، تعصب ہے ثمر اس کا　　　یہ وہ پھل ہے کہ جنت سے نکلواتا ہے آدم کو (۳۴۴)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا وعن عبد اللہ بن مسعود و قال، قال رسول اللہ ﷺ **شباب المسلم فسوق وقتالہ کفر** (۳۵۰) پس رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں مختلف گروہوں کا ایک دوسرے کو گالی دینا اور پھر مسلمانوں کو آپس میں قتل کفر قرار دیا ہے۔

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں　　　کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں (۳۴۵)

اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا مزید ارشاد ہے کہ

☆ ''جن لوگوں نے اپنے دین میں رستے نکالے اور کئی فرقے ہو گئے ان سے تم کو کچھ کام نہیں ان کا کام اللہ کے حوالے پھر جو جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں وہ ان کو بتائے گا۔'' (۳۴۶)

☆ ''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے'' (۳۴۷)

☆ ''اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں پیچھے جدا جدا ہو گئے'' (۳۴۸)

خطبہ حجۃ الوداع، عالمی انسانی مساوات اور عالمی غلامی سے نجات

آپ ﷺ نے شودر، اچھوت اور غلام کو ایک عالمگیر برادری کا فرد بنا دیا اور انسانیت کے ماتھے سے غلامی کے کلنک کا ٹیکہ مٹا دیا۔ تاریخ کہتی ہے کہ آپ ﷺ کی قیادت میں چ 50 ہزار غلاموں کو آزادی نصیب ہوئی اور وہ اسلامی اخوت کے اہم ترین رکن بن گئے۔ (۳۴۹) دنیا سے رخصت ہوتے وقت بھی آپ ﷺ نے وصیت کی کہ ''اپنی لونڈیوں اور غلاموں کے بارے میں خدا سے ڈرو۔''

حضور ﷺ نے عالمی سطح پر عادلانہ اور غیر استحصالی انسانی معاشرہ قائم کرنے کے لیے یہ عظیم انقلابی اعلان بھی فرمایا:
ترجمہ ''لوگو! تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں۔ ان سے اتنا ہی کام لو جتنا آسانی سے وہ کر سکیں۔ ان کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرو جیسا کہ تم اپنے دوستوں اور عزیزوں سے روا رکھتا ہو جو اپنے لیے ناپسند کرتے ہو وہ ان کے لیے بھی ناپسند کرو انہیں وہی کچھ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور ایسا ہی پہناؤ جیسا تم پہنتے ہو'' (۳۵۰)۔ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے نسل، رنگ اور قوم کے بتوں کو پاؤں تلے روند دیا اور تمام انسانوں کو عالمگیر اخوت اور مساوات کے رشتہ میں جکڑ دیا او انسانی مساوات کا عالمی اعلان فرما کر ساتھ ہی باہمی فضیلت کا دائمی عادلانہ اصول بھی مقرر فرما دیا۔ یہی اصول آگے چل کر عالمی اتحاد اور عالمی جمہوریت کے قیام کا باعث بنتا ہے۔ کیا کوئی سیاسی مفکر یا اصلاح پسند (ریفامر) عالمی اتحاد اور مساوات کا اتنا عمدہ درس دے سکتا ہے؟ (۳۵۱) آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ترجمہ ''تمام بنی انسان، آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے تخلیق کیے گئے تھے۔ اب فضیلت و برتری کے سارے (جھوٹے) دعوے، جان و مال کے سارے مطالبے اور سارے انتقام میرے پاؤں تلے روندے جا چکے ہیں۔۔۔ اے لوگو! تم سب کا رب ایک ہے، اور باپ بھی ایک ہے (اس وحدت نسل انسانی کے باعث تم سب برابر ہو) مگر تم میں بزرگ و برتر وہی ہے جو زیادہ پرہیزگار (بہتر کردار کا مالک) ہے۔ پس کسی عربی کو عجمی پر کوئی برتری نہیں اور نہ ہی کسی کالے کو گورے کسی گورے کو کالے پر برتری حاصل ہے ساری برتریاں، کردار و عمل پر مبنی ہیں'' (۳۵۲)

تجاویز

ا۔ عالمی اتحاد کے لیے عالمی مذاہب کے درمیان احترام مذاہب و بانیان مذاہب

مذاہب عالم کے درمیان اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ مذاہب اوران مذاہب کے بانیان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے سے گریز کیا جائے۔ نہ صرف مذاہب کا بلکہ ان کے بانیان کا احترام کیا جائے۔ تاہم یورپ اور امریکہ اس معاملے میں اسلام کے خلاف پیش پیش ہیں۔ حالیہ دنوں میں ڈنمارک کے اخبارات میں آپ ﷺ کی اسکیچ شائع کرنا مسلمانوں کے درمیان اشتعال انگیزی کا سبب بنا ہے۔ اسلام حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ، حضرت سلیمانؑ بلکہ تمام مذاہب کے بانیان کا صدق دل سے احترام کرتا ہے۔ اس کے باوجود مغرب نہ صرف اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرتے ہیں بلکہ اسلام اور حضرت محمد ﷺ کے خلاف زہریلا مواد شائع کرتے ہیں بلکہ ان کی تشہیر بھی کرتے ہیں۔

۲۔ عالمی اتحاد و یگانگت کے لیے دہشت گردی کے خاتمے پر اتفاق

عالمی دہشت گردی، انتہا پسندی، مذہبی کٹر پن، منافرت کی مہمات اور رجحانات کے خاتمے، روشن خیالی، اعتدال پسندی کی حکمت عملی کو اپنانے، تعصبات اور معاندانہ رویے کے بجائے امن، ہم آہنگی، باہمی احترام و وقار اور نئے خوشحال مستقبل کے لیے تحمل، برداشت اور مذہبی رواداری کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔ انسانی جانوں کا احترام کیا جانا چاہیے۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر خدا مہرباں ہوگا عرش بریں پر

۳۔ عالمی مذاہب کو اسلام کے عالم گیر نظریت سے روشناس کرایا جائے

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اسام کے عالم گیر نظریات سے عالمی مذاہب کے ماننے والوں کو روشناس کرایا جائے تاکہ ناواقفیت کے باعث اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو غلط فہمیاں پیدا کردی گئی ہیں وہ دور ہوسکیں اور وہ فیصلہ کر سکیں کہ ان کے ہم سایہ ان کے لیے کتنے مفید اور کار آمد ہیں اور یہ کہ اسلام ان کے لیے کتنی عظیم رحمت اور ذریعہ فوز و فلاح ہے اس لیے کہ اسلام کا سب سے بڑا مقصد انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلا کر پوری انسانیت کو ایک ایسی عالمی برادری میں تبدیل کرنا ہے جو اللہ کے فرماں بردار، نیکوکار، امن پسند اور اخوت پسند بندوں پر مشتمل ہو۔ بقول علامہ اقبال

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوع انساں کو اخوت کا بیاں ہوجا، محبت کی زباں ہوجا

۴۔عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ کی ضرورت:

دین و مذاہب کی حقانیت اور صداقت پر سنجیدہ مکالمہ ہوسکتا ہے۔اس پر مباحثے اور تبادلہ خیال کی بھی اجازت ہے۔ قرآن مجید نے اس معاملے میں ''جدال حسن'' کی طرح ڈالی ہے۔سورہ النحل کی آیت نمبر ۱۲۵ میں ارشادِ ربانی ہے''ان سے بہتر طریقے سے مجادلہ کرو'' جدال حسن یہ ہے کہ دلائل کے ذریعے بات نہ ہو اور اپنے موقف کی صداقت کو ثابت کرنے کی کوشش کی جائے۔عالمی مذاہب پر گفتگو کے عنوان سے تعصب اور نفرت کی فضا پیدا کرنا اور جنگ جدال کا بازار گرم کرنا ممنوع ہے۔آج عالمی مذاہب اور تہذیبوں کے درمیان مکالمہ کی ضرورت کا احساس فروغ پا رہا ہے۔یہ مکالمہ عالمی مذاہب کے علماء و اسکالرز کے درمیان ہونا چاہیے اس لیے کہ علماء مذہب اور مسائل کا بہترین ادراک و شعور رکھتے ہیں۔سب سے اہم مسئلہ دنیا میں امن کا قیام ہے۔جس کا ہر فرد، ہر حکومت اور عالمی مذاہب کے پیروکار خواہاں ہیں۔لیکن امن بذریعہ طاقت کا فلسفہ ناکام ہو چکا ہے لہٰذا امن بذریعہ مکالمہ بین المذاہب کی کوشش کی جانی چاہیے۔ضروری ہے کہ عیسائیت' یہودیت' ہندومت' بدھ مت اور اسلام میں مکالمہ کرایا جائے۔صدر مشرف کا با اثر یہودی لابی'' امریکی جیوئش کانگریس سے خطاب کو عالمی مذاہب کے درمیان مکالمہ کی کڑی کہا جاسکتا ہے۔بقول اقبال:

یہی مقصودِ فطرت ہے' یہی رمزِ سلیمانی   اخوت کی جہانگیری' محبت کی فراوانی

۵۔ عالمی اتحاد کے لیے مذہبی جذبات بھڑکانے سے گریز کیا جائے

عالمی اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ مختلف مذاہب کے لوگ کسی اور مذہب کے عقائد اور ان کی مذہبی کتابوں کے خلاف یا ان جیسی کوئی اور کتاب بنانے کی کوشش سے گریز کرے جس سے اس مذہب کے پیروکاروں میں مذہبی جنون پیدا ہو۔ سیفی السیفی اور مہدی نامی دو عرب عیسائیوں نے قرآن پاک کے مقابل ایک من گھڑت کتاب ''سچا قرآن'' اپنی طرف سے گھڑ کر دنیا کے سامنے پیش کی ہے۔جس سے مسلمانوں میں مذہبی اشتعال پایا جاتا ہے۔یہ کتاب امریکہ میں شائع ہوئی۔جبکہ انڈیا نے اس کتاب کی ملک میں درآمد' اشاعت' سرکولیشن' ترجمہ اور تشہیر پر پابندی عائد کرتے ہوئے وضاحت کی ہے کہ مذکورہ کتاب بھارت کی سلامتی کے لیے خطرہ ہے جبکہ یہ کتاب امریکہ' اسرائیل اور انٹرنیٹ پر فروخت ہورہی ہے۔حوالہ کے لیے www.messiangifts.com دیکھی جاسکتی ہے۔

حق سے اگر غرض ہے تو زیبا ہے کیا یہ بات   اسلام کا محاسبہ یورپ سے درگزر

۶۔ عالمی اتحاد کے لیے احترام انسانیت

انسانی جان بے انتہا اہمیت کی حامل ہے۔تمام مذاہب عالم میں احترام انسانیت کا جذبہ پایا جاتا ہے تاہم اس معاملے میں اکثر و بیشتر تضاد پایا جاتا ہے۔انسانیت کا بلا تخصیص مذہب احترام کیا جانا چاہیے۔مذاہب عالم کے درمیان عالمی اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ انسانیت کا احترام یقینی ہو۔آج دنیا میں تحمل اور بردباری سے محرومی یعنی عدم برداشت انسانی معاشرے میں ایک خطرناک رخ اختیار کرتی چلی جارہی ہے۔اس کی وجہ سے وحشت اور دہشت کے سائے سنگین ہوتے جارہے ہیں۔ ہیجان خیزی اور شورش پسندی کے باعث کہیں مذہب کو بنیاد بنا کر اور کہیں سیاسی گروہ بندی کے حوالے سے تشدد کارجحان فروغ پارہا ہے۔معمولی معمولی باتوں پر عزتیں لٹ جاتی ہیں اور انسانی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔بوسنیا،لبنان ،افغانستان،کشمیر،فلسطین،عراق،چیچنیا،اور دنیا کے دیگر خطوں میں مسلمانوں کا لہو کتنا ارزاں ہے؟

۷۔ عریانیت اور فحاشی کی روک تھام

آج کل عریانیت اور فحاشی کا بازار گرم ہے۔الیکٹرونک میڈیا اس سلسلے میں پیش پیش ہے۔اس معاملے میں بھی دوہرا پن اختیار کیا جاتا ہے۔یورپ اور امریکہ میں زنا اگر رضامندی سے ہو تو جائز ہے اور اگر زبردستی کیا جائے تو زنا بالجبر کے زمرے میں آتا ہے۔اسلام سختی سے فحاشی کو روکنے کے احکامات صادر کرتا ہے۔جبکہ یورپ اور امریکہ میں عریانیت اور فحش ازم کو اپنانے والوں کو لبرل اور ترقی پسند گردانا جاتا ہے۔مذاہب عالم کے درمیان اتحاد کے لیے ضروری ہے کہ اس معاملے اعتدال پسندی کی راہ کو اپنایا جائے اور اس کے خاتمے کے لیے بھرپور کوششیں ہونی چاہئیں۔

۸۔ خدمت خلق اور حقوق انسانی کا تحفظ

خدمت خلق ایک وسیع اصطلاح ہے جس میں جسمانی خدمت،اخلاقی رویہ، مالی اعانت اور ممکنہ تحفظ شامل ہیں۔ قرآن وسنت کی ہدایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن خلق دین کی روح ہے۔اہل مغرب نے آج سے تقریباً ۴۰۰ سال پیشتر حقوق انسانی کی علمبرداری کا کام سنبھالا۔یہ لوگ منگنا کارٹا کو اس سلسلے میں اولین دستاویز تصور کرتے ہیں اور اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے چارٹر ۱۹۴۸ء پر آکر اپنے مشن کو مکمل سمجھتے ہیں وہ اپنے اس کارنامے پر بڑے نازاں ہیں اس چارٹر پر جس طرح عمل درآمد ہو رہا ہے وہ ایک علیحدہ داستان ہے۔محسن انسانیت نے آج سے چودہ سو سال پہلے حقوق انسانی کا منشور پیش کیا اور اسے نافذ کر کے دکھایا۔آج دور جدید میں جن بنیادی حقوق کی بات ہوتی ہے ان کی رحمت للعالمین ﷺ نے بہت پہلے رہنمائی دے دی ہے۔مثلاً جان و مال کی حفاظت' عزت و ناموس کی حفاظت' شخصی آزادی کا تحفظ' عقیدہ اور مسلک کی حفاظت'

حق ملکیت کا تحفظ اور قانون کے سامنے تمام انسانوں کی مساوات۔

۹۔ عدل وانصاف

عدل کے معنی انصاف کرنا، کسی چیز کو دو برابر حصوں میں بانٹ دینا، ہر ایک کو اس کا پورا حق دینا ہے۔ عدل وانصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کا جائز حق آسانی کے ساتھ مل جائے نظام عدل کی موجودگی میں ہر معاشرے کے امور بخیر و خوبی انجام پاتے ہیں۔ جب کہ بے انصافی کی وجہ سے معاشرے کا ہر شعبہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے۔ بعثت نبوی ﷺ کے قبل دنیا عدل وانصاف کے مفہوم سے نا آشنا تھی۔ طاقتور ظلم وستم کو اپنا حق سمجھتے تھے اور کمزور اپنی مظلومیت کو مقدر سمجھ کر برداشت کرنے پر مجبور تھے۔ عالمی مذاہب میں عدل وانصاف پایا تو جاتا ہے مگر اس معاملے میں جانبداری سے کام لیا جاتا ہے۔ فرد چاہے اس کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو اس کے ساتھ انصاف ہونا چاہیے۔ جس طرح امریکہ گوانتا موبے میں مسلمان قیدیوں کے ساتھ جس طرح کا سلوک کر رہا ہے وہ سب کے سامنے عیاں ہے۔ عراق کی ابوغریب جیل میں قیدیوں کے ساتھ کے کیا ظلم وستم ہوتے رہے ہیں ان مظالم کی داستانوں سے تمام مذاہب کے پیروکار اچھی طرح واقف ہیں۔ تاہم یورپ اور مختلف این جی اوز اس معاملے میں چپ سادھے ہوئے ہیں۔

۱۰۔ عالمی اتحاد کے لیے سیاست میں اعتدال پسندی

ملوکیت و پاپائیت یا اشتراکیت و جمہوریت یا قبائلی نظام حکومت بھی اگر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے سائے سے باہر رہ کر چلایا جائے گا تو تباہی و بربادی کے سوا انسانیت کو کچھ نہیں ملے گا۔ لادین سیاست کے پیروکار کبھی بھی دوسرے کا عزت سے رہنا برداشت نہیں کر سکتے۔ اکثر مغربی و مشرقی مفکرین کے نزدیک گزشتہ دونوں عالمگیر جنگوں کی بنیاد یہی لادین سیاست تھی جس کی وجہ سے سات کروڑ افراد موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ اسلامی تعلیمات یہ ہیں کہ اگر کسی کو زمین میں اقتدار مل جائے تو وہ زمین میں اپنی بالادستی کی بجائے اللہ کے حکم کی بالادستی قائم کرے لوگوں کو نیکی طرف بلائے اور منکرات اور برائیوں کے جہنم میں گرنے سے بچانے کی کوشش کرے۔ اسلام حکمرانوں پر مثبت اور تعمیری تنقید سے نہیں روکتا۔ اسی طرح ظالم و جابر حکمران کے خلاف کلمہ حق کو جہاد کہا گیا ہے بلکہ ایسے حالات میں مستقل مزاجی، صبر و برداشت سے ظلم کے خلاف ڈٹے رہنا چاہیے۔

۱۱۔ معاشی واقتصادی استحصال کا خاتمہ

سود معاشی ظلم کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے سود کی ہر شکل چاہے وہ مفرد ہو یا مرکب، ذاتی طور پر لیا جائے یا تجارتی و پیداواری قرضوں پر حرام قرار دیا اور اس کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اعلان جنگ قرار دیا۔ اسلام نے

ارتکاز دولت کو ممنوع کیا ہے۔ سود' معاشی و اقتصادی استحصال کا سبب ہے۔ اس کا خاتمہ ضروری ہے۔ حضرت محمد ﷺ کا پیغام عالمگیر اور آفاقی ہے' جس سے نسل انسانیت کی روحانی تربیت ہو سکتی ہے۔ محسن انسانیت نے غلامی کو بتدریج ختم کیا تھا۔ مگر مغربی دنیا نے ورلڈ بینک اور آئی ایم ایف جیسے اقتصادی اداروں سے ممالک کو نئی قسم کی معاشی اور اقتصادی غلامی میں جکڑ لیا اور معاشی ناہمواریاں پیدا کر کے انسانیت کی فلاح کے بجائے ان کی معاشی بربادی کا سامان پیدا کر دیا۔ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے کہ مسلم امہ انسانیت کی فلاح کیلئے اپنی اقتصادی مشترکہ منڈی تشکیل دے اور اسلامی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے مسلمانوں کی صحیح کردار سازی کی مشترکہ پالیسی وضع کرے۔

اسلام

کسی کی ذاتی ملکیت نہیں ہے اس کو کسی فرد' جماعت' قوم' قبیلہ یا نسل و وطن کے ساتھ خاص نسبت نہیں ہے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہمہ گیر دین ہے جو اس نے بلاتفریق ملک و ملت' رنگ و نسل' ہر غریب و امیر انسان کی ہدایت اور فلاح و بہبود کی غرض سے بھیجا۔ عام طور پر اسلامی معاشرے میں جدیدیت کو عریانی اور مغربی تہذیب میں پیدا شدہ خامیوں سے جوڑ دیا جاتا ہے لیکن نشاۃ ثانیہ نے جس جدیدیت کو جنم دیا اس کی بنیاد عقل سلیم پر رکھی گئی تھی اور اسلام میں عقل کوئی نہ تو حرام شے ہے اور نہ ہی عقل کے ذریعے انسانی گتھیوں کو سلجھانا غیر اسلامی ہے۔ پاپائے روم نے بھی اپنے حالیہ دورہ جرمنی میں مسلمانوں' عیسائیوں اور یہودیوں کے درمیان بقائے باہمی اور بات چیت کے ذریعے غلط فہمیوں کے تدارک پر زور دیا۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کی تاریخ طویل بھی ہے اور بھرپور بھی۔ اس تاریخ میں قرطبہ' بغداد' استنبول اور بخارا میں مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی امن و سکون سے ساتھ ساتھ رہنے کی روشن مثالیں بھی شامل ہیں۔ کئی یہودی مورخین نے اسپین میں مسلمان کے دور حکومت کو ایک تاریخی سنہری دور کہا ہے جس میں یہودی معاشرہ مذہبی تحمل اور علم دوست فضا میں معاشی' سیاسی اور علم و دانش کے لحاظ سے پھلا پھولا' بعد ازاں مسلمان اور یہودی رومن کیتھولک تنظیم کے غیظ و غضب کا نشانہ بنے۔ درحقیقت یہودی اور مسلمان صدیوں تک نہ صرف مشرق وسطیٰ سے اسپین تک امن اور خوشحالی کے ادوار بلکہ مصائب کے دور میں بھی اکٹھے رہے۔ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے چودہ سو سال پہلے بیت المقدس میں داخل ہونے کے بعد پہلا حکم یہودیوں کی پانچ سو سالہ جلاوطنی کو منسوخ کرنے کا دیا تھا۔ اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ظہور اسلام کے وقت سے ہی عربیوں اور یہودیوں کے مابین ایک قسم کا سماجی توازن قائم ہو گیا تھا۔ فلسطین میں بن امیہ کے دور میں بھی عیسائیوں اور یہودیوں کی مذہبی رسومات میں مداخلت نہیں کی گئی اور وہ اپنے اپنے مذاہب کے ضابطہ اخلاق کے مطابق اپنی سماجی زندگی

گزارتے رہے۔ بنوعباس کے زمانے میں یہودیوں نے اہم حکومتی منصوبوں پر کام کیا۔ بہت سے یہودی دانشوروں نے عربی زبان پر بھی عبور حاصل کیا اور اپنی تخلیقات کے ذریعے نام پیدا کیے۔ ان دانشوروں میں موسیٰ میمونائڈز کا نام قابل ذکر ہے۔ یہودیوں پر اسپین اور یورپ میں مظالم ہوئے تو مشرق وسطیٰ ان کے لیے بہترین پناہ گاہ سمجھی جاتی رہی۔ یہودیوں پر ظلم وستم تو یورپ میں ہوا لیکن اس کا بدلہ فلسطین میں لیا گیا۔

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

عالمی اتحاد اخوت، ہم آہنگی اور یگانگت اس وقت پھلی پھولی جب آپ ﷺ نے مہاجرین وانصار کا آپس میں بھائی چارہ کرایا اور وہ بھائیوں کی طرح آپس میں مل کر زندگی گزارنے لگے اس بارے میں اسلام کا نقطہ نظر عالمگیر ہے اور اسلام ایک عالمگیر اسلامی اخوت قائم کرنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب کوئی تم کو سلام کرے تو تم اس سے بہتر الفاظ میں جواب دو یا وہی الفاظ دہرا دو۔ عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اگر فرعون مجھ کو کہے کہ بارک اللہ فیک تو میں جواب میں کہوں گا ''وفیک''۔

سرورِ کائنات ﷺ کے پیغام کی یہ خصوصیت بڑی اہمیت رکھتی ہے کہ وہ صرف مسلمانوں ہی کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ ایک عالمگیر پیام امن وآزادی ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اس پیغام کو نہ صرف مسلمانوں تک پہنچایا جائے بلکہ جو مسلمان نہیں ہیں ان کو بھی اس پیغام کی دعوت دی جائے۔ اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرنے کا سب سے اچھا اور مؤثر طریقہ وہی ہے جو اللہ آخری پیغمبر نے اختیار فرمایا تھا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ سورہ الصف / آیت نمبر ۶
۲۔ سورہ اعراف / آیت نمبر ۱۵۸
۳۔ سورہ البقرہ / آیت نمبر ۱۱۹
۴۔ سورہ النساء / آیت نمبر ۱۰۵
۵۔ سورہ الاحزاب / آیت نمبر ۴۰
۶۔ سورہ الاحزاب / آیت نمبر ۴۶
۷۔ ماخوذ از سورہ الفتح / آیت نمبر ۱
۸۔ سورہ التکویر / آیت نمبر ۱۹/۲۰
۹۔ ماخوذ سورہ الضحیٰ / آیت نمبر ۵
۱۰۔ متعدد مرتبہ مثلاً سورہ الفتح / آیت نمبر ۲۹
۱۱۔ ماخوذ سورہ الانشراح / آیت نمبر ۴
۱۲۔ سورۃ الاحزاب / آیت نمبر ۴
۱۳۔ سورۃ الاحزاب / آیت نمبر ۴۵
۱۴۔ سورۃ الکوثر / آیت نمبر ۱
۱۵۔ ماخوذ از سورہ الفتح / آیت نمبر ۲۸
۱۶۔ سورۃ الجن / آیت نمبر ۱۹

۱۷۔ ماخوذ از سورہ الضحیٰ / آیت نمبر ۸
۱۸۔ ماخوذ از سورہ الفتح / آیت نمبر ۱
۱۹۔ سورہ التوبۃ / آیت نمبر ۳۴
۲۰۔ سورہ الرعد / آیت نمبر ۴۳
۲۱۔ سورہ آل عمران / آیت نمبر ۱۹۳
۲۲۔ سورہ المائدہ / آیت نمبر ۱۵
۲۳۔ سورہ الشوریٰ / آیت نمبر ۵۲
۲۴۔ سورہ یٰسین / آیت نمبر ۱
۲۵۔ اسلامی انقلاب کا عہد نامہ / الطاف جاوید / لاہور / الائیو پبلشرز۔ ۱۹۹۷ء / ص ۱۴۶
۲۶۔ القرآن / سورہ نمبر ۱ / سورہ فاتحہ / آیت نمبر ۱
۲۷۔ سبل الہدیٰ / ۱ / ۵۲۷
۲۸۔ سبل الہدیٰ / ۱ / ۵۲۹
۲۹۔ ابن ماجہ / حدیث نمبر ۹۰۶
۳۰۔ صحیح مسلم / کتاب الزکوٰۃ
۳۱۔ مسلم / کتاب الفضائل / حدیث نمبر ۳
۳۲۔ سبل الہدیٰ / اللہ / ۵۴۱
۳۳۔ مسلم / کتاب الفضائل
۳۴۔ الترمذی / ۲ / ۲۸۲
۳۵۔ الترمذی / ۲ / ۲۸۲
۳۶۔ سبل الہدیٰ / ۱ / ۵۶۴
۳۷۔ مسند احمد بن حنبل / ۱ / ۲۲۷
۳۸۔ ابن ماجہ / حدیث نمبر ۲۸۳۰
۳۹۔ سنن ابی داؤد / کتاب الادب فی حسن الخلق / ۲ / ۱۸۷
۴۰۔ الجامع الصغیر للسیوطی / ۱ / ۳۶۳
۴۱۔ صحیح مسلم / کتاب الایمان / حدیث نمبر ۳۲۷
۴۲۔ مسند احمد / حدیث نمبر ۵۶۶۷
۴۳۔ ابن ماجہ / کتاب الزاہد / حدیث ۴۱۵۳
۴۴۔ سنن ترمذی / کتاب المناقب / ۲ / ۲۹۹
۴۵۔ ابن ماجہ / الدارمی / حدیث ۲۲۹
۴۶۔ القرآن / سورہ الانبیاء / سورہ نمبر ۲۱ / آیت ۱۰
۴۷۔ سورہ سباء / سورہ نمبر ۳۴ / آیت نمبر ۲۸
۴۸۔ القرآن / سورہ یوسف / سورہ نمبر ۱۲ / آیت نمبر ۱۰۴) (سورہ نمبر ۶ / آیت نمبر ۹۰) (سورہ نمبر ۳۸ / آیت نمبر ۴۸)
(سورہ نمبر ۲۸ / آیت نمبر ۲۷ (سورہ نمبر ۶۹ / آیت نمبر ۵۲)
۴۹۔ القرآن / سورہ الجاثیہ / سورہ نمبر ۴۵ / آیت نمبر ۲۰
۵۰۔ القرآن / سورہ بنی اسرائیل / آیت نمبر ۱۷-۱۸
۵۱۔ عقائد اسلام / مولانا محمد طاہر قاسمی / لاہور / طیب پبلشرز / ۲۰۰۲ء ص ۱۵
۵۲۔ القرآن / سورہ آل عمران / سورہ نمبر ۳ / رکوع نمبر ۱۵ / آیت نمبر ۶۴
۵۳۔ ترجمہ از شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن / مدینہ منورہ / شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس / ۱۴۰۹ھ بمطابق ۱۹۸۹ء / ص ۷۳
۵۴۔ تفسیر ابن کثیر / حافظ عماد الدین ابوالفداء ابن کثیر مترجم مولانا محمد جونا گڑھی / لاہور / مکتبہ قدسیہ / ۱۹۹۹ء / ص ۴۲۵
۵۵۔ تدبر القرآن / امین احسن اصلاحی / لاہور / فاران فاؤنڈیشن / ۱۹۸۹ء / ص ۱۱۲
۵۶۔ القرآن الکریم وترجمۃ معانیہ وتفسیرالی اللغۃ الاردیہ / مولانا شبیر احمد عثمانی / مدینہ منورہ / شاہ فہد پرنٹنگ کمپلیکس / ۱۴۰۹ھ بمطابق
۱۹۸۹ء ص ۷۳
۵۷۔ تفہیم القرآن / مولانا مودودی / لاہور / منصورہ / ص ۲۶۲

۵۸۔ تفسیر ابن کثیر/ حافظ عماد الدین ابوالفدا اءابن کثیر مترجم مولانا محمد جونا گڑھی/لاہور/ مکتبہ قدوسیہ/۱۹۹۹ء/ص ۴۲۵

۵۹۔ القرآن/سورہ الانبیاء/ آیت نمبر ۲۵

۶۰۔ القرآن/سورہ النحل/ آیت نمبر ۳۶

۶۱۔ تدبر قرآن/ محمد امین اصلاحی/لاہور/فاران فاؤنڈیشن/۱۹۸۹ء/ص ۱۱۲

۶۲۔ لوقا ۴:۸

۶۳۔ مرقس ۱۲: ۲۹۔۳۰

۶۴۔ یوحنا ۱۷: ۳

۶۵۔ متی ۱۹: ۱۷

۶۶۔ فی ظلال القرآن/سید قطب شہید مترجم سید معروف شاہ شیرازی/لاہور/ادارہ منشورات اسلام/۱۹۹۷ء/ص ۶۲۳

۶۷۔ اسلامی نظریہ حیات/پروفیسر خورشید احمد/ کراچی/شعبہ تصنیف و تالیف جامعہ کراچی/۱۹۲۸ء/ص ۳۹

۶۸۔ فرید وجدی/ تطبیق الدیانۃ الاسلامیہ/ قاہرہ/ص ۱۴

۶۹۔ دین فطرت اسلام ہی کیوں؟/ نورالحق صدیقی/لاہور/طاہر سنز/ص ۲۲

۷۰۔ علی اوسط صدیقی/اسلامیات/ کراچی/طاہر سنز/۱۹۹۴ء/ص ۱۹

71. http:/www.britannica.com/eb/article-906318?query=Religion&ct=

72. Oxford Universal Dictionary/Joyce M. Hawkins/London/Oxferd University press/1981/P590

۷۳۔ مذاہب عالم میں تصور خدا ڈاکٹر ذاکر نائیک مترجم سید امتیاز احمد/لاہور/دارالنوادر/۲۰۰۵ء/ص ۷

۷۴۔ سورہ الحجرات/رکوع ۱/پارہ ۲۷

۷۵۔ ابن ہشام/السیرۃ النبویہ/مصر مصطفی البابی الحلبی/ج ۲/صفحہ نمبر ۶۷۴۳

۷۶۔ مذاہب عالم میں تصور خدا /ڈاکٹر ذاکر نائیک مترجم سید امتیاز احمد لاہور/دارلنوادر/۲۰۰۵ء/ص ۸

۷۷۔ مذاہب عالم/احمد عبداللہ/المسووسی/لاہور/حاجی حنیف اینڈ سنز/۲۰۰۴ء/ص ۳۳

۷۸۔ ملت اسلامیہ/علی نواز میمن مترجم صفوت قدوائی/ کراچی/انجمن ترقی اردو پاکستان ۲۰۰۱ء/ص ۳۰۸

79. http://www.adherents.com/Religion_By_Adherents.html

۸۰۔ عیسائیت انجیل اور قرآن کی روشنی میں/عبدالوحید خان/لاہور/اسلامک پبلیکیشنز /۱۹۸۱ء/ص ۲۳۲

۸۱۔ سورہ البقرہ/ آیت نمبر ۲۸۵

۸۲۔ اسلامیات/پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ کراچی/رشید اینڈ سنز/۱۹۹۷ء/ص ۲۲

۸۳۔ سورہ النحل/ آیت نمبر ۴۲

۸۴۔ القرآن/سورہ فتح/ آیت نمبر ۲۸

۸۵۔ اسلامیات/پروفیسر حسن الدین ہاشمی/ کراچی/رشید اینڈ سنز/۱۹۹۷ء/ص ۲۵

۸۶۔ سورہ الاعراف/ آیت نمبر ۱۵۸

۸۷۔ سورہ آل عمرآن / آیت نمبر ۸۵

۸۸۔ سورہ المائدہ / آیت نمبر ۳

۸۹۔ پنڈت گوپال کرشن (ایڈیٹر بھارت سماچار، بمبئی) / مقالہ مہا پرش محمد ﷺ / ۱۹۶۶ / ص ۱۶۴

۹۰۔ پاکستان کی اسلامی اساس اور جدید تقاضے / کے ایم عظیم / لاہور / خزینہ علم وادب ۲۰۰۲ء / ص ۳۰۸

۹۱۔ اسلامی انقلاب کا /

92. http://quran.al-islam.com/

93. Sura Al-Najum/ Verse No.19

94. Sura Al-Tahreem/Verse No.16

95. Sura Al-Tahreem/ Verse No.3

96. Sura Al-Qaf/Verse No.16

97. http://en.wikipedia.org/wiki/Allah

98. http://www.britannica.com/ebc/article-9355024?query=Alllah&ct=

99.(Oxford Universal Dictionary/Joyce.M. H a w k i n s/ London/Oxfrod Universtiy press/1980/p.304)

۱۰۰۔ مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا / لیوس مور مترجم یاسر جواد و سعدیہ جواد / لاہور نگارشات / ۲۰۰۵ / ص ۱۶۰

۱۰۱۔ مطالعہ مذاہب / ڈاکٹر مولانا محسن عثمان ندوی / کراچی / مجلس نشریات اسلام ۱۹۹۹ء / ص ۳۱۔۳۲۔۳۳

۱۰۲۔ اسلام اور مذاہب عالم / ملک کریم بخش / لاہور / شیخ محمد بشیر اینڈ سنز / ص ۳۸

۱۰۳۔ مذاہب عالم میں تصور خدا / ڈاکٹر ذاکر نائیک مترجم سید امتیاز احمد / لاہور / دار النوادر / ۲۰۰۵ء / ص ۱۰

104. (The Great Religion of The Modern World/Jhon Clark/ Merath/1964/P.44)

۱۰۵۔ بھگود گیتا / باب ۷ / اشلوک ۲۰

۱۰۶۔ اسلامی نظریہ حیات / پروفیسر خورشید احمد / کراچی / شعبہ تصنیف وتالیف جامع کراچی / ۱۹۶۸ء / ص ۴۳

۱۰۷۔ چندوگیا اپنشد / باب نمبر ۶ / اشلوک نمبر ۹ / جلد دوم ۳

۱۰۸۔ سویت سواترا اپنشد / باب نمبر ۲ / اشلوک نمبر ۹ / جلد دوم / ص ۲۶۳

۱۰۹۔ سویت سواترا اپنشد / باب نمبر ۴ / اشلوک نمبر ۱۹

۱۱۰۔ ایس رادھا کرشن / پرنسپل اپنشد / جلد ۱۵ / حصہ دوم / ص ۲۵۳

۱۱۱۔ سویت سواترا اپنشد / باب نمبر ۴ / اشلوک نمبر ۲۰

۱۱۲۔ تاریخ مذاہب / رشید احمد / لاہور / زمرد پبلیکیشنز / ۲۰۰۴ء / ص ۱۳۰

۱۱۳۔ تاریخ مذاہب / رشید احمد / لاہور / زمرد پبلیکیشنز / ۲۰۰۴ء ص ۱۳۰

۱۱۴۔ یجروید / باب نمبر ۳۲ / اشلوک نمبر ۳۔

۱۱۵۔ یجروید / باب نمبر ۴۰ / اشلوک نمبر ۸

۱۱۶۔ یجروید / باب نمبر ۴۰ / اشلوک نمبر ۹

۱۱۷۔ یجروید رباب نمبر ۴۰ راشکوک نمبر ۱۶

۱۱۸۔ تاریخ مذاہب ررشید احمد رلاہور رزمرد پبلیکیشنز ر۲۰۰۴ء ص ۱۳۰

۱۱۹۔ اتھروید رباب نمبر ۵۸ رجلد ۲۰ راشکوک نمبر ۳

۱۲۰۔ تاریخ مذاہب ررشید احمد رلاہور رزمرد پبلیکیشنز ر۲۰۰۴ء ص ۱۳۰

۱۲۱۔ رگ وید ۶۔۴۵۔۱۶

۱۲۲۔ رگ وید ۱۰۔۱۲۱۔۱

۱۲۳۔ رگ وید رباب نمبر ۱۶۴ راشکوک نمبر ۴۶

۱۲۴۔ تاریخ مذاہب ررشید احمد رلاہور رزمرد پبلیکیشنز ر۲۰۰۴ء رص ۱۳۰

۱۲۵۔ ادیان مذاہب کا تقابلی مطالعہ رڈاکٹر عبدالرشید کراچی رطاہر سنز 1992ء رص ۶۰

۱۲۶۔ ادیان مذاہب کا تقابلی مطالعہ رڈاکٹر عبدالرشید کراچی رطاہر سنز 1992ء رص ۶۰

۱۲۷۔ مطالعہ مذاہب رڈاکٹر محسن عثمان ندوی رکراچی رمجلس نشریات اسلام ر۱۹۹۹ء رص ۱۵۳

۱۲۸۔ مذاہب عالم کا انسائیکلوپیڈیا رلیوس مور مترجم یاسر جواد و سعدیہ جواد رلاہور رنگارشات ر۲۰۰۵ء رص ۲۵۴

۱۲۹۔ مذاہب عالم میں تصور خدا رڈاکٹر ذاکر نائیک مترجم سید امتیاز احمد رلاہور دار النوادر ر۲۰۰۵ء ر۱۸

۱۳۰۔ مذاہب عالم میں تصور خدا رڈاکٹر ذاکر نائیک مترجم سید امتیاز احمد رلاہور ردار النوادر ر۲۰۰۵ء رص ۱۸

۱۳۱۔ مذاہب عالم میں تصور خدا رڈاکٹر ذاکر نائیک مترجم سید امتیاز احمد رلاہور ردار النوادر ر۲۰۰۵ء رص ۱۸

۱۳۲۔ تاریخ مذاہب ررشید احمد رلاہور رزمرد پبلیکیشنز ر۲۰۰۴ء رص ۱۷۰۔۱۷۱

۱۳۳۔ مذاہب عالم میں تصور خدا رڈاکٹر ذاکر نائیک مترجم سید امتیاز احمد رلاہور ردار النوادرؒ ر۲۰۰۵ء رص ۱۹

۱۳۴۔ خدا اور ایمان روقار حسین مسافر رکراچی رسید اینڈ سید ر۲۰۰۰ء رص ۱۳۱۔۱۳۲

۱۳۵۔ مذاہب عالم میں تصور خدا رڈاکٹر ذاکر نائیک مترجم سید امتیاز احمد لاہور ردار النوادر ر۲۰۰۵ء رص ۲۰

۱۳۶۔ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ رڈاکٹر عبدالرشید رکراچی رطاہر سنز ر۱۹۹۲ء رص ۲۴۹

۱۳۷۔ (سینا ۷:۳۱ اور ۱۱)، (سینا ۱۱:۵۰) اور (سینا ۷:۵۱)

۱۳۸۔ سینا ۱۱:۳۳، (سینا ۶:۴۵)

۱۳۹۔ (سینا ۱۱:۳۳) (سینا ۶:۴۵)]

۱۴۰۔ (سینا۔۱۵، ۱۳، ۱۱، ۹، ۷، ۵، ۴، :۳۴)، (سینا ۹:۴۶)، (سینا ۳:۴۸)]

۱۴۱۔ گیتا اور قرآن مقالہ از پنڈت سندر لال رنگار پاکستان خدا نمبر رلاہور ر۱۹۶۹ء رص ۱۴۶۔

۱۴۲۔ مطالعہ مذاہب رڈاکٹر مولانا محسن عثمان ندوی رکراچی رمجلس نشریات اسلام ر۱۹۹۹ء رص ۶۹۔۷۰

۱۴۳۔ مذاہب عالم کا انسائیکلوپڈیا رلیوس مور ترجم یاسر جواد و سعدیہ جواد رلاہور رنگارشات: ۲۰۰۵ء رص ۲۲۵۔

۱۴۴۔ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ رڈاکٹر عبدالرشید رکراچی رطاہر سنز ر۱۹۹۲ء رص ۱۶۴۔

۱۴۵۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا رسید قاسم محمود رلاہور رص ۱۵۲۶۔

۱۴۶۔ گیتا اور قرآن مقالہ از پنڈت سندر لال رنگار پاکستان خدا نمبر رلاہور ر ۱۹۶۹ء رص ۱۴۶

۱۴۷۔ مطالعہ مذاہب رڈاکٹر مولانا محسن عثمان ندوی رکراچی رمجلس نشریات اسلام ر ۱۹۹۹ء رص ۶۹۔۷۰

۱۴۸۔ مذاہب عالم کا انسائیکلو پیڈیا رلیوس مور مترجم یاسر جواد و سعدیہ جواد رلاہور رنگارشات ر ۲۰۰۵ء رص ۲۲۵

۱۴۹۔ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ رڈاکٹر عبدالرشید رکراچی رطاہر سنز ر ۱۹۹۲ء رص ۱۶۴۔۱۶۵

۱۵۰۔ اسلامی انسائیکلو پیڈیا رسید قاسم محمود رلاہور رص ۱۵۲۶

۱۵۱۔ خدا اور ایمان روقار حسین مسافر رکراچی رسید اینڈ سید ر ۲۰۰۰ء رص ۱۳۱

۱۵۲۔ ادیان و مذاہب کا تقابلی مطالعہ رڈاکٹر عبدالرشید رکراچی رطاہر سنز ر ۱۹۹۲ء رص ۲۶۹

۱۵۳۔ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ر پروفیسر چودھری غلام رسول رلاہور رعلمی کتاب گھر رص ۳۸۶

۱۵۴۔ خروج رباب ۳ رآیت ۲۰)(استثناء رباب ۱۶ راذیت ۱۵

۱۵۵۔ عہد نامہ عتیق رسلاطین رباب ۲۳ رآیت ۱۹

۱۵۶۔ عہد نامہ رزبور رباب ۲۳ رآیت ۱۳۔۱۴

۱۵۷۔ خروج ۲۰ اور استثناء رباب ۱۶ رآیت ۵

۱۵۸۔ ادیان مذاہب کا تقابلی مطالعہ رڈاکٹر عبدالرشید رکراچی رطاہر سنز ر ۱۹۹۲ء ر ۳۶۹

۱۵۹۔ کتاب مقدس رثنائیہ ۲ رآیت نمبر ۴

۱۶۰۔ کتاب مقدس رعیسائیہ ۴۳ رآیت نمبر ۱۱

۱۶۱۔ کتاب مقدسہ رعیسائیہ ۶۴ رآیت نمبر ۹

۱۶۲۔ کتاب مقدس رخروج ۴۰ اور آیت نمبر ۵۔۳

۱۶۳۔ کتاب مقدس رثنائیہ ۹ رآیت نمبر ۷۔۵

۱۶۴۔ سموئیل رباب نمبر ۲۔ آیت نمبر ۲

۱۶۵۔ سموئیل رباب نمبر ۲۹۔ آیت نمبر ۱۵

۱۶۶۔ یسعیاء رباب نمبر ۴۲ رآیت نمبر ۴۴

۱۶۷۔ استثناء رباب نمبر ۳۹ رآیت نمبر ۴

۱۶۸۔ عہد نامہ عتیق رسلاطین اول ربات بات ۳۳ رآیت ۸

۱۶۹۔ یسعایاہ رباب نمبر ۴ رآیت نمبر ۴۴

165\http://en.wik inpedia.org/wiki/Christianity

۱۷۰۔ تاریخ مذاہب ررشید احمد رلاہور رزمر پبلی کیشنز ر ۲۰۰۴ء رص ۳۴۹

۱۷۱۔ تاریخ عالم پر ایک نظر رجواہر لال نہرو مترجم طاہر منصور فاروقی رلاہور رتخلیقات ر ۱۹۹۵ء رص ۱۴۳

۱۷۲۔ عیسائیت انجیل وقرآن کی روشنی/عبدالوحید خان/لاہور/اسلامک پبلی کیشنز/۱۹۸۱ء/ص ۱۵۸

۱۷۳۔ متی/باب نمبر۱۵/آیت نمبر۲۴

۱۷۴۔ دین فطرت اسلام ہی کیوں/نورالحق صدیقی/لاہور/طاہر سنز/۲۰۰۵ء/ص ۱۸۱

۱۷۵۔ اسلام اور عصر جدید/محمود تنزیل الصدیقی الحسینی/کراچی/مکتبہ حرم/۲۰۰۴ء/ص ۲۰

(172) (Concept of God in Major Religion/Dr. Zakir Abdul Karim Naik/Bombay/ Islamic Research Foundation/P.14)

۱۷۶۔ مرقس/باب ۲۹/آیت نمبر۱۲

۱۷۷۔ تاریخ مذاہب/رشید احمد/لاہور/زمر پبلی کیشنز/۲۰۰۴ء/ص ۳۶۷

۱۷۸۔ یوحنا/باب ۱۸/آیت ۱۸۔۱۹

۱۷۹۔ یوحنا/باب نمبر۴/آیت نمبر۱۷

۱۸۰۔ زبور/باب نمبر۴/آیت نمبر۱۱

۱۸۱۔ دانی ایل/باب نمبر۲۴/آیت نمبر۴

۱۸۲۔ خروج/باب نمبر۲۰/آیت نمبر۳۳

۱۸۳۔ تیمتھیس اول/باب نمبر۱۴/آیت نمبر۴

۱۸۴۔ لوقا/باب نمبر۴۶/آیت نمبر۲۳

۱۸۵۔ متی/باب نمبر۱۹/آیت نمبر۱۰

۱۸۶۔ القرآن/سورہ المائدہ/آیت نمبر۵۷

۱۸۷۔ القرآن/سورہ آل عمران/آیت نمبر۱۲۸

۱۸۸۔ القرآن/سورہ النساء/آیت نمبر۸۹

۱۸۹۔ القرآن/سورہ آل عمران/آیت نمبر۱۳۹

۱۹۰۔ القران/سورہ آل عمران/آیت نمبر۱۴۵

۱۹۱۔ القرآن/سورۃ المائدہ/آیت نمبر۵۵

۱۹۲۔ مذاہب عالم/احمد عبداللہ مسودی/کراچی/مکتبہ خدام ملت/۱۹۵۸ء/ص ۴۲۹

۱۹۳۔ مذاہب عالم/احمد عبداللہ مسودی/کراچی/مکتبہ خدام ملت/۱۹۵۸ء/ص ۴۳۰

۱۹۴۔ سورہ آل عمران/آیت نمبر۱۹/نیز دیکھئے سورہ الصف/آیت نمبر۹/سورۃ المائدہ/آیت نمبر۳

۱۹۵۔ سورہ التوبہ/آیت نمبر۳۳، الدین القیم (سورہ الروم/آیت نمبر۳۰) اور دین اللہ (سورہ النصر/آیت نمبر۲)

۱۹۶۔ سیرت نبوی ﷺ کے منہاج/پروفیسر سمیع اللہ قریشی/لاہور/سنگ میل پبلی کیشنز/۱۹۹۵ء/ص ۱۳

۱۹۷۔ اسلامیات/علی اوسط صدیقی/کراچی/طاہر سنز/۱۹۹۴ء/ص ۵۶

۱۹۸۔ مذاہب عالم/احمد عبداللہ مسدوی/کراچی/مکتبہ خدام ملت/۱۹۵۸ء/ص ۵۷

۱۹۹۔ بیتھ مین/برج ٹو اسلام/نیویارک/۱۹۷۸ء/ص ۴۷

۲۰۰۔ محمد تنزیل الصدیقی الحسینی/اسلام اور عصر جدید/کراچی/مکتبہ نور حرم/۲۰۰۴ء/ص ۱۹

۲۰۱۔ مذاہب عالم میں تصور خدا/ڈاکٹر ذاکر عبدالکریم نائیک مترجم سید امتیاز احمد/لاہور/دارالنوادر/۲۰۰۵ء/ص ۲۸
۲۰۲۔ القرآن سورہ البقرہ/آیت نمبر ۱۰۶، ۱۰۹، ۲۸۴
۲۰۳۔ اسلام اور عصر حاضر/مولانا وحید الدین خان/کراچی/فضلی سنز/۱۹۸۵ء/ص ۱۱۸
۲۰۴۔ القرآن/سورہ اخلاص/سورہ نمبر ۱۱۲/آیت نمبر ۴
۲۰۴۔ القرآن/سورہ الشوریٰ/سورہ نمبر ۴۲/آیت نمبر ۱۱
۲۰۵۔ القرآن/سورہ الانعام/سورہ نمبر ۶/آیت نمبر ۱۰۳
۲۰۶۔ القرآن/سورہ فاتحہ/سورہ نمبر ۱/آیت نمبر ۶۔۷
۲۰۷۔ القرآن/سورہ الرعد/سورہ نمبر ۱۳/آیت نمبر ۹
۲۰۸۔ القرآن/سورہ اخلاص/سورہ نمبر ۱۱۲/آیت نمبر ۱
۲۰۹۔ سورہ البقرہ/آیت نمبر ۲۵۵
۲۱۰۔ القرآن/سورہ الحشر/سورہ نمبر ۵۹/آیت نمبر ۲۴ القرآن/سورہ طہٰ/سورہ نمبر ۲۰/آیت نمبر ۸
۲۱۱۔ القرآن/سورہ الکھف/سورہ نمبر ۱۸/آیت نمبر ۱۱۰
۲۱۲۔ القرآن/سورہ الاعراف/سورہ نمبر ۷/آیت نمبر ۱۸۰
۲۱۳۔ سورہ البقرہ/سورہ نمبر ۲/آیت نمبر ۲۲۵
۲۱۴۔ القرآن/سورہ الحدید/سورہ نمبر ۵۷/آیت نمبر ۴
۲۱۵۔ القرآن/سورہ الحدید/سورہ نمبر ۵۷/آیت نمبر ۲
۲۱۶۔ القرآن/سورہ الحدید/سورہ نمبر ۵۷/آیت نمبر ۳
۲۱۷۔ القرآن/سورہ آل عمران/سورہ نمبر ۳/آیت نمبر ۱۱۳ آیت نمبر ۱۱۵
۲۱۸۔ القرآن/سورہ المائدہ/آیت نمبر ۸۲
۲۱۹۔ القرآن/سورہ البقرہ/آیت نمبر ۴۹
(226)(The First Written Constitution / Dr. Hamidullah/ Lahore/1975/P.41)
۲۲۰۔ میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ/پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری/لاہور/منہاج القرآن/۲۰۰۱ء/ص ۵۰۔۵۱
۲۲۱۔ رسول اکرم ﷺ اور رواداری/ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/کراچی/فضلی سنز/۱۹۹۸ء/ص ۱۱۱
۲۲۲۔ محمد رسول اللہ ﷺ/(مقالہ سیرت) اردو دائرہ معارف اسلامیہ/لاہور/۱۹۷۳ء/ص ۱۶۵
۲۲۳۔ میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ/پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری/لاہور/منہاج القرآن/۲۰۰۱ء/ص ۲۸
۲۲۴۔ خطبات بہاولپور/ڈاکٹر حمید اللہ/اسلام آباد/ادارہ تحقیقات اسلامی/۱۹۹۲ء/ص ۲۳۶
۲۲۵۔ عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی/ڈاکٹر حمید اللہ/کراچی/اردو اکیڈمی/۱۹۸۷ء/ص ۱۰۲
۲۲۶۔ محمد رسول اللہ ﷺ/(مقالہ سیرت) اردو دائرہ معارف اسلامیہ/لاہور/۱۹۷۳ء/ص ۱۶۷
۲۲۷۔ رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاز/سید برکات احمد مترجم ڈاکٹر مشیر الحق ندوی/لاہور/مکتبہ عالیہ/۱۹۸۹ء/ص ۸۲

۲۲۸۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ/عہد نبوی میں نظام حکمرانی/۱۰۲

۲۲۹۔ روح اسلام/سید امیر علی مترجم محمد ہادی حسین/لاہور/ادارہ ثقافت اسلامیہ/۱۹۸۴ء/ص ۵۸

۲۳۰۔ محمد حسین ہیکل/حیاۃ محمد ﷺ/قاہر/النھضۃ العصریہ/۱۹۴۸ء/ص ۱۹۹

۲۳۱۔ روح اسلام/سید امیر علی مترجم محمد ہادی حسین/لاہور/ادارہ ثقافت اسلامیہ/۱۹۸۴ء/ص ۱۷۹۔۱۸۰

۲۳۲۔ نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم/لاہور/ادارہ فروغ اسلام/۱۹۸۳ء/جلد سوم/ص ۶۷۲

240.http://biblia.com.theology. religions.html

241.http://www.cpwr.org/who/history.html

۲۳۳۔ ملت اسلامیہ/علی نواز میمن مترجم صفوت قدوائی/کراچی/انجمن ترقی اردو پاکستان/۲۰۰۱ء/ص ۱۷۵

۲۳۴۔ القرآن سورہ آل عمران/آیت نمبر ۶۴

۲۳۵۔ القرآن

۲۳۶۔ مذاہب عالم/احمد عبداللہ مسودی/کراچی/مکتبہ خدام ملت/۱۹۵۸ء/ص ۴۱۵

۲۳۷۔ فتاویٰ عالمگیری

۲۳۸۔ القرآن/سورہ بقرہ/رکوع ۲۷

۲۳۹۔ القرآن سورہ المائدہ/پارہ ششم رکوع!

۲۴۰۔ درمنثور/جلد دوم/صفحہ ۲۶۱

۲۴۱۔ الفاروق

۲۴۲۔ فتاویٰ عالمگیری/نول کشور پریس/ج دوم/ص ۱۱

۲۴۳۔ اصول شرع محمدی/جسٹس امیر علی/انڈیا/جامعہ عثمانیہ/۱۹۳۳ء/ص ۸۹

۲۴۴۔ القرآن/سورہ توبہ/آیت نمبر ۶۰

۲۴۶۔ الفاروق/ج دوم/ص ۳۸۳ ''والعدالۃ الاجتماعیہ'' /سید قطب مصری/ص ۱۷۶

۲۴۷۔ مذاہب عالم احمد عبداللہ مسدوسی/کراچی/مکتبہ خدام ملت/۱۹۵۸ء/ص ۴۲۱

۲۴۸۔ اصح السیر/مولانا ابوالبرکات دان پوری/کلکتہ/ستارہ ہند/ج اول/۱۹۳۲ء/ص ۳۹۲ اور مجموعۃ الوثائق السیاسیہ/ڈاکٹر محمد حمید اللہ/قاہرہ/۱۹۴۹ء

۲۴۹۔ القرآن/سورہ المائدہ/پارہ ۶/رکوع ۱۱/آیت نمبر ۸۲

۲۵۰۔ دعوت اسلام/تھامس آرنلڈ مترجم مولوی عنایت اللہ دہلوی/آگرہ انڈیا/۱۸۹۸ء:

۲۵۱۔ الفاروق/شمس العلماء شبلی نعمانی/اعظم گڑھ/انڈیا/۱۸۹۸ء/ص ۱۲۶

۲۵۲۔ الفاروق/ج دوم/ص ۱۳۲۔۱۳۳ تما مالوفاء بحوالہ طبری/۱۶۲

۲۵۳۔ سیاسی زندگی/ڈاکٹر محمد حمید اللہ/ص ۲۸۲

۲۵۴۔ مذاہب عالم/احمد عبداللہ مسدوسی/کراچی/مکتبہ خدام ملت/۱۹۵۸ء/ص ۴۲۴ فتوح البلدان بلاذری/ص ۱۴۷

۲۵۵۔ محاضرات خضری/ج ۲/ص ۹

۲۵۶۔ الحاضر العالم الاسلامی/امیر شکیب ارسلان/ج دوم/ص ۲۵۸

۲۵۷۔ مذاہب عالم/احمد عبداللہ مسدوسی/کراچی/مکتبہ خدام ملت/۱۹۵۸ء/ص ۴۲۴

۲۵۸۔ سیرت نبوی ﷺ کے منہاج/پروفیسر سمیع اللہ قریشی/لاہور/سنگ میل پبلی کیشنز/۱۹۹۵ء/ص ۱۰۶

۲۵۹۔ تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام/مولانا محمد طیب/سہارنپور/انڈیا/ندوۃ المصنفین/۱۳۵۶ھ/ص ۱۴۷

۲۶۰۔ تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام/مولانا محمد طیب/سہارنپور/انڈیا/ندوۃ المصنفین/۱۳۵۶ھ/ص ۱۵۱

۲۶۱۔ مذاہب عالم/احمد عبداللہ مسدوسی/کراچی/مکتبہ خدام ملت/۱۹۵۸ء/ص ۴۳۱

۲۶۲۔ سورہ البقرہ/آیت نمبر ۱۷۳، سورہ ۵/آیت نمبر ۳، سورہ نمبر ۶/آیت نمبر ۱۴۵، سورہ نمبر ۱۶/آیت نمبر ۱۱۵

۲۶۳۔ سورہ نمبر ۵/آیت نمبر ۳

264. Leviticus, ch 11, v.7
265. Deutemomy 14:7-8
266. Isaiah 65:2-4, and 66:17
267. Http: // www.angelfire. com /me/ummunurah/islam.html

۲۷۲۔ رسول اکرم ﷺ اور رواداری/ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/کراچی/فضلی سنز/۱۹۹۸ء/ص ۱۱۳

۲۷۳۔ تاریخ الیہود فی بلاد العرب/سید ابوالحسن علی ندوی/کراچی/مجلس نشریات اسلام/۱۹۹۸ء/ص ۴۱۴

۲۷۴۔ مکتوبات نبوی ﷺ/مولانا سید محمد رضوی/لاہور/ادارہ اسلامیات/۱۹۷۸ء/ص ۱۶

۲۷۵۔ نقوش رسول نمبر/مقالہ معنون اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم/لاہور/ادارہ فروغ اسلام/۱۹۸۳ء/جلد سوم/ص ۶۷۱

۲۷۶۔ ملت اسلامیہ/علی نواز میمن مترجم صفوت قدوائی/کراچی/انجمن ترقی اردو پاکستان/۲۰۰۱ء/ص ۱۵۱-۱۵۲

۲۷۷۔ الفتح ۱۰، الانفال ۵۶، النحل ۹۱، البقرہ ۷۷، تفصیل کے لیے دیکھئے المعجم المفہرس الفاظ القرآن محمد فواد عبدالباقی

۲۷۸۔ آکسفورڈ یونیورسٹی انگلینڈ میں ولی عہد برطانیہ کا لیکچر مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء

۲۷۹۔ سورہ/سورہ نمبر الانعام/آیت نمبر ۱۰۸

۲۸۰۔ سورہ/سورہ نمبر ۲/آیت نمبر ۱۳۹

۲۸۱۔ الحدیث مشکوٰۃ المصابیح/مولانا فضل کریم/ڈھاکہ/رائیف کے مشن/۱۹۷۱ء/ص ۲۰۰

۲۸۲۔ سورہ/سورہ نمبر ۸/آیت نمبر ۶۱

۲۸۳۔ سورہ الانفال/آیت نمبر ۶۱

۲۸۴۔ پوپ جان پال دوم/کراسنگ دی تھری شولڈ آف ہوپ/نیویارک/الفریڈ کے نوٹ/۱۹۹۴ء/ص ۹۳

۲۸۵۔ ملت اسلامیہ/علی نواز میمن مترجم صفوت قدوائی/کراچی/انجمن ترقی اردو پاکستان/۲۰۰۱ء/ص ۱۸۴

۲۸۶۔ سورہ الکافرون/آیت نمبر ۶

۲۸۷۔ داؤد/السنن ۲/۳۳/مطبوعہ نامی پریس/کانپور انڈیا

۲۸۸۔ سیاست شرعیہ/مولانا رئیس احمد جعفری (ندوی)/لاہور/ادارہ ثقافت اسلامیہ/۱۹۵۹ء/ص ۲۳۲

۲۸۹۔ سیاست شرعیہ/مولانا رئیس احمد جعفری (ندوی)/لاہور/ادارہ ثقافت اسلامیہ/۱۹۵۹ء/ص ۲۳۴

۲۹۰۔ القرآن/سورہ المائدہ/آیت نمبر ۱

۲۹۱۔ سیاست شریعہ/مولانا رئیس احمد جعفری (ندوی)/لاہور/ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۵۹ء/ص ۲۴۳

۲۹۲۔ سیاست شریعہ/مولانا رئیس احمد جعفری (ندوی)/لاہور/ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۹۵۹ء/ص ۲۴۴

۲۹۳۔ ملت اسلامیہ/علی نواز میمن مترجم صفوت قدوائی/کراچی/انجمن ترقی اردو پاکستان ۲۰۰۱ء/ص ۱۹۷

۲۹۴۔ یہودیت/یوسف ظفر/لاہور/انتخاب جدید پریس/۲۰۰۴ء/ص ۱۵۳

۲۹۵۔ القرآن/سورہ البقرہ/سورہ نمبر ۲/آیت نمبر ۲۵۶

۲۹۶۔ نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم/لاہور/ادارہ فروغ اردو/۱۹۸۳ء/جلد سوم/ص ۶۶۶

۲۹۷۔ اسلامی معاشرہ کی تاسیس و تشکیل/صاحبزادہ ساجد الرحمان/اسلام آباد/ادارہ تحقیقات اسلامی/۱۹۹۷ء/ص ۱۵۸

۲۹۸۔ اسلامی معاشرہ کی تاسیس و تشکیل/صاحبزادہ ساجد الرحمان/اسلام آباد/ادارہ تحقیقات اسلامی/۱۹۹۷ء/ص ۱۵۶

۲۹۹۔ سورہ الحج/آیت نمبر ۴۰

۳۰۰۔ نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم/لاہور/ادارہ فروغ اردو/۱۹۸۳ء/جلد سوم/ص ۶۶۹

۳۰۱۔ اسلام کا نظام امن/مولانا ظفیر الدین مفتاحی ندوی/کراچی/ایچ ایم سعید کمپنی ۱۹۹۱ء/ص ۱۶۸

۳۰۲۔ آئینہ حقیقت نما/جلد ا/ص ۹۹

۳۰۳۔ سفرنامہ ہملٹن کے حوالہ جات خطبہ صدارت جمعیۃ علماء ہند لاہور از شیخ الاسلام سے منقول ہیں

۳۰۴۔ آئینہ حقیقت نما/جلد ا/ص ۱۸۷

۳۰۵۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی/رسول اکرم ﷺ اور رواداری/فضلی سنز/کراچی/مارچ ۱۹۸۸

۳۰۶۔ اسلامی معاشرہ کی تاسیس و تشکیل/صاحبزادہ ساجد الرحمان/اسلام آباد/ادارہ تحقیقات اسلامی/۱۹۹۷ء/ص ۱۵۸

۳۰۷۔ نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم/لاہور/ادارہ فروغ اسلام/جلد سوم/۱۹۸۳ء/ص ۶۶۹۔۶۷۰

۳۰۸۔ اسلام کا نظام امن/مولانا ظفیر الدین مفتاحی ندوی/کراچی/ایچ ایم سعید کمپنی ۱۹۹۱ء/ص ۱۳۷

۳۰۹۔ رسول اللہ ﷺ کے مکتوبات شریفہ/مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری/کراچی/دارالاشاعت ۲۰۰۱ء/ص ۴

۳۱۰۔ مکتوبات نبوی ﷺ/مولانا سید محمد رضوی/لاہور/ادارہ اسلامیات/۱۹۷۸ء/ص ۳۶

۳۱۱۔ سورہ الحجرات/آیت نمبر ۱۳

۳۱۲۔ سورہ البقرہ/آیت نمبر ۲۱۳

۳۱۳۔ احمد/المسند/ج ۳ ص ۱۹۶/رقم ۹۴۷

۳۱۴۔ صحیح مسلم یعنی ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔

۳۱۵۔ نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم/لاہور/ادارہ فروغ اردو/۱۹۸۳ء/جلد نہم/ص ۲۹۶

۳۱۶۔ نقوش رسول نمبر/مقالہ بعنوان اسلام اور مذہبی رواداری از خلیفہ عبدالحکیم/لاہور/ادارہ فروغ اردو/۱۹۸۳ء/جلد نہم/ص ۲۹۷

۳۱۷۔ سورہ النساء/آیت نمبر ا

۳۱۸۔ غزوات النبی ﷺ/مسعود مفتی/لاہور/علم و عرفان پبلیشرز/۲۰۰۳ء/ص ۷۵

۳۱۹۔ فتوح البلدان/امام ابو یوسف/کتاب الخراج

۳۲۰۔ فکر اسلامی کی تشکیل جدید/ضیاء الحسن فاروقی/لاہور/مکتبہ رحمانیہ/۱۹۶۸ء/ص ۴۴۳۔۴۴۴

۳۲۱۔ فکر اسلامی کی تشکیل جدید / ضیاء الحسن فاروقی / لاہور / مکتبہ رحمانیہ / ۱۹۲۸ء / ص ۴۴۱

۳۲۲۔ زاد المعاد / جلد ۲ / ص ۳۵

۳۲۳۔ اسلامیات / پروفیسر حسن الدین ہاشمی / کراچی / رشید اینڈ سنز / ۱۹۹۷ء / ص ۵۹

۳۲۴۔ دین فطرت اسلام ہی کیوں / نور الحق صدیقی / لاہور / طاہر سنز / ۲۰۰۵ء / ص ۱۵۲

۳۲۵۔ اقبال / کلیات اقبال / لاہور / شیخ غلام علی اینڈ سنز / ۱۹۹۸ء / ص ۲۸۳

۳۲۶۔ مقالہ از ڈاکٹر حمید اللہ / بعنوان مذہبی انتہاپسندی کا رجحان / اسلام آباد / وزارت مذہبی امور / ۲۰۰۴ / ص ۱۹

۳۲۷۔ القرآن / سورہ آل عمران / آیت نمبر ۱۰۳

۳۲۸۔ پروفیسر حسن الدین ہاشمی / اسلامیات / لاہور / انڈس پبلیشنگ ہاؤس / جولائی ۱۹۹۴ / ص / ۲۰۰۴ / ص ۱۹

۳۲۹۔ قدیم تہذیبیں اور مذاہب / پروفیسر عمر زبیری / لاہور / دار الشعور / ۲۰۰۵ء / ص ۲۳۲

۳۳۰۔ جواہر الفقہ / مفتی محمد شفیع / کراچی / مکتبہ دار العلوم کراچی / ۱۴۲۳ھ / ص ۱۸۳

۳۳۱۔ احمد / ج ۶ / رقم ۳۴۸۵ / ص ۵۵۱

۳۳۲۔ بخاری / ج / رقم ۵۷۵۲ / ص ۱۵۶

۳۳۳۔ بخاری / ج ۵ رقم ۵۶۹۸ / ص ۲۴۷

۳۳۴۔ ڈاکٹر حمید اللہ / رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی / ص ۳۱۳

۳۳۵۔ صحیح المسلم حدیث نمبر ۲۰۱۴

۳۳۶۔ بحوالہ تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ / ج / ص ۴۶۲

۳۳۷۔ ڈاکٹر حمید اللہ / رسول اللہ ﷺ کی سیاسی زندگی / ص ۳۴۲، ۳۲۵

۳۳۸۔ سورہ الکہف / ۲۹ اور سورہ الکافرون

۳۳۹۔ اقبال / کلیات اقبال / لاہور / شیخ غلام علی اینڈ سنز / ۱۹۹۸ء / ص ۴۷

۳۴۰۔ متفق علیہ

۳۴۱۔ ایضاً حوالہ نمبر ۳۴۳ / ص ۴۷

۳۴۲۔ القرآن / سورہ الانعام / آیت نمبر ۱۵۹

۳۴۳۔ القرآن / سورہ الحجرات / آیت نمبر ۱۰

۳۴۴۔ سورہ یونس / آیت نمبر ۱۹

۳۴۵۔ نقوش رسول نمبر / رسول نمبر / مقالہ بعنوان مساوات کا علمبردار از مولانا علم الدین سالک / لاہور / ادارہ فروغ اردو / ۱۹۸۳ء / جلد نہم / ص ۳۰۱

۳۴۶۔ ابن ہشام / السیرۃ النبویہ / مصر / مصطفیٰ البابی الحلبی / ج ۲ / صفحہ نمبر ۴۴۷

۳۴۷۔ نقوش رسول نمبر / مقالہ بعنوان مساوات کا علمبردار از مولانا علم الدین سالک / لاہور / ادارہ فروغ اردو / ۱۹۸۳ء / جلد نہم / ص ۳۰۱

۳۴۸۔ ابن ہشام / السیرۃ النبویہ / مصر / مصطفیٰ البابی الحلبی / ج ۲ / صفحہ نمبر ۴۴۳

یآ ھل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم کے حوالے سے دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و رہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت، تعلیمات نبوی اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر عبدالماجد۔ مانسہرہ

بین المذاہب ہم آہنگی کی ضرورت واہمیت

جدید سائنس نے وسیع و عریض دنیا کو سمیٹ کر ایک گلوبل ولیج (Global Village) بنا دیا ہے اور پوری دنیا کے انسان ایک کنبے کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں۔ سائنسی ایجادات نے فاصلوں کو سمیٹ دیا ہے اور ہزاروں میل کی مسافت چند گھنٹوں میں طے ہو جاتی ہے اور دنیا کے ایک کونے سے کہی ہوئی بات چند سیکنڈ میں دنیا کے دوسرے کونے میں پہنچ جاتی ہے، چنانچہ اب ممالک اور اس کے باسی دوسرے سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتے، اس لئے اب اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ وہ مل جل کر رہیں۔ نسلی، لونی اور لسانی اختلاف کی طرح مذہبی اختلاف کو بھی قدرتی اور تکوینی امر سمجھتے ہوئے اسے برداشت کریں اور مختلف مذاہب میں مشترکہ نکات تلاش کر کے ان پر جمع ہونے کی کوشش کریں تو تب ہی وہ اس جدید گلوبل ولیج میں آپس میں امن و آشتی سے رہ سکتے ہیں۔

لیکن بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی کا مطلب یہ نہیں کہ تمام مذاہب و ادیان والے اپنے اپنے مذہب کو چھوڑ کر ایک نئے عالمی مذہب "New global religion" پر متفق ہو جائیں جو کہ تمام مذاہب کا مصنوعی ملغوبہ (Artificial Mixture) ہو جیسا کہ بعض جدید دانش وروں کا خیال ہے اور نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ ایک مذہب والے مطلقاً اس کا اعلان کر دیں کہ کل صداقت اور حق چونکہ ان کے پاس ہے اس لئے باقی مذاہب کلیتاً باطل اور غلط ہیں اس لئے تمام کا اس کے بغیر چارہ نہیں کہ ایک مذہب کو قبول کریں جسے جدید اصطلاح میں Syncretic Behaviour اور Exlusivism کہا جاتا ہے، یہ بھی بین المذاہب ہم آہنگی کے تصور سے لگا نہیں کھاتا بلکہ اسے تار تار کرتا ہے۔

بین المذاہب اتحاد اور ہم آہنگی کا صحیح مفہوم اگر سمجھنا ہو تو وہ ایک ایسے دین کی بنیادی تعلیمات سے سمجھا جا سکتا ہے جو تمام مخلوق کو اللہ کا کنبہ قرار دے کر یہ تاکید کرے کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بہترین سلوک کرے۔

بین المذاہب مفاہمت اور ہم آہنگی کے لئے بنیادی اصول

قرآن حکیم وہ پہلی کتاب ہے جس نے بین المذاہب ہم آہنگی، مفاہمت اور پرامن بقائے باہمی کے لئے بنیادی اصول عطا کئے:

اسلام دنیا کا واحد دین ہے جس نے آ کر اعلان کیا کہ مذہب کے معاملے میں کوئی زبردستی اور جبر نہیں (لا اکراہ فی الدین)(۲)۔ کیونکہ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے، اس لئے جو چاہے اسے قبول کرے اور کو چاہے انکار کرے (فمن شاء فلیو من و من شاء فلیکفر)(۳)۔ بنیادی تعلیم کے ساتھ مذہب کی مختلف شکلوں میں رواداری برتنے کا حکم دیا۔لکل امة جعلنا منسکا ھم نا سکوہ نا فلا ینازعنک فی الامر ۔(۴) ہر امت کے لئے عبادت کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے جس پر وہ چلتی ہے اس معاملے میں لوگ آپ سے جھگڑا نہ کریں۔ ہر ایک کے لئے ایک شریعت اور راہِ عمل مقرر کیا ہے اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک امت بنا دیتا۔(۵)

دوسرے مذاہب کے پیشواؤں اور بزرگوں کو برا کہنے سے منع کیا گیا۔(۶) اور دوسرے مذاہب کے ہادیان کو یہاں تک کہہ دیا اللہ ہمارا بھی رب ہے اور تمہارا بھی' ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور ہم جوابدہ ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ اور خود تم ان پر جوابدہ ہو۔ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں اور تمہارا ہمارے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں' اللہ تمہیں اور ہمیں اکٹھا کرے گا۔(۷) تمہارے لئے تمہارا دین اور ہمارے لئے ہمارا دین ہے۔(۸)

ان تمام آیات سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ سابقہ شریعتیں اصلی شکل میں موجود ہیں یا اب بھی قابل عمل ہیں' بلکہ ان آیات میں یہ بتایا جا رہا ہے کہ آپؐ راہ راست پر ہیں آپؐ (مع مسلمانوں کے) اپنی شریعت کا اتباع کرتے ہوئے دوسروں کے ساتھ رواداری کا برتاؤ کریں' دوسرے مذاہب کو برداشت کریں۔ آپ کو صاف حکم دیا ان علیک الا البلا غ.(۹) آپ کا فرض صرف پیغام پہنچا دینا ہے۔ وما انت علیھم بو کیل . (۱۰) آپؐ ان پر کارساز نہیں' وما انت علیھم بجبار.(۱۱) آپؐ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں۔ انما انت مذ کر لست علیھم بمصیطر .(۱۲) آپؐ صرف ان کو نصیحت کرنے والے ہیں ان پر داروغہ نہیں۔ (کہ زور سے ان کو ہدایت دیں)۔ افا نت تکرہ الناس حتی یکونوا مو منین (۱۳) کیا اے پیغمبر آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔ اسلام نے دوسرے مذاہب' ان کے مذہبی پیشواؤں اور عبادت خانوں کی حفاظت کا حکم دیا۔

لا یھدم لھم بیعة و لا کینہ و لا یمنعون من ضرب النو اقیس الا فی اوقات الصلوٰة و لا من

اخـراج الـصـلبـانِ فـي يوم عيدهم .(۱۴) یہودیوں اورعیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائے جائیں' یہ لوگ ناقوس بجانے سے نہ روکے جائیں البتہ نماز کے اوقات مستثنیٰ رہیں گے اور اپنی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکے جائیں۔ (۱۵) کسی پادری کو اس کے مقوف سے کسی راہب کو اس کی رہبانیت سے' کسی کاہن کو اس کی کہانت سے نہ ہٹایا جائے اور کسی پر کسی قسم کی سختی نہ کی جائے۔(۱۶)

۱۷۱ھ میں خلیفہ ہارون الرشید کے زمانہ حکومت میں منہدم شدہ گرجوں کی تعمیر اس وقت کے سرکردہ علماء لیث بن سعد اور عبداللہ ابن لہیعہ وغیرہ کے مشورے سے ہوئی ۱۷۔فقہ اسلامی میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی مسلمان غیر مسلمان غیر مسلموں کے خنزیر یا شراب کو ضائع کردے تو اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی (۱۸)۔حالانکہ یہ دونوں چیزیں اسلام میں حرام ہیں' ہر مذہب کے ماننے والوں کو پرسنل لا اور کلچر میں آزادی دی گئی ہے۔

هـم احـرار فـی شهاد اتهم و منا کحا تهم و موار يثهم و جميع احکا مهم(۱۹). یعنی یہ لوگ اپنی شہادت کے احکام' نکاح کے معاملات' وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام پرسنل لا میں آزاد ہوں گے هـم احـرار فـی شهاداتهم و منا کحاتهم و جميع احکامهم (۱۹) ۔یعنی یہ لوگ اپنی شہادت کے احکام' نکاح کے معاملات' وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام پرسنل لاء میں آزاد ہوں گے و لا يـحـال بيـنـهـم و بيـن شرائعهم (۲۰) ان کے اور ان کی شریعتوں کے درمیان حائل نہ بنا جائے۔

شام کی فتح کے پندرہ سال بعد حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک پادری نے اپنے دوست کے نام ایک خط میں لکھا:
''یہ طائی (عرب) جنہیں خدا نے آج کل حکومت عطا فرمائی ہے اور وہ ہمارے مالک بن بیٹھے ہیں لیکن وہ عیسائی مذہب سے بالکل برسرپیکار نہیں بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں'' (۲۱)۔

اسی طرح اسلام نے دیگر مذاہب کے ساتھ پرامن بقائے باہمی اور ہم آہنگی کا رشتہ قائم کرنے کے لئے دوسرے مذاہب والوں کو آگے بڑھنے کی یوں دعوت دی۔

یـا هـل الكتاب تعالو الی کلمة سوائو بيننا و بينكم ان لا نعبد الا لله و لا نشرک به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا ار بابا من دون الله (۲۲).

چونکہ مقالہ ہذا کی بنیاد اس آیت پر رکھنے کے لئے کہا گیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس آیت کا تحقیقی جائزہ پیش کردیا جائے تاکہ بات نکھر کر سامنے آجائے۔

تفسیر خازن میں اس آیت کی تفسیر یوں بیان کی گئی ہے۔

یا هل الكتاب تعالو الى كلمة سواء بيننا و بينكم اى هلمو الى كلمة يعنى فيها انصاف و لا ميل فيها لا حد على صاحبه .....وشرح سواء اى عدل لا يختلف فيها التوراة و الا نجيل و القرآن و تفسير كلمة قوله الا نعبد الا الله .....و معنى الا ية قل يا محمد لليهود و النصارٰى هلمو الى امر عدل نصف و هو ان لا نقول عزير ابن الله و لا نقول المسيح ابن الله لا ن كل و احد منهما بشر مخلوق مثلنا و لا نطيع اخبا رنا و رهبا ننا فيما احد ثو امن التحريم من رجوع الى ما شرع و لا يسجد بعضنا لبعض لا ن السجود لغير الله حرام فلا نسجد لغير الله وقيل معنا ه ولا نطيع احدا فى معصية الله (۲۳)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں:

هذا الا ية يعم اهل الكتاب من اليهود و النصارى ومن جرى مجراهم . و الكلمة تطلق على الجملة المفيده كما قال ههنا ثم و صفها بقوله سواء بيننا و بينكم .اى عدل و نصف نستوى نحن و انتم فيهما فسر ها ان لا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئا ، لا و ثنا ولا صليباً و لا صنماً و لا طا غوتاً ولا ناراً ولا شئى بل نفرد العبادة لله وحده لا شريك له هذه دعوة جميع الرسل و لا يتخذ بعضنا بعضاً ار باباً من دون الله . قال ابن جريح يطيع بعضنا بعضاً فى معصية الله وقال عكرمة يسجد بعضنا لبعض (۲۴).

زیر نظر آیت کی تفسیر صاحب کشاف (۲۵)، قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۲۶)، علامہ طنطاوی ۲۷، علامہ ابو بکر جصاص (۲۸) وغیرہ نے اپنی اپنی تفسیر میں ایک دوسرے سے ملتی جلتی کی ہے، ان سب کے مفیا ہیم کی جامع تفسیر علامہ فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں کی ہے، جسے ہم یہاں اختصار کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

و اعلم ان النبى لما اور دعلى نصارىٰ انوا ع الد لا ئل و انقطو اثم دعا هم الى امباهله فخافو او ماشر عو ا فيها و قبلو الصغار باداء الجزية ،وقد كان عليه السلام حريصاً على ايمانهم ، فا نه تعالىٰ قال : يا محمد اترک ذالک المنهج من الكلام و اعدل منهج آخر يشهد كل عقلٍ سليم و طبع مستقيم انه كلام مبنى على الانصاف و ترک الجدال قل يا اهل الكتاب تعالو ا الى كلمة سواء بيننا و بينكم ، اى هلمو الى كلمة فيها انصاف من بعضنا لبعض،،ولا ميل فيه لا حد على صاحبه وهى ان لا نعبد الا الله و

لا نشرک به شیئا هذا هو المراد من الکلام(۲۹)

یعنی جب نبی اکرم ﷺ نے عیسائیوں سے دلائل و براھین کے بعد مباہلہ کے لئے بلایا تو انہوں نے بوجہ خوف مباہلہ کو قبول نہ کیا بلکہ جزیہ کے ادا کرنے پر راضی ہو گئے تو چونکہ نبی اکرم ﷺ ان کے اغمان پر حریص تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے کلام کا یہ منہج چھوڑ کر ایسے منہج کو اختیار کرنے کا حکم دیا جو کہ جدال اور مناظرہ کے بجائے ایسے کلام اور طریقے کا پر مبنی ہو جس کی ہر عقل سلیم اور طبع مستقیم حمایت کرے اور وہ یہ دعوت ہے کہ اے اہل کتاب ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی ایسا کلمہ جس میں کسی کی طرف جھکاؤ نہ ہو بلکہ وہ مبنی بر انصاف اور اعتدال ہو اور وہ کلمہ توحید ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔

اس آیت کی تفسیر میں علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

.......یہاں اس طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ بنیادی عقیدہ (خدا کا ایک ہونا اور اپنے آپ کو مسلم ماننا) جس پر ہم دونوں (مسلمان اور اہل کتاب) متفق ہیں، ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کر سکتا ہے بشرطیکہ آگے چل کر اپنے تصرف اور تحریف سے اس کی حقیقت بدل نہ ڈالیں۔ضرورت اس کی ہے کہ جس طرح زبان سے مسلم و موحد کہتے ہو حقیقتاً و عملاً بھی اپنے کو تنہا خدائے وحدہ لاشریک کے سپرد کردو، نہ اس کے سوا کسی کی بندگی کرو نہ اس کف صفات خاصہ میں کسی کو شریک ٹھہراؤ۳۰۔

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں:

.....نیز اس آیت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انسانیت جو آج مختلف اور مخالف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے، جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا، اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید ہی ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن ترین حقیقت ہے اور حضور ﷺ نے اس پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لئے اہل کتاب کو دعوت دی۔(۳۱)

آپ ﷺ نے اسی حکم خداوندی کی پیروی کرتے ہوئے اہل کتاب کو جب دعوت دی اور ہرقل روم، مقوقس اور دیگر اہل کتاب کو جو خطوط لکھے تو ان میں آپ ﷺ نے اس آیت کو خصوصی طور پر شامل فرمایا کیونکہ بقول رشید رضا مصری فان هذه الا یة اساس الدین المتین و اصله الا صیل (۳۲)......یہ آیت دین متین کی اساس اور اس کی اصل ہے، اس لئے آپ ﷺ اہل کتاب کو اسلام کی طرف دعوت اس آیت کے ذریعے دیا کرتے تھے۔

بخاری شریف میں آپ ﷺ کا یہ نامہ مبارک محفوظ ہے

بسم اللہ الر الرحیم ،من محمد عبد اللہ و رسولہِ الیٰ ھو قل عظیم الروم ، سلام علی من اتبع الھدیٰ ،اما بعد فانی ادعوک بد عا یۃ ،اسلم تسلم ،یوتک اللہ اجر ک مر تین فان

تولیت و ان علیک اثم الیریسین ،یا اھل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم ان لا نعبد الا اللہ و لا نشرک به شیئاً و لا یتخذ بعضنا بعضاً اربا باً من دون اللہ. (۳۳)

"شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے یہ خط محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ﷺ کی جانب سے، روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب ہے، سلامتی ہو اس شخص کے لئے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے، بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں، اسلام لے آ تو سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دہرا اجر دے گا، اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب کسانوں (رعایا) کا وبال ہوگا، اے اہل کتاب ایسی بات پر آکر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں یکساں اور برابر ہے، یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہی ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں بعضوں کو اپنا رب بنائیں"۔ قرآن کی اہل کتاب کو توحید پر جمع ہونے کی دعوت سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ تمام انبیاء کی دعوت کا اصل الاصیل عقیدہ توحید تھا، قرآن کی بیسیوں آیات ۳۴ اس پر شاہد ہیں، اس لئے بعض حضرات نے اسے کتاب التوحید بھی کہا ہے۔ اسی طرح آرکیالوجی اور انتھروپالوجی میں ہونے والی جدید تحقیق سے بھی یہ بات سامنے آئی ہے کہ تمام پرانی نسلوں کا اصلی اور بنیادی مذہب توحید Monotheism تھا نہ کہ بت پرستی اور تثلیث، یہ ایک ایسا بنیادی نقطہ ہے جس پر تمام مذاہب کا اتفاق ہو سکتا ہے۔

Recent discoveries in both in Archaeology and Anthropology have proved that monotheism, not polytheism, was the religion of oldest races of manking. the theory of the evolution of Religion is contradicted by the evidence of both Archaeology and Anthropology. This is the very careful and deliberate conclusion of Dr. Langdon, Professor Assyriology at Oxford, probably the greatest authority on cuneiform literature.....as a result of his excavation at Kish, Dr. Langdon writes:"in my opinion the history of the oldest religion of man is a rapid decline from Monotheism to extreme Polytheism....thus is the evidence, from the most ancient libraries of cuneiform tablets, that Monotheism was the original Religion". (35)

بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کیلئے مشترکہ نکات

تمام مذاہب کے ماننے والوں کے رب اور اب (آدمؑ) میں اشتراک کے علاوہ اسلام اور دیگر مذاہب خصوصاً عیسائیت اور یہودیت میں کئی اور مشترکہ نکات مل سکتے ہیں جو کلمہ سواء کے تحت بین المذاہب یگانگت واتحاد اور ہم آہنگی کا موجب بن سکتے ہیں:

۱۔ تخلیق کائنات: تینوں بڑے مذاہب جنہیں جدید اصطلاح میں توحیدی مذاہب (Monotheistic

(Religions) کہا جاتا ہے۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو عدم (Ex-nihilo) سے پیدا کیا اور وہ تمام کائنات کا فرمانروا ہے، قدیر بھی ہے، علیم بھی ہے اور حاضر و موجود بھی، یعنی وہ omnipotenet, Omniscient اور Omnipresent ہے۔

۲۔ تمام اشیاء کا خالق: تینوں مذاہب کا اس پر بھی یقین ہے کہ زمین و آسمان اور ان کے اندر روح ڈالنے والی ذات بھی وہی ہے اور اسی نے انسان کو روح اور عقل کے ذریعے دوسری اشیا پر فضیلت عطا کی ہے۔

۳۔ حیات بعد الموت: یہ تینوں مذاہب حیات بعد الموت اور حساب و کتاب Accountability کے قائل ہیں۔

۴۔ انبیاء کی بعثت: یہ مذاہب اس بات پر بھی یقین رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ، موسیٰؑ عیسیٰؑ، اور محمد ﷺ کے علاوہ بھی مختلف اقوام کی ہدایت کے لئے کئی اور انبیاء بھی دنیا میں بھیجے۔

۵۔ کائناتی اور انسانی مقصدیت: یہ مذاہب اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات اور انسان کو عبث اور بے مقصد پیدا نہیں کیا اور یہ کائنات اور اس میں موجود تمام اشیاء کی تخلیق و ارتقا خود بخود وقوع پذیر نہیں ہوا بلکہ ایک علیم و قدیر ذات ہے جو اس تمام تخلیق و ارتقا اور انفجار عظیم (Big Bang) کے پیچھے ہے۔ جو ان تمام کائناتی اور حیاتیاتی واقعات (Cosmological and Biological Events) کو کنٹرول کر رہی ہے۔ (۳۶)

۶۔ یہ تینوں مذاہب حضرت ابراہیمؑ کی برابر تعظیم و تکریم کے علاوہ ان کے پیغام کو اصل بنیاد سمجھتے ہیں اور عیسائیت، یہودیت اور اسلام کے پیغام کو ان ہی کے پیغام کا تسلسل قرار دیتے ہیں۔ اسی حوالے سے واضح اور روشن انداز اسلام کا ہے اور حضور ﷺ نے اپنے آپ کو دعائے ابراہیمیؑ کا نتیجہ قرار دینے کے علاوہ پوری عمر لوگوں کو ملت ابراہیمیؑ کی طرف بلاتے رہے بلکہ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کو ملت ابراہیمؑ کی پیروی کا حکم دیا گیا۔

اسی حوالے سے خالد دران لکھتے ہیں:

Mohammad made his mission to bring people back to Islam in that original sense. He did not intent to convert them to the religion of Abrahim. To this end the prototype of Abrahamic religion had to be reconstructed, _ _ _ so Muhammad did not bring a new Din but came to re-establish and confirm the prototype of Abrahamic religion, Monotheism.(37)

اس بات کی تصدیق و توثیق کے لئے قرآنی آیات کا حوالہ دیا جا سکتا ہے مثلاً سورۃ البقرۃ آیت ۱۳۰، آیات ۱۳۵ اور ۱۳۶، سورۃ النساء آیت ۱۲۵ اور سورۃ الانعام آیات ۱۶۲، ۱۶۳۔

۷۔ حضرت مسیحؑ اور محمد ﷺ کی اخلاقی تعلیمات میں بھی کئی مماثلتیں ہیں مثلاً انتقام، قصاص اور بدلہ لینے کے حوالے

سے مکی زندگی میں صاف یہ فرمایا تھا کُفُّوا اَیدِیَکُم (یعنی اپنے ہاتھ روکے رکھو) صبر سے کام لو اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''جو تجھ سے کٹے اس سے تعلق جوڑ، جو تجھ سے کٹے اس سے تعلق جوڑ، جو تجھے محروم کرے اسے عطا کر اور جو تجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر'' (۳۸)۔ بعینہ حضرت عیسیٰؑ کا یہ مشہور فرمان ''شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے'' (۳۹)۔

یہ قرآنی آیات اور احادیث کی روحانی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔ کئی مواقع پر قرآن میں حکم دیا ہے کہ بھلائی اور برائی برابر نہیں، برائی کو بھلائی سے دور کرو (۴۰)۔ اور حدیث میں بھی برائی کو بھلائی سے ختم کرنے کا حکم دیا ہے (۴۱)۔ اسی طرح پہاڑی کا وعظ (Sermon of the Mount) کتنا موثر اور دلنشیں ہے اور اسلامی تعلیمات سے کتنی مطابقت رکھتا ہے:

''مبارک ہیں وہ جو دل کے غریب ہیں کیونکہ آسمان کی بادشاہی ان ہی کے لئے ہے۔
مبارک ہیں وہ جو غریب ہیں کیونکہ وہ تسلی پائیں گے۔
مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے۔
مبارک ہیں وہ جو راست بازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ آسودہ رہیں گے۔
مبارک ہیں وہ جو رحم دل ہیں کیونکہ ان پر رحم کیا جائے گا۔
مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے۔ (۴۲)۔''

اہل کتاب کی حقیقی اور اصلی تعلیمات کی تصدیق ــــــ بین المذاہب ہم آہنگی کیلئے اہم بنیاد

No scripture in the world teaches such a 'comparative religion' as the Quran (Stanton) 43

قرآن کی بڑی بڑی مدنی سورتوں خصوصاً سورۃ البقرۃ، آل عمران، النساء اور المائدہ میں اہل کتاب اور ان کی بنیادی تعلیمات کے بارے میں جتنی تفصیل ہے اور ان کی حقیقی اور اصلی تعلیمات کی جس انداز سے تصدیق کی گئی ہے، شاید ہی قرآن اور تقابل ادیان کا کوئی طالب علم ان سے بے خبر ہو۔ قرآن حکیم چونکہ براہ راست رب العالمین کا کلام ہے اور رب تعالیٰ سچ بولنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو راہ راست کی طرف بھی بلاتا ہے اور انسانوں نے جتنی تحریفات اور تلسیبات کی ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حق کو باطل (یعنی حقیقی آسمانی تعلیمات کو انسانی تحریفات) سے علیحدہ کرنا بھی اپنا حق سمجھتا ہے اور وہ ایسا کرنے میں ہم انسانوں کی طرح شرماتا نہیں (ان اللہ لا یستحی) بلکہ کھلے الفاظ میں وہ یہ اعلان کرتا ہے کہ لیحق الحق و یبطل الباطل و لو کرہ المجرمون (۴۴)، یعنی حق کا اثبات اور باطل کا ابطال کرے اگرچہ یہ بات مجرموں کو ناگوار گزرے، اور اس نے اپنے آخری کلام کو مہیمن (۴۵) (نگہبان) بنا کر نازل کیا تاکہ ان کتابوں کی اصل تعلیمات

ہیں ان کو قائم رکھا جائے اور مختلف وجوہات کی بنا پر ان میں جو انسانی تحریفات شامل ہوگئی ہیں انہیں ان سے جدا کر دیا جائے۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ اہل کتاب اور دیگر مذاہب والوں پر یہ بڑا احسان ہے کہ ان کے پاس ایک ایسا معیار، کسوٹی (Criteria) اور میزان ہو جس کی وجہ سے وہ اپنی حقیقی تعلیمات تک آسانی سے پہنچ سکیں۔ جس طرح رب العالمین پر کسی قوم اور مذہب کا بلا شرکت غیرے دعویٰ صحیح نہیں، اسی طرح صرف مسلمانوں کا اس بات پر دعویٰ نہیں ہونا چاہیے کہ قرآنی صداقتیں صرف ان کیلئے ہی ہیں بلکہ اس بات کو ببانگ دھل غیر معذرت خواہانہ انداز میں دلائل کے ساتھ بتانے کی ضرورت ہے کہ جس طرح اللہ ہم سب کا رب اور آدمؑ ہم سب کے جد امجد ہیں، اسی طرح حق پر کسی ایک قوم یا مذہب کا دعویٰ نہیں ہوسکتا بلکہ حق وہ ہے جو سب کیلئے ہو، تریاق سب کیلئے تریاق ہوتا ہے اور زہر سب کیلئے زہر ہی ہوتا ہے۔ قرآن ھدی للناس ہے اور نبی رحمت سب کیلئے بشیر و نذیر ہیں اس لئے اسلام اور قرآن پر مسلمانوں کی اجارہ داری (Monoply) نہیں بلکہ جو بھی چاہے حق کو قبول کرے اس میں اس کا اپنا بھلا ہے، مسلمانوں پر یا قرآن پر، نبی آخرﷺ پر کوئی احسان نہیں۔

ہمارے کئی سکالرز اور علماء کہتے ہیں کہ ہم نے حق کو بدلائل اہل کتاب تک پہنچا دیا ہے لیکن امریکہ وغیرہ کے چند اسفار میں میرے علم میں یہ بات آئی کہ دنیائے عیسائیت کے ڈاکٹرز (Ph.D's) بلکہ ڈبل (Ph.D's) کو اسلام کی بنیادی تعلیمات کے بارے میں علم نہیں ہے۔ سائنس اور اسلام کے تفصیلی تعلق اور ایک دوسرے کے توثیق کے علم کو ایک طرف چھوڑ دیجئے، ان کے کئی مذہبی اسکالرز کو یہ علم نہیں تھا کہ اسلام کا یہ بنیادی اصول ہے۔ **لا نفرق بین احد من رسله**. یعنی مسلمان تمام انبیاء اور تمام رسولوں پر بلا استثناء ایمان لاتے ہیں اور **نومن ببعضٍ و نكفر ببعضٍ** کا ارتکاب نہیں کرتے، بلکہ وہ کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء میں سے کسی ایک کے انکار کو تمام کے انکار کے مترادف (Tantamount) قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح انہیں علم نہیں تھا کہ قرآن حضرت عیسیٰؑ کی جتنی تعریف و تحسین کرتا ہے، اتنی موجودہ دیگر صحیفوں میں کسی میں بھی نہیں (۴۶)۔ (یہ بات اس لئے ذکر کی گئی تا کہ ہم قرآن کی ان صداقتوں کو ان تک پہنچائیں)۔

بہر حال اس بین المذاہب مکالے اور ہم آہنگی کی جتنی مضبوط بنیادیں قرآن و حدیث فراہم کرتے ہیں، اس کا عشر عشیر بھی کوئی دوسرا مصنف یا کتاب فراہم نہیں کر سکتی، یہ صرف ہمارا دعویٰ نہیں بلکہ روز روشن کی طرح آشکار حقیقت ہے (جو چاہے قرآن کے ذریعے اس کو پالے)۔

۱۔ قرآن حکیم اہل کتاب کے ساتھ مجادلہ میں بھی احسن کا لفظ استعمال کرتا ہے اور کہتا ہے کلمہ سواء پر ہم سب جمع ہو سکتے ہیں اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ اے مسلمانوں تم اعلان کرو کہ ہم اس سب پر ایمان لے آئے جو تم اہل کتاب پر نازل ہوا اور جو ہم پر قرآن عظیم میں نازل ہوا۔ ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہے اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں (۴۷)۔

۲۔ قرآن اہل کتاب کی یوں تعریف کرتا ہے:

اہل کتاب میں سے سب ایک جیسے نہیں، ان میں ایک سیدھی جماعت (امۃ قائمۃ Upright Community) ہے جو رات دن اللہ تعالیٰ کی آیات کرتے ہیں، خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، اچھائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور نیکیوں میں ایک دوسرے سے مسابقت کرتے ہیں، وہی صالحین میں سے ہیں (۴۸)۔

اور اہل کتاب میں سے مسلمانوں سے محبت کرنے والوں میں نصاریٰ کو سب سے زیادہ قریب پائیں گے کیونکہ ان میں عالم اور درویش ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے اور جب وہ سنتے ہیں اس کو جو نازل ہوا رسول (حضرت محمد ﷺ) پر تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اس وجہ سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے۔ پس ہمیں حق کی گواہی دینے والوں میں لکھ لے (۴۹)۔

۳۔ قرآن حکیم تورات، زبور اور انجیل کی تعریف یوں کرتا ہے:

ہم نے عیسیٰ کو انجیل کو عطا کی جس میں ہدایت اور روشنی ہے (ھدیٰ و نور) اور پہلی کتابوں تورات وغیرہ کی مصدق ہے۔ اس لئے اہل انجیل اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ کریں اور جو اللہ کے نازل کردہ وحی کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ ظالم ہے، وہ کافر ہے، وہ فاسق ہے (۵۰)۔ گویا ان اہل کتاب کو فاسق، ظالم اور کافر کہا جو حقیقی انجیل کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے،..... اور حقیقی انجیل کا ایک تضاد بھی قرآن کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ دونوں کا منزل و معطی ایک ہی رب العالمین ہے، بلکہ ایک اہم بات کہوں کہ موجودہ تمام عیسائی دانشور انجیل اور تورات 'Old and New Testaments' کو خدا کا کلام نہیں کہتے بلکہ اسے 45 عیسوی کے بعد حضرت عیسیٰ کے حواریوں سے نقل کردہ بیان گردانتے ہیں (۵۱)۔ لیکن قربان جائیں قرآن کی صداقت اور غیر جانبداری پر کہ وہ تورات اور انجیل کو اصل کے اعتبار سے خدا کا کلام کہتا ہے اور ان کے لئے قرآن کی طرح انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی و نور (۵۲) کہتا ہے اور انجیل کے لئے بما انزل اللہ فیہ (۵۳) کہتا ہے گویا حقیقتاً وہ کلام الٰہی تھا لیکن لوگوں نے اس میں تحریف کر دی۔

۴۔ قرآن حکیم حضرت عیسیٰ کے حالات زندگی، ان کی ولادت، ان کی ماں کی عفت و عصمت اور ان کے رفع الی السماء کو جتنی تفصیل سے بیان کرتا ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ اتنی تفصیل وہ پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ (کی ولادت باسعادت) کے بارے میں بھی نہیں بیان کرتا، وجہ ظاہر ہے کہ عیسائی دنیا حضرت عیسیٰ کے بارے میں کنفیوز ہو گئی تھی اور حق باطل سے مل چکا تھا، چونکہ قرآن پاک کی ایک صفت مھیمن ہے اس لئے قرآن نے حقیقت واقعہ کے بیان کے لئے

اتنی زیادہ تفصیل بیان کی تا کہ لوگ حضرت عیسیٰ کو نہ خدا کا بیٹا کہیں، نہ تین خداؤں میں سے ایک بلکہ وہ کہیں جو حق اور سچ ہے اور وہ یہ کہ:

''اے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین میں اور اللہ کی شان میں حق کے سوا کچھ نہ کہو، بے شک مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول اور اس کا کلمہ ہے جسے مریمؑ کی طرف ڈالا گیا اور وہ اس کی طرف سے روح ہے، اس لئے اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لے آؤ اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات کو چھوڑ دو، یہ بہتر ہے تمہارے لئے، خدا تو ایک ہی ہے اور اس کی شان کے لائق نہیں کہ اس کی اولاد ہو بلکہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اسی کی ملکیت ہے اور اللہ ہی کارساز ہونے کے لئے کافی ہے اور یہ کہ مسیحؑ کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی عار نہیں'' (۵۴)۔

چنانچہ یہی بات غیر متعصب عیسائیوں نے ماضی میں بھی مانی اور اب بھی ایسوں کی کمی نہیں جن کے سامنے اگر عیسیٰ کے حوالے سے بدلائل بات رکھی جائے تو وہ اس بات کو ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا نہیں جیسے ہماری اولاد ہوتی ہے (۵۵)۔

۵۔نجات کیلئے بنیادی شرائط

مذاہب کی تاریخ میں اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ انسانی نجات کا ہے۔ یہودیوں نے نجات کو صرف یہودیت ہی کے ساتھ مخصوص کرلیا اور بعد میں عیسائیوں نے بھی اس کو عیسائیت کے دائرے میں ہی بند کر دیا اور عیسائیت بلکہ کلیسا کے باہر نجات از امکان قرار دیا اور ان دونوں مذاہب کے متبعین نے ہدایت کو بھی اپنے اپنے دائرے میں بند جانا، ملاحظہ ہو فلورنس کی کونسل کا فیصلہ:

"No one remaining outside the Catholic Church, not just pagans, but also jews or heretics or schismatics, can become partakers of eternal life; but they will go to the "everlasting fire which was prepared for the devil and his angles, "unless before the end of life they are joined to the Church."(56)

قرآن نے بھی ان کے اس عقیدے کو یوں بیان کیا ہے:

وقالو اکونو ادھوذا او نصری تھتدوا (۵۷)

اور

وقالو الن یدخل الجنة الا من کان ھوذا او نصرٰی (۵۸)

اور انہوں نے کہا کہ یہودی یا عیسائی ہو جاؤ تو ہدایت پا جاؤ گے اور جنت میں سوائے یہودیوں یا عیسائیوں کے کوئی بھی نہیں داخل ہوگا۔

لیکن قرآن اس معاملے میں بڑی وسعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہدایت اور نجات کو کسی ایک مذہب یا مسلک کے ساتھ خاص کرنے کے بجائے کچھ بنیادی عقائد اور اعمال کے ساتھ خاص کرتا ہے، ایک تو یہ کہ قرآن یہود و نصاریٰ کو ایک مشترکہ مرکز کی طرف دعوت دیتا ہے اور وہ ہے ملت ابراہیمؑ، یعنی ابراہیمؑ کا طریقہ اور مسلک و مذہب۔ قرآن ہدایت حقیقی کے لئے ملت ابراہیمی کی پیروی کا حکم دیتا ہے اور اس شخص کو جاہے جس مذہب و مسلک سے ہو احمق و سفیہ گردانتا ہے جو ملت ابراہیمی سے روگردانی کرے (۵۹)۔ بلکہ پیغمبر آخرالزماں ﷺ کو بھی اسی کی پیروی کا حکم دیتا ہے، قرآن میں حضور ﷺ کو یہ فرمایا کہ آپ کہیں:

میرے رب نے مجھے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کی اور وہ دین مستقیم اور قیم (سیدھا) ملت ابراہیمؑ ہے (۶۰)۔

اس لئے اس وقت کے اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور مسلمانوں کے لئے ایک مرکز موجود ہے جس پر تینوں توحیدی مذاہب (monothesistic Religions) کا اتفاق ہو سکتا ہے کیونکہ مسلمانوں کی طرح یہود و نصاریٰ بھی حضرت ابراہیمؑ کی انتہائی تکریم کرتے ہیں اور انہیں پیغمبر عظیم تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ قرآن نجات کو صرف چند مخصوص اعمال اور ناموں میں منحصر نہیں سمجھتا بلکہ وہ کئی مقامات پر اس کی صراحت کرتا ہے ''کہ جو لوگ پیغمبر اسلام پر ایمان لائے، وہ ہوں یا وہ لوگ جو یہودی کہلاتے ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں (کوئی بھی ہو) لیکن جو کوئی بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان (حقیقی) لایا اور اس کے کام بھی اچھے ہوئے تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائے گا۔ اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی'' (۶۱)۔

مولانا ابوالکلام آزاد اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی دین سے مقصود تو خدا پرستی اور نیک اعمال کی راہ تھی، وہ کسی خاص حلقہ بندی کا نام نہ تھا۔ کوئی انسان ہو، کسی نسل وقوم سے ہو، کسی نام سے پکارا جاتا ہو، لیکن اگر خدا پر سچا ایمان رکھتا ہے اور اس کے اعمال بھی نیک ہیں تو دین پر چلنے والا ہے تو اس کیلئے نجات ہے، لیکن یہود اور عیسائیوں نے خاص طرح کی نسلی اور جماعتی گروہ بندی کا قانون بنا دیا..... (اور نجات کو ان دائروں یعنی یہودیت اور عیسائیت میں مقید کر دیا)، لیکن خدا کی ہدایت جو دنیا کا عالمگیر قانون ہے، وہ بھلا ان خود ساختہ گروہ بندیوں میں کیونکر محدود کی جاسکتی ہے؟ بلی من اسلم و جهه لله و هو محسن (۲:۱۱۲)۔ کوئی انسان ہو، کسی نسل وقوم اور گروہ بندی کا ہو، لیکن جس کسی نے بھی اللہ کے آگے عبودیت کا سر جھکا دیا اور نیک عمل کی زندگی اختیار کی اس نے دین کی نجات وسعادت پالی۔ غور کرو! مذہبی صداقت کی عالمگیر وسعت کا اس سے زیادہ واضح اور ہمہ گیر اعلان اور کیا ہو سکتا ہے۔ (۶۲)

مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

یعنی جو قوم مسلمان کہلاتی ہے، یا یہودی یا نصاریٰ یا صابی (یا اور کچھ، تمثیلاً چند مشہور مذاہب کا ذکر کیا گیا) کوئی شخص

ان ناموں کی بدولت یا نسل، رنگ، پیشہ، وطن وغیرہ احوال وخصائص کے لحاظ سے حقیقی فلاح ودائمی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ کامیاب اور مامون ومصئون ہونے کا صرف ایک ہی معیار ہے یعنی ایمان وعمل صالح، جو قوم کو اپنے مقرب الہیٰ یا کامیاب ہونے دعویٰ ہے، وہ اس کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لے، اگر اس میں کھری اترے، بے خوف وخطر مفلح اور کامیاب ہے ورنہ ہر وقت اپنے کو خدا کے غضب وقہر کے نیچے سمجھے .... (۶۳)

مولانا مفتی محمد شفیع رقمطراز ہیں:

جو شخص ان بنیادی اصولوں میں سے کسی بھی اصول کو چھوڑ دے، خواہ وہ یہودی ہو کہ نصرانی، یا مسلمان اور پھر محض نام کی قومیت کے زعم میں اپنے آپ کو جنت کا ٹھیکیدار سمجھ لے تو یہ صرف اس کی خود فریبی ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی بھی ان ناموں کا سہارا لے کر قریب نہیں ہوسکتا، نہ مقبول بن سکتا ہے جب تک اس میں ایمان وعمل صالح کی روح موجود نہ ہو (۶۴)۔

علاوہ ازیں مسلمان عیسائیوں سے بھی زیادہ حقیقی طور پر حضرت عیسیٰؑ کی عزت وتکریم کرتے ہیں، انہیں اللہ کا کلمہ قرار دیتے ہیں، ان کے معجزات کو بیان کرتے ہیں اور آسمان پر ان کے زندہ موجود ہونے کے ساتھ ساتھ ان کی امام عادل کے طور پر دوبارہ آمد کو یقینی سمجھتے ہیں (۶۵)، اور یہی عقیدہ عیسائیوں کا بھی ہے۔ (۶۶)

پُرامن بقائے باہمی ____ سیرت طیبہ اور اسوہ رسول ﷺ سے استشہاد

حضور اکرم ﷺ کی پوری حیات طیبہ صبر وبرداشت سے عبارت ہے، مکی دور کے تیرہ سال تو سراپا صبر وبرداشت ہی ہیں، مدنی دور بھی صبر وبرداشت اور پرامن بقائے باہمی کے معاہدات اور واقعات سے بھرا ہوا ہے۔ میثاقِ مدینہ اور نجران کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ مسلمانوں اور دوسرے مذاہب والوں کے درمیان پرامن بقائے باہمی کی روشن مثالیں ہیں بلکہ بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے مینارہ نور اور رہنما اصول فراہم کرتے ہیں۔ میثاق مدینہ کی رو سے

- ☆ یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت ہوں گے، یہود اپنے دین پر عمل کریں گے اور مسلمان اپنے دین پر۔
- ☆ اس معاہدہ کے شرکاء کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کی بنیاد پر ہوں گے، گناہ پر نہیں۔
- ☆ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔
- ☆ اس معاہدے کے سارے شرکاء پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت وخون حرام ہوگا۔
- ☆ کسی جھگڑے اور فساد کی صورت میں آخری فیصلہ محمد ﷺ کا ہوگا۔ (۶۷)

نامور سیرت نگار محمد حسین ہیکل اس معاہدے کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یہودیوں کے ساتھ مذہبی رواداری، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی رواداری، امن و سلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہیں'' (۶۸)۔

نجران کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ میں انہیں مندرجہ ذیل حقوق عطا کئے:

''نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب، ان کی زمینیں، ان کا مال، ان کے حاضر و غائب، ان کے وفد، ان کے قاصد، ان کی مورتیں اللہ کی امان اور اس کے رسول ﷺ کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔ ان کے حقوق میں کسی حق پر دست اندازی نہیں کی جائے گی اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدے سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضے میں ہے اسی طرح رہے گا (۶۹)۔

اسی طرح کوہ سنائی کے قریب راہب خانہ سینٹ کیتھرین کے راہبوں کو جو سند نامہ حقوق (Charter) عطا فرمایا وہ بھی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی اور روشن خیالی کے لئے بنیادیں فراہم کرتا ہے۔ (۷۰)

علاوہ ازیں نجران کے عیسائیوں کا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضری کے بعد مسجد نبویؐ میں اپنے طریقے سے نماز ادا کرنا (ای صلو صلا تھم) اور ثقیف کے بت پرست مشرکوں کے وفد کو مسجد نبوی کے ایک گوشے میں خیمے لگا کر ٹھہرانا، حالانکہ خیمے کے لئے مدینہ میں جگہ کم نہ تھی، بعض حضرات نے کہا کہ یہ ناپاک ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا:

لیس علی الارض من نجا ستھم شئی۔ یعنی ان کی نجاست سے زمین پر کوئی اثر نہیں پہنچتا۔ ایسے واقعات ذکر کرنے کے بعد مولانا مناظر احسن گیلانی اپنی کتاب ''مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ'' میں لکھتے ہیں:

''ہم اندازہ نہیں کر سکتے کہ ٹوٹی انسانیت کو اس کے آخری جوڑنے والے نے جوڑنے میں اپنی سرگرمیوں کو کہاں تک پہنچا دیا۔ انسانیت کے سب سے بڑے بہی خواہ ایسے ہی ہو سکتے ہیں'' (۷۱)۔

کیا اسلام کا تصور جہاد و قتال بین المذاہب عالمی اتحاد و ہم آہنگی میں رکاوٹ ہے؟

غیر مسلم عیسائی اور دوسری اقوام میں عام طور پر جہاد کے بارے میں بہت زیادہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اور اسے عام طور پر بین المذاہب ہم آہنگی کے لئے بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا ہے (۷۲)، بلکہ آیاتِ جہاد کو قرآن سے نکالنے کی بھی باتیں کرتے ہیں حالانکہ اگر اسلام کے تصور جہاد کی روح، اس کی ضرورت اور اس کی شرائط و قیود کو صحیح معنی میں سمجھا جائے تو یہ تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں۔

اسلام نے جنگ کی اجازت دو صورتوں میں دی ہے ایک یہ کہ مسلمانوں پر اس حد تک ظلم کیا جائے کہ وہ بنیادی

حقوق سے محروم ہو جائیں (۷۳) (یعنی انسان کی جان' مال' عزت' نسل' دین اور فکر و عقل کا تحفظ نہ ہو سکے) دوسرے یہ کہ ان کے دین کو مٹانے کی کوشش کی جائے۔ حضرت علیؑ کا قول جنگ کے سلسلہ میں اسلام کی روح کو کامل طور پر ظاہر کرتا ہے۔

ولقد كانت حربهم لا طمينان علىٰ امرين ديارهم من تغزو او دينهم من ان يطمس. (۷۴)

مسلمانوں کی دشمنوں سے جنگ دو باتوں کے اطمینان کے لئے ہوتی ہے ایک یہ کہ ان کی بستیوں پر کوئی جنگ نہ مسلط کر دی جائے اور دوسرے یہ کہ ان کے دین کو مٹانے کی کوشش نہ کی جائے۔ ایک اور سکالر اسلامی جہاد کے بارے میں کہتا ہے۔

Although islam permits Jehad but under strict conditions, not for personal aggrandizement or for any wordly gain but for defence purpose and to eradicate courruption and persecution from the society for the welfare of humanity. (57)

اس طرح اسلامی جنگ ظلم کے خاتمے' مظلوموں کی حمایت اور تمام مذاہب کے مقاماتِ عبادت کی حفاظت کیلئے ہوتی ہے۔ (۷۶)۔ اور حضورؐ کا اسوہ اور تعلیمات بھی اس پر شاہد ہیں کہ میدان جنگ میں پہلے مخالفین کو اسلام کی دعوت دی جاتی تھی' اگر وہ قبول نہ کرتے تو جزیہ کی قبولیت کے ساتھ جنگ روک لی جاتی اور اگر یہ دونوں باتیں فریق مخالف قبول نہ کرتا تو پھر جنگ شروع کی جاتی کیونکہ لان الاسلام يدعو الا السلام ولا يقبل الا ستسلام با لبا طل و الا ستسلام فى الخضوع للباطل (۷۷) یعنی بے شک اسلام امن کا خواہاں ہے لیکن باطل کے سامنے جھکنا اور باطل کی تابعداری قبول نہیں کر سکتا۔

اس طرح اگر جنگ کے دوران بھی فریق مخالف صلح کے لئے تیار ہو جاتے تو اس کی پیشکش کو قبول کرتے ہوئے صلح کر لینے کی ہدایت ہے آپؐ کی زندگی اس پر شاہد ہے کہ مکہ کے تیرہ سو سالوں میں مشرکین کی تمام تکالیف کو آپؐ اور صحابہؓ نے جھیلا لیکن جنگ کی صورت نہیں پیدا ہونے دی اور ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں فتنہ و فساد سے بچنے کے لئے یہود و مدینہ سے معاہدہ امن کر لیا اور بعد کی جتنی جنگیں ہوئیں وہ جارحانہ نہیں بلکہ یا تو دفاعی تھیں یا پھر اپنے دین و ایمان اور مسلمانوں کو کسی خطرہ سے بچانے اور ان کے بنیادی حقوق کی حفاظت کے لئے تھیں۔

عام طور پر دنیا کی جنگوں میں کوئی ضابطہ اخلاق نہیں ہوتا بلکہ جنگ میں ہر چیز جائز سمجھی جاتی ہے لیکن اسلامی جہاد (قتال) نفسانیت یا توسیع پسندی کے لئے نہیں' اس لئے جنگ کے دوران بھی اخلاقی قدروں کے لحاظ کا حکم دیا اور ہر قسم کے ظلم سے منع کیا ہے' بچوں' عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے' لوٹ مار اور مثلہ کرنے سے منع کیا' سفراء اور قاصدوں کو امان دینے کا حکم دیا' اسیروں سے نیک سلوک کی تلقین کی اور مخالفین کی دشمنی کی وجہ سے عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے کا حکم دیا۔ (۷۸)

اسی طرح کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دور میں کافی غزوات و سرایا ہوئے۔ لیکن اگر ان تمام غزوات و سرایا

میں اموات کا موازنہ جدید دور کی لڑائیوں خصوصاً جنگ عظیم اول اور دوئم کے ساتھ کر دیا جائے تو پھر آپ ﷺ کے دشمنوں کو بھی آپ ﷺ پیغمبر رحمت رافت اور رحمت اللعالمین نظر آئیں گے۔ اور وہ کبھی بھی حضورت ﷺ کے دور کی لڑائیوں اور اسلامی جہاد کو بین المذاہب ہم آہنگی اور امن کے لئے خطرہ اور رکاوٹ قرار نہیں دیں گے۔ عہد نبوی کے کل غزوات وسرایا میں صرف ۲۵۹ مسلمان شہید ہوئے' ۱۲۷ زخمی ہوئے' مخالفین کے ۷۵۹ افراد مقتول ہوئے' اور ۶۵۶۴ا افراد قید ہوئے، ۶۳۴۷ کے بارے میں صاف معلوم ہے کہ حضورؐ نے انہیں از راہ لطف واحسان بلا کسی شرط کے آزاد کر لیا (۷۹)

اس کے مقابلے میں جنگ عظیم اول میں تقریباً دس ملین افراد اور جنگ عظیم دوئم میں بیس ملین سے زیادہ افراد مارے گئے (۸۰)۔ اسی طرح عراق کی جنگ کے دوران تین لاکھ سے زیادہ (پانچ سال سے کم عمر) بچے مارے گئے۔ (۸۱)

آخری بات:

گزشتہ صفحات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلام دین وسلامتی ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے اور اس کی تعلیمات ہر لحاظ سے اور ہر جگہ امن کو فروغ دیتی ہے اور پر امن بقائے باہمی Peaceful Co-existence کی ضامن ہیں' اور مسلمان قرآنی تعلیمات اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں دیگر تمام اقوام اور مذاہب کے ساتھ امن وسکون سے رہ سکتے ہیں اور عالمی امن وآشتی کو فروغ دے سکتے ہیں، یہ اسلام کا حکم بھی ہے اور وقت کی اہم ضرورت بھی' لیکن مغربی میڈیا کے تعصب کا کیا کیا جائے جس نے چند واقعات کی وجہ سے سارے مسلمانوں کو اشتعال انگیز ناموں سے یاد کرنا شروع کر دیا جیسے بنیاد پرست Fundamentalist، انتہا پسند extremist، دہشت گرد Terrorist اور جنونی Fanatics وغیرہ۔

حالانکہ انتہا پسندی اور دہشت گردی کی بنیادی وجہ بنیادی حقوق سے محرومی اور کئی اسلامی ممالک میں امریکہ اور ویسٹ کی بے جا دخل اندازی اور ظلم وتشدد ہے جو بین المذاہب عالمی اتحاد اور ہم آہنگی کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے نہ کہ اسلامی اور مغربی ملکوں کے مسلم اور غیر مسلم عوام (وہ تو سب امن وہم آہنگی چاہتے ہیں)، جیسا کہ وفاق المدارس العربیہ کے ناظم نے اپنے ایک بیان میں واضح کیا:

> "مغرب اگر مسلمانوں سے بات چیت کا خواہش مند ہے تو اسے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ مسلمان کیا چاہتے ہیں اور ان کے غصے کی وجہ کیا ہے.....؟ سیدھی سی بات ہے کہ اہل مغرب کو چاہیے کہ وہ امریکہ کو سمجھائیں کہ اگر وہ مسلمانوں کے غیض وغضب کے سامنے بند باندھنا چاہتا ہے تو اسے فلسطین کے عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم کے سلسلے کو روکنا ہوگا۔ عراق وافغانستان میں ظلم وستم کا سلسلہ ختم ہو

گا، اسرائیل کی سرپرستی سے دست کش ہونا ہوگا اور ایک ایک کر کے اسلامی ممالک کو نشانہ بنانے، انہیں تباہ و برباد کرنے اور ان کے وسائل پر قبضہ کرنے کی پالیسی کو ترک کرنا ہوگا۔ امریکہ میں ہر سطح پر ہر روز یہ بحث جاری رہتی ہے کہ مسلم دنیا میں امریکہ کے خلاف کیوں جذبات پائے جاتے ہیں اور امریکہ کی مقبولیت میں دن بدن کمی کیوں ہوتی جارہی ہے....... ؟ نام نہاد مفکرین ان سوالات کے عجیب و غریب جوابات دیتے ہیں، لیکن عقل کے اندھوں کی نظر ان عظیم بے انصافیوں کی طرف نہیں جاتی جو مسلمان ممالک اور ان کے وسائل کے ساتھ روا رکھی جارہی ہیں...... افغانستان، عراق، فلسطین، کشمیر اور دنیا کے مختلف خطوں میں بے گناہ لیکن حریت پسند مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے کا مکروہ سلسلہ جب تک جاری رہے گا، دنیا حقیقی امن اور سلامتی سے ہمکنار نہیں ہوگی۔" (۸۲)

یہ ایک فرد کی آواز نہیں بلکہ تمام مسلمانوں کے جذبات کی آئینہ دار ہے، اور یہ حقیقت ہے کہ بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی اتحاد کی کوششیں اس وقت تک بار آور نہیں ہوسکتیں جب تک مختلف مذاہب کے ماننے والے حالت امن میں نہ ہوں اور ان کی جان مال اور عزت و آبرو محفوظ نہ ہو۔

مسلمان ہر وقت سلامتی اور امن کے پھیلانے اور اسے قبول کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں کیونکہ وہ تو ایک امت دعوت کے افراد ہیں اور ان کا مقابلہ کسی سے بھی ہو، ان کا مقصد دشمن کی تباہی نہیں ہوتا بلکہ انسانیت کی فلاح اور اصلاح ہوتا ہے اور اللہ کے بندوں کو خواہ وہ کہیں بھی ہوں اور کسی بھی نظام کے تحت ہوں، بالآخر دلائل و براہین کے ساتھ اس عالمگیر راستے کی طرف بلانا ہے جس کی طرف سب انبیا بلاتے رہے۔

مواصلاتی انقلاب اور جدید سہولتوں نے دنیا کے تمام ممالک کو محلوں کی حیثیت دے کر دعوت کے کام کو نہایت آسان بنا دیا ہے، اس لئے ہمیں آج اسلام کے پیغامِ محبت اور سلامتی کو عام کرنا ہے اور بین المذاہب ہم آہنگی اور اتحاد کے لئے آگے سے بڑھ کر کام کرنا ہے۔ جدید دور میں بین المذاہب ڈائیلاگ (Inter-Religious Dialogue) سے گھبرانے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے صلح حدیبیہ کی طرح مسلمانوں اور دوسرے مذاہب والوں کے درمیان Free Interaction کا ایک نادر موقع سمجھنا چاہیے اور قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس طرح کی کوششوں میں شریک ہو کر اسلام کے پیغام امن و محبت اور اخوت و بھائی چارے کو عام کرنا چاہیے۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن گزشتہ تمام کتابوں کی مصدق و مھیمن ہونے کے ساتھ ساتھ افراط و تفریط سے پاک تمام مسائل کے حل کے لئے زندہ تعلیمات رکھتی ہے۔ جب تک ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر دوسروں کے ساتھ گفتگو اور مکالمے Dialogue کا راستہ اختیار نہیں کریں گے اس وقت تک ہم اپنا نقطہ نظر دوسروں تک نہیں پہنچا سکتے۔ اس

لئے میری تجویز ہے کہ دوسرے ممالک کی طرح پاکستان میں بھی ایک ''بین الاقوامی معیار کا بین المذاہب مکالمہ کا ادارہ'' قائم ہو جس میں اسلام اور دیگر ادیان کا تقابلی جائزہ بھی ہو، مشترکہ نکات کی تلاش بھی ہو اور اسلام کے پیغام امن وسلامتی اور اخوت کو بھی عام کیا جائے۔ اس ادارے میں پاکستان اور ساری دنیا کے چوٹی کے سکالرز کو لیکچرز کے لئے بلایا جائے اور پھر ان کے لیکچرز کو پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے تمام دنیا تک پہنچایا جائے، تا کہ عملی طور پر لیحق الحق و یبطل الباطل کے مطابق حق کا اثبات اور باطل کا ابطال ہو جائے (۸۳)۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حقیقی معنیٰ میں اسلام پر استقامت کے ساتھ اس کی طرف بلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللھم اھدنا واھد بنا و جعلنا سببا لمن اھتدی ۔

(آمین یارب العالمین)

حوالہ جات(Reference)

1. leonard swidler's draft of Global Ethics on Astro-temple-edu/dialogue, www.dialogroup.com and also see for detail "Science-Religion Dialogue, Volume-4 no. 1,2, 2005, online www. hssrd. org/jourial

۲۔ البقرۃ :۲۵۶۔

۳۔ الکھف :۲۹۔

۴۔ الحج :۶۷۔

۵۔ المائدہ : ۴۸۔

۶۔ الانعام :۱۰۹۔

۷۔ الشوریٰ :۱۵۔

۸۔ الکفرون :۶۔

۹۔ الشوریٰ :۴۸۔

۱۰۔ الشوریٰ :۶۔

۱۱۔ قٓ :۴۵۔

۱۲۔ الغاشیہ :۲۲۔

۱۳۔ یونس :۹۹۔

۱۴۔ کتاب الخراج امام ابو یوسف صفحہ۱۴۳۔ بحوالہ ''اسلام اور جدید دور کے مسائل'' مولانا تقی امینی صفحہ ۳۳۵۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔ ایضاً۔

۱۷۔ ایضاً۔

۱۸۔ ردالمختار جلد ۳ صفحہ ۲۷۳۔ بحوالہ اسلامی ریاست میں ذمیوں کے حقوق۔ مولانا مودودی ۱۶ اور مولانا تقی امین، ۳۳۶

۱۹۔ الاموال صفحہ ۱۴۰ بحوالہ اسلام اور جدید دور کے مسائل صفحہ ۳۳۶۔

۲۰۔ طبری۔ بحوالہ مذکورہ صفحہ ۳۳۷۔

۲۱۔ اسلام اور جدید دور کے مسائل صفحہ ۳۳۷۔

۲۲۔ آل عمران۔ آیت ۶۴۔ (۳:۶۴)

۲۳۔ علاء الدین علی ابن محمد بن ابراہیم المعروف بالخازن: لباب التاویل فی معانی التنزیل (تفسیر خازن) (مصر مطبہ التقدم العلمیہ، 1331ھ)، ج ا، صفحہ ۳۰۲۔

۲۴۔ حافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر: تفسیر ابن کثیر (کراچی: قدیمی کتب خانہ) ج ا، صفحہ ۳۷۱۔

۲۵۔ جاراللہ محمود ابن عمر زمخشری: کشاف عن حقائق التنزیل وعیون القاویل (مصر، شرکتہ مکتبہ، 1948)، جلد ا، صفحہ ۳۲۷

۲۶۔ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی: تفسیر مظہری، اردو ترجمہ (کراچی: دارالاشاعت)، جلد ۲، صفحہ

۲۷۔ الاستاد الشیخ طنطاوی جوہری: الجواہر فی تفسیر القرآن (مصر: مطبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، 1350ھ) جلد ا، صفحہ ۱۲۶۔ ۱۲۸۔

۲۸۔ الامام ابی بکر احمد بن علی الجصاص، احکام القرآن (بیروت: دارالکتب العمیہ) جلد ۲ صفحہ ۲۰۔ ۱۹

۲۹۔ الامام فخر الدین الرازی: التفسیر الکبیر (بیروت، دارلاحیاء التراث العربی، 1999) جلد ۳۔ صفحہ ۲۵۱۔ ۲۵۲

۳۰۔ علامہ شبیر احمد عثمانی: تفسیر عثمانی (کراچی: دارالتصنیف، 1975) صفحہ ۷۵۔

۳۱۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء القرآن (لاہور: مکتبہ ضیاء القرآن، 1995) جلد ا، صفحہ ۲۳۹۔ ۲۴۲۔

۳۲۔ علامہ محمد رشید رضا مصر: تفسیر المنار (بیروت: دارلکتب العمیہ، 1999) جلد ۳، صفحہ ۲۷۰۔

۳۳۔ مولانا سلیم اللہ خان: کشف الباری فی شرح بخاری (کراچی: مکتبہ فاروقیہ 2004) جلد ا، بدء الوحی، صفحہ ۵۳۵۔

۳۴۔ تفصیل ملاحظہ ہو القرآن، ۲۱:۲۵، ۷:۵۹، ۷:۷۳، ۸۵۔

35. Langdon: Semitic Mythology, Introduction P.18 cited in Maulana Abdul Majid Daryabadi: English translation and Commentary: (Karachi: Taj Comp. 1971), P.33-A, 160-A.

36. Harun Yahyha: Islam denounces Terrorism (New York: Tehrik Tarsil-ul-Quran, 2002) P,85

37. Khalid Duran: Muslims Perspective on Global Ethics on Astro-temple-edu/dialogue, www.dialogroup.com

۳۸۔ الحدیث بحوالہ معارف القرآن لد ۲۔ صفحہ ۱۹۰۔

۳۹۔ متی، ۳۹:۵، عہد نامہ جدید (انجیل مقدس) ۸، لیاں آیت نمبر ۴۴ میں ہے "میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرو" (لاہور: پاکستان بائبل سوسائٹی انار کلی 1984) ۸۔۹۔

۴۰۔ القرآن، ۲۲:۱۳، ۴۱، ۳۴:

۴۱۔ الحدیث مشکوٰۃ جز ثانی۔ صفحہ ۴۵۸۔

۴۲۔ متی، باب نمبر ۵:۳، ۸۱، زبور اور عہد نامہ جدید (لاہور: پاکستان بائبل سوسائٹی، 1984)، ۶

43. H.U. Weitbrecht Stanton: The Teachings of the Quran, reprint (NY: Biblo & Tnnen, 1969, P. 71. quoted in Ghulam Haider Aasi: Muslim understanding of other Religions (IIt& IRI: Islamabad, 1999) P.1

۴۴۔ القرآن ۸:۸

۴۵۔ مھیمن ' قرآن کی صفت کے طور پر سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر ۴۸ میں استعمال ہوا ہے۔اس کے مختلف معانی ہیں مثلاً محافظ، نگہبان، نگران، شاہد اور امین، مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں۔

Protector, Taht is one of the outstanding merit of the Quran. Not Only it embodies with itself all the truths of the old scriptures, but is also stands to preserve them from corruption, and serve as a text whereby teir perversions, interpolations and inaccuricies can be known and corrected, P.107-A. Vol-I, Ibid

۴۶۔ راقم الحروف نے 2001,02 اور 04 میں فلاڈلفیا، امریکہ میں انٹرنیشنل کانفرنسوں میں جن کا مرکزی موضوع مذہب اور سائنس اور اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث تھا، شرکت کی ہے اور ان کانفرنسوں کے دوران مختلف سکالرز سے بات چیت ہوتی رہی ہے، یہ اُسی کی طرف اشارہ ہے۔

۴۷۔ القرآن ۲:۲،۲۸۵:۲:۱۳۲ اور ۲۹:۴۶

۴۸۔ القرآن ۳:۱۱۳۔۱۱۵

۴۹۔ القرآن: ۵:۸۳۔۸۳

۵۰۔ القرآن: ۵:۴۴، ۴۵، ۴۷

۵۱۔ اس موضوع پر میری بات نیویارک کے پادری فیرابی سے ہوئی اور اس نے خود کہا کہ ہم بائبل کو خدا کا کلام نہیں سمجھتے بلکہ ۴۵ عیسوی کے بعد حضرت عیسیٰ کے شاگردوں سے نقل کردہ کلام سمجھتے ہیں۔ اس طرح تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو حوالہ نمبر 43 میں غلام حیدر صاحب کی کتاب۔

۵۲۔ القرآن: ۵:۴۴

۵۳۔ القرآن: ۵:۴۷

۵۴۔ القرآن: ۴:۱۷۱۔۱۷۲۔

۵۵۔ راقم الحروف کی اس موضوع پر دنیا کے چوٹی کے عیسائی سکالرز سے گفتگو ہوئی ہے، ارجنٹینا کا فادر لوسیو فلوریو، سینٹر فار تھیالوجی اینڈ نیچرل سائنسز (CTNS) برکلے کیلیفورنیا کا سابقہ ڈائریکٹر ڈاکٹر پیٹرس کے لیول کے عیسائی دانشوروں کے ساتھ ابن اللہ کے حوالے سے جب بات چیت ہوئی تو راقم نے کہا کیا آپ ایمانداری سے سمجھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اسی طرح اللہ کے بیٹے ہو سکتے ہیں جیسے میرے اور آپ کے بیٹے ہوتے ہیں یعنی جن کی پیدائش Semen اور اس میں موجود Sperms اور Ova سے ہوتی ہے تو وہ سب ایک دوسرے کو حیرانی سے دیکھنے لگے اور پھر ڈاکٹر پیٹر نے کہا کہ عبدل (مراد عبدالماجد) صحیح کہتا ہے کیونکہ خدا کی اولاد یا بیٹا نہیں ہوسکتا، بہر حال پھر کہا ہم استعارتاً (Allegorically) ایسا کہتے ہیں، راقم نے کہا اس طرح تو ساری مخلوق اللہ کا کنبہ اور اس کی تخلیق ہے نہ کہ اولاد، بہر حال ہمیں اس طرح کے مکالمے کی ضرورت ہے ان کی بات سننے کی ضرورت بھی ہے اور قرآنی آیات کی

روشنی میں اپنی بات سنانے کی بھی اس موضوع پر کئی کتابیں دیکھی جاسکتی ہیں مثلاً ڈاکٹر حمودہ کی Islam in focus وغیرہ

۵۶۔ Willia.m L.Rowe:Philosphy of Religion,An Intordudtion (Belmont, CA:Wadsworth), P.164,and see Muslim and the west Encouter & Dialogue(Ed.)Zatar Ishaq Ansari & John Esposito,esp Chap.4,and Syed Ameer Ali :The Spirit of Islam,chap.4

۵۷۔ القرآن:۲:۱۳۵

۵۸۔ القرآن:۲:۱۱۱

۵۹۔ القرآن:۲:۱۳۰

۶۰۔ القرآن:۶:۱۶۲

۶۱۔ یہ آیت معمولی لفظی تبدیلی کے ساتھ قرآن میں دو دفعہ آئی ہے، البقرہ آیت نمبر ۶۲ اور المائدہ آیت ۶۹۔

۶۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد: ام الکتاب (لاہور: مکتبہ جمال، ۱۹۹۹)، صفحہ ۲۶۹۔۲۷۰

۶۳۔ تفسیر عثمانی۔ صفحہ ۱۵۲

۶۴۔ مفتی محمد شفیع: معارف القرآن (نیو دہلی: فرید بک ڈپو، ۱۹۹۸)، جلد ا، صفحہ ۲۳۵۔

نجات کے حوالے سے انتہائی خوبصورت بحث محترم خرم مراد صاحب نے کی ہے: جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے، قرآن نے ان کے لئے نزول کے وقت (الذین آمنوا) کے الفاظ استعمال کئے۔ اس کے دو مفہوم ہیں، ایک وہ جو امت مسلمہ سے تعلق رکھتے ہیں اور دوسرے وہ جو واقعی ایمان رکھتے ہیں (البقرہ ۲:۶۲، ۴:۱۳۶، ۵:۶۹) چنانچہ نجات کا انحصار محض امت مسلمہ سے تعلق رکھنے پر نہیں۔ اس حوالے سے جب راقم سے ایک عیسائی دانشور ڈاکٹر پیٹر جو اس وقت یعنی 2001ء (CTNS) کے ڈائریکٹر تھے، پوچھا کہ:

Abdul, Do you think Christans will be saved at last or Is there salvation for Christians?

میرا جواب ہاں (Yes) میں سن کر حیران ہو گئے پھر راقم نے قرآن کی چند آیات کا حوالہ دیا خصوصاً سورۃ العمران آیت ۱۹۹ کا اور اہل کتاب میں بعض وہ بھی ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر، جو نازل ہوا آپ کی طرف (قرآن عظیم) اور جو اتران کی طرف عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے اور نہیں لیتے اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا، یہی ہیں جن کے لئے اجر ہے ان کے رب کے ہاں کہ نجات Salvation کیلئے یہ شرط ہے کہ تمام کتابوں پر بلا استثناء ایمان اور یقین لانا ہے میں نے کہا کہ قرآن کی بنیاد تعلیم لانفرق بین احد من رسلہ کی ہے کہ مسلمان نہیں رہتا جب تک عیسیٰ کی نبوت پر اور اصلی انجیل کی صداقت پر ایمان نہ لائے اور عیسائی خدا کی بادشاہت میں داخل ہوگا جب تک وہ تمام پیغمبروں بشمول حضرت محمد ﷺ اور قرآن پر ایمان نہ لائے۔ یہی وہ نقطہ ہے جس پر ہم سب جمع ہو سکتے ہیں۔

۶۵۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو معارف القرآن جلد ۲۔ صفحہ ۶۰۱ تا ۶۰۵۔ وہاں پر مفتی صاحب نے امام ابن کثیر کا قول لکھا ہے:

قد تو الاحادیث عن رسول اللہ انہ اخبر بنزول عیسی قبل یوم القیامۃ اما ماعادلا

۶۶۔ عہد نامہ جدید میں ہے:

So christ.....will apear a second time ...to bring salvation to those who are waiting for him (Heb. 9:28)

۶۷۔ مولانا صفی الرحمان مبارک پوری: الرحیق المختوم (لاہور: المکتبہ سلفیہ) صفحہ ۲۶۲۔۲۶۳

۶۸۔ محمد حسین ہیکل: حیات محمد ﷺ ۔ صفحہ ۲۰۷ بحوالہ حافظ محمد ثانی: رسول اکرم ﷺ اور رواداری (کراچی: فضلی سنز ۱۹۹۹) صفحہ ۵۸

۶۹۔ رسول اکرم ﷺ اور رواداری صفحہ ۵۹۔۶۰

۷۰۔ ایضاً ۶۱۔۶۲ اور سید امیر علی کی سپرٹ آف اسلام، باب نمبر ۴ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

۷۱۔ مولانا مناظر احسن گیلانی: مسلمانوں کی فرقہ بندیوں کا افسانہ (لاہور: ادارہ اسلامیات)، صفحہ ۱۰۳ تا ۱۱۰

۷۲۔ ڈاکٹر جیفری لینگ لکھتے ہیں:

The belief that Islam promotes violence is so deeply in grained in the Western experience that it can be called ■ cultural axiom . Almost no one in the west would challange the notion that Islam encourages muslims to use force in order to spread the religon ., Jeffery Lang : Even Angels Ask,A journey to Islam in America (Lahore: Suhail Academy, 2000),P .117

۷۳۔ یہ پانچ حقوق حقوق فقہا اسلام نے قرآن و حدیث کی تعلیمات کی روشنی میں متعین کیے ہیں۔ اصلی عبادت موافقات شاطبی جلد ۴ صفحہ ۲۲ کی ملاحظہ ہو مجموع الضروریات خمسۃ حفظ الدین النفس والنسل والمال والعقل۔ فقہا نے لکھا اگر ان پانچ حقوق کی رعایت نہیں کی جائے گی تو انفرادی زندگی میں فساد و بگاڑ پیدا ہوگا اور پھر قومی و بین الاقوامی معاملات میں بھی کشیدگی پیدا ہوگی۔ اسلام نے ہر ایسے طریقے کو منع کیا ہے۔ جس کی وجہ سے انسان کے یہ پانچ حقوق معطل ہوں۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔ اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات از مجیب اللہ ندوی، صفحہ ۵۸

۷۴۔ العلاقات الدولہ صفحہ ۱۵ بحوالہ بالا صفحہ ۱۴۸

۷۵۔ تفصیل کیلئے دیکھیں اشتیاق حسین قریشی The Religion of Peace اور بیرسٹر عبد الرحمان کی کتاب The Peace اور راقم الحروف کا مضمون Interfaith Relationship: Islamic Perspective in Science-Religion Dialogue (Mansehera: HSSRD, 2005) P 97 to 107& on line wow .hssrd.org journal -05

۷۶۔ مفہوم قرآنی آیات۔ سورۃ الحج ۳۹،۴۰

۷۷۔ قول شیخ ابوھرہ بحوالہ نمبر ۷۴

۷۸۔ سیرت النبی جلد ۱ صفحہ ۳۴۰ اور الجہاد فی الاسلام۔ مصنف مولانا مودودی صفحہ ۲۲۴، ۲۳۴ اور مزید تفصیل ملاحظہ ہو در کتب حوالہ نمبر ۷۵

۷۹۔ قاضی سلمان منصور پوری۔ اسوہ حسنہ۔ مسلم پبلیکیشنز۔ اردو بازار، لاہور صفحہ ۷۶، اور رحمت للعالمین (لاہور: غلام علی اینڈ سنز پبلشرز) جلد ۲ صفحہ ۲۱۳ ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے غزوات و سرایا میں غیر مسلم کی تعداد اموات ۱۵۰ اور مسلم ۲۰ لکھی ہے عہد نبوی کے میدان جنگ (لاہور، اسلام اکیڈمی) ص ۷

۸۰۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی: رسول اکرم اور رواداری۔ صفحہ ۲۵۰ ۲۵۲، وھان جنگ عظیم اول میں تعداد 7338000 اور دوم میں 43443011 لکھی ہے۔

۸۱۔ Ramsey clark :Impact International, vol 25 No9 ,Sep 1995

۸۲۔ مولانا محمد حنیف جالندھری: مغرب سے مذاکرات، ایک خط کا جواب، ماہنامہ وفاق المدارس، صفر المظفر ۱۴۲۶ھ صفحہ ۴۹ ۵۰ (ملتان: وفاق المدارس شیر شاہ روڈ)

۸۳۔ القرآن: ۸:۸

یآ هل َالکتاب تعالو الی کلمة سوٰاء بیننا و بینکم کے حوالے سے دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و رہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت، تعلیمات نبوی اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

مصطفیٰ خان وزیر۔ پشاور

قل یا هل الکتب تعالو ا الی کلمة سوآء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله . فان تولوا فقولو الشهدو ابانا مسلمون o (ال عمران ۳/۶۴)

ترجمہ: اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان برابر ہے یہ کہ۔ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ کسی چیز کو اس کا شریک ٹھہرائیں نہ اللہ کو چھوڑ کر ہم ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں پھر اگر وہ پھر جائیں تو ان سے کہدو کہ تم گواہ رہو ہم (خدا کے) فرمانبردار ہیں۔

موجودہ دور فتن ایک عالمگیر سانحہ ہے اللہ بطور وعید اس کی نشاندہی یوں کر چکا ہے:

ظهر الفساد فی البر والجر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلهم یرجعون o (الروم ۳۰/۴۱)

خشکی وتری میں انسان کے ہاتھوں (بداعمالیوں کے سبب) فساد ظاہر ہو گیا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کی بداعمالیوں کا مزہ چکھائے شاید وہ پلٹ آئیں۔

چونکہ اس وقت اقوام عالم باہم ودیگر بامشت وگریبان ہیں دونوں عالم گیر جنگوں کی بربادی وتباہی سے سبق حاصل نہ کر سکے کہ پلٹ آتے ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی پانچ سالہ عالمی جنگ کے اختتام پر امن عالم اور آئندہ جنگوں کے سدباب کے لئے جو لیگ آف نیشنز بنائی گئی وہ چند بڑوں کی پوری دنیا پر اجارہ داری قائم کرنا چاہتی تھی لہٰذا بمشکل ۱۲ سال چل سکی پھر ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء کی چھ سالہ دوسری جنگ عظیم پچھلی سے کئی گنا زیادہ شدت سے پھیل گئی تباہی و بربادی کے اعداد وشمار کی یہاں ضرورت نہیں نہ ہی جاپان کے ہیروشیما اور ناگاساکی پر امریکی ایٹم بم گرانے کی تفصیل یہاں درکار ہے۔ بہر حال جو قومیں جنگ ہار گئیں

انہیں مفلوج کر دیا گیا بلکہ بعض کا باہمی بٹوارہ بھی کیا گیا۔ پھر موجودہ یو این او کی عالمی تنظیم کی بنیاد ڈالی گئی۔ انجام کار اس تنظیم پر اب ایک سپر پاور کی مکمل اجارہ داری قائم ہوگئی ہے یہ تنظیم اس کی لونڈی بن کر رہ گئی ہے۔ جتنا عرصہ یہ تنظیم مکمل طور پر امریکہ کی داشتہ نہ بنی تھی دنیا میں سرد جنگ جاری تھی عالمی معاشیات پر قبضہ کی کوشش جاری رہی تیسری دنیا خصوصاً افریقہ، مشرقی ایشیا، لاطینی امریکہ، چیچنیا، بوسنیا وغیرہ پر قبضہ مضبوط کیا جاتا رہا۔ پھر ایران عراق کو کمزور کرنے کے لئے لڑایا گیا۔ افغانستان میں جہاد کے نام سے روس کے خلاف جنگ کا آغاز ہوا۔ روس کا شیرازہ بکھر گیا۔ تب یک دم امریکہ کو سُپر پاور کا مقام ملا۔ افغانستان اور عراق پر قبضہ کرلیا اب اپنے قبضہ کو دوام دے رہے ہیں۔ ان جنگوں کو دہشت گردی کے خلاف کروسیڈ یا جہاد کا نام دیا جا رہا ہے لیکن جیسے ہر انسان جانتا ہے کہ امن اور عدل ایک ہی سکے کے دو رخ ہیں ایک کی غیر موجودگی میں دوسرے کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے پس امن و عدل دونوں مفقود ہیں گو مومن اور مسلم اپنی مصدری ترکیب کے لحاظ سے امن اور سلامتی کے متقاضی بلکہ ذمہ دار ہیں۔ مگر نام زندگی برخلاف نہاد ون امن و سلامتی کے لئے آج مومن و مسلم کہلانے والے سلامتی کونسل کے محتاج ہیں جبکہ ان پانچ درجن بظاہر آزاد کہلانے والے مسلم ممالک کا قبلہ ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ہے بلکہ ہر ایک کے اندرون ملک ارباباً من دون اللہ کے طور پر خاندانی، قبائلی، لسانی، تہذیبی، علاقائی، مذہبی مسلکی فرقہ وارانہ تشدد کے بتوں کی کھل کر پرستش ہو رہی ہے مزارات، تکیے، مشائخ کی پوجا اور عرسی میلے اس کے علاوہ ہیں زر پرستی، در پرستی، شر پرستی، نر پرستی اور خر پرستی کی دھوم ہے حالانکہ انہیں اس کے خلاف سختی سے حکم دیا گیا ہے:۔

الحج ۲۲/۷۴:

> یا یھا الناس ضرب مثل فاستمعو اله .ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقو اذبابا و لو اجتمعوالـه ،.و ان یسلبهم الذباب شینا لا یستنفذوه .ضعف الطالب و المطلوب (۷۳)ماقدرو الله حق قدره. ان الله لقوی عزیز(۷۴)
>
> لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اسے غور سے سنو، جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے چاہے سب کے سب جمع ہو جائیں۔ اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اس سے چھڑا بھی نہیں سکتے مدد مانگنے والے اور جن سے مدد مانگی جاتی ہے دونوں بے بس ہیں ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ جانی جیسے اس کا حق ہے بیشک قوت و عزت والا تو فقط اللہ ہی ہے۔

لہٰذا وہ اپنی خو نہ بدلیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں کا مصداق ہیں اوپر سے عذاب، نیچے سے عذاب، عذاب کے اوپر عذاب جو تھمنے کا نام تک ہی نہیں لیتا۔ آخر ہمیں بطور خیر امت سوچنا چاہئے کہ رحمۃ للعالمین کے امتی کہلاتے ہوئے ہم پر

ان عذابوں کے نزول کے اسباب کیا ہیں ان سے کیسے اور کیونکر چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔ ایک زمانہ تھا کہ اسلام اور مسلمان ہم معنی تھے مگر جیسے ظاہر ہے کہ اب قطعاً ایسے نہیں بلکہ ایک دوسرے کی ضد ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمیں انتہا پسند (Extermis)، جنونی (Fanatics)، دہشت گرد (Terrorists)، قدامت پسند یا بنیاد پرست (Fundamentalists) وغیرہ کے عمدہ عمدہ القاب اور تمغوں سے نوازا جا رہا ہے۔ حالانکہ یہ امر ثابت ہے کہ جتنی انتہا پسندی وغیرہ خود دیگر اقوام میں ہیں جس پر ان کی مذہبی کتب شاہد ہیں اتنی مسلمانوں میں اب بھی نہیں ہے۔

رہ گیا اسلام تو قرآن میں ایک بھی ایسی آیت نہیں ہے جو انتہا پسندی کی اجازت دے یا جس کی بنا پر ہم شرمندگی محسوس کریں۔ ملاحظہ ہو:۔

جان ڈیون پورٹ اپنی انگریزی کتاب ''اپالوجی فار محمدؐ اینڈ دی قرآن'' میں لکھتا ہے:

ترجمہ:۔ ''فی الحقیقت قرآن عیوب سے ایسا مبّرا ہے کہ اس میں خفیف سے خفیف ترمیم کی بھی ضرورت یا گنجائش نہیں اول سے آخر تک اسے پڑھا جائے تو اس میں کوئی بھی ایسا لفظ نہ پاؤ گے جو پڑھنے والے کو شرمندہ کرے۔''

(ماخوذ از خطبہ ۱۳۱۲ء حسین احمد مدنی آل انڈیا مسلم ایجوکیشن کانفرنس علی گڑھ کی ۵۰ سالہ تقریب)

اندریں حالات ہمیں پورا پورا حق ہے کہ ابتدائی خالص اسلام کی بنیاد پر ہم جملہ اقوام عالم بالخصوص اہل کتاب کو دعوت دیں کہ چلو۔ ''موسیٰ بادین خود عیسیٰ بادین خود'' اپنا چھوڑ و مت دوسروں کا چھیڑ و مت۔ تاہم کچھ مشترک اعلیٰ انسانی قدریں ہیں جو مسلمانوں اور اہل کتاب دونوں سے پر زور مطالبہ کرتی ہیں۔ کہ اُن کو بنیاد بنا کر باہمی صلح آشتی اول عدل و انصاف سے رہا کریں۔ پنچ شیلا قائم کریں۔ ان میں بنیادی طور پر اللہ کی صحیح بلا شرکت غیرے بندگی کی مشترکہ قدر ہے جس کا ذکر اوپر سورۃ الحج میں ہو چکا ہے اور یہ قطعی طور پر غیر مختلف کلیہ قدر ہے کوئی مسلمان یا اھل کتاب اس کا اصولی طور پر انکار نہیں کر سکتا۔ سب جانتے ہیں کہ معبودان باطل بت ہوں، زیارات ہوں، حکام ہوں، مشائخ عظام ہوں یا اور کوئی شے واقعی ایک مکھی ہی کیا مکھی کا پر بھی نہیں بنا سکتے چاہے سب بمعہ ان کے مجاوران مجاز، پیران مغان اپنی چرب زبانی، اوھامِ باطلہ اور گمراہ عوام الناس کی مرکب جہالت سے کیوں نہ غلط فائدہ اٹھائیں۔ تاہم بطور داعی ہمیں اپنا قبلہ دعوت دینے سے قبل درست کرنا پڑے گا جیسے ہمیں ہدایت کی گئی ہے:۔

الٰ عمران ۳/۱۰۳:

یا یھا الذین امنو اتقو اللہ حق تقتہ و لا تموتن الا وانتم مسلمون (۱۰۲) واعتصمو ا

بحبل الله جميعا ولا تفرقوا . واذ كروا نعمت الله عليكم اذ كنتم اعداء فالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا و كنتم على شفا خفرة من النار فانقذ كم منها. كذلک يبين الله لكم ايته لعلكم تهتدون O

اے ایماندارو: اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اس کی تمام شرائط کے ساتھ اور تم پر موت نہ آئے مگر ایسی حالت میں کہ تم پوری طرح فرمانبردار ہو۔ اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو پراگندہ مت ہو۔ اور اللہ کا احسان یاد کرو جو اس نے تم پر کیا ہے جب تم باہم دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی جس کے نتیجہ میں تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے مگر اس نے تمہیں اس سے بچالیا اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاسکو۔

یہاں واضح الفاظ میں مسلمانوں سے درج ذیل خصوصی مطالبات کئے گئے ہیں:

۱۔ اللہ کا تقوی پوری طرح غیر مشروط طور پر اختیار کرو۔

۲۔ مرنے سے قبل پوری طرح فرمانبردار بنو۔

۳۔ اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو۔

۴۔ کسی بنیاد پر بھی باہمی فرقے پارٹیاں وغیرہ مت بناؤ۔

۵۔ اللہ نے اپنے احسان سے تمہیں بھائی بھائی بنایا۔ اسے کبھی مت بھولو۔

۶۔ تم آگ کے کنارے کھڑے تھے اس نے تمہیں بچایا۔ واپس اس آگ میں مت کر دو۔

۷۔ ان واضح نشانات کو خاطر میں رکھ کر ان کی بدولت ہدایت حاصل کرو۔

گویا فرقہ پرستی پارٹی بازی قوم پرستی وغیرہ نت نئے تراشیدہ بت ہیں ان کی پرستش نہ کرو بلکہ سچے خالص مومن مسلمان بن کے رہو۔ نہ اس کشتی کے سواروں کی مانند ہو جس کی مثال رسول پاک ﷺ نے یوں دی ہے:۔

”عن نعمان بن بشير ....قال قال رسول الله .... ترجمہ: جو شخص اللہ کی حدود پر قائم ہے اور وہ جوان سے تجاوز کرنے والا ہے ان کی مثال ان لوگوں کی سی ہے جو کسی کشتی میں قرعہ ڈال کر سوار ہوئے بعض اوپر والی منزل میں تھے بعض نچلی منزل میں تھے۔ جب نچلی منزل والوں کو پانی کی ضرورت ہوتی تو اوپر والوں کے پاس جاتے پھر آپس میں کہا کہ ہم کیوں نہ اپنے حصے میں سوراخ کرلیں۔ کہ اس سے پانی حاصل کریں اور اوپر والوں کو بھی اذیت نہ دیں۔ اگر اوپر والے ان کو

ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کو ان کے ارادے سے باز نہ رکھیں تو سب کے سب ہلاک ہو جائیں گے اگر روک دیں تو سب نجات پائیں گے۔ (حوالہ صحیح بخاری کتاب الشرکۃ: ھل یقریم فی القسمۃ والاستھام فیہ)

کشتی کی اس مثال سے کتنی عمدگی سے حضور ﷺ نے ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ترغیب دی ہے نیز یہ ذمہ داری اوپر والی منزل کے سواروں پر ڈال دی ہے یعنی صاحب اقتدار امرا، حکام، اہل الرائے اور مذہبی قائدین نے تو آج تک کسی حکومت کو دل سے تسلیم یہ نہیں کیا جب تک اپنا خاص مفاد پیش نظر نہ ہو۔ جبکہ خود بھی آپس میں ایک دوسرے میں غلطیاں ڈھونڈتے پھرتے ہیں۔ اس طرح صحیح مسلم کی درج ذیل حدیث کا مصداق بنے ہوئے ہیں:۔

ناخلف وارثانِ نبی ﷺ

عن عبد الله مسعودؓ. ان رسول الله ﷺ قال. ما من نبی بعثه الله فی امة قبلی الا کان له من امة حواریون و اصحاب یا خذون بسنته و یقتدون بامره ثم انها نخلف من بعدهم خلوف یقولون ما لا یفعلون و یفعلون ما لا یومرون ضمن جاهد هم بیده فهو مئومن و من جاهد هم بقبله فهو مئومن و لیس ورآذلک من الایمان حبة خردل .

عبداللہ مسعود سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مجھ سے قبل اللہ نے کسی امت میں ایسا نبی نہیں بھیجا جس کی امت میں ایسے حواری اور صحابی نہ ہوں جو اُس کی سنت پر چلتے ہوں اور اس کے حکم کی پیروی کرتے ہوں۔ بعدہ ایسے ناخلف لوگ ان کے پیچھے آتے رہے جو ایسی باتیں کہتے جو وہ کرتے نہ تھے۔ اور وہ کام کرتے جن کا انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا۔ جس کسی نے ان سے ہاتھ سے جہاد کیا تو وہ مؤمن ہے جس نے زبان سے جہاد کیا وہ بھی مؤمن ہے اور جس نے انہیں دل سے برا جان کر پیار کیا وہ بھی مئومن ہے اور اس کے سوا تو رائی کے دانے کے برابر ایمان نہیں۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان: باب کون النھی عن المنکر من الایمان......)

اب چاہے ہمیں برا ہی کیوں نہ لگے اس ارشاد نبی ﷺ کا اطلاق ہم پر سوفی صد ہوتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہم پچھلی امتوں پر اس کا اطلاق صحیح مانتے ہیں۔ پس ہمیں سب سے پہلے اپنی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے تاکہ جب ہم غیروں کو مشترکہ قدروں کو اپنانے کی دعوت دیں تو وہ ہماری بات کو وزنی سمجھیں کم از کم وہ ہمیں ایک قوم تو تسلیم کریں۔ ورنہ الٹا وہ ہماری دعوت کا مذاق اڑائیں گے۔

اوپر کشتی والوں کی مثال آپ پڑھ چکے ہیں قرآن ایک مختصر سی آیت میں اس کو یوں بیان کرتا ہے:

انفال ۸/۲۵ : و تقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة ......O
اوراس فتنہ (آزمائش) سے ڈرو جس کی زد میں فقط تم میں سے ظالم لوگوں ہی نہ آئیں گے۔

لہٰذا یہ ایک اجتماعی ذمہ داری اوپر والوں کی ہے بالخصوص امرا صاحب اقتدار طبقے، علماء مشائخ، دانشوروں، اہل الرائے، سیاسی قد آور لوگ اور میڈیا والوں کی۔ خالی خولی بیانات، نام نہاد امن کمیٹیوں، فرقہ وارانہ ہم آہنگی کے لیبل لگا کر مخصوص طبقے کے نامزد افراد کے اجلاسوں، سیمناروں اور جرگوں سے یہ مسائل نہ پہلے حل ہوئے نہ آئندہ ہوں گے بلکہ یہی لوگ واپس جا کر جنونیوں کو اُکساتے ہیں یہاں تک کہ نوجوانوں کی برین واشنگ کر کے اُن سے مساجد، امام بارگاہوں، گرجوں اور مندروں میں خودکش حملے کرا کر بے گناہ لوگوں کو ٹھنڈے خون میں نہلاتے ہیں، تو کس طرح غیر اقوام ہم پر اعتماد کر سکیں گی۔

وہ کیونکر مان سکتے ہیں کہ ہم خلوص نیت سے اُنہیں یہ دعوت دے رہے ہیں ہمیں اُن کو یہ بھی باور کرانا ہوگا کہ ہمارا کامل ایمان ہے کہ تمام اُمتوں اور اقوام میں اللہ کے پیغمبر ہادی و نذیر آتے رہے ہیں، صرف یہود و نصاریٰ پر بس نہیں نیز ہم ان سب پیغمبروں میں فرق روا نہیں رکھتے جیسے اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے:۔

بقرہ ۲/۱۳۶ : قولوا امنا باللہ و ما انزل الینا و ما انزل الی ابراھیم و اسمعیل و اسحق و یعقوب والا سباط و ما اوتی موسی و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بینَ احد منھم و نحن له مسلمون O

تو کہہ دے! کہ ہم اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر اتارا گیا تھا (اس تمام وحی پر) ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ موسیٰؑ عیسیٰؑ کو دیا گیا تھا اور اسی طرح جو کچھ (باقی) انبیاء کو اُن کے رب کی طرف سے دیا گیا تھا پر ایمان رکھتے ہیں ہم ان میں سے ایک نبی اور دوسرے نبی کے درمیان فرق نہیں رکھتے اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔

اسی طرح ہمیں قرآن بتاتا ہے کہ ہر امت، قوم اور زبان والوں کی طرف انہی میں سے انبیاء بھیجے گئے ہیں:۔

رعد ۱۳/۷: ولکل قوم ھاد O ہر قوم کے لئے ہادی بھیجا گیا ہے۔

نحل ۱۶/۳۶: ولقد بعثنا فی کل امة رسولا O یقیناً ہر امت میں ہم نے رسول مبعوث کئے ہیں۔

فاطر ۳۵/۲۴: قرآن من امة الا خلا فیھا نذیر ◘ کوئی ایسی امت نہیں جس میں ڈرانے والا نہیں گزرا ہے۔

ابراھیم ۱۴/۴: وما ارسلنا من رسول الا بلسانO اور ہم نے ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا ہے سوائے اپنی قوم کی زبان میں تا کہ کھل کر انہیں ہدایت دے سکے۔

ساتھ یہ بھی یاد رہے کہ اسلام دین میں اکراہ وزبردستی کا مخالف ہے ضمیر کی آزادی کا محافظ ہے۔

☆بقرہ ۲/۲۵۶: لا اکراہ فی الدین ٥ دین میں کراہت (زبردستی) کی اجازت نہیں۔

کہف ۱۸/۲۹: وقل الحق من ربکم ضمن شاء فلیئو من و من شاء فلیکفر.......(۵)

تو کہہ دے! کہ سچائی تیرے رب کی طرف سے ہے پس جو چاہے اس پر ایمان لائے اور جو چاہے پس اس کا انکار کردے۔ نیز ہمیں سختی سے تاکید کی گئی ہے کہ دوسری اقوام چاہیے بتوں وغیرہ کی خدا کیوں نہ بنا کر اُن کی پوجا کریں تم اُن کے جھوٹے خداؤں کو گالیاں مت دو ورنہ بوجہ جہالت اور دشمنی تمہارے خدا کو گالی دیں گے۔

انعام ۶/۱۰۸: ولا تسبو الذین یدعون من دون اللہ فیسبو اللہ عدو ابغیر علم ٥

تم گالیاں مت دو جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ گالی دیں گے اللہ کو بوجہ عداوت اور لاعلمی کے اب ظاہر ہے کہ داعی اپنے مدعو کے خداؤں / بزرگوں کو گالیاں دیتا پھرے تو ایسی دعوت کو قبول کرے گا۔

رسول پاک ﷺ کا ارشاد بھی بے ہودہ گالیوں کی بابت ملاحظہ ہو۔

تفسیر ابن کثیر ۲ ۱۱۳: رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص بڑا معلون ہے جو اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسول کیا ایک شخص اپنے ماں باپ کو گالیاں دے سکتا ہے؟ فرمایا۔ کہ جب وہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو گویا اپنے ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔

پس داعی کے لئے اس سے ایک عام حکمت کا حکم موجود ہے کہ وہ خلوص اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا کرے بلکہ اس کی باتوں اور عمل سے خلوص صاف ظاہر ہو۔ نیز حضور پاک ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے:۔

مشکوۃ المصابیح۔ المسلم من سلم الناس من لسانہ ویدہ .

حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھوں سے لوگ سلامتی میں ہوں۔

گویا بداخلاقی بدگوئی بدزبانی یا انتہا پسندی ودہشت گردی کرنے والے حقیقت میں مسلمان ہی نہیں ہیں دعوت الی اللہ کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں جیسے خدا فرماتا ہے۔

سورہ نحل ۱۶/۱۲۵: ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ و الموعظہ الحسنہ وجد لھم بالتی ھی احسن...

اور اپنے رب کے راستے کی طرف دانائی اور عمدہ نصیحت کے ساتھ بلایا کرو اور ان سے بہتر طریقہ سے مباحثہ کرو۔

سورہ ال عمران ۳/۱۱۰: (کیونکہ) کنتم خیر امة اخرجت للناس ......
تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے ظاہر کی گئی ہے۔ بلکہ تم
بقرہ ۲/۱۴۳: وکذلک جعلنکم امة و سطا لتکون شهدی علی الناس ویکون
الرسول علیکم شهیدا ۰
تم متوسط (اعتدال پسند) امت ہوتا کہ تم لوگوں پر گواہ رہو اور رسول تم پر گواہ رہے۔
پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ جاہلِ مرکب یا کم علم اور بے ادب کبھی داعی نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بد مزاج اور سخت گیر ہوتا ہے لہٰذا نرم خو۔ وسیع القلب اور وسیع العلم و نظر شخص اسلام کی صحیح غرض و غائت اور دعوت کے تقاضوں سے واقف ہوتا ہے پس وہی دعوت کا کام سرانجام دیا کرے۔
اپنے اور غیروں کو دعوت اور تنذیر کے لئے خود ہم سے ایک باقاعدہ شعبہ کے قیام کا خدا مطالبہ کرتا ہے:
سورۃ توبہ ۹/۱۲۲: وما کان المؤمنون لینفروا کافة فلو لا نفر من کل فرقة
منهم طائفة لیتفقهوا فی الدین و لینذروا قومهم اذا رجعوا الیهم لعلهم یحذرون ۰
اور یہ تو ضروری نہ تھا کہ سارے مؤمن نکل کھڑے ہوتے پس کیوں نہ ان کی آبادی کے ہر حصہ سے کچھ نفر نکلے تاکہ دین کی (صحیح) سمجھ حاصل کرتے واپسی پر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ پرہیز کرتے۔ بہر صورت انسانیت کی ہمہ گیری اور مسلمانوں کے وسیع تر مفاد کا اب بھی یہی تقاضا ہے کہ عالمی سطح پر تمام اھل مذاہب اور تہذیبوں کے مابین ماہرین کے لئے مکالے (Dialogue) کی صورت نکل آئے جیسے آج کل ایک مسلم ملک ملائیشیا نے اسلامک انڈرسٹینڈنگ انسٹیٹیوٹ قائم کی ہے اس نے اسلام کے خلاف پھیلنے والی غلط فہمیوں کے ازالے کے لئے اپنا ویب سائٹ کھولا ہے جس کا پتہ یہ ہے: (http://www.ikim.go.my) اسی طرح مغربی دنیا میں ایک ہلچل ہے گزشتہ دو دھائیوں سے ویٹکن کے پوپ اور عرب مسلمانوں کے ماہرین کے وفود کی ملاقاتیں جاری ہیں غلط فہمیاں دور کرنے کیلئے مکالے ہو رہے ہیں لیکن دنیا کو اس کا بہت کم علم ہے کیونکہ ہماری میڈیا بہت محدود ہے اس کی اثر پذیری کا خاص حلقہ نہیں ہے۔ جبکہ خاص امریکہ کی یونیورسٹی (yale university) نے بھی اسلام پر نئے انداز سے تحقیق کیلئے ویب سائیٹ کھولا ہے۔(http://www.library.yale.edu/res/islam/islam.htm)
لہٰذا اب یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ ان موجودہ مراعات سے استفادہ کریں اور خود ان میں اضافہ کریں نیز انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد، جامعہ اظہر، مدینہ یونیورسٹی اور اسی طرح دیگر اداروں پر ذمہ داری ڈال دی جائے کہ وہ دن رات ایک کر کے اسلام کے خلاف پھیلی ہوئی جملہ غلط فہمیاں دور کرنے کی فکر کریں دوسری طرف اسلام کی ہمہ گیر خوبیوں کو خوب

اجاگر کریں۔اہل کتاب یادیگر اہل مذاہب بلکہ دھریوں کودعوت فکر دیں۔اسلام کی صحیح ترجمانی کرنی چاہیئے ورنہ آج جیسے غیروں پر اسلام کا دروازہ بند ہے جلد ہی اپنے اس سے بیزار ہو سکتے ہیں اسلام غیر مسلم خصوصاً ذمیوں کے حقوق کا ضامن ہے:۔

ابوداؤد کتاب الجہاد: حضور پاک ﷺ کا ارشاد نقل کرتا ہے:۔ ترجمہ

''خبردار! جو شخص کسی معاہد پر ظلم کرے گا یا اس کے حقوق میں کمی کرے گا۔یا اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار ڈالے گا۔یا کوئی چیز اس کی مرضی کے خلاف اس سے وصول کرے گا۔قیامت میں اس کے خلاف میں استغاثہ کروں گا''۔

درمختار ج ۳ ۶۷۳: فقہ حنفی: اگر کوئی مسلمان ذمی کا شراب یا سور تلف کرے تو اس کی قیمت دے گا نیز کہتا ہے کہ غیر مسلم کی غیبت تم پر ایسے ہی حرام ہے جیسے کسی مسلمان کی غیبت حرام ہے۔

ایک اہم غلط فہمی کا ازالہ

عام طور پر مسلمان فقط یہود و نصاریٰ کو الہامی مذاہب کی بنا پر اہل کتاب کہتے ہیں یہ درست ہے کہ حضرت محمدؐ سے قبل مشہور انبیاء ابراہیمؑ اور ان کے بیٹے اسحٰقؑ پھر ان کے بیٹے یعقوبؑ (ملقب بہ اسرائیل) کی اولادیں مبعوث ہوئی ہیں کیونکہ اسی قوم میں بوجہ روحانی وبائی امراض ایسے انبیاء کی اشد ضرورت تھی جب بالآخر روحانی طور یہ قوم ہلاک ہوگئی تو اسمٰعیلؑ کی اولاد میں ایک عالمی نبی حضور پاک ﷺ مبعوث ہوئے۔یہود و نصاریٰ اگر اہل کتاب ہیں تو دوسری اقوام بھی اصلاً اہل مذاہب ہیں کیونکہ خدا فرماتا ہے:۔

بقرہ ۲/۲۱۳: كان الناس امة و احدة فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين و انزل معهم الكتب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفو فيه ......

ابتدا میں سارے انسان ایک ہی (آدمؑ) کی امت کے تھے (پھر ازمانوں کے بعد نوحؑ آئے) بعد ان میں انبیاء بطور مبشرین و منذرین مبعوث ہوئے اور سچائی کے ساتھ ان کے ساتھ الکتاب نازل کیں تاکہ لوگوں میں اختلافات کے حوالہ سے صحیح فیصلے کر سکیں۔ مثلاً:

☆ بانی دیو بند قاسم نانوتوی صاحب اپنی کتاب ''ست دھرم و چار صفحہ ۸ پر'' حسن نظامی کرشن بیتی، ۳۹ پر، مونگیری صاحب ''ارشاد رحمانی'' ۱۰۳ پر، امام ربانی شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی اپنی مکتوب ۴۰۹/ا پر کرشن جی مہاراج اور رام چندر جی مہاراج کو ہندوستان کے لئے اپنے وقت کے پیغمبر تسلیم کر چکے ہیں۔اسی طرح مظہر الدین صدیقی اپنی تحقیقی کتاب ''اسلام اور مذاہب عالم'' مصنفہ ادارہ ثقافت اسلامیہ ۱۵ پر فرماتے ہیں:۔

"کرشن جی مہاراج الوہیت کے مظہر تھے غیر برہمن نسل سے تھے مہاتما گوتم بدھ سے بہت پہلے گزرے ہیں وہ اپنی قوم کے رہنما ہی نہیں ان کے مذہب کے بانی تھے ان کے مذہب میں توحید کو بنیادی حیثیت حاصل ہے اور اخلاقیات پر زور دیتے رہے" اس طرح یہ تین اہم گروہ ہوئے۔(الف) مسلمان، (ب) اہل کتاب۔ (ج) اہل مذاہب۔ ان کے علاوہ فی زمانہ اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو مذہب سے وابستگی اپنے مخصوص مفادات کے لئے دکھاتے ہیں اور کچھ تو اعلانیہ خدا اور آخرت کے منکر ہیں بہرحال دعوت کا دائرہ وسیع ہو تو سب اس دسترخوان پر آکر سیر ہو سکتے ہیں۔ بلکہ دھریوں کی اصلاح قدرے آسان ہے۔ کوئی بُرا نہ مانے درحقیقت یہ سب نام نہاد ہیں۔ تاہم اخروی نجات کے متمنی اور دنیا میں عدل وامن کے قیام کے خواہشمند بھی ان میں موجود ہیں ابتدا ان سے کریں۔ اصل ذمہ داری بھی ایسے ہی سنجیدہ لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ جو مسلمان خود سنجیدہ ہیں وہی دعوت کے کام کو باقاعدگی سے شروع کریں۔ لیکن انہیں منظم کرنا ہوگا۔ منتشر حالت میں کچھ نہیں کر سکتے یہ ایک نہایت مختصر مقالہ یا مضمون ہے ۱۵ صفحات کی پابندی ہے تفاصیل کی گنجائش نہیں۔ ورنہ تورات، زبور، اناجیل، وید، برھمن، پوران، گیتا، ژوند وسطا اور دساتیر سے بے شمار حوالے اور اقتباسات دیئے جاسکتے ہیں۔ جو امن عدل اور پنج شیلا پر زور دیتے ہیں چلو مختصر ہی سہی:۔

قرآن ۳/۶۴: قل یا هل الکتب تعالو ا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الاالله......

تو کہہ: اے اہل کتاب ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم تم میں مشترک ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں.......(نہ ہی آپس میں ایک دوسرے کو اپنا رب بنائیں........وغیرہ)

انجیل متی ۴/۱۰: تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی بندگی کر۔

تورات استثناء ۶/۴: سن اے اسرائیل: خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے تو اپنے سارے دل اپنی ساری جان اپنی ساری طاقت نے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ (اُسی کی عبادت کر)۔

جس طرح توحید میں مسلمان اور اہل کتاب کا عقیدہ ایک ہے قصاص، دیت، حدود اور شرعی قوانین میں بھی کافی مطابقت ہے، اہل کتاب کی کتب اور انبیاء کی تصدیق، تو قرآن ابراہیمؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ (اسرائیل) اور اُن کی اولاد میں آئے ہوئے جملہ انبیاء حتیٰ کہ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کی تعریف وتوصیف سے بھرپور ہے۔ تورات اور اناجیل سے بھی بہتر انداز میں ان کی تصدیق کرتا ہے۔

اہل کتاب کے ساتھ مسلمانوں کی خاص ہمدردی کا ثبوت سورۃ الروم میں موجود ہے:

الروم ۳۰:۱تا۳: الم ٥غلبت الروم ٥فی ادنی الارض و هم من بعد غلبهم سیغلبون (۳)

مسیح ابن مریم رسول ہی تو تھے بیشک ان سے قبل بھی رسول گزرے ہیں اور ان کی والدہ صدیقہ تھی........

دیکھ لیں یہود ماں بیٹے پر بہتان لگا چکے تھے قرآن نے ان کی صفائی پیش کی خاص کر ان کی ماں کو صدیقہ کہا۔

المائدہ ۵/۸۲: لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود و الذین اشرکوا

ولتجدن اقربھم مودۃ للذین امنوا الذین قالوا انا نصری ذلک بان منھم قسیین

ورھبانا و انھم لا یستکبرون ۝

یقیناً تو دشمنی میں مؤمنوں کے لئے یہود اور مشرکین کو سخت پائے گا اور محبت میں مؤمنوں کے لئے قریب تر تو نصاریٰ کہلانے والوں کو پائے گا کیونکہ ان میں زاھد اور عابد ہیں اور ان میں تکبر نہیں ہے۔

بیشک مشرک بتوں کی وجہ سے دشمن بن گئے تھے۔ یہود اپنے آپ کو خدا کی چہیتی اولاد کہتے تھے ان کی دشمنی کی یہی وجہ تھی کہ غیروں میں کیسے بھی آسکتی ہے۔ مگر نصاریٰ میں یہ عیب نسبتاً کم تھا۔ لیکن ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور عمل صالح کی رعایت میں سب برابر ہیں تب تو ولی بنانے پر پابندی ہے نہ کہ عدل اور امن کی خاطر مذہبی ہم آہنگی پر اس وجہ سے کوئی قدغن ہے۔ حربی کو کون ولی بناتا ہے؟

المائدہ ۵/۵۱: یا یھا الذین امنوا لا تتخذوا الیھود و النصری اولیاء بعضھم

اولیآء بعض و من یتولھم من کم فانہ منھم ان اللہ لا یھدا لقوم الظلمین ۝

اے مؤمنو! الیھود اور النصاریٰ کو اپنا ولی مت بناؤ کیونکہ وہ باہم ولی ہیں تم میں سے جو انہیں ولی بناتا ہے وہ انہی میں سے ہے۔ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

یہاں آل لگا کر اُس زمانے کے حربیوں کو نشان زد کر دیا ہے کیونکہ مسلمانوں سے لڑائی میں وہ باہم ملے ہوئے تھے۔

ال عمران ۳/۲۸: لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤ منین ومن یفعل

ذلک فلیس من اللہ فی شئی ......۝

مؤمنوں کو چھوڑ کر الکفار کو اپنا ولی نہ بناؤ اور جو ایسا کرے گا وہ خدا کی طرف سے کسی شئی پر نہیں ہے۔

یہاں بھی آل لگا کر اس وقت کے حربی کفار کو نشان زد کیا ہے اسی طرح آل مؤمنون اور آل مؤمنین نشان زد کئے ہیں اُس وقت مکہ میں حضور پاکؐ کے چچا عباسؓ اور جید صحابہؓ کے خونی وراثت کے رشتہ دار بلکہ مسلمان بھی تھے مگر جب تک ہجرت نہیں کی تھی ان کو قریش میں گنا جاتا تھا جیسے آگے ہجرت کی شرط سے معلوم ہوگا۔ مگر جب دین مکمل ہوا۔

المائدہ ۵/۳: الیوم اکملت لکم دینکم ......اور جزیرہ عرب نے مسلمانوں کی بالادستی کر لی تو اہل کتاب کو

صالح خواتین سے نکاح کی بھی اجازت مل گئی ظاہر ہے کہ بیوی سے کون قریبی ولی ہوسکتا ہے ایک دوسرے کا کھانا حلال ہوا۔

ولی یا اولیاء کا صحیح مفہوم قرآن کے الفاظ ہیں

انفال ۸/۷۲: ان الذین امنو ا وھا جرو ،وجھد و باموالھم و انفسھم فی سبیل اللہ والذین او قاء و نصرو اولئک بعضھم اولیاء بعض ۔ والذین امنو ولم یھاجرو ا مالکم من ولا یتھم من شئی حتی یھا جرو ا و ان استنصرو کم فی الدین فعلیکم النصر الا علی قوم بینکم و بینھم میثاق و اللہ بما تعملون بصیر ٥ والذین کفروا بعضھم اولیاء بعض الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض و فساد کبیر (۷۳)

وہ لوگ جو کہ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے ہجرت کی ہے اور اللہ کے راستے اپنی جانوں اور مالوں کے ذریعے جہاد کیا ہے اور جنھوں نے ان کو جگہ دی ہے اور مدد کی ہے وہ بعض بعض کے ولی ہیں اور جو ایمان لائے ہیں مگر ہجرت نہیں کی ہے ان سے ولی بنانا تمہارا کام نہیں ہے جب تک ہجرت نہ کریں۔ اور اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد مانگیں تو ان کی مدد تم پر فرض ہے مگر جس قوم کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے اس کے خلاف نہیں اور اللہ تمہارے اعمال دیکھ رہا ہے۔ اور جنھوں نے کفر کیا ہے وہ آپس میں ولی ہیں اگر تم وہی کچھ نہ کرو جس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے تو دنیا میں زبردست فتنہ اور فساد پھیل جائے گا۔

گویا ہجرت کے بغیر ملکی مسلمان بھی ولی نہیں بنائے جاسکتے نہ ہی مجاہد غیر مسلموں کے خلاف وہ نصرت کے لائق تھے نیز غیر مسلموں سے معاہدے کی اسی آیت میں اجازت موجود ہے۔ معاہدے اور ولی کا فرق بھی اسی سے ظاہر ہے اس کی خلاف ورزی موجب فتنہ وفساد ہوگی۔ پس یہی موجودہ موضوع کا مدعا ہے۔

المائدہ ۵/۵: الیوم احل لکم الطیبت وطعام الذین اوتو الکتب حل لکم و طعا مکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنت و المحصنت من الذین اوتو الکتب من قبلکم ....

آج تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں اور تمہارے لئے ان لوگوں کا طعام حلال کردیا ہے جن کو تم سے قبل کتاب دی گئی تھی اور تمہارا طعام ان کے لئے حلال ہے اور پاک دامن مؤمن عورتیں اور ان لوگوں کی پاکدامن عورتیں جن کو اس سے قبل کتاب دی گئی تھی۔ تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ ان سے نکاح کرو نہ کہ بدکاری یا پوشیدہ دوستی کے لئے اور یہ کہ انہیں مہر ادا کرو۔

میں موجودہ پیچیدہ عالمی گھمبیر حالات کا بھی فطری تقاضا ہے اور اسلام دین فطرت ہے کہ تنگ نظری

(Myopicness) جنونی پن (Fanaticism) تشدد و انتہا پسندی (Extremism) دہشت گردی (Terrorism) بنیاد پرستی (Fundamentatlism) کو یکسر ختم کیا جائے اس کی بجائے وسیع القلبی اور وسیع النظری سے کام لیا جائے ۔ [illegible] ساتھ برابری کی بنیاد پر پرامن فضا میں مذہبی اور تہذیبی ہم آہنگی کی طرح ڈالی جائے جیسے کہ خود مغرب مسلم مسیحی تعلقات [illegible] حوالہ سے جارج ٹاؤن یونیورسٹی واشنگٹن (امریکہ) میں مستقل ادارہ قائم ہے ۔ (Centre for muslim Christian Understanding) جس کا موجودہ سربراہ جان اسپوسٹیو (John Esposits) ہے جس نے اسلام کے خلاف پھیلی ہوئی غلط فہمیوں کے ازالے کے لئے اب تک تین اہم کتب شائع کی ہیں ۔

۱۔ اسلام کی دھمکی ۔ مفروضہ ہے کہ حقیقت؟ The Islamic threat-Myth or Reality?

۲۔ سیاسی اسلام ۔ تبدیلی کا چیلنج؟ Policitical Islam-the Challanges of Change?

۳۔ غیر مقدس جنگ ۔ کیا دہشت کا نام اسلام ہے؟ The unholy war-ds terror the name of Islam?

اسی طرح مشہور مغربی سیرت نگار منٹگمری واٹ اپنی شاہکار کتاب ''محمدؐ مدینہ میں'' muhammad in Madina آکسفورڈ صفحہ ۲۱۹ پر کتنی خوبصورتی سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی وکالت کرتا ہے :۔

''اگر عرب کے یہودی محمدؐ کی مخالفت نہ کرتے تو کیا ہوتا؟ تو دنیا کی حالت ایسی نہ ہوتی جو آج دکھائی دے رہی ہے ۔ محمدؐ سے یہودیوں کو کئی مراعات مل سکتی تھیں جن میں مکمل مذہبی آزادی شامل تھی جس کی بنیاد پر یہودی ملک عرب کے اقتدار میں شریک ہو سکتے تھے گویا اسلام یہودیت کی ایک ترقی یافتہ صورت ہوتا ۔ دراصل انکار کی وجہ یہ تھی کہ یہودی اپنی قوم کو خدا کی منتخب مخلوق سمجھتے تھے اور کسی دوسری قوم کو خدا کی وحی کا حقدار نہ سمجھتے تھے'' (جیسے قرآن کہتا ہے) :۔

المائدہ ۵/۱۸: وقالت الیھود و النصری نحن ابنؤ اللہ و احباء ....

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور پیارے ہیں

قرآن عیسیٰؑ کو روح اللہ کہتا ہے حدیث میں مخلوق کو خدا کا کنبہ کہا گیا ہے اسی طرح اب نصاریٰ کے بعض فرقے اور دانشور تثلیث کو نہیں مانتے کیونکہ انجیل میں اس عقیدہ کا ذکر نہیں ۔ نیز عیسیٰ ابن اللہ کو قرب کا اظہار کہتے ہیں نہ کہ حیاتیاتی تعلق ۔ بحوالہ پارنڈر جیوفرے کی کتاب ۔ یسوع قرآن میں Jesus in Quran بائی Parrindor geoffrey one world ۱۹۹۶ء ۱۲۶ تا ۱۴۱ ۔

اسی طرح مغربی محققین نے ڈھیر ساری کتب اسلام پر بے جا الزامات کے ازالے کے لئے شائع کی ہیں جیسے فرانسیسی سرجن ڈاکٹر موریس بوکائلے (Morris Bukaile) کی شاہکار کتاب بائبل قرآن اور سائنس Bible La Koram

atla science اس کتاب میں موصوف نے ۲۵۶ صفحات قرآن اور موجودہ سائنسی انکشافات واکتشافات کے موازنہ پر لکھے ہیں اور لکھتا ہے کہ عجیب بات ہے ۱۴۰۰ سال قبل کس طرح ایک انسان ان سائنسی باتوں کی بابت جان سکتا تھا جبکہ خود سائنس دان ان سے بے خبر تھے۔ کتاب کا اب اردو ترجمہ ہو چکا ہے لیکن ہمیں ان کتابوں کا مطالعہ کر کے دعوت کا کام کرنا چاہئے۔

قرآن تو یہود ونصاریٰ کو تورات اور انجیل کی طرف رجوع کرنے کی دعوت بار بار دے چکا ہے:۔

المائدہ ۵/۴۳: و کیف یحکمو نک وعیدھم التورۃ فیھا حکم اللہ ......وہ مجھے کیسے حکم بنا سکتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کے احکام ہیں مائدہ ۵/۴۴ :انا انزلنا التورۃ ،فیھا ھدی و نور. یقیناً ہم نے تورات نازل کی ہے جس میں ھدایت اور روشنی ہے۔

المائدہ ۵/۴۵: و کتبا علیھم فیھا ان النفس بالنفس ......اور ہم نے اس میں ان پر فرض کیا ہے کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ وغیرہ... مائدہ ۵/۴۷: ولیحکم اھل الانجیل بما انزل اللہ فیھم ......اوراہل انجیل کو چاہیئے کہ اللہ نے جو اس میں نازل کیا ہے اُس کے مطابق فیصلے کیا کریں۔

مائدہ ۵/۴۸: وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصیقا لما بین یدیہ من الکتب و مھیمنا علیہ ..اور ہم نے تجھ پر حق کے ساتھ کتاب اتاری ہے جو پچھلی کی تصدیق کنندہ اور محافظ ہے۔

مائدہ ۵/۴۸: ......ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ و احدۃ ولکن لیتلو کم فی آ تکم فاستبعو الخیرٰت............ اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا لیکن تا کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں دی گئی ہے پس نیکی میں سبقت حاصل کیا کرو۔

مائدہ ۵/۵۷: یا ایھا الذین امنو الا تتخذو ا الذین اتخذو ادینکم ھزوا ولعبا من الذین او تو الکتب من قبلکم و الکفار اولیاء ....

اے مؤمنو! تمہیں تم سے قبل کتاب دی گئی ہے اور کفار کو جو تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں اس پر جتنے ہیں انہیں اپنا ولی مت بناؤ۔

النساء ۴/۸۹: ودو الو تکفرون کما کفرو ا فتکونون سواء فلا تتخذوا منھم اولیاء حتی یھاجرو فی سبیل اللہ ......

وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی طرح ہو جاؤ تا کہ دونوں برابر ہو جائیں پس جب تک وہ اللہ کے راستہ

میں ہجرت نہ کریں انہیں اپنا ولی نہ بناؤ۔

گویا جب تک یہ حربی کفر نہ چھوڑیں یا مکہ کے مسلمان ہجرت نہ کریں ان پر اعتماد نہ کرو کہ ولی بناؤ۔ یہ بھی حربی سمجھو چاہے کتنے ہی قریبی وراثتی رشتہ دار ہوں۔ لہٰذا ولی نہ بنانے کی حکمت حالت جنگ میں کسی مخالف پر اعتبار نہ کرنا ہے۔ کیا ہندو پاک کی جنگوں میں وہاں کے مسلمان ہمارے خلاف نہیں لڑتے تھے۔

ورنہ میثاق مدینہ میں یہودی اہل کتاب کے ساتھ کیسے تحریری معاہدہ ہوا تھا۔ جو دنیا کا اولین تحریری بین المذاہب منشور ہے جیسا کہ ۴۷ میں ۲۴ دفعات خالصتاً مسلمانوں اور غیروں کے تعلقات کی بابت میں فقط ۲۳ مسلمانوں کے اندرونی تعلقات پر مشتمل ہیں پھر میثاق مدینہ یہودیوں کی خفیہ سازشوں غداری اور قریش کی پوشیدہ اعانت کی وجہ سے بعد میں قائم نہ رہ سکا جس طرح منٹگمری واٹ پہلے کہہ چکا ہے۔ یہود نصاریٰ کی بابت اتنا کافی ہے۔ ھندوؤں اور سکھوں کے بارے میں ہے مختصراً لکھوں گا:۔

ھندو دھرم (آریہ سماج) کے ۱۰ بنیادی رنگ یہ ہیں بمعہ سنکرت / دیوناگری متن:۔

۱۔	ایکتا (اتحاد)	۲۔	پریم (محبت)
۳۔	شانتی (امن)	۴۔	سیوا (خدمت)
۵۔	آدرش (نمونہ)	۶۔	ستیہ (سچائی)
۷۔	نمرتا (عاجزی)	۸۔	سکھا (خیرات)
۹۔	پکش پاندیت (صلہ رحمی)	۱۰۔	ویدوں کی آگیا پر چلنا

☆ وید کے ۶ انگ بھی ملاحظہ ہوں:۔

۱۔	سکھشا رسکشا (علم)	۲۔	کلپ (قدامت)
۳۔	ویاکرنتر (قوائد)	۴۔	کزکت (مشتقات)
۵۔	چھنڈ (نظم کے طن)	۶۔	جوش (وجدانی)

☆ ھندو دھرم میں اسلام سے مماثلت کے ہزاروں نمونوں میں سے فقط چند درج ذیل ہیں:۔

۱۔	ایشور (اللہ)	۲۔	کرتار (رب)
۳۔	پرماتما (خدا۔ روح حق)	۴۔	سچدانند (ھدا)
۵۔	پرلیہ (آخرت)	۶۔	نرک (دوزخ)

۷۔ بیکنٹھ (بہشت) ۸۔ کل یگ (آخری زمانہ)

۹۔ برھما (خالق) ۱۰۔ پرمیشور (ازلی خدا)

کیا مندرجہ بالا چند بنیادی باتوں میں مذہبی ہم آہنگی کے لئے کافی مواد موجود نہیں۔ جبکہ ایسے ہزاروں اور ہیں۔ مسلمانوں نے ہزار گیارہ سو سال ھند پر حکومت کی محمد بن قاسم نے صرف زمین فتح کی۔ ھندوؤں کے مذہب میں تحقیقی کاوشیں کرنا علما اور دانش وروں کا کام تھا جس میں وہ غفلتِ مجرمانہ کے مرتکب ہوئے۔ ہاں کچھ استثناء ہے مگر وہ بے اثر ہے کا کام فقط جدید بت پرستی تھی موجودہ تکئے زیارتیں عروسی میلے اس کی عمدہ مثالیں ہیں۔

اسلام عالمی بھائی چارے کا داعی ہے اسلام ارتکاز دولت نہیں چاہتا۔ اس کی گردش کا داعی ہے۔

حجرات ۴۹/۱۰: انما المئومنون اخوت۔ بیشک سب مومن (امن پسند) باہم بھائی بھائی ہیں۔

حجرات ۴۹/۱۰: فاصلحون بین اخویکم۔ اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرایا کرو۔

حشر ۵۹/۷: کی لایکون دولة بین الاغنیاء منکم۔ تاکہ دولت ہمیشہ تمہارے اغنیا کے پاس نہ گردش کرے

سکھ مذہب اور باوا گورو نانک دیو جی مسلمان عالم تھے۔ آئینہ حقیقت نما

باوا نانک کا عربی قصیدہ بطور ثبوتِ مسلمانی حوالہ جیونی چرتر نانک دیو جی اندرونی پلیٹ صفحہ ۳۰۳ مولفہ ڈاکٹر ترلوچن سنگھ۔ لله قوم فی السیاحة فتنه. کا لو ردالا انه لا تجتنی۔ ہمیں قوم نے سیاحت میں فتنوں میں ڈالا جیسے گلاب جسے توڑنا نہیں چاہیے وطغاة ھندستان یدعونی لهم یشکر ا اله العرش انی مؤمنا. ہندولالچ سے ہمیں واپس رہے۔ شکر خدایا کہ میں مؤمن ہوں۔ وحکون الا کوان انقد نانک من حزب ذی شیطن طهر قلبنا۔ نانک تجھے خدا نے نجات بخشی۔ شیطانی غلاظت سے تیرے دل کو پاک کیا اذ یجعلون مع الاله مشار گا. حاشا شریک مکون لوبنا۔ وہ تو خدا کے شریک بناتے ہیں۔ حاشا کلا میرے رب کا شریک نہیں۔

☆ ڈاکٹر موصوف ۲۰۵ پر کہتا ہے کہ نانک محمد کو خدا کا خاص پیغمبر مانتے تھے ۳۰۷ مسلمانوں کے خدائے واحد پر نانک ایمان رکھتے تھے۔

☆ سردار گرمیت سنگھ ایڈووکیٹ سکھ عالم اپنی انگریزی کتاب The versatile guru nanak ۱۶۔۱۷ پر لکھتے ہیں:۔

"Nanak has used the Quranic attributes of God viz Rehman, Rahim, Kabir, Karim, Maula, Allah, Haq, Rab&Khaliq etc vastly in his teachings. the comparative study of garanth & Quran shows their source to be one & the same"

☆ آسا محلّہ ۱:۲۵: صاحب میرا ایکو ہے سورہ اخلاص ۱۱۲/۲:قل ھواللہ احد ٥

بنت محلّہ ۱:۱۱۹: بے محتاج بے انت اپارا سورہ اخلاص ۱۱۲/۳: اللہ الصمد ٥

سنوڑی محلّہ ۱:۱۰۷: نہ تس مات پتا سُت بندھپ نہ تو کام نہ ناری سورہ اخلاص ۱۱۲/۴ انعام ۶/۱۰۲ لم یلد ولم یولد.........ولم یکن لہ صاحبہ ٥

آسا محلّہ ۱ ۴۱۶: تم سمراور کو داہی۔ سورہ اخلاص ۱۱۲/۵ ولم یکن لہ کفواا حد ٥

وارا آن محلّہ اشلوک ۴۷۰: تاؤں خدائی اللہ بھیا۔ قصص ۲۸/۱۷۔ محفواللہ۔

بنت محلّہ ۱۱۹۱: آدھ پورکھ کو اللہ کہئے قصص ۲۸/۱۷.........ھوالسمیع۔

وارملاد شلوک محلّہ ۱۲۹۱: تجھ بن دوجا کوناہی قصص ۲۸/۱۷..........لا الہ الا اللہ

رام کلی محلّہ ۹۰۲: کا نک ناؤں بھیا رحمٰن۔ حشر ۲۳/۰۹۔ ھوالرحمٰن الرحیم ٥

سی راگ محلّہ ۶۴: سب دنی آونی جاونا ی مقام ایک رحیم۔ رحمٰن ۲۶/۲۷ ۵۵ کل من علیھا فان ٥ ربیقی وجہ ربک........چ

وار ماج محلّہ ۱۵۰: تدھ سچے سچان سدا کلانیا۔ حشر ۲۴/۵۹۔ سبحان اللہ عما یشرکون۔ ٥

وار ماج محلّہ ۱۴۸: خالق نو آدیں ڈھاڈی گاؤنا۔ حشرہ ۲/۵۹۔ ھواللہ انی لق الباری المصور لہ الاسماء الحسنٰی ٥

☆ گرنتھ صاحب میں محلّہ ا گورو نانک کا کلام ہے محلّہ ۲،۳،۴،۵ گوروارجن جی اور بعد کے گوروں کا کلام ہے۔گورونانک سمیت سب کے کلام سے بے شمار مثالیں دی جاسکتی ہیں مگر اختصار کی قید ہے۔گوروارجن جی سے پانچویں گوروتک سب متفقہ ہیں پھر پرنالیاں الگ الگ دو ہوگئیں۔دوسری پرنالی وردمنوہر داس سوڈھی مہربان جی سے شروع ہوتی ہے۔تاھم وہ بھی اسلام،قرآن اور پیغمبر اسلام کو سچا مانتے ہیں۔

(تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مکھی تے سکھی التاس"۔آگے صفحات ۴۴/۴۵ سے مختصر اقتباسات ملاحظہ ہوں:۔گورو منوہرداس سوڈھی مہربان جی کی تعلیمات کے دو نمونے:۔(سکھی تے سکھ اتہاس ۴۴۵/۴۵)

شلوک۔اتے رنگ اللہ دے پیغمبر ناؤں لیں۔کرے نمازاں روزے رہ دائم خیر کریں۔

پوڑی۔عیسٰی موسیٰ مہتر داؤد ابراھیم خلیل دھیاوے۔اسمٰعیل ذکریا سلیمان نو سچ تہاوے۔نوح یوسف الیاس شیش لقمان دے الف ساوے اک لکھ چوبیس ہزار پیغمبراں حق حکم جہاں نو بہاوے۔ارباں ولایت تھان ہے لون رچنا وا انت پاوے سبھان دے سر حضرت رسول تائیں جدا کلمہ آوے۔نبی سچ سبیل بتاوے۔

پوڑی۔ عیسٰی،موسیٰ مہتر داؤد ابراہیم خلیل دھیاوے۔اسمٰعیل ذکریا سلیمان نو سچ ہتاوے۔نوح یوسف الیاس شیش لقمان

دے الف سماوے۔ اک لکھ چوبیس ہزار پیغمبراں حق حکم جنہاں نوں بھاوے۔ ارباں ولایت تھان ہے لون رچنا دا انت پاوے۔سبھاں دے سر حضرت رسول تائیں جدا کلمہ آوے۔ نبی سچ سبیل بتاوے۔

شلوک۔ حضرت دا دین قائمو دوہاں جہاناں ہیں۔ سچے پروردگار کی صفت کرے صلاحے۔

پوڑی۔ حضرت وڈا پیغمبری دین آیا جدا راس۔ رتن حاجی دائم رسول چار یار ہیں جس پاس ابوبکر عثمان صدیق شاہ مردان نوں شاباش۔ عمر خطاب سو پاوی حسین آ گاہی سدھا گھاس خواجہ عیسیٰ کرنی نوازا بٹھایا تخت نواس۔ مکہ مدینہ تھان ہے۔ رب سب دل اندر واس نال رب رہیں اخلاص

☆ محلّہ ۲، ۳، ۴ کو چھوڑ کر محلّہ ۵ سے پانچ نمونے پیش خدمت ہیں:۔

مارو محلّہ ۱۰۸۳ نسے شریک ناھیں رے کوئی۔ انعام ۶/۱۶۴: لاشریک لہ

مارو محلّہ ۱۰۰۵: آدھ انت پر بھا گم آگاہی۔ حدید ۵۷/۳: ھوالاول والاخر......

وادرام کلی محلّہ ۹۶۵: وڈی ھوں وڈا یار تیرا مرتبہ۔ حشر ۵۹/۲۴: المتکبر سبحان اللہ عما یشرکون۔

رام کلی محلّہ ۵ ۸۹۷: کہہ نانک ایکو اللہ یار برھم۔ اخلاص ۱۱۲/۲۔ قل ھواللہ احد٥

رام کلی محلّہ ۵ ۸۹۳: بےمحتاج پورا بادشاہ۔ اخلاص ۱۱۲/۳۔ اللہ الصمد٥

صاف ظاہر ہے کہ مثنوی مولانا روم کی مانند گرنتھ بھی فارسی کی بجائے پنجابی میں قرآن کی تشریح ہے۔

☆ ''انند نے مقدس ہستی سے پوچھا''۔ آپ کے جانے کے بعد کون ہمیں سیدھا راستہ بتائے گا؟ ''مقدس ہستی نے بدھ مت کے قدیم نوشتوں میں حضرت محمدؐ کے متعلق ایک پیش گوئی۔ سری لنکا کے انگریزی متن کا ترجمہ: ''میں پہلا بدھ نہیں ہوں جو دنیا میں آیا نہ ہی آخری بدھ ہوں۔ اپنے وقت پر دنیا میں ایک اور بدھ مبعوث ہوگا۔ تقدس ماب۔ نور کامل، حکمت و اخلاق کا نمونہ بےمثل۔ پاک باطن۔ عالم سے باخبر انسانوں اور ملائکہ کا بےمثل ھادی و آقا (ناقل میکائل ایچ ہارٹ کے سو بڑوں کا نمبرون)۔ غلاموں کا آقا۔ وہ تمہیں وہی لازوال سچائیاں بتائے گا جو میں بتا تا رہا ہوں۔ وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرے گا۔ جس کی ابتداء مقدس، عروج مبارک اور انتہا متبرک ہوگی۔ وہ خالص مذہبی زندگی کا پرچار کرے گا۔ جو بالکل مکمل اور خالص ہوگی جیسے اب میں کر رہا ہوں اس کے پیرو ہزاروں ہوں گے جبکہ میرے پیرو سینکڑوں ہیں''۔ پھر انند نے مزید پوچھا۔ ہم کس طرح اسے پہچانیں گے؟ مقدس ہستی نے بتایا:۔

''وہ مائی تیریا کہلائے گا'' (مجسم رحمتِ خداوندی۔ رحمۃ للعالمین)

سورۃ انبیاء ۲۱/۱۰۷: وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین٥ ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمۃ للعالمین۔

☆ چلو لگے ہاتھ مجوسیوں (زرتشتوں) کے قدیم نوشتوں مثلاً دساتیر۱۴ میں موجود پیغمبر اسلام کی بعثت کی پیش گوئی بھی ملاحظہ کرتے ہیں دساتیر اور ژند وسطا مجوسیوں کے چیف پریسیٹ (لبرک اعظم) کی ذاتی تحویل میں رہتی ہیں۔ان کی تعلیمات بہت حد تک اسلام سے ملتی بھی ہیں ماسوائے موجودہ آتش پرستی اور مردوں کو وحشے میں رکھ کر گدھ کو دوں کو کھلانا۔ دساتیر۱۴ اساسان ۱۱ کے دور کی ہے۔جماسپ حضرت زرتشت کا پہلا خلیفہ تھا۔مفصل حوالہ کے لئے شفر نگ صفحہ ۱۱۸ شائع کردہ نظام المشائخ از سیراجی پریس چھاسپی دہلی ۱۳۳۰ھ۔اس پیش گوئی میں پارس میں ایک عظیم بدنظمی اور انتہائی اخلاقی گراوٹ کا نقشہ کھینچا گیا ہے:۔

اصلی پہلوی متن

چم چیم کا جام کند ہر تو از جیام ورتا ہمتیال ہود ابو ہزار تسا مام ہو ہیر تاگ ونیر تاک

وسمیراک وامیر آف اسیر ویم ارتد وہو ہر بروکسام نیورام۔ بیرون خہ شنائی

بیمار وسیمار کسوار آبادی جواریدہ نیوستا وتدر ایند شناسی سیمارام مدیر وانتورام بام

ویمغورونیواک وشایام انشماد

جدید فارسی متن

چوں چنیں کارہا کنند از تازیان مردھمر پیدا شود کہ از پیردان اووسیلہ وتخیر کشور وآئین

ہمہ برافتد وشوند مرنشان زیر دستان بسیۃ بجائے پیکر ھا وآتش کدہ خانہ آباد بے

پیکر شدہ نماز برآں سو ہدر ستانند جاء آتش کدہ ھامدائن وکردھا وآں وتوس وبلخ

وجاھا بزرگ پس رفتند درھم دانایان ایران ودیگراں درایشان درروند۔

اردو ترجمہ از ناقل

جب اہل فارس میں بدنظمی اور بداخلاقی انتہا کو پہنچ جائے تو تازیان (عرب) میں ایک مرد پیدا ہوگا اور اس کے پیرو ایسی حالت میں فارس کو فتح کرلیں گے کہ آتش کدھوں اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کردیں گے لوگ اس کی سمت میں نمازیں پڑھیں گے۔کشور وآئین بدل کر مدائن توس بلخ کردستان نیز تمام بزرگ مقامات پر قبضہ کرلیں گے۔فارس کے لوگ اور عقل مندان میں مل جائیں گے۔

اس پیش گوئی میں ابہام بالکل نہیں ہے ہو بہو پوری ہو چکی ہے۔بس دعوت کے لئے یہی ۱۵ صفحات کافی ہیں۔

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اس کی اہمیت و ضرورت تعلیمات اسلام اور اُسوۂ رسولؐ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر غلام محمد جعفر۔ کوئٹہ

کلام پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ان الدین عند الله الاسلام (۱) ایک اور جگہ فرمان الٰہی ہے: ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخسرین (۲) اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول دین اسلام ہے۔ لفظ اسلام کا مادہ اشتقاق ''سلم'' ہے۔ جس کے معنی سلامتی پانے اور محفوظ رہنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں ایک نام ''السلم'' بھی ہے۔ جس کے معنی دل کی طمانیت و سلامتی اور امن دینے والا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو ''سلام'' اس لئے کہا ہے کہ اس نے کائنات کو اختلال و فساد سے محفوظ رکھا ہے۔ اور وہ تمام مخلوقات کی حفاظت و صیانت کرتا ہے۔ (۳) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لفظ اسلام کی وجہ تسمیہ کچھ اس طرح بیان کرتے ہیں۔ ''دنیا میں جتنے مذاہب ہیں ان میں سے ہر ایک کا نام یا تو کسی خاص شخص کے نام پر رکھا گیا ہے یا اس قوم کے نام پر جس میں وہ پیدا ہوا۔ مثلاً عیسائیت کا نام اس لئے عیسائیت ہے کہ اس کی نسبت حضرت عیسیٰؑ کی طرف ہے۔ بدھ مت کا نام اس لئے بدھ مت ہے کہ اُس کے بانی مہاتما بدھ تھے۔ زرتشتی مذہب کا نام اپنے بانی زرتشت کے نام پر ہے۔ یہودی مذہب ایک خاص قبیلہ میں پیدا ہوا۔ جس کا نام یہوداہ تھا۔ ایسا ہی حال دوسرے مذاہب کے ناموں کا بھی ہے مگر اسلام کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ کسی شخص یا قوم کی طرف منسوب نہیں۔ یہ نام خود ظاہر کرتا ہے کہ یہ کسی ایک شخص کی ایجاد نہیں۔ نہ کسی ایک قوم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کو شخص یا ملک یا قوم سے کوئی علاقہ نہیں۔ صرف ''اسلام'' کی صفت لوگوں میں پیدا کرنا اس کا مقصد ہے۔ ہر زمانے اور ہر قوم کے جن سچے اور نیک لوگوں میں یہ صفت پائی گئی ہے۔ وہ سب مسلم تھے، مسلم ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے (۴)۔ اسلام کے معنی جہاں امن و سلامتی ہے وہاں اُس کے معنی اطاعت و فرمانبرداری بھی ہے۔ بقول مولانا مودودی ''اسلام کے معنی عربی زبان میں اطاعت اور فرمانبرداری کے ہیں۔ مذہب اسلام کا نام ''اسلام'' اس لئے رکھا گیا۔ کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہے۔ (۵) حدیث شریف میں اسلام امن و سلامتی کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ آنحضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے ''المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده'' (۶) ۔ مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ لفظ ''سلم'' کے باب افعال میں جانے سے لفظ اسلام بنا ہے۔ جس کے معنی امن و سکون پانا بھی ہے اور امن و سکون دینا بھی ہے

۔یعنی یہ لفظ لازم بھی ہے اور متعدی بھی خود سپردگی، اطاعت اور فرمانبرداری بھی اس کے مفہوم میں داخل ہے۔(۷)

اسلام کی بنیادی اصطلاحات دو ہیں۔ایک ایمان اور ایک اسلام۔جو شخص بنیادی عقائد پر پختہ یقین رکھتا ہے وہ ''مومن'' ہے اور جو شخص ان کا اقرار کر کے اسلامی سوسائٹی میں شامل ہو جائے اور عمل بھی شروع کر دے وہ مسلم ہے۔لفظ مومن امن کے مادہ سے ہے۔امام راغب اصفہانی نے ایمان کے معنی اطمینان کے لئے ہیں۔جس کی وجہ سے ایک شخص کی زندگی میں سکون اور ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے اس لفظ ''امن'' میں امانت، عدل، عقل اور مسلم کے معنی بھی ہیں۔امن وسکون بھی اس لفظ کے معنی میں شامل ہے۔ہلاکت سے بے خوف ہونا بھی اس لفظ کے معنی میں شامل ہے۔(۸) جس شخص نے اسلام قبول کر لیا ۔گویا اس کی زندگی پُر امن ہوگئی اور وہ سلامتی میں داخل ہو گیا۔آنحضور اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد مختلف ممالک کے سربراہوں اور قبائلی سرداروں کو تبلیغی خطوط ارسال کیے۔ان خطوط میں ایک جملہ یہ بھی تحریر تھا ''**فانی ادعوک بد عایة الا سلام اسلم تسلم** ''میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں۔اسلام لاؤ تم سلامت رہو گے''(۹)۔اسلام کے شعائر میں ہر مسلمان کیلئے لازم ہے کہ دوسرے مسلمان سے ملاقات کرتے وقت ''السلام علیکم'' یعنی تم پر سلامتی ہو کہے اور دوسرا جواباً وعلیکم السلام کہے۔اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ایمان اور اسلام دونوں الفاظ میں امن وسلامتی کا مفہوم پایا جاتا ہے۔

قرآن حکیم اس دنیا میں امن وسلامتی کے فروغ پر زور دیتا ہے۔اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کلام مجید میں ایمان کو نعمت سے تشبیہ دی گئی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ:

وَاذکروا نعمۃاللّٰہ علیکمہ اذکنتم اعدآء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ .

ایمان کی دولت سے نوع انسان کو خوف و ہراس سے نجات ملتی ہے اور وہ مامون ہو جاتا ہے امن خدا کا بنی نوع انسان پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کا واسطہ دیتا ہے سورہ قریش میں ہے ''اُن پر اس گھر کے رب کی عبادت لازم ہے جس نے انہیں بھوک میں کھانا اور خوف سے امن دیا''۔(۱۱)

ملت اسلامیہ نے امن کو خدا کا سب سے بڑا عطیہ اور نعمت سمجھ کر ہمیشہ اسے فروغ دیا اور پروان چڑھایا ہے۔اسلام بڑی شاندار تاریخ کا مالک ہے۔یہ روشن اور تابناک تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے طاغوتی اور نفسیانی خواہشات جن سے امن کو خطرات لاحق ہو سکتے تھے ہمیشہ ڈٹ کر مقابلہ کیا۔نفس امارہ اور تعیش ذات کے خلاف جنگ کے نادر نمونے پیش کیے۔نفس امارہ کے خلاف سعی اور کاوش کو نبی پاک ﷺ نے جہاد اکبر سے تشبیہ دی۔مسلمانوں نے دشمن کے خلاف تلوار صرف اس وقت اٹھائی، جب امن وامان کا قیام اس کے بغیر ممکن نہ رہا۔اور فتنہ کے سد باب کے لئے تلوار کا اٹھانا ناگزیر ہو گیا۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس بات کی صراحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ جنگ وجدل اور زیادتی کو قطعاً پسند نہیں

کرتا۔اسلام جنگ کی اجازت صرف اس وقت دیتا ہے جب اُس کے بغیر کوئی اور چارہ باقی نہ رہے۔جب دشمن جنگ سے باز آجائے اور صلح کے لئے ہاتھ پھیلائے تو مسلمانوں کو صلح وآشتی کی طرف ہاتھ بڑھانے میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔و ان جنحو اللسلم فا جنح لها .و تو کل علی الله ....اگر دشمن صلح وآشتی کا ہاتھ پھیلائیں تو تم بھی اپنا ہاتھ آگے کردو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔بے شک وہی سنتا ہے اور اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں۔خواہ صلح سے ان کی غرض تمہیں دھوکا دینا ہے پھر بھی اللہ تمہارے لئے کافی بڑا سہارا ہے(۱۲)۔اسلام مسلمانوں کو اس بات کی ہدایت کرتا ہے کہ زیادتی کرنے والوں کو اگر معاف کردیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔کلام پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے"فمن عفا و اصلح فا جره علی الله ۔جو معاف کردے اور اصلاح کا راستہ اختیار کرے اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے(۱۳)۔بعض اوقات مصلحت کے تقاضوں کے پیش نظر انتقام لینا ناگزیر ہو جاتا ہے۔ایسی صورت میں مسلمانوں کے لئے قرآن مجید میں واضح ہدایات موجود ہیں کہ جس قدر ان پر زیادتی ہوئی ہے۔اس کے برابر دشمنوں سے بدلہ لیا جائے کلام پاک میں ارشاد الٰہی ہے۔و جزآئو سیئة سیئة مثلها برائی کا بدلہ برائی کے برابر ہے(۱۴)۔ایک اور جگہ کلام پاک میں آیا ہے و الذین اذآ اصابهم البغی هم ینت صرون (۱۵)۔جب ان پر کوئی ظلم کرتا ہے تو یہ برابر کا انتقام لیتے ہیں۔اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں"جہاں معاف کرنا مناسب ہو معاف کرے۔مثلاً ایک شخص کی حرکت پر غصہ آیا اور اس نے ندامت کے ساتھ اپنے عجز وقصور کا اعتراف کرلیا۔انہوں نے معاف کردیا۔یہ محمود ہے اور جہاں بدلہ لینا مصلحت ہو مثلاً کوئی شخص خواہ مخواہ چڑھتا چلا آئے اور ظلم وزور سے دبانے کی کوشش کرے یا جواب نہ دینے سے اس کا حوصلہ بڑھتا ہے یا ہماری شخصی حیثیت سے قطع نظر کرکے دین کی اہانت یا جماعت المسلمین کی تذلیل ہوتی ہے۔ایسی حالت میں بدلہ لیتے ہیں۔وہ بھی بقدر اس زیادتی کے۔جرم سے زائد سزا نہیں دیتے(۱۶)۔دشمن نے جتنا مالی یا جانی نقصان مسلمانوں کو پہنچایا۔ٹھیک اتنا ہی دشمن کو نقصان پہنچانے کی اجازت ہے زیادہ نقصان پہنچانے کی اسلام قطعاً اجازت نہیں دیتا۔اگر اس سے زیادہ نقصان دشمن کو پہنچایا گیا ۔تو یہ ظلم کے زمرے میں شمار ہوگا۔اگر آنحضور اکرم ﷺ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالیں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح نظر آئے گی کہ آپ ﷺ نے اپنی پوری زندگی امن وامان کے قیام اور خدمت عام میں گذاری۔دوسروں کو فائدہ پہنچانے کیلئے آپ ﷺ نے مکہ مکرمہ میں حلف الفضول میں شرکت فرمائی۔حلف الفضول ایسا معاہدہ تھا۔جس میں مظلوموں کی دادرسی اور ظالموں کو ظلم و زیادتی سے روکنا تھا۔تاکہ مکہ مکرمہ اور اس کے گردونواح میں امن وآشتی کو فضا قائم ہو۔اس معاہدہ کی اہم دفعات کچھ یوں تھیں۔

۱۔ غرباء،ضعفا اور مظلومین کی مدد اور دست گیری کیلئے ہمہ وقت تیار اور مستعد رہنا

۲۔ ملک سے بدامنی دور کرنے کے لئے ہر امکانی سعی سے کام لینا

۳۔ مسافروں اور نوواردوں کے جان و مال کی حفاظت کرنا

۴۔ زیردستوں پر زبردستوں کے مظالم اور زیادتیوں کے سیلاب عظیم کو روکنے اور دبانے کیلئے حتی المقدور کوشش سے کام لینا۔(۱۷)

ڈاکٹر حافظ محمد یونس اس معاہدے کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں ''عرب جیسے بے آب و گیاہ، شتر بے مہار، غیر مہذب اور فتنہ پرور ملک میں مذکورہ مقاصد کی انجمن کا اس شان کے ساتھ قائم ہونا ایک بالکل نئی بات اور نیا واقعہ تھا۔ جس کے روح رواں پیغمبر اسلام کی ذات گرامی تھی۔ ورنہ جہاں کوئی آئین اور نظم و نسق نہ ہو اور لوگ خود خرابیوں اور برائیوں میں غرق ہوں۔ وہاں اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اس انجمن نے بڑا شاندار کام کیا اور ملک کو اس سے بہت فائدہ پہنچا۔ انجمن کا قیام دراصل حضور ﷺ کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔ جو آپ ﷺ کے شاندار مستقبل کی غمازی کر رہا تھا (۱۸)۔ حلف الفضول میں آنحضور ﷺ کی شرکت اور اس معاہدے کے مقاصد اس بات کا مظہر ہیں کہ آپ کو نبوت سے قبل امن و امان کس قدر عزیز تھا ۔آپ نبوت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد اس معاہدے کو یاد کر کے فرمایا کرتے تھے۔ ''ابن جدعان کے گھر میں جس معاہدے میں' شامل ہوا تھا۔ اگر اس معاہدے کے مقابلے میں مجھے سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیے جاتے تو میں نہ لیتا'' (۱۹)۔ نبوت سے قبل بیت اللہ میں حجر اسود کی تنصیب کا واقعہ نبی پاک ﷺ کی سیاسی بصیرت کا ایک بے مثال اور زندہ ثبوت ہے۔ آپ نے مدبرانہ فیصلہ سے مکہ مکرمہ کی مکدر فضا پُرسکون ہوگئی۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب ''نبی رحمت'' میں تحریر فرماتے ہیں' بنوعبدالدار نے خون سے بھری ہوئی ایک بڑی لگن تیار کی۔ انہوں نے اور بنو عدی نے مرتے دم تک لڑنے کا آپس میں معاہدہ کیا اور خون کی لگن میں ہاتھ ڈال کر یہ معاہدہ اور عہد و پیمان پختہ کیا۔ یہ ایک بڑی تباہی اور عظیم فتنہ و فساد کا پیش خیمہ تھا۔ قریش کئی روز تک اس الجھن میں رہے۔ پھر اس پر سب کا اتفاق ہو گیا کہ جو شخص مسجد حرام میں سب سے پہلے داخل ہو گا۔ وہ اس بات کا فیصلہ کرے گا۔ چنانچہ سب سے پہلے مسجد حرام کے دروازے سے رسول اللہؐ داخل ہوئے اور آپ کو دیکھتے ہی سب نے بے ساختہ کہا کہ یہ محمدؐ الامین ہیں ہم ان پر راضی ہیں۔ رسول اللہؐ نے ایک چادر منگوائی۔ حجر اسود اٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس میں رکھا۔ پھر فرمایا کہ ہر قبیلہ چادر کا ایک کونہ پکڑ کر اٹھائے۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد باقی عمارت تعمیر ہوئی۔ اس طرح رسول اللہؐ نے قریش کو بڑے کشت و خون سے بچا لیا۔ آپؐ نے اس معاملہ میں جس حکمت اور تدبر سے کام لیا۔ اس سے بڑھ کر کوئی حکمت اور تدبیر نہیں ہو سکتی تھی۔ نبوت کے بعد آپؐ نے تمام انسانوں اور دنیا کی قوموں کو جس طرح جنگوں کی بھٹی سے نجات دی۔ یہ واقعہ دراصل اس کا پیش خیمہ اور مبارک آغاز تھا''۔(۲۰)

مکہ مکرمہ میں آنحضورؐ اور مسلمانوں کی جماعت کافی کمزور تھی۔ نبی پاکؐ کی ذات اقدس اور صحابہ کرام کی جانیں غیر محفوظ تھیں۔ ہجرت مدینہ کے بعد نبی پاکؐ اور صحابہ کرامؓ کی پوزیشن کافی مضبوط ہوگئی۔ آنحضور اکرم ﷺ کو مدینہ کا حکمران تسلیم

کرلیا گیا۔ مدینہ کی اسلامی ریاست معرض وجود میں آ گئی۔ آپؐ نے امان کے قیام اور سلامتی کی ترویج کے لئے مدینہ منورہ میں غیر معمولی اقدامات کئے۔ آپؐ نے مدینہ منورہ میں جس چیز کی طرف خصوصی توجہ مبذول کی۔ وہ شہر میں امن وامان کا قیام اور عمل کے باشندوں کے مابین باہمی تعلقات کو خوشگوار بنانے کا معاملہ تھا۔ اس سلسلہ میں مہاجرین اور انصار کے مابین رشتہ مواخات قائم کیا گیا۔ اس رشتہ مواخات نے ''ساری جاہلی کشاکش اور قبائلی کشمکش کی بنیاد ڈھادی اور جاہلیت کے رسم ورواج کے لئے کوئی گنجائش نہ چھوڑی'' (۲۱)۔ مواخات کے بارے میں سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں ''یہ مواخات (بھائی چارہ) اپنی نوعیت کی منفرد اسلامی و عالمی اخوت کی اساس ایک صاحب دعوت امت کے قیام کا مقدمہ تھی۔ جو ایک نئی دنیا کی تعمیر کیلئے برپا ہورہی تھی۔ اور جو صحیح و معین عقائد اور دنیا کو بدبختی و بدنظمی سے نجات دینے والے نیک مقاصد اور ایمان ومعنوی اخوت اور متحدہ سرگرمی کے تعلقات کے لئے قائم ہورہی تھی۔ اس طرح مہاجرین وانصار کے درمیان یہ محدود اخوت دنیائے انسانیت کی نئی زندگی کا پیش خیمہ ثابت ہوئی'' (۲۲)۔ جہاں آپؐ نے مہاجرین وانصار کے مابین مواخات کا رشتہ قائم کیا ۔وہاں یہود مدینہ اور دیگر مشرک عرب قبائل کو میثاق مدینہ کے تحت ایک وفاق پر متفق کیا۔ تاکہ مدینہ اور اس کے گردونواح میں امن وآشتی کی فضا قائم کی جاسکے۔ میثاق مدینہ جہاں آنحضورﷺ کی سیاسی بصیرت کا شاہکار ہے وہاں اس سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کو امن وآشتی کسی قدر عزیز تھی۔ بقول مولانا صفی الرحمان مبارک پوری نبیؐ نے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان عقیدے، سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کرلیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آپؐ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہوا اور اس کے ساتھ مدینہ اور اس کے گردوپیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظم ہو جائے۔ چنانچہ آپؐ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین مسنون فرمائے جن کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا''۔ (۲۳)

مدنی زندگی میں صلح نامہ حدیبیہ آنحضورﷺ کی صلح جوئی اور امن وآشتی کی ایک اور زندہ مثال ہے۔ ''صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ نے جس معاندانہ رویہ کا اظہار کیا۔ اور اس کے مقابلے میں پیغمبر امن وسلامتی اور آپؐ کے صحابہ نے جس مصالحانہ انداز میں امن پسندانہ رویہ کا اظہار کیا۔ یہ اس امر کا واضح ثبوت ہے کہ حضورؐ کی جنگ کا مقصد فتنہ کو فرو کرنا اور امن و امان بحال کرنا ہے'' (۲۴)۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی پاکؐ نے جس عفو ودرگزر کا مظاہرہ کیا۔ تاریخ عالم اس جیسی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ سید ذاکر شاہ اپنے مضمون ''نبی کریمﷺ بحیثیت داعی امن واخوت'' میں فتح مکہ کے موقع نبی پاکؐ کے سلوک کو ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ ''جب پورا مکہ آپؐ اور آپؐ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے انتقام کا ہدف بنا

ہوا تھا۔لیکن شان کریمی نے خون آشام تلواروں کو میان میں رکھنے کا حکم دیا اور امن و امان پامال کرنے والوں کو مامون و مصئون فرمایا.........جب نخل امن بالیدہ ہوا اور کوشک امان کی دیواریں مستحکم ہوگئیں تو پیغمبر امنؐ نے لوگوں میں اخوت کا لازوال رشتہ جوڑا اور **انما المو منون اخوة** اور **المسلم اخوا المسلم** فرما کر چہرہ اخوت کو تابانی بخشی، بشرہ برادری اسلام کو رخشندگی دی'' (۲۵)۔آنحضور اکرم ﷺ کی مکی اور مدنی زندگی کے بے شمار واقعات اس بات کے شاہد ہیں کہ آپؐ نے ہمیشہ امن وسلامتی کے فروغ کے لئے غیر معمولی اقدامات کیے۔

اسلام جو کہ امن وسلامتی کا دین ہے نے فتنہ وفساد کی بیخ کنی اور امن وسکون کے فروغ کیلئے جہاد پر زور دیا تا کہ انسانیت مامون رہے اور یہ کرہ ارضی جنت ارضی کا نمونہ بن جائے۔بنی نوع انسان بلا خوف وخطر آزادی کے ساتھ اپنے اپنے مذہب کے ساتھ زندگی گذار سکے۔بعض کوتاہ اندیشوں نے جہاد کو غلط معنی پہنا کر اسے جنگ وجدل کے مترادف قرار دیا۔جہاد جنگ وجدل کے معنی میں کہیں بھی مراد نہیں لیا جاتا۔اور نہ اس کا مقصد کشت وخون کرنا ہے۔جہاد کا لفظ جہد سے مشتق ہے اور جہد کے معنی سخت محنت کرنے اور مشقت اٹھانے کے ہیں۔قرآن مجید میں یہ لفظ انہی معنی میں استعمال ہوا ہے۔مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے **والذین جا ھدو ا فینا لنھدینھم** (۲۶)۔جو ہم تک رسائی پانے کیلئے محنت ومشقت سے کام لیتے ہیں ہم انہیں اپنے تک آنے والے راستوں پر چلا دیتے ہیں۔ایک دوسری جگہ جہاد کے مفہوم کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، ارشاد ربانی ہے **و من جاھد فانما یجاھد لنفسه** (۲۷)۔جس نے محنت ومشقت سے کام لیا اس نے یہ مجاہدہ اپنی ذات کیلئے کیا۔

اسلام فتنہ وفساد کی بیخ کنی، اثم وعدوان خاتمہ اور فواحش ومنکرات کے سد باب کرنے کا حکم دیا ہے۔اسلام جہاں منکرات سے روکتا ہے۔وہاں نیکی اور خیر کے کاموں کی اشاعت وترویج کا حکم بھی دیتا ہے۔تا کہ کرہ ارضی پر انسانیت ترقی کی منازل طے کرتی رہے۔دو انسانی معاشرے میں خیر وفلاح کے لئے اور ہمہ جہت ارتقاء کے لئے امن و انصاف قائم رہنا ضروری ہے۔حریت، مساوات، اخوت، امانت، دیانت، صداقت اور عدالت یہ قوانین قدرت ہیں۔جن کے نفاذ سے انسانی معاشرے میں امن وامان کی ضمانت مہیا ہوسکتی ہے۔جس فرد میں جس حد تک یہ صفات زندہ و بیدار اور متحرک ہوں گے وہ فرد اسی نسبت سے خیر وفلاح' قائم کرنے کا باعث ہوگا اور جس معاشرے میں ایسے صالح اعمال والے انسانوں کی کثرت ہوگی وہ معاشرہ امن وانصاف کا گہوارہ بن جائے گا'' (۲۸)۔اگر ظلم وزیادتی اور اثم وعدوان کے آگے بند نہ باندھا جائے تو معاشرہ ارتقاء کی بجائے تنزل اور انحطاط کا شکا ہو جائے گا۔دنیا جائے امن کی بجائے فساد کا گھر بن جائے گی۔اور انسانی جان کی حرمت باقی نہ رہے گی۔انسان کو اللہ تعالیٰ نے نہایت عزت وتوقیر سے نوازا ہے۔کلام پاک میں ہے **ولقد کر منا بنی آدم** (۲۹)۔جب حضرت انسان اللہ کے نزدیک نہایت مکرم اور صاحب عزت ہے اور اسے اشرف المخلوقات بنایا گیا ہے تو اس کی جان بھی نہایت

محترم ہے۔کلام پاک میں انسانی جان کی حرمت اور تقدیس کے بارے میں واضح فرمان الٰہی ہے کہ ایک انسانی جان کا تحفظ گویا پوری انسانیت کا تحفظ ہے اور ایک انسانی جان کو قتل کرنا گویا پوری انسانیت کا تحفظ ہے اور ایک انسانی جان کو قتل کرنا گویا پوری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاھا فکانما احیاالناس جمیعا ۔(۳۰)

کلام پاک میں فتنہ وفساد (جس کے نتیجہ میں امن وسکون غارت ہو اور انسانی جان کو خطرات لاحق ہوں۔) کی پرزور انداز میں مذمت کی گئی ہے اور فتنہ وفساد کو قتل سے زیادہ قبیح جرم قرار دیا ہے۔کلام مجید میں ارشاد الٰہی ہے و الفتنة اشد من القتل (۳۱)۔یعنی فتنہ قتل سے شدید تر ہے۔ایک اور مقام میں ارشاد باری تعالیٰ ہے و اللہ لا یحب المفسدین (۳۲)۔اللہ تعالیٰ فتنہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔کلام پاک میں انسانی جان کی حرمت کو پامال کرنے کی سزا جہنم بتلائی گئی ہے۔قتل انسان کا مرتکب کبھی جنت کا حقدار نہیں ہوگا۔اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے و من یقتل مو منا متعمدا فجزئو جھنم خالد ا فیھا و غضب اللہ علیہ و لعنه و اعدله عذابا عظیما (۳۳). جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے۔جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی رحمت کاملہ سے دور کریں گے اور اس کے لئے بڑی سزا یعنی دوزخ کا سامان کریں گے۔آنحضورؐ نے جہاں مومن ومسلم کی جان کو محترم قرار دیا ہے۔وہاں غیر مسلم چاہے وہ ذمی ہو یا غیر ذمی۔اس کی جان ویسے ہی محترم ہے جیسے مسلمانوں کی جان محترم ہے۔حضرت علیؓ کا فرمان ہے من کان لـه ذمتنا فدمه کدمنا و دیته کدیتنا (۳۴)۔آنحضور اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خطبہ دیا۔اس میں آپؐ نے انسانی جان کی حرمت کے بارے میں فرمایا۔فان اللہ حرم علیکم دماء کم و امو الکم و اعراضکم کعرمة یوم ھذا ،فی شھر کم ھذا فی بلاکم ھذا (۳۵)۔اے لوگو! (قیامت تک) تمہارے خون، تمہارے عزت اور تمہارے مال کا آپس میں احترام کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ آج کے دن اور اس شہر اور اس مہینے کا احترام تم پر واجب ہے۔

انسانی جان کی حرمت کے پیش نظر مسلمانوں کے لئے لازم قرار دیا گیا ہے کہ انسانی جان کے تحفظ اور بقا کے لئے کوشاں رہیں۔اگر کہیں فتنہ فساد کا اندیشہ ہو جس کے نتیجہ میں انسانی جان خطرے میں پڑسکتی ہو تو فتنہ کے سد باب کے لئے جہاد لازم قرار دیا گیا ہے۔سورہ بقرہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وقتلوھم حتی لاتکون فتنة ویکون الدین للّٰہ (۳۶)۔اور ان سے لڑو۔یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (اطاعت) اللہ کے لئے ہوجائے۔اگر دین کی خاطر جہاد جہ کیا جائے اور فتنے کی جڑ کو طاقت کے زور سے نہ کاٹا جائے تو خود دین کی جڑ کٹ جائے گی۔فتنہ پسند عناصر روئے زمین پر خدا کا نام لینے والوں کا جینا دوبھر کردیں گے۔اور خداپرستی کے ایک ایک نشان کو وہ مٹا کردم لیں گے۔کلام پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ولو لا دفع اللہ

الناس بوضهم بیعضل لهدمت صوامح و بیع و صلوة و مسجد یهکر فیها اسم الله کثیرا ولینصرن الله من ینصره (۳۷)۔(اور اللہ بعض لوگوں کو بعض کے ذریعے دفع نہ کیا کرتا تو ڈھا دیے جاتے صوامح، گرجے، کنیسے اور مسجدیں جن میں کثرت سے اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور اللہ ان لوگوں کی مدد ضرور کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کرتے ہیں)۔دین کی بقا اور ترقی کے لئے جہاد ناگزیر ہے۔مساجد ہوں یا گرجے یا دیگر ادیان کی عبادت گاہیں۔یہ عبادت گاہیں جہاں اللہ کے ذکر کے لئے مخصوص ہوتی ہیں۔وہاں انسانیت کو خوف و خطرے سے سکون واطمینان بھی فراہم کرتی ہے۔اگر شر پسند عناصر کو فتنہ وفساد سے باز نہ رکھا جائے تو یہ مقاماتِ عبادت جہاں سے امن وآشتی کی کرنیں پھوٹتی ہیں ان کے دروازے ہمیشہ کے لئے انسانیت پر بند ہو جائیں گے۔مفتی محمد شفیع نے مذکورہ بالا آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ''اس میں جہاد وقتال کی حکمت کا اور اس کا بیان ہے کہ یہ کوئی نیا حکم نہیں۔پچھلے انبیاء اور ان کی امتوں کو بھی قتال کفار کے احکام دیئے گئے ہیں اور اگر ایسا نہ کیا جاتا تو کسی مذہب اور دین کی خیر نہ تھی۔سارے ہی دین ومذہب اور ان کی عبادت گاہیں ڈھادی جاتیں'' (۳۸)۔

امن وسلامتی کی بقا اور ترویج کے لئے لازم ہے کہ ملت اسلامیہ کے مابین اتحاد و یکجہتی کی فضا قائم ہو۔اسلام تمام مسلمانوں کو اتحاد کی لڑی میں پرونا چاہتا ہے۔کلام پاک میں تمام مومنین کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان پر کوئی فضیلت اور برتری حاصل نہیں۔کلام پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انثی و جعلنکم شعو با و قبائل لتعارفو اان اکرمکم عند الله اتقکم (۳۹)۔اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔تمہارے قبیلے اور شاخیں بنائیں تا کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ متقی ہے۔اس آیت قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انسان اللہ کے نزدیک مساوی ہیں۔فضیلت صرف اسے حاصل ہوگی جو متقی اور پرہیز گار ہوگا۔ملت اسلامیہ کے فروغ اور ترقی کے لئے مسلمانوں کو آپس میں اتحاد و یکجہتی کا درس دیا گیا ہے۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے واعتصمو ابحبل الله جمیعا و لا تفرقو ا(۴۰)۔نبی پاک ﷺ نے اپنے خطبہ حجۃ الوداع میں مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتے ہوئے فرمایا ''ان کل مسلم اخو المسلم و ان المسلمین اخوۃ (۴۱). ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔نبی پاک ﷺ کے متعدد ارشادات اس بات کے شاہد ہیں کہ آپؐ نے تمام مسلمانوں کو ایک جان سے تشبیہ دی ہے۔وہ ایک دوسرے کے دکھ درد میں برابر کے شریک ہوتے ہیں۔کیونکہ وہ ایک ملت کے فرد ہیں۔حضرت ابوموسیٰؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''ایک مومن دوسرے مومن کے لئے اسی طرح ہے۔جسے دیوار اس کے (اجزاء) ایک دوسرے کو مضبوط بناتے ہیں'' (۴۲)۔ایک اور حدیث میں ہے حضرت نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں: حضور ﷺ نے فرمایا

''باہمی محبت، رحمت اور لطف و کرم میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے کہ جب اس کے کسی ایک حصہ کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم بے خوابی اور بخار کی شکایت کرنے لگتا ہے'' (۴۳)۔ ایک اور فرمان نبوی ہے۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کرتا ہے اور جو کسی مسلمان کی کوئی تکلیف دور کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے مصائب میں سے ایک مصیبت سے نجات عطا فرماتا ہے اور جو کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا'' (۴۴)۔ مسلمان جن کو ایک جسم و جان سے تشبیہ دی گئی ہے اگر اپنی صفوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کر لیں تو اس سے امن و آشتی کو فروغ ملے گا۔ اور عالمی امن و سکون کے قیام میں مدد ملے گی۔ اسلام جو کہ سلامتی کا دین ہے اس کا اصل مقصد دنیا میں امن و سلامتی کو پروان چڑھانا ہے۔ تا کہ انسانیت یکسو اور بے خوف ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکے۔ کیونکہ بنی نوع انسان کی تخلیق کا مقصد ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی کرنا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (۴۵)۔ انسان اس وقت تک یکسو ہو کر اپنے رب کی بندگی نہیں کر سکتا جب تک اسے مکمل اطمینان اور سکون حاصل نہ ہو۔ اللہ کے ذکر کے لئے جو دلوں کو اطمینان اور سکون بخشتا ہے۔ ماحول کا پر امن ہونا نہایت ضروری ہے۔ اسلام کرہ ارضی کو ہر طرح کے فتنہ و فساد سے پاک کر کے امن کا گہوارہ بنانے کا خواہاں ہے۔ امن کے خزانے کی کلید مسلمانوں کے باہمی اتحاد و تعاون میں پوشیدہ ہے۔

جہاں اسلام نے مسلمانوں کے مابین اتفاق، محبت، اتحاد اور یکجہتی پر زور دیا ہے۔ وہاں غیر مسلم رعایا کے ساتھ رواداری، حسن سلوک اور عدل و انصاف کا درس دیا ہے۔ مذہب کے معاملے میں اسلام جبر و اکراہ کا روادار نہیں۔ اسلامی سلطنت کی حدود میں بسنے والے غیر مسلم حضرات کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گذارنے کی پوری آزادی حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے لا اکراہ فی الدین (۴۶) ایک اور جگہ قرآن قرآن مجید میں آیا ہے لکم دینکم ولی دین (۴۷)۔ اگر ہم آنحضور اکرم ﷺ کا اسوۂ حسنہ اور خلفائے راشدین کا تعامل دیکھیں تو اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ آپؐ نے اور خلفائے راشدین نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ نہایت رواداری اور فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔ مدینہ کے یہودیوں یا نجران سے آئے ہوئے عیسائیوں کا وفد ہو یا قریش مکہ ہوں۔ نبی پاکؐ نے سب کے ساتھ نہایت رواداری ارو انصاف کا سلوک کیا۔ مدینہ منورہ میں آباد غیر مسلم عرب قبائل اور یہود کو میثاق مدینہ میں مکمل مذہبی آزادی کی ضمانت فراہم کی گئی۔ میثاق مدینہ میں شامل اقوام کو ملت واحدہ کا درجہ دیا گیا (۴۸)۔ مدینہ منورہ میں اگر کسی یہودی کا جنازہ گزرتا تو آپؐ احتراماً کھڑے ہو جاتے۔ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جب یروشلم فتح ہوا۔ تو وہاں کے غیر مسلموں کے ساتھ جو معاہدے کیے گئے۔ تو انہیں مکمل مذہبی آزادی کی ضمانت کی گئی۔ ذمیوں کی جان و مال کو مسلمانوں کی جان و مال کے برابر قرار دیا۔ کوئی مسلمان اگر کسی ذمی کو قتل کر ڈالتا تھا۔ تو حضرت عمرؓ فوراً اس کے بدلے مسلمان کو قتل

کرادیتے تھے۔امام شافعی نے روایت کی ہے کہ قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔حضرت عمرؓ نے لکھ بھیجا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دے دیا جائے چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کو جس کا نام حنین تھا کے حوالہ کیا گیا اور اس نے اس کو قتل کر ڈالا (۴۹)۔اسلام اپنے پیروکاروں کو اس بات کی ہدایت کرتا ہے کہ کسی مذہب کو برا بھلا نہیں کہنا چاہیے۔یہاں تک کہ مشرکین کے جھوٹے خداؤں کو برا بھلا نہ کہا جائے۔قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ولا تسبو ا الذین یدعون من دون اللہ فیسبو ا اللہ عدوا بغیر علم (۵۰)۔صرف یہی نہیں کہ اسلام اسلامی سلطنت کی حدود میں آباد غیر مسلم حضرات کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کا درس دیتا ہے بلکہ کرہ ارضی پر بسنے والے تمام ادیان کے پیروکاروں کے مابین ''مفاہمت بین المذاہب'' کی بنیاد رکھی۔مفاہمت بین المذاہب کی راہ میں حائل مشکلات کو حل کرنے میں بھی راہنمائی فرمائی۔(۵۱)

آج دنیا میں جو بے اطمینانی، بدامنی، دہشت گردی اور انتہا پسندی اور جنگ وجدل کی فضا طاری ہے۔اس کا علاج اور حل اس بات میں مضمر ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات پر صحیح معنوں میں عمل پیرا ہوں۔اپنی صفوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کریں۔مسلمانوں کا باہمی اتحاد، عالمی اتحاد کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔''اسلامی اتحاد و تعاون عالمی امن وتعاون کی تمہید ہے'' (۵۲)۔پروفیسر منٹگمری واٹ نے اپنے ایک مضمون میں لکھا تھا ''عظیم اسلامی وحدت صرف (مسلمانوں کی) اکثریت کے مفاد ہی میں نہیں بلکہ بقیہ دنیا کے مفاد میں بھی ہے'' وہ مزید لکھتے ہیں ''کہ ہوسکتا ہے کہ عالمی رائے عامہ کا کوئی حصہ ایسا بھی ہو جو اسلامی وحدت کے اضافہ کو خوش آمدید نہ کہے۔لیکن مذکورہ بالا فکر یہ ثابت کرتی ہے کہ اتحاد واستحکام میں اس قسم کا اضافہ پوری دنیا کے مفاد میں اور اس طرح دنیا کے تقریباً سارے ممالک کے مفاد میں ہوگا''۔(۵۳)

اسلام بنی نوع انسان کی بقا اور ترقی کا خواہاں ہے۔بنی نوع انسان کو باہمی تضادات، مذہبی منافرتوں، عصبیتوں اور گروہ بندیوں سے آج جس قدر خطرات لاحق ہیں۔اس سے پہلے کبھی لاحق نہیں تھے۔سائنس نے اپنی نت نئی ایجادات سے چاند اور دیگر اجرام فلکی کی تسخیر کو ممکن بنادیا ہے۔سائنسی ایجادات نے انسانی زندگی کو نہایت سہل اور آسانی کردیا ہے۔لیکن بعض سائنسی ایجادات نے دنیا کے امن وسکون کو غیر یقینی بنادیا ہے اور بنی نوع انسان کی بقا معرض خطر میں نظر آنے لگتی ہے۔نسل انسانی کی بقا، تحفظ اور ترقی کیلئے لازم ہے کہ دنیا کو خطرات سے پاک کیا جائے۔تباہ کن اسلحہ کے ڈھیروں کو تلف کردیا جائے تاکہ دنیا امن وآشتی کا گہوارہ بن جائے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کو جائے امن کیسے بنایا جائے۔اس سوال کا جواب ہمیں قرآن پاک اور آنحضور اکرم ﷺ کی تعلیمات میں نظر آتا ہے۔اسلام نے تمام بنی نوع انسان کو حضرت آدمؑ کی ذریت بتایا ہے۔نبی پاکؐ نے فتح مکہ کے موقع پر قریش سے مخاطب ہوکر فرمایا۔''اے قریش کے لوگو! اللہ نے تم سے جاہلیت کی نخوت، باپ دادا پر فخر کا خاتمہ کردیا۔سارے لوگ آدم سے ہیں اور آدم مٹی سے'' (۵۴)۔جب پوری انسانیت ایک باپ حضرت آدمؑ کی اولاد ہے

تو پھر نسلی، وطنی، لونی اور لسانی امتیازات کو مٹا کر بنی نوع انسان کو متحد ہو جانا چاہیے۔ آپس میں اتحاد و اتفاق اور یکجہتی پیدا کر لینی چاہیے۔ تا کہ دنیا کا امن وسکون برقرارر ہے۔ امن و آشتی کو جو خطرات لاحق ہیں انسانیت اُن سے محفوظ رہے۔ کلام پاک دنیا کے امن وسکون کو برقرار رکھنے کیلئے ادیان عالم کے پیروکاروں کو خصوصاً اہل کتاب کو اتحاد و یکجہتی پیدا کر لینی چاہیے۔ کلام پاک میں ہے قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (تو کہہ اے اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہراویں اس کا کسی کو اور نہ بنا دے کوئی کسی کو رب سوا اللہ کے)۔ (۵۵) اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ دنیا کی اقوام اور مختلف مذاہب کے پیروکار کس بات پر آپس میں اکٹھے اور متحد ہو سکتے ہیں۔ کلام پاک نے مسلمانوں اور اہل کتاب کے مابین جو بات مشترک بتائی ہے اور جو اُن کے مابین وجہ اتحاد و یکجہتی بن سکتی ہے وہ وحدت الٰہ اور وحدت آدم ہے۔ وحدت آدم اور وحدت الٰہ کا تصور سب سے بڑی بنیاد ہے جس پر اقوام عالم اور مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو یکجا کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ پروفیسر خورشید احمد اپنی کتاب ''اسلامی نظریہ حیات'' میں تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں 'اس وقت اقوام میں افراتفری کا عالم یہ ہے کہ نہ اُن میں خدا مشترک ہے اور نہ آدم۔ ہر قوم کا خدا الگ ہے۔ اس کی نسل الگ ہے، اس کی شہریت جدا ہے اس کے معتقدات اور اخلاق جدا ہیں۔ اور ہر قوم اس علیحدگی کو نہ صرف قائم رکھنا چاہتی ہے بلکہ اس کو بالجبر مسلط بھی کرنا چاہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب تک دماغوں میں یہ گرہ موجود ہے ان قوموں میں اتحاد کے لئے کوئی مشترک رشتہ موجود نہیں۔ مشترک رشتہ صرف ایک ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ سب ایک ہی خدا کو مانیں۔ اس کے اتارے ہوئے قانون کو سب اپنے لئے شریعت بنائیں اور ایک ہی آدم کے مشترک گھرانے کا اپنے آپ کو فرد سمجھیں۔ اس اساس پر بلاشبہ ایک عالمگیر سیاسی تنظیم کی عمارت قائم ہو سکتی ہے اور دنیا کی مصیبتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس کے سوا جتنی تدبیریں بھی اس مسئلے کو حل کرنے کے لئے کی جائیں گی وہ رشتے میں ایک اور گرہ کا اضافہ کریں گی اور کسی مشکل کو حل نہیں کر سکیں گی''۔ (۵۶)

سماوی اور الہامی مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب عالم کا اگر ہم جائزہ لیں تو اُن میں اور سماوی مذاہب میں اخلاق فاضلہ اور اخلاق حمیدہ کی تعلیم کا اشتراک نظر آتا ہے۔ سب مذاہب نے اپنے پیروکاروں کو اخلاق فاضلہ اپنانے کی تاکید کی ہے۔ تمام انبیاء کرام اور دیگر بانیانِ مذاہب اخلاق حمیدہ کے پیکر تھے۔ آنحضورﷺ جو نبوت کے سلسلے کی آخری کڑی ہیں اخلاق حسنہ کا کامل اور مکمل نمونہ ہیں۔ کلام پاک میں ہے و انک لعلی خلق عظیم (۵۷)۔ نبی پاک کا اپنا فرمان ہے انما بعثت لا تمم مکارم الا خلاق۔ (مجھے مکارم اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا)۔ نبی پاک کی ذات اقدس جہاں اخلاق حسنہ کی مجسم پیکر ہے۔ وہاں آپؐ کے پیروکاروں کو اخلاق حسنہ اور اخلاق حمیدہ کے اپنانے کا حکم دیا گیا ہے تا کہ ان کی زندگیاں بھی اخلاق

حسنہ کا اعلیٰ نمونہ ہوں ۔اور اُن کی زندگیوں میں نبی پاکؐ کے اخلاق حسنہ کا عکس نظر آئے ۔مذاہب عالم کی تعلیمات میں بھی اخلاق حسنہ کے اپنانے کا درس دیا گیا ہے۔ڈاکٹر مولانا محسن عثمانی اپنی کتاب ''مطالعہ مذاہب'' کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں ۔''مطالعہ مذاہب میں بہت سی چیزیں مشترک مل جائیں گی ۔بدھ مت میں تعوذ اور استغفار مل جائے گا اپنشد میں یہ دعا ملے گی کہ ''مجاز'' سے حقیقت کی طرف میری راہنمائی کر۔تاریکی سے نور کی طرف میری راہنمائی کرنا۔فنا سے بقا کی طرف میری راہنمائی فرما۔کہیں خدا کے عرفان کے لئے بے لوث خدمت کی تاکید ملے گی ۔کہیں اخلاق اور روحانیت کے حصول پر زور ملے گا۔یہ سب نور کی کرنیں ہیں۔اور اس کا ثبوت ہیں کہ سچائی عالمگیر ہے اور دین اپنی حقیقت کے اعتبار سے ایک رہا ہے۔اسلام وحدتِ دین کا قائل ہے ۔وحدت ادیان کا نہیں ۔اخلاق اور حسن کردار کی تسلیم جہاں سے ملے اُس سے فائدہ اٹھانے کا حکم ہے ۔دانائی اور حکمت کی بات مومن کی میراث ہے اور وہی اُس کے قبول کرنے کا سب سے زیادہ حقدار ہے''۔(۵۸)

مذاہب عالم نے حضرت انسان کو برائی سے بچنے کی تاکید ہے ۔ہر مذہب عدل و انصاف ،راست بازی ،امانت ،دیانت ،ہمدردی ،صداقت اور نیکی کا درس دیتا ہے۔اب دنیا میں مختلف مذاہب اور ان کے پیروکار موجود ہیں۔اُن کی تعلیمات میں نیکی کا حکم اور بدی سے دوری کی تلقین یکساں نظر آئے گی ۔دین اسلام جس کو اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے مکمل کر دیا ہے۔اپنے پیروکاروں کو اس بات کا حکم دیتا ہے کہ خود بھی نیک بنیں اور دوسروں کو نیکی کا حکم دیں ۔اسی طرح انہیں یہ بھی درس دیتا ہے ۔منکرات سے خود کو بچائیں اور دوسروں کو بھی منکرات سے روکیں ۔کلام پاک میں امت مسلمہ کو اس وجہ سے بہترین امت کا درجہ دیا گیا ہے۔ارشاد الٰہی ہے کنتم خیر امة اخرجت للناس قاهرون بالمعروف وتنهون عن المنكر ۔(۵۹)(تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں ۔حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو بُرے کاموں سے)۔اسلام اپنے پیروکاروں کو جہاں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ نیکی کو فروغ دیں اور برائی کو جڑ سے کاٹیں وہاں اُن سے اس امر کا مطالبہ بھی کرتا ہے کہ نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں ۔گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کا ساتھ نہ دیں ۔کلام پاک میں ارشاد الٰہی ہے وتعاونوا على البر و التقوى ولا تعاونو اعلى الاثم والعدوان ۔(۶۰) اگر ہم اسلام کے نظام عبادات کا بنظر غائر جائزہ لیں تو ان عبادات کا مقصود انسان کا تزکیہ اور تطہیر کرنا ہے۔نماز کے بارے میں قرآن میں آیا ہے ان الصلوٰة تنهى عن الفحشاء والمنكر (۶۱) نماز فحاشی اور منکرات سے روکتی ہے۔روزہ کے بارے میں کلام پاک میں ارشار باری تعالیٰ ہے كتب عليكم الصيام كما كتب على الذين من قبلكم لعلكم تتقون ۔(۶۲) روزے کا مقصد مسلمان کو متقی اور پرہیزگار بنانا ہے۔زکوٰۃ کا لفظ جوزکا سے مشتق ہے۔اس کے معنی پاکیزگی کے ہیں۔زکوٰۃ کی ادائیگی سے جہاں مسلمان کا مال پاک ہوتا ہے۔وہاں اس کا نفس برائیوں سے پاک ہوتا ہے۔حج تمام اسلامی عبادات کا مجموعہ ہے۔حج کے بارے میں نبی پاک

کا فرمان ہے کہ حج کے بعد مسلمان ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اسلام کے نظام عبادات سے جہاں مسلمان کا تزکیہ نفس اور تطہیر ہوتی ہے۔ وہاں اس کے اندر اخلاق حمیدہ کا پیدا ہونا بھی ایک لازمی امر ہے۔ اخلاق حمیدہ جن کی تمام ادیان نے تعلیم دی ہے۔ ان میں سے صرف اگر عدل وانصاف کو اختیار کیا جائے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ دنیا امن وسکون کو گہوارہ نہ بن سکے۔ کلام پاک میں مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ عدل وانصاف کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھیں۔ ارشاد الٰہی ہے ولا یجرمنکم شنان قوم علی الاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (٦٣) (اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ عدل کرو۔ یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے)

آج دنیا میں جو فساد، کشت وخون، انتہا پسندی، فرقہ پرستی اور وعصبیتیں نظر آتی ہیں۔ ان کی بڑی وجہ عدل وانصاف کا فقدان ہے۔ جب ایک فرد، طبقہ یا قوم انصاف سے مایوس ہو جاتی ہے تو وہ تشدد، دہشت گردی اور جنگ وجدل کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اسطرح دنیا مختلف خانوں میں منقسم ہو جاتی ہے اور اتحاد و یکجہتی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہے۔ دور حاضر کے اکثر مسائل چاہے ملکی یا علاقائی سطح کے ہوں یا عالمی مسائل۔ ان کی بڑی وجہ ناانصافی ہے فلسطین کا مسئلہ ہو یا کشمیر کا۔ افغانستان کا معاملہ ہو یا عراق کا۔ ان کی بنیادی وجہ عدل وانصاف سے بڑی قوتوں کا انکار ہے۔ عالمی ادارہ یعنی اقوام متحدہ بڑی طاقتوں کا آلہ کار بن چکا ہے، جس کا نتیجہ دنیا کے سامنے ہے۔ عالمی مسائل جوں کے توں باقی ہیں ان مسائل کا حل نہ ہونے سے افراق وانتشار مزید وسیع ہوگا۔ جب افتراق وانتشار ہوگا، تو خطرات میں اضافہ ہوگا جس سے عالمی امن کو خطرہ لاحق رہے گا۔

اگر دنیا کی اقوام، مذاہب عالم کے پیروکار دنیا کو امن کا گہوارہ دیکھنا چاہتے ہیں اور بقائے نسل انسانی چاہتے ہیں تو آپس میں نیکی کے کاموں میں تعاون کریں۔ برائی جہاں بھی ہو، اس کی جڑ کاٹیں اور عدل وانصاف سے کام لیں۔ ایک کلمہ جس پر انسانیت متحد ہو سکتی ہے۔ وہ کلمہ وحدت آدم اور وحدت الہ کا تصور ہے اگر اس پر سب متفق ہو جائیں، کوئی فرد دوسرے فرد پر، کوئی قوم دوسری قوم پر، کوئی طبقہ دوسرے طبقہ پر زیادتی کا ارتکاب نہ کرے۔ عدل وانصاف کو زندگی کا شعار بنایا جائے اور تمام مخلوق کو ایک خدا کا کنبہ تصور کیا جائے۔ جیسا کہ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے:

الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ

(مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص بہت محبوب ہے جو اللہ تعالیٰ کے کنبہ پر احسان کرے)

تو کوئی وجہ نہیں کہ انسانیت اتحاد و یگانگت کے رشتہ میں استوار نہ ہو سکے۔ عالمی اتحاد و تعاون سے قبل لازم ہے کہ ملت اسلامیہ اپنی صفوں میں اتحاد و یکجہتی پیدا کرے۔ اسی کا اتحاد بالآخر عالمی اتحاد اور اتحاد بین المذاہب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ مقالہ ہذا کا اختتام ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے الفاظ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں امت واحدہ کا تصور تاریخ انسانی کی منطق کے

عین مطابق ہے لیکن یہ زندہ حقیقت اس وقت بنے گا جب یہ امن واخوت پر استوار ہوگا۔ وہ امن جو حضور پاک ﷺ نے صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کی صورت میں قائم کیا۔ جو نصاب انسانیت کا باب اول ہونا چاہیے اور جس پر عبور اور عمل درآمد جابر سے جابر حکمرانوں اور مملکتوں کیلئے لازم ہونا چاہئے۔ خواہ وہ چنگیز و ہلاکو ہوں خواہ امریکہ وروس ہوں وہ اخوت جو سرور کائنات نے مواخات کے اسلوب سے قائم کی اور جو نصاب انسانیت کا باب دوئم ہونا چاہیے اور جس پر عبور اور عمل درآمد پیوستہ طبقوں اور استحصال پسند قوتوں کیلئے لازم ہونا چاہیے خواہ، وہ مسلمان ہوں یا عیسائی۔ ہندو ہوں یا بدھ۔ پاکستانی ہوں یا عرب مغربی ہوں یا مشرقی۔ (۶۴)

حواشی

۱:۔ القرآن، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۹

۲:۔ القرآن، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۸۵

۳ :۔ ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، اسلامی ثقافت لاہور (فیروز سنز) سن ندارد، ص ۸۷

۴:۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، دینیات، لاہور (ادارہ ترجمان القرآن) آٹھواں ایڈیشن، ستمبر ۱۹۹۴ء ص ص 9-10

۵:۔ ایضا، ص 10

۶:۔ علامہ نواب محمد قطب الدین خان دہلوی، مظاہر حق جدید شرح مشکوٰۃ شریف، جلد اول، تزئین و ترتیب جدید مولانہ عبداللہ جاوید غازی پوری، کراچی (دارلاشاعت) 1994 ص 98

۷:۔ ڈاکٹر مولانا محسن عثمانی ندوی، مطالعہ مذاہب، کراچی (مجلس نشریات اسلام)، 1999ء، ص 9

۸ :۔ خالد جمیل "دور حاضر میں مذہبی انتہا پسندی کا رجحان اور اس کا خاتمہ: تعلیمات نبوی کی روشنی میں" مقالات سیرت 2004 (قومی سیرت کانفرنس برائے خواتین 2004) وزارت مذہبی امور۔ اسلام آباد، ص ص 53-352

۹:۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، نبی رحمت، کراچی (مجلس نشریات اسلام) 1987 ص 373، 376،

۱۰:۔ القرآن، سورۃ آل عمران۔ آیت نمبر 103

۱۱:۔ القرآن، سورۃ قریش، آیت نمبر 5

۱۲:۔ القرآن، سورۃ انفال، آیت نمبر 61، 62

۱۳۔ القرآن سورۃ شوری، آیت نمبر 40

۱۴۔ ایضا، آیت نمبر 40

۱۵۔ ایضا، آیت نمبر 39

۱۶۔ مولانا شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، (شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس سعودی عرب) ص 648 (تفسیر سورۃ شوریٰ۔ آیت 39)

۱۷۔ ڈاکٹر حافظ محمد یونس، "پیغمبر اسلام ﷺ کا پیغام امن ومحبت"، ماہنامہ تعمیر افکار، جلد 1 شمارہ 4 ستمبر 2000، ص 53، بحوالہ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ ج ا ص 140

۱۸۔ ایضا، ص 54

۱۹۔ مولانا صفی الرحمان مبارک پوری، الرحیق المختوم، لاہور (مکتبہ سلفیہ)۔ سن ندادر، ص 90 ڈاکٹر حافظ محمد یونس، "پیغمبر اسلام ﷺ کا پیغام امن و محبت" ص 53، بحوالہ ابن ہشام السیرۃ النبویہ، ج 2، ص 142

۲۰۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، نبی رحمت، ص ص 139-138

۲۱۔ مولانا صفی الرحمان مبارک پوری، الرحیق المختوم، ص 58-257

۲۲۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی، نبی رحمت، ص 259

۲۳۔ مولانا صفی الرحمان مبارک پوری، الرحیق المختوم، ص 263
مزید دیکھیے محمد حسین ھیکل، حیات محمد مترجم محمد مسعود عبدہ، لاہور (الفیصل ناشران)۔ سن ندارد، ص 354

۲۴۔ ڈاکٹر حافظ محمد یونس، "پیغمبر اسلام ﷺ کا پیغام امن ومحبت" ص 61

۲۵۔ سید ذاکر حسین شاہ، "نبی کریم بحیثیت داعی امن واخوت" ماہنامہ دعوۃ (اسلام آباد) جلد 1 شمارہ 3، اگست ستمبر 1994ء ص، 11

۲۶۔ القرآن سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 69

۲۷۔ ایضاً، سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 6

۲۸۔ پروفیسر حسنین کاظمی، "سیرت طیبہ اور عالمی امن وانصاف" ماہنامہ مسیحائی، ع دی اعظم نمبر ربیع الاول 1426ھ / اپریل 2005ء، ص 499

۲۹۔ القرآن سورۃ الاسراء، آیت نمبر 70

۳۰۔ القرآن سورۃ المائدہ، آیت نمبر 32

۳۱۔ القرآن سورۃ البقرہ، آیت نمبر 191

۳۲۔ القرآن سورۃ المائدہ، آیت نمبر 64

۳۳۔ القرآن سورۃ النساء، آیت نمبر 93

۳۴۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، لاہور (اسلامی پبلیکیشنز 1998) 581 بحوالہ بر جلد، ص 282 ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت علی نے فرمایا انما اقبلو عقد الذمۃ لتکون اموالھم کاموء ودماء ھم کدماء نا انہوں نے عقد ذمہ قبول ہی اسلئے کیا ہے کہ ان کے مال کی طرح اور کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، اسلامی ریاست، ص 82-581

۳۵۔ سید زوار حسین شاہ، اسلام اور امن عالم ماہنامہ تعمیر افکار جلد 6، شمارہ 1، جون 2005، ص 8، بحوالہ صحیح بخاری مزید دیکھئے علامہ محمد قطب الدین خان دہلوی، مظاہرہ حق، جلد دوم، ص 676

۳۶۔ القرآن، سورۃ البقرہ، آیت نمبر 193

۳۷۔ القرآن، سورۃ الحج، آیت آیت نمبر 40

۳۸۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، جلد ششم، کراچی (ادارہ معارف) 1980، ص 270

۳۹۔ القرآن، سورۃ الحجرات، آیت نمبر 13

۴۰۔ القرآن، سورۃ آل عمران، آیت 103

۴۱۔ شبلی نعمانی، سیرت النبی، جلد دوم، لاہور (سروسز بک کلب) 1984 ص 158

"قل یا ھل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم" کے حوالے سے دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیماتِ اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر سید عبدالمالک آغا

حامداً و مصلیاً و مسلماً ،اما بعد:اعو ذ با اللہ من الشیطن الر جیم ط بسم اللہ الر حمن الر حیم ط

آج کی دنیا کمیونیکیشن اور انفارمیشن ٹیکنالوجی میں انقلاب کے ذریعے ایک گلوبل ویلج میں تبدیل ہو چکی ہے جس کے سبب آج کا انسان خاصا باشعور ہو گیا ہے جب کہ المیہ یہ ہے کہ مذاہب کے مابین ٹکراؤ اور تصادم میں بھی اضافہ ہوا ہے۔آج بھی عظیم مذاہب ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔مختلف مذاہب کے درمیان رواداری نہ ہونے کے برابر ہے۔عالمی سطح پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں اس میں ہنوذ عیسائی اور یہودی میڈیا کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا حالانکہ اسلام،عیسائیت اور یہودیت تینوں توحیدی مذاہب ہیں۔تینوں مذاہب مشترکہ ورثہ رکھتے ہیں۔ تینوں مذاہب کا بنیادی اخلاقی نظام مشترکہ رجحانات کا حامل ہے۔پس ضرورت اس امر کی ہے کہ یہودی،عیسائی اور مسلمان ایک ساتھ مل کر ایمان کے تصور کی بنیاد پر اتحاد اور اعتماد کی فضا پیدا کریں۔سوال یہ ہے کیا"مکالمہ"ہی مذاہب کے مابین عالمی اتحاد کا ایک مؤثر ذریعہ ہے؟اس کا جواب اثبات میں ہے۔آج کے دور میں بین المذاہب عالمی اتحاد محض بین العقیدہ مکالمے کی ضرورت ہے۔پس زمانہ کی چالوں کا ادراک بھی مصلحت شرعی ہے۔

شریعت اسلامیہ کے جملہ احکام و مقاصد مصالح انسانی کی رعایت پر مبنی ہیں جیسا کہ علماء وفقہا نے اس کو ثابت کیا ہے (۱) بتصریح عزالدین ابن عبدالسلام:"تمام شریعت مصالح سے عبارت ہے جتنے بھی شرعی احکام ہیں ان کا مقصد یا مفاسد کو دور کرنا ہے یا منافع کو حاصل کرنا ہے(۲) پس مصالح واہدافِ شریعت اور مقاصد شریعت تمام ادیان سماویہ کے سامنے یکساں رہے ہیں ۔کلیاتِ خمسہ کی حفاظت یعنی دین (عقیدہ کی حفاظت)،نفس،نسل،عقل اور مال کی حفاظت تمام ادیان وملل کا اجتماعی نصب العین رہی ہے یہی سبب ہے کہ تین بڑے الہامی مذاہب،اسلام،عیسائیت اور یہودیت میں مصالحت محاذ آرائی سے کہیں عظیم تر ہے۔

بین المذاہب عالمی اتحاد کا تصور

اس وقت تقریباً دنیا کے تمام حصوں میں بین العقیدہ عالمی اتحاد کا تصور ابھرنے لگا ہے۔مذہبی ہم آہنگی کے بارے

میں مختلف ممالک میں قومی مباحثہ اور بین الاقوامی مباحثہ کا سلسلہ شروع ہوا ہے۔افہام وتفہیم کے جذبے سے اپنوں اور غیروں سے مسلسل تبادلہء خیال اور مکالمہ ایسے نکات ہیں جن پر یکجا ہونے کے لئے پوری دنیا سوچنے پر مجبور ہے۔لیکن دنیا میں مذاہب کے درمیان رابطے کے لئے جتنی بھی کوششیں کی جاتی ہیں ان کا آغاز مغربی ممالک یا غیر مسلم تنظیمیں کرتی ہیں۔یہ مذاکرات عموماً غیر مسلم ممالک میں ہوتے ہیں اور مسلمان بھی ان میں شرکت کرتے ہیں۔

امریکہ میں بین العقیدہ مکالمہ کی تنظیمیں:

i۔ آئی ایف سی(Inter faith confrence):

I. F. C دنیا میں پہلی تنظیم ہے جس نے مذاہب کے مابین اور مکالمے اور ہم آہنگی کے عمل کا آغاز کیا تھا۔جیسا کہ حسب ذیل اقتباس میں اس کی صراحت کی گئی ہے:۔

Founded in 1978,the inter faith conference (I.F.C) was the first staffed organization in the world to bring together the islamic ,Jewish, Protestant,and Roman catholic faith communities for the purpose of dialogue and social action.The Bahai, Hindu, Jain, Latter-day saints & Sikh traditions have also joined.(3)

ii۔ این سی سی جے(NCCJ)(۴)

iii۔ آئی ایف ایچ(Interfaith Halitat)(۵)

حالیہ دنوں میں نیویارک میں بین المذاہب کانفرنس برائے امن(۶)

V۔ گذشتہ دنوں عالمی یہودی کانگریس سے صدرِ مملکت کا تاریخی خطاب(۷)

علاوہ ازیں دنیا کے دیگر حصوں میں بین المذاہب عالمی اتحاد کے لئے مختلف تنظیمیں سرگرم عمل ہیں۔مثلاً سوڈان کی بین المذاہب کونسل(Inter-Religious Council)ہے(۸)جس کے سیکرٹری جنرل ڈاکٹر الطیب نے گزشتہ دنوں ادارہ تحقیقات اسلامی میں ''مذاہب کے مابین گفتگو:سوڈان کا تجربہ'' کے موضوع پر ایک لکچر دیا۔جس میں انہوں نے کہا کہ میں اپنے ملک اور بیرون ملک لوگوں کو بات چیت کی دعوت دیتا رہتا ہوں تاکہ پائیدار امن کی طرف مثبت قدم بڑھایا جا سکے(۹)

بین المذاہب عالمی اتحاد اور تعلیماتِ اسلامی:

اہل کتاب سے مکالمہ: قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الانعبد الاالله(۱۰)

''کہو اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔یہ

کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں"۔

یہاں کلمہ سے مراد توحید یعنی لا الہ الا اللہ ہے۔ تفسیر ابن عباس میں لکھا ہوا ہے(قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة)لا اله الا الله (۱۱)اہل کتاب سے مراد یہود و انصاریٰ وغیرہ ہے چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں درج ہے: یہودیوں نصرانیوں اور انہی جیسے لوگوں سے خطاب ہو رہا ہے(۱۲)"سواء" سے مراد یکساں ہے۔ تفسیر النسفی میں ہے .: "أى :مستوية (بيننا و بينكم)لا يختلف فيها القرآن والتوراة والانجيل (۱۳)تبصریح ابو الاعلیٰ مودودی:" یعنی ایک ایسے عقیدے پر ہم سے اتفاق کرلو جس پر ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جس کے صحیح ہونے سے تم بھی انکار نہیں کر سکتے۔ اور تمھارے انبیاء سے بھی یہی عقیدہ منقول ہے اور تمہاری اپنی کتب مقدسہ میں اس کی تعلیم موجود ہے" (۱۴)

عقیدہ توحید تین بڑے الہامی مذاھب کے درمیان مشترک ہے۔ ابن کثیر نے لکھا:"یہی دعوت تمام انبیاء کرام کی تھی جیسے فرمان: وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا انا فاعبدون یعنی تجھ سے پہلے جس جس رسول کو ہم نے بھیجا سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ تم سب میری ہی عبادت کرو" (۱۵) مفتی محمد شفیع نے مکالمہ کے ایک اہم اصول کا ذکر یوں کیا ہے: تعالوا الی کلمة سواء .... اس آیت سے تبلیغ و دعوت کا ایک اہم اصول معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو، تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو جیسے رسول اللہ ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو ایسے مسئلہ کی طرف دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر، وہ دعوت نامہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم ، من محمد عبد الله ورسوله الىٰ هرقل عظيم الروم ،سلام على من اتبع الهدىٰ ،......يا هل الكتاب تعالوا الىٰ كلمة سوآء بيننا وبينكم ان لا نعبد الا الله ......

(۱۶) تقریباً اسی مضمون کا مکتوب نجاشی حاکم حبشہ اور قبطیوں کے بادشاہ مقوقس کو ارسال کیا گیا جس میں انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی گئی (۱۷) پس یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں توحیدی مذاہب ہیں۔ اللہ کی وحدانیت میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔ جسمانی تعلیمات کا یہ وہ بنیادی نقطہ ہے جسے ہر نبی اور رسول کے پیغام میں اصل الاصول کی حیثیت حاصل رہی ہے(۱۸) عقیدۂ توحید ہی کی اساس پر عالمی وحدت پیدا ہو سکتی ہے۔ بقول خلیفہ عبدالحکیم: "اگر عقیدۂ توحید میں بھی ہم آہنگی پیدا ہو جائے تو مہذب دنیا میں بہت حد تک وحدت پیدا ہو سکتی ہے" (۱۹)

مشترک قدریں

عیسائیت اور یہودیت کے ساتھ اسلام کے تین عقائد مشترک ہیں یعنی اللہ کی وحدانیت' یہ کہ ساری کائنات اللہ کی تخلیق ہے اور یہ کہ تمام انسان ایک ہی خاندان کے فرد اور آدمؑ اور اماں حوا کی اولاد ہیں۔ اسلام خاتم الانبیاء حضور اکرمؐ کی طرح حضرت عیسیٰؑ اور حضرت موسیٰؑ کو نبی برحق مانتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا قرآن مجید میں سب سے زیادہ ذکر ہے۔ صدر مملکت نے گذشتہ دنوں جیوش کمیونٹی سے خطاب کرتے ہوئے ان مشترکہ آفاقی اقدار کا ذکر یوں کیا:

''مسلمانوں اور یہودیوں کے مذہب اور ثقافت میں مشترک چیزیں زیادہ اور مختلف چیزیں کم ہیں...... مسلمانوں کی تہنیت کے الفاظ ''السلام علیکم'' (آپ پر سلامتی ہو) یہودیوں کے تہنیتی الفاظ ''شالوم'' جیسے ہیں جس کے معنی ''امن وسلامتی'' ہے۔ میں نے مشہور فلم ''شنڈلرز لسٹ'' دیکھی۔ یہ تلمود کے ایک اقتباس پر ختم ہوتی ہے جس کے الفاظ میں ''ایک بے گناہ انسان کو قتل کرنا پوری انسانیت کو قتل کرنے کے جیسا ہے اور ایک بے گناہ انسان کی جان بچانا پوری انسانیت کو بچانے جیسا ہے'' یہی الفاظ قرآن حکیم میں بھی آئے ہیں۔'' (۲۰) صدرِ مملکت نے یہ بھی بتایا کہ ان مذاہب کا بنیادی اخلاقی نظام مشترکہ رجحانات کا حامل ہے۔ انہوں نے ان مشترکہ امور کا ذکر کیا جن کے ذریعے ہم آہنگی کے امکانات ہیں (۲۱)

خلیفہ عبدالحکیم نے مشترکہ قدروں کا ذکر یوں کیا ہے: ''اخلاقیات کے بنیادی عناصر تمام مہذب اقوام اور ادیان عالیہ میں مشترک ہوتے ہی ہیں۔ زنا، چوری، ظلم، قتل ناروا کس مذہب میں جائز ہے؟'' (۲۲) اسی طرح عبادات میں بھی اشتراک پایا جاتا ہے مثلاً روزہ ہے جس کا مشترک ہونا قرآن پاک سے ثابت ہے (۲۳)

علامہ قرطبی علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے: ''اے محمد ﷺ آپ کو وہی دیا گیا ہے، جو دین (توحید، رسالت، صلوۃ، زکوۃ، روزے اور حج وسچائی وراست بازی، ایفائے عہد، امانت میں دیانت، صلہ رحمی، حرمت کفر وقتل، حرمتِ زنا اور مخلوقِ خدا کی ایذا رسانی ودلآزاری) حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کو دیا گیا تھا'' (۲۴)

امام رازی نے لکھا ہے: ''دینِ اسلام دیگر ادیانِ ساویہ سے مختلف اور علیحدہ کیسے ہوسکتا ہے جب کہ تمام انسانوں کی طبیعتیں اور فطرتیں یکساں رہی ہیں اور یہ سارے ادیان منزل من اللہ ہیں (۲۵)

شاہ ولی اللہؒ قمطراز ہیں:

''ان اصل الدین واحد التفق علیہ الانبیاء علیھم السلام وانما الاختلاف فی الشرائع والمناھج (۲۶)

(اصل دین ایک ہے جس پر تمام انبیاء متفق ہیں۔ شرائع اور منہاج میں اختلاف ہے)

داعی اعظمؐ نے بھی دینِ اسلام اور ادیان سابقہ کے مابین تسلسل اور یگانگت کی نشان دہی فرمائی ہے۔ حدیث نبویؐ ہے:

''حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میں دنیا اور آخرت میں تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت عیسیٰؑ کے زیادہ قریب ہوں، ویسے بھی تمام لوگوں کی بہ نسبت حضرت عیسیٰؑ کے زیادہ قریب ہوں' ویسے بھی تمام انبیاء علاتی بھائی ہیں۔ اگر چہ ان کی مائیں مختلف ہیں، لیکن ان کا دین ایک ہی ہے'' (۲۷)

ایک اور حدیث ہے:

''حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ بلاشبہ میری مثال اور انبیاء سابقین کی مثال اس شخص کی مانند ہے کہ جس نے ایک گھر تعمیر کیا' ماسوائے ایک تکمیلی اینٹ نصب کرنے کے اس کو (بہترین طریقہ سے) مکمل کیا اور (خوبصورت انداز سے) اس کی آرائش وتزئین کی۔ بعدازاں لوگ اس کو دیکھنے کی غرض سے آنے شروع ہوگئے اور اس کا فنِ تعمیر دیکھ کر بڑے حیران اور متعجب ہوئے اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے۔ کاش اس ایک اینٹ کا خلا بھی باقی نہ ہوتا۔ میں نے اس خالی جگہ کو پر کر کے قصر نبوت کو مکمل کر دیا ہے'' (۲۸)

قرآن حکیم نے بھی ہر مذہب کی بنیادی تعلیم میں وحدت تسلیم کی جیسا کہ ان آیات کریمہ سے ظاہر ہے: **شرع لکم من الدین ما وصی به نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه** (۲۹) ''تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا جس کی نوحؑ کو وصیت کی اور جس کی وحی ہم نے آپ کو بھیجی اور جس کی وصیت ہم نے ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو کی وہ یہ تھی کہ ''الدین'' کو قائم رکھو اور اس میں اختلاف نہ ڈالو''۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا: ''بے شک ہم نے دنیا کی ہر قوم میں ایک پیغمبر بھیجا (جس کی تعلیم کا خلاصہ یہ تھا) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت (سرکش قوموں) سے بچو'' (۳۰) اسی طرح ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا: ''اے پیغمبرؐ، ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول دنیا میں نہیں بھیجا مگر اس وحی کے ساتھ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو (۳۱) ''اے پیغمبر۔ اللہ نے آپ پر یہ سچی کتاب اتاری ہے جو کتابیں اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں ان کی یہ کتاب تصدیق کرتی ہے اور تورات وانجیل (بھی) اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کی ہے'' (۳۲)

ماقبل کی شریعت بحیثیت ماخذ

اسلامی قانون کا آٹھواں ماخذ ماقبل کی شریعت ہے۔ اس سے مراد منزل من اللہ ہدایت کے تمام وہ راستے اور طریقے ہیں جو دوسری امتوں کے پاس موجود محفوظ تھے، اور رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل فرمایا تھا (۳۳) حضور انور ﷺ

کے طرز عمل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے، مثلاً ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی بات کے متعلق براہ راست وحی نہ آتی تو آپ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کے طور طریقوں پر عمل کرنا پسند فرماتے تھے (۳۴) اسی بنا پر محدثین نے لکھا ہے:

"ومن شرع من قبلنا یلزمنا مالم ینقض اللہ بالانکار "(۳۵)

"پہلی شریعتوں پر عمل کرنا ضروری ہے، جب تک وحی الٰہی کی طرف سے اس پر نکیر نہ کی جائے"۔

اہل مغرب کا اعتراف

مذاہب کے مابین مشترک اقدار کا اعتراف مغربی محققین نے بھی کیا ہے چنانچہ ایک مغربی دانشور نے تین بڑے الہامی مذاہب کا اصل ایک قرار دیا ہے:

Judaism, Christianity, and Islam are all Scriptural religions, that is, they affirm the existance of a divine revelation in written form (36) Judaism, Christiannity, and Islam are all Children born of the same Father and reared in the bosom of Abraham (37)

امریکہ میں مقیم شاہد امان اللہ سان فرانسسکو منی پراجیکٹ میں بطور انجینئر کام کرتے ہیں۔ان کی خواہش ہے کہ اسلامی عقائد کے بارے میں امریکیوں میں جو غلط تصورات پائے جاتے ہیں وہ دور ہو جائیں۔امان اللہ کہتے ہیں کہ امریکی اقدار بڑی حد تک اسلامی اقدار سے مطابقت رکھتی ہیں اور ان میں خاندانی استحکام، عقیدے کی مضبوطی اور فرد اور معاشرے کی بہتری کی کوششوں پر خصوصی زور دیا جاتا ہے۔اسلام الکحل اور منشیات کے استعمال کی ممانعت کرتا ہے اور شادی کے بغیر جنسی تعلق کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ (۳۸)

فرق

قرآن پوری انسانیت کے لئے ایک عالمی منشور ہے قرآن سے پہلے جو آیاتِ سماوی تھیں وہ انسانیت کے لئے بمنزلہ ابتدائی نصاب کے تھیں اور قرآن ایک بالغ باشعور اور ترقی یافتہ معاشرہ کے لئے مکمل اور جامع نظام حیات ہے۔

مذکورہ بالا تمام تصریحات سے یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ دنیا میں بڑے بڑے الہامی مذاہب کے درمیان عقائد، عبادات، اخلاقیات اور عالمگیر سچائیوں میں کافی حد تک اشتراک پایا جاتا ہے۔ان مشترک اقدار کی اساس پر ہی بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔اور مشترکہ اقدار اور آفاقی انسانی حقوق کو درپیش چیلنجوں سے نمٹا جاسکتا ہے اور دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جاسکتا ہے۔

اہل کتاب سے تاریخی رشتے

تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان اہل کتاب سے ہمیشہ حسن سلوک کا مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ہمت بین المذاہب کے لئے اسلام نے دورِ عروج میں جو تدبیریں اختیار کی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے: داعی اعظم ﷺ نے تمام مذاہب نے تمام مذاھب کے ماننے والوں کو آپس میں بھائی اور امتِ واحد قرار دیا: الناس کلھم اخوۃ "سب لوگ بھائی بھائی ھیں"(۳۹) ایک اور حدیث ہے: انھم امۃ واحدۃ (۴۰) "وہ سب ایک امت ہیں" یہاں اول الذکر حدیث میں لفظ "الناس" کا تذکرہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ پوری انسانیت کے رسول اور اقوام عالم کے لے رحمت ہیں۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا (۴۱) "اے پیغمبر ﷺ آپ کہہ دیجیے کہ اے انسانوں میں تم سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں" لفظ 'الناس' کے مفہوم اتنی وسعت ہے کہ اس کے اندر تمام انسان آجاتے ہیں اور پھر یہ لفظ قرآن مجید میں دوسو اکتالیس مرتبہ ذکر ہوا ہے۔ اس لئے اس وقت اسلام نہ صرف یہودیوں اور عیسائیوں بلکہ تمام دنیا والوں کا دین ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (۴۲) "تم ایک بہترین امت ہو جو سارے انسانوں (کی اصلاح) کے لے وجود میں لائی گئی ہے" یہی وجہ ہے کہ محسن انسانیت ﷺ نے تمام انسانوں کو ایک امت قرار دیا ہے۔

اسلام میں ہر مذہب کے عبادت خانوں، عبادت کے طریقوں اور مذہبی پیشواؤں کی حفاظت کی گئی ہے چنانچہ قانون بنایا گیا:

"یہودیوں اور عیسائیوں کے عبادت خانے نہ گرائیں جائیں یہ لوگ ناقوس بجانے سے نہ روکے جائیں اور اپنی عید کے دن صلیب نکالنے سے نہ روکے جائیں (۴۳)" ہر ایک کے پرسنل لا اور کلچر کے حفاظت کی ضمانت دی گئی۔ جیسا کہ الاموال میں تصریح کی گئی ہے: یہ لوگ اپنی شہادت کے احکام۔ نکاح کے معاملات، وراثت کے قوانین اور دوسرے تمام پرسنل معاملات میں آزاد ہوں گے (۴۴) حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک نسطوری پادری نے اپنے دوست کے نام ایک خط لکھا: "یہ طائی (عرب) جنھیں خدا نے آج کل حکومت عطا فرمائی ہے۔۔۔۔ لیکن وہ عیسائی مذاہب سے بالکل برسر پیکار نہیں ہیں بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں (۴۵) ولا یحال بینھم وبین شرائعھم (۴۶) "ان کے اور ان کی شریعتوں کے درمیان حائل نہ بنا جائے گا"۔

ان کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ دوسرے مذاہب والے خودمختار وحدت میں تبدیل ہو کر مسلمانوں کے سب سے بڑے دوست بن گئے۔ جیسا کہ پادری کارالفسکی (Karalevski) نے اعتراف کیا ہے: ''یعقوبی عیسائیوں نے بھی عربوں کو اپنے نجات دہندوں کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا۔۔۔ مسلمانوں کی سب سے اہم جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا یہ تھی کہ انہوں نے ہر مذہب کے پیروؤں کو ایک ''خودمختار وحدت'' قرار دیا اور اس مذہب کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دنیاوی اور عدالتی اقتدارات دیئے'' (۴۷)

اسلامی تاریخ میں یہودیوں کو مکمل مذہبی آزادی ملی۔ فرمایا: للیھود دینھم و للمسلمین دینھم۔ ''یہود اپنے دین پر رہیں اور مسلمان اپنے دین پر'' خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے 14 سو سال پہلے بیت المقدس میں داخل ہونے کے بعد پہلا حکم یہودیوں کی 5 سو سالہ جلاوطنی کو منسوخ کرنے کا دیا تھا۔ انہوں نے ان کو واپس آ کر مقدس شہر میں اپنے گھر تعمیر کرنے کی دعوت دی تھی (۴۹) پس صدیوں تک مسلمانوں اور یہودی دنیا کے مختلف ممالک میں پُرامن بقائے باہم کے رشتے استوار رہے ہیں۔ تاریخ کے دوسرے متعدد مراحل پر مسلمانوں نے یہودیوں کو پناہ دی، ان کی عبادت گاہوں کا احترام اور تحفظ کیا، انہیں پورے حقوق دیئے اور وہ پوری آزادی اور خوشحالی سے زندگی گزارتے رہے۔ صدر مملکت نے گزشتہ دنوں جیوش کمیونٹی سے خطاب میں ان تاریخی رشتوں کا ذکر یوں کیا: ''مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کی تاریخ طویل بھی ہے اور بھرپور بھی۔ اس تاریخ میں قرطبہ، استنبول اور بخارا میں مسلمانوں اور یہودیوں کے باہمی امن وسکون سے ساتھ ساتھ رہنے کی روشن مثالیں بھی شامل ہیں (50) کئی یہودی مورخین نے اسپین میں مسلمانوں کے دور حکومت کو اپنی تاریخ کا سنہری دور کہا ہے۔ چنانچہ ایک یہودی تنظیم GUSHSHALOM کے بانی کے الفاظ میں اس سنہری دور کو یوں بیان کیا گیا ہے:

And, Most important, The Jewish community in the united states has attained a standing comparable only to the Golden age of the Jews in Medieval Muslim Spain(51)

مسلم امہ کی ترقی کیلئے پاکستان کا 10 نکاتی روڈ میپ

گزشتہ دنوں کوالالمپور میں وزیراعظم شوکت عزیز نے 10 نکاتی روڈ میپ کا اعلان کیا تھا۔ وہ ورلڈ اسلامک اکنامک فورم کے افتتاحی اجلاس میں خطاب کر رہے تھے جس میں 44 مسلم ملکوں کے علاوہ امریکہ، برطانیہ، بھارت، نیوزی لینڈ،

جنوبی افریقہ اور تھائی لینڈ کے وفود نے شرکت کی۔وزیر اعظم نے اپنے ڈائیلاگ میں اقلیتوں کے حقوق پر زور دیتے ہوئے فرمایا: ''آزادی اور مساوات کی بنیاد پر خواتین اور اقلیتوں کو بااختیار بنانا ہوگا'' (۵۲)

پس اسلام، یہودیت اور عیسائیت کے باہمی فکری و نظریاتی اور تاریخی رشتے متقاضی ہیں کہ ایک دفعہ پھر مسلمانوں ،یہودیوں اور عیسائیوں میں بہترین تعلقات قائم ہوں۔اور بین المذاہب مکالمے اور ہم آہنگی کے عمل کا آغاز ہو۔کیونکہ مذاہب کے مابین مفاہمت اہم وقتی تقاضا ہے۔اسلام نے اپنے دورِ عروج میں ہر مذہب کو اپنی اپنی جگہ برقرار رکھ کر ''مفاہمت بین المذاہب'' کی جو راہ (وحدت دین) نکالی وہی قابل عمل اور نتیجہ خیز ہے۔

بین المذاہب عالمی اتحاد کی ضروری اہمیت

رسول اللہ کی خارجہ پالیسی اور مکالمہ

بین العقیدہ مکالمات رسولؐ اللہ کی سیاستِ خارجہ کا بنیادی اصول رہا ہے۔داعی امن کے طرز عمل کے عکاس بے شمار واقعات میں سے سفر طائف ،ہجرت حبشہ،ہجرت مدینہ وغیرہ اس کا واضح ثبوت ہے۔جب قرآن نے ساتویں صدی میں یہ اعلان کیا تو دراصل یہ سنجیدہ مکالمے کی دعوت تھی: ''اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں،اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں...... (۵۳)

پیر محمد کرم شاہ الازہری اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

> ''انسانیت جو آج کل مختلف اور مخالف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا ہے اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید ہی ہے......اور حضورؐ نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لئے اہل کتاب کو دعوت دی'' (۵۴)

ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة وجادلهم بالتی هی احسن** (۵۵)

> ''اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقے پر جو بہترین ہو''۔

صلح حدیبیہ کے بعد داعی اعظم ﷺ نے قیصر روم ،شہنشاہِ عجم ،عزیز مصر اور رؤسائے عرب کے نام دعوت اسلام (مثبت مکالمات) کے خطوط ارسال فرمائے۔بتصریح محمود احمد غازی: ''اسلام کے قانون بین الممالک کے مقاصد میں دنیا میں عدل

وانصاف کا قیام، خارجہ پالیسی میں دعوت اسلامی کی تسہیل وترجیح، اعلائے کلمۃ اللہ، دنیا میں امن وسلامتی کا قیام، اسلامی ریاست (ریاستوں) کا استحکام اور مسلم اقلیتوں کا تحفظ شامل ہے۔ (۵۶)

ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے:

''اس سلسلے میں سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ ملت اسلامیہ اور اسلامی ریاست کی حیثیت پوری دنیا کے سامنے خدا کی شریعت کے علم بردار اور اس کے پیغام کے داعی کی ہے۔ قرآن اس امت کو ''امت وسط'' کہتا ہے اور اس کے منصب کو ''شہادت حق'' سے تعبیر کرتا ہے...... اس لئے ''اسلام'' میں ''سیاست خارجہ'' کا پہلا اصول یہ قرار پاتا ہے کہ یہ اسلام کی مبلغ اور حق کی شہادت دینے والی ہے اور یہ کوئی ایسا رویہ اختیار نہیں کر سکتی جو کسی طرح اس کی حیثیت کو مجروح کرنے والا ہو'' (۵۷)

یہی سبب ہے کہ قرآن نے مجادلہ بالتی ھی احسن کی تعلیم دی ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

ولا تجادلوٓا اھل الکتاب الا بالتی ھی احسن (۵۸)

''مباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ طریقہ سے جو اچھا ہے''۔

بین مذہبی مکالمہ علمائے وقت کی نظر میں

۔ عصر حاضر کے اکثر علما بھی بین العقیدہ ڈائیلاگ کے حق میں ہیں۔ قائد حزب اختلاف (قومی اسمبلی) مولانا فضل الرحمٰن نے پچھلے سال اپنے دورہ برطانیہ کے دوران راچڈل کی جامع مسجد میں منعقدہ اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

''میں آپ کے گھر میں بڑی فراخدلی سے دعوت دینے آیا ہوں کہ آؤ مل بیٹھ کر ڈائیلاگ کے ذریعے سے مسائل کا حل تلاش کریں اور انسانیت کو آگ کی شعلوں سے نکالیں...... اسلام جب حیوانات سے ہمدردی کا سبق دیتا ہے تو انسانیت سے بے رخی اور بے اعتدائی کیسے برداشت کر سکتا ہے...... انہوں نے کہا کہ اسلامی سوسائٹی عالمی سوسائٹی کا حصہ ہے اسے زبردستی تنہائی کی طرف نہ دھکیلا جائے''......

مولانا نے مسلم اور غیر مسلم اور کمیونٹی کے درمیان پائے جانے والے تناؤ کو ختم کرنے کیلئے برطانوی وزرا سے ملاقاتیں بھی کیں (۵۹)

اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکہ کے صدر ڈاکٹر مزمل صدیقی لکھتے ہیں: ''آج ہم مسلمان اور عیسائی تعداد کے اعتبار سے دنیا کی کل آبادی کا نصف ہیں۔ ہمارے درمیان بہتر افہام وتفہیم، ابلاغ اور پر امن تعلقات نہ صرف اچھے بلکہ نہایت لازمی ہیں۔ ہمارے درمیان ہماری سوچ سے بھی زیادہ امور مشترک ہیں''(۶۰) بقول ڈاکٹر انیس احمد:

"یہ بہت امید افزا ہے کہ حال ہی میں مغرب کے ہم عصر ماہرین اسلام نے مسلمان اہل علم سے مکالمے کا آغاز کیا تا کہ دونوں برادریوں کے درمیان افہام وتفہیم کے کے پل تعمیر ہوسکیں (ملاحظہ فرمائیے: "The Dialogue of cultures and civilazation's" دی ڈپلومیٹ، جلد۲، شمارہ۴، فروری ۹۷۔

تاریخ کے بعد کے ادوار میں یہ مکالمہ ثقافتی، سیاسی، معاشی اور سماجی سطح پر جاری رہا۔ یہ اس وقت بھی جاری رہا جب مسلمان اور ان کے مغربی حریف مد مقابل تھے۔ اس کی ایک نمایاں مثال ۷۱۱ تا ۱۴۹۲، سات صدیوں سے زیادہ محیط اندلس میں مسلمانوں کا دور حکومت ہے" (۶۱) شام کے مفتی اعظم شیخ احمد قفطرو نے 1987ء میں ولیم بیکر کو دیئے گئے ایک انٹرویو میں کہا: "میرے عزیز بھائی! آپ اس وقت تک ایک اچھے مسلمان نہیں ہو سکتے جب تک آپ حضرت عیسیٰؑ سے محبت و عقیدت نہیں رکھتے۔ قفطرو نے مزید کہا کہ اسلام اور عیسائیت دونوں میں اللہ سب اشیائے کائنات کا مالک ہے بشمول نوع انسانی کی انفرادی واجتماعی حوالے سے تقدیر کے، اور بات اس نتیجے پر ختم کی کہ" قرآن اور بائبل میں خدا کو مساوی طور پر قادر مطلق کہا گیا ہے۔" (۶۲)

رواداری بین المذاہب اور پرامن بقائے باہمی

پیغمبر ایک ہی اعلیٰ ہستی کی طرف سے مبعوث کئے گئے تھے، ایک ہی برادری کے رکن تھے، تمام پیغمبران اسلام تھے۔ ان کی بنیادی دعوت ایک ہی تھی کہ" اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کی عبادت اور احکام کی بنیاد پر انسان دوستی کے ذریعے انسانی معاشرے کی تعمیر کرو"۔ یہی سبب کہ قرآن وسنت کی تعلیمات احترام آدمیت اور احترام مذاہب پر مبنی ہیں۔ جیسا کہ ارشادات الٰہی ہیں: "ہر امت کے لئے عبادت کا ایک خاص طریقہ مقرر کیا ہے جس پر وہ چلتی ہے اس معاملے میں لوگ آپؐ سے جھگڑا نہ کریں" (۶۳) "تم ان کے (باطل) معبودوں کو برا مت کہو، جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔" (۶۴) "آپ کا فرض صرف پیغام پہنچا دینا ہے" (۶۵) آپ ان پر کارساز نہیں"۔ (۶۶) "آپ ان پر زبردستی کرنے والے نہیں" (۶۷) "آپ ان پر داروغہ نہیں"۔ (۶۸) کیا اے پیغمبر آپ لوگوں پر زبردستی کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں" (۶۹) "دین (کے قبول کرنے) میں کسی قسم کی کوئی زبردستی نہیں"۔ (۷۰) اس آیت مبارکہ کا شانِ نزول یہ ہے کہ انصار کے ایک قبیلہ بنو سالم بن عوف کے ایک آدمی کے دو لڑکے عیسائی تھے۔ اس نے نبی کریمؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے اجازت دی جائے کہ میں اپنے ان دولڑکوں کو جبراً مسلمان بنالوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر ابن کثیر) (۷۱) "اور (اے پیغمبر!) آپ اعلان کر

دیں کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے آچکا ہے۔ سو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کافر رہے"۔(۷۲)
اسلام نے دوسرے مذاہب کے ماننے والوں کو ان کے عقائد کے مطابق عبادت کرنے کی صرف اجازت ہی نہیں بلکہ مشترک امور کی اساس پر انہیں اتحاد کی بھی دعوت دی: "قل یآھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم. " (۷۳) قرآن حکیم نے "لکم دینکم ولی دین." (۷۴) کا اعلان کر کے اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق کو تحفظ فراہم کیا۔ پس اسلام دنیا کا ایک ایسا عالمی دین ہے کہ جس نے مختلف عقائد کے لوگوں کو باہمی رواداری کے ساتھ پہلو بہ پہلو رہنا سکھایا ہے۔ محسن انسانیتؐ نے اپنی زندگی کے نازک ترین لمحات میں مثلاً حجرِ اسود کی تنصیب، سفر طائف، شعب ابو طالب، عام الحزن، ہجرت حبشہ، میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ اور فتح مکہ کے مواقع پر جس عظیم بین مذہبی رواداری کا مظاہرہ کیا۔ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ حدیث نبوی ہے: "لوگ کنگھی کے دندانوں کی طرح ہیں"۔(۷۵)
ایک اور حدیث ہے "ارواح لشکر در لشکر تھیں تو جن کا تعارف ہو گیا ان میں محبت ہو گئی اور جو ایک دوسرے سے اجنبی رہیں ان میں اختلاف ہو گیا۔" (۷۶) بعض لوگ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اگر وہ بدلہ نہیں لیں گے تو ان کے رعب و وقار میں فرق آجائے گا مگر پیکر عفو درگزر ﷺ نے فرمایا جو عفو درگزر سے کام لیتا ہے حق سبحانہ وتعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں (۷۷) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک دفعہ اپنے غلام کو مار رہے تھے پیچھے سے آنحضرتؐ کی آواز آئی حضرت ابن مسعودؓ متوجہ ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا۔ جتنا قابو تم کو اس غلام پر ہے اس سے زیادہ خدا کو تم پر ہے۔(۷۸) ایک شخص نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اپنے خادم کا قصور کتنا معاف کروں؟ آپ ﷺ و اصحابہ خاموش رہے اس نے پھر پوچھا آپؐ نے فرمایا روزانہ ستر مرتبہ۔ اس سے مراد تحدید نہیں بلکہ درگزر کی کثرت ہے۔(۷۹) ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ گزر رہا تھا جنازہ آپؐ کے سامنے آیا تو آپ ﷺ احترام آدمیت کی خاطر کھڑے ہو گئے (۸۰) محمود احمد غازی نے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ دور فاروقی میں دمشق اس طرح فتح ہوا کہ سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ نے اہل شہر مصالحت کر لی اور شہر میں ایک جانب سے داخل ہو گئے جب کہ مخالف سمت سے کمانڈر حضرت خالد بن ولیدؓ کا داخلہ فاتحانہ ہوا۔ ابو عبیدہ اور خالد اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار شہر میں ایک جگہ آکر ملے تو وہاں دونوں کو صورت حال کا علم ہوا، مگر اسلام کے انٹرنیشنل لا پر عمل درآمد پر کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ فوراً ایک لکیر کھینچ کر شہر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ اتفاقی امر یہ کہ شہر کا گرجا بھی دو حصوں میں تقسیم ہو گیا کہ لکیر اس کے درمیان سے گزرتی تھی۔ چنانچہ شہر کے اس حصے پر جسے حضرت خالدؓ نے فتح کیا تھا، فتح کے احکام کا نفاذ کیا گیا اور حضرت ابو عبیدہؓ کے ہاتھوں میں جو علاقہ فتح ہوا تھا اس پر صلح کے احکام نافذ کیے گئے۔ اس کے نتیجے میں آدھا گرجا، مسجد بنا دیا گیا اور باقی

آدھا، گرجا ہی رہنے دیا گیا۔ شہر کے آدھے حصے پر اسلامی قانون کے احکام لاگو کئے گئے اور آدھے حصے پر، جو حضرت ابوعبیدہ کے ہاتھوں فتح ہوا تھا، بدستور عیسائی احکام باقی رکھے گئے۔ اس بنیادی فرق کی وجہ سے جب مسلم احکام والا علاقہ زیادہ عدل وانصاف ومساوات اور بھائی چارے کا مظہر بنا تو عیسائی رعایا بھی جلد ہی دائرہ اسلام میں داخل ہوگئی اور اس کے پرزور مطالبے پر شہر کے باقی ماندہ حصے پر بھی مسلم احکام نافذ کردیے گئے۔ یہ احکام اس وقت تک لاگو نہیں کئے گئے، جب تک کہ خود عیسائی آبادی نے اس کا مطالبہ نہیں کیا تھا۔(۸۱)

اس واقعے سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ مسلمان تاریخ کے تمام ادوار میں روادار رہا ہے۔ ولیم بیکر (۸۲) نے اپنی کتاب ''آپ کی سوچ سے زیادہ اشتراک: اسلام اور عیسائیت کے درمیان پل'' میں رقم طراز ہے: ''شاید رواداری اور پرامن بقائے باہم کی بہترین صورت گری حضرت محمد ﷺ نے میثاق مدینہ کے ذریعہ کی ہے۔ مسلمانوں، یہودیوں اور مدینہ کے دیگر رہائشیوں کے مابین ہونے والے اس معاہدے میں سب مذاہب کے ماننے والوں کو مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے''(۸۳) پس مذہبی رواداری کو فروغ دینے کے لئے ضروری ہے کہ مذاہب کے درمیان مکالمے اور ہم آہنگی کے عمل کا آغاز کیا جائے۔ ایمان کو ذاتی اور اجتماعی مضبوطی کا منبع ہونا چاہئے۔ کیونکہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام تینوں توحیدی مذاہب ہیں۔ طلعت عثمان اور ڈاکٹر ایم شریف کے بقول: ''امریکہ شاید دنیا میں ایسی سب سے زیادہ بہترین جگہ ہے جہاں اسلام کا احیا ہوجائے تو وہ عیسائیت اور یہودیت کے ساتھ مل کر تینوں توحیدی مذاہب میں مشترک رشتے قائم کرسکتا ہے''(۸۴) مسیحی مسلم مکالمہ کے حوالے سے عصر حاضر کا ایک محقق رقمطراز ہے۔

''مسیحیوں اور مسلمانوں کو (اور دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد کو بھی) صرف خدا پر ایمان کی بنیاد پر ہی باہمی گفت وشنید کا آغاز کرنا چاہئے، اور آپس میں ایمان کی بنیاد پر انسانی رشتہ قائم کرنا چاہئے۔ اس طرح یہ رشتہ قائم کرنے کے بعد ہر مذہب سے پیدائشی تعلق رکھنے والا فرد ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر بلاتمیز مذہب عام انسانی کے خراب حالات کو بہتر بنانے،......اور بین الاقوامی سطح پر امن بحال کرنے کے لئے کام کرسکتے ہیں (۸۵)

موجودہ دور مکالمہ کا ہے گرم جنگ کا نہیں۔ نائن الیون کے بعد مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان ہم آہنگی کے ساتھ مکالمہ کی اشد ضرورت ہے۔ اقوام عالم میں اسلام اور مسلمانوں کا درست تصور موجود نہیں۔ مثبت مکالمہ وہ واحد ذریعہ ہے جو جھوٹے یک رخے تصورات کی اصلاح میں ممد ومعاون ثابت ہوسکتا ہے۔ اس وقت دنیا میں مختلف مذاہب کے درمیان رواداری نہ ہونے کے برابر ہے جس کا تذکرہ حال ہی میں صدر مملکت بھی کرچکے ہیں چنانچہ گذشتہ دنوں نیویارک میں ''بین المذاہب کانفرنس

برائے امن" میں جنرل پرویز مشرف نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ وہ عظیم مذاہب جنہیں امن، رواداری اور مفاہمت کا منبع ہونا چاہئے تھا، آج ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔ (۸۶) الحاصل مذہبی اختلافات کو حل کرنے اور انہیں کم سے کم مضرت رساں بنانے کیلئے مذہبی رواداری کو ایک مستقل اصول اور طریق کار کے طور پر اپنانے کی ضرورت ہے۔

بین المذاہب مکالمہ کے مقاصد:

بین العقیدہ ڈائیلاگ کی غرض مذاہب کے درمیان مفاہمت، اتحاد، محبت اور ہم آہنگی کا فروغ ہے۔ ڈاکٹر میلکم سٹوارٹ کے بقول:

"ہماری دنیا میں اس وقت تک امن کا راج نہیں ہو سکتا جب تک مذاہب کے مابین امن قائم نہیں ہوتا اور مذاہب کے مابین امن اس وقت تک قائم نہیں ہو سکتا جب تک ان کے پیروکار ایک دوسرے کے لئے افہام و تفہیم پیدا نہیں کرتے...... امن اتحاد اور ہم آہنگی ہر مذہب کا اعلانیہ مقصد ہے" (۸۷)

عصر حاضر کے ایک دانشور نے لکھا ہے:

"بین المذاہب مکالمہ کی اصل غرض اتحاد، محبت اور باہمی تعاون کے ذریعے...... تمام انسانوں کے لئے امن اور ترقی کو ممکن بنانا ہے" (۸۸)۔

بین المذاہب مکالمہ کے اصول

مجادلہ بالتی ھی احسن

اسلام نے مسلمانوں کو پابند کیا ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ بہت مہذب طریقے سے بحث مباحثہ کرو یعنی اس طریقہ کے ساتھ کہ اس میں دلیل کی قوت اور برہان کی پختگی ہو۔ اس میں شیریں کلامی ہو، اعلیٰ درجہ کے شریفانہ اخلاق ہوں۔ فرمان الٰہی ہے ولا تجادلوا اهل الكتاب الا بالتي هي احسن (۸۹) آگے لکھا ہوا ہے: "جو یہودی یا نصرانی دینی امور کو سمجھنا چاہے اسے مہذب طریقے پر سلجھے ہوئے پیرائے سے سمجھا دینا چاہئے...... جیسے اور آیت میں عام حکم ہے ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ الخ...... حضرت موسیٰ اور حضرت ہارونؑ کو جب فرعون کی طرف بھیجا جاتا ہے تو فرمان ہوتا ہے کہ قولا لہ قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشیٰ یعنی اس سے نرمی سے گفتگو کرنا۔ کیا عجب کہ وہ نصیحت قبول کرلے اور اس کا دل پگھل جائے"۔ (۹۱) بالتی ھی احسن...... ابن کثیر نے اس کی تفسیر میں فرمایا:۔...... یعنی مجادلہ بھی نرمی، خیر خواہی اور حسنِ

خطاب کے ساتھ ہونا چاہئے۔(۹۲) تفسیر مظہری میں فرمایا: "اور مطلب یہ ہے کہ کافروں کی بداخلاقی کے مقابلہ میں نرمی سے کام لو، مباحثہ کے وقت وہ غضب ناک ہو جائیں تو تم تحمل کرو، وہ شور و غل کریں تم ان کی خیر خواہی ظاہر کرو...... یہ حسن مجادلہ کا بیان ہے۔ یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اگر اہل کتاب وہ باتیں کہیں جو ان کی کتابوں میں مذکور ہیں تو تم ان سے جھگڑا نہ کرو یعنی تکذیب نہ کرو"۔(۹۳) تفہیم القرآن میں ہے: "یعنی مباحثہ معقول دلائل کے ساتھ، مہذب و شائستہ زبان میں، اور افہام و تفہیم کی اسپرٹ میں ہونا چاہئے"(۹۴)

تفسیر معارف القرآن میں ہے:...... کیونکہ اہل کتاب فی الحال اگرچہ گمراہ ہیں مگر ایک اصل تو رکھتے ہیں آسمانی کتاب اور نبی برحق کے قائل ہیں بخلاف مشرکین اور مجوس کے...... وہ قابل مجادلہ اور مباحثہ نہیں لہٰذا اہل کتاب سے مجادلہ میں نرمی برتو"(۹۵) تفسیر ضیاء القرآن میں یوں صراحت کی گئی ہے: "حسن مجادلہ کا طریقہ بتایا جا رہا ہے کہ تم انہیں پہلے ہی بیگانہ اور مدمقابل حریف بنا کر خطاب نہ کرو بلکہ انہیں یوں کہو کہ تمہارے انبیائے کرام توحید کا جو دین لے کر آئے تھے ہمارے نبی مکرم بھی وہی دین لے کر آئے ہیں۔ ہم صرف قرآن کریم کو ہی کلام الٰہی نہیں مانتے بلکہ تورات و انجیل کے متعلق بھی ہمارا یہی ایمان ہے اسلئے ہمارے اور تمہارے درمیان کوئی ایسی بات نہیں جو وجہ اختلاف اور باعث افتراق ہو۔ مرور وقت سے جو عمل اور عقیدے کی خرابیاں تمہارے ہاں رائج ہو چکی ہیں ان کی اصلاح کرو پھر ہم سب ایک ہی ملت مسلمہ کے فرد بن جائیں گے"۔(۹۶)

پوری دنیا، دارالمکالمہ

اس وقت دنیا بھر میں مذاہب کے مابین جو دو طرفہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں، بالخصوص اسلام کے حوالے سے پھیلے ہوئے یک رخے تصورات جن سے متعلق ولیم بیکر انصاف سے کام لینے کی اپیل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اگر مسلمانوں اور مذہب اسلام کے بارے میں فیصلہ ان چند لوگوں کی نظریات و اعمال کی روشنی میں کرنا ہے جو تشدد، نفرت اور موت کا پرچار کرتے ہیں تو پھر عیسائیوں اور عیسائیت، یہودیوں اور یہودیت، بدھوں اور بدھ مت سبھی کے بارے میں ٹھیک انہیں معیارات پر فیصلہ کیا جانا چاہئے۔"(۹۷) ان غلط فہمیوں کا واحد علاج مکالمہ ہے۔ کیونکہ تعلیمات نبویؐ کی رو سے پوری دنیا دارالمکالمہ ہے یہی وجہ ہے کہ مشہور عالم داعی ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے پوری دنیا کو دارالدعوۃ قرار دیا ہے۔ دور رسالت مآبؐ میں حبشہ کے بارے میں جو رویہ اختیار کیا گیا وہ ہمارے لئے مثال ہے۔(۹۸) ہجرت حبشہ داعی اعظم ﷺ کا پہلا عالمی رابطہ (مکالمہ) تھا۔ دور حاضر میں بھی بین المذاہب عالمی اتحاد کے لئے بیرون ملک مسلمان مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔ بقول

خورشید احمد: ''امریکہ میں ہی نہیں، تمام مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمان، ان ممالک اور مُسلم امت کے درمیان پل کا کام دے سکتے ہیں۔ وہ دنیا سے تصادم اور ظلم کو کم کرنے اور تعاون اور مل جل کر راہیں ہموار کرنے میں ایک مؤثر اور اہم کردار ادا کر سکتے ہیں''۔(۹۹)

ایک غلط فہمی کا ازالہ

''جیو اور جینے دو'' کی پالیسی اپناتے ہوئے بین المذاہب عالمی اتحاد کے لئے ''مکالمہ'' ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ واضح رہے کہ وحدت دین اور وحدت ادیان میں فرق ہے۔ اسلام نے وحدت دین کا تصور پیش کیا ہے۔ قرآن حکیم سب سے پہلی کتاب ہے جس نے مفاہمت بین المذاہب '' کی بنیاد رکھی۔ وحدت ادیان کی نہ صرف اسلام بلکہ دیگر مذاہب میں بھی گنجائش نہیں ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیمات احترام مذاہب پر مبنی ہیں۔ بتصریح وحیدالدین:

''اس بات کا ایک اور پہلو ''ہر مذہب قابل احترام ہے'' نہ یہ کہ ''ہر مذہب سچا ہے'' یہ جملہ مبالغہ آمیز بھی ہے اور مغالطہ آمیز بھی۔ نیز منطقی اور اصولی اعتبار سے غلط بھی'' مذہبی اتحاد کا واحد قابل عمل فارمولا باہمی احترام ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے ایک شخص ایک خاتون کو دل سے اپنی ماں سمجھتا ہے، اسی کے ساتھ وہ دوسری خواتین کا پورا احترام کرتا ہے، بغیر اس کے کہ اس نے یہ اعلان کیا ہو کہ دوسری تمام خواتین بھی میرے حقیقی مائیں ہیں'' (۱۰۰)۔

بین المذاہب مکالمہ کی صورتیں (تجاویز)

نکاتی فارمولا: (۱) میڈیا کا استعمال (۱۰۱) 2۔ سیمینار (۱۰۲) 3۔ ورکشاپس (۱۰۳) 4۔ کانفرنسز کا انعقاد (۱۰۴) 5۔ وفود کا تبادلہ (۱۰۵) 6۔ اسلامی اسکالرز کے لیکچرز کی مہم (۱۰۶) 7۔ بڑے مذاہب پر مشتمل ایک عالمی تنظیم کا قیام (۱۰۷) 8۔ عالمی فکری بورڈ کی تشکیل (۱۰۸) 9۔ امت مسلمہ ذرائع ابلاغ کے مضبوط اسلامی اطلاعاتی مرکز کا قیام نیز مغرب کے قومی میڈیا میں مسلمانوں کا نفوذ (۱۰۹) المختصر دور جدید میں انسانیت بحیثیت مجموعی فکری بلوغت اور شعور کی منزل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ انسان کے اس سفر زندگی میں ایمان (Faith) اس کی اصل ضرورت اور معاون قوت ہے اس کے بل پر ہی وہ آئندہ کے مراحل کامیابی کے ساتھ طے کر سکتا ہے۔ انسان دوستی کی معراج ......جنگوں کا خاتمہ، ترقی وخوشحالی، عالمی امن ، انسانی اتحاد اور انسان دوست معاشرہ کے قیام ......تک پہنچ سکتا ہے (۱۱۰) گذشتہ دنوں نیو یارک میں صدرِ مملکت نے بھی جیوش کمیونٹی سے اپنے خطاب (مکالمہ) کا اختتام ان الفاظ پر کیا:

"We can remain in old prejudices and keep the world hostage to the politics of perennially defining and redefining of enemy, or we can move forward with courage and reach out to world for the rebirth of history and a new future of peace, harmony, mutual respect, dignity and shared prosperity. We can lose the opportunity to narrow vision and a failure to see humanity in each other. the responsibility to make the right choice is in our hands. May God guide us to make the right choice. (111)

نتیجہ بحث

بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی، کائناتی امن، رواداری، افہام وتفہیم اور مفاہمت ومصالحت عقیدۂ توحید (Faith) اور دیگر مشترک اقدار کی اساس پر بین العقیدہ مکالے کے ذریعے حاصل ہوسکتا ہے۔ پس دنیا کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے ضروری ہے کہ مثبت مکالمات کے ذریعے مذاہب کے درمیان فاصلوں کو کم اور کشیدگی کو ختم کیا جائے۔

حواشی وحوالہ جات

1۔ امام غزالیؒ نے اپنی کتاب "المستصفی" میں، رازی نے "المحصول" میں، آمدی نے "الاحکام" میں قرآنی نے "شرح تنقیح الفصول" میں، شاطبی نے "الموافقات" اور "الاعتصام" میں، ابن تیمیہ نے "مجموعہ فتاوی" میں ابن قیم نے "اعلام الموقعین" میں، عزالدین ابن عبدالسلام نے "قواعد الاحکام" میں، شاہ ولی اللہ نے "حجۃ الموقعین" میں، بخاری نے "کشف الاسرار میں، باقر الصدر نے "فلسفتنا" میں، علال الفاسی نے "مقاصد الشریعہ ومکارمھا" میں، مصطفیٰ زید نے "المصلحہ فی التشریع الاسلامی" میں، رمضان البوطی نے ضوابط المصلحہ" میں، نجم الدین طوفی نے "شرح الاربعین ملحق کتاب المصلحہ" میں، مصطفیٰ زرقا نے "المدخل" میں، حسان نے "نظریۃ المصلحہ فی الفقہ الاسلامی" میں، مصالح کو قانون اسلامی کی روح قرار دیا ہے۔ ان سب کے نزدیک اسلامی قانون کی بنیاد مصالح انسانیت پر ہے۔

2۔ عزالدین بن عبدالسلام، قواعد الاحکام فی مصالح الانام، دارالجیل، ۱۴۰۰ھ، ج ۱، ص ۹۔

3- The interfaith Conference of Metropolitan washington, 2002 Interfaith Calendar.

4- NCCJ: The National conference ofr community and Justice, founded in 1927 as the national conference of Christians and Jews, is a human relations organisation dedicated to fighting bial, bigotry and racism in America. in 65 regional offices nationwide, NCCJ promotes understading and respect through advocacy.......NCCJ Seeks to build just and inclusive communities, in Which people from different religious, recial ethnic and cultural backgrounds learn to live together with mutual respect and without compromising their faiths and their identities 2002 interfaith calender, NCCJ, P.I.

5- The interfaith Habitat project will target areas where religion has been associated With violence and destruction and provide an opportunity of faiths to work together constructively. We want not only

to help people,.....but also to promote peace and build communities between religions....The project's lead partner, united religion's initiative, is ■ global grassroots organisation. interfaith Habitat, Washington DC.

6۔ منگل کے روز نیو یارک میں ''بین المذاہب کانفرنس برائے امن'' سے صدر مملکت نے خطاب کیا، اس کی تجویز جون 2005ء میں فلپائن نے پیش کی تھی اور 16 ممالک نے جن میں پاکستان سرفہرست ہے 22 جون 2005ء کو اقوام متحدہ کے سیکریٹریٹ کے ساتھ مل کر اس تجویز کو آگے بڑھایا تھا جس کے نتیجے میں عالمی ادارے کی جنرل اسمبلی کے 60 ویں اجلاس کے موقع پر مذکورہ موضوع پر اجلاس پروگرام کو حتمی شکل دی گئی تھی۔ روزنامہ جنگ کوئٹہ، جمعرات 15 ستمبر 2005ء، ص 4۔

7۔ یہ پہلا موقع ہے کہ ایک اسلامی سلطنت کے سربراہ نے جیوش کمیونٹی کی دعوت پر دنیا میں یہودیوں کی سب سے بڑی نمائندہ تنظیم کے ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ تنظیم کے صدر جیک روسن نے کہا تھا کہ انہیں صدر پرویز مشرف کو دعوت میں دو سال کی مدت لگی۔ ان کے مطابق کانفرنس محض یہودی شرکا پر مشتمل نہیں ہوگی اس میں مسلمان اور عیسائی بھی شریک ہوں گے۔ عالمی یہودی کانگریس ایک طرح بین المذاہب مکالمے کی شکل ہے۔ یہ اسلام، یہودیت اور عیسائیت کے درمیان مکالمہ کا ایک آغاز ہے۔ روزنامہ جنگ کوئٹہ جمعرات / 22 ستمبر 2005ء، ص 4 نیز بین المذاہب مکالمہ کی ضرورت اور اہمیت ...... تہذیبوں کے درمیان تصادم کی بجائے مفاہمت و مصالحت کے فروغ کے لئے کی جانے والی کوششوں، علاقائی اور عالمی سطح پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کے پس پردہ عوامل کے خاتمے کے حوالے سے صدر مملکت کا یہ خطاب...... پوری عالمی برادری کے لئے مثبت دعوت فکر پر مشتمل تھا۔ روزنامہ جنگ کوئٹہ، منگل 20 ستمبر 2005ء ص 4۔

8۔ اخبار تحقیق، ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد، اپریل...... جون ۲۰۰۵ء، ص ۳، ۵۔

9۔ ایضاً۔

10۔ ال عمران، ۳، ۶۴۔

11۔ ابن عباس، تفسیر ابن عباس، ال عمران، ۶۴، ص ۴۹۔

12۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ محمد میمن جوناگڑھی، ال عمران، ۶۴، ج ۱، ص ۷۶۔

13۔ عبداللہ بن احمد بن محمود النسفی، تفسیر النسفی، ال عمران، ۶۴، ص ۱۶۵۔

14۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن، ال عمران، ۶۴، ج ۱، ص ۲۶۲۔

15۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، اردو ترجمہ محمد میمن جوناگڑھی، ال عمران، ۶۴، ج ۱، ص ۷۶۔

16۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ال عمران، ۶۲، ج ۲، ص ۸۷، البخاری محمد بن اسماعیل بن ابراہیم (۲۵۶ھ) ''الجامع الصحیح'' کتاب بدء الوحی، باب کیف بدء الوحی، الی رسول اللہ ﷺ۔

17۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، نبی رحمتؐ، م ن، ت ن، ص ۳۷۴۔۳۷۶۔

18۔ اسد سلیم شیخ، رسول اللہ ﷺ کی خارجہ پالیسی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۲۱۔

19۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، مقالات حکیم، مرتبہ شاہد حسین رزاقی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، ۱۹۶۹، ج ا، ص ۱۰۳۔

20۔ روزنامہ جنگ کوئٹہ، منگل 20 ستمبر 2005ء، ص 6۔

21۔ ایضاً، جمعرات، 22 ستمبر 2005ء، ص 4۔

22۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم، مقالات حکیم، مرتبہ شاہد حسین رزاقی، ج ا، ص ۱۰۳۔

23۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون "تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے جیسے کہ تم سے قبل امتوں پر فرض کیا گیا تھا تا کہ تم تقویٰ حاصل کرو۔ البقرہ ۲: ۲۳۔

24۔ عبداللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، الجزء ۱۶، ص ۱۰: ۱۱۔

25۔ امام فخر الدین الرازی، التفسیر الکبیر، الجزء ۲۷، ص ۱۵۶، ۱۵۷۔

26۔ اصل دین ایک ہے جس پر تمام انبیاء متفق ہیں۔ شرائع اور منہاج میں اختلاف ہے اتفاق کی یہ باتیں ہیں عبادات و استعانت میں اللہ کو ایک سمجھنا...... اللہ کے شعائر کے ذریعے اس سے قرب حاصل کیا جائے۔ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ (الف) تمام حوادث سے پہلے ان کے لئے اللہ کے علم میں ایک اندازہ مقرر ہے (ب) اللہ کے فرشتے ہیں جو اس کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں۔ (ج) اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے کتاب اتارتا ہے (د) اللہ اپنے بندوں پر اپنی اطاعت فرض کرتا ہے (س) قیامت مرنے کے بعد کی زندگی۔ جنت دوزخ سب حق ہیں۔...... شرائع اور منہاج جس میں نبیوں کا اختلاف ہے وہ نیکی اور احکام کی شکلیں اور صورتیں ہیں۔ مثلاً موسیٰ کی شریعت میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا اور شریعت محمدیؐ میں کعبہ کی طرف حکم ہے۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، باب بینا أن أصل الدین واحد والشرائع والمناھج مختلفۃ، ج ۲، ص ۸۶۔

27۔ عن ابی ہریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ انما مثلی و مثل الانبیاء کرجل نبی دارا فاکملھا و احسنھا الا موضع لبنۃ فجعل الناس یدخلونھا و یتعجبون منھا و یقولون لولا موضع اللبنہ...... ترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی۔

28۔ عن جابر بن عبداللہ قال قال رسول اللہ ﷺ انما مثلی و مثل الانبیاء کرجل نبی دارا فاکملھا و احسنھا الا موضع لبنۃ فجعل الناس یدخلونھا و یتعجبون منھا و یقولون لولا موضع اللبنہ...... الترمذی، ابی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ، جامع الترمذی۔

29۔ الشوریٰ، ۴۲: ۱۳

30۔ ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا اللہ واجتنبوا الطاغوت۔ النحل، ۱۶: ۳۶

31۔ وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ ان لا الٰہ الا انا فاعبدون۔ الانبیا، ۲۱: ۲۵

32۔ منزل علیک الکتاب بالحق مصدقا لما بین یدیہ وانزل التورۃ والانجیل من قبل ھدی للناس۔ ال عمران،

33۔ محمد تقی امینی، فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، 1975، ص 255

34۔ ایضاً، ص 256

35۔ ایضاً، ص 257

36- F.E. Peters, Children of Abroham, Princeton University Press, Princeton, New Jersey, USA, 1984. P.3

37- Ibid, P. ix-

38- امریکہ میں اسلام، امریکی شعبۂ اطلاعات، 60۔ جناح ایونیو۔ بلیو ایریا، اسلام آباد

39- مسلم، الصحیح؛ مولانا محمد تقی امینی، اسلام اور جدید دور کے مسائل، قدیمی کتب خانہ، کراچی نمبر 1، ت ن، ص ۳۳۴

40- ابن ہشام، سیرت ج ا و الاموال لابی عبید، ص ۲۰۴۔۲۰۵

41- الاعراف، ۷: ۱۵۸

42- آل عمران، ۳: ۱۱۰

43- امینی، مولانا محمد تقی، اسلام اور جدید دور کے مسائل، قدیمی کتب خانہ، کراچی نمبر 1، ۱۹۸۸ء، ۳۳۵

44- ایضاً، ص ۳۳۶

45- ایضاً، ص ۳۳۷

46- ایضاً

47- ایضاً، ص ۳۳۷۔۳۳۸

48- ابن ہشام، ابو محمد بن عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۳۶، ج ۲، ص ۱۴۹

49- روزنامہ جنگ کوئٹہ، منگل 20 ستمبر 2005ء، ص 6

50- ایضاً

51- ایضاً، جمعہ 15 اکتوبر 2004، ص 4

52- ایضاً، 12 اکتوبر 2005ء،

53- ال عمران، ۳: ۶۴

54- الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ال عمران، ۳: ۶۴ ت ج ۱، ص ۲۳۹۔۲۴۰

55- النحل، ۱۶: ۱۲۵

56- رفیع الدین ہاشمی، اسلام کا قانون بین المما لک، ترجمان القرآن، جلد ۱۲۶، عدد ۱، جنوری 1999ء، ص ۶۵

57- خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، شعبۂ تصنیف و تالیف، کراچی یونیورسٹی، کراچی ۱۹۸۶ء، ص ۵۰۸۔۵۰۹

58- العنکبوت، ۶۴

59- روزنامہ جنگ کوئٹہ، منگل 30 مارچ 2004ء۔

60- پال فنڈ، امریکہ کی اسلامی دشمنی، مترجم محمد احسن بٹ، نگارشات، مزنگ روڈ، لاہور، ۲۰۰۴ء، ص ۱۹۶

61- انیس احمد، ڈاکٹر، اسلام اور مغرب، ترجمان القرآن، جلد ۱۲۶، عدد ۷، جولائی ۱۹۹۹ء، ص ۴۳۔۴۴

62- پال فنڈ، امریکہ کی اسلامی دشمنی، مترجم محمد احسن بٹ، ص ۱۹۶

63. لکل امة جعلنا منسکا هم نا سکو ہ فلاینا ز عنک فی الا مر الحج ، ۲۲:۶۷

64. ولا تسبو اا لذین یدعو ن من دو ن الله ، الا نعا م ، ۱۰۸

65. ان علیک الا البلاغ ، الشوریٰ ، ۴۲:۴۸

66. وما انت علیهم بو کیل ، الشو ریٰ، ۴۲:۶

67. ومآ انت علیهم بو کیل ؛ الشوریٰ ، ۵۰:۴۵

68. لست علیهم بمصیطر ؛ الغاشیه ، ۸۸: ۲۲

69. افانت سکرة الناس حتی یکونوا مؤمنین ؛ یونس ، ۹۹

70. لا اکراہ فی الدین ؛ البقرہ ، ۲:۲۵۶

71۔ گیلانی، محمد اقبال، جہاد! دہشت گردی یا امنِ عالم کی ضمانت؟ حدیث پبلیکیشنز، 2۔شیش محل روڈ، لاہور، ملتان، ص۲۳۔

72۔ وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر و، الکهف ، ۱۸:۲۹

73۔ آل عمران، ۳:۶۴

74۔ الکافرون، ۱۰۹:۶

75۔ ''الناس کاسنان المشط''؛ طفیل، نقوش، رسول نمبر، ادارہ فروغ اردو، لاہور، ۱۹۸۲ء، ج ۸، ۵۷۵

76۔ حدیث: ''الارواح جنود مجندة فما تعارف منها ائتلف وما تناکر منها اختلف''؛ ایضاً مسلم، الصحیح، کتاب البر والصلة، بابُ الارواح جنود مجندة۔

77۔ حدیث: ''وما زاد اللہ رجلا بعفو الاعزا، وما تواضع أحد اللہ یا الا رفعه اللہ''؛ الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورة (۲۷۹ھ)؛ الجامع، ابواب البر والصلة، باب ماجاء فی التواضع نمبر ۲:۲۹

78۔ حدیث: ''عن أبی مسعود (الانصاری) قال: کنت أضرب مملوکا لیی فسمعت قائلا من خلفی یقول: اعلم أبا مسعود اعلم أبا مسعود فالتف فاذا أنا برسول اللہ ﷺ فقال: (اللہ أقدر علیکم منک علیه)۔؛ ایضاً، باب النهی عن ضرب الخادم وشتمهم نمبر ۱۹۴۷۔

79۔ حدیث: ''جاء رجل الی النبی ﷺ واصحابه فقال: یا رسول اللہ! کم أعفو عن الخادم؟ قال: ''کل یوم سبعین مرة''؛ ایضاً، باب ماجاء فی العفو عن الخادم نمبر ۱۹۴۹۔

80۔ حدیث: ''عن جابر بن عبداللہؓ عنهما قال: مر بنا جنازة فقام (لها) النبی ﷺ فقمنا فقلنا: یا رسول اللہ انها جنازة یهودی، قال: اذا رأیتم الجنازة فقوموا۔ البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراهیم (۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازة یهودی۔

81۔ رفیع الدین ہاشمی، اسلام کا قانون بین الممالک، ترجمان القرآن، جلد ۱۲۶، عدد ۱، جنوری ۱۹۹۹ء، ص ۶۵، ۶۶۔

82۔ بین المذاہب افہام وتفہیم اور امن کی جستجو میں ڈاکٹر ولیم بیکر اور جان ویلیش، جو ایک ادیب ...... ہیں، لوگوں میں بین الثقافتی اور بین المذہبی ہم آہنگی کے الگ الگ منصوبوں کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ بیکر ایک تنظیم ''عیسائی اور مسلمان برائے امن'' (Christian

and Muslims for peace) کے بانی اور صدر ہیں۔ اس تنظیم کی شاخیں دنیا کے بہت سے ملکوں میں قائم ہیں۔ ہر شاخ عیسائی اور مسلمان نوجوانوں میں بین المذہبی اتفاق کیلئے سمر کیمپ کا انتظام کرتی ہے۔ علاوہ ازیں پروفیسر جان ایل، الیسپو زیتو (Jogn L Esposito) واشنگٹن ڈی۔ سی میں واضع جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے سکول آف فارن سروس میں مرکز برائے مسلمان عیسائی افہام وتفہیم کے ڈائریکٹر ہیں۔ یہ مرکز بین الاقوامی سطح پر بین المذہبی مکالے کو فروغ دیتا ہے، پال فنڈ، امریکہ کی اسلام دشمنی، محمد احسن بٹ، ص ۱۹۷۔ علاوہ ازیں ملائیشیا میں قائم "منصفانہ دنیا کیلئے بین الاقوامی تحریک" کی صدر ڈاکٹر چندر امظفر اور لانگ آئی لینڈ کے اسلامی مرکز کے ڈائریکٹر الحاج غازی وائی۔ خانکن بھی بین المذاہب مثبت مکالمات میں گہری دلچسپی لیتے رہے ہیں، ایضاً ص ۱۸۹۔

83- پال فنڈے، امریکہ کی اسلامی دشمنی، مترجم محمد احسن بٹ، ص ۱۹۸

84- ایضاً، ۱۹۹

85- صدیقی، صفدر حسن، مذہبی رواداری، عوامی کمپلیکس، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور، ت ن (سن ندارد) ص ۴۴

86- روزنامہ جنگ کوئٹہ، بدھ ۱۴ ستمبر ۲۰۰۵ء، ص ۱

87- پال فنڈ، امریکہ کی اسلام دشمنی، مترجم محمد احسن بٹ، ص ۱۸۴

88- صدیقی، صفدر حسن، مذہبی رواداری، ص ۴۷

89- العنکبوت، ۲۹: ۴۶

90- ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر (اردو) محمد میمن، العنکبوت، ۲۹: ۴۶، ج ۴، ص ۱۴۵

91- ایضاً

92- محمد شفیع، مفتی، وحدت امت، طارق اکیڈمی، فیصل آباد، ۱۴ اگست ۲۰۰۲، ص ۴۹

93- پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ، تفسیر مظہری، العنکبوت، ۲۹: ۴۶، ج ۹، ص ۱۲۶

94- مودودیؒ، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، العنکبوت، ۲۹: ۴۶، ج ۳، ص ۷۰۸-۷۰۹

95- کاندھلویؒ، مولانا محمد ادریس، معارف القرآن، العنکبوت، ۲۹: ۴۶، ج ۶، ص ۱۱۶

96- الازہری، پیر کرم شاہؒ، ضیاء القرآن، العنکبوت، ۲۹: ۴۶، ج ۳، ص ۵۳۸-۵۳۹

97- پال فنڈ، امریکہ کی اسلامی دشمنی، مترجم محمد احسن بٹ، ص ۱۹۵

98- خورشید احمد، پروفیسر، امریکہ مسلم دنیا کی بے اطمینانی، ص ۲۸۴

99- ایضاً ص ۲۹۴

100- وحید الدین خان، مولانا، ماہنامہ تذکیر لاہور، مئی ۲۰۰۱ء، ص ۱۹

101- دور حاضر میں جدید ذرائع مواصلات اور میڈیا کو مذہبی ہم آہنگی، مفاہمت اور مصالحت کے فروغ کے لئے انتہائی ضروری ہے۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر ایسے مکالمے نشر کیے جائیں جو بین المذاہب اختلاف کو کم کرنے میں ممد ہوں اس مقصد کے لئے اخبارات

اور رسائل میں مستقل کالم مخصوص ہونے چاہئیں میڈیا کے پراپیگنڈے کا مثبت جواب دینے کے لئے طاقتور میڈیا پر کنٹرول ہونا بھی ضروری ہے۔ پراپیگنڈہ کا جواب دینے کے لئے ہر اسلامی ملک کو ایک چینل مختص کرنا چاہئے جو دنیا کی اہم ترین زبانوں میں اسلام کے تصور وحدت دین کو متعارف کرائیں اور مثبت مکالمات کا اہتمام کروائیں۔

102۔ سیمینار: عالمی سطح پر سیمینار کا انعقاد اور بڑے مذاہب کے درمیان گفت وشنید وقت کا اہم تقاضا ہے۔ بین العقیدہ عالمی اتحاد کے موضوع پر کھل کر اظہار خیال کیا جائے اور پھر یہ مقالے طبع کر کے شائع کیے جائیں۔ اس میں مغربی ممالک کے مبصرین کو بھی شریک کیا جائے، تمام مذھبی حلقوں کو بھی۔ اور واضح دلائل اور عالمی حالات کی روشنی میں ایک متفقہ مؤقف مرتب کر کے پوری دنیا میں پیش کر دیا جائے تا کہ پوری انسانیت دیکھ لے کہ امت مسلمہ عدل وانصاف کی علمبردار اور پر امن امت ہے۔ انصاف پر قائم اور اللہ کے لئے گواہ ہیں۔ ہم انسانیت کے خیر خواہ اور خدمت گزار ہیں۔

103۔ ورکشاپس: بین مذھبی موضوعات پر ورکشاپ کرائی جائیں۔ اس سے مذاہب کے مابین ذہنی ہم آہنگی پیدا ہوگی اور اس طرح کی قومی اور عالمی سطح پر متعدد ورکشاپ کرنے سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے خیالات اور سوچ میں بھی یک رنگی پیدا ہوگی۔

104۔ کانفرنسز کا انعقاد: بین المذاہب عالمی اتحاد کانفرنسز بھی انتہائی ضروری ہیں۔ ان سے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان مفاہمت اور مصالحت کو فروغ ہوگا۔ حالیہ دنوں نیویارک میں بین المذاہب کانفرنس برائے امن منعقد ہو چکی ہے۔ جس سے صدر مملکت نے بھی خطاب کیا تھا۔ ان کانفرنسز سے مسلمان اور اہل کتاب ایک دوسرے کے قریب آسکیں گے۔

105۔ وفود کا تبادلہ: بڑے مذاہب کے پیروکار دوطرفہ وفود مختلف ممالک میں بھیجنے کا اہتمام کریں۔ یہ وفود عالمی سطح پر، مسلم دنیا کی سطح پر اور متاثرہ ممالک میں قومی سطح پر بھیجے جائیں۔ اور پوری دنیا کے سامنے یہ بات رکھی جائے کہ تمام مذاہب نے خاک وخون کے اختلاف کو ہمیشہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ مذھب ہر دور میں انسان کو انسان کے قریب لانے کا سب سے بڑا ذریعہ رہا ہے۔

106۔ آج بہترین اور لائق اسکالرز کو اسلام کے اصل پیغام کی روشنی میں اسلامی قانون کی روح کو مدنظر رکھتے ہوئے بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وھم آہنگی کے موضوعات پر مضامین اور لیکچرز کی مہم چلانے کی ضرورت ہے۔ جس کا انتظام پاکستان کو کرنا چاہئے ویسے فرض تو یہ ساری مسلمان حکومتوں کا ہے۔

107۔ بڑے مذاہب پر مشتمل ایک عالمی تنظیم کی تشکیل بھی ضروری ہے۔ جو بین الاقوامی مصالحتی کمیشن کے طور پر اپنے فرائض سرانجام دے۔ جو بین مذہبی کشاکش کے اسباب ومحرکات کا جائزہ لے کر ان کو ختم کرنے کے لئے تجاویز دے اور انسانی وحدت اور یک جہتی کو فروغ دینے کی راہیں ہموار کرے۔

108۔ بین المذاہب عالمی اتحاد کے فروغ کے لئے عالمی فکری بورڈ کی تشکیل بھی وقتی تقاضا ہے۔

109۔ امت مسلمہ ذرائع ابلاغ کے مضبوط اسلامی اطلاعاتی مرکز کے قیام کو فوری طور پر یقینی بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

110۔ صدیقی، صفدر حسن، مذہبی رواداری، ص ۲۱

111۔ روزنامہ جنگ کوئٹہ، منگل ۲۰ ستمبر ۲۰۰۵، ص ۴

”قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا و بینکم“ کے حوالے سے دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت، تعلیماتِ اسلام اور اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں

طالب حسین سیال، اسلام آباد

وحدتِ انسانیت:

تعلیماتِ اسلام نے وحدتِ فطرت، وحدتِ حیات اور توحیدِ الٰہی کا تصور دیا ہے۔ کائنات کے ذرے سے لے کر حضرت انسان تک زندگی کے تمام مظاہر کی حقیقت ایک ہے۔ کائنات کی تمام اشیاء آپس میں مربوط اور منظم ہیں۔ قرآن حکیم نے تمام انسانوں کی تخلیق اور بعثت نفسِ واحد کی تخلیق اور بعثت سے تعبیر کیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے۔

ولو انما فی الارض من شجرۃ اقلام والبحر یمدہ' من بعدہ سبعۃ ابحر مانفدت کلمت اللہ ط ان اللہ عزیز حکیم ٥ماخلقکم ولا بعثکم الا کنفس واحدۃ ط ان اللہ سمیع بصیر ٥ (لقمان 31، آیات 28,27)

”زمین میں جتنے درخت ہیں اگر وہ سب کے سب قلم بن جائیں اور سمندر (دوات بن جائے) جسے مزید سات سمندر روشنائی مہیا کریں تب بھی اللہ کے کلمات (لکھنے سے) ختم نہ ہوں گے۔ بے شک اللہ زبردست اور حکیم ہے۔ تمہاری تخلیق اور بعثت (مرنے کے بعد جلانا) ایسی ہی ہے جیسا کہ نفس واحدہ کی، بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سننے اور دیکھنے والا ہے“۔

عالمِ رنگ وبو میں زندگی مختلف شکلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ دریاؤں کی روانی، پہاڑوں کا جماؤ، سمندروں کا بہاؤ، کلی کی چٹک، پھول کی مہک، اشجار کا جھومنا، کھیتوں کی شادابی، ہوا کی سرسراہٹ، بارش کی رم جھم، طیور کی خوش نوائی، بہائم وانعام کی زینت یہ سب کرۂ ارض پر زندگی کی علامتیں اور شکلیں ہیں۔ زندگی کی اعلیٰ صورت حضرت انسان میں جلوہ گر ہوئی اور نفس واحدہ سے پوری دنیا میں انسان پھیل گئے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

وھوا الذین انشاکم من نفس واحدۃ فمستقر ومستودع ط قد فصلنا الایت لقوم یفقھون ٥ (الانعام 6، آیت 98)

اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا پھر ہر ایک کے لئے جائے قرار ہے ایک اس کے سونپے جانے کی جگہ یہ نشانیاں ہم نے واضح کر دی ہیں اُن لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں"۔

مرورِ زمانہ کے ساتھ انسان کرۂ ارض کے مختلف منطقوں میں پھیل گئے۔ اُن کا رنگ وروپ، زبان اور طرز بود و باش مختلف ہوتے گئے لیکن سب انسان اصل میں ایک ہیں۔ اُن کی ابتدا اور انتہا ایک ہے۔ یہ تنوع اور اختلاف خالق حقیقی کے جمال وجلال اور اُس کی شانِ ربوبیت کا مظہر ہے اور اس میں غور وفکر کرنے والے کے لئے سامانِ معرفت ہے۔

ومن ایته خلق السموت الارض واختلاف السنتکم والو انکم ط ان فی ذلک لایت للعلمین o (الروم 30، آیت 22)

"اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور تمہاری زبانوں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف ہے۔ یقیناً اس میں بہت سی نشانیاں ہیں دانش مند لوگوں کے لئے"۔

تمام انسانوں کی اصل ایک ہے لیکن کرۂ ارض کی ساخت اور جغرافیائی عوامل کی وجہ سے وہ مختلف براعظموں میں پھیل گئے اور مختلف نسلوں اور قبیلوں میں بٹ گئے۔ شعوب وقبائل میں اُن کی تقسیم فی الحقیقت وجہ فضیلت نہیں ہے۔ ہر فرد بحیثیت انسان بلاتمیز رنگ ونسل اور مذہب وعلاقہ اللہ تعالیٰ کا نائب ہے اور ہر انسان خلیفہ خدا ہونے کی حیثیت سے دوسرے انسان کے برابر ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے نبوت سے سرفراز فرمایا اور اُن کے ذریعے نسلِ انسانی پر واضح کر دیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی رُسل وانبیاء کے توسط سے ہدایت ملتی رہے گی۔ ارشاد ربانی ہے۔

قلنا اهبطوا منها جمیعا فاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلا خوف علیهم ولا هم یحزنون o (البقرۃ 2، آیت 38)

"ہم نے کہا تم سب (بنی نوع انسان) یہاں سے اُتر جاؤ۔ (اپنے اصل ٹھکانے زمین پر چلے جاؤ) پھر میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں اُن کے لئے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا"۔

اللہ کی اطاعت گزاری کی روایت:

حضرت آدم علیہ السلام سے ہی توحیدِ الٰہی، آخرت اور خدائی ہدایت کے تصورات چلے آرہے ہیں اور اُن کے بعد ہر نبی نے اپنی قوم کو انہی تصورات پر مبنی پیغام یاد دلایا۔ ہر نبی اللہ کا اطاعت گزار تھا اور اُس نے اپنے مخاطبین کو بھی اللہ کی

اطاعت گزاری کی تعلیم دی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کے بیٹوں کی اطاعت گزاری کا تذکرہ قرآن حکیم اس طرح کرتا ہے۔

اذ قال له ربه اسلم لا قالا اسلمت لرب العلمین o ووصی بها ابراهم بنیه ویعقوب ط یبنی ان اللّٰه اصطفیٰ لکم الزین فلا تموتن الا وانتم مسلمون o کنتم شهدآء اذ حضر یعقوب الموت لا اذ قال لبنیه ما تعبدون من بعدی ط قالوا نعبد الهک واله ابائک ابراهم و اسمعیل واسحق الها واحدا ج ونحن له مسلمون o (البقرۃ 2، آیت 131 تا 133)

"جب اُس (ابراہیم علیہ السلام) کو اُس کے رب نے کہا "مسلم ہو جاؤ تو اُس نے فوراً کہا میں مالکِ کائنات کا "مسلم" ہو گیا اس طریقے پر چلنے کی ہدایت اُس نے اپنی اولاد کو کی تھی اور اس کی وصیت یعقوب علیہ السلام اپنی اولاد کو کر گیا اُس نے کہا تھا کہ "میرے بچو! اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے لہٰذا مرتے دم تک مسلم ہی رہنا"۔ پھر کیا تم اُس وقت موجود تھے جب یعقوب علیہ السلام اس دنیا سے رخصت ہو رہا تھا؟ اُس نے اپنی وفات کے وقت اپنے بیٹوں سے پوچھا "بچو! میرے بعد تم کسی کی بندگی کرو گے؟" اُن سب نے جواب دیا "ہم اُس خدا کی بندگی کریں گے جسے آپ نے اور آپ کے بزرگوں ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق علیہ السلام نے خدا مانا ہے اور ہم اُسی کے مسلم (مطیع) ہیں"۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے مخاطبین کو اللہ کی توحید کا پیغام دیا اور اُن کو بتایا کہ وہ اللہ کے مسلم یعنی اطاعت گزار بندے بن جائیں۔ مسلم بننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دے اور یہی انسان کی فطرت صحیحہ کا تقاضا ہے۔ قرآن حکیم نے مسلم کے مقابلے میں مفسد کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ملاحظہ کیجیے۔

......حتی اذا ادرکه الغرق قال امنت انه لا اله الذین امنت به بنوآ اسرآءیل وانا من المسلمین o الئن وقد عصیت قبل وکنت من المفسدین o (یونس 10، آیات 90 تا 92)

"......حتیٰ کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو بول اُٹھا "میں نے مان لیا کہ خداوند حقیقی اُس کے سوا کوئی نہیں ہے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں بھی مسلمین (مطیع فرمان) میں سے ہوں۔ (جواب دیا گیا) اب ایمان لاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمانی کرتا رہا اور مفسدین میں سے تھا"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے بھی اعلان کیا کہ وہ مسلم یعنی اللہ کے اطاعت گزار بندے ہیں۔ ارشاد

ربانی ہے۔ فلما احس عیسیٰ منہم الکفر قال من انصاری الی اللّٰہ ط قال الحواریون نحن انصار اللّٰہ ج امنا باللّٰہ ج واشھد بانا مسلمون o (آل عمران 3، آیت 52)

''جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے محسوس کیا کہ وہ (بنی اسرائیل) کفروانکار پر آمادہ ہیں تو اُس نے کہا ''کون اللہ کی راہ میں میرا مددگار رہتا ہے''؟ حواریوں نے جواب دیا ''ہم اللہ کے مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے، گواہ رہو کہ ہم مسلم (اللہ کے آگے سرِ اطاعت جھکا دینے والے) ہیں''۔

قرآن حکیم نے کسی نئے دین کی دعوت نہیں دی۔ حضرت محمد ﷺ نے ماضی کی اطاعت گزاری کی روایت کو آگے بڑھایا اور اسے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اُنہوں نے بھی انبیائے سابقین کی طرح اسلام یعنی اللہ کی اطاعت کی پیغام دیا اُنہوں نے گذشتہ آسمانی کتابوں کی تائید وتصدیق کی اور برملا الفاظ میں اعلان کیا کہ وہ جو کچھ بیان کرر ہے ہیں وہ پہلے صحائف میں بھی موجود تھا۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

قد افلح من تزکی oوذکر اسم ربہ فصلی oبل توثرون الحیوۃ الدنیاo والاخرۃ خیرو وابقیo ان ھذا الفی الصحیف الاولی o صحف ابراھم وموسیٰo (الاعلیٰ 87، آیات 17 تا 19)

''فلاح پا گیا وہ جس نے پاکیزگی اختیار کی اور اپنے رب کا نام یاد کیا پھر نماز پڑھی مگر تم لوگ دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر ہے اور باقی رہنے والی ہے۔ یہی بات پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی، ابراہیم اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں''۔

تعلیمات اسلام کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنا مطیع فرماں بردار بندوں کا نام مسلم رکھا ہے جو توحید اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ کے رسولوں کے توسط سے آئی ہوئی ہدایات پر عمل کرتے ہیں اور زمین میں عدل وانصاف اور امن و سلامتی چاہتے ہیں۔ اسلام کی یہ روایت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک وسیع ہے۔ بنیادی پیغام ایک ہی ہے جس میں توحید اور آخرت کے تصورت کے ساتھ ساتھ عدل اجتماعی اور اخلاقی اصولوں کے تصورات کا درس ہے۔ البتہ شریعتیں یعنی سماجی زندگی کے قوانین مختلف رہے ہیں کیونکہ ہر زمانے کے تقاضے اور ضرورتیں مختلف تھیں۔ دین کا پیغام شروع ہی سے صاف اور سادہ تھا۔ اُس پر عمل کرنا آسان تھا۔ قرآن حکیم میں وضاحت کی گئی ہے۔

......وما جعل علیکم فی الدین من حرج ط ملۃ ابیکم ابراھم ط ھو سمکم المسلمین لا من قبل و فی ھذا لیکون الرسول شھیداً علیکم وتکونوا شھدآء علی الناس ج

...... (الحج 22، آیت78)

......اور دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی۔ قائم ہو جاؤ اپنے باپ ابراہیم کی ملت پر۔ اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام ''مسلم'' رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) تا کہ رسول تم پر گواہ ہو اور تم لوگوں پر گواہ''۔

عہدِ رسالت اور خلفائے راشدین کے عہد میں اہل کتاب کے ساتھ تعلقات:

یہ دینِ ابراہیمی ہی تھا جس کی حضرت محمد ﷺ نے اہلِ مکہ کو دعوت دی۔ اُن کو حکمت اور موعظہ حسنہ سے اللہ کے راستے کی طرف بلایا لیکن انہوں نے آپؐ کے خلاف پُر تشدد طریقے اختیار کیے۔ آپؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کی ایذا رسانی کے لئے ہر کوشش اور ہر تدبیر کی۔ حالانکہ بیت اللہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے مل کر بنایا تھا۔ وہ اُن کی سرزمین میں موجود تھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے لیکن توحید اور اللہ کی اطاعت گزاری کا سبق بھول چکے تھے۔ اُن کے برعکس سرزمین عرب میں بسنے والے عیسائیوں اور یہودیوں میں دین ابراہیمی کے کچھ آثار موجود تھے۔ حبشہ کے عیسائی بادشاہ کی خدا ترسی اور عدل کے قصے مشہور تھے چنانچہ جب قریشِ مکہ کے مظالم حد سے بڑھ گئے اور مسلمانوں کو مکہ سرزمین تنگ محسوس ہونے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے کچھ صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ حبشہ کے حکمران اصحمہ نجاشی کے پاس چلے جائیں وہ اُن سے حسنِ سلوک کرے گا کیونکہ وہ ایک عادل بادشاہ ہے۔ اس طرح نبوت کے پانچویں برس رجب کے مہینے میں بارہ مرد اور چار عورتوں کے قافلے نے حضرت عثمانؓ بن عفان کی امارت میں حبشہ کی جانب ہجرت کی یہ پہلی ہجرت تھی۔ تھوڑے عرصے بعد 82 مسلم مردوں اور 18 مسلم عورتوں نے رسول اللہ ﷺ کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ مہاجرین حبشہ کے خلاف قریش نے سازش کی اور عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو شاہِ حبشہ کے پاس بھیجا تا کہ وہ وہاں سے مسلمانوں کو نکلوا سکیں۔ ان دونوں نے نجاشی کو تحائف پیش کیے۔ حضرت جعفر کی قیادت میں مسلمان نجاشی کے دربار میں پیش کیے گئے۔

''نجاشی نے کہا ''یہ رسول، اللہ کے پاس سے جو کچھ لایا ہے کہ اس میں سے کچھ تمہارے ساتھ ہے''۔ جعفرؓ نے کہا ''ہاں''۔ نجاشی نے کہا ''وہ مجھے پڑھ کر سناؤ''۔ چنانچہ انہوں نے کھٰیٰعٓصٓ (سورۃ مریم) کا ابتدائی حصہ پڑھ کر سنایا۔ جناب اُم سلمہؓ نے فرمایا: ''واللہ! پھر تو نجاشی رو پڑا۔ یہاں تک کہ اُس کی داڑھی تر بتر ہو گئی۔ جب اُس کے علماء نے یہ کلام سنا تو وہ بھی اتنا روئے کہ اُن کے صحیفے بھیگ گئے۔ پھر نجاشی نے کہا ''بے شک یہ چیز اور وہ چیز جو

عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے ایک ہی طاق سے نکلی ہوئی روشنی ہے''۔تم دونوں (قریش کے سفیر) چلے جاؤ۔ واللہ! انہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا اور نہ اُن کے متعلق ارادہ کیا جائے گا......

دوسرے روز سویرے وہ (قریشی سفیر) نجاشی کے ہاں پہنچے اور کہا ''اے بادشاہ! یہ لوگ عیسیٰ بن مریم کے بارے میں بُری بات کہتے ہیں...... جب یہ لوگ (مسلمان) نجاشی کے پاس گئے تو اُس نے کہا ''عیسیٰ بن مریم کے متعلق کیا کہتے ہو؟'' جعفر بن ابی طالب نے کہا ''ہم اُن کے متعلق وہی کہتے ہیں جو ہمارے نبی ﷺ ہمارے پاس لائے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے، اُس کے رسول، اُس کی روح اور اُس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے کنواری مریم کی جانب ڈال دیا''۔ نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہا ''واللہ! جو کچھ تم نے کہا اُس سے اس تنکے کے برابر بھی عیسیٰ بن مریم زیادہ نہیں''۔(1)

اہلِ یثرب اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے لئے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ وہ اسلام کی دعوت سے واقف تھے کیونکہ جب وہ موسمِ حج میں مکہ آتے تھے تو رسول اللہ ﷺ ان کے سامنے بھی اسلام پیش کرتے تھے۔ اُدھر قریشِ مکہ نے مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کی ٹھان لی تھی۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے اہلِ اسلام کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔ وہ پرامن بقائے باہمی کے قائل نہ تھے بلکہ بزورِ قوت دعوت اسلام کی تحریک کو کچلنا چاہتے تھے۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ نے اللہ کے حکم سے ہجرتِ یثرب کا فیصلہ کیا۔ وہاں پہنچ کر پیغمبر اسلام ﷺ نے جہاں انصار و مہاجرین کے مابین مواخات کا رشتہ جوڑ دیا وہاں یہود کو بھی پُرامن بقائے باہمی کی بنیاد پر اس جامع معاہدے میں شامل کیا گیا جو مہاجرین اور انصار میں طے پایا تھا۔ اس معاہدے کی ایک شق یہ بھی تھی۔

وان یھود بنی عوف امة مع المؤمنین للیھود دینھم وللمسلمین دینھم موالیھم وانفسھم الا من ظلم واثم فانه لا یو تسغ الا نفسه أھل بیته (2)

''اور بنی عوف کے یہودی، مؤمنین کے ساتھ ایک امت تسلیم کئے جاتے ہیں۔ یہودی اپنے دین پر رہیں، مسلمان اپنے دین پر خواہ موالی (معاہداتی بھائی) ہوں یا اصل، البتہ جو لوگ ظلم اور جرم کے مرتکب ہوں گے وہ اپنی ذات گھرانے کے سوا کسی کو ہلاکت اور فساد میں نہیں ڈالیں گے''۔

اس معاہدے میں یہودیوں کے دیگر قبائل بنی نجار، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی ثعلبہ اور یہودیوں کے قبائل کی شاخوں کو بھی شامل کیا گیا تھا۔(3)

قیامِ مکہ کے دوران آپؐ امین اور صادق مشہور تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مکہ کے کافر (Non believers) بھی اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھتے تھے۔ جب آپ یثرب تشریف لائے تو اہلِ شہر نے جن میں غیر مسلم بھی شامل تھے آپؐ کو اپنا

قائد اور حکم مقرر کیا اور آپؐ کے نام پر یثرب کا نام "مدينة النبی" رکھ دیا۔ آپؐ مسلم اور غیر مسلم دونوں سے انصاف اور حسن سلوک کرتے تھے اہلِ کتاب کے ساتھ آپؐ کی رواداری اور مروت کی کئی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں:

"رسول اکرم ﷺ کے ہمسائے میں یہودی رہتے تھے، اگر اُن کے یہاں کوئی بچہ بھی بیمار ہوتا تو رسول اکرم ﷺ اس بچے کی عیادت کیلئے اُس کے گھر جایا کرتے ...... ایک اور چیز کہ مسلمان کا ہی نہیں یہودیوں کا جنازہ بھی شہر کی گلیوں سے گزرتا اور اتفاق سے رسول اللہ ﷺ وہاں کسی جگہ بیٹھے ہوتے تو جنازے کو دیکھ کر آپؐ کھڑے ہو جاتے تا کہ اُن کے ساتھ ایک طرح سے اپنی ہمدردی کا مظاہرہ کریں"۔(4)

خلفائے راشدین کے عہد میں بھی اہلِ کتاب کے ساتھ معاملہ، اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق کیا جاتا تھا۔ کتاب الخراج میں قاضی ابو یوسف نے وضاحت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حیرہ اور دیگر علاقوں کے عیسائیوں کے ساتھ معاہدوں میں اُن کی مذہبی آزادی کو برقرار رکھا۔ خالدؓ بن ولید کے ذریعے جو معاہدہ کیا گیا من جملہ اُس کے یہ الفاظ بھی تھے۔

"اُن کی خانقاہیں اور گرجے نہیں گرائے جائیں گے اور وہ رات یا دِن کے وقت جب چاہیں ناقوس بجا سکتے ہیں سوائے اوقاتِ نماز کے اور وہ اپنے تہوار کے موقع پر صلیب نکال سکتے ہیں"۔(5)

حضرت عمرؓ کے زمانے کی ایک معتبر شہادت موجود ہے جس کی اصل دستاویز بھی آج تک محفوظ ہے۔ ایک عیسائی اپنے بعض ہم مذہبوں کو جو دوسرے شہر کے تھے یہ خوش خبری پہنچاتا ہے۔ "کہ آج کل ایک نئی قوم ہماری حاکم بن گئی ہے لیکن وہ ہم پر ظلم نہیں کرتی۔ اس کے برخلاف ہمارے گرجاؤں اور ہمارے راہب خانوں (Convents) کی مالی مدد کرتی ہے"۔(6)

حضرت علیؓ کے عہد میں جب غیر مسلم شہریوں کی ایک نہر پٹ گئی جو آبپاشی کے لئے استعمال کی جاتی تھی تو آپ نے اُس کی مرمت کا حکم دیا۔ عامل قرظہ بن کعب انصاری کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا:

"مجھے ان کا آباد رہنا اس کی نسبت زیادہ پسند ہے کہ وہ ملک سے چلے جائیں، عاجز و درماندہ ہو جائیں یا ملک کی بھلائی میں حصہ لینے کے قابل نہ رہیں"۔(7)

ادیانِ ابراہیمی کی مشترک اقدار:

حضرت محمد ﷺ اور خلفائے راشدین کا اہلِ کتاب کے ساتھ خصوصی تعامل اِس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اہلِ کتاب اور مسلمانوں کے مابین کئی عقائد اور اقدار مشترکہ ہیں۔ توحیدِ الٰہی کا تصور ابراہیمی ادیان یعنی یہودیت، عیسائیت

اور اسلام کا بنیادی رکن ہے۔ اس عقیدۂ توحید سے اللہ کی اطاعت گزاری کا رویہ منسلک ہے۔ قرآن حکیم خالص توحید الٰہی کے اس عقیدے کے اساس پر اہلِ کتاب کو اسلام کی دعوت دیتا ہے۔ سورۃ آل عمران میں ارشاد ہوا۔

قل یاھل اکتب تعالوا الی کلمة سوآء م بیننا و بینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک بہٖ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضاً اربابا من دونِ اللّٰہ ط فان تولو فقرلوا شھدوا بانا مُسلمون o (ال عمران 3، آیت 64)

"کہو اے اہلِ کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں"۔

موجودہ تورات میں بھی توحید الٰہی کا تصور واضح طور پر موجود ہے۔

"میرے حضور تو غیر معبودوں کو نہ ماننا۔ تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا اور نہ ان کی عبادت کرنا کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں......" (8)

اسی طرح موجودہ اناجیل میں بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا واضح تصور موجود ہے۔

"پھر ابلیس اُسے ایک بہت اونچے پہاڑ پر لے گیا اور دنیا کی سب سلطنتیں اور اُن کی شان و شوکت اُسے دکھائی اور اُس سے کہا کہ اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کرے تو یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔ یسوع نے اُس سے کہا اے شیطان دور ہو کیونکہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اُس کی عبادت کر"۔ (9)

تصورِ توحید کے علاوہ اعلیٰ اخلاقی اور سماجی اقدار بھی اسلام اور یہودیت و عیسائیت میں مشترک ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معروف دس احکامات (Ten Commandments) موجودہ تورات کی اس عبارت سے ماخوذ ہیں۔

"تو اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا تاکہ تیری عمر اُس ملک میں جو خداوند تیرا تجھے دیتا ہے دراز ہو، تو خون نہ کرنا، تو زنا نہ کرنا، تو چوری نہ کرنا، تو اپنے پڑوسی کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دینا، تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا اور نہ اُس کے غلام اور اُس کی لونڈی اور اُس کے بیل اور اُس کے گدھے کا اور نہ اپنے پڑوسی کی کسی اور چیز کا لالچ

کرنا......تو جھوٹی بات نہ پھیلانا اور ناراست گواہ ہونے کے لیے شریروں کا ساتھ نہ دینا، برائی کرنے کے لئے کسی بھیڑ کی پیروی نہ کرنا اور نہ کسی مقدمے میں انصاف کا خون کرانے کے لیے بھیڑ کا منہ دیکھ کر کچھ کہنا اور مقدمہ میں کنگال کی طرفداری کرنا......تو رشوت نہ لینا کیونکہ رشوت بیناؤں کو اندھا کر دیتی ہے اور صادق کی باتوں کو پلٹ دیتی ہے اور پردیسی پر ظلم نہ کرنا"۔(10)

قرآن حکیم نے بھی اُس میثاق کا ذکر کیا ہے جو بنی اسرائیل نے خدا سے کیا تھا۔

واذ اخذنا میثاق بنی اسرائیل لا تعبدون الا اللّٰہ قف وبالو الدین احسانا و ذی القربی والیتمی والمسکین و قولوا للناس حسنا واقیموا الصلٰوۃ و اتوالزکٰوۃ ط......
واذ اخذنا میثاقکم لا تسفکون دماء کم ولا تخرجون انفسکم من دیار کم......
(البقرۃ 2، آیات84,83)

"یاد کرو اسرائیل کی اولاد سے ہم نے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا، ماں باپ کے ساتھ، رشتے داروں کے ساتھ، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے بھلی بات کہنا، نماز قائم کرنا اور زکٰوۃ دینا......ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو گھر سے بے گھر کرنا......"

تورات مقدس اور قرآن حکیم کے مندرجہ بالا احکامات ان متعین اخلاقی اور سماجی قدروں میں بیان کئے جاسکتے ہیں۔

1۔ والدین اور پڑوسیوں کی عزت اور اُن کے حقوق کی پاسداری۔
2۔ حقِ زندگی کا احترام۔
3۔ شادی اور خاندان کے ادارے کا تحفظ اور احترام۔
4۔ حلال کمائی اور جائیداد کا حق اور تحفظ (چوری اور رشوت کی ممانعت)۔
5۔ عدل اجتماعی اور راست گوئی۔

انجیل کی تعلیمات میں بھی اعلیٰ اخلاقی اقدار اور سماجی رویوں کی تحسین کی گئی ہے۔

"مبارک ہیں وہ جو حلیم ہیں کیونکہ وہ زمین کے وارث ہوں گے ٥ مبارک ہیں وہ جو راست بازی کے بھوکے اور پیاسے ہیں کیونکہ وہ آسودہ ہوں گے ٥ مبارک ہیں وہ جو رحمدل ہیں کیونکہ اُن پر رحم کیا جائے گا ٥ مبارک ہیں وہ جو پاک دل ہیں کیونکہ وہ خدا کو دیکھیں گے ٥ مبارک ہیں وہ جو صلح کراتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے بیٹے کہلائیں

گے ہ (11)

انجیل مقدس محبت ورحم کے پیغامات سے مملو ہے۔ دوسروں کے حقوق کی پاسداری ان کے احساسات کا احترام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام کا نمایاں پہلو ہے:

''میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور اپنے ستانے والوں کے لئے دعا کرتا کہ تم اپنے باپ کے جو آسمان پر ہے بیٹے ٹھہرو۔ وہ اپنے سورج کو بدوں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راست بازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے...... مانگو تو تم کو دیا جائے گا۔ ڈھونڈو تو پاؤ گے، دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے واسطے کھولا جائے گا کیونکہ جو کوئی مانگتا ہے اُسے ملتا ہے اور جو ڈھونڈتا ہے وہ پاتا ہے اور جو کھٹکھٹاتا ہے اُس کے واسطے کھولا جائے گا۔ تم میں ایسا کون سا آدمی ہے کہ اگر اُس کا بیٹا اُس سے روٹی مانگے تو وہ اُسے پتھر دے یا اگر مچھلی مانگے تو اُسے سانپ دے۔ پس جبکہ تم برے ہو کر اپنے بچوں کو اچھی چیزیں دینا جانتے ہو تو تمہارا باپ جو آسمان پر ہے اپنے مانگنے والوں کو اچھی چیزیں کیوں نہ دے گا۔ پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی اُن کے ساتھ کرو کیونکہ توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے''۔ (12)

مسلمانوں اور اہلِ کتاب میں توحید اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کی بنیاد پر مفاہمت اور یگانگت کے تعلقات کو مستحکم کیا جاسکتا ہے بلکہ اس ہم آہنگی کو ہندومت اور بدھ مت کے پیروکاروں تک وسیع کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان مذاہب میں بھی توحید پرستی کے تصورات پائے جاتے ہیں اور اعلیٰ اخلاقی قدروں پر ان مذاہب کا بھی اتفاق ہے چونکہ ہندومت اور بدھ مت اسلام سے دور ماقبل کے قدیم مذاہب ہیں اور قرآن حکیم کے مطابق ہر قوم کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہادی بھیجا ہے اس لئے ممکن ہے کہ اصل ہندومت اور اصل بدھ مت کے بانی بھی اللہ تعالیٰ کے فرستادہ ہوں۔

ہندومت میں بھی برتر قوت کا تصور پایا جاتا ہے۔ ہندومت کے فلسفی علماء وحدت الوجود پر یقین رکھتے ہیں۔ عوام الناس کثرت پرستی (Polytheism) پر عمل کرتے ہیں جبکہ جدید تعلیم یافتہ اور روشن خیال ہندو وحدانیت خدا کی طرف مائل ہیں۔ ڈاکٹر رادھا کرشن لکھتے ہیں:

''اہل عمل اپنے خدا کو آگ میں دیکھتا ہے' اہل دل اپنے دل میں اور کمزور دماغ والا بت میں لیکن مضبوط ارادے والا خدا کو ہر جگہ پاتا ہے۔ صاحبِ بصیرت خدا کو شبیہوں میں نہیں بلکہ اپنے اندرون میں دیکھتا ہے۔'' (13)

بدھ مت اعلیٰ اخلاقی وسماجی اقدار سے عبارت ہے۔ بدھ مت کی سماجی زندگی کے بارے میں بنیادی تعلیم یہ ہے۔

''ہر شخص کو اِس پر غور کرنا چاہیے کہ جس طرح وہ خوش رہنا چاہتا ہے اور تکلیفوں سے بچنا چاہتا ہے۔ مرنے کی خواہش

نہیں کرتا اس طرح کی خواہشات دوسرے انسان بھی کرتے ہیں اس لئے ہر شخص کو دوسرے کے لئے اس طرح خیر خواہ ہونا چاہیے جس طرح وہ اپنے لئے خوشی کا طالب ہوتا ہے۔" (14)

بدھ مت انسانی اخوت' انسانی مساوات اور مذہبی رواداری کے اصولوں میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اشوک اعظم کے احکام میں رواداری کا اس طرح درس دیا گیا ہے۔

"ہمارے اعتقادات کی بنیاد یہ ہے کہ اپنے مذہب کی پابندی کریں اور دوسرے کے مذاہب کو نقصان نہ پہنچائیں اور نہ برا کہیں بلکہ مذہبی چیزوں کی پوری حرمت کی جائے کیونکہ اس عمل سے خود اپنے مذہب کی اشاعت ہوتی ہے اور دوسرے مذہب کی تقویت۔ ہر ایک مذہب میں اس قسم کی تعلیم موجود ہے جو نیکی کی طرف ہدایت کرتی ہے۔" (15)

الہامی مذاہب کا عمیق مطالعہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تمام مذاہب ایک عظیم اور قادر مطلق برتر قوت کے قائل ہیں اس لئے توحید الٰہی تمام مذاہب میں مشترک ہے۔ عقیدہ توحید سے رسالت' آخرت اور اخلاقی اقدار کے تصورات منسلک ہیں۔ چارلس لی گائی ایٹن (Charles Le Gai Eaton) لکھتے ہیں:

"اسلام اپنے آپ کو اس پیغام سے تعبیر کرتا ہے جو سب سے آخر میں نازل کیا گیا اور یہی پیغام اللہ کے بے شمار رسولوں کے ذریعے بنی نوع انسان کو بار بار یاد دلایا گیا۔ قرآن بغیر کسی ابہام کے اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ اس "دین فطرت" کے قوانین اور قواعد زمان و مکان کے مطابق مختلف رہے ہیں لیکن توحید الٰہی کی صداقت اور اس سے ماخذ بنیادی اصول کبھی نہیں بدلتے' نہ بدلے گئے ہیں اور نہ وہ بدل سکتے ہیں۔" (16)

بدامنی اور تصادم کا اصل سبب:

دورِ حاضر میں عالمی افق پر بدامنی اور تصادم سے ہر دردمند انسان پریشان ہے۔ بظاہر اس تصادم اور عداوت کا سبب مذاہب کے مابین یگانگت و ہم آہنگی کے فقدان کو سمجھا جاتا ہے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بدامنی اور عدم اتحاد کی وجوہات بہت گہری اور پیچیدہ ہیں۔ یہ درست ہے کہ سولھویں صدی سے پہلے مذہب کی بنیاد پر جنگیں ہوئیں۔ عیسائی اور مسلم طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف 1095ء سے 1291ء تک صلیبی جنگوں میں برسرپیکار رہیں۔ اگرچہ تصادم کی ایک وجہ بحیرہ روم کے ساحلی علاقوں کی کشش بھی تھی لیکن فریقین کے جوش و جذبہ اور عداوت کا اصل سبب مذہبی اختلاف ہی تھا۔ اسی طرح پندرویں صدی عیسوی میں عیسائی طاقتوں نے متحد ہو کر سپین سے مسلمانوں کو نکال دیا۔ لیکن یورپ میں نیشنلزم اور روشن خیالی کی تحریکوں کے بعد وہاں سے مذہب کو اجتماعی زندگی سے نکال دیا گیا۔ یورپ نے تسخیر فطرت اور سائنس و ٹیکنالوجی کے زور سے

بیرونی دنیا کو اپنی مہم جوئی کا ہدف بنایا۔ 1650ء سے لے کر 1950ء تک کے دور کو یورپ کے استعمار (Colonialism) سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اس دوران جنوبی امریکہ، افریقہ، ایشیا اور مشرق وسطیٰ کے کثیر علاقے اہل یورپ کے زیر تسلط آ گئے۔ استعماری طاقتوں کا نصب العین کسی مذہب کی اشاعت یا کسی مذہب کی بیخ کنی نہ تھا بلکہ ان کے حملوں کا مقصد سیاسی برتری اور معاشی فوائد حاصل کرنا تھا۔ سائنس اور ٹیکنالوجی کے زور پر اہل یورپ نے ان پسماندہ علاقوں کے عوام کو غلام بنا لیا۔ ان علاقوں کی قوموں نے آزادی تو حاصل کر لی لیکن ابھی تک وہ معاشی اور سیاسی خودمختاری کے لئے کوشاں ہیں۔ استعماری طاقتوں نے ان علاقوں میں اپنا اثر و رسوخ قائم کرنے کے نئے طریقے اور نئی حکمت عملیاں اختیار کر لی ہیں۔ کمزور قوموں کو ایک طرف غیر محفوظ ہونے کا احساس ہے اور دوسری طرف طاقتور قوموں کو عالمی افق پر اپنی بالادستی قائم کرنے کی فکر ہے۔ اس عالمی تناظر میں ناانصافیاں بھی ہو رہی ہیں اور غلط فہمیاں بھی پیدا ہو رہی ہیں لیکن یہ بات واضح ہے کہ موجودہ بدامنی اور تصادم کے پیچھے کئی سیاسی اور معاشی مضمرات کارفرما ہیں۔۔

کمزور اور زیردست قومیں طاقتور ملکوں سے کئی توقعات رکھتی ہیں۔ ان ملکوں کے محروم لوگ بڑی طاقتوں سے اس لئے متنفر نہیں ہیں کہ ان کا عیسائیت سے تعلق ہے یا وہ کسی اور مذہب کے معتقد ہیں بلکہ ناانصافی کے شکار ان لوگوں کی ناراضگی کی وجہ یہ ہے کہ ان کے مسائل حل نہیں کئے جاتے اور ان کے استحصال کا خاتمہ نہیں کیا جاتا۔ دوسری طرف بڑی طاقتوں کو یہ دلچسپی نہیں ہے کہ ان چھوٹی قوموں میں ان کے مذہب کی اشاعت ہو بلکہ وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ چھوٹی قومیں سیاسی اور معاشی لحاظ سے ان کی حلیف رہیں اور عالمی سطح پر ان کے موقف کی بلا چون و چرا حمایت کریں۔ دورِ جدید کی دنیا کا نصب العین مادی خوشحالی ہے۔ روحانی اور معنوی اقدار قصۂ پارینہ بن گئی ہیں۔ مغربی تہذیب کا خمیر مادہ پرستی سے اٹھایا گیا ہے۔ "Islam at the Cross Roads" کا مصنف لکھتا ہے:

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یورپ میں اس وقت بھی ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جو دینی طریق پر سوچتے ہیں، اور مذہبی احساس رکھتے ہیں، اور اپنے عقائد کو اپنی تہذیب کی روح کے ساتھ منطبق کرنے میں امکانی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ مستثنیٰ مثالیں ہیں، یورپ کا عام اور متوسط آدمی وہ جمہوری یا فاشستی، سرمایہ دار ہو یا اشتراکی، ہاتھ سے کام کرنے والا ہو یا دماغی محنت کرنے والا، وہ ایک ہی مذہب جانتا ہے، وہ کیا؟ مادی ترقی کی پرستش اور یہ عقیدہ کہ اس زندگی کی غرض و غایت اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس کو زیادہ سے زیادہ آسان اور پر راحت اور آزاد اور بے قید بنائے ۔۔۔۔ جہاں تک تہذیب کا تعلق ہے انسانوں کا ایک ایسا ٹائپ پیدا ہوا ہے جس کا عقیدہ ہے کہ نیکی اور اخلاق نام ہے عملی فائدہ کا، اس کے نزدیک معیار محض مادی کامیابی ہے۔'' (17)

زندگی کی تفہیم نو:

الحاد، مادہ پرستی اور زمین پیوستگی پر مبنی نیشنلزم کے نظریے نے یورپ کو ملک گیری کی ہوس میں مبتلا کر دیا۔ ہر قوم نے اپنی برتری کے زعم میں دوسری قوم پر غلبہ واستیلا حاصل کرنے کی کوشش کی۔ پہلی جنگ عظیم اور دوسری جنگ عظیم جن میں کروڑوں انسان لقمہ اجل بنے ان کی وجہ مذہبی اختلاف نہ تھا۔ بلاشبہ سائنسی اختراعات نے انسان کی زندگی کو آرام دہ اور پُر آسائش بنا دیا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ بنی نوع انسان کو ایک غیر مختتم خوف و ہراس اور خطرے میں مبتلا کر دیا ہے۔ اس طرح دورِ حاضر کا انسان ایک اضطراب کا شکار ہے اس کی زندگی میں ایک معنوی خلا ہے۔ افراتفری اور اضطراب کی حالت میں ایسے آب نشاط انگیز کی ضرورت ہے جو بنی نوع انسان کو زندگی کی معنویت اور اعلیٰ مقصدیت سے آشنا کر دے۔ محض تعقل پر مبنی لادینی افکار معنویت اور مقصدیت کا راستہ دکھانے میں ناکام رہے ہیں اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ وحی الٰہی کی روشنی میں زندگی کی تفہیم نو کی جائے۔ لادین لوگوں کا استدلال یہ ہے کہ مذہب کی بنیاد پر بنی نوع انسان میں وحدت واتحاد نہیں ہو سکتا اس خیال کو غلط ثابت کرنے کے لیے تمام مذاہب کے سچے پیروکاروں کو میدان عمل میں اتر کر باہمی یگانگت وہم آہنگی کی مثال پیدا کرنا ہوگی۔ اور یہ کوئی امر محال نہیں ہے اس لیے کہ تمام عالمی مذاہب میں خدا، آخرت اور رسالت کے بنیادی عقائد مشترک ہیں۔ ان کی تفصیلات میں قدرے فرق ہے لیکن بذاتہ یہ حقائق ایک ہیں۔ اگر اس وقت اہل مذہب متحد نہ ہوئے تو اندیشہ ہے کہ مادیت پرستی پر مبنی غلبہ واستیلا کے عزائم بنی نوع انسان کو تیسری جنگ عظیم کی آگ میں جھونک دیں گے۔

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کے تصور کی بنیاد مندرجہ ذیل مسلمہ اصولوں پر رکھی جا سکتی ہے۔

لا اکراہ فی الدین:

قرآن حکیم نے واشگاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ دین کے بارے میں کوئی جبر نہیں۔ یہ ہر شخص کا اپنا ذاتی معاملہ ہے۔ کسی مذہب کا انتخاب کرنا ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ کسی کو کسی خاص مذہب قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی نقطۂ نظر سے ایمان زبان سے صرف اقرار کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ دل سے اس کی تصدیق بھی ضروری ہے۔ منطقی لحاظ سے کسی شخص کو جبراً مسلمان نہیں بنایا جا سکتا۔ طاقت کے ذریعے اس کے دل میں ایمان کیسے داخل کیا جا سکتا ہے؟ قرآن حکیم میں اس آیت سے پہلے قرآن کریم کی سب سے طویل آیت ''آیت الکرسی'' ہے، اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے حی و قیوم ہونے اور اس کی کرسی اقتدار کی بے پایاں وسعت کا بیان ہے۔ اگر اس پہلو پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ تمام انسانوں کو صداقت اسلام پر جمع کر دیتا لیکن وہ اپنی قدرت کے باوجود تمام انسانوں

کو یہ حق دیتا ہے کہ وہ چاہیں تو اسلام قبول کریں اور چاہیں تو اس کا انکار کریں۔ انسان کو قبول مذہب کے لیے آزادی دینا اللہ تعالیٰ کی مبنی بر حکمت سکیم کا حصہ ہے۔

دورِ جدید میں ہر قوم کا ذی شعور اور پڑھا لکھا انسان اس حقیقت کو تسلیم کرتا ہے کہ قبول مذہب ہر انسان کا اپنا انتخاب ہے۔ کسی شخص پر کوئی مذہب مسلط نہیں کیا جا سکتا۔ ہر شخص کو یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ وہ اپنے ضمیر' اپنے فہم اور اپنی مرضی کے مطابق فیصلہ کرے کہ اسے کون سا مذہب اختیار کرنا چاہیے۔ فرد کے اس حق اور اختیار کو تسلیم کرنے کا منطقی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کسی مذہب کا پیروکار دوسرے مذہب کے پیروکار کے خلوص پر شک نہ کرے۔ اگر ایک مسلمان خلوص اور عقیدت سے مسجد میں جاتا ہے تو ایک ہندو بھی خلوص سے مندر میں جاتا ہے۔ اسی طرح عیسائی' یہودی اور دیگر مذاہب کے پیروکار بھی خلوص سے اپنے معابد میں جاتے ہیں۔ ہر مذہب کی عبادت گاہوں کا احترام کرنا چاہیے اور ہر ایک کو اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے اور عبادات کرنے کی آزادی ہونی چاہیے۔ ہر مذہب کے بانی اور اکابرین کا احترام کرنا چاہیے۔ کسی مذہب کے پیروکار کی دل آزاری نہیں کرنی چاہیے۔ قرآن حکیم نے مثبت سوچ اور مثبت رویے کی تلقین کی ہے اور کسی مذہب کو برا کہنے سے روکا ہے تاکہ تصادم اور عداوت پیدا نہ ہو۔ ارشاد ربانی ہے۔

وَلَا تَسبو الذین یدعون من دون الله فیسبوا الله عدوا بغیر علیم . O (الانعام 6' آیت 108)

''اور تم لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا' پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدون سمجھے۔''

تبلیغ اور جہاد کا تصور:

ہر مذہب میں تبلیغ کا تصور ہے۔ قدیم مذاہب یعنی ہندومت کے رشی اور بدھ مت کے بھکشو اپنے اپنے مذاہب کا پرچار کرتے تھے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ لوگوں کے سامنے اپنی نبوت کا اعلان کرے اور ان کے سامنے پیغام حق کھول کھول کر بیان کریں۔ حضرت محمد ﷺ نے دعوت اسلام کو ابتداء میں خاص خاص آدمیوں تک محدود رکھا' پھر اپنے رشتہ داروں اور قبیلہ کے لوگوں کے سامنے دعوتِ اسلام کو پیش کیا اور آخر کار کھلم کھلا سب لوگوں تک اسلام کے پیغام کو پھیلایا۔ ہر نبی کا کام اللہ کی ہدایت کو لوگوں تک پہنچانا ہے۔ تزکیہء نفس' تعلیم اور حکمت اسی ذیل میں آتے ہیں۔ خاتم النبین حضرت محمد ﷺ نے حکمت اور خوبصورت انداز سے صراط مستقیم کی طرف دعوت عام دی۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن حکیم میں واضح کیا کہ آپ کا کام صرف بات پہنچا دینا ہے' ہدایت دینا اللہ کا کام ہے بلکہ ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی اور فرمایا'' کہ آپ غم زدہ نہ ہوں اپنے آپ کو اس بات پر ہلکان نہ کریں کہ وہ ایمان نہیں لاتے آپ کا

کام صرف بلاغ مبین تک ہے۔" اُسوۂ رسولؐ ہماری اس طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ہم اسلام کے پیغام کو اپنے دور کے تقاضوں اور وسائل کے مطابق حکمت کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کریں اور خود اس پر عمل کریں۔ اسلام کی اشاعت میں حضرت محمد ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کی عملی زندگیوں نے اہم کردار ادا کیا۔ آج ہمیں اپنی معیشت اور معاشرت میں اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے اور یہی اندازِ تبلیغ کا بہترین اور موثر انداز ہے۔

اسلام میں جہاد کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ یہ مفہوم نفسِ امارہ کی ترغیبات کے خلاف جہاد کر کے راہ عدل و احسان پر چلتے رہنے سے لے کر مسلمانوں کی بقا کے لیے آلاتِ حرب سے لیس ہو کر حملہ آوروں کے خلاف لڑنے تک وسیع ہے۔ ہر دور کے تقاضوں اور حالات و ضروریات کے مطابق صرف امت مسلمہ کی مقتدرہ یا اسلامی ملک کی حکومت جہاد کا اعلان کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ کسی فردِ واحد یا کسی تنظیم اور جمعیت کو جہاد کا اعلان کرنے یا انفرادی طور پر جہاد کے نام پر قتال یا عسکری یلغار کی ہرگز اجازت نہیں ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے مطابق یہ فتنہ و فساد اور اسلامی ہیئت اجتماعیہ سے غداری کے مترادف ہے۔ اسلام کی معنویت میں امن و سلامتی پنہاں ہے۔ قرآن مجید نے یہ تعلیم دی ہے کہ:

"اس وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر حکم نازل کیا کہ جو شخص کسی کو قتل کرے گا بغیر اس کے کہ اس سے جان کا بدلہ لینا ہو یا اس نے ملک میں فساد کیا ہو تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔۔۔" (المائدہ 5' آیت 32)

لیکن صد حیف ہے اس شخص یا اشخاص پر جو اپنے آپ کو اسلام اور پیغمبر اسلام سے منسوب بھی کرتے ہیں اور معصوم بچوں اور بے گناہ عورتوں اور مردوں کو بموں سے اڑاتے ہیں۔ ہنستے بستے گھروں کو نیست و نابود اور آبادیوں کو ویران کرتے ہیں۔

اسلام جارحیت کا مذہب نہیں ہے یہ علمی و فکری تحریک ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے قرآن کے ذریعے اور اپنے عمل کے ذریعے اسلامی اصولوں کی برتری اور صداقت کو ہمیشہ کے لیے ثابت کر دیا ہے۔ آپ نے آج سے چودہ سو سال پہلے انسانی حقوق' عدل اجتماعی' تحمل و برداشت اور بین الاقوامی تعلقات میں پر امن بقائے باہمی کے جو تصورات عطا کئے ہیں ان کی صداقت دورِ حاضر میں آفاقی سطح پر نمایاں ہو چکی ہے۔ اس لحاظ سے اسلام کی فکری برتری اور اس کے اصولوں کا علمی غلبہ پوری دنیا پر واضح ہو چکا ہے' چنانچہ قرآن حکیم کی اس آیت کی سچائی ظاہر ہو چکی ہے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون O
(سورۃ توبہ 9' آیت 33)

"وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو بُرا لگے۔"

اسلام میں اس قسم کے کسی سیاسی غلبے کا تصور نہیں ہے کہ بزور طاقت پوری دنیا میں اسلام پھیلانے کے لیے جہاد کیا جائے۔ یہ طریقہ اسوۂ حسنہ کے خلاف ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے پرامن طریقے اور حکیمانہ انداز سے اسلام کو پھیلایا' آپؐ کے مخالفین نے آپؐ پر جنگیں مسلط کیں جن کے جواب میں آپ نے دفاعی جنگیں لڑیں۔ آپ جنگجو انسان نہیں تھے بلکہ ہادی اور داعی تھے۔

آپ رحمۃ للعالمین ہیں اور ہمارے لیے آپ کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔ غیر مسلموں نے بھی اعتراف کیا ہے کہ آپ کی فوجی جدوجہد اشاعت اسلام یا توسیع سلطنت کے لیے نہیں تھی بلکہ مسلمانوں کی بقا کے لیے آپ کو مجبوراً ہتھیار اٹھانے پڑے۔ پروفیسر ولیم منٹگمری واٹ لکھتے ہیں:

''پس حضرت محمد ﷺ کی زندگی کے آخری دس سالوں کو اپنے مخالفین کے خلاف فوجی جدوجہد سے تعبیر کیا جاسکتا ہے جس کا مقصد اشاعت اسلام نہ تھا بلکہ اس سے مسلمانوں کی بقا کو یقینی بنانا مقصود تھا۔''(18)

مذہبی انسان دوستی (Religious Humanism)

دورِ جدید کے عالمی تناظر میں وحدتِ انسانیت کے تصور پر عالمگیر اخوت بنی نوع انسان اور مساواتِ انسانی کے اصولوں کو عام کرنا چاہیے۔ مذہب وقومیت سے بالاتر ہو کر احترام آدمیت کے اصول پر ایک دوسرے کے حقوق کا پاس کرنا چاہیے تاکہ انسانوں میں باہمی محبت والفت کے جذبات واحساسات موجزن رہیں' اور ان میں منافرت اور عداوت پیدا نہ ہو۔

مذہب اور اخلاقی قواعد اور قوانین انسان کے لیے ہیں اصل مقصود انسان کی فلاح و بہبود اور اس کی بہتری ہے۔ اس لیے انسان کو ان عقائد اور قوانین کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہیے۔ انسان کی خدمت کے حوالے سے ہی انسان خدا دوستی کی منزل تک پہنچتا ہے۔ اس تناظر میں سوچنا چاہیے کہ ہر مذہب بنی نوع انسان سے محبت کا درس دیتا ہے اور ہر مذہب میں خدمت خلق اعلیٰ درجے کی نیکی ہے۔ ہر مذہب عدل وانصاف' اعلیٰ سماجی واخلاقی اقدار کی تلقین کرتا ہے اور یہ قدریں آفاقی حیثیت اختیار کر چکی ہیں اس سلسلے میں ہر مذہب کے پیروکاروں کو رواداری اور تعاون کے لیے اپنے اندر لچک پیدا کرنا ہو گی۔ منٹگمری واٹ مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہتے ہیں۔

''سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ اس بات کو تسلیم کیا جائے کہ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب اور اخلاقی نظام اگرچہ وہ مسلمانوں کی نگاہ میں کامل نہ ہوں لیکن ان میں بھی بڑی حد تک سچائی پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کو بے شک یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ اسلام مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے برتر دین ہے لیکن ان کو یہ بھی تسلیم کرنا چاہیے کہ کسی بھی اخلاقی اور مذہبی نظام کا پیرو

بالعموم یہی سمجھتا ہے کہ اس کا نظام دوسروں سے برتر ہے۔۔۔ بالفاظ دیگر مسلمانوں کو مذاہب اور اخلاقیات کی تکثیریت (Pluralism) کو تسلیم کرنا چاہیے اور اپنے آپ کو اس تکثیری دنیا (Pluralistic World) کے اندر ایک کمیونٹی کی حیثیت سے دیکھنا چاہیے۔"(19)

دوسری طرف کئی مغربی دانشور اس حقیقت کی طرف توجہ مبذول کرا رہے ہیں کہ ذرائع نشر و اشاعت (Media) کے ذریعے مسلمانوں کے خلاف بے بنیاد پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے کلچر کا کشادہ دلی اور غیر جانبداری سے مطالعہ کیا جائے۔ مسلمانوں سے قریبی رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے اہل مغرب کے ذہنوں میں مسلمانوں کے متعلق غلط فہمیاں راسخ ہو چکی ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کی سپریم کورٹ کے جج اینتھونی کینیڈی (Anthony Kennedy) نے دسمبر 1999ء میں کہا تھا۔

"مجھے اُمید ہے کہ مسلم دنیا کے بارے میں ہم اپنی عمیق جہالت سے آئندہ صدی میں باہر نکل آئیں گے۔ مسلمان واہیات اور خبطی لوگوں کا جتھہ نہیں ہے۔ وہ نفیس، روشن دماغ اور فطین لوگ ہیں جن کی قانونی روایات سمیت اپنی روایات ہیں اور ایک عظیم تہذیب ہے۔ امریکی ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ دنیا کے اس حصے میں ان لوگوں کے ساتھ ہمارا کوئی رابطہ نہیں ہے۔ آئندہ صدی کے لیے یہ بڑا چیلنج ہے۔"(20)

کسی مذہب کے پیروکاروں کو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف وہی صداقت کے حامل اور وارث ہیں اور باقی تمام مذاہب باطل ہیں۔ دنیا میں مل جل کر رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر مذہب کے وجود کو تسلیم کیا جائے۔ مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبالؒ نے 30 جنوری 1927ء کو بمقام باغ بیرون موچی دروازہ ایک جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

"میرے تصور میں صداقت ایک ایسا تراشا ہوا ہیرا ہے جس کے کئی پہلو ہیں اور اس کے ہر پہلو سے مختلف رنگ کی شعاعیں نکل رہی ہیں اور ہر شخص اپنی پسند کے مطابق کسی رنگ کی شعاع کو اختیار کر لیتا ہے اور اپنے نقطۂ نگاہ سے صداقت کو دیکھتا ہے۔ رواداری کا اصول یہ ہے کہ مثال بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی کو یہ نہ کہا جائے کہ تم باطل پر ہو۔ اختلاف کا نتیجہ یہ نہ ہونا چاہیے کہ آپس میں سر پھٹول ہو۔ اسلام نے بھی اُسی صداقت کی تعلیم دی ہے جو زمانہ قدیم کے بعض رشیوں نے دی (آپ نے اس موقع پر سنسکرت کا ایک اشلوک پڑھ کر سنایا جس کا مفہوم قرآن کریم کی اس آیت ☆ کے مطابق تھا: "کل شئ ھالک الا وجھه نحن اقرب الیه من حبل الورید" میں تم سے صداقت کے نام پر اپیل کرتا ہوں کہ خدا کے لیے حقائق کی طرف دیکھو اور آپس میں مت لڑو"۔(21)

ہمارے صوفیا نے بھی انسان دوستی، احترامِ آدمیت اور مذہبی رواداری کا راستہ دکھایا ہے۔ اُنہوں نے غیر مسلموں

سے بھی انسانیت کی بنیاد پر مساوی سلوک کیا ہے۔اس سلسلے میں تصوف کی معروف کتاب ''عوارف المعارف'' کے مصنف عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی (ولادت:536ہجری) کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔وہ کہتے ہیں:

''ایک دفعہ میں اپنے شیخ ابوالنجیب ضیاء الدین سہروردیؒ کے ساتھ شام کے سفر میں تھا۔کچھ دنیاداروں نے فرنگی قیدیوں کو (جو صلیبی جنگ میں قید ہو گئے تھے) بیڑیوں میں جکڑ کر اوران کے سروں پر کھانا رکھوا کر ہمارے پاس بھیجا۔جب دسترخوان بچھایا گیا تو قیدی برتنوں کے خالی ہونے کا انتظار کرنے لگے۔اس وقت شیخ محترم نے خادم کو حکم دیا کہ قیدیوں کو لایا جائے تاکہ وہ بھی درویشوں کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھیں چنانچہ جب انہیں لا کر ایک ہی صف میں دسترخوان پر بٹھا دیا گیا تو ہمارے شیخ محترم اپنے سجادہ سے اُٹھ کر ان کے ایک فرد کی طرح ان کے درمیان میں بیٹھ گئے اور انہی کے ساتھ کھانا کھایا''۔(22)

الہامی مذاہب کی روشنی میں تفہیم نو کے لئے ان سوالات کے جوابات پر غور کیا جائے کہ انسان کا کائنات میں کیا مقام ہے؟ ہم کہاں سے آئے ہیں؟ ہماری تگ و دو اور خوشی و غم سے عبارت زندگی کی منزل کیا ہے؟ مذہبی تفہیم کو انسان دوستی سے منسلک کیا جائے کیونکہ ہم اس دنیا میں کئی انسانوں سے منسلک ہیں۔ہمارا مفاد اور ہمارا نقصان نہ صرف مقامی اور قومی سطح پر دوسرے انسانوں سے مربوط اور منسلک ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی ہماری بقا اور ہمارا مفاد دوسرے انسانوں سے وابستہ ہے۔اس وسیع تر انسانی تعلق کی معرفت مذاہب عالم کے آفاقی اصولوں اور انسانی اقدار کی روشنی میں کی جائے۔علامہ اقبالؒ نئی نسل کو ''جاوید نامہ'' میں اس طرح خطاب کرتے ہیں:

حرف بد را برلب آوردن خطاست ۔۔۔ کافر و مومن ہمہ خلق خداست

آدمیت احترامِ آدمی ۔۔۔ باخبر شو از مقامِ آدمی

آدمی از ربط و ضبط تن بہ تن ۔۔۔ بر طریق دوستی گامے بزن

بندہ عشق از خدا گیرد طریق ۔۔۔ می شود بر کافر و مومن شفیق

☆ یہ ایک آیت نہیں بلکہ دو آیات کے حصے ہیں "کل شئیٍ ھالک الا وجھہ" یہ سورۃ قصص کی آیت 88 کا حصہ ہے جبکہ "نحن اقرب الیہ من حبل الورید" سورۃ ق کی آیت 16 کا حصہ ہے۔''زندہ رود'' میں یکجا درج کر دیئے گئے ہیں۔

مراجع ومصادر

۱۔ ''سیرت النبی کامل'' مرتبہ ابن ہشام، ترجمہ: محمد عبدالجلیل صدیقی، مولانا غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، صفحہ 370، 371 (سنِ اشاعت درج نہیں)

۲۔ ایضاً صفحہ 558

۳۔ ایضاً صفحہ 559

۴۔ محمد حمید اللہ۔ ڈاکٹر۔ خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد، سروسز بک کلب 1995ء، صفحہ 372

۵۔ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم القاضی، ''کتاب الخراج'' المطبعۃ السلفیہ، قاہرہ 1396 ہجری، صفحہ 158۔ اصل عبارت یہ ہے: ''فصالحہ و اعطاہ ماراد علی ان لا یھدم لھم بیعة ولا کنیسة و علی ان یفربو انو اقیسھم فی ای ساعة شاء وامن لیل اونھار الافی اوقات الصلوٰت وعلی ان یخر جوا الصلبان فی ایام عیدھم''.

۶۔ ''خطباتِ بہاولپور''، صفحہ 373

۷۔ معین الدین احمد شاہ ندوی ''تاریخِ اسلام''، جلد اول، صفحہ 382

۸۔ ''کتاب خروج''، صفحہ 72، ''عہد نامہ عتیق''، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، 1993ء

۹۔ ''متی کی انجیل''، صفحہ 7، ''نیا عہد نامہ'' پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، 1993ء

۱۰۔ ''کتاب خروج''، صفحہ 72،75۔ ''عہد نامہ عتیق''، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، 1993ء

۱۱۔ ''متی انجیل''، صفحہ 7، ''نیا عہد نامہ''، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، 1993ء

۱۲۔ ''متی کی انجیل''، صفحہ 10، ''نیا عہد نامہ''، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور، 1993ء

۱۳۔ Radhakrishnon, "The Hindu View of Life", London 1980, Page 25

۱۴۔ Edward Conze, "Buddhist thought in India, George Allan and Uniwin, London 1983, Page 85

۱۵۔ موسیولی بان، ڈاکٹر، ''تمدنِ ہند''، مترجم علی بلگرامی، مقبول اکیڈمی لاہر، 1962، صفحہ 333

۱۶۔ Hossein Nasr, Seyyed, "Encyclopaedia of Islamic Spirituality", Vol. 1, Suhail Academy Lahore, 2000, page 370-371.
"Since it (Islam) defines itself as the final revelation of a timeless message of which mankind has been "reminded" again and again by countless "messengers of God." The Quran acknowledges without ambiguity that the laws and practices of the

different crystallizations of the din al-fitrat have differed according to time and place, but the truth of the Divine Unity and the decisive principles that are derived from this do not change, have not changed, and can never change. "The doctrine of Unity is unique" (al-tawhid, wahid)."

۱۷۔ ابوالحسن علی ندوی، سید، مولانا ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' مجلس نشریات اسلام کراچی، 1992ء صفحہ 228,227

۱۸۔ "Islamic Fundamentalism and Modernity", William Montgomery Watt, Routbdge, New York 1998, Page98

"Thus the Last ten Years of Muhamad's life can be characterized as military struggle against his opponents, not in order to bring about the spread of Islam, but in order to ensure the survival of the Muslims".

۱۹۔ Idid; page 104, "The most important requirment is to admit that religious and moral systems other than Islam, even if they are far from perfect in Muslim eyes, may contain a large measure of truth. Muslims would of course continue to hold that Islam is religiously and morally superior, but they would also have to recognize that the adherent of any moral and others.............religious system normally thinks that his system is superior to In other words, Muslims are reguired to accept a pluralism of religions and moralites, and to see themselves, as one community within a pluralistic world."

۲۰۔ Yahiya Emerick, A Complete Guide to Understading Islam, Suhail Academy, Urdu Bazar Lahore, 2004, page 15.

"I hope that in the next century we will come to terms with our abysmal ignorance of the muslim World. Muslims are not a bunch of wackos and nuts. They are decent, brilliant, talented people with great civilization and traditions of their own, including legal traditions. Americans have nothing about them,. They are people in the part of the world with whome we are simply out of touch that is great challenge for the next century".

۲۱۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر، ''زندہ رود'' جلد سوم، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1985ء، صفحہ 23

۲۲۔ شہاب الدین سہروردی، ''عوارف المعارف'' مترجم رشید احمد ارشد، اسد پبلی کیشنز لاہور، 1973ء، صفحہ 266

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد کی ضرورت واہمیت،
تعلیمات اسلام اور اُسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر عبدالخالق خان

ارشادِ الٰہی ہے۔آپ ﷺ فرمادیجئے کہ اہلِ کتاب آجاؤ ایسی بات کی جانب جو ہمارے اور تمہارے مابین مشترک ہے۔مذاہب کے مابین ہم آہنگی کی مشترکہ اساس کے الفاظ یہ ہیں۔

الانعبد الاالله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا ارباب میں دون الله ط (ہم عبادت نہ کریں مگر اللہ کی، اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔اور اللہ کو چھوڑ کر ہم آپس میں کوئی کسی دوسرے کو رب نہ بنائے)

اس اساس یگانگت کے بارے میں یہود و نصاریٰ پہلے ہی آگاہ تھے کہ دین کی اصل تعلیم یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے اور کسی کو اللہ کا شریک نہ بنایا جائے۔توحید کی حقیقت سے آگاہی کے باوجود وہ اس سے منحرف ہو چکے تھے۔چنانچہ آنحضرت ﷺ کو فرمایا گیا کہ انہیں اسی اساسِ دین کی دعوت دیں جو ایک مشترکہ قدر اور ہم آہنگی کی اساس ہے۔ یہود اور نصاریٰ کو توحید کی دعوت دی گئی ہے کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے جسے وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ سب کا رب ایک ہے۔اور وہی اتھارٹی ہے۔سب کو اُسی کی عبادت کرنی ہے اور ذات وصفات میں اُس کا شریک نہ ٹھہرایا جائے اور نہ ہی اپنے افراد میں سے کسی کو وہ اتھارٹی دی جائے جو اللہ تعالیٰ کیلئے مختص ہے۔انوار البیان میں اس نقطہ کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

"یہود و نصاریٰ کو معلوم تھا کہ ہمارے دین کی اصل تعلیم یہی ہے کہ اللہ کی عبادت کریں اور اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں اگر چہ اُنہوں نے شرک اختیار کرلیا تھا لیکن ان کے دین میں جو صحیح بات تھی وہ اُن کو معلوم تھی اللہ تعالیٰ شانہٗ نے فرمایا کہ اُن کو توحید کی طرف بلاؤ اور اُنہیں بتاؤ کہ یہ وہ چیز ہے جو ہمارے تمہارے درمیان مشترک ہے اسے قبول کرو صحیح بات کو قبول کیوں نہیں کرتے۔"(۱)

توحید کی جانب مائل کرنے اور شرک سے اجتناب کی تلقین کے ساتھ ہی اللہ کے بجائے غیر خدا کی اتھارٹی کے تصور کی بیخ کنی ہے۔رسول اکرم ﷺ نے اسی اتھارٹی کے حوالے سے ہرقل کو تحریر فرمایا سلام علی من اتبع الهدی، یعنی (اُس پر سلامتی ہو جو اللہ کی اتھارٹی تسلیم کر کے ہدایت پر گامزن ہوا)۔اس کے تسلسل میں تحریر فرمایا امابعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلیم یعطیک الله اجرک مرتین فان تولیت فان علیک اثم الیریسین (میں

تجھے اسلام کی (اتھارٹی قبول کرنے) دعوت دیتا ہوں۔ تو اسلام قبول کر کے سلامت رہے گا۔ اللہ تجھے دوہرا اجرا عطا فرمائے گا اور اگر تو نے (اللہ کی اتھارٹی قبول کرنے سے) اعراض کیا تو تیرے اوپر تمام کاشتکاروں کا گناہ ہوگا) اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت (۶۴:۳) تحریر فرمائی۔(۲) قرآن وحدیث سے واضح ہورہا ہے کہ قانون سازی کی اتھارٹی صرف اللہ کو ہی حاصل ہے اور نبی اس کی وضاحت کرتے ہیں۔ ماسوا خدا کی اتھارٹی تسلیم کا معاملہ حضرت عدیؓ بن حاتم (جو پہلے نصرانی مذہب پر تھے) کے استفسار سے واضح ہوتا ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم غیر اللہ کی عبادت تو نہیں کرتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا وہ لوگ تمہارے لئے کچھ اشیا کو حلال اور کچھ کو حرام قرار نہیں دیتے تھے اور تم ان کی بات پر عمل کرتے تھے؟ عدی نے عرض کیا ہاں ایسا ہی تھا آپ ﷺ نے فرمایا یہی رب بنانا ہے۔(۳)

اس آیت اور حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ ہر دور میں مسلمانوں، یہودیوں، نصاریٰ اور دیگر جملہ انسانوں کو اس امر کا احساس دلایا جانا چاہیے کہ جس اللہ کو وہ اپنا رب تسلیم کرتے ہیں اُسے معاملاتِ زندگی میں حقیقی اتھارٹی بھی تسلیم کر کے اپنے انفرادی اور اجتماعی اُمور اُس کے حکم کی روشنی میں طے کریں یہی اُن کے مفاد میں ہے۔ آیت زیر بحث (۶۴:۳) کے پس منظر میں نجران کے نصاریٰ سے مباہلہ کا واقعہ بھی پیشِ نظر رہنا چاہیے۔ اس کے حوالے سے ہر دور میں بین المذاہب مکالمہ کی گنجائش موجود ہے۔ سیاست، معیشت اور معاشرت میں حقیقی اتھارٹی اللہ ہے جو رب العالمین ہے۔ لفظ رب میں مالک اور پُروردگار کا مفہوم مضمر ہے۔(۴) اللہ تعالیٰ خالق بھی ہے اور پرورش کرنے والا بھی اس نے صرف وجود ہی نہیں بخشا بلکہ زندگی کے اسباب بھی پیدا فرمائے۔ پالنے کے مفہوم میں صرف جسمانی غذائیں ہی نہیں آتیں بلکہ ہر وہ چیز آجاتی ہے جو زندگی اور بقا کا ذریعہ بھی اجسام کی پرورش کے ساتھ روح کی پرورش بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو زندگی کی اساس ہے اور جو معیشت کے آلات اور اسباب ہیں اور جو جسم کے اعضاء اور جوارواح ہیں یہ سب پرورش کے ذرائع ہیں اور ان سب کا رب اللہ ہے۔(۵) اُس سے منحرف ہو کر احبار، رھبان علمائے سیاست، علمائے معیشت اور دیگر مصلحین سے یہ توقعات وابستہ کر دینا کہ اُن کے افکار اور نظریات سے انسان کی زندگی کے لوازمات میسر آئیں گے یہ اُنہیں رب قرار دینے کے مترادف ہے۔ ہر دور میں اس امر کی ضرورت ہوتی ہے کہ لوگوں کو اللہ کی جانب متوجہ کیا جائے اور دیگر ارباب کی Limitaions سے آگاہ کروایا جاتا رہے۔

جناب اسد آیت آل عمران ۶۴:۳ کی وضاحت یوں کرتے ہیں۔

"a word (that is) equatable between you and us". The term Kalmah primarily meaning "word or utterance" is often used in the philosophical sense of "proposition" or tenet.

شرک سے اجتناب کے بارے میں لکھتے ہیں:

"That we shall not take one another for lords beside God". Since the personal pronoun "We" obviously applies to human beings, the expression "one another" necessarily bears to same connotation, in its wider implication, that above call is addressed not merely to the Christians, who attribute divinity to their saints, but also to the jews, who assign a quasi-divine authority to Ezra and even to some fo their great Talmuldic scholars" (6)

پس منظر

تعالو الٰی کلمة سواء بیننا و بینکم' کے پس منظر میں نجران کے عیسائیوں کا واقعہ ہے اس کی تفسیر میں شیخ عبدالحق دہلویؒ رقمطراز ہیں ''نصاریٰ بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ عبادت خالص اللہ ہی کی کرنی چاہیے اور اس کا کسی کو شریک نہ کرنا چاہیے۔توحید پر قائم رہنا چاہیے اور اس کے سوا کسی کو بمنزلہ رب کے بنانا چاہیے کہ جو وہ حق و ناحق کہے خواہ مخواہ مانا جاوے''(۷)

توحید، مادہ و۔ح۔د کا مصدر فعل مفعف ،لغوی طور پر اس کے معنی ہیں ایک بنانا۔یا یکتائی کا اثبات۔ مکلمین کی اصطلاح میں اللہ کی وحدانیت یا توحید پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔(۸)

- توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور صفات میں کسی کو شریک نہ مانا جائے کمال توحید یہ ہے کہ نفس میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جائے جس سے وہ بے اختیار اللہ کو اپنی ذات ،صفات اور افعال میں یکتا جان لے۔(۹)

علماء کے مطابق توحید کے معنی اللہ کو ایک ماننا اور اس پر ایمان لانے کے ہیں۔اس کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی ذات وصفات میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔(۱۰)

توحید کے حوالے سے قرآن حکیم میں توافق اور ہمہ گیری کے اصول مختلف پیرایوں میں واضح کئے گئے ہیں ان مناظر قدرت کو دیکھنے والی ہستی ہے۔اسلامی انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار رقمطراز ہے:''اہل اسلام کے نزدیک توحید کا تصور بھی درجاتی ہے۔انہی میں سے ایک درجہ علمی ہے جو دلیل اور برہان پر موقوف ہے اور ایک عینی درجہ ہے جو وجدان سے پیدا ہوتا ہے۔بطور علم توحید عقائد دینیہ علم الکلام کی بنیاد ہے۔''(۱۱)

توحید محض مجرد علمی تصور نہیں بلکہ عملی زندگی پر گہرے اثرات و مرتب کرنے والی حقیقت ہے۔توحید کی حقیقت اور اقسام واضح کرتے ہوئے داتا گنج بخش لکھتے ہیں کہ ایک توحید اللہ تعالی کیلئے یہ ہے کہ اللہ تعالی علم رکھتا ہے کہ وہ ایک ہے دوسری

اللہ تعالیٰ کی توحید مخلوق کیلئے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بندہ اسے ایک مانے۔ تیسری توحید مخلوق کی اللہ تعالیٰ کیلئے ہے وہ یہ ہے کہ مخلوق کا اللہ تعالیٰ کو واحد جاننا اور ماننا آپ لکھتے ہیں میں جو کہ علی بن عثمان الجلالی ہوں جو کہ میں نے ابتدا میں کہا کہ توحید کسی چیز کے واحد ہونے پر حکم کرنا ہوتا ہے اور وہ حکم بغیر علم کے نہیں ہو سکتا۔ (۱۲)

Tawhid As essence of Civilization کے زیر عنوان ڈاکٹر اسمٰعیل الفاروقی رقمطراز ہیں۔

Tawhid or the doctrine of absolute unity ,transcendence, and intimacy of God,implies that only he is worthy of worship ,of service. The obedient person lives his life under this principle.(13)

عقلی طور پر توحید کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر فاروقی لکھتے ہیں:

As the affirmation of the abolute unity of God ,Tawhid is the affirmation of the unity of the truth .For God,in Islam ,is the truth. His unity is the unity of the sources of truth .God is the creator of nature where man derives his knowledge. The object of knowledge are the patterns of nature which are the works of God.(14)

Tawid as first principle of metaphysic کے زیر عنوان موصوف توحید کے بارے میں رقمطراز ہیں:

To witness that there is God but God is to hold that He alone is the creator who to every thing its being,who is the ultimate cause of every event and the final end all that is ,that he is the first and the last.(15)

الوہیت کا تصور انتہائی اہم ہے جو مرکز اسلام اور مبدا ہے۔ کائنات کا معمہ حل کرتے ہوئے انسانی پیش رفت کیلئے اور حق و باطل کے اصول قائم کرنے کی خاطر توحید کی حیثیت اساسی ہے۔ قرآن حکیم میں حقیقت توحید عمومی انداز میں بیان کی گئی ہے۔ مولانا امین احسن اصلاحی لکھتے ہیں۔ قرآن ایک ابدی ہدایت کا صحیفہ ہے۔ کسی خاص قوم یا کسی خاص عہد کے ساتھ مخصوص نہیں اس کو بنی آدم کی تمام گمرہیوں کا قیامت تک کیلئے علاج کرتا ہے۔ اس وجہ سے اس نے اس باب میں ایک جامع اسلوب بیان اختیار فرمایا جس سے ایک طرف اللہ تعالیٰ کا تمام صفات کمال مثلاً خلق، رحمت، علم، عدل اور حکمت وغیرہ سے متصف ہونا ثابت ہوتا کہ ان لوگوں پر حجت پوری ہو سکے جو کسی نہ کسی نوعیت کی معبود کا عقیدہ تو رکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقی صفات کے تصور سے قاصر ہیں اور دوسری طرف ان لوگوں پر حجت قائم ہو سکے جو سرے سے خدا کے وجود کے قائل نہ ہوں۔ (۱۶)

توحید کے بارے میں قرآنی استدلال کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ مخالف کے اقرار واعراض پر مبنی استدلال

۲۔ دلائل آفاق

۳۔ دلائل النفس

یہ کائنات ایک علتہ العلل معبود حقیقی پر شاہد ہے جو جملہ صفات سے متصف ہے انسانی عقل مجبور کرتی ہے کہ ان صفات کو ایسی ہستی سے منسوب کریں جو ان کی مصدر ہو۔ قرآن میں حسب ذیل آیات اللہ سے تعبیر کی گئی ہیں۔

۱۔ حسن جمال کائنات۔(ق:۶۔۸)

۲۔ مختلف اجزائے کا توافق (ذاریات:۴۹۔۵۱)(انعام:۶۹)

۲۔ ضد سے صد کا وجود

۳۔ متحدات سے مختلفات کا وجود (رعد:۴)

۴۔ مظاہرات کائنات کی تسخیر (انعام:۷۶۔۷۸)

۶۔ ہر نظم اجتماعی کیلئے غیر منقسم حاکمیت (انبیاء۲۱۔۲۲)

۷۔ حق و باطل کی آویزش اور غلبہ حق (رعد:۱۷)

۸۔ اشارات (نحل:۴۹)

انفس میں توحید کے دلائل:

(۱) عہد فطرت (اعراف:۱۷۲) (۲) علم و یقین کی فطری طلب (مومنون:۱۱۶۔۱۱۷)

(۳) فطرت انسانی کا علو (یوسف:۳۸۔۴۰) (۴) انسان کا صنعف و افتقام (انعام:۶۳۔۶۴)

توحید کے خصوصی دلائل

۱۔ شرکاء کیلئے دلیل کا فقدان (احقاف:۴)

۲۔ لوازم سے استدلال (یونس:۳۲)

۳۔ دلیل عدل (نحل:۷۱۔۷۶)

توحید کے اثرات واضح کرتے ہوئے نقوش، رسول نمبر کا مقالہ نگار رقمطراز ہے۔ انفرادی زندگی پر اس کا سب سے نمایاں اثر یہ پڑتا ہے کہ یہی عقیدہ انسان کو آزادی و حریت کا وہ بلند مقام بخشتا ہے جس کا وہ اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ سے

مستحق ہے۔۔۔۔۔۔۔اسی طرح توحید کا اجتماعی اثر بھی نہایت گہرا ہے۔انسانی معاشرت کی بنیاد کامل عدل اور صحیح مساوات پر قائم ہے اور کامل عدل اور صحیح مساوات وحدت الہ وحدت آدم کے بغیر ناممکن ہے۔"(۱۷)

دین میں توحید کی اہمیت بیان کرتے ہوئے مقالہ نگار قمطراز "نظام الدین ہی توحید کو وہی جگہ حاصل ہے جو جسم انسانی میں دل کو حاصل ہے"۔(ایضاً،ص۳۲۴)

توحید کا مفہوم واضح کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ قمطراز ہیں:

"نیکی اور اقسام میں اصل الاصول اور نہایت حصہ توحید ہے۔پروردگار عالم کے حضور میں نیاز و انکسار کا حاصل ہونا اس کی توحید پر منحصر ہے اور یہ نیاز ہی سعادت جاذب اخلاق میں ایک بڑی چیز ہے یہ تدبیر عملی کی بنیاد ہے۔"(۱۸)

کشف وشہود سے خدا کو نہیں جانا جاسکتا،اس کی خاطر وحی کی جانب رجوع کرنا چاہیے کیونکہ ان کی گفتگو کا ماخذ وحی الٰہی ہے"۔(۱۹)

حضرت مجدد الف ثانی کے نظریہ توحید کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ ایسے تمام اسماء وصفات سے جو ہمارے ادراک میں آسکتے ہیں بالاتر ہے۔وہ تمام شیون و اعتبارات سے ظہور و بطون سے بروز وکمون سے،تمام موصول ومفعول سے،مشاہدات ومکاشفات سے بلکہ تمام محسوس ومعقول سے اور تمام موہوم ومتخیل سے ماوراء ہے۔"(۲۰)

آپ لکھتے ہیں:"شیخ مجدد کا مسلک یہ ہے کہ خدا خالق زمینوں وآسمان کا،پہاڑوں وسمندروں کا،معادن ونباتات کا،اس نے انسان کو معہ اس تمام قواء کے پیدا کیا ہے۔"(۲۱)

شیخ کے نظریہ تخلیق کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہیں"اللہ تعالیٰ کا وجود کامل ہے اور تمام صفات کمال پر اپنی ذات سے محیط ہے۔وہ بنفس خود کامل ہے۔اسے کسی غیر کی طرف کوئی احتیاج نہیں،عدم بھی اس کے وجود کا متقابل نہیں وہ عالم کی تخلیق کا ارادہ کرتا ہے۔اس کے لئے وہ اپنی ذات ہی صفت وجود کو پیدا کرتا ہے"(۲۲)

ڈاکٹر برہان کے نزدیک توحید دین کا امتیازی عقیدہ ہے جسے صوفیا نے وحدت وجود سے موسوم کیا ہے یہ عقیدہ اسلامی معاشرت میں سرایت کر گیا ہے اور اجتماع شعور پر راسخ ہو گیا۔یہ عقیدہ شعور جمالی پر بھی اثر انداز ہوا چنانچہ مسلمانوں کے شعر ادب میں اور فلسفہ وحکمت میں بھی اسی کی سرایت ہوئی۔(۲۳)

توحید کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت آیت اللہ خامنائی لکھتے ہیں" آج ہمارے عوام نے توحید کو مجسم کر دیا ہے

،ہماری قوم کی استکبار دشمن فریاد "لا الہ الا اللہ" کا خوش آہنگ نغمہ، تمام بیدار و آگاہ انسانوں کے دل میں گھر کیے ہوئے ہے۔ ہم اپنے "لا الہ الا اللہ" اور "نہ شرقی نہ غربی" کے نعروں اور قرآن خواہی اور اسلام پسندی کی آواز کے ذریعہ انسان پر انسان کے تسلط کے تمام محرکوں اور حلقوں کی نفی کرتے ہیں اور یہی توحید کا حقیقی مفہوم ہے کہ انسان، انسان کی بندگی نہ کرے آزاد مستقل، ترقی یافتہ اور سربلند ہوکر صرف خدا کا بندہ بنے"(۲۴)

آنحضرت ﷺ نے جو انقلاب بپا کیا اس کی اساس توحید پر رکھی تھی۔ نعیم صدیقی رقمطراز ہیں "حضور ﷺ کا کلمہ حد درجہ انقلابی تھا۔ "لا الہ اللہ" لفظی پہلو سے انتہائی مختصر، معنوی لحاظ سے بے حد عمیق"(۲۵)

ڈاکٹر فاروقی لکھتے ہیں:

Believing that only God is God makes Muslims the humblest and at the same time the prodest creatures. They are humble and rub their fore heads against the ground before God. God is them one Creator, Provider, Ruler, Forgiven, Judge, the first cause and final End of every thing, the ultimate reality .(26)

ڈاکٹر فاروقی لکھتے ہیں:

"Tawhid affirms that the unique God created man in the best of forms to the end of worshipping and serving him. This means that man's whole exitence on earth has as its purpose the obedience of God, the fulfillment of His command". He writes "The humangins of Tawhid is geniune. It alone defines the worth of man in terms of his virtues and beings its assessment of him with a positive mark for the innate endowment. God has given all men in preparation for their noble task"(27)

موصوف لکھتے ہیں:

"Towhid affirms that God created mankhind that men may prove themselves morally worthy by their deeds. As supreme and ultimate judge, He warned that all men's actions will be re-knoed that their authors will be rewarded for the good deeds and punished for the evil".(28

اسلام کی رو سے مذہبی ہم آہنگی

ا۔ اسلام کسی دوسرے مذہب کی تردید نہیں کرتا اور ممکن حد تک ہر مذہب سے ہم آہنگی چاہتا ہے۔ یہ بھی تصور کیا جاتا

ہے کہ عموماً مذہبی عقائد الہامی ہوتے ہیں اور انسانوں کے مفادات کی خاطر مذہبی ضوابط تشکیل ہوتے ہیں۔

۲۔ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تاریخ کے ہر دور میں انسانیت کی ہدایت کیلئے انبیا اور رسول مبعوث فرمائے۔

۳۔ اسلام جملہ انسانوں کو ترغیب دیتا ہے کہ وہ سچائی کی جانب متوجہ ہوں۔ یہ تسلیم کرتا ہے کہ نوع انسانی میں سے ہر فرد کو خدا کی جانب مائل ہونے کی صلاحیت دی گئی ہی اور اس کی منشا کا ادراک کر سکتا ہے اور اس میں اچھائی برائی کے امتیاز کی صلاحیت موجود ہے۔

۴۔ اسلام انسانی جذبات، تعصبات خوبیوں اور خامیوں کا معترف ہے۔ یہ دین فطرت ہے اور ہر مذہب کے علما کا قدر دان ہے۔ مذہبی تاریخ کی رو سے سارے انسان بھائی بھائی ہیں اور تاریخی صداقتوں کا تحفظ سب انسانوں کا فرض ہے۔

۵۔ اسلام انسانی عقل کا معترف ہے اور وحی کے بعد اس کی اہمیت تسلیم کی جاتی ہے۔ اسلامی طریقہ تحقیق و استدلال اور قبول و استرداد میں عقل کی حیثیت مسلمہ ہے۔

۶۔ اسلام انسانی شرف کا معترف ہے۔ ہر فرد پیدائشی طور پر معصوم ہے۔ اور اس میں نیکی و بدی کے ادراک کی صلاحیت ودیعت کی گئی ہے جو اپنے اختیار، ضمیر اور عقل کے مطابق اپنے لئے فکر و عمل کا تعین کر سکتا ہے۔

۷۔ اسلام دنیا اور زندگی کے حقائق کو تسلیم کرتا ہے۔ اس کے نزدیک پیدائش، زندگی اور تاریخ بے سود نہیں ہے اور یہ کہ اندھی طاقت کا نام نہیں ہے اور نہ ہی کسی کرتب باز کی چال ہے یہ اس اصول کا داعی ہے کہ فطرت بذاتِ خود تخلیقی و تشکیلی اعمال سرانجام نہیں دے سکتی اس کے پس پردہ ایک عقل کل کارفرما ہے۔

ڈاکٹر اسماعیل الفاروقی لکھتے ہیں:

Islamic mela-religion is an institution, not a mere theory tested by fourteen centuries of contineuos application of success against tremendous odds. If alone among the religious and ideologies of the world was the large enough in heart, in spirits well as in letter, to give mankind the gift of pluralism of laws with which to govern their lives under the ages of its own meta-religious principles and laws "(Toward Islamization of Disciplines cited above, p.450)

مذاہب کا خاکہ

انسانی تاریخ دراصل مذہب کی تاریخ ہے۔ انسان فطری طور پر مذہبی ہے۔ اس لئے وہ ہمیشہ عقائد و تصورات سے وابستہ رہا ہے۔ مذہبی عقائد میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے اور انسان مختلف جہتوں پر گامزن ہونے کے باوجود شاہراہ حیات پر

رواں دواں رہا ہے۔ جناب رشید احمد لکھتے ہیں ''جیسے جیسے انسان دیگر شعبہ ہائے حیات میں ارتقائی منازل طے کرتا گیا اس کے مذہبی خیالات بھی متوازی خطوط پر ترقی کی راہ پر گامزن رہے پھر مختلف اقوام کے باہمی اختلاط واتصال نے بھی ان عقائد کو بے حد متاثر کیا اور جیسے جیسے انسانی زندگی یکجہتی اور ہم آہنگی کی طرف بڑھتی رہی توحید سے قریب تر ہوتی گئی''۔

(تاریخ مذاہب: رشید احمد، زمرد پبلیکیشنز لاہور۔ قلات کوئٹہ ۲۰۰۵ ص ۸)

انسانی فکر ونظر کی تشکیل میں حسب ذیل مذاہب کا عمل دخل ہے۔

(۱) آسٹریلیا کا مذہب (۲) قدیم عراق کے مذاہب (۳) قدیم مصری مذاہب (۴) چینی مذاہب (۵) ہندی مذاہب (۶) آریائی مذاہب (۷) ایرانی مذاہب (۸) یونانی مذاہب (۱۰) کیلٹی مذاہب (۱۱) ٹیوٹانی مذاہب (۱۲) سالوی مذاہب (۱۳) جاپانی مذاہب۔ جن بین الاقوامی مذاہب کی بنا پر معاشروں کی تشکیل ہوئی وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) یہودیت (۲) بدھ مت (۳) عیسائیت (۴) اسلام۔ مذکورہ بالا تاریخ مذاہب ملاحظہ کرنا مناسب ہے۔

اسلام

مذاہب عالم میں اسلام کو یہ اہمیت حاصل ہے کہ قدیم ترین بھی ہے اور جدید ترین بھی ہے آفرینش عالم سے نبی آخر الزمان تک جملہ انبیا کا دین اسلام ہی تھا۔ اس کی تعلیمات ہر دور میں نافذ العمل ہو سکتی ہیں اور نت نئے تقاضے بھی ان تعلیمات سے پورے ہو سکتے ہیں۔ اس لحاظ سے اسلام جدید ترین دین ہے۔ یہ جملہ مذاہب کا خلاصہ اور خاکہ ہے۔ تاریخ مذاہب ملاحظہ ہو۔

بدھ مت اور اسلام کی مشترکہ اقدار

بدھ مت اور اسلام میں حسب ذیل اقدار مشترک ہیں۔

۱۔ حضرت محمد ﷺ کی زندگی انسانیت کی خدمت اور معاشرتی برائیوں کے سدّ باب کے لئے مختص تھی۔ مہاتما بدھ نے بھی آرام وآسائش ترک کر کے گیان اور خدمت خلق کے لئے زندگی وقف کر دی تھی۔

۲۔ دونوں نے اعلیٰ اخلاق کا ذاتی کردار پیش کیا۔ محض ظاہری رسوم اور عبادات کی بجائے اصلاح نفس، صدق، طہارت، تقویٰ اور اعمال صالحہ پر توجہ مرکوز فرمائی۔

۳۔ مذہب پر مخصوص طبقہ کی اجارہ داری ختم کی گئی۔ سماج کے مختلف طبقات کے حقوق وفرائض کا تعین کیا گیا۔

۴۔ دونوں مذاہب کی تعلیمات میں بھی مماثلت پائی جاتی ہے۔ (۲۹)

اسلام اور کنفیوشس کی مماثلت

۱۔ عملی طریقوں میں اختلاف کے باوجود دونوں مذاہب کی اخلاقی اور سیاسی تعلیمات یکساں ہیں۔

۲۔ دونوں انسان دوستی اور انسانی فطرت کے گناہ سے پاک ہونے کے دعوے دار ہیں۔

۳۔ دونوں میں اعتدال پسندی پائی جاتی ہے۔

۴۔ دونوں کے راہنماؤں کا ذاتی کردار راست بازی پر مبنی تھا۔

۵۔ دونوں سماجی روابط مستحکم رکھنا چاہتے ہیں۔(۳۰)

اسلام اور زرتشتی مذہب میں مماثلت

عقائد

۱۔ اسلام اور زرتشتی مذہب کے بعض بنیادی عقائد میں مماثلت پائی جاتی ہے۔

۲۔ ہر دو خدا کی وحدانیت اور رحمت پر ایمان رکھتے ہیں۔

۳۔ ہر دو انسانی زندگی کو خیر و شر میں کشمکش قرار دیتے ہیں جس میں بالآخر نیکی غالب ہوتی ہے۔

۴۔ دونوں متفق ہیں کہ نیکی اور بدی کے معاملہ میں انسان کو اختیار دیا گیا ہے۔

۵۔ دونوں حیات بعد الممات، جنت و دوزخ، ملائکہ اور انبیا پر ایمان رکھتے ہیں۔

یہودیت اور اسلام

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے متعدد انبیا نازل فرمائے۔ حضرت موسیٰ ان میں صاحب شریعت تھے۔ جملہ انبیائے بنی اسرائیل کی تعلیمات کا خاکہ یہ ہے۔ توحید، رسالت، آخرت، اسلام ہی ان کا دین تھا لیکن امتدادِ زمانہ کے ساتھ بنی اسرائیل کے کاہنوں، اور احبار نے اپنے خیالات اور رجحانات کے مطابق باطل عقائد کی آمیزش سے دین کا حلیہ بگاڑ دیا۔ اگر باطل عقائد و تصورات سے یہودیت کو پاک کر دیا جائے تو یہودیت و اسلام میں مماثلت نمایاں ہو جائے گی۔

عیسائیت اور اسلام کی تعلیمی مماثلت

توحید۔ اصل عیسائیت اور اسلام کے تصورِ توحید میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ قرآنِ حکیم میں ہے اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ ھذا صراط مستقیم جبکہ کتاب مقدس میں ہے (مریم:۳۶)

''پھر ابلیس یسوع کو اونچے پہاڑ پر لے گیا۔ دنیا کی سب سے بڑی سلطنتوں کی شان و شوکت اسے دکھائی اور کہا اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کر دے تو میں یہ سب کچھ تجھے دے دوں گا۔ یسوع نے فرمایا اے شیطان دُور ہو جا کیونکہ لکھا ہے کہ تو اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔'' (متی باب ۴: ۱۰،۱۱)

یسوع نے ایک فقیہہ کے جواب میں فرمایا:

''اے اسرائیل سُن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی ہے اور تو خداوند سے اپنے سارے دل، اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ'' (مرقس باب ۱۲: ۲۸ تا ۳۲)

مذہبی ہم آہنگی کے دلائل

اسلام نے آسمانی مذاہب کے انبیا اور تعلیمات کو تسلیم کیا ہے۔ اسلام نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ مسلمانوں اور دیگر انسانوں کا خدا ایک ہی ہے۔ خدا کو ایک ماننے والے دیگر انسانوں سے مفاہمت کا رویہ اسلام کی پالیسی ہے۔ مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے مابین جو فکری و نظری اختلافات ہیں وہ علم اور اچھی خواہشات سے دور ہو سکتے ہیں۔ ایسے معمولی اختلافات گھریلو معاملات اور ایک ہی مذہب کے اندر اختلافی مسائل کی مانند یکسو کیے جا سکتے ہیں۔ انسانوں کے مذہبی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی اختلافات اسی اصول کے تحت یکسو کیے جا سکتے ہیں کہ ہمارا خدا ایک ہے نہ کہ ہم میں صرف کسی ایک کا، نہ ہمارے جذبات اور انائیں اور نہ ہی تعصبات کو وہ حیثیت حاصل ہے جو خدا کو ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اسماعیل فاروقی نے مذہبی ہم آہنگی کے بارے میں فکر انگیز خیالات پیش کیے ہیں۔

Towards an Islamic Theory of meta-Religion کے زیرِ عنوان آپ لکھتے ہیں:

"Islam has acknowledged as true the other religion's propgets and founders, their spriptures and teachings Islam has declared its God and God of the religions of Jews and Christians as one and the same. it has declared the Muslims the assistants friends and supporters of the adherents of the other religions under God".

مذاہب کے مابین اختلافات یکسو کرنے کے لئے آپ لکھتے ہیں:

"Our religious, cultural, social, economic and political differrences may be composed under the principles the God alone- not our passions out egos, or our prejudices - is God". (31)

قرآن حکیم نے راہِ راست واضح کردی جو سب کیلئے عام ہے: ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی اقوم (بے شک یہ قرآن راہِ راست دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے) (بنی اسرائیل ۱۷۔۹)

جو فرد یا قوم راہِ راست پر گامزن ہوتا ہے اس میں اس کا اپنا ہی بھلا ہے چنانچہ فرمایا:

من اھتدیٰ فانما یھتدی لنفسہ (جو راہ پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا) (بنی اسرائیل ۱۷: ۱۵)

سورہ بنی اسرائیل کی آیات ۱۳ تا ۱۵ کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر اسماعیل الفاروقی لکھتے ہیں:

"it follows from God's absolute justice that he would hold no body responsible unless his law has been conveyed, promulgated and is known. Such conveyance or promulgation is precisely the phenomenon of prophecy". (32)

اچھے اعمال کے بارے میں خوشخبری اور بُرے افعال کی پاداش میں عذاب سے ڈرانا جملہ انبیائے کرام کا وطیرہ رہا ہے۔ چنانچہ فرمانِ خداوندی ہے:

وان من اُمة الا خلا فیھا نذیر (اور جو کوئی گروہ تھا سب ہی ایک ڈرانے والا گزر چکا) (فاطر ۳۵: ۲۴)

مختلف اقوام کے لئے مبعوث ہونے والے انبیا کے بارے میں ڈاکٹر فاروقی لکھتے ہیں:

" Some of those prophets are widely Known others are not. So neither the Jewish nor the Christain nor the Muslim ignorance of them implies their nonexistance. Thus the whole of mankind, past and present is capable of religious merit and felicity as of detmerit and domination because of the universality of prophecy".(33)

دیگر جملہ مذاہب اور نظامات کے مثبت نظریات اور حکمتیں دینِ اسلام کے لئے قابلِ قبول ہیں۔ اس بارے میں ڈاکٹر فاروقی کا یہ نقطۂ نظر بہت فکر انگیز ہے۔

"Islam has related itself equally to all other religions, whether recongnized, historical, or otherwise indeed even to the a religion and atheists of whatever hue-islam has related itself in a constructive manner, its purpose being to rehabilitate them as integral members of society. This relation contitutes Islam's humanism" (34)

آنحضرت ﷺ نے اسلامی ریاست کی تشکیل کے آغاز میں میثاقِ مدینہ کا اہتمام کر کے یہ ثابت کیا کہ اسلام دیگر مذاہب اور تہذیبوں سے مفاہمت کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر اسماعیل الفاروقی رقمطراز ہیں:

"This event was of capital importance for the relation of Islam to other religions, and non-Muslims of all times and places". The constitution was a convenant, whose guarantor was Allah (SWT) between the prophet (SAW), the Muslims and the Jews. it abolished the tribal system of Arabia under which the Arab defined himself and by which society was governed". (35)

مذہب اور سائنس کے مابین ہم آہنگی

مذہبی ہم آہنگی کا تصور اُجاگر کرنے کے بارے میں مورلیس بوکائیے کا یہ تنقیدی نقطۂ نظر قابلِ غور ''توحید پر عقیدہ رکھنے والے تینوں مذاہب میں سے ہر ایک کا اپنے صحائف کا مجموعہ موجود ہے۔ اہلِ ایمان کے لئے خواہ یہودی ہوں، خواہ نصرانی اور خواہ مسلمان یہ صحیفے اُن کے عقائد کی بُنیاد ہیں۔ وہ اُن کے لئے الہام وتنزیل کی تحریری شکل ہیں۔ خواہ یہ الہام براہِ راست ہوا ہو جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کا معاملہ ہے کہ اُنہیں باری تعالیٰ سے احکام ملے خواہ بالواسطہ طور پر ہوا جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے سلسلہ میں ہوا''۔(۳۶)

عیسائیت اور اسلام کے مابین ہم آہنگی کی ایک سعی کے طور پر ایک دستاویز جو ۱۹۷۰ء میں شائع ہوئی کے بارے میں بوکائیے لکھتے ہیں ''ایک جانب تو اس دستاویز نے قاری کو اُس فرسودہ تصور کو ذہن سے محو کرنے کی دعوت دی ہے۔ جو اسلام کے بارے میں عیسائیوں کے یہاں بطور ورثہ چلا آرہا ہے یا تعصب یا الزام تراشی کے سبب جسے مسخ کر دیا گیا دوسری طرف ویٹیکن کی اس دستاویز میں اس ناانصافی کا اعتراف کیا گیا ہے جو مسلمانوں کے ساتھ روا رکھی گئی ہے اور جس کے لئے مغرب اپنی عیسائیت کی تعلیم کی بنا پر موردِ الزام قرار پاتا ہے اس میں ان غلط تصورات پر بھی تنقید کی گئی ہے جو مسلمانوں کے عقیدۂ قضا وقدر، اسلامی شریعت پرستی، جبر وتشدد وغیرہ کے بارے میں عیسائی قائم کئے ہوئے ہیں۔ یہ دستاویز اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر زور دیتی ہے''(۳۷)

مذاہب کے مابین ہم آہنگی کے علاوہ مذہب اور سائنس کے مابین مطابقت بھی پائی جاتی ہے۔ بوکائیے لکھتے ہیں ''ہمارے علم کے مطابق اسلام کے نقطۂ نظر سے مذہب اور سائنس کی حیثیت ہمیشہ دو جڑواں بہنوں کی سی رہی ہے۔ شروع ہی سے اسلام نے حصولِ علم کی ترغیب دی ہے اور اس کا نتیجہ یہ رہا ہے کہ اسلام تمدن کے دورِ عروج میں سائنس نے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ جس سے نشاۃ ثانیہ سے قبل خود مغرب بھی استفادہ کیا ہے''(۳۸)

اسلام اور دیگر مذاہب میں عقیدہ توحید ایک مشترک عنصر رہا ہے۔ توحید نے بت پرستی، نجوم پرستی اور دیگر اوہام و

خرافات کا سدّ باب کیا ہے۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ کا مقالہ نگار رقمطراز ہے۔ ''دنیا کے سب مذاہب نے کسی نہ کسی صورت میں اسلامی توحید اثر قبول کیا اور اپنے اپنے ضابطہ عقائد میں ترمیم قبول کی'' (۳۹)

یہ حقیقت ہے کہ مارٹن لوتھر کی تحریک تطہیر یہودیت پر اسلام کا اثر ثابت ہے، مسیحی افکار دینی میں طامس .... پر اسلام کے اثرات سے بھی انکار نہیں ہو سکتا ہے۔ انسانی مساوات و اخوت کے عقائد نے عجم کے علاوہ، یورپ، ہندوستان، جاوا سماٹرا اور چین تک کے لوگوں کو متاثر کیا۔ ہندوستان میں طبقات کے گہرے عقیدے کے باوجود، جتنی تحریکیں نمودار ہوئیں ان پر اسلام کا اثر واضح اور ثابت شدہ ہے۔

نمایاں اصول

مذہبی ہم آہنگی اور بقائے باہمی کے بارے میں اسلامی تعلیمات کے اہم نکات حسب ذیل ہیں:

۱۔ اسلام اجتماعیت پسندانہ ہے کہ انفرادیت پسندانہ۔

۲۔ اسلام کے مزاج میں جبر و اکراہ اور تشدد کی گنجائش نہیں۔

۳۔ اسلام کا مزاج تحریر یا ضرر رسانی کی بجائے نفع رسانی کا ہے۔

۴۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے ہیرو ورشپنگ کی بجائے شخصیات کے فکر و عمل کے لحاظ سے قدر دانی کی جاتی ہے۔

۵۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق دوست و دشمن سے انصاف کرنا ضروری ہے۔

۶۔ اسلام کا مزاج تحقیق حال کا ہے۔

۷۔ اسلامی تعلیمات صلح جوئی اور امن پسندی کی ترغیب دیتی ہیں۔

۸۔ اسلام باہمی اخوت اور محبت کی ترغیب دیتا ہے۔

۹۔ اسلام عالمی بھائی چارے کا داعی ہے۔

۱۰۔ اسلام حق و باطل میں امتیاز واضح کرتا ہے۔

۱۱۔ اسلام بدعت کی بجائے سنت کا داعی ہے۔

کلماتِ طیب کے زیرِ عنوان مولانا طیب رقمطراز ہیں۔

''بہر حال کتاب و سنت کے یہ چند اساسی اصول جیسے اجتماعی، انفرادی، شخصی، جماعتی مرکزیت، امارت سمع و طاعۃ، تفویض عہدہ کی نوعیت، عوام کا طرزِ تربیت، اخلاقی بلندی، عملی جوش معاشرت کا ڈھنگ، دین

کی وسعت اور خلط والتباس سے اس کا بالاتر ہونا، بدعات و محدثات سے گریز، اتباع رسالت، اخوت ، ہمدردی، بے لوث عدل و انصاف، خدمت خلق، دنیا کا آخرت سے ربط اور آخرت کی مقصدیت وغیرہ وہ امور ہیں جن سے منہاج نبوت کا ذوق اور اسلامی مزاج کھل کر سامنے آجاتا ہے"(۴۰)

اسلام کے واضح اصولوں کے مطابق اصولوں کے مطابق اس کی تشکیل جدید وقت کی اہم ضرورت ہے تاکہ دور جدید میں مذہبی ہم آہنگی کے تقاضے پورے کرتے ہوئے دیگر مذاہب اور نظریات کو اپنے اندر سمو سکے اور معاملات کو یکسو کرا سکے۔

وقت کا تقاضا

وقت کا یہ اہم تقاضا ہے کہ مذہب اور جدید دور کی ثقافت کے مابین ہم آہنگی کی اساس کا تعین کیا جائے۔ اس بارے میں جناب محمد اسد کا یہ نقطہ قابلِ غور ہے۔

"We have to discover the motive forces of both civilizations the Islamic and that of the modern and then to investigate how far a co-operation is possible between them. As an Islamic civilization is essentially a religious one, we must, first of all try to define the general rule of religion in human life".(41)

مذہبی ذہن کی فطرت کے منصوبہ سے مطابقت کے بارے میں جناب اسد لکھتے ہیں۔

"The religious man knows that what ever happens to him and within him can never be the result of a blind play of forces without conciousness and purpose, he believes it to be the outcome of God's concious will alone, and therefore organically integrated with a universal plan". (42)

اسلام دنیا اور آخرت میں ایک ربط پیدا کرتا ہے اور اتحاد و ہم آہنگی کا نظام قائم کرنا چاہتا ہے اس اتحاد اور ہم آہنگی کی اصل اللہ تعالیٰ خود ہیں۔ جناب اسد رقمطراز ہیں۔

"The wordly life is not regarded as mere empty shell, as a meaningless shade of the hereafter that is to come, but as a self-contained, positive entity, God himself is a unity not only in essence, but also in purpose". and therefore, his creation is a unity, possibly in essence, but certainly in purpose". (43)

مذہبی ہم آہنگی کی ضرورت

مذہب انسان کو خدا کی جانب متوجہ کرتا ہے اور الجھنوں اور مشکلات سے نجات کا طریقہ بتاتا ہے۔ مذہب ہر انسان

کے لئے ناگزیر حقیقت ہے۔ بادی النظر میں ہر مذہب انسان کی اخلاقی اور روحانی تربیت کا ایک نظام ہے۔ جب انسان مذہبی تعلیمات پر عمل پیرا ہوگا تو وہ انفرادی اور اجتماعی حیثیت سے سماج کے لئے کارآمد ہوگا۔ مذہبی تعلیمات کے تحت ایک فلاحی معاشرہ کی تشکیل ہو سکے گی۔ انسان کی جبلتیں بین المذاہب اتحاد میں رکاوٹ بنتی رہی ہے۔ چونکہ ہر مذہب کے ماننے والے غلبہ چاہتے ہیں۔ اسی خواہش کے باعث افراد اور اقوام کے مابین آویزش ہوتی رہی ہے اور انسان کی تباہی کا سامان بھی اس مذہبی تصادم کے سبب ہوتا رہا ہے۔ مذہب کے نام پر انسانیت کی تقسیم در تقسیم ہوتی رہی ہر مذہب نظریہ معاشرہ، ثقافت اور تہذیب کی کوکھ سے جنم لے لیتا ہے اور اس کے خدوخال کی بھی سماج کے تقاضوں کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔ شرق اوسط میں جنم والے مذاہب اور ایران کے .... زرتشتوں سے مختلف ہیں ہندوستان میں چین مت، ہندومت، اور بدھ مت کی ہیئت چین کے تاؤازم اور کنفیوشس کی بدیہی صورت مختلف ہونے کے باوجود ہر ایک مطمع نظر انسان کی سیرت سازی اور اچھے انسانوں کے ذریعے اچھے سماج کی تشکیل ہے۔

جس میں انسان پر امن زندگی بسر کر سکے۔ ہر مذہب کسی نہ کسی طریقہ سے خدا کو کائنات اور زندگی پر بالادست قوت کے طور پر تسلیم کرتا ہے، لیکن فروعی اختلافات اور تشریحات کے سبب توحید میں شرک کے عناصر شامل ہو جاتے ہیں اور یہ مذاہب کے مابین آویزش کا باعث بنتے ہیں۔ مذہبی ہم آہنگی کے سلسلہ میں کاوشیں بھی ہوتی رہی ہیں۔ جان پوپ پال کی مساعی قابلِ ذکر ہیں۔ علامہ عنایت اللہ خان المشرقی نے All faith conference کا ایک معقول تصور پیش کیا تھا۔ مختلف ادوار میں مذاہب کے مابین ہم آہنگی کی کاوشیں اگرچہ نتیجہ خیز نہیں ہوسکیں لیکن انہیں سامنے رکھ کر اس نوعیت کی کاوشیں جاری رکھی جاسکتی ہیں۔

آج دنیا گلوبل ولیج بن چکی ہے۔ اس میں مذہبی ہم آہنگی کے لئے مساعی اشد ضروری ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی اور معاشی مسائل اور سرگرمیوں کے باعث لوگوں کے فکروعمل میں بھی بہت تبدیلی ہو چکی ہے۔ اس صورتحال میں وہی نظام کامیاب ہو سکے گا۔ جو دورِ جدید کے چیلنجوں کا مقابلہ کر سکے۔ اس دور کا سب سے بڑا چیلنج غربت ہے جس کی کوکھ سے دیگر مسائل جنم لیتے ہیں۔ اس چیلنج کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ تو کسی نظام میں اور ہی مذہب میں موجود ہے سوائے اسلام کے۔ اسلام کا نظامِ زکوٰۃ مسئلہ غربت کے حل کی پوری صلاحیت رکھتا ہے۔ اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ یہ نظام زکوٰۃ اپنی روح کے مطابق نافذ کیا جائے اس سے مسلمانوں کا مسئلہ غربت ختم ہوسکتا ہے۔

اس کے نتیجہ میں دیگر ضمنی مسائل کا حل بھی نکل سکتا ہے۔ اور مسلمان ممالک میں امن وآشتی اور خوشحالی کی صورتحال دیگر مذاہب اور نظامات سے وابستہ رہنے والوں کے لئے بھی اسلام کی جانب مائل ہونے کا باعث بن سکتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ انوارالبیان فی کشف اسرارالقرآن، ج۱، محمد عاشق الہیٰ، مکتبہ العلم، لاہور، ص493

۲۔ صحیح بخاری

۳۔ تفسیر ردالعمانی، ج3، ص193

۴۔ معاملہ التنزیل

۵۔ انوارابیان محولہ بالا، ص31

۶۔ the message of the Quran: Muhammad Asad, Daral Andalus, Gibraltar 1997 p.77

۷۔ تفسیر حقانی: ابومحمد عبدالحق حقانی، دہلوی، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، ص64

۸۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: دانش گاہ پنجاب لاہور۔ طبع اوّل 1962۔ ص682

۹۔ ایضاً، ص683

۱۰۔ اسلامی شاہکار انسائیکلوپیڈیا: سید قاسم محمود، الفیصل ناشران وتاجران کتب لاہور، ص583

۱۱۔ ایضاً، ص585

۱۲۔ کشف المحجوب: حضرت سید علی بن عثمان جلابی، المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ (اُردو ترجمہ) النور پرنٹنگ پبلشرز، 2000ء، ص652

۱۳۔ The cultural Atlas of Islam: Ismail, R.al Faruqi, Macmillan Publishers, Newyork ISBN 0-02-910190-5

۱۴۔ IBID, P.79

۱۵۔ IBID, P.80

۱۶۔ نقوش، رسول نمبر محمد طفیل ج2، شمارہ 130 ادارہ فروغ اردو، لاہور، 1982ء، ص269

۱۷۔ نقوش، رسول نمبر محولہ بالا، ص320, 322

۱۸۔ حجۃ اللہ البالغہ: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، اسلامی اکادمی لاہور، 1977ء، ص92

۱۹۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ توحید: ڈاکٹر برہان احمد فاروقی، آئینہ ادب، لاہور 1974ء، ص92

۲۰۔ ایضاً، ص93

۲۱۔ ایضاً، ص94

۲۲۔ ایضاً، ص98

۲۳۔ ایضاً، ص104

۲۴۔ مجلہ توحید: جلد ■ شمارہ 4 جمہوری اسلامی ایران، جون جولائی 1991ء ص 46

۲۵۔ محسنِ انسانیت: نعیم صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، 1982ء ص 30

۲۶۔ Islam: Ismail, R. Al Faruqi, Argus Communications Niles, U.S.A 1984. p.6, ISBN. 0-89505-022-6

۲۷۔ IBID, P.81,82

۲۸۔ IBID, P.83 Quran 99: 7-8; 101:6,11

۲۹۔ مطالعہ مذاہب عالم: پروفیسر محمد نواز چودھری پولیمر پبلیکیشنز، لاہور (1991) اس تصنیف میں مندرجہ بالا امور پر بحث کی گئی ہے۔

۳۰۔ ایضاً

۱۳۔ Toward Islamization of Disciplices: International Institute of Islamic thought U.S.A 1989, P. 437. ISBN 0-912453-21-x

۳۲۔ IBID, 438

۳۳۔ Towards Islamization of Knowledge cited above P.438

۳۴۔ IBID, P.441

۳۵۔ IBID, P.444

۳۶۔ بائبل، قرآن اور سائنس: موریس بوکائیے، ادارۃ القرآن، کراچی 1985ء ص 5

۳۷۔ ایضاً، ص 8

۳۸۔ ایضاً، ص 8

۳۹۔ اردو دائرۂ معارف اسلامیہ: دانش گاہ پنجاب لاہور ج 2,1966ء ص 692

۴۰۔ فکر اسلامی کی تشکیل جدید: مکتبہ رحمانیہ لاہور، س ن، ص 60

۴۱۔ Islam At the Crossroads: Muhammad Asad, Dawah Academy, International University Islamabad, P.6

۴۲۔ IBID, P.7

۴۳۔ IBID, P.11

"قل یا ھل الکتب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم" کے حوالے سے

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت

تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

سعید احمد صدیقی۔ کراچی

نبی رحمت ہادی برحق ﷺ نے غیر مسلم اقوام اور دیگر مذاہب کو بڑی خندہ پیشانی سے برداشت فرمایا اور ہر ایک کو مذاہب و عقیدہ کی آزادی مرحمت فرمائی، یہود مدینہ کے ساتھ میثاق مدینہ، اہل نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ معاہدہ اور ان میں انسانی و معاشرتی حقوق پر مشتمل دفعات کے علاوہ ان کے ساتھ اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کا مظاہرہ کیا گیا۔ اس کی نظیر پوری مذہبی تاریخ اور خود یہود و عیسائیت کی تاریخ میں نہیں ملتی، یہ معاہدے مختلف عقائد، مذاہب، اقوام اور جماعتی وابستگی رکھنے والوں کو اعلیٰ انسانی مقاصد کی خاطر ایک عالمی نظام میں متحد کر دینے کی بے نظیر مثالیں ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی تشریف آوری کے وقت انسانیت نسلی، لسانی اور مفاداتی گروہوں میں تقسیم تھی، اشراف قریش، مذہبی، قومی اور معاشی بنیادیوں پر قابل عزت تھے۔ غلاموں اور کمزور لوگوں کی زندگی ان کے رحم و کرم پر تھی۔ ایسے میں پیغمبر انسانیت نے مساوات انسانی کا نعرہ بلند کیا۔ (۱) آج جبکہ فاصلے سمٹ چکے، پوری دنیا ایک دوسرے کے سامنے اسکرین پر موجود ہے، ایسے میں ہمیں اپنے نبی ﷺ کی سنت ادا کرتے ہوئے ایسا لائحہ عمل مرتب کرنا ہوگا جو پوری عالمی برادری کے لئے قابل قبول ہو، جس میں ہر ایک کی عزت نفس، مذہبی وقار جانی و مالی تحفظ ہو اور یہ اسوۂ حسنہ میں ہے، بقول سید سلیمان ندویؒ:
"غرض جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کے لئے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستی و اصلاح کیلئے سامان، تمہارے ظلمت خانے کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد ﷺ کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے۔ اس لئے طبقہ انسانی کے ہر طالب اور نور ایمان کے ہر متلاشی کے لئے صرف محمد رسول ﷺ کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے۔ (۲) "اسلام سے پہلے سارے مذاہب قومی تھے، یعنی ایک قوم کے ساتھ مخصوص تھے، اس میں کسی کو شامل ہونے کی اجازت نہ تھی، اور وہ کسی خاص قوم کی اصلاح و ہدایت کے لئے آتے تھے؛ ان میں عالمگیریت نہ تھی، اسلام پہلا مذہب ہے سارے عالم کی ہدایت و رہنمائی کے لئے آیا" (۳) "نبی اکرم ﷺ سے قبل انبیاء کرام علیہم السلام علاقوں، قبیلوں اور خاص قوموں کی طرف مبعوث ہوتے تھے، آپ ﷺ کی آمد سے بین الاقوامیت کا تصور ابھرا" (۴)

زندگی کی بعض حقیقتیں ایسی ہیں جن کو صرف سمجھا اور محسوس کیا جا سکتا ہے، مگر ان کی جامع تعریف مشکل ہوتی ہے۔ مثلاً محبت، سچائی، رعنائی اور عقل و دانش وغیرہ۔ یہی معاملہ مذہب کا ہے۔ اس کی تعریف مختلف مفکرین نے مختلف کی ہے۔ مغربی مفکرین میں سے ای بی ٹیلر کا موقف ہے:

Reiligion means the belief in spirtual beings. (5) یعنی مذہب سے مراد ہے روحانی مخلوقات پر ایمان لایا جائے۔

برونائیٹ ہیڈ لکھتا ہے: مذہب اعتقاد کی اس قوت کا نام ہے جس میں یہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ انسان اور اس کے کردار میں انقلاب پیدا کر دے، بشرطیکہ اسے خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے اور بصیرت کے ساتھ سمجھا جائے'' (٦)

اسی طرح مشہور عالم نفسیات پروفیسر جیمز ایچ لیوبا James H. Leauba نے اپنی تصنیف میں مذہب کی مختلف تعریفات نقل کی ہیں، جو مذہب کے کسی نہ کسی ضروری جزو پر حاوی ہیں۔ مثلاً: ''☆ مذہب اس احساس کا نام ہے جو کسی مقدس، بالاتر ہے اور جس کا تعلق انسان کی زندگی کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ ☆ مذہب ایک ایسی ازلی اور ابدی حقیقت پر ایمان لانے کا نام ہے جس کی حیثیت اور ارادہ انسانی منشا اور ارادے سے بالاتر ہے اور جس کا تعلق انسان کی زندگی کے ساتھ بہت گہرا ہے۔ ☆ مذہب ایک روحانی اور نفسی حاسہ ہے، جس کی بنیاد یہ عقیدہ ہے کہ انسان اور کائنات میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔ ☆ مذہب ان مافوق الانسانی قوتوں کی رضا جوئی کا نام ہے جو انسانی زندگی پر حکمران ہے۔ ☆ مذہب اس جستجو کا نام ہے جو انسانی زندگی کے حقیقی مقاصد کے ادراک کے لئے کی جاتی ہے۔'' (٧)

سوچنے کی بات یہ ہے کہ مذہب کے بارے میں یہ تمام مغربی افکار ہیں، ہمیں بحیثیت مسلمان ان افکار کی ماہیت سے نظریاتی اختلاف ضرور ہو سکتا ہے، مگر ان افکار کے اندر کہیں بھی مذہب کی تعریف میں انتشار، ظلم و زیادتی اور تنگ نظری کا پہلو سامنے نہیں آتا ہے۔

مذہب کا قرآنی تصور

اب اگر ہم مذہب کے تصور کا قرآن حکیم کی تعلیمات و ارشادات کی روشنی میں تجزیہ کریں تو ہمیں اس مفہوم میں دین، شریعت، ہدایت، صراط اور طریق کی اصطلاحات ملتی ہیں۔ اسلام کے تصور مذہب کو سمجھنے کے لئے مختصر طور پر ان اصطلاحات کا فہم بھی بہت ضروری ہے۔ دین کے لغوی معنی ہیں انقیاد و اخلاص، مگر استعارۃً و اصطلاحاً اس سے مراد ملت اور شریعت ہے۔ (٨) قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ان الدين عند الله الاسلام .(۹) یعنی بے شک اللہ کے نزدیک اگر کوئی دین ہے تو وہ اسلام ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں اسلام کے لئے دینِ الحق (۱۱) الدین القیم (۱۲) کے لفظ بھی آئے ہیں۔ دس ہجری میں جب وحی کے ذریعے دین کامل ہونے کی خوشخبری سنائی گئی تو اس وقت بھی اسلام کے لئے دین کی اصطلاح استعمال کی گئی۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۱۳)

بقول امام ابوحنیفہ لفظ دین کا اطلاق ایمان، اسلام اور جملہ احکام شریعہ پر ہوتا ہے۔(۱۴) علامہ جرجانی کے نزدیک دین اللہ تعالیٰ کا مقرر کردہ دستور حیات ہے۔ جو اصحاب اہل فکر کو آنحضرت ﷺ کے پیش کردہ لائحہ عمل کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔(۱۵) اس بحث سے واضح ہوا کہ اسلام عقیدہ و اقرار بھی ہے اور عمل بھی، مکمل ضابطہ حیات بھی ہے اور دستور العمل بھی اور اس کا مجموعی نام ''دین'' ہے۔ جس میں عقائد، عبادات، معاملات، انفرادی، اجتماعی، سیاسی، اقتصادی، عسکری، عدالتی اور بین الاقوامی تمام امور شامل ہیں، اور یہ تمام مذاہب کا احترام سکھاتا ہے اور ان سے اتحاد و یگانگت کی دعوت دیتا ہے اور ان سے خیر خواہی سکھاتا ہے۔

رحمۃ للعلمین، خاتم النبیین، ہادی عالم، نبی آخر الزمان، سرور کائنات، محسن انسانیت، رسول رحمت اعلیٰ ترین معلم انسانیت ﷺ کی سیرتِ حسنہ ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ جب کسی ایسی جماعت، حکومت یا دوسرے مذہب کے حامل عقیدے کے لوگوں کو دعوت دینے کی خواہش ہو جو عقائد و نظریات میں اس سے مختلف ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت، حکومت کو اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب روم کے بادشاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو اسے مسئلے کی طرف دی جس پر دونوں کا اتفاق تھا، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دعوت نامے کے سنہرے حروف کا ترجمہ یہ ہے:

> ''میں شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ یہ خط محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم، کے بادشاہ ہرقل کی جانب سے۔ سلامتی ہو اس شخص کے لئے جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں، اسلام لا تو سلامت رہے گا، اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر دے گا، اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب کسانوں کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں، اے اہل کتاب: ایک ایسی بات پر آکر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے، یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں۔''(۱۶)

اگر کوئی قبول کرتا ہے تو فبہا ورنہ قرآن ہمیں حکم دیتا ہے:

فقولوا شھدوا بانا مسلمون (۱۷) ''تو کہہ دو، گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔''

''اس آیت میں جو یہ کہا گیا ہے کہ تم گواہ رہو، اس سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جب دلائل واضح ہونے کے بعد بھی کوئی حق کو نہ مانے تو اتمام حجت کے لئے اپنا مسلک ظاہر کر کے کلام ختم کر دینا چاہئے، مزید بحث و تکرار مناسب نہیں'' (۱۸)

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ اسلام امن کا داعی، صداقت کا علمبردار اور انسانیت کا پیغمبر ہے، اس کی نگاہ میں بنی نوع انسان کا ہر فرد مساوات و مرتبے کا مستحق ہے اور رنگ و نسل کے عیوب سے پاک ہے، اسلام سارے طبقات انسان کے لئے رحمت بن کر آیا ہے۔ ''اور اپنی رحمت کی بارش سے انسانیت کی سوکھی ہوئی کھیتی ہری کر دی۔'' (۱۹)

سید اسعد گیلانی رقمطراز ہیں: ''حضور اکرم ﷺ کے برپا کردہ اسلامی انقلاب نے تمام انسانوں کو ایک سطح پر لا کر کھڑا کر دیا، وہ سطح تھی انسانیت کی مساوی سطح، ابن آدم ہونے کی حیثیت سے آدمی کی سطح اور خدا کا بندہ ہونے کی حیثیت سے بندگی کی سطح یہ وہ مساوی اور برابر کی سطح تھی، جس پر اس سے پہلے سارے انسانوں کو کبھی کھڑا نہیں کیا گیا تھا، حضور ﷺ کے انقلاب کا یہ حیرت انگیز معاشرتی اور انسانی پہلو تھا، پہلی بار آدم کے بیٹوں کو مساوی انسانی حقوق ملے تھے'' (۲۰)

آج دنیا کو جس مذہب اور منشور کی ضرورت ہے، وہ روشن دین اسلام ہے، ''رسول اللہ ﷺ کی بعثت اور نزول کتاب تمام نوع انسانی کا مشترک سرمایہ ہے، جس طرح خدا کی تمام مادی نعمتیں ہر فرد کے لئے عام ہیں، اسی طرح یہ روحانی نعمت بھی تمام مخلوق کے لئے عام ہے'' (۲۱) ہادی برحق نبی آخر الزمان ﷺ کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے:

وما ارسلنک الا رحمة للعلمین . (۲۲)

اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام عالم کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وما ارسلنک الا کافة للناس بشیرا ونذیرا ٥ (۲۳) ہم نے آپ ﷺ کو تمام انسانوں کے لئے انجام سے باخبر کرنے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل یآیھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۔ (۲۴) آپ ﷺ کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قرآن کریم کا اعلان

خود قرآن کریم فرقان حمید اپنے بارے میں یہ اعلان کرتا ہے:

تبرک الذی الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نزیراO (۲۵)

پاک ہے وہ ذات جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن کریم اپنے بندے پر اتارا تا کہ وہ تمام انسانوں کو انجام سے ڈرائے۔

عالمی برادری

آج عالمی برادری کی اصطلاح عام ہے، ہر فرد، قوم، ملک عالمی برادری مقام حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے، لیکن یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ عالمی برادری کا تصور کہ سب سے پہلے قرآن کریم نے پیش کیا:

یا ایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوباو قبائل لتعار فوط(۲۶)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنادیں، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔

حضور انور ﷺ نے بار بار یہ اعلان فرمایا: الناس کلھم من ادم ادم من تراب. (۲۷)

منشی شیشو پرشاد نے کیا خوب کہا:

حب عالمگیر سے چمکا نام اسلام کا
ورنہ میں کرتا نہ ہرگز احترام اسلام کا

''آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھائی چارہ کی وجہ اور سبب صرف یہی نہیں بتایا کہ ہم پوری دنیا ایک ماں باپ کی اولاد ہیں، بلکہ اس لئے بھی کہ یہ سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں، اور فرداً فرداً یہ سب اس رشتہ عبدیت میں جڑے ہوئے ہیں۔'' (۲۸) آپ ﷺ نے فرمایا: کونوا عباد اللہ اخواناً ۔(۲۹) ''اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ''۔ اسلام محض عقل و ضمیر کے اشتراک پر انسانی بھائی چارے کی بنیاد استوار نہیں کرتا، بلکہ اس مادی بھائی چارہ کی بنیاد و رشتہ خون پر رکھتا ہے، وہ کہتا

ہے سارے انسان جس طرح ایک خدا کی مخلوق ہیں۔"الخلق عیال اللہ" (۳۰) ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔اسی طرح وہ ایک ہی ماں کی اولاد ہیں، اوران میں ایک ماں باپ کا خون رواں دواں ہے۔مجیب اللہ ندوی رقم طراز ہیں:"جس طرح ایک ماں باپ کے لڑکے بھی مختلف رنگ وروپ، قوت وصلاحیت اور مختلف عقل وضمیر کے ہوتے ہیں اسی طرح دنیا کے انسانوں میں رنگ ونسل اور قوت وصلاحیت کا اختلاف ہے، بہر حال ان سب میں کالے ہوں یا گورے، عربی ہوں یا عجمی، یورپین ہوں یا امریکین، ہندی ہوں یا جاپانی، ان کی رگوں میں ایک ہی ماں باپ کا خون دوڑ رہا ہے"۔(۳۱)

ویا یھا الناس اتقوا ربکم الذین خلقکم من نفسٍ وحدۃ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیراً ونساء ج (۳۲)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، پھر دونوں کے ذریعے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ومن ایتہٖ خلق السموت والارض و اختلاف السنتکم والو نکم ط ان فی ذلک لایت للعلمین٥(۳۳)

خدا کی نشانیوں میں زمین وآسمان کو پیدا کرنا بھی ہے، اور مختلف رنگ کے انسانوں کا ہونا بھی ان سب میں تمام عالم کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

شیخ سعدیؒ نے اسی تصور کو ان اشعار میں واضح کیا:

بنی آدم اعضائے یک دیگراند
چوں بعضے زبعضے اگرچہ کمتر اند
چوں عضوے بدرد آید آزردگار
دگر عضو ہارا نماند قرار (۳۴)

"سارے انسان ایک دوسرے کے اعضا ہیں، جس طرح ان میں کوئی چھوٹا اور کوئی بڑا مگر جب کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضا بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔"

انسانی برادری میں اتحاد وہم آہنگی کا قیام عصر حاضر کا سب سے اہم تقاضا

عصر حاضر کا سب سے اہم تقاضہ یہ ہے کہ ہم بین المذاہب عالمی اتحاد وہم آہنگی اتحاد وہم آہنگی کو فروغ دیں اور

سب کو ساتھ لے کر چلنے کا جذبہ رکھتے ہوں اور ہمارے اندر عفوو گزر، تحمل و برداشت رواداری کے ساتھ تحقیق و جستجو کا مادہ ہو، ہر مسلمان اپنی جگہ چلتا پھرتا میڈیا ہو اور ہماری سوچ کا محور زمین اور زمین کے اندر آسمان اور ان کی وسعتوں اور حقیقتوں کی تلاش اور بحرو بر کا ہمارے لئے مسخر ہونا ہو۔

ویتفکرون فی السموت و الارض .(۳۵) اور زمین و آسمان کی کی تخلیق میں غور کرتے ہیں۔

وحملنھم فی البر و البحر .(۳۶) اور ہم نے بحرو بر ان کے لئے مسخر کردیئے۔

کا ہم صحیح معنوں میں مصداق بن سکیں۔ وطن عزیز اور عالم اسلام کا دفاع حکمت وبصیرت اور فکرو دانائی کے ساتھ کریں، کیونکہ جس طرح غلط فہمی کی بنیاد پر اور منفی پروپیگنڈے کے زور پر عالم اسلام کے خلاف منفی قوتیں سرگرم عمل ہیں۔ ہمیں انتہائی تدبر اور ہوشمندی سے نہ صرف اسے زائل کرنا ہے بلکہ وطن عزیز اور عالم اسلام کو بچاتے ہوئے اسلام کو روشن، درخشاں اور اعتدال پسند مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے، جو سب کو ساتھ لے کر چلنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

پُرامن بقائے باہم پر مبنی عام انسانی برداری کے ساتھ اتحادو یگانگت و ہم آہنگی

یہی مقصود فطرت ہے یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

اسلام کی رحمت وشفقت کا دائرہ کسی خاص طبقہ اور کسی خاص قوم ملت تک کے لئے محدود نہیں، بلکہ پورے عالم انسانیت تک وسیع ہے، اُس نے ساری مخلوق کو خدا کا کنبہ مانا ہے اور تمام مخلوق کے ساتھ نیکی اور بھلائی کا حکم دیا ہے:

الخلق کلھم عیال اللہ فاحت الخلق عند اللہ من احسن الی عیالہ(۳۷)

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے، اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ نیکی کرے۔

تمام انسانوں کو انسانیت کے رشتہ سے بھائی مانا ہے اور اُن کو بھائیوں کی طرح اتحاد واتفاق کے ساتھ رہنے کی تلقین کی ہے:

لا تقاطعو او لا بروا و لا تبا غضوا و لاتحاسد و اکونو اعباد اللہ اخوانا(۳۸)

ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا کے بندے، بھائی بھائی بن جاؤ۔

ہر انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ رحم وکرم کی تعلیم دی ہے، جو انسان دوسرے انسان پر رحم نہیں کرتا، وہ رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہے۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء.(۳۹) ''تم لوگ زمین کے رہنے والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔''

ایک دوسری حدیث میں ہے: من لم یرحم الناس لم یرحم اللہ.(۴۰) جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اُس پر اللہ بھی رحم نہیں کرتا۔

کوئی مسلمان اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک سب کی بھلائی نہ چاہے۔(۴۱)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا، جب تک دوسروں کے لئے وہی پسند نہ کرے، جو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور جب آدمی کسی کو دوست رکھے تو اللہ کے لئے دوست رکھے۔(۴۲)

ایک دوسری حدیث کا ٹکڑا ہے جس میں مسلمان ہونے کیلئے کئی شرطیں بتائی گئی ہیں، اُن میں سے ایک یہ ہے۔''تم لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو۔''(۴۳) کلام مجید میں عدل وانصاف اور احسان وسلوک کا عام حکم ہے، اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان.(۴۴) ''بیشک اللہ (سب کے ساتھ) عدل واحسان وحسنِ سلوک کا حکم دیتا ہے۔''

احسن کما احسن اللہ الیک.(۴۵) ''تم دوسروں کے ساتھ نیکی اور بھلائی کرو جیسا کہ اللہ تمہارے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔''

اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ سب کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا چاہئے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

''جہاں بھی جاؤ اللہ سے ڈرتے رہو، کوئی برائی سرزد ہو جائے تو کوئی ایسا نیک کام کرو جو اُس کو مٹا دے، اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آؤ۔(۴۶)

رواداری، خدمت خلق اور احترام انسانیت، اسلامی تعلیمات کا امتیاز

اسلام میں اس قسم کے جتنے اخلاقی احکام ہیں وہ مذہب وملت کی تخصیص کے بغیر سارے انسانوں کے لئے عام ہیں، اس میں مسلم اور غیر مسلم سب شامل ہیں، مثلاً غریبوں کی دستگیری، مظلوموں کی امداد اور اس قبیل کے دوسرے نیک کام کسی کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں، یہ اور بات ہے کہ اولیت اور ترجیح اپنے اہل مذہب کے غربا اور ناداروں کو حاصل ہوگی کہ چراغ پہلے گھر سے جلتا ہے۔ اس بارے میں اسلام کے نقطہ نظر کا اندازہ اُس حدیث قدسی سے ہوگا جس میں رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ: ''اللہ عزوجل قیامت میں فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا تو نے میری عیادت نہیں کی، بندہ عرض کرے گا، میں

تیری عیادت کس طرح کرتا، تو تو خود سارے جہاں کا پروردگار ہے۔ خدا فرمائے گا کیا تجھ کو نہیں معلوم کہ میرا فلاں بندہ بیمار پڑا تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو عیادت کرتا تو مجھ کو اس کے پاس موجود پاتا، اے ابن آدم میں نے تجھ سے کھانا مانگا تو نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا پروردگار تو تو خود رب العالمین ہے، میں تجھ کو کس طرح کھلاتا، خدا فرمائے گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا، تو نے نہیں کھلایا، اگر تو اس کو کھلاتا تو اس کھانے کو میرے پاس موجود پاتا، اے بنی آدم میں نے تجھ سے پانی مانگا، تو نے نہیں پلایا، بندہ عرض کرے گا پروردگار میں تجھ کو کس طرح پانی پلاتا، تو خود رب العالمین ہے، خدا فرمائے گا میرے فلاں بندہ نے تجھ سے پانی مانگا، مگر تو نے نہیں پلایا، تو اگر پلاتا تو میرے پاس موجود پاتا۔ (۴۷) یہ حدیث تمثیلی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر حاجت مند کی امداد و دستگیری ایک مسلمان کا اخلاق فرض ہے، اس میں کسی کی تخصیص نہیں۔

دیگر مذاہب کے بارے میں اسلام کی فراخدلی اور رواداری پر مبنی نقطہ نظر

اس سلسلہ میں اسلام نے ایک بڑی اور بنیادی اصلاح یہ کی کہ دوسرے مذاہب اور ان کے ہم آہنگ ماننے والوں کے متعلق مسلمانوں کے خیالات میں تبدیلی پیدا کی، جس سے خود بخود ان میں غیر مسلموں کے ساتھ وسعت نظر کشادہ دلی، اور رواداری پیدا ہوگئی، اسلام سے پہلے کے تمام اہل مذاہب اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کو باطل اور اُن کے پیغمبروں کو کاذب سمجھتے تھے حتیٰ کہ یہودی اور عیسائی جن کے مذاہب ایک ہی درخت یعنی دین ابراہیمی کی دو شاخیں ہیں، ایک دوسرے کو جھوٹا سمجھتے تھے۔

> ''اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا مذہب کچھ نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا مذہب کچھ نہیں، حالانکہ دونوں کتاب الٰہی کے پڑھنے والے ہیں۔ (۴۸)

یہود نعوذ باللہ حضرت عیسیٰؑ کو کذاب و مفتری سمجھتے تھے، اور اُن کو اپنے گمان میں سولی دلوائی تھی، یہی حال عیسائیوں کی یہود دشمنی کا بھی تھا، جہاں تک ان کا بس چلا، یہودیوں کو تباہ و برباد کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔

> ''ایک یہودی کے لئے حضرت موسیٰؑ کے سوا کسی کو پیغمبر ماننا ضروری نہیں، ایک عیسائی دوسرے تمام پیغمبروں کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے، ایک ہندو تمام دنیا کو ملیچھ شودر اور چنڈال کہہ کر بھی ہندو رہ سکتا ہے، ایک زردشتی تمام عالم کو بحر ظلمات کہہ کر بھی نورانی ہوسکتا ہے، لیکن محمد ﷺ نے یہ ناممکن کر دیا ہے کہ کوئی ان کی پیروی کا دعویٰ کر کے ان سے پہلے کسی پیغمبر کا انکار کر سکے، غرض کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت، حقانیت، راست بازی، اور رسالت کا اقرار نہ کرے۔'' (۴۹)

''جب تک یورپ میں مذہب کا اثر باقی رہا، بلکہ اُس کے بعد بھی ایک مدت تک یہودیوں پر عرصۂ حیات تنگ رہا، اور وہاں یہودی مجموعہ ذمائم سمجھا جاتا تھا، ہندو اپنے مذہب کے علاوہ دنیا کے کسی مذہب کو مذہب ہی نہیں سمجھتے تھے، اور ساری دنیا کو ملیچھ اور چنڈال کا لقب دے رکھا تھا، یہاں تک کہ اپنے اوپر کسی غیر مذہب والے کا سایہ بھی نہ پڑنے دیتے تھے، اس کی پوری تفصیل بیرونی نے کتاب الہند میں لکھی ہے، یہی حال ایرانیوں کے احساس برتری کا تھا، سب سے پہلے اسلام نے یہ نفرت دور کی، اُس نے بتایا کہ دنیا کی کوئی قوم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم نہیں''۔(۵۰)

اُس نے ہر قوم کی ہدیت ورہنمائی کے لئے پیغمبر مبعوث فرمائے، کلام مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے:

''اور ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی پیغمبر اُن کی اپنی قوم کی رہنمائی کے لئے بھیجے۔''(۵۱)''اور ہم نے ہر قوم کے لئے ایک رسول بھیجا۔''(۵۲)اور ہم نے ہر قوم کے لئے رہنما بھیجا۔''(۵۳)

اور مسلمانوں کے لئے ان تمام انبیاء ورسل اور ان کی کتابوں پر ایمان لانا ضروری قرار دیا۔

''اور ہر ایک خدا پر اور اُس کے فرشتوں پر، اور اس کی کتابوں پر، اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، اور ہم اللہ کے رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے۔''(۵۴)

ان سے انکار کفر وضلالت ہے:

''اور جو شخص اللہ کا اس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا انکار کرتا ہے، وہ سخت گمراہی میں ہے۔''(۵۵)

اس لئے اسلام سے پہلے کے تمام انبیاء ورسل پر مسلمانوں کے لئے ایمان لانا ضروری ہے، اس کے بغیر وہ مسلمان نہیں ہوسکتے، لیکن اُن کی تعداد اتنی ہے کہ قرآن مجید میں ان سب کا ذکر نہیں ہوسکتا تھا، جیسا کہ خود قرآن کریم کہتا ہے:

''اور ہم نے یقیناً بہت سے پیغمبر بھیجے، ان میں سے کچھ کا حال تم سے بیان کیا اور کچھ کا بیان نہیں کیا۔''(۵۶)

جن پیغمبروں کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے، اُن کی پہچان یہ بتائی گئی ہے کہ وہ توحید کی تعلیم دیتے ہیں، کیونکہ تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اولین مقصد توحید اور خداشناسی کی تعلیم ہے۔

''اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجا کہ اللہ کی پرستش کرو اور جھوٹے معبودوں سے بچو''(۵۷)

ایک دوسری آیت میں ہے:''اور ہم نے تم سے پہلے کسی نبی کو نہیں بھیجا لیکن اس کو یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، اس لئے مجھ ہی کو پوجو۔''(۵۸)

یہ تعلیم عین فطرت کے مطابق ہے اور یہی تبلیغ کا صحیح طریقہ ہے، اس لئے کہ اسلام نام ہے اسلام پر دل سے یقین اور زبان سے اقرار کا، جبر وقوت سے زبان سے تو اقرار کرایا جاسکتا ہے، لیکن دل میں یقین نہیں پیدا کیا جاسکتا، اس لئے وہ اسلام معتبر ہی نہیں ہے، جس کو جبر وقوت سے منوایا جائے اسلام کی رواداری کا تو یہ عالم ہے کہ اُس نے دوسرے مذاہب کے باطل معبودوں کو بھی برا کہنے کی ممانعت کی ہے۔

لا تسبوا الذین یدعون من دونِ اللہ فیسبوا اللہ عدوا بغیر علم ط (۶۳)

مسلمانو! ''جولوگ اللہ کے سوا دوسرے معبودوں کی پرستش کرتے ہیں، اُن کو برا نہ کہو، یہ لوگ بھی نادانی سے خدا کو برا کہنے لگیں گے۔''

اہل کتاب سے اتحاد و یگانگت وہم آہنگی، غیر مسلم دنیا کے حوالے سے اسلام کا نقطہ نظر

ابتدا میں اسلام اور مسلمانوں کا سابقہ مشرکین عرب اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ رہا، اور تینوں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے، انہوں نے ان کو مٹانے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا تھا، اس کے باوجود اسلام نے اُن کو انسانی حقوق سے محروم نہیں کیا، اور اُن کی مخالفت اور دشمنی کے حدود مقرر کردیئے، یہودیوں میں زیادہ شقاوت وسنگ دلی تھی، اس اعتبار سے مسلمانوں کے ساتھ اُن کی دشمنی بھی شدید تھی، اُن کے مقابلہ میں عیسائی دیندار تھے ان میں رقتِ قلب، اثر پذیری، اور قبول حق کی زیادہ صلاحیت تھی، اس لئے مسلمانوں کے ساتھ اُن کی دشمنی بھی کم تھی، کلام مجید نے اُن کی تعریف کی ہے۔

''اے پیغمبر! مسلمانوں کے ساتھ دشمنی میں یہود اور مشرکین کو زیادہ سخت پاؤ گے اور مسلمانوں کے ساتھ دوستی میں سب لوگوں میں اُن کو زیادہ قریب پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس سبب سے ہے کہ اُن میں علماء ومشائخ ہیں، یہ لوگ تکبر نہیں کرتے اور جب قرآن کریم سنتے ہیں، جو رسول پر نازل کیا گیا ہے، تو دیکھو گے کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، اس لئے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے اور یہ لوگ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم ایمان لائے اس لئے تو ہم کو (دین حق کی) تصدیق کرنے والوں میں لکھ لے اور ہم کو کیا ہوگیا ہے کہ ہم اللہ پر اور جو حق بات ہمارے پاس آئی ہے، اُس پر ایمان نہ لائیں اور توقع رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک بندوں کے ساتھ داخل کرے گا۔'' (۶۴)

یہودیوں کے ساتھ بھی جو سب سے بڑے دشمن تھے، عدل وانصاف کرنے کا حکم ہے:

''یہودی جھوٹی باتوں کی ٹوہ لیتے پھرتے ہیں، اور حرام کھاتے چلے جاتے ہیں، تو جب وہ لوگ آپ کے پاس (اپنے معاملات کا فیصلہ کرنے کیلئے) آئیں تو آپ کو اختیار ہے کہ آپ فیصلہ کیجئے یا اُن سے کنارہ

کش رہئے اگر (ان کے درمیان میں پڑنے سے) کنارہ کش رہے تو وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، لیکن اگر فیصلہ کیجئے تو انصاف کے ساتھ کیجئے، کیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔" (۶۵)

اہل کتاب کے ساتھ بحث ومباحثہ میں جھگڑا نہ کرنا چاہئے، بلکہ خوبصورتی کے ساتھ سمجھانا چاہئے:

"اور اہلِ کتاب سے جھگڑا نہ کرو، مگر شائستہ طریقہ سے البتہ جو لوگ زیادتی کریں (اُن کا جواب دیا جاسکتا ہے) ان لوگوں سے کہو کہ ہم ایمان لائے، اُس چیز پر جو ہماری طرف اتری (یعنی قرآن کریم) اور جو تمہاری طرف (توراۃ وانجیل) اتری اور ہمارا تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔" (۶۶)

غیر مسلموں سے تعلقات

دو مختلف اہل مذاہب کے درمیان تعلق کا ایک بڑا ذریعہ ساتھ کھانا پینا اور شادی بیاہ ہے اسلام میں اہل کتاب کا کھانا مسلمانوں کے لئے حلال اور اُن کی عورتوں سے شادی کرنا جائز قرار دیا:

مسلمانو! "آج تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کردی گئیں، اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کیلئے حلال ہے اور مسلمان بیاہتا بیبیاں، اور جن جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے، اُن کی بھی بیاہتا عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں، بشرطیکہ اُن کا مہر ادا کردو اور تمہارا ارادہ ان کو نکاح میں لانے کا ہو، نہ کھل کھیلی بدکاری کرنے کا، اور نہ چوری چھپے آشنائی کرنے کا، اور جو ایمان کی باتوں کو نہ مانے اُس کے اعمال اکارت ہیں، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔" (۶۷)

لیکن اس سے مراد وہی اہل کتاب ہیں، جو اپنے مذہب پر قائم اور اُس کے حلال وحرام کے پابند ہیں۔ عیسائی رسول ﷺ کے مہمان ہوتے تھے اور آپ ﷺ خود اُن کی خدمت انجام دیتے تھے، ایک مرتبہ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے یہاں سے ایک سفارت آئی، آپ نے اُس کو اپنا مہمان بنایا اور بہ نفس نفیس مہمانداری کے تمام کام انجام دینا چاہے، تو صحابہؓ نے عرض کیا ہم یہ خدمت انجام دیں گے۔ ارشاد فرمایا: اُن لوگوں نے میرے دوستوں کی خدمت کی ہے، اس لئے میں خود اُن کی خدمت کروں گا۔ (۶۸)

اُن کو اپنی مسجد میں نماز پڑھنے تک کی اجازت دے دیتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نجران کے عیسائیوں کا وفد جب مدینہ آیا، اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسجد میں حاضر ہوا تو عیسائیوں کی نماز کا وقت آ گیا، انہوں نے مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھنی شروع کردی، مسلمانوں نے روکنا چاہا مگر آنحضرت ﷺ نے اُن کو منع کیا، اور فرمایا نماز پڑھنے دو، چنانچہ انہوں نے مسجد نبوی میں اپنے مذہب کے مطابق مشرق کی جانب رُخ کر کے نماز پڑھی۔ (۶۹)

''جن لوگوں نے مسلمانوں کو صلح حدیبیہ میں مسجد حرام کی زیارت سے زبردستی روک دیا تھا، اُن کے ساتھ بھی زیادتی کرنے سے روکا۔ جن لوگوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا، اُن کی عداوت تم کو اُن کے ساتھ زیادتی کرنے کا سبب نہ بنے، نیکی اور پرہیزگاری کے ساتھ ایک دوسرے کے مددگار رہا کرو، اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں مددگار نہ بنا کرو۔'' (۷۰)

دشمنی کی بنا پر کسی کے ساتھ بے انصافی نہ کرنا چاہئے: ''اے ایمان والو! انصاف کی گواہی دینے کے لئے اللہ کے واسطے تیار ہو جایا کرو، کسی قوم کی دشمنی کی بنا پر انصاف کو نہ چھوڑو، بلکہ انصاف سے (ہر حال میں) کام لو، یہ بات تقویٰ سے قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ جانتا ہے جو کام تم کرتے ہو۔ (۷۱)

برسر جنگ کفار و مشرکین سے مقابلہ کے لئے تیار رہنا چاہیئے، مگر جب وہ صلح کے لئے ہاتھ بڑھائیں تو صلح کر لینا چاہیئے، آیات قرآنی:

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوكل على الله انهو السميع العليم ٥وان يريدوا ان يخدعوك فان حسبك الله(۷۲)

''اور اگر کافر صلح کے لئے جھکیں تو تم بھی صلح کے لئے جھکو، اور اللہ پر بھروسہ رکھو، اور اگر ان کا ارادہ دھوکا دینے کا ہو تو اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔''

مشرکین میں سے جو پناہ چاہے اس کو پناہ دے کر اُس کے ٹھکانے پر پہنچا دینا چاہئے۔

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی شخص تم سے پناہ چاہے تو اُس کو پناہ دو، یہاں تک کہ وہ اللہ کے کلام کو سن لے، پھر اس کو اس کے امن کی جگہ واپس پہنچا دو، یہ اس لئے کہ یہ لوگ (اسلام کی حقیقت سے) ناواقف ہیں۔'' (۷۳)

جنگی دشمنوں سے بھی بدعہدی نہ کرنا چاہئے:

''مشرکین میں سے جن کے ساتھ تم نے عہد و پیمان کیا، پھر انہوں نے عہد کی پابندی میں کمی نہیں کی، اور نہ تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد کی تو اُن کے ساتھ عہد و پیمان کی جو مدت مقرر ہے، اس کو پورا کرو جو لوگ (بدعہدی سے) بچتے ہیں، اللہ اُن کو دوست رکھتا ہے۔'' (۷۴)

''اللہ کے نزدیک اور اُس کے رسول کے نزدیک مشرکین کا عہد کیونکر معتبر ہو (جب کہ انہوں نے عہد شکنی کر کے اپنا اعتبار کھو دیا ہے) مگر جن کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے پاس عہد کیا تھا (یعنی صلح حدیبیہ میں) تو جب تک وہ لوگ سیدھے رہیں، تم بھی اُن کے ساتھ سیدھے رہو اللہ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔'' (۷۵)

حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی معاہد کو قتل کرے گا تو جنت کی بو تک سونگھنے نہ پائے گا، حالانکہ اُس کی مہک چالیس سال تک کی مسافت تک پھیلی ہو گی۔(۷۶)

خلفائے راشدینؓ کا طرزِ عمل

اس لئے مسلمان حالت جنگ میں بھی معاہدہ کی پابندی کا بڑا لحاظ رکھتے تھے، حضرت عمرؓ خاص طور سے افسران فوج کو اس کی تاکید کرتے رہتے تھے، جنگ قادسیہ کے زمانہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو خاص فرمان لکھ کر بھیجا، جس میں من جملہ اور ہدایتوں کے ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ:

وعدہ کی پابندی ضروری ہے، دوسرے کی بدعہدی کے موقع پر عہد کی پابندی مفید اثر پیدا کرتی ہے، اور غلطی سے بھی بدعہدی کرنا ہلاکت ہے، اس سے تمہاری قوت کمزور پڑے گی اور دشمن کی طاقت بڑھے گی، تمہارا ہوا اکھڑ جائے گی، اور دشمن کی ہوا بندھ جائے گی، اس لئے میں تم کو ان باتوں سے باز رہنے کی تاکید کرتا ہوں، جو مسلمانوں کیلئے باعث عار ہوں اور اُس سے اُن کی قوت کمزور پڑتی ہو۔(۷۷)

حضرت عمرؓ کو معلوم ہو کہ بعض فوجی، دشمنوں کو امان کے بہانہ سے بلا کر قتل کر دیتے ہیں، اس لئے آپؓ نے کوفہ کے افسر فوج کو سخت خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض مسلمان عجمی ذمیوں کو جو بھاگ کر پہاڑ پر پناہ لیتے ہیں ''مترس'' (ڈرومت چلے آؤ) کہہ کر اپنے پاس بلاتے ہیں، اور جب وہ آجاتے ہیں تو اُس کو قتل کر دیتے ہیں، خدا کی قسم اگر آئندہ اس قسم کا کوئی واقعہ میرے علم میں آیا تو قتل کرنے والے کی گردن اُڑا دوں گا۔(۷۸)

اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لکھ بھیجا کہ اگر کوئی مسلمان ہنسی مذاق میں بھی کسی عجمی کو امان دے دے، یا اس کا اشارہ کر دے، یا ایسی زبان میں کوئی لفظ کہے، جس کو عجمی نہ سمجھتا ہو لیکن اس کے یہاں امان کے ہم معنی ہو، تو اس کو امان دے دینا چاہئے۔(۷۹)

حضرت امیر معاویہؓ اور رومیوں کے درمیان ایک معین مدت تک کے لئے معاہدہ تھا، جب معاہدہ کی میعاد ختم ہونے کے قریب آئی تو حضرت امیر معاویہؓ نے آہستہ آہستہ رومیوں کی طرف پیش قدمی شروع کر دی، کہ جیسے ہی معاہدہ کی مدت ختم ہو فوراً حملہ کر دیں، اتنے میں ایک شخص گھوڑے یا خچر پر دوڑتا ہوا آیا، جو کہہ رہا تھا اللہ اکبر، اللہ اکبر عہد کو پورا کرو، بدعہدی نہ کرو، دیکھا تو حضرت عمرو بن عنبسہ صحابی تھے، امیر معاویہؓ نے اُن سے پوچھا کیا واقعہ ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ

سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ جس شخص اور کسی جماعت میں معاہدہ ہوتو اُس میں کوئی تغیر نہ کرے، جب تک مدت نہ پوری ہو جائے، یہ سن کر حضرت امیر معاویہؓ لوٹ گئے۔(۸۰)

''میثاق مدینہ'' بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی اساس

''ہجرت مدینہ کیم ہجری کے بعد رسالت مآب ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ تاریخ ساز معاہدہ ''میثاق مدینہ'' کیا جو غیر مسلم رعایا کے ساتھ پیغمبر اسلام ﷺ کا پہلا معاہدہ ہے۔ یہ معاہدہ مذہبی رواداری اور فراخ دلی کی ایک ایسی مثال ہے جس پر دنیا فخر کر سکتی ہے۔ موجودہ دور کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں اس سے بہتر اور رواداری پر مبنی معاہدہ نہیں کرا سکتی۔''(۸۱)

''میثاق مدینہ'' انسانیت کے تاجدار مذہبی رواداری کے علمبردار، محسن انسانیت ﷺ کی سیاسی بصیرت اور حسن تدبر کا مثالی اور تاریخی شاہکار ہے۔ جس سے اسلامی سوسائٹی کے مقاصد، پرامن بقائے باہمی، مثالی مذہبی رواداری، قیام امن، اور انسانی اقدار کے تحفظ میں بھرپور مدد ملی، ایک عظیم الشان ریاست کی تاسیس اور تنظیم وتدبیر، سرکار دو عالم کا وہ کارنامہ ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں پیش نہیں کر سکتی۔''(۸۲)

اس تاریخ معاہدہ کی بدولت غیر مسلموں اور مختلف المذاہب افراد واقوام کے حقوق وفرائض، اور مذہبی آزادی اور اتحاد و یگانگت کا اصول وضع ہوا، چنانچہ یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم اقلیتوں کو اتحاد و یگانگت پر مبنی اس تاریخی صحیفہ کی بدولت مندرجہ ذیل حقوق ومراعات حاصل ہوئیں۔

﴿۱﴾ اللہ کی حفاظت وضمانت ہر فریق کو حاصل ہے۔﴿۲﴾ امت کے غیر مسلم ممبروں کو بھی مسلمانوں کی طرح سیاسی اور مذہبی حقوق حاصل ہیں، امت کے ہر گروہ کو مکمل مذہبی آزادی اور اندرونی خودمختاری حاصل ہے۔﴿۳﴾ امت کے دشمنوں سے مسلم اور غیر مسلم دونوں مل کر جنگ کریں گے اور مشترکہ طور پر اخراجات جنگ برداشت کریں گے، مسلم اور غیر مسلم دونوں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہیں۔(۸۳)

نامور عرب محقق اور سیرت نگار محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

> ''یہ وہ تحریری معاہدہ ہے جس کی بدولت حضرت محمد ﷺ نے آج سے چودہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ انسانی معاشرہ میں قائم کیا جس سے شرکا معاہدہ میں ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدہ و مذہب کی آزادی کا حق حاصل ہوا، انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی۔(۸۴)

یہودیوں کے ساتھ مذہبی رواداری، آزادی اور ان کے حقوق کے تحفظ کی یہ تاریخ ساز دستاویز اور اس کی دفعات اپنی حقیقت پر آپ گواہ ہیں۔ مذہبی رواداری، امن وسلامتی، آزادی اور انصاف کا ہر جوہر اس میں موجود ہے۔(۸۵)

سیاسی وحدت کا تصور (تصور مملکت) Concept of Political Unity

''میثاق مدینہ میں دینی، مذہبی اور اعتقادی وحدت سے ماسوا سیاسی اور معاہداتی وحدت کا تصور بھی دیا گیا۔ یہ تصور سیاسی مفہوم کی ایک ایسی نئی توسیع تھا جس کی پہلے کوئی نظیر نہیں ملتی۔ مملکت کے اندر دینی اور مذہبی وحدت کے علاوہ موجود دیگر اکائیوں کو ایک جاندار ریاستی کردار عطا کرنے کے لئے ضروری تھا کہ انہیں بھی ایک ایسا باوقار سیاسی، ریاستی مقام دیا جاتا کہ وہ بھی اپنے آپ کو ریاست کا ایک عضو فعال تصور کرتے ہوئے ایک ذمہ دار کردار ادا کرتے۔ اس لئے وہ تمام فریق جن کے درمیان میثاق مدینہ طے پایا اور ان کی اتباع میں مستقل میں اس میثاق میں شریک ہونے والے فریقوں کو میثاق مدینہ کے آرٹیکل نمبر ۳ کے تحت وحدت قرار دیا گیا۔ (۸۶)

> **انهم امت واحدة و من دون الناس.** تمام دنیا کے لوگوں کے مقابل میثاق مدینہ میں شریک فریقوں کی ایک علیحدہ سیاسی وحدت ہوگی۔ اسی طرح میثاق مدینہ کی آرٹیکل نمبر ۳۰ میں قرار دیا گیا ہے:
>
> **وان یهود بنی عوف امت مع المومنین لیهود دینم وللمسلمین دینهم موالیهم وانفسهم الا من ظلم و اثم فانه لا یوتیه الانفسه واهله.** اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں، یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہوں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔ (۸۷)

میثاق مدینہ کے اثرات

دنیا کے پہلے تحریری دستور ''میثاق مدینہ'' کے تحت نہ صرف مدینہ میں موجود تھا طبقات ایک سیاسی وحدت میں بدل گئے اور وہاں کافی عرصے سے رائج سیاسی نراج، سیاسی استحکام میں بدل گیا بلکہ تحریک اسلام کے حوالے سے بھی میثاق مدینہ کے دیر پا اثرات مرتب ہوئے۔ جو تحریک اسلام کے فروغ اور سرزمین عرب میں کفر و شرک کے خاتمے پر منتج ہوئے۔ (۸۸)

۱۔ حضور اکرم ﷺ کا تشخص صرف دعوتی یا تبلیغی ہی نہ رہا، بلکہ آپ کو سربراہ مملکت تسلیم کر لیا گیا۔ اسی طرح اس دستور کے تحت سیاسی، سماجی، عسکری اور قانونی و عدالتی اختیارات کا مرکز آپ ﷺ کی ذات مبارکہ کو تسلیم کر لیا گیا۔

۲۔ مدینہ میں پہلی مرتبہ ایک باقاعدہ منظم ریاست وجود میں آئی۔ اور اسے ایک مضبوط آئینی و دستوری اساس فراہم کر دی گئی جسے داخلی یا خارجی دشمنوں کی کوئی بھی سازش متزلزل نہ کر سکی۔

۳۔ اسلام کو ایک مذہبی تحریک سے ماسوا مدینہ میں مختلف طبقات کی موجودگی کے باوجود ایک سیاسی قوت بھی تسلیم کرلیا گیا۔

۴۔ حضور اکرم ﷺ کی سیاسی حیثیت کے اعتراف نے مدینہ و گردونواح میں اسلام کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

۵۔ یہ معاہدہ تحریک اسلام کی تاریخ میں ایک بہت بڑی پیش قدمی تھا۔ جس سے اسلام کو بے شمار علاقائی، سماجی، سیاسی اور مذہبی اکائیوں میں ایک نمایاں حیثیت مل گئی، اسلام ایک مذہبی و دعوتی تحریک سے بلند ہو کر اس دور کی باقاعدہ سیاسی حکومتوں سلطنتوں کی سطح پر آ گیا۔

۶۔ مسلمان مکہ سے مدینہ میں نو آورد تھے۔ جہاں کے مختلف سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات میں قدم جمانے کے لئے مسلمانوں کو پر امن فضا درکار تھی۔ اگر چہ اب وہ کفار مکہ کی ستم آرائیوں سے محفوظ و مامون ہو چکے تھے، مگر وہ اس حقیقت سے بھی غافل نہ تھے کہ کفار مکہ مسلسل ان کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں۔ میثاق مدینہ کے تحت یہود اور مشرک قبائل ان کے حلیف بن گئے اور ریاست مدینہ کے دفاع کی ذمہ داری کو سب نے مشترکہ طور پر قبول کرلیا۔ اگر میثاق مدینہ کے ذریعے مسلمانوں نے اپنی دفاعی حکمت عملی کو ٹھوس اور محفوظ بنیادوں پر استوار نہ کرلیا ہوتا تو کفار کی مدینہ کی طرف پیش قدمی کی صورت میں مسلمان اتنا موثر ردعمل نہ ظاہر کر سکتے اور اپنے دفاع میں انہیں کہیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

۷۔ میثاق مدینہ نے دفاعی معاہدہ ہونے کے ناتے ریاست مدینہ کے لئے ایک حفاظتی حصار کا کام کیا۔ اس کے علاوہ گردونواح کے قبائل پر مسلمانوں کی فوقیت اور برتری کی دھاک بیٹھ گئی، کیونکہ مدینہ طیبہ میں یہود نے جو کہ غیر معمولی اثر و رسوخ کے حامل تھے، آپ ﷺ کی سیاسی حاکمیت اور اقتدار کو تسلیم کرلیا تھا۔ اگر چہ قبل ازیں اسلام کو ایک نیا مذہب سمجھ کر اتنی اہمیت نہیں دی جاتی تھی، مگر اس نمایاں سیاسی پیش رفت کے بعد گردونواح کے قبائل نے بھی اسلام کا دست و بازو بننا شروع کردیا۔

۸۔ میثاق مدینہ کے تحت ریاست مدینہ میں ایک عادلانہ اور منصفانہ معاشرے کا قیام ممکن ہوا۔ اس سے قبل مذہبی اور سماجی اختلافات و تضادات کے باعث ہر قبیلہ اپنے اپنے رسوم و رواج کے تحت مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا۔ میثاق مدینہ کے تحت پہلی مرتبہ یہاں ایک مرکزی عدالتی نظام وجود میں آیا۔ جس کے تحت آخری اعلیٰ ترین عدالتی اتھارٹی حضور اکرم ﷺ کو تسلیم کیا گیا۔ اگر چہ میثاق مدینہ کے تحت لوکل لا کا احترام بھی محفوظ رکھا گیا، مگر ایک مرکزی عدالتی نظام کے قیام سے باہمی تضادات اور قانونی انتشار کا خاتمہ ہو گیا۔

۹۔ میثاق مدینہ کی کثیر الجہاتی افادیت ہی کا نتیجہ تھا کہ اسلام کی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ ہجرت کے وقت

مہاجر وانصار صحابہ کرام کی تعداد ۳۰۰ تھی۔ صلح حدیبیہ کے وقت بھی یعنی ۶ ہجری میں یہ تعداد ۱۴۰۰ ہوگئی، جبکہ فتح مکہ کے وقت مسلمانوں کا لشکر دس ہزار افراد پر مشتمل تھا۔ طائف کے محاصرے میں بارہ ہزار مسلمان شریک تھے اور ہجرت کے صرف دس سال بعد حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر موجود مسلمانوں کی تعداد سوالاکھ کے قریب تھی۔ دس سال کے قلیل عرصے میں سرزمین عرب کے وسیع وعریض حصہ اور اکثر تعداد افراد کو اسلام کا حصہ بنا دینا، آپ ﷺ کی بے مثال بصیرت، اور موثر ونتیجہ خیز حکمت عملی کا نتیجہ تھا۔ جس میں میثاق مدینہ کو ایک اساسی سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔ (۸۹)

مذہبی آزادی کا تحفظ Protection of Religious Freedom

میثاق مدینہ میں نہ صرف ریاست مدینہ کے شہریوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کی ضمانت دی گئی اور اس کے لئے باقاعدہ قانون وآئینی اقدامات وضع کئے گئے بلکہ ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں کے لئے مذہبی آزادی کو یقینی بنایا گیا۔ تاہم بطور ایک ذمہ دار شہری کے ریاست مدینہ میں آباد اقلیتوں سے اس پابندی کا اقرار لیا گیا کہ وہ آئین کی پابندی کریں گے اور کسی طور بھی آئین اور دستور کی خلاف ورزی یا معاشرہ میں فتنہ پروری وظلم آفرینی کا باعث نہیں بنیں گے۔

وان یہود بنی عوف امت مع المومنین لیہود دینم وللمسلمین دینھم موالیھم وانفسھم الا من ظلم واثم فانہ لا یوتیہ الا نفسہ واھلہ آرٹیکل:۳۰

اور بنی عوف کے یہودی مومنین کے ساتھ سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں، یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔ مذہبی آزادی کے اس تحفظ کو کسی ایک طبقہ کے ساتھ مخصوص نہ کیا جائے بلکہ:

ا۔ ریاست مدینہ میں آباد یہود قبائل کا، بشمول بنی نجار، بنی الحارث، بنی ساعدہ، بنی جشم، بنی الاوس، بنی ثعلبہ، بنی شطبیہ کے، فرداً فرداً تذکرہ کیا گیا کہ تمام یہودی قبائل کو مذہبی آزادی کا آئینی تحفظ حاصل ہوگا۔

ب۔ یہ بھی قرار دیا گیا کہ ان یہودی قبائل کی ذیلی شاخوں اور ان کے موالی کو بھی مذہبی آزادی کا حق اسی طرح حاصل ہوگا۔

اقلیتوں کا تحفظ Protection of the Minorities

میثاق مدینہ کے تحت آئینی طبقات کو بیان کرتے ہوئے امت مسلمہ کے علاوہ ریاست کے دوسرے فریقوں کو نہ صرف ایک باوقار دستوری مرتبہ دیا گیا بلکہ اس سے بڑھ کر ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جانے کے ساتھ ساتھ مکمل مذہبی آزادی

کی ضمانت بھی دی گئی۔ آرٹیکل نمبر ۳۰ میں قرار دیا گیا۔

''اور بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں، یہودیوں کو ان کا دین اور مسلمانوں کو ان کا دین موالی ہوں یا اصل ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔''

اسی طرح آرٹیکل نمبر ۳۱ سے آرٹیکل نمبر ۴۰ تک یہ بیان کیا گیا کہ:

میثاق مدینہ میں شامل تمام یہودیوں بشمول بنی نجار، بنی حارث، بنی جشم، بنی اوس، بنی ثعلبہ، جفنہ، بنی شطیبہ اور ان کے موالی یہودیوں کو بھی وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کو حاصل ہوں گے، تاہم اقلیتوں کو اتنی زیادہ واضح مذہبی آزادی فراہم کیے جانے پر ایک بنیادی شرط کا پابند بھی کیا گیا اور وہ شرط تھی دستور کی پابندی۔

ٹروڈ اہلرٹ Trude Ehlert

A more significant factor in the termination of these early arrangements in Madina may have been the formal agreement established between Muhammad and all of the significant tribes and fimilies. Fortunately, Ibn Ishak preserved a version of this very valuable document, called the Constitution of Madina... It reveals his (Holy Prophet's) great diplomatic skills, for it allows the ideal that he cherished of an Ummah (community) based clearly on a religious outlook to sink temporarily into the back ground and is shaped essentially by practical consideration. It is true that the highset authority with God and Muhammad before whom all matters of importance were to be laid but the Ummah as portrayed in the Constitution of Madina included also Jews and polytheists... (The Encyclopedia of Islam)

مدینہ میں آپ ﷺ کے کیے جانے والے ابتدائی اقدامات میں ایک بڑا نمایاں اقدام آپ ﷺ کا مدینہ کے دوسرے تمام نمایاں قبائل اور خاندانوں سے ہونے والا معاہدہ تھا۔ خوش قسمتی سے ابن اسحٰق نے اس قابل قدر دستاویز کو جسے ''دستور ریاست مدینہ'' کا نام دیا جاتا ہے، محفوظ رکھا۔ اس دستور سے آپ ﷺ کی عظیم سیاسی حکمت عملی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس کے نتیجے میں ہی اس مثالی امت کی تشکیل کی راہ ہموار ہوئی، جس کے لیے آپ نے جدوجہد کی تھی۔ یہ ریاست (الوہی قانون کے) پس منظر سے متعلق تھی اور عملی غور خوض سے تشکیل پذیر ہوئی تھی۔ سچ ہے کہ اعلیٰ ترین اختیار اللہ تعالیٰ اور محمد ﷺ کا ہی تھا۔ جن کے سامنے تمام اہمیت کے معاملات پیش ہوتے تھے۔ لیکن اس دستور میں امت کی تعریف کے مطابق یہود اور غیر مسلموں کو بھی امت میں شامل کیا گیا۔(۹۰)

فرامین رسول ﷺ اور انسان دوستی و مذہبی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی پر مبنی غیر مسلموں کے حقوق

اسلام سارے طبقات انسانی کے لئے رحمت بن کر آیا تھا، اس نے غیر مسلم رعایا کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا، اور ان کو اتنے حقوق دیئے جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی، آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرۃ العرب زیر نگیں ہو چکا تھا، غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے سب سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا، ان کو آپ نے جو حقوق دیئے وہ اب تک تاریخوں میں محفوظ ہیں، جن کو ہم بعینہ نقل کرتے ہیں:

''نجران اور ان کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب ان کی زمینیں ان کا مال ان کے حاضر و غائب، ان کے وفد، ان کے قاصد، ان کی مورتیں، اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں، ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا، اور نہ ان کے حقوق میں سے کسی حق میں دست اندازی کی جائے گی، اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی اسقف اپنی اسقفیت سے، کوئی راہب اپنی رہبانیت سے، کنیسہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے، نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے اسی طرح رہے گا، ان کا زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا اور نہ ان پر ظلم ہوگا، ان سے جو شخص سود کھائے گا وہ میرے ضمانت سے بری ہے۔'' (۹۱)

اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے اس کے ایفا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی امان اور محمد النبی ﷺ کی ذمہ داری ہے۔ یہاں تک کہ اس بارے میں خدا کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہو، جب تک وہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے، ان کے ساتھ جو شرائط طے کئے گئے ہیں ان کی پابندی کریں گے، ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔

اس معاہدہ سے حسب ذیل حقوق متعین ہوتے ہیں:

﴿۱﴾ ان کی جان محفوظ رہے گی۔ ﴿۲﴾ ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔ ﴿۳﴾ ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدے دار اپنے اپنے عہدہ پر برقرار رہیں گے۔ ﴿۴﴾ صلیبوں اور مورتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ ﴿۵﴾ ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔ ﴿۶﴾ ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی۔ ﴿۷﴾ اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔ ﴿۸﴾ ان کے ملک میں فوج نہ بھیجی جائے گی۔ ﴿۹﴾ ان کے معاملات و مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔ ﴿۱۰﴾ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔ ﴿۱۱﴾ سود خوری کی اجازت نہ ہوگی۔ ﴿۱۲﴾ کوئی ناکردہ گناہ، کسی مجرم کے بدلہ میں نہ پکڑا جائے گا۔ ﴿۱۳﴾ اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔

اس زمانہ کی مہذب حکومتیں اس سے زیادہ حقوق اور کیا دے سکتی ہیں، ان میں وہ ساری چیزیں آگئی ہیں جو ایک محکوم کے حقوق کے تحفظ اور اس کی باعزت زندگی کے لئے ضروری ہیں، اس سے زیادہ حقوق خود اپنی حکومت بھی نہ دے سکتی، اس نام نہاد جمہوریت اور آزادی و مساوات کے دور میں غیر مذہب اور غیر قوم کے محکوموں کو جو حقوق حاصل ہیں ان پر یورپ کی محکوم قوموں کی تاریخ خود شاہد ہے۔(۹۲)

عیسائی دنیا پر محسن انسانیت ﷺ کے ناقابل فراموش احسانات

اسی زمانہ کے لگ بھگ آنحضرت ﷺ نے کوہ سنائی کے قریب واقع راہب خانہ سینٹ کیتھرین کے راہبوں کو، بلکہ سارے عیسائیوں کو ایک سند نامہ حقوق (Charter) عطا فرمایا، جس کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ روشن خیالی اور رواداری کی جو اشرف تریں یادگاریں پیش کر سکتی ہے یہ ان میں سے ایک ہے۔ یہ دستاویز، جسے مورخین اسلام نے حرف بحرف قلم بند کیا ہے، وسعت نظری، رواداری اور آزاد خیالی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اس دستاویز کی رو سے عیسائیوں کو چند ایسی استثنائی مراعات حاصل ہوئیں جو انہیں اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے تحت بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے اعلان کر دیا کہ اس دستاویز میں جو احکام مندرج ہیں، اگر کوئی مسلمان ان کی خلاف ورزی کرے گا یا ان سے ناجائز فائدہ اٹھائے گا تو اسے معاہدہ الٰہی سے روگردانی کرنے والا، اس کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والا اور اس کے دین کی تذلیل کرنے والا تصور کیا جائے گا۔ آپ ﷺ نے عیسائیوں کی حفاظت، ان کے گرجاؤں اور ان کے پادریوں کے مکانوں کی پاسبانی اور انہیں ہر طرح کے گزند سے بچانے کی ذمہ داری اپنی ذات پر بھی اور اپنے متبعین پر بھی عائد کی ہے۔

☆ ان پر کوئی ناجائز ٹیکس نہ لگائے جائیں گے۔ ☆ ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہ نکالا جائے گا۔ ☆ کسی عیسائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ ☆ کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج نہ کیا جائے گا۔ اور ☆ جن عیسائی عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کر رکھی تھی ان کو یقین دلایا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارے میں ان پر کوئی جبر و اکراہ نہ کیا جائے گا۔ ☆ اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لئے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر کے بارے میں امداد کی ضرورت ہوگی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے۔ ☆ اس امداد کو ان کے مذہب میں شریک ہونے سے تعبیر نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اسے حاجت مندوں کی حاجت براری اور خدا اور رسول ﷺ کے ان احکامات کی اطاعت سمجھا جائے گا جو عیسائیوں کے حق میں صادر کئے گئے تھے۔ ☆ اگر مسلمان کسی بیرونی عیسائی طاقت سے برسر جنگ ہوں گے تو مسلمانوں کے حدود کے اندر رہنے والے کسی عیسائی سے اس کے مذہب کی بنا پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا

جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا برتاؤ کرے گا تو وہ رسول ﷺ کی نافرمانی کا مرتکب تصور ہوگا۔

جو شخص بدی کا بدلہ بدی سے دینے کی طاقت رکھتا ہو، لیکن اس کے باوجود عفو کے خدائی اصول کی نہ صرف تلقین کرے بلکہ اس پر عمل بھی کرے، اس کی سیرت سے متعلق انسانوں کے دل میں ہمیشہ عظمت و بزرگی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب آنحضرت ﷺ رئیس مملکت اور رعایا کی جان و آزادی کے محافظ کی حیثیت سے عدل کرتے تھے تو آپ ﷺ ہر مجرم کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا دیتے تھے۔ لیکن رسول ﷺ اور معلم اسلام کی حیثیت سے اپنے بدترین دشمنوں سے بھی نرمی اور رحم کا سلوک کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی ذات میں وہ افضل ترین صفات جن کا تصور انسان کرسکتا ہے، یعنی عدل اور رحم مجتمع تھیں۔ (۹۳)

اسی تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے یورپ کا مشہور مورخ ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) لکھتا ہے:

"عیسائی رعایا کیلئے محمد ﷺ نے بلا تامل ان کے جان و مال کا تحفظ، پیشہ کی آزادی اور مذہبی رواداری کی ضمانت دی۔" (۹۴)

عیسائی دنیا کی احسان فراموشی اور مذہبی تعصب پر مبنی توہین آمیز کردار

پیغمبر اسلام حضرت محمد ﷺ غیر مذاہب بالخصوص عیسائی دنیا کے ساتھ اس وسیع المشربی، انسان دوستی اور غایت درجہ مذہبی رواداری کے تاریخی اور ناقابل تردید حقائق کے باوجود عہد حاضر کی نام نہاد سیکولر، انسان دوست، اور مذہبی آزادی و رواداری کی علمبردار مغرب کی عیسائی دنیا کی اسلام اور پیغمبر اسلام سے عناد، تنگ نظری، مذہبی تعصب، اور عدم رواداری کی جھلک ان کے نامور دانشوروں کی تحریروں میں دیکھی جاسکتی ہے، جس سے ان کی مذہبی رواداری اور سیکولرازم کے مبنی پرفریب نعروں کی حقیقت طشت ازبام ہو جاتی اور ان کا اصلی روپ جاننے میں مدد ملتی ہے:

پیغمبر اسلام ﷺ سے متعلق مغرب کی عیسائی دنیا کے موقف کی تشکیل ایک ایسے دینی دائرہ کے اندر ہوئی ہے جس میں قومی و مذہبی تعصب، ذہنی و فکری تشنج، بغض و کینہ، اور نفرت و کدورت کی کارفرمائی ہوتی ہے، اور ان کی ارادی و غیر ارادی دونوں طرح کی جہالت اس کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ (۹۵)

پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف مغربی دنیا کا متفقہ محاذ

غرض پیغمبر اسلام ﷺ کے متعلق مغرب کی عیسائی دنیا (مستشرقین) کی بحث و تحقیق اور ان کی تحریروں کا نچوڑ سب وشتم کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس میں کلیسا کی دینی اور مذہبی شخصیات کے ساتھ غیر دینی اور لامذہبی افراد بھی برابر حصہ لیتے رہے ہیں اور یہ سیلاب بلاخیز آج تک رواں ہے۔

چنانچہ اس تاریخی حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے "A History of Medieval Islam" کا مفہوم مغربی دانشور

جے جے سانڈرس J.J. Sauders لکھتا ہے:

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ پیغمبر عربی ﷺ کو عیسائیوں نے کبھی بھی ہمدردی اور توجہ کی نظر سے نہیں دیکھا جن کے لئے حضرت عیسیٰؑ کی شفیق ہستی ہی آئیڈیل رہی ہے۔ صلیبی جنگوں، سے آج تک محمد ﷺ کو متنازعہ لٹریچر میں بطور...... پیش کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق بے ہودہ کہانیاں پھیلائی گئیں اور طویل عرصہ تک ان پر یقین کیا جاتا رہا۔'' (۹۶)

عیسائی دنیا میں پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف توہین آمیز لٹریچر کا آغاز

اس قسم کی تصویر کشی میں عیسائی دنیا کے جن لوگوں نے حصہ لیا ان میں سے زیادہ قابل ذکر جان آف دمشق (۷۰۰۔۷۵۴ء) ہے، جان کو بازنطینی روایات کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کے خلاف نفرت، دشمنی اور سب وشتم کا سلسلہ سب سے پہلے اسی نے شروع کیا، یہی وہ پہلا عیسائی مشنری تھا، جس نے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر جنسی و شہوانی الزامات کی بھر مار کر کے جنسی اتہامات کا طومار کھڑا کیا۔ اس کا تیار کردہ لٹریچر ازمنۂ وسطیٰ سے عہد حاضر تک مغرب کی عیسائی دنیا (مستشرقین) کے لئے بنیادی ماخذ کا کام دیتا رہا۔ (۹۷)

قرون وسطیٰ کے عیسائی مصنفین کا کردار

جان کے بعد آنے والے قرون وسطیٰ کے تمام مصنفین نے بھی جان کی پیروی کرتے ہوئے تصویر رسول کو خوب بگاڑا، گھسے پٹے الزامات واتہامات عائد کئے اور چبائے ہوئے نوالوں کو پھر سے چبایا، اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ ان کے مآخذ کم و بیش یکساں تھے۔ اس لئے جب بھی انہوں نے سیرت پر قلم اٹھایا تو نظم ہو یا نثر، دونوں میں سیرت ختم الرسل ﷺ کو افراط و تفریط کے سانچوں میں ڈھال کر محض خیال وقیاس کے سہارے پیش کیا، اس تفصیل کا مدعا یہ ہے کہ ظہور اسلام کے بعد کئی صدیوں تک بھی مسیحی نفرت وعداوت کی آگ ٹھنڈی نہیں ہوئی تھی، اور اہل مغرب پیغمبر اسلام کو بدستور (نعوذ باللہ نقل کفر، کفر نہ باشد) جھوٹا، بہروپیا...... قرار دیتے رہے کہ اتنے میں صلیبی جنگوں کے طویل سلسلے نے جلتی پر تیل کا کام کیا، صلیبی جنگوں میں صلیب سرنگوں ہوگئی اور تمام تیاریوں کے باوجود دنیائے اسلام کو زک پہنچانے کا منصوبہ ناکام ہوا اور انہوں نے دیکھ لیا کہ میدان جنگ میں رسد، کمک اور سامان جنگ کی فراوانی کے باوجود وہ مسلمانوں کا زیادہ کچھ نہیں بگاڑ سکتے تو پھر انہوں نے کمال عیاری سے اسباب ووسائل اور حکمت عملی کو یکسر بدل ڈالا اور گویا فیصلہ کرلیا کہ جنگ جیتنے کے لئے نیا ترکش نئے تیر استعمال کئے جائیں اور گرم جنگ نہ سہی سرد جنگ میں مسلمانوں کو زیر کیا جائے۔ اس طرح علم وتحقیق کے بھیس میں معنوی اسلحہ سے اسلام

اور پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں مبہم خیالات، بے سروپا قصے کہانیاں، بے ہودہ الزامات واتہامات، اور تشکیک وتذبذب کے بیج بو کر خرافات کا ایسا جنگل اگا دیا جسے کاٹنا آسان نہ تھا۔(۹۸)

مغرب کے نامور مستشرق منٹگمری واٹ کا اعتراف

اس تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف مغربی دنیا کے نامور اور دریدہ دہن مستشرق ڈبلیو منٹگمری واٹ Watt.W. Montgomery کو بھی ہے موصوف اپنی کتاب ''اسلام کیا ہے؟'' (ص ا،ص ۲،لندن ۱۹۶۸ء) میں رقم طراز ہے:

مشکل یہ ہے کہ ہم اس گہرے تعصب کے وارث ہیں جس کی جڑیں قرون وسطیٰ کے جنگلی پروپیگنڈے میں پیوست ہیں۔اب اس کا وسیع پیمانے پر اعتراف کیا جانا چاہئے۔تقریباً آٹھویں صدی عیسوی سے عیسائی یورپ نے اسلام کو اپنا عظیم دشمن سمجھنا شروع کیا جو عسکری اور روحانی دونوں حلقہ اثر میں اس کے لئے خطرہ تھا۔اسی مہلک خوف کے زیر اثر عیسائی دنیا نے اپنے اعتقاد کو سہارا دینے کے لئے اپنے دشمن کو ممکنہ حد تک انتہائی ناپسندیدہ نظروں سے پیش کیا۔۔۔، بارہویں اور تیرہویں صدی عیسوی میں تراشا گیا اسلام کا تصور اہل یورپ کی فکر اور سوچ پر غالب رہا ہے۔(۹۹)

ڈاکٹر واٹ (Watt) "Muhammad At Mecca" میں لکھتا ہے:

''تاریخ کی عظیم ترین شخصیات میں سے مغرب میں محمد ﷺ کی سب سے کم پزیرائی ہوئی ہے۔مغربی مصنفین محمد ﷺ کے بارے میں بدترین چیز پر بھی یقین کرنے کو تیار رہتے ہیں، اور جہاں کہیں اپنے کسی فعل کی قابل اعتراض توضیح ممکن دکھائی دی فوراً اسے ایک حقیقت تسلیم کرنے پر آمادہ ہو گئے۔(۱۰۰)

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا کا اعتراف

انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ۱۹۸۴ء میں پیغمبر اسلام ﷺ پر جو مقالہ ہے اس کے آخر میں مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ بہت کم بڑے لوگ اتنا زیادہ بدنام کئے گئے ہیں، جتنا کہ محمد کو بدنام کیا گیا۔قرون وسطیٰ کے یورپ کے مسیحی علما نے ان کو فریبی اور عیاش اور خونی انسان کے روپ میں پیش کیا۔حتیٰ کہ آپ کے نام کا ایک بگڑا ہو تلفظ مہاونڈ (نعوذ باللہ) شیطان کے ہم معنی بن گیا۔محمد اور ان کے مذہب کی یہ تصویر اب بھی کسی قدر اپنا اثر رکھتی ہے۔انگریز مصنف ٹامس کارلائل پہلا قابل ذکر مغربی شخص تھا، جس نے ۱۸۰۴ء میں بتاکید عوامی طور پر کہا کہ محمد یقیناً سنجیدہ تھے کیونکہ یہ فرض کرنا بالکل مضحکہ خیز ہے کہ ایک فریبی آدمی ایک عظیم مذہب کا بانی ہو سکتا ہے:

Few great men have been so maligned as Muhammad. Christain scholars of medieval Europe painted him as an impostor, ■ lecher, and ■ man of blood. A corruption of his name, Mahound, even came to signify the devil. This picture of Muhammad and his relgion still retains some influence. The English author Thomas Carlyle in 1840 was the first notable European to insist publicly that Muhammad must have been sincere, because it, was ridiculous to suppose an impostor would have been the founder of ■ great religion. (12/609)

مغربی مورخ ایس پی اسکاٹ کا اعتراف

معروف امریکی مورخ ایس پی اسکاٹ S.P Scott اس تاریخی حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

موروثی تعصّبات کی بنا پر...... تمام الہیاتی عقیدوں میں سے کسی کو بھی اس قدر جہالت اور ناانصافی کا نشانہ نہیں بننا پڑا جتنا کہ اسلام کے اصولوں کو، تیرہ صدیوں تک اس مذہب کے بانی کو بہروپیا کہا جاتا رہا، ان کے مقاصد پر اعتراضات کیے گئے۔ ان کے کردار سے ہر وہ برائی منسوب کردی گئی، جو انسانیت کے لئے باعث تذلیل اور بلاخیز ہو، بے اندازہ لغویات اور بدترین بہیمیت کو ان کی تعلیمات سے منسوب کردیا گیا۔ گلیسائی معاندت اور بدباطنی نے اپنے حریف کے کردار کو داغ دار کرنے میں اپنے تمام وسائل صرف کردیئے۔(۱۰۱)

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی ﷺ سے شرار بولہبی

فتح مکہ، پیغمبر السلام ﷺ کی انسان دوستی کا تاریخی کردار

عہد رسالت میں اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا حریف اور دشمن گروہ غیر مسلم مشرکین مکہ کا تھا۔ نبی رحمت ﷺ محسن انسانیت کے رحم و کرم عفو و درگزر اور مذہبی رواداری کے حوالہ سے فتح مکہ ۱۰/ رمضان ۸/ جنوری ۶۳۰ء ایسا تاریخ ساز واقعہ ہے، کہ جس کی نظیر مذاہب عالم کی تاریخ پیش نہیں کرسکتی۔

''خطبہ فتح مکہ'' رواداری اور عام معافی کا تاریخی فرمان

اس موقعہ پر آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا! ''تم پر کوئی ملامت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو'' صرف یہی نہیں محسن انسانیت ﷺ نے رواداری اور عام معافی کے اس مثالی اعلان کے ساتھ امن کے قیام اور استحکام کے لئے مندرجہ ذیل ہدایات جاری فرمائی تھیں!

﴿۱﴾ جو کوئی ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔ ﴿۲﴾ جو کوئی خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔ ﴿۳﴾ جو کوئی اپنے گھر میں بیٹھ رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔ ﴿۴﴾ جو کوئی ابوسفیان کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔ ﴿۵﴾ جو کوئی حکیم بن حزام کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے۔ ﴿۶﴾ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔ ﴿۷﴾ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔ (۱۰۲)

مشہور ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد! ''فتح مکہ'' کے موقع پر محسن انسانیت کے مثالی عفو درگزر اور رواداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جانی دشمنوں کے بارے میں حضور انور ﷺ کی اس انتہائی کریم النفسی اور رواداری کا عہد جدید کی دعویدار تہذیب وتمدن کی حکومتوں اور ان کی شرمناک عیارانہ چالوں سے مقابلہ کیا جائے جو انہوں نے ۱۹۹۴ء کی عالم سوز جنگ میں ایک دوسرے کو سامان خورد ونوش سے محروم کرنے کے لئے استعمال کیں تو اس کی قدر وقعت بدرجہا بڑھ جاتی ہے۔ (۱۰۳)''

بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی۔ اسوۂ نبوی ﷺ کی روشنی میں

رحمت کی گھٹائیں پھیل گئیں افلاک کے گنبد پر
حدت کی تجلی کوندگئی آفاق کے سینازاروں میں
گرارض وسما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں

آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہمیں دنیا میں ہر ایک کے ساتھ اتحاد ویگانگت کا مظاہرہ کرنا ہے اور دین کی دعوت ان تک پہنچانی ہے اور اپنے مزاج میں ایک اعتدال رکھنا ہے۔ بقول ڈاکٹر خالد علوی: ''عام رہنماؤں کی زندگی میں ایک عدم توازن آجاتا ہے جس سے بچنا ان کیلئے ممکن نہیں ہوتا۔ اس اعتبار سے حضور اکرم ﷺ منفرد نظر آتے ہیں کہ ان کی پوری زندگی اعتدال وتوازن کا بے نظیر نمونہ ہے۔ ایک طرف آپ ﷺ اتنے بڑے فکری ومعاشرتی انقلاب کے داعی وتاریخ کا رخ بدلنے والے تھے، دوسری جانب گھریلو زندگی کو خوشگوار رکھنے والے، اس سے لطف اندوز ہونے والے اور شب بیداری کرنے والے تھے۔'' (۱۰۴) ''آپ ﷺ عوامی حلقوں سے پوری طرح مربوط تھے، جماعت اور معاشرے سے شخصی اور نجی تعلق رکھتے تھے۔ علیحدگی پسندی، کبر یا یبوست کا شائبہ تک نہ تھا۔ درحقیقت آپ ﷺ نے جس نظام اخوت کی تاسیس فرمائی تھی

یہ اس کا اہم تقاضہ تھا کہ لوگ باہم دگر مربوط رہیں۔ ایک دوسرے کے کام آئیں اور ایک دوسرے کے حقوق پہنچائیں۔(۱۰۵)
حضور ﷺ کی کامل زندگی کا ایک حصہ آپ ﷺ کا سماجی رابطہ ہے۔ کہ آپ ﷺ ہر ایک کے ساتھ کس انداز سے پیش آتے اپنے، بیگانے، ہر ایک کا درد آپ ﷺ کے دل میں ہوتا، ہر ایک کے لئے خیر کی تمنا لئے ہوتے، گھر سے نکلتے تو سلام میں ہمیشہ پہلے کرتے اور فرماتے کہ سلام میں پہل کرنے والا کبر سے محفوظ ہوتا ہے۔(۱۰۶) بچوں کے ساتھ گفتگو فرماتے اور انہیں سلام کہتے۔(۱۰۷) بچوں سے پیار بھی کرتے۔(۱۰۸) بازار کو ناپسندیدہ جگہ سمجھتے۔(۱۰۹) لیکن وہاں جاتے تو ہر ایک کو سلام کرتے۔(۱۱۰) انتہائی خوش مزاج تھے اور متبسم رہتے۔(۱۱۱) مسکراتے چہرے سے ملتے اور اسے نیکی اور شائستگی قرار دیا۔(۱۱۲) صحابہؓ کی محفل میں بیٹھتے تو عام آدمی کوئی فرق محسوس نہیں کرتا تھا(۱۱۳) نماز صبح کے بعد خصوصی مجلس ہوتی تھی۔(۱۱۴) اس میں قصے بھی ہوتے اور ہنسی بھی۔(۱۱۵) بیماروں کی عیادت کا اہتمام کرتے۔(۱۱۶) حدیث کی کتابوں میں آپ ﷺ کا وہ مشہور جملہ موجود ہے جو آپ ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے، وہ جملہ یہ ہے: "لا باس طہور ان شاء اللہ"(۱۱۷) مزاح بھی فرماتے حضرت انسؓ کو "یا ذو الاذنین" کہہ کر پکارتے۔(۱۱۸) اشعار بھی سنے، انہیں پسند بھی فرمایا، لبید کے درج ذیل ایک مصرعہ کو اصدق الکلمۃ کہا۔(۱۱۹)

الا کل شئی ما خلا اللہ باطل

و کل نعیم لا محالۃ زائل

رشتہ داروں سے حسن سلوک اور ہمسایوں کا خیال آپ ﷺ کی تعلیمات کا اہم حصہ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"جس کو یہ پسند ہو کہ اس کے رزق میں وسعت اور اس کی عمر میں برکت ہو اسے صلہ رحمی کرنی چاہئے۔"(۱۲۰)

"انسؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک وہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہی کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے"(۱۲۱) "ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا وہ شخص مومن نہیں، سوال کرنے پر آپ ﷺ نے جواب دیا وہ جس کی شرارتوں سے اس کا ہمسایہ محفوظ نہیں"(۱۲۲)

"جابر بن سمرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ والد نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے بہتر عطیہ نہیں دیا۔"(۱۲۳)

اسی طرح آنجناب ﷺ کو غیبت، فحش گوئی، عیب چینی، حسد، بغض اور لوگوں کے درمیان عداوت پیدا کرنے سے شدید نفرت تھی۔(۱۲۴) عبداللہ بن ابی۔(۱۲۵) کے سلسلہ میں مروت کا جو طریقہ آپ ﷺ نے اختیار فرمایا تھا وہ ایک مستقل نمونہ ہے۔ سماجی زندگی میں دو چیزیں بہت اہمیت رکھتی ہیں۔ ایک ایفائے عہد حسن سلوک دوسرے عفو درگزر۔ حضور ﷺ کی زندگی میں یہ دونوں خصوصیات بہت ابھری ہوئی ہیں۔ حمزہؓ۔(۱۲۶) کے قاتل وحشی اور ابوسفیان کی بیوی۔(۱۲۷) مکہ والوں کو

"لاتثریب علیکم الیوم" فرمانا معاشرتی اور سیاسی زندگی میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح کے بے شمار واقعات ہیں جو آنجناب ﷺ کی زندگی کے اس پہلو کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ ہمارے لئے حضور ﷺ کی سیرت میں فکر و عمل کے بے مثال نمونے ہیں۔ بالخصوص بین المذاہب، عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کے حوالے سے اسلامی نقطہ نظر سے تمام اخلاق کی بنیاد رضائے الٰہی کا حصول ہے اس لئے خلق خدا کیلئے ہمدردی و خیر خواہی تمام اعمال کی محرک ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے: "تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔" (۱۲۸)

خلق خدا کے لئے محبت و شفقت ہر مومن سے مطلوب ہے۔ حضور اکرم ﷺ سے مروی احادیث میں لوگوں کے ساتھ نرم روی کو خصوصی اہمیت دی گئی۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔" (۱۲۹) نفع بخشی وفیض رسانی اولین خلق ہے جس کے لئے حضور ﷺ نے توجہ دلائی، آپ نے فرمایا: "لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے۔" (۱۳۰)

یہ نفع بخشی بغیر کسی ذاتی غرض و مصلحت کے ہے۔ رشتہ داروں، عام ضرورت مندوں، عام انسانوں حتیٰ کہ جانوروں سے حسن سلوک پسندیدہ رویہ ہے۔ بدسلوکی اور ضرر رسانی ناپسندیدہ رویہ ہے آنحضور ﷺ سے مروی ہے۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن رتبے کے لحاظ سے بدترین انسان وہ ہوگا جس کے شر کے ڈر سے لوگ اسے چھوڑ دیں۔" (۱۳۱)

۔ اسی طرح آنحضور ﷺ سے مروی بعض احادیث میں اچھی بات اور اچھا عمل پسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور اگر انسان کو اس پر قدرت نہ ہو تو برائی کرنے اور ضرور پہنچانے سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث میں حکمت نبوی ﷺ کا ابلاغ ملاحظہ فرمائیں۔

"جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اچھی بات کہنی چاہئے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔" (۱۳۲) "ہر اچھی بات صدقہ ہے۔" (۱۳۳)

ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ لوگوں نے کہا اگر وہ نہیں کر سکتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے ہاتھوں کی محنت کرنی چاہئے۔ اپنے آپ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ انہوں نے کہا اگر وہ نہ کر سکے یا نہ کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: وہ صاحب حاجت کی اعانت کرے۔ کہا گیا اگر وہ نہ کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ بھلائی یا معروف کا حکم دے۔ حاضرین نے کہا کہ اگر وہ نہ کرے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ برائی کرنے سے رک جائے یہی اس کا صدقہ ہے۔ (۱۳۴)

ہمدردی وخیر خواہی کا یہ بنیادی اخلاقی اصول صرف انسانوں تک محدود نہیں یہ جانوروں اور ماحول تک کو محیط ہے۔
ایک مومن جانوروں کے ساتھ بھی نرم رویہ اختیار کرتا ہے اور درختوں اور سبزہ زمین اور فضا کو بھی محفوظ کرتا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ''رحمۃ الناس بالبھائم'' یعنی انسانوں اور جانوروں کے ساتھ مہربانی کا سلوک، اس باب میں انہوں نے مختلف احادیث درج کی ہیں۔ ہم صرف دو نقل کر رہے ہیں جن سے واضح ہوگا کہ آپ ﷺ کے نزدیک تمام مخلوق سے حسن تعلق کتنا اہم ہے ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا:

''ایک شخص راستے میں جارہا تھا کہ اس پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اسے کنواں معلوم ہوا تو وہ اس میں اترا اور پانی پیا، پھر وہ نکلا تو اسے ایک کتا نظر آیا جو پیاس سے ہانپ رہا اور مٹی کھا رہا تھا۔ اس شخص نے کہا اسے بھی پیاس لگی ہے جس طرح مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور منہ میں اٹھایا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول ﷺ حیوانوں کی خدمت میں بھی اجر ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر زندگی والے کی خدمت میں اجر ہے۔'' (۱۳۵)

''کوئی مسلمان جب کوئی درخت یا پودا لگاتا ہے اور اس سے کوئی انسان یا چوپایہ کھاتا ہے تو یہ اس کی جانب سے صدقہ ہوگا۔'' (۱۳۶)

ایک مومن اپنے ماحول کیلئے رحمت ہے۔ وہ انسانوں اور حیوانوں کیلئے نفع بخش ہے۔ اس سے ماحول کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور یہ سب کچھ محض اللہ کے لئے بغیر کسی ذاتی غرض کے ہوتا ہے۔ مومن اپنے حسن خلق اور ہمدرانہ رویہ کی وجہ سے معاشرت اور ماحول کیلئے سراپا تا رحمت ہوتا ہے۔ اس کی بات، اس کا عمل اور اس کا رویہ رحمت، محبت اور خیر خواہی کا ہوتا ہے۔ (۱۳۷)

اب ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم محبت رحمت اور خیر خواہی کا جذبہ عالمی سطح تک پھیلائیں اور بین الاقوام و بین المذاہب، عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کے لئے اسوۂ حسنہ کی روشنی میں عملی کردار ادا کریں۔

محبت کے یوں جس نے دریا بہائے
دل ان کا بھی چھینا جو سر لینے آئے
یہ بندہ نوازی کے جو ہر دکھائے
کہ جو کھائے اور جواہر لٹائے
خوشی اپنے غیروں کے غم میں بھلادی
دیا درد جس نے اسے بھی دوا دی

عہد صدیقیؓ کی بین المذاہب اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عفت، پارسائی، رحمدلی، راست بازی، دیانتداری، معاملہ فہمی، روشن خیالی، اعتدال پسندی، عجز، تواضع، زاہد و تقویٰ کی بدولت بارگاہِ رسول اور محرم اسرار نبوت بن گئے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی اپنے رسول کے اسوۂ کے مطابق ہی گزاری۔ (۱۳۸) آپ ﷺ کے عہد خلافت میں مجرموں کے ساتھ بڑی نرمی اور رحمدلی سے پیش آتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی وصال کے بعد اشعث بن قیس نے بھی اور جھوٹے مدعیان نبوت کی طرح نبی ہونے کا دعویٰ کیا، وہ جب گرفتار ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کیئے گئے تو انہوں نے توبہ کی، آپ ﷺ نے انہیں معاف کر دیا۔ (۱۳۹) اسی طرح طلیحہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا۔ لیکن جب حضرت ابوبکرؓ کے پاس معذرت لکھ بھیجی تو ان کا دل آئینہ کی طرف صاف ہو گیا اور ان کو مدینہ واپس آنے کی اجازت دے دی۔ (۱۴۰) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب شام کی مہم پر لشکر روانہ کیا تو امیر لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا: "تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف کر دیا، ان کو چھوڑ دینا، میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، کسی عورت بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکری اور اونٹ کھانے کے سوا بیکار نہ ذبح کرنا نخلستان نہ جلانا، مال غنیمت میں غبن نہ کرنا اور بزدل نہ ہو جانا۔ (۱۴۱)

عہد فاروقی میں بین المذاہب اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی

عہد فاروقی کا نظم و نسق اگرچہ بہت سخت تھا۔ لیکن ممالک مفتوحہ کے غیر مسلم باشندوں کیلئے ان کا دل بہت نرم تھا ان سے ہر طرح کا فیاضانہ، شریفانہ اور روادارانہ برتاؤ کیا، ان کے زمانے میں حضرت ابوعبیدہؓ کی سپہ سالاری میں شام فتح ہوا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے وہاں کے لوگوں سے معاہدہ کیا کہ ان کے گرجے اور خانقاہیں محفوظ رہیں گی، ان کو اپنے تہوار میں جھنڈے کے بغیر صلیب نکالنے کی اجازت ہوگی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اس معاہدے کے بعد لکھ بھیجا کہ مسلمان ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں، نہ ان کو نقصان پہنچائیں نہ ان کا مال بے وجہ غصب کریں اور جتنی شرطیں ہوں ان کو پورا کیا جائے۔ (۱۴۲)

عہد فاروقی میں مصر کی فتح کے موقع پر حضرت عمر عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑائیوں کی تلخیاں دل سے بھلا دیں، جب وہاں کے عیسائیوں نے ان کو اپنے ہاں مدعو کیا تو آپ نے اپنے ہمرائیوں کے ساتھ دعوت میں شریک ہوئے اور پھر ان کو اپنے ہاں جوابی دعوت میں مدعو کیا۔ (۱۴۳)

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سے گزر رہے تھے ایک بوڑھے اندھے سائل کو بھیک مانگتے

دیکھا تو اس سے پوچھا تو کس مذہب کے پیرو ہو، اس نے جواب دیا، یہودی ہوں پھر پوچھا بھیک کیوں مانگتے ہو، وہ بولا بوڑھا ہو کر محتاج ہو گیا ہوں، جزیہ کی رقم بھی ادا کرنی پڑتی ہے۔ حضرت عمرؓ اس کو اپنے گھر لے گئے اور گھر سے لا کر کچھ دیا، پھر بیت المال کے خازن کو بلا کر حکم دیا کہ اس کا اور اس طرح کے اور مجبور لوگو کا خیال رکھو یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ ایسے لوگوں سے جوانی میں تو جزیہ وصول کر کے فائدہ اٹھایا جائے اور بوڑھے ہوں تو ان کو بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد اس یہودی اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کا جزیہ معاف کر دیا۔ (۱۴۴) حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیدنا حضرت علی مرتضیٰ اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرامؓ اسلاف کے کارنامے اتحاد یگانگت وہم آہنگی سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں، مگر بدقسمتی ہے کہ جو مسلمان علم سے دور اپنے اسلاف کی میراث سے نا آشنا تنگ نظری کی طرف گامزن ہے جس سے خود بھی نقصان اٹھا رہا ہے اور غیر مسلموں کا داخلہ حلقہ اسلام میں بند کرنے کا سبب بن رہا ہے۔

حاصل کلام

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی انتہائی ضروری ہے اور بڑی اہمیت کی حامل ہے اور یہ عین اسلامی تعلیمات اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق ہے۔ ابھی حال ہی میں ہمارے ملک میں زلزلے کی جو قدرتی آفت آئی تو پوری عالمی برادری جس میں ہر مذہب کے ماننے والے لوگ تھے ہماری مدد کے لئے اُمڈ آئے اور یہ سب صُرف اسی لئے تھا کہ ہماری خارجہ پالیسی عالمی اتحاد دوہم آہنگی کے عین مطابق ہے۔

یہ تاریخی حقیقت بھی ہمارے سامنے ہے کہ اسلام امن وسلامتی کا داعی، اتحاد ویگانگت اور احترام انسانیت کا سب سے عظیم علمبردار ہے، اسلام نے دنیا کو امن وسلامتی، اتحاد ویگانگت اور احترام انسانیت کا درس دیا، اس نے پر امن بقائے باہمی کے لئے بلاتفریق مذہب وملت، لکم دینکم ولی دین (۱۴۵) کا نظریہ عطا کر کے غیر جانبداری، بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت وہم آہنگی کا فلسفہ عطا کیا، اس لئے ہمیں آج ہمیں دنیا کی ہر حکومت، ہر ملک اور ان کے باشندوں کے ساتھ احترام اور جذبہ ترحم کے ساتھ ملتا ہے، علامہ شبلی نعمانی کیا خوب لکھتے ہیں: ''انسان کے ذخیرہ اخلاق میں سب سے زیادہ کم یاب، نادر الوجود شئے دشمنوں پر رحم اور ان سے عفوودرگزر ہے، لیکن حامل وحی نبوت، کی ذات اقدس میں یہ اتنی فراواں آپ ﷺ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ (۱۴۶) آپ ﷺ نے صلح حدیبیہ اور میثاق مدینہ کے ذریعے اپنے غیر مذہبوں کے ساتھ، اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کر کے عملی طور پر دکھایا اور قرآن مجید کی رہنمائی کے ذریعے آپ کو ہر قسم کے مذہبی تعصب سے منہ موڑنے کی ہدایات عظمیٰ بھی اس موقف کی ٹھوس دلیلیں ہیں۔ (۱۴۷) اسی طرح سورۂ آل عمران میں بھی ہمیں یہ سبق ملتا ہے۔ (۱۴۸) یہی سبق ہمیں سورۃ النساء میں بھی دیا گیا۔ (۱۴۹)

دنیا کے تمام انسان ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں، ان کا خالق بھی ایک ہی ہے، اس کے نسلی یا ملکی اختلافات کی کوئی حیثیت نہیں، تمام انسان بحیثیت انسان برابر ہیں، ہمیں سب کے ساتھ اتحاد، رواداری اور ہم آہنگی پیدا کرنی ہے، رنگ ونسل وزبان کا فرق باہمی تعارف کیلئے ہے، (۱۵۰) قرآن خصوصیت کے ساتھ مسلمانوں اور اہل کتاب کو قریب آنے کی دعوت دیتا ہے۔ ان کے ساتھ اتحاد وہم آہنگی قائم کرنے کا حکم دیتا ہے، اور تمام آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے، انہیں برحق بتاتا ہے اور تمام انبیا اور کتب پر ایمان لانا تکمیل ایمان کے لئے ضروری قرار دیتا ہے۔ (۱۵۱) گر کفار کی صلح کی طرف جھکیں تو قرآن کریم ہمیں ان سے صلح واتحاد قائم کرنے کا حکم دیتا ہے اور کہتا ہے کہ صلح رکھو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ (۱۵۲) مغرب کو یہ باور کرایا جائے کہ اگر مسلمان مذہبی ہوں گے تو اتحاد وہم آہنگی برقرار رکھنے میں آسانی ہوگی، بقول علامہ قرضاوی: ''مغرب کے لئے بہتر یہی ہے کہ مسلمان مذہبی ہوں، اپنے مذہب سے مخلص ہوں اور اچھے اخلاق والے بننے کی کوشش کریں۔ (۱۵۳) وحدت انسانی کے تصور کو بین المذاہب اور عالمی سطح پر اجاگر کیا جائے اور اس سلسلے میں اسلامی تعلیمات عام کرنے کی ضرورت ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''اے اللہ کے بندو آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ'' (۱۵۴) تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ (۱۵۵) ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم بین الاقوامی تقاضوں اور ضرورتوں کو محسوس کریں، ہم کو اپنے رویئے سے دوسروں کو اپنے سے محبت کرنے والا بنانا ہے، اپنا اتحادی بنانا، ہم آہنگی پیدا کرنی ہے، اپنے نوجوانوں کو اعلیٰ انسانی قدریں اور تکریم انسانیت سکھانی ہے، ولقد کرمنا بنی آدم (۵٦) ''تحقیق ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی ہے۔'' دوسروں کے نقطہ نظر کو ہم نے سمجھنا ہے، اور یہ دیکھنا ہے کہ اقوام عالم ہمیں کس زاویئے سے دیکھتی ہیں، اپنے معاشرے کے بارے میں اقوام عالم کی سوچ میں مثبت تبدیلی لا کر ان کو اپنا ہمنوا اور معاون بنانا ہے، بین الاقوامی سطح پر جو عدم اعتماد کی فضا ہے اسے ختم کرنا ہے اور عالمی سطح پر جو پروپیگنڈہ مہم ہے اور ایک بے یقینی اور عدم اعتماد کی فضا قائم ہے سیرۃ طیبہ کی روشنی میں اس کو ختم کرنا ہے، اسی میں ہماری فلاح ونجات مضمر ہے۔

مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم

تجاویز

اگر ہم ان تجاویز پر عمل کریں تو بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی نہ صرف پیدا کرنے میں کامیاب ہوں گے، بلکہ ہمارے ملک کا اور عالم اسلام کا وقار و مستقبل محفوظ ہوگا اور یہ اشاعت اسلام کا ذریعہ بنے گا۔

۱۔ سب سے پہلے ہم اپنی پس ماندگی، انتشار واضطراب، باہمی عداوت و دشمنی، بے بسی و کسل مندی و بے پروائی و بربادی کی جس صورتحال دوچار ہیں ان پر قابو پائیں، کیونکہ یہ سنت الٰہی ہے، کہ منظم مملکت کے مقابلے میں پراگندہ حال لوگ بے حیثیت ہو جاتے ہیں۔

۲۔ انسانی حقوق کے لئے ایک واضح پالیسی مرتب کریں اور لوگوں کی تربیت کا ایسا جامع نظام مرتب کریں جس میں اصلاً باہمی نصیحت و خیر خواہی اور فریضہ **امر بالمعروف و نہی عن المنکر** کی روح کارفرما ہو۔

۳۔ اپنے سفارت کاروں کی ایسی تربیت کی جائے کہ بیرون ملک سفارت خانوں کا ہر فرد ایک خاص جذبے اور مشن سے مصلح ہو اور وہ اپنے مملکت کی ایسی ترجمانی کرے جس سے باہمی اعتماد و اتحاد و یگانگت کی فضا قائم ہو، جس سے دوسرے ممالک کے لوگ نہ صرف مطمئن ہوں، بلکہ ہمارے ملک میں سرمایہ کاری بھی کریں۔

۴۔ حقیقی اسلامی تعلیمات کو غیر ملکی زبانوں میں عام کیا جائے۔ مسلم امہ کی بھلائی اور نفع رسانی کے جتنے بھی اقدامات ہیں ان پر ترجیحی بنیادوں پر عمل کیا جائے۔

۵۔ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کی سطح تک نصاب میں ہم ایسے مضامین شامل کریں، جن سے طلبہ کی ذہن سازی ہو اور وہ اسلام کے تصور رواداری، تحمل و برداشت، بین الاقوامیت کے تصور، بین المذاہب ہم آہنگی، اہل کتاب کے ساتھ رویہ اور آپ ﷺ، خلفائے راشدین اور مسلم زعماء کے غیر مسلم حکومتوں سے معاہدات اور تعلقات کو جان سکیں۔

۶۔ آج عالمی سطح پر جو صورتحال پیدا ہو رہی ہے یا کی جا رہی ہے اس کو ہم سمجھنے کی کوشش کریں، ہم دنیا سے اب کٹ کر نہیں رہ سکتے، عالمی نقطہ نظر کو سمجھیں اور انتہائی اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی پالیسیاں مرتب کریں، عالمی سطح پر دوستی کا ماحول پیدا کریں اور قرآنی حکمت عملی اپنائیں کہ "اپنے رب کی طرف بلا حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ" (۱۵۷)

۷۔ فکر کے ساتھ اسلام کا احیا کرنا ہے کہ مغرب اور عالمی برادری اسلام کو امن و سلامتی، اتحاد و یگانگت اور معتدل مذہب کے طور پر سمجھیں، نہ کہ اسلام ایک مذہب کے طور پر مغرب میں خوف پیدا کرے اور ان کو اسلام کے خلاف عالمی سطح پر پروپیگنڈ کرنے کا موقع ملے۔

۸۔ آپ ﷺ نے اہل کتاب اور دوسرے مذاہب کے ساتھ جو رویہ اپنایا اور انسانیت کے لئے جو نظام تشکیل دیا وہ ہر دور کے انسانوں کے لئے کافی ہے، کیونکہ اس کا اصل موجد اور شارع یعنی پیش کرنے والا خدا اللہ تعالیٰ ہے، اس لئے ہر حال میں اسوۂ حسنہ کی پیروی کی جائے۔

۹۔ عالمی برادری میں منفی پروپیگنڈے اور غلط فہمی کی بنیاد پر جو اسلام کے بارے میں عمومی تاثر قائم ہو رہا ہے اسے ہمیں اپنے

رویئے سے ختم کرنا ہے اور بین الاقوامی ضرورت و مانگ کے مطابق ایسے افراد تیار کریں، جو اقوام عالم کی ضرورت بن جائیں اور ان میں ہر فرد اتحاد و یگانگت کا داعی ہو اور اسوۂ حسنہ کا حامل ہو۔

۱۰۔ انتہائی تیز رفتاری سے بڑھتی ہوئی آبادی کو ہجوم بنانے سے کنٹرول کیا جائے، تعلیم کو مزید فروغ دیا جائے، انسانیت کی خدمت کا جذبہ ہر سطح پر عام کیا جائے، اساتذہ، طلبہ، علماء اور ہر طبقے کے افراد کو اس میدان میں سرگرم عمل کیا جائے۔

اگر ہم اخلاص کے ساتھ ان باتوں پر عمل کریں تو نہ صرف یہ کہ ہم بین الاقوامی برادری میں اپنے آپ کو منوالیں گے بلکہ عالمی سطح پر بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے اور اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جو پروپیگنڈ ہے اس کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور اسلام کی دعوت ہر ایک تک پہنچ سکے گی۔

ان ارید الا الا صلاح ما اسطعت وما توفیقی آلا با لله علیه تو کلت و الیه انیب ۔ (۱۵۸)

امن کے نغمے پھر اک بار سنائیں اختر　　　محفل دہر کو رشک گلستاں کر دیں

نوٹ : اس کے ساتھ حواشی و حوالہ جات کے دو صفحات منسلک ہیں۔

حواشی و حوالہ جات

۱۔ خالد علوی ڈاکٹر، انسان کامل، لاہور الفیصل پبلیشرز، ص ۵۰۷

۲۔ سید سلیمان ندوی، خطبات مدارس، لاہور، لاہور اکیڈمی، ص ۱۰۸

۳۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، دین رحمت، کراچی، مکتبہ عارفین، ص ۱۶

۴۔ ایضاً

۵۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا، ج ۱۹، ایڈیشن ۱۳، طبع ۱۹۲۹ء، ص ۱۰۳

۶۔ قاری سید حسین ڈاکٹر امام غزالی کا فلسفہ مذاہب و اخلاق، ق: ۱۸۱

۷۔ God or man, London 1934

۸۔ مفردات بذیل دین و شریعت

۹۔ القرآن سورۂ عمران، آیت ۱۹

۱۰۔ القرآن سورۂ التوبہ، آیت ۳۳

۱۱۔ القرآن سورۂ النصر، آیت ۲

۱۲۔ القرآن سورۂ القرآن سورۂ الروم، آیت ۳۰

۱۳۔ القرآن سورۂ المائدہ، آیت ۳

۱۴۔ الفقه الاکبر مع شرح ملا علی قاری ص: ۹۰

۱۵۔ الجرجانی الشریف علامہ کتاب التعریفات، ص:۷۳
۱۶۔ بخاری، بحوالہ معارف القرآن، مفتی محمد شفیع، کراچی ادارہ المعارف، ص ۸۷، ج ۲
۱۷۔ القرآن، سورۂ آل عمران، آیت ۶۴
۱۸۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ج ۲ ص ۸۸
۱۹۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، دین رحمت، کراچی، مکتبہ عارفین ص ۱۵
۲۰۔ سید اسعد گیلانی، رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب، لاہور، ادارۃ ترجمان القرآن، ص ۳۶۳
۲۱۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا، اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات، لاہور ۱۹۹۰ء، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ص ۲۹
۲۲۔ القرآن سورۂ الانبیاء، آیت ۱۰۲
۲۳۔ القرآن سورۂ سبا، آیت ۲۸
۲۴۔ القرآن سورۂ اعراف، آیت ۱۵۸
۲۵۔ القرآن سورۂ الفرقان، آیت ۱
۲۶۔ القرآن سورۂ حجرات، آیت ۱۳
۲۷۔ ابوداؤد، سلیمان بن الشعث، السنن کراچی، المطابع ۲/۳۴۳
۲۸۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات بحولہ سابقہ ص ۳۳
۲۹۔ ترمذی، الجامع، ج ۲، باب البر والصلۃ
۳۰۔ الحدیث بحوالہ اسلامی ثقافت، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
۳۱۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی تصورات بحولہ سابق ص ۳۲
۳۲۔ القرآن سورۂ انساء، آیت ۱
۳۳۔ القرآن سورۂ، آیت ۲۲
۳۴۔ شیخ سعدی، بحوالہ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی تصورات ص ۳۴
۳۵۔ القرآن سورۂ آل عمران، آیت ۱۹۱
۳۶۔ القرآن سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۰
۳۷۔ طبرانی وبیهقی، خطیب التبریزی، محمد بن عبدالله، مشکوٰة المصابیح، دمشق، المکتب الاسلامی، ۱۹۶۱، ۲/۶۱۳
۳۸۔ ترمذی محمد بن عیسیٰ الجامع الصحیح، ابواب البر والصلة باب ماجاء فی الحسد، ۴/۳۲۴
۳۹۔ ابوداود کتاب الادب باب الرحمة، ۵/۲۳۱، ترمذی، کتاب البر، باب ماجاء، فی رحمة المسلمین، ۴/۳۲۴
۴۰۔ بخاری کتاب التوحید، ۸:۱۶۵
۴۱۔ مسند احمد بن حنبل، ج ۳، ص ۲۷۲
۴۲۔ الحدیث

۴۳۔ ترمذی ابواب الزہد
۴۴۔ القرآن سورۂ نحل، آیت ۹۰
۴۵۔ القرآن سورۂ قصص، آیت ۷۷
۴۶۔ ترمذی، باب ماجاء فی حسن الخلق
۴۷۔ مسلم کتاب البر والصلۃ والاداب فضل عیادۃ المریض
۴۸۔ القرآن سورۂ بقرۃ، آیت ۱۱۳
۴۹۔ شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، الفیصل اردو بازار، لاہور ۱۹۹۱، ج ۴، ص ۳۱۱
۵۰۔ شاہ معین الدین ندوی، دین رحمت، کراچی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷، ص ۱۸۲
۵۱۔ القرآن سورۂ روم، آیت ۴۷
۵۲۔ القرآن سورۂ یونس، آیت ۴۷
۵۳۔ القرآن سورۂ رعد، آیت ۷
۵۴۔ القرآن سورۂ بقرہ، آیت ۲۸۵
۵۵۔ القرآن سورۂ النساء، آیت ۱۳۶
۵۶۔ القرآن سورۂ المومن، آیت ۷۸
۵۷۔ القرآن سورۂ نحل، آیت ۳۶
۵۸۔ القرآن سورۂ انبیاء، آیت ۲۵
۵۹۔ شاہ معین الدین احمد ندوی، دین رحمت، کراچی، مکتبہ عارفین، ص ۱۴۸
۶۰۔ القرآن سورۂ بقرہ، آیت ۲۵۶
۶۱۔ القرآن سورۂ کہف، آیت ۲۹
۶۲۔ القرآن سورۂ سورۂ نحل، آیت ۱۲۵
۶۳۔ القرآن سورۂ انعام، آیت ۱۰۸
۶۴۔ القرآن سورۂ مائدہ، آیت ۸۴
۶۵۔ القرآن سورۂ المائدہ، آیت ۴۲
۶۶۔ القرآن سورۂ عنکبوت، آیت ۶
۶۷۔ القرآن سورۂ مائدہ آیت ۵
۶۸۔ شرح شفا خفاجی ج ۲، ص ۱۰۰
۶۹۔ زاد المعاد، ج ۱، ص ۳۵
۷۰۔ القرآن سورۂ مائدہ، آیت ۲
۷۱۔ القرآن سورۂ مائدہ، آیت ۸
۷۲۔ القرآن سورۂ انفال، آیت ۶۲

۷۳۔ القرآن سورۂ توبہ، آیت ۱۰
۷۴۔ القرآن سورۂ توبہ، آیت ۴
۷۵۔ القرآن سورۂ توبہ، آیت ۷
۷۶۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، السنن، قاھرہ، ۱۹۵۳ء، مطبع مصطفیٰ ابن ابی الحلسنی، ۸۹۶/۲
۷۷۔ طبری ج، ص ۲۲۳۱
۷۸۔ موطا امام مالک، باب الوفا، بالا مان
۷۹۔ طبری، ج ۴، ص ۲۲۳۱
۸۰۔ ترمذی، ابوداؤد
۸۱۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی رسول اکرم ﷺ اور رواداری، کراچی، فضلی سنز، ۹۸، ص ۵۷
۸۲۔ ایضاً، مذہبی رواداری، ص ۵۸
۸۳۔ برکات احمد، رسول اکرم ﷺ اور یہود و حجاز، (مترجم ڈاکٹر مشیر الحق ندوی) مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۸۹، ص ۸۲
۸۴۔ حسین ہیکل، حیاۃ محمد ﷺ (عربی مطبعۃ النھضۃ العصریۃ، القاھرۃ، ۱۹۴۷ء، ص ۲۲۷
۸۵۔ حامد الانصاری، اسلام کا نظام حکومت، مکتبہ عالیہ لاہور، ۱۹۸۷ء، ص ۶۲۴
۸۶۔ ڈاکٹر طاہر القادری، میثاق مدینہ، دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور، لاہور، منہاج القرآن، ۱۹۹۸ء، ص ۴۳
۸۷۔ ایضاً، میثاق مدینہ، ص ۴۳
۸۸۔ ایضاً، میثاق مدینہ، ص ۵۰
۸۹۔ ڈاکٹر محمد طاہر القادری، دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور، لاہور، منہاج القرآن، ۱۹۹۸ء، ص ۵۳، ۵۴
۹۰۔ ایضاً ص ۱۰۹
۹۱۔ البلاذری، فتوح البلدان، دار النشر القاہرہ، ۱۹۵۷ء، ص ۴۷
۹۲۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، رسول اکرم ﷺ اور رواداری، کراچی فضلی سنز، ۹۸ء، ص ۶۱
۹۳۔ امیر علی، روح اسلام، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۹۲ء، ص ۱۷۹۔۱۸۰
۹۴۔ Gibbon, Edward/ The decline and Fall of the Roman Empire, Everymans edition. Vol-v,P-269,270
۹۵۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی، رسول اکرم اور رواداری، کراچی فضلی سنز، ۹۸، ص ۶۳
۹۶۔ J.J Sauders/ A History of Medieval Islam. London, 1965, P-34, 35
۹۷۔ محمد ثانی تجلیات سیرت، فضلی سنز، ۱۹۹۶ء، ص ۲۳
۹۸۔ نثار احمد، مطالعہ سیرت اور مستشرقین، مقالہ مطبوعہ اسلام اور مستشرقین، مرتب، سید صباح الدین عبد الرحمٰن، دار المصنفین اعظم گڑھ انڈیا ۱۹۷۶ء، ۶۰/۳
۹۹۔ ظفر علی قریشی، شان رسالت ﷺ میں گستاخی کی بحث کا تنقیدی جائزہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سرگودھا، ۱۹۹۵ء، ص ۳۹
۱۰۰۔ ایضاً ص ۴۰، Watt, W. Montgomery/ Muhammadat Mecca, Oxford. 1953, P52

۱۰۱۔ Scott. S.P/ History of Moorish empire in Europe, Philadelphia, 1904, P-58,59

۱۰۲۔ محمد سلیمان منصور پوری، رحمۃ للعالمین ﷺ، دارالاشاعت کراچی، ۱۴۱۱ھ، ۱۲۹/۱

۱۰۳۔ سوامی لکشمی پرشاد، عرب کا چاند، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، ص ۳۵۴، طبع پنجم

۱۰۴۔ ڈاکٹر خالد علوی، انسانِ کامل، لاہور، الفیصل، ص ۵۱۰

۱۰۵۔ نعیم صدیقی محسن انسانیت، لاہور، اسلامک پبلشرز، ص ۱۱۰

۱۰۶۔ مشکوۃ، کتاب الاداب، باب السلام، ۵۴۲/۲

۱۰۷۔ ترمذی، کتاب الاستیذان، باب ماجاء فی التسلیم علی الصبیان، ۵۷/۵، ابن ماجہ کتاب الادب، باب السلام علی الصبیان، ۱۲۰۹/۲

۱۰۸۔ مسلم، کتاب الفضائل، باب رحمتہ ﷺ للصبیان، ۷۶/۷، ۷۷، ابن ماجہ، کتاب الادب، باب برالوالد والاحسان، ۱۲۰۹/۲

۱۰۹۔ مسلم، کتاب المساجد، باب فضل الجلوس فی مصلاہ بعد الصبح وفضل المساجد، ۱۳۲/۲، ۱۳۳

۱۱۰۔ حضرت ابن عمرؓ کا طرزِ عمل اس کی شہادت ہے، فتح الباری، کتاب الا سیتذان، باب افشاء السلام، ۱۶/۱۱

۱۱۱۔ ترمذی، کتاب المناقب، باب بشاشۃ النبی، ۶۰۱/۵

۱۱۲۔ ترمذی، کتاب البر، باب ماجاء فی طلاقۃ الوجہ، ۳۴۷/۴

۱۱۳۔ بخاری، کتاب الایمان، ۱۵/۱

۱۱۴۔ بخاری، کتاب المغازی، حدیث کعب بن مالک ۱۰۳/۵

۱۱۵۔ بخاری، کتاب النفقات، باب نفقۃ المعسر علی اھلہ، ۱۹۴/۶

۱۱۶۔ بخاری، کتاب المرضی، باب وجوب عیادۃ المریض، ۵/۷، ۶/۷

۱۱۷۔ بخاری، کتاب المرضی، باب عیادۃ الاعراب، ۶/۷

۱۱۸۔ ترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب لانس، ۶۸۱/۵

۱۱۹۔ مسلم، کتاب الشعر، ۴۹/۷، ابن ماجہ، کتاب الادب، باب الشعر، ۱۲۳۹/۲

۱۲۰۔ بخاری، کتاب الادب، باب من سطلہ فی الرزق بصلۃ الرحم، ۷۲/۷

۱۲۱۔ مسلم، کتاب الایمان، باب بیان تفاضل الایمان، ۴۹/۱

۱۲۲۔ ایضاً

۱۲۳۔ ترمذی، کتاب البر، باب ماجاء فی ادب الولد، ۳۳۸/۴

۱۲۴۔ بخاری، کتاب الادب، باب ما نھی عن التحاسد، ۸۸/۷

۱۲۵۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من الصلوۃ علی المنافقین، ۱۰۰/۳، باب الکفن فی القمیص الذی، ۷۶/۲

۱۲۶۔ بخاری، کتاب المغازی، باب قتل حمزۃ، ۳۶/۵

۱۲۷۔ بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر ھند بنت عتبہ، ۲۳۲/۴

۱۲۸۔ مشکوۃ کتاب الادب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق، ۶۱۳/۲

۱۲۹۔ بخاری، کتاب الدب، باب الرفق فی الامر کلہ، ۸۰/۷

۱۳۰۔ کنز، کتاب المواعظ، ۱۲۸/۱۶

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت

(تعلیماتِ اسلام اور اسوۂ رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں)

ڈاکٹر محمد عامر طاسین۔ کراچی

☆ مذاہب کی حقیقت

خدا کون ہے؟ انسان کیا ہے؟ ایمان اور مذہب ضروری ہے؟ تمام سولات ایسے ہیں جن کو جاننے کے لئے انسان شروع سے جدوجہد کرتا رہا ہے۔ انسان ماضی سے لے کر اب تک مذہبی تھا اور کسی نہ کسی عقیدہ کا معتقد بھی، مختلف وقتوں اور زمانوں میں الٰہی ذات کا ظہور انسان کے لئے ہوتا آیا ہے جسے وہ اپنی بصیرت سمجھ کر اور ماحول کے مطابق نام دینے اور عمل میں لانے لگا۔ یہ ہی دیدنی قوت کبھی بھگوان، کبھی یہواہ کبھی رب اور کبھی خدا کے نام میں زبان عام ہوتی رہی۔

یعنی اصل سچائی وحقیقت تو ایک ہے مگر روپ اور نام ہزاروں، پھر بھی انسان اس حقیقت کو سمجھنے سے قاصر رہا اور دوسرے عقائد وایمان کے لوگوں کو حیرت کی نگاہ سے دیکھنے لگا اسی سوچ نے انسانی رویہ اور عمل میں بگاڑ پیدا کر دیا جس کے باعث انسان کے باہمی تعلقات اور مکالمہ متاثر ہونے لگے۔ زندگی کا توازن، امن وسکون تباہ ہوگیا۔ یہ فقدان انسانی زندگی کیلئے خطرہ ثابت ہونے لگا۔ اس صورتحال نے انسان کو مزید اپنی گرفت میں لینے کے ساتھ ہی اسے امن دشمن طاقتوں کے زمرے میں شامل کر دیا۔ وہ کائنات، فطرت کے نظم وضبط میں ہم آہنگی اور ربط کے بجائے ہلچل پیدا کرنے کا موجب بنا۔ دوسروں کے لئے خیر سگالی اور محبت کے جذبات سے عاری اور ان کا دشمن بنتا چلا گیا اور جب اس کوشش نے خود اس کی اپنی ذات کو نقصان پہنچایا تو اسے محبت امن وآشتی اور تعلقات ومکالمہ کی ضرورت محسوس ہونے لگی۔ اس ضرورت نے اسے کائنات اور اپنے علاوہ دوسرے لوگوں کے عقیدہ کی طرف غور وخوض کے کرنے پر مجبور کر دیا۔ امن کی تلاش صرف آج کے انسان کی خواہش نہیں بلکہ صدیوں پہلے بھی انسان اس کشمکش سے دوچار ہوا اور امن وسلامتی کی خواہش کے لئے اپنے زندگیوں کا نذرانہ پیش کرتا چلا آیا ہے تاکہ بحالی امن کے ساتھ ساتھ ایمان واظہار کی آزادی بھی ملے۔ سماجی، ثقافتی خوشحالی آئے اور انسانی معاشروں میں باہمی میل ملاپ مذہبی آزادی، عزت واحترام اور محبت پروان چڑھے۔

اگرچہ "مذاہب اور ان کے بانیوں نے دنیا کی تاریخ میں زبردست حصہ لیا ہے۔ اس لئے تاریخ عالم کا جائزہ لیتے

وقت ہم انہیں نظر انداز نہیں کر سکتے۔اس میں شک نہیں کہ ان مذاہب کے بانی دنیا کی بزرگ ترین اور مقدس ترین ہستیوں میں گزرے ہیں لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ آگے چل کر اُن کے پیرؤوں کو اُن صفات سے دور کا بھی تعلق نہیں رہا۔اکثر تاریخ میں ہم نے دیکھا ہے کہ وہ مذہب جو لوگوں کو ابھارنے اور انہیں بہتر اور بلند کرنے کے لئے آیا تھا۔اتنا گر گیا کہ اس کے پیرکار وحشی جانوروں کی سی حرکتیں کرنے لگے۔لوگوں پر روشنی کے دروازے کھولنے کی بجائے اس نے اکثر انہیں تاریکی میں رکھنے کی کوشش کی۔اُن کے ذہن میں وسعت پیدا کرنے کے بجائے اس نے اکثر انہیں تنگ خیال اور متعصب بنادیا۔مذہب کی بدولت بہت سے بلند اور اعلیٰ کارنامے انجام پائے ہیں۔اور مذہب ہی کے نام پر ہزاروں اور لاکھوں انسانوں کا خون بہایا گیا ہے اور طرح طرح کے جرائم کا ارتکاب کیا گیا ہے"۔(۱)

اگر بنظر غور جائزہ لیا جائے تو دنیا کے تمام مذاہب کی بنیادی سچائیاں ایک ہیں ہر ایک نے بنیادی انسانی اخلاقیات کی طرف دعوت دی ہے۔دنیا میں جتنے بھی تمدن وجود میں آئے اور جس قدر نظریاتی اور فکری ادارے وجود میں آئے اور جو بھی شریعتیں آئیں،اُن تمام کے پیش نظر انسانیت کو سنوارنا اور اس کے اخلاقیات کو درست کرنا تھا۔اس سلسلے میں اسلام،عیسائیت اور یہودیت کی تعلیمات تو واضح ہیں۔لیکن اگر چینی فلسفہ اخلاق،ہندوؤں کے مذہبی افکار و تصورات،ایرانیوں کی فکر اور نظام حیاتِ یونانیوں کی حکمت و قانون اور قدیم مصریوں کے مذہب،ایرانی حکماء کے اقوال،افلاطون کے افکار،قدیم مصریوں کا مذہبی صحیفہ 'کتاب الموتیٰ کے ارشادات،ہندوؤں کے ویدوں اور گیتا کا پُر حکمت کلام سب کے سب بنیادی انسانی اعلیٰ اخلاقی اقدار کی تعلیمات پر مبنی تھے۔ہر ایک کا طریقہ اور الفاظ مختلف تھے لیکن سب کا مقصود ایک ہی تھا۔یہ حقیقت تو واضح ہو چکی کہ مذاہب انسانیت کیلئے محبت،امن،ہدایت کا پیغام لے کر آئے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذاہب کی حقیقی روح کا فروغ معاشرے میں کس طرح سے ہو؟اس کیلئے ضروری ہے کہ مذاہب کی باہمی آویزشوں،چپقلشوں اور فرقہ وارانہ جنگ وجدل کو ختم کر کے رواداری اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی کا ماحول پیدا کیا جائے۔

☆ عصر حاضر میں بین المذاہب یگانگت وہم آہنگی کی اہمیت

عصر حاضر سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقیات کا دور ہے مادی ترقیات نے انسانی زندگیوں کو ان گنت تغیرات سے دوچار کر دیا ہے ایسے عالم میں مادیت پرستی نے غلبہ حاصل کرلیا ہے اب روحانی قدریں واخلاقیات مفقود ہوتی جارہی ہیں اخلاص،ہمدردی،سچائی اور دوسروں کی محبت کی سوچ دم توڑ رہی ہے نفسانفسی کا عالم ہے۔انسانی کا معیار دولت وثروت اور اختیارات تک محدود ہو کر رہ گیا ہے،انسان دولت وثروت ہوتے ہوئے بھی بے کل اور بے اطمینان نظر آتا ہے وہ سکون کی تلاش میں نہ جانے کیا کیا حربے استعمال کرتا ہے۔گناہوں عیاشیوں میں ڈوبنے کے باوجود اس کی روح بے چین اور بے کل

رہتی ہے۔اس طرح کی صورتحال خصوصاً ان ممالک اور اقوام میں زیادہ ہے جو ترقی یافتہ کہلاتے ہیں، تیسری دنیا جو غربت و افلاس اور طبقاتی استحصالی نظاموں میں جکڑی ہوئی ہے وہاں بھی یہی کیفیت ہے لیکن اس کے اسباب جدا ہیں۔اب مذاہب خصوصاً ادیان ثلاثہ اگر باہم مل جل کر کل انسانیت کو اس گرداب سے نہیں نکالیں گے تو اور کوئی اِس کا حل نہیں۔مذہب ہی وہ قوت ہے جو انسانوں کے دلوں کو اطمینان قلب کی دولت سے مالا مال کرسکتی ہے جو انسانوں کے اندر سے حرص، لالچ اور دوسروں کے استحصال کی سوچ ختم کرسکتی ہے مذہب روحوں کو تسکین مہیا کرسکتا ہے۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مذاہب آپس میں ہی دست وگریباں ہوکر معاشرے کی بقااور ارتقاء ارقاء کو جاری وساری رکھ سکتے ہیں؟ مگر ''موجودہ زمانہ میں مسلمانوں کے ایک طبقہ کے کٹڑ پن اور اس کی جنگ جو یانہ سرگرمیوں کی وجہ سے عام طور پر یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ اسلام دہشت گردی terrorism کا مذہب ہے۔اسلام اپنا مقصد جنگ اور تشدد کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتا ہے مگر یہ بات مکمل طور پر خلاف واقعہ ہے۔اسلام مسلمانوں کے کسی رویہ کا نام نہیں ہے اسلام ایک اصولی ملک کا نام ہے وہ کسی قوم کے قومی طرز عمل کا نام نہیں کہ مسلمانوں کے عمل کو اسلام سے جانچا جائے گا نہ کہ اسلام کو مسلمانوں کے عمل سے جانچا جانے لگے۔اگر کچھ مسلمان دہشت گردی کی روش اختیار کیے ہوئے ہیں تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہیں نہ کہ اسلام''۔(۲)

''پیغمبر اسلام ایک عظیم انقلاب لے آئے مگر یہ انقلاب امن کی قوت سے برپا کیا گیا نہ کہ جنگ کی قوت سے۔اگر کبھی آپ نے جنگ کی تو وہ مجبورانہ دفاع کے طور پر تھی نہ کہ آپ کی اپنی پسند اور آپ کے اپنے انتخاب کے تحت'' ''آج کل کی زبان میں اگر کہا جائے تو کہنا صحیح ہوگا کہ اسلام کا مقصد تخلیقی Creative انسان پیدا کرنا ہے۔اللہ پر ایمان آدمی کے اندر تخلیقی اوصاف کو جگادیتا ہے وہ ہر اعتبار سے ایک نیا انسان بن جاتا ہے اس کی سوچ عام سوچ سے اوپر اٹھ جاتی ہے اس کا کردار دوسرے لوگوں کے کردار سے بلند ہو جاتا ہے وہ زمین میں رہتے ہوئے ایک آسمانی انسان بن جاتا ہے وہ ظواہر میں جینے کے بجائے حقائق میں جینے لگتا ہے۔

جنگ اور تشدد کا طریقہ اسلام کے لئے مفید نہیں ہے جنگ باز آدمی تشدد کے ذریعہ اپنا مقصد حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس قسم کا طریقہ اسلام کے لئے بالکل اجنبی ہے کیوں کہ اسلام کا مقصد دل و دماغ کو بدلنا ہے اور دل و دماغ کو بدلنے کا کام تشدد کے ذریعہ کیا جانا ممکن نہیں دل و دماغ کو بدلنے کا کام نصیب Persuasion کے ذریعہ ہوتا ہے نہ کہ طاقت Force کے ذریعہ۔دوسری بات یہ ہے کہ اسلام ایک دعوتی عمل صرف پرامن حالات میں انجام دیا جاسکتا ہے جہاں تناؤ اور ٹکراؤ کا ماحول ہو وہاں دعوت وتبلیغ کا کام کرنا ممکن نہیں۔اس لئے اسلام چاہتا ہے کہ ہر قیمت پر انسانوں کے درمیان امن قائم رہے حتیٰ کہ امن کے قیام کے لیے اگر اہل اسلام کو یک طرفہ قربانی دینا پڑے تو یک طرفہ قربانی دے کر انہیں امن وامان کو

قائم کرنا چاہیئے۔" (۳)

عصر جدید میں جب کہ انسانوں کے باہمی تعلقات دن بدن بڑھ رہے ہیں اور مختلف اقوام کے روابط استوار ہو رہے ہیں لہٰذا اس تناظر میں مذاہب کے باہمی تعلقات کے حوالے سے ایسے اقدامات جن کی مدد سے آدمیوں اور قوموں کے مابین یگانگت اور محبت کو فروغ دینے کا باعث بنیں یہ وقت کا تقاضہ ہے۔ اس تناظر میں اسلامی تعلیمات اور اسوہ حسنہ ﷺ کی روشنی میں بین المذاہب عالمی یگانگت اور ہم آہنگی کے حوالے سے جائزہ پیش خدمت ہے۔

☆ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بین المذاہب یگانگت اور ہم آہنگی

انسانی تاریخ کے مطالعے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ معاشرے کے ارتقا میں ایک اہم مرحلہ وہ آیا جب انسانی دنیا بین الاقوامیت کی طرف بڑھ رہی تھی اور ذہن ارتقا کے اگلے مرحلوں کے لئے سرگرداں تھا۔ ریاستوں کی ہیئت تبدیل ہو رہی تھی تاریخ کا یہ نہایت اہم موڑ تھا۔ حضرت عیسیٰؑ سے تقریباً دو ہزار سال بیشتر کا ذکر ہے کہ سلطنت بابل نہایت عروج پر تھی سلطنت میں معاشی اور فوجی استحکام زبردست تھا مگر بادشاہ نے جبر واستبداد کے ذریعے سماجی زندگی کو اجیرن بنا دیا تھا۔ علمی سرمایہ داری Brahamanism اور معاشی سرمایہ داری Imperialism نے انسانی ذہنوں اور جسموں کو ناکارہ بنا کر فطری ترقی کو زوال پذیر کر دیا تھا۔ ایسے عالم میں نام نہاد مذہبی پیشوا، پروہت طبقات جو کہ علمی اجارہ داری قائم رکھے ہوئے تھے انہوں نے معاشرے پر مسلط ساہوکار سرمایہ دار طبقات سے گٹھ جوڑ کر کے اجتماعیت کو زوال سے ہمکنار کر رکھا تھا۔ عالمی سطح پر کئی سلطنتیں وجود میں آ چکی تھیں۔ اب دنیائے انسانیت کو ایک ایسے امام اور رہنما کی ضرورت تھی جو معاشرے کے فطری ارتقاء کو لاحق خطرات کا تدارک کر سکے ایسے عالم میں خالق کائنات نے حضرت ابراہیمؑ کو انسان معاشرے کی رہنمائی کا فریضہ عنایت کیا۔ قرآن حکیم آپؑ کو "امام الناس" کے خطاب سے یاد کرتا ہے ارشاد ہوتا ہے "انی جاعلک للناس اماماً" (۴) "میں تجھے نوع انسانی کا امام بناؤں گا"

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسی عالمگیر تحریک کی بنیاد رکھی جو آگے چل کر انسانی معاشروں کے اندر انقلاب پیدا کر کے انہیں ایک وحدت میں تبدیل کرنے والی تھی۔ عہد نامہ قدیم میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انسانی تحریک یعنی "اقوام کا رہنما" قرار دیا گیا۔ بائیبل کے عہد نامہ قدیم میں لکھا ہے کہ "تب ابرام سرنگوں ہو گیا اور خدا نے اس سے ہم کلام ہو کر فرمایا کہ دیکھ میرا عہد تیرے ساتھ ہے اور تو بہت قوموں کا باپ ہوگا اور تیرا نام پھر ابرام نہیں کہلائے گا بلکہ تیرا نام ابراہام ہوگا کیونکہ میں نے تجھے بہت قوموں کا باپ ٹھہرا دیا ہے" (۵)

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی اولاد عالمی پیشوائی کے لئے کام کرتی ہے۔ امام انسانیت حضرت ابراہیمؑ وہ اولوالعزم نبی گزرے ہیں جنہوں نے نوع انسانیت کو ایسے فطری اصولِ دین عطا کئے جو بعد میں آنے والے انبیاء کرام کی شریعتوں کے لئے بنیاد کا کام دیتے رہے۔ حضرت ابراہیمؑ کے قائم کردہ اصول کی روشنی میں جو ملت استوار ہوئی اسے ملت ابرہیمیہ کہا جاتا ہے اور دینی اصولوں کو دین حنیف سے یاد کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ رشد وہدایت کی اس فکر کی ترویج واشاعت کی جس کو ہم دین حنیفی کہتے ہیں اسی علمی مسلک نے ملت حنیفی کا نام اختیار کیا۔ سیدنا ابراہیمؑ نے جس طرح معاشرے میں ایک نئے نظامِ فکر نئے اور جاندار تمدن اور صحت مند تہذیب کی بنیاد رکھی اس طرح انہوں نے پرانے فرسودہ افکار ونظریات کی عمارت کو زمین بوس کر دیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی تحریک کے پھیلاؤ کی اصل وجہ اس کا دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہونا تھا۔ ''آپ (ابراہیم علیہ السلام) سے پہلے جن لوگوں نے انسانی اجتماعات کی رہنمائی کی ان کا فکر اپنے مخصوص اجتماع کی ترقی کو مرکز بنا کر کام کرتا رہا۔ لیکن آپ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے انسانیت عامہ کو اپنے فکر کا محور بنایا۔ اس حیثیت سے آپ بے شک امام الناس (نوع انسانی کے لیڈر) کہلانے کے صحیح معنوں میں مستحق ہیں'' (۲)

اس تحریک نے اپنے ارتقائی سفر کے مدارج میں متعدد مکاتب فکر پیدا کئے اور دنیائے انسانیت پر انہوں نے حالات زمان ومکان کے مطابق اپنے اثرات چھوڑے۔ آج دنیا میں تین بڑے الہامی مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام اسی تحریک کی ارتقائی اور تدریجی اشکال ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے دو مشہور خانوادے آلِ اسحاقؑ اور آل اسماعیلؑ میں سے پہلے آلِ اسحاقؑ نے علمی قیادت سنبھال اور سیدنا ابراہیمؑ کی علمی وراثت کے فرائض کی انجام دہی میں مصروف ہونے لگے۔ اس خانوادے میں نہایت سرکردہ علمی، مذہبی، سیاسی، اقتصادی شخصیات اور بزرگان نے رہنمائی کے فرائض ادا کئے۔ رہنمائی کا یہ فریضہ وحی الٰہی کی مرحلہ بے مرحلہ دستگیری سے انجام پذیر ہوتا رہا اس خانوادے میں حضرت یعقوبؑ، حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ جیسے بلند پایہ اور اولوالعزم پیغمبران نے عالمگیر معاشروں اور سلطنت کے قیام کو ثابت کر دکھایا جہاں وحدت، انصاف اور امن وآشتی اور اعلیٰ اخلاقیات کا دور دورہ ہو۔ اس خانوادے میں جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی گذرے ہیں جنہوں نے سماجی طبقات مطلق العنانیت کے خلاف بھرپور جدوجہد کر کے انسانی معاشرے کے مظلوم ومقہور افراد کے لئے آواز اٹھائی اور انہیں جبر واستبداد سے رہائی دلائی اور رہتی دنیا تک سیاسی واقتصادی جبر وآمریت کے خلاف جدوجہد کی انسان دوست ہمہ گیر فکر وعمل کی مثال قائم کی۔

گویا یہ ادیان ثلاثہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام وہ بڑے مذاہب ہیں جو حضرت ابراہیمؑ کی تحریک حنیفی کی کڑیاں

ہیں۔جنہوں نے اپنے اپنے ادوار میں دنیائے انسانیت کو توحید، امن، سلامتی، عدل وانصاف، ہمدردی، اخوت، مہربانی اور انسان دوستی کی تعلیمات سے بہرہ مند کیا۔ان میں سے ہر مذہب کے بانی نے معاشرتی زندگی کی ترقی سماجی اور ثقافتی ارتقا کے لئے اپنے آپ کو وقف رکھا۔اپنے اپنے کردار کے حوالے سے کوئی آزادی اور حریت کا علمبردار بنا جیسے حضرت موسیٰ تھے۔کوئی مجبوروں، لاچاروں، دکھوں کے ماروں کا ہمدرد اور مسیحا بنا، جس نے دکھی پریشان حال گنہ گاروں کو شفاء اور نجات کا پیغام دے کر ان کی دلداری کی۔ان کے زخموں پر مرہم رکھا جیسے حضرت عیسیٰ تھے۔اور وہ حضرت محمد ﷺ جو کہ رحمت العالمین کہلائے، انسانوں کو امن سلامتی، محبت، خدمت، ہمدردی، بھائی چارہ کا نہ صرف درس دیا بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کے انسان دوست، دکھوں کے ماروں کے مسیحا اور یتیموں مسکینوں کے کفیل اور عدل وانصاف قائم کرنے والے تھے۔قرآن حکیم ادیان ثلاثہ کی اس مشترکہ اساس کی اس طرح وضاحت کرتا ہے۔

"قولوا امنا باللّٰہ ومآ انزل الیٓ اُنزل الی ابراھم واسمعیل واسحق و یعقوب والاسباط ومآ اوتی موسیٰ وعیسیٰ ومآ اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم ونحن لہ مسلمون"(۷)

تم کہو کہ اللہ پر اور جو کچھ ہماری طرف اتارا گیا ہے اور جو کچھ ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور اولاد پر اتارا گیا تھا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا تھا اور جو کچھ دیگر انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا تھا ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں ہم ان میں سے کسی میں بھی کوئی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔

قرآن حکیم یہودیت اور عیسائیت کی تعلیمات اور ان کے انبیاء کو دین حنیفی کا پیروکار سمجھتا ہے اور اسی اساس کی وجہ سے ان کے ساتھ اتحاد یگانگت کی تعلیم دیتا ہے۔"تورات، انجیل اور قرآن یہ تینوں مقدس کتابیں خدا کی وحدانیت کا تصور پیش کرتی ہیں اور وہ ایک جیسی تعلیم دیتی ہیں اور ایک جیسی راہ زندگی (way of life) کی طرف رہنمائی کرتی ہیں"(۸)

قرآن حکیم گذشتہ مذاہب کے بانیان ان کی مقدس کتب کی برملا تصدیق کرتا ہے۔قرآن حکیم کا مزاج یہ ہے کہ وہ کل انسانی دنیا میں حکماء، صلحاء عقلاء اور انبیاء جنہوں نے انسانیت کو اعلیٰ اخلاقیات کی تعلیمات سے نوازا اور ان کو عزت وتوقیر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔

انمآ انت منذر ولکل قوم ھادٍ"(۹)

تم صرف خبردار کردینے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ایک راہ بتادینے والا ہے۔

دوسری جگہ قرآن حکیم اسی تصور کو بیان کرتا ہے۔

"وان من امۃ الا خلافیھا نذیر"(۱۰)

اور کوئی امت ایسی نہیں ہے جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔

یہی حقیقت ایک خاتون یورپی مفکر کیرن آرم سٹرانگ یوں بیان کرتی ہیں۔

''قرآن دیگر مذاہب کی روایات کو جھوٹا قرار نہیں دیتا بلکہ ہر نئے پیغمبر کو سابقین کے پیغام کا تسلسل سمجھتا ہے۔ قرآن تعلیم دیتا ہے کہ خدا نے زمین کے ہر گوشے میں نبی مبعوث کیے''(۱۱)

اہل کتاب کی بھی بنیادی دعوت، توحید کی دعوت تھی لہٰذا یہ ایک ایسی فطری اساس ہے جس پر بین المذاہب یگانگت قائم کی جاسکتی ہے۔ ایک خدا پر ایمان کے حوالے سے بائبل کے ارشادات ملاحظہ ہوں۔

''سب قوموں کی ایک ہی جماعت ہے ان کی ایک ہی اصل ہے خدا نے پوری نسل انسانی کو خلق کیا کہ تمام روئے زمین پر بسیں''(۱۲)

''ان کا آخر مقام بھی ایک یعنی خدا ہے کہ جس کی پروردگاری اظہار خوبی اور منصوبہ جات ہر ایک بشر کے لئے۔''(۱۳)

''اس وقت تک یکساں ہیں کہ برگزیدہ لوگ مقدس شہر میں متحد کئے جائیں یعنی اور شہر میں جو خدا کی تجلی سے منور ہوگا اور جس میں قومیں اس کی روشنی میں چلیں گی''(۱۴)

''تو اس بات پر ایمان رکھتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے''(۱۵)

''جس طرح سمندر پانی سے بھرا ہوا ہے اسی طرح زمین خداوند کے جلال کے عرفان سے معمور ہو''(۱۶)

اور اسی طرح اہل یہود کے ہاں نظریہ توحید کے حوالے سے درج ذیل اقوال ملاحظہ فرمائیں۔ یہودی مذہب کے بنیادی عقائد کا ذکر مشہور فلسفی موسیٰ بن میمون نے اس طرح کیا ہے۔

''(۱) وجود خداوندی پر ایمان (۲) اللہ کی وحدت پر ایمان (۳) اس کے دائم ہونے پر ایمان (۴) اس کے غیر مادی ہونے پر ایمان (۵) عبادات صرف اسی کے لئے ہیں پر ایمان (۶) حضرت موسیٰ کے سب سے بڑے پیغمبر ہونے پر ایمان (۷) اللہ کے پیغمبروں پر ایمان (۸) اس بات پر ایمان کہ تورات (زبانی وتحریری) حضرت موسیٰ پر صحرائے سینا میں نازل ہوئی (۹) تورات کے ناقابل تغیر ہونے پر ایمان (۱۰) خدا کے علیم وخبیر ہونے پر ایمان (۱۱) یوم آخرت کی جزا وسزا اور حیات بعد الموت پر ایمان (۱۲) مسیح کے آنے پر ایمان (۱۳) مردوں کے جلائے جانے پر ایمان۔''(۱۷)

''ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا ولئن زالتآ ان امسکھما من احد من م

بعدِه انه کان حلیما غفورًا"(۱۸)

''خدائی آسمانوں اور زمینوں کو تھامے رکھتا ہے کہ ٹل نہ جائیں۔ اگر وہ ٹل جائیں تو خدا کے سوا کوئی ایسا نہیں جو ان کو تھام سکے بے شک وہ بردبار (اور) بخشنے والا ہے''۔

"فمن کان یرجوا لقآء ربه فلیعمل عملا صالحا و لا یشرک بعبادة ربة احدا"(۱۹)

''جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے''۔

اسلام کے تصور توحید کا اقرار ایک عیسائی پادری بیتھ من (beth man) اپنی کتاب برج ٹو اسلام کے صفحہ ۴۷ پر تبصرہ اس انداز میں کرتا ہے۔

''خدا کے سوا کوئی الہ نہیں اسلام، عیسائیت اور یہودیت کی طرح ایک خالص توحیدی مذہب ہے۔ یہ تینوں مذاہب ایک خدا کو تسلیم کرتے ہیں، لیکن ہر ایک میں خدا کی ایک مختلف صفت پر زور دیا گیا ہے۔''(۲۰)

معروف یورپی مؤرخ ایچ جی ویلز اسلام کے نظری توحید کے بارے میں برملا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اسلام کا ایک مضبوط اصول وحدانیت پر اس کا مضبوط اعتقاد تھا اور خدا کی بادشاہت اور محبت پر اس کا پرجوش عقیدہ اور پیچیدہ مباحث سے اس کا مبرا ہونا ہے۔ اس کا دوسرا نمایاں اصول قربانی دینے والے اور مندروں سے اس کا احتراز ہے۔ یہ ایک مکمل طور پر پیغمبرانہ مذہب تھا جس میں مغربی طرز کی قربانیوں کے احیاء کا کوئی امکان موجود نہیں تھا۔ قرآن میں حج کی محدود اور رسمی ہیئت سے کسی بھی تنازعہ کی پیدائش کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ اسلام کا تیسرا بنیادی اور مضبوط اصول اس کی تمام معتقدین کا خدا کے حضور مکمل بھائی چارے اور اخوت کے ساتھ سر تسلیم خم کرنا ہے جبکہ اس میں رنگ، نسل اور مرتبے کی کوئی تخصیص نہیں ہے''(۲۱)

درج بالا عقائد کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ حقیقت صاف ہو جاتی ہے کہ

''خدا تمام انسانوں کا ہے وہ خاص طور پر کسی گروہ یا انسانیت کے کسی حصہ کا خدا نہیں''(۲۲)

"ولا تجادلو آاهل الکتب الا بالتی هی احسن الا الذین ظلموا منهم وقولو آمنا بالذی انزل الینا وانزل الیکن والهنا والهکم واحد ونحن له مسلمون"(۲۳)

''اور اہل کتاب سے بحث نہ کرو مگر اعلیٰ اور مضبوط دلیل کے ساتھ۔ سوائے ان لوگوں کے جو اُن میں

سے ظلم کرنے والے ہوں اور ان سے کہو کہ جو ہم پر نازل ہوا ہے ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور جو تم پر نازل ہوا ہے اس پر بھی اور ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں''

''دین اسلام کسی ایک ملک، قوم یا زمانے کے لئے مخصوص نہیں۔ اسلام تمام انسانیت کا دین ہے اور قرآن کریم انسانیت کے اسی دین کا ترجمان ہے۔ قرآن کی تعلیم عالمگیر اور ہمہ گیر ہے۔ جتنی کہ خود انسانیت ہے۔ مشیت ایزدی کا ظہور انسانیت کے تقاضوں کی صورت میں ہی ہوتا ہے۔ قرآن حکیم چونکہ انسانیت کے انہی تقاضوں کا آئینہ دار ہے اس لئے وہ خدا کا قانون ہے۔'' (۲۴)

اور ''قرآن کا مقصود اصلی انسانیت عامہ کا تزکیہ اور اس کا ارتقا ہے۔ وہ تمام انسانیت کو اس بنیادی اصول و مقصد کی طرف لوٹانے آیا تھا اس کا پیغام یہ تھا کہ سب انسان ایک ہیں رنگ و نسل اور قوم کا فرق حقیقی نہیں۔ دھڑے بندیاں اور گروہ بنانے کی طبقہ وارانہ ذہنیت غلط ہے۔ قرآن نے زندگی کے یہی عالمگیر اور ناقابل تغیر اصول پیش کئے ہیں اور ان کو اگر غور سے سمجھ لیا جائے تو ذہن وحدت انسانیت کی صحیح روح کو پالیتا ہے۔'' (۲۵)

لہٰذا قرآن حکیم کی اس انسان دوست فکر کی روشنی میں نظریہ توحید کی اساس پر عالمی سطح پر ایک ایسی فضا بحال کی جا سکتی ہے جس کی روح رواں یہ ہو کہ

''اگر ہم واقعی خدا سے سچی محبت کرتے ہیں تو ہم یقیناً ایک دوسرے انسانوں سے محبت کریں گے کیونکہ خدا ہم میں سے ہر ایک میں بستا ہے'' (۲۶)

عالم عرب کے ایک اہل قلم عفیف طبارہ توحید کی اساس پر دینِ اسلام کی رواداری، وسیع النظری کے متعلق رقمطراز ہیں:

''الا دیان وعت الی وحدانیة اللہ منہا: ان القرآن اخبربان اللہ لم یرسل رسولاً بالدعوة الی وحدانیة اللہ ولھذا یخاطب اللہ رسولہ محمداً علیہ السلام بقولہ: وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیة انہ لا الہ الا انا فاعبدون) الانبیاء ۲۵.
ولھذا امر اللہ رسولہ محمداً علیہ السلام بدعوة الیہودو النصاریٰ علی ھذا الا ساس (قل یا اھل الکتاب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم ال نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئاً ولا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولو فقولوا اشہدو بانا مسلمون). آل عمران ۶۴. فالقرآن لمنطرق ھذا الآیات یخبر ان اللہ لم یرسل رسولا

الا بالدعوة الا الی وحد انیة. فغیر التواحید اذن دخیل علی الا دیان.‘‘ (۲۷)

’’اسلامی نقطہ نظر کے مطابق تمام ادیان نے توحید کی طرف دعوت دی ہے۔ اس موقف کے بہت سارے دلائل ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک نے برملا یہ اعلان کر دیا کہ خدا کی طرف سے ہر نبی توحید کا پروگرام لے کر انسانیت کیلئے مشعل راہ بن گئے۔ اس لئے قرآن پاک نے حضورﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: (اور ہم نے تم سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کی طرف ہم نے یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس تم میری عبادت کرو۔ گویا تمام ادیان کے بنیادی اصول میں اشتراک کی وجہ سے خدائے برتر نے حضورﷺ کو یہود و نصاریٰ کو اسی اساس پر دعوت دینے کو کہا۔ ارشاد خداوندی ہے: کہو اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو تمہارے اور ہمارے درمیان مسلم ہے۔ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی کسی دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہ بنائے۔ پھر اگر وہ اس سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو، ہم فرمانبردار ہیں۔ (۶۴) سوان آیات کے واضح مفہوم کے مطابق قرآن پاک بہانگ دہل یہ ثابت کرتا ہے کہ تمام انبیاء اور رسل کی اصل دعوت اور اصل پروگرام صرف اور صرف توحید کی تھی۔ ایسے میں توحید کے علاوہ دیگر شرکیہ نظریات مذاہب اور ادیان میں مصنوعی طور پر داخلی کئے گئے ہیں۔‘‘

اسلام اپنے مکمل فکر کی دعوت کے حوالے سے اہل کتاب کے ساتھ کسی قسم کے جبر اور سختی کی ممانعت کرتا ہے۔ قرآن حکیم اہل کتاب کو دعوت دیتے ہوئے صرف تبلیغ پر زور دیتا ہے ارشاد خداوندی ہے۔

’’وقل للذین اوتوا الکتاب والا مینء اسلمتم فان اسلمو فقدِا اھتدو و ان تولوا فانما علیک البلغُ واللہ بصیر بالعبادِ‘‘(۲۸)

’’اور اہل کتاب اور ناواقفوں سے کہہ دو کہ تم بھی اسلام لاتے ہو یا نہیں؟ پس اگر اسلام لے آئیں تو بے شک راہ راست پر آگئے اور اگر منہ موڑ لیں تو تم پر صرف (حکم الٰہی) کا پہنچا دینا ہے‘‘۔

قرآن حکیم نے ہر ایک کو اپنے اپنے اعمال کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔ اور اس حولے سے کسی قسم کے جھگڑے کی نفی کرتا ہے۔ قرآن حکیم اس حقیقت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔

’’فلاذلک فادع واستقم کمآ امرت ولا تتبع اھوآء ھم وقل امنت بما انزل اللہ من کتب وامرت لا عدل بینکم اللہ ربنا وربکم لنآ اعمالنا ولکم اعمالکم لا حجة بیننا

وبینکم اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر" (۲۹)

''تو تو اسی کی طرف بلاتا رہ اور جیسا تجھے حکم دیا گیا ہے اس پر قائم رہ اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور کہہ دے جو کتاب خدا نے اتاری ہے میرا تو اس پر ایمان ہے اور مجھ کو حکم ملا ہے کہ تمہارے درمیان انصاف کروں۔ اللہ ہی ہمارا پروردگار ہے اور تمہارا پروردگار ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے۔ ہم اور تم میں کوئی جھگڑا نہیں اللہ ہی ہم کو جمع کرے گا اور اسکی طرف جانا ہے۔''

اسلام کی اس رواداری تعلیم کا یہ نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے مختلف ادوار میں یہود اور نصاریٰ کے ساتھ بہترین سلوک روا رکھا کلیسائی تاریخ وجغرافیہ کے قاموس میں ایک رومن کیتھولک پادری نے لکھا ہے۔

''مسلمان عربوں کو یعقوبی (جاکوبائٹ) عیسائیوں نے بھی اپنے نجات دھندوں کی حیثیت سے ہاتھوں ہاتھ لیا مسلمانوں کی سب سے اہم جدت جس کا یعقوبی عیسائیوں نے دلی خوشی سے استقبال کیا یہ تھی کہ انہوں نے ہر مذہب کے پیروؤں کو ایک خودمختار وحدت قرار دیا اور اس مذہب کے روحانی سرداروں کو ایک بڑی تعداد میں دنیاوی اور عدالتی اقتدارات عطا کئے (۳۰)

ایک مسطوری پادری نے خلافت راشدہ کے زمانہ میں جو تاثرات قلمبند کئے ملاحظہ فرمائیں۔

''یہ طائی (عرب) جنہیں خدا نے آج کل حکومت عطا فرمائی ہے جو ہمارے بھی مالک بن گئے ہیں لیکن وہ عیسائی مذاہب سے مطلق برسرپیکار نہیں ہیں بلکہ اس کے برخلاف وہ ہمارے دین کی حفاظت کرتے ہیں ہمارے پادریوں اور مقدس لوگوں کا احترام کرتے ہیں اور ہمارے گرجاؤں اور کلیساؤں کو جاگیریں عطا کرتے ہیں'' (۳۱)

اسلام نے دین اور مذہب کی وحدت قائم کرنے کے لئے یہ اصول پیش کیا کہ تمام انسان ایک رسول کی پیروی کریں جس کے دینی اصول قانون فطرت کے مطابق ہوں اور جس کی شریعت اصولی طور پر تمام نبیوں کی شریعتوں کی جامع ہو اگر کچھ فرق ہو تو محض اتنا کہ وہ پچھلی شریعتوں کو اس طرح مکمل کر کے پیش کرے کہ وہ تمام انسانوں کے لئے یکساں طور پر مفید ہو جائے اور قیامت تک اس میں کسی ادنیٰ سی ترمیم کی بھی گنجائش باقی نہ رہے۔ چنانچہ پیغمبر اسلام نے یہی اعلان فرمایا:

قل یآیھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا' (۳۲)

''اے پیغمبر کہہ دیجئے میں تم سب کے لئے اللہ کا رسول ہوں''

تکمیل شریعت اور رسالت عامہ کے اعلان کے باوجود بھی کسی کو مجبور نہیں کیا گیا بلکہ یہ منادی کرائی کہ کسی کے ضمیر د

عقیدہ کے بارے میں کوئی جبر و اکراہ نہیں ہے، ارشاد قرآن ہے۔

"لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشدُ من الغی"(۳۳)

"دین میں زبردستی نہیں میں نے ہدایت اور گمراہی کی راہوں کو الگ الگ کر کے تم پر واضح کر دیا ہے"

یہ اعلان اس لیے تھا کہ انسان اپنی آزاد مرضی سے ایک ایسے دین پر متحد ہو جائیں جو خود ان کے اپنے اندر کی آواز ہے یعنی دین اسلام دنیا کی تمام قوموں اور انسانوں کی ایک ہی برادری بنانے کے لئے اسلام نے آٹھ باتوں میں تمام انسانوں کو ایک برابر قرار دیا ہے۔

"۱۔قومیت کے لحاظ سے، ۲۔نسل کے اعتبار سے، ۳۔دینی طور پر، ۴۔قانونی سلوک میں، ۵۔روحانیت کے لحاظ سے، ۶۔سیاسی حقوق میں، ۷۔عدل کے شعبوں میں، ۸۔زبان کے نقطۂ نظر سے"(۳۴)

یہی وجہ ہے کہ یورپی مفکر کیرن آرم سٹرانگ اقرار کرتی ہیں کہ "عیسائیوں نے اپنے مذہبی عقائد پر زیادہ زور دیا جبکہ اسلام عقیدے کے ساتھ ساتھ عمل کو بھی مساوی اہمیت دیتا ہے"(۳۵)

قرآن حکیم انسانی معاشرے میں اجتماعیت کے فروغ کے لئے مذہبی بنیادوں پر تقسیم کے عمل کی نفی کی ہے اور یہ تعلیم دی ہے کہ معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات استوار کر کے تمدنی زندگی کے ارتقاء میں سب مل جل کر شریک ہو سکتے ہیں۔لہٰذا اگر دیکھا جائے تو انسانی معاشرے میں خاندانی زندگی کی اساس شادی ہے اور خاندان کل معاشرے کی اساس۔اس لئے قرآن حکیم اہل کتاب عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت فراہم کرتا ہے۔قرآن حکیم میں ارشاد ہے۔

"والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم"(۳۶)

"اور وہ عفت مآب عورتیں جو اہل کتاب ہوں (ان سے تم نکاح کر سکتے ہو"

اس آیت کے ضمن میں علامہ جصاص لکھتے ہیں کہ "واتفق جماعة من الصحابة علی اباحة اهل الکتاب الذمیات"(۳۷)

اسلام کے اسی سماجی اشتراک عمل جو وہ اہل کتاب سے روا رکھتا ہے پر روشنی ڈالتے ہوئے عرب مفکر عفیف طبارہ تحریر کرتے ہیں۔

"ومن التسامح فی الاسلام اباحته طعام اهل الکتاب وتحلیل ذبائحهم واباحته للمسلم ان یتزوج من نسائهم قال الله تعالیٰ (وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لهم والمحصنات من المؤمنات والمحصنات من الذین اوتوا

الكتاب من قبلكم) المائدة: ۵. والموا كلة والمصاهرة تدعو للمحبة وحسن المعاشرة والا خلاص فى المعاملة."(۳۸)

"دین اسلام میں رواداری اور وسعت النظری کی ایک اور دلیل یہ بھی ہے کہ اس نے اہل کتاب کے کھانے اور ذبیحوں کو جائز قرار دیا ہے۔ اور تو اور یہاں تک وسعت النظری کا مظاہرہ کیا ہے کہ ایک مسلمان مرد کو کتابی خواتین سے شادی کی اجازت دی گئی ہے، ارشاد خداوندی ہے۔ اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔ اور حلال ہیں تمہارے لئے پاک دامن عورتیں مسلمان عورتوں میں سے اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے۔ اور ایک دوسرے کے کھانے پینے میں شرکت، باہمی شادی بیاہ سے حسنِ معاشرت، امن و آشتی اور محبت بڑھتی ہے"۔

اس ساری بحث کا لب لباب یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات بین المذاہب یگانگت اور ہم آہنگی کی فضا پیدا کرنے کے لئے ایسی نظریاتی تربیت کے مواقع اور مواد فراہم کرتی ہیں جن کے ذریعے ایک انسان یہودی، عیسائی اور مسلمان ہوتے ہوئے بھی ایک دوسرے کے عقائد، مقدس کتب، انبیاء اور عبادت گاہوں کے احترام کے ساتھ ساتھ ایک صالح اور اعلیٰ اخلاق کا حامل انسان بن سکتا ہے اور پورے عالمی معاشرے میں مذہبی آزادی، رواداری، اور برداشت کا ماحول بنانے میں کردار ادا کرسکتا ہے۔ اسلام کی ان روادارانہ تعلیمات کا عملی نمونہ پیغمبر اسلام ﷺ کی سیرتِ طیبہ ہے۔ آئندہ سطور میں آپ ﷺ کے اہل کتاب کے ساتھ معاملات کے حوالے سے جائزہ پیش خدمت ہے۔ جس سے عصر حاضر میں بین المذاہب یگانگت کے حوالے سے قیمتی رہنمائی حاصل ہوگی۔

☆ بین المذاہب یگانگت اور ہم آہنگی اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

دنیا کے قدیم و جدید نظریات اور نظاموں پر نظر ڈالیے اور پھر رسول کریمؐ کی عملی زندگی اور آپ کی تعلیمات کا مطالعہ کیجئے اور سب کو اس نظر سے دیکھئے کہ ان میں سے کون سا نظریہ اور نظام ایسا ہے جو پوری دنیا اور تمام اولادِ آدمؑ کو مکمل امن و سلامتی اور سکون و اطمینان بخشنے میں کامیاب ہے۔ اس نظریاتی مقابلے میں اگر آپ نے اپنے ذہن کو گردوپیش کے تاثرات کو اگر گروہی عصبیتوں سے آزاد رکھ کر غور کیا تو بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو اس کا ایک ہی جواب ملے گا کہ امن عالم کا ضامن نظریہ اور نظام صرف رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ اور آپ کی تعلیمات پر منحصر ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ چونکہ اسلام کی عادلانہ فکر کے داعی تھے لہٰذا آپ ﷺ نے قرآن حکیم کی انسان دوست فکر کو کل انسانیت تک پہنچایا۔ آپ ﷺ نے اسلام کی

آفاقی تعلیمات کی نہ صرف دعوت وتبلیغ کی بلکہ آپ ﷺ نے ان پر بھر پور عمل کر کے دکھایا۔آپ ﷺ اپنی بعثت کے بارے میں ارشادفرماتے ہیں۔

"وکان النبی الی قومہ خاصۃ و بعثت الی الناس عآمۃ"(۳۹)

"مجھ سے پہلے ہر نبی اپنی ایک مخصوص قوم کی طرف مبعوث ہوتا تھا۔لیکن میں تمام عالم انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں"۔

اور پھر اپنی بعثت کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بعثت لاتمم حسن الا خلاق"(۴۰)

"مجھے اس لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہے کہ میں پاکیزہ پسندیدہ اخلاق کی تکمیل کروں"۔

"وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین"(۴۱)

"اور ہم نے آپ کو تمام عالم رحمت بنا کر بھیجا ہے"

آپ ﷺ تمام انسانیت کی وحدت اور اجتماعیت کے قائل تھے اور انسانی معاشرے میں ہر طرح کی تمیز،فرقہ واریت،گروہیت کو انسانی وحدت کے لئے مضر قرار دیتے تھے۔آپ ﷺ نے عملی طور پر اس پر عمل کر کے دیکھا کہ صبر،برداشت اور عفوودرگزرہی سے وحدت کی تکمیل ہوسکتی ہے۔مولانا ابوکلام آزادنہایت دلنشین انداز میں پیغمبر اسلام ﷺ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔"مظلومی،صبر،مقابلے میں عزم،معاملہ میں راست بازی اور طاقت واختیار میں عفودرگزر تاریخ انسانیت کے وہ نوادر ہیں۔جوکسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے"(۴۲)

آپ ﷺ انسانی معاشرہ کو ہر طرح کی عصبیت،تعصب اور عداوتوں سے پاک کر کے اس کو وحدت کی لڑی میں پرونا چاہتے تھے۔آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر اپنے عظیم الشان تاریخی خطبہ میں ارشادفرمایا۔

"یاایھاالناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علیٰ عربی ولا لا بیض علی اسود ولا اسود علی ابیض الا بالقویٰ" (۴۳)

"اے لوگو۔خبردار بے شک تمہارا خدا ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ ایک ہے۔خبردار کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کسی سفید کو سیاہ پر اور کسی سیاہ کو سفید پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ اور پرہیز گاری کے"۔

رسول خدا ﷺ نے اہل کتاب کو نہایت شائستہ انداز سے اسلام کی دعوت دی اور ہر طرح کی سختی کی نفی فرمائی آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔

"انی رسول الله الیکم واتیتکم لتمنعونی حتی ابلغ رسالة ربی ولا اکره احداً منکم علی شئی" (۴۴)

"میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم میری حمایت کرو تاکہ میں اپنے رب کا پیغام (لوگوں تک) پہنچاؤں اور میں تم میں سے کسی ایک کو بھی کسی بات پر مجبور نہیں کروں گا"

اس کا عملی مظاہرہ اس وقت ہوا جب بنونضیر کو جلاوطن کیا گیا تو اس وقت یہودی جب جانے لگے تو ان انصاری عربوں کو ساتھ لے چلے جو کسی طرح یہودی بنائے جاچکے تھے لیکن اب جن کا خاندان جو کہ مسلمان تھا ان کو ساتھ نہ جانے پر مصر تھا۔ یہ انصاری عرب بہرحال مذہباً یہودی تھے ان کے مسلمان والدین اور متعلقین کو اگر اجازت دے دی جاتی کہ وہ انہیں روک لیں تو یہ مذہبی معاملات میں مسلمانوں کی طرف سے غیر مسلموں پر ایک دباؤ ہوتا اور آپ ﷺ اسے گوارا نہ کر سکتے تھے۔

"لہذا عرب خاندان کے یہودی نوجوانوں کو بلا استثنا اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ چلے جائیں" (۴۵)

آپ ﷺ نے اہل کتاب کو ان مشترکہ امور میں جو دونوں میں مشترکہ تھے کی بنیاد پر اس طرح دعوت دی۔

"ان النبی صلی الله علیه وسلم کتب الیٰ صاحب الروم "یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم" (۴۶)

"رسول اللہ ﷺ نے بادشاہ روم کو لکھا اے اہل کتاب آؤ ہم اس کلمہ پر جمع ہو جائیں جو ہم میں اور تم میں مشترکہ ہے"۔

رسول اکرم ﷺ نے اہل کتاب کے ساتھ ہر معاملے میں لچک کا رویہ رکھا اور ان کے ساتھ رحم دلی، اخوت اور بھائی چارے کی فضا کو فروغ دیا۔ آپ ﷺ نے ان کے عقائد کے حوالے سے بھی ان کی تکذیب و تصدیق سے منع کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

"اذا احدثکم اهل الکتاب فلا تصدقو هم ولا تکذبو هم" (۴۷)

"اہل کتاب جب کوئی بات کہیں تو نہ اس کی تصدیق کرو اور نہ تکذیب کرو"

رسول اکرم ﷺ نے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ قومی سطح پر ہم آہنگی پیدا کرنے کے حوالے سے جو اقدامات کئے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے یورپی خاتون مفکر کیرن آرم اسٹرانگ رقمطراز ہے۔

'ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل حضرت محمد ﷺ نے اپنے نئے مذہب کو یہودیت کے ساتھ زیادہ مماثلت دی اتنے برسوں تک الگ تھلگ کام کرنے کے بعد انہوں نے لازماً ایک پرانی اور زیادہ سوخ

روایت کے ساتھ تعلق بڑھانے کی امید کی ہوگی چنانچہ آپ ﷺ نے یہودیوں کے یوم کفارہ کے موقع پر مسلمانوں روزہ رکھنے کو کہا اور انہیں حکم دیا کہ وہ دن میں تین نمازیں پڑھا کریں۔ مسلمانوں کو یہودی عورتوں کے ساتھ شادیاں کرنے کی بھی اجازت تھی مدینہ کے یہودی ان اقدامات کے نتیجہ میں مسلمانوں کو اپنے درمیان جگہ دینے کی تیار ہو گئے۔" (۴۸)

"جب عیسائی ورقہ بن نوفل نے حضرت محمد ﷺ کو سچا نبی تسلیم کیا تھا تو پیغمبر خدا ﷺ اور نہ ہی خود اسے اپنی تبدیلی مذہب کی توقع تھی رسول اللہ ﷺ نے کبھی بھی یہودیوں یا عیسائیوں کو اتنی دیر تک اللہ کا دین قبول کرنے کو نہ کہا جب تک کہ وہ خود اس کے خواہشمند نہ ہوئے کیونکہ ان کے پاس بھی مستند وحی تھی قرآن میں سابقہ انبیاء کے پیغامات کو منسوخ نہیں کیا گیا بلکہ انسانیت کے مذہبی تجربہ کے تسلسل کی ضرورت پر زور دیا گیا۔" (۴۹)

قرآن حکیم نے آپ ﷺ کو اہل کتاب کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم دیا ہے اس سلسلے میں ارشاد خداوندی ہے۔

"فان جآءک فاحکم بینھم او اعرض عنھم وان تعرض عنھم فلن یضروک شیئا وان حکمت فاحکم بینھم بالقسط ان اللہ یُحب المقسطین" (۵۰)

"اگر غیر مسلم تمہارے پاس آئیں تو ان کے جھگڑے کا فیصلہ کر دو یا ان سے اعراض کر لو لیکن اگر فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے"۔ اور ساتھ ہی یہ حکم ہوا۔

"وان احکم بینھم بمآ انزل اللہ ولا تتبع اھوآءھم واحذرھم ان یفتنوک" (۵۱)

"ان کے درمیان خدا کی نازل ہوئی شریعت کے مطابق فیصلہ کرو اور حق چھوڑ کر ان کی خواہش کی پیروی نہ کرو"۔

لہٰذا سرکار دو عالم نے اہل کتاب کے ساتھ ہر معاملے میں انصاف کا برتاؤ کیا اس حوالے سے ایک واقعہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ ایک یہودی کے خلاف فیصلے کی وجہ سے آپ ﷺ کو استغفار کا حکم ہوا۔ علامہ ابو بکر جصاص (ولا تکن للخائنین خصیما) (خیانت کرنے والوں کی پاسداری مت کرو) کی تفسیر کرتے ہوئے اس واقعہ کی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"روی انہ نزل فی رجل سرق درعا فلما خاف ان تظھر علیہ رمیٰ بھافی دار یھودی فلما وجدت الدرع افکر الیھودی ان یکون اکذھا و ذکر السارق ان الیھودی اخذ

ھا فاعان قوم من المسلمین ھذا لا خذ علی الیھودی فمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی قولھم فاطلعہ اللہ علی الآ خذوبرا' الیھودی منہ ونھاہ عن مخاصمۃ الیھودی و امرہ بالا ستغفار مما کان منہ"(۵۲)

''اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ اس آدمی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس نے ایک زرہ چرائی تھی اور جب اندیشہ ہوا کہ چوری کھل جائے گی تو ایک یہودی کے گھر میں پھینک دی جب زرہ یہودی کے گھر میں پائی گئی تو اس نے انکار کیا چوری سے اور اصل چور یہودی پر چوری کا الزام دھرنے لگا اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے یہودی کے مقابلے میں مسلمان کا ساتھ دیا چنانچہ آنحضرت ﷺ بھی مسلمانوں کے قول کی طرف مائل ہو گئے لیکن اللہ نے آپ ﷺ کو اصل واقعہ کی اطلاع دی اور یہودی کو بری قرار دیا اور اس کے خلاف فیصلہ کرنے سے روک دیا اور استغفار کا حکم دیا''۔

قرآن حکیم نے اہل کتاب کے کھانے کو حلال قرار دیا ہے اور اس حوالے سے کسی قسم کی کراہت کو ختم کر دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"وطعام الذین اُوتوا الکتب حل لکم"(۵۳)

''اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ ابوبکر جصاص فرماتے ہیں:

"روی عن ابن عباس و ابی الدرداء والحسن و مجاھد و ابرھیم و قتادۃ والسدی انہ ذبائحھم وظاھرہ یقتضی ذلک لان ذبائحھم من طعامھم ولو استعملنا اللفظ علی عمومہ لا نتظم جمیع طعامھم من الذبائع وغیر ھا والا ظھران یکون المراد الذبائع خاصۃ"(۵۴)

''ابن عباس، ابودرداء، حسن، مجاہد ابراہیم، قتادہ اور اسدی سے مروی ہے کہ اس آیت میں طعام سے مراد غیر مسلموں کا ذبیحہ ہے اور ظاہر کلاس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ ذبائح اور طعام لازم ملزوم ہیں اور اگر اس لفظ کا ہم عمومی اعلان کریں تو تمام کھانے جن میں ذبائح وغیرہ بھی شامل ہیں حلال ماننا پڑیں گے لہٰذا ظاہر تر بات یہ ہے کہ اس جگہ طعام سے مراد ذبیحہ ہے۔''

علامہ جصاص مزید وضاحت کیلئے آپ ﷺ کی یہ مثال پیش کرتے ہیں:

"ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکل من الشاۃ المسومۃ المشویۃ التی اھدت الیہ

اليهودية ولم يسئلها عن ذبيحتها اهي من ذبيحة المسلم ام اليهودی"(۵۵)

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودیہ کا ہدیہ کیا ہوا بکری کو گوشت جس میں زہر ملا دیا گیا تھا کھالیا اور اس سے یہ نہیں دریافت فرمایا کہ اسے مسلمان نے ذبح کیا تھا یا یہودی نے"۔ اور اسی طرح آپ ﷺ کے حوالے سے ایک روایت حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ "ایک یہودی نے جو کی روٹی اور چربی پر آپ ﷺ کی دعوت کی تو آپ ﷺ نے قبول فرمائی"(۵٦)

رسول اکرم ﷺ نے انفرادی سطح ہو یا اجتماعی معاملات اہل کتاب سے ہر طرح کا تعاون اور مدد فرمائی ان کے جان مال عزت، آبرو کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا اس سلسلے میں میثاق مدینہ ایک زبردست مثال ہے۔ ابن ہشام نے اس معاہدے کا پورا متن نقل کیا ہے۔ اس میں اور باتوں کے علاوہ خصوصاً یہ دفعات اہل کتاب کے ساتھ ہم آہنگی کی دلیل ہیں۔

"(۱) وان بينهم النصر علىٰ من حارب اهل هٰذه الصيحفه

یہود و مسلمان آپس میں ان لوگوں کے مقابلہ میں جو اس دستاویز کرنے والوں سے جنگ کریں گے مددگار رہوں گے۔

(۲) ان بينهم النصح والنصيحة والبر دون لا ثم

یہود اور مسلمان کے درمیان دوستی اور خیر خواہی رہے گی برائی نہیں رہے گی۔

(۳) وان يثرب حرام جو فهلاهل هذه الصحيفة وان الجاد كالنفس غير مضار والا آثيم

اس دستاویز کے شرکا کے لیے مدینہ کی داخلی زندگی میں بگاڑ حرام ہوگا۔ پڑوسی کی حفاظت اپنی ذات کی طرح گی۔ نہ تو کوئی کسی کو نقصان پہنچائے گا نہ کوئی جرم کرے گا۔

(۴) وان لا تجار قريش ولا من نصرا هاوان بينهم النصر علىٰ من دهم يثرب

قریش کو اور قریش کے معاونوں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔ مدینہ پر کوئی شخص حملہ کرے گا تو دونوں فریق باہم ایک دوسرے کے مددگار رہوں گے۔"(۵۷)

اس معاہدہ کو رواداری کی عالمگیر حیثیت میں پہلا مظہر قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس معاہدہ نے یثرب کی اس ریاست میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کو ایک اجتماعیت کی لڑی میں پرو کر رکھ دیا۔

معاشرتی زندگی میں آپ ﷺ نے اہل کتاب کے ساتھ کبھی بھی عقیدے کے اختلاف کی بنیاد پر تعصب اور بغض کا اظہار نہ کیا بلکہ ان کی طرف سے بغض، حسد اور تکالیف دینے کے باوجود نرمی، شائستگی اور معافی کا رویہ اپنائے رکھا۔ اس حوالے

سے یہ واقعہ ملاحظہ فرمائیں:

'ان عائشة رضی اللّٰہ عنهما زوج النبی صلی اللّٰہ علیه و سلم قالت دخل رحط من الیهود علیٰ رسول اللّٰہ ﷺ فقالو السام علیکم، قالت عائشة ففهمتها فقلت علیکم و السام واللعنة قالت فقال رسول اللّٰہ ﷺ مهلا یا عائشة ان اللّٰہ یحب الرفق فی الامر کله فقلت یارسول اللّٰہ ولم تسمع ما قالو؟ قال رسول اللّٰہ ﷺ قد قلت وعلیکم.(۵۸)

''عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کیا کہ کچھ یہودی رسول ﷺ کے پاس آئے اور کہا ''السام علیکم'' (تمہیں موت آئے) عائشہ نے بیان کیا کہ میں اس کا مفہوم سمجھ گئی وار میں نے ان کا جواب دیا کہ ''وعلیم السام والعنۃ'' (تمہیں موت آئے اور لعنت ہو)۔ بیان کیا۔ کہ اس پر رسول نے فرمایا ٹھہرو عائشہ اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی اور مطلاطفت کو پسند کرتا ہے میں نے عرض کی یارسول اللہ کیا آپ نے نہیں سنا۔ انہوں نے کیا کہا تھا۔ حضور اکرم نے فرمایا کہ میں نے اس کا جواب دے دیا تھا کہ وعلیکم (اور تمہیں بھی)''

اور اسی طرح یہود نے آپ ﷺ پر قاتلانہ حملے کی سازش کی مگر آپ ﷺ نے ان سے کوئی باز پرس نہ کی، اس واقعہ کی تفصیل یہ کہ ''قبیلہ بنو نضیر (جو کہ مدینہ کی اسلامی ریاست کے ساتھ عہد و پیاں رکھتا تھا) ربیع الاول ۴ھ میں نبی کو اپنے یہاں مدعو کیا اور ایک حویلی کے سائے میں حضو ﷺ کو بڑے ادب واحترام سے بٹھایا آپ جب اس قبیلہ کے مجمع کو خطاب فرمارہے تھے اس وقت یہود بنی نضیر کی پہلے سے طے شدہ سازش کے تحت ایک بڑا پتھر حویلی پر سے حضور کے جسم مبارک پر ڈالا گیا اللہ تعالیٰ نے اسی وقت جبرائیلؑ کو بھیج کر حضو ﷺ کو اس مقام سے تھوڑا ہٹ جانے کی ہدایت فرمائی۔'' (۵۹)

آپ ﷺ کی اہل کتاب کے معاملے میں وسعت میں وسعت نظری اور رواداری کا اس سے بڑھ کر اور کیا مظاہرہ ہوگا کہ آپ نے عیسائیوں کی ایک جماعت کو مسجد نبوی میں عبادت کی اجازت دی۔ چنانچہ ابن اسحاق نقل کرتے ہیں'' جب نصاریٰ کا گروہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے یہ لوگ بہت عمدہ لباس سے آراستہ تھے بعض صحابہ جنہوں نے ان کو دیکھا تھا فرماتے ہیں ہم نے ان کے بعد کوئی ایسا گروہ نہیں دیکھا جس وقت یہ لوگ آئے ہیں آپ ﷺ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے ان کی نماز کا بھی وقت آیا یہ مسجد ہی میں نماز پڑھنے لگے آپ ﷺ نے فرمایا ان کو نماز پڑھنے دو کچھ نہ کہو ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی'' (۶۰)

آپ ﷺ کے اس فیصلے اور طرز عمل کی روشنی میں علامہ ابن تیمیہ نے یہ فتویٰ دیا۔ کہ اہل کتاب کی عبادت گاہ میں مسلمان نماز ادا کر سکتے ہیں۔

"وتجوز الصلوٰۃ فی الکسینۃ"(٦١) "عیسائیوں اور یہودیوں کی عبادت گاہوں میں مسلمان نماز پڑھ سکتے ہیں"۔

رسول خدا ﷺ نے اہل کتاب پر جان و مال کے حوالے سے اعتماد کیا ہے اور ان سے با قاعدہ لین دین کیا ہے۔ اس حوالے سے علامہ تیمیہ نے فتویٰ دیتے ہوئے یہ دلیل دی ہے کہ

"واذ کان الیھودی اولانصرانی خبیر اًبا لطب جازلہ ان یستطیہ کما یجوزلہ ان یودعہ المال وان یعاملہ و قد استا جر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم رجلامشر کا لما ھاجرو کان ھادیا ماھر ابا لھدایہ الی الطریق من المکۃ الی المدینہ و ائتمنہ علیٰ نفسہ وما لہ وقد روی ان الحارث ابن کلاۃ و کان کافراً امرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یستطیوہ"(٦٢)

"اگر کوئی یہودی یا نصرانی فن طب میں درک رکھتا ہو تو یہ جائز ہے کہ اس سے معالجہ کرایا جائے جس طرح سے یہ بات جائز ہے کہ اس کے پاس مال بطور امانت رکھوایا جائے اور اس سے معاملت کی جائے خود رسول اللہ ﷺ نے ایک مشرک شخص کو اجرت پر حاصل کیا جب آپ ﷺ نے ہجرت فرمائی تھی جو بڑا ماہر راہ شناس تھا تاکہ وہ مکہ سے مدینہ تک راستہ کی رہنمائی کرے اور اس کی امانت میں اپنی جان اور مال دے دیا نیز روایت ہے کہ حارث بن کلدہ (جو کافر تھا) کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ اس سے علاج کرائیں"۔

اور یہ روایت ملاحظہ فرمائیں جو کہ اہل کتاب سے لین دین کے متعلق ہے۔ اسماء بنت یزید سے، روایت ہے کہ رسول اللہ کی وفات ہوئی اور جس روز آپ کی وفات ہوئی آپ کی زرہ ایک یہودی کے ہاں ایک وسق (تقریباً ایک من) جو کے عوض رہن تھی۔"(٦٣)

آپ ﷺ نے اہل کتاب کے انفرادی اور اجتماعی حقوق کے خیال رکھنے کی سختی سے تاکید فرمائی۔ فتح خیبر کے بعد ایک دفعہ مسلمانوں نے بعض یہودیوں کے پھل اور جانور لوٹ لئے تو جب آپ ﷺ کو خبر ملی تو آپ ﷺ نے نہایت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

"ان اللہ تعالیٰ لم یحل لکم ان تد خلو ابیوت اھل الکتاب الا باذن و لا ضرب نسائھم و لا اکل اثما مرھم"(٦٤)

"یعنی اللہ تعالیٰ نے کوئی بات تم پر حلال نہیں کی کہ اہل کتاب کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل ہو جاؤ یا ان کی عورتوں سے بدسلوکی کرو یا ان کے پھل کھاڈالو"

اسوہ رسول ﷺ سے ہمیں اہل کتاب کے ساتھ مختلف معاہدات بھی ملتے ہیں جن سے آپ ﷺ کا اہل کتاب کے

حوالے سے رویہ اور نقطہ نظر سامنے آتا ہے۔ ۲ھ بمطابق ۶۲۲ء میں آپ ﷺ نے سینٹ کیتھرائن متصل کوہ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائیوں سے ایک معاہدہ فرمایا جو اہل کتاب کے ساتھ حریت، مساوات وسعت نظری کی عالمگیر مثال پیش کرتا ہے۔ اس میں یہ بیان کیا گیا کہ "کوئی مسلمان ان احکام کی خلاف ورزی کرے گا تو وہ خدا کے عہد کو توڑنے والا اس کے احکام کے خلاف کرنے والا اور اپنے دین کا ذلیل کرنے والا خیال کیا جائے گا اس حکم کی رو سے خود پیغمبران کے ذمہ دار ہوئے اور نیز اپنے پیروکاروں کو تاکید کی کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں، راہبوں کے مکانوں اور نیز زیارت گاہوں کو ان کے دشمن سے بچائیں اور تمام مضر رساں اور تکلیف رساں چیزوں سے پورے طور پر ان کی حفاظت کریں نہ ان پر بے جا ٹیکس لگایا جائے نہ کوئی اپنی حدود سے خارج کیا جائے نہ کوئی عیسائی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کیا جائے نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نکالا جائے اور نہ مسلمانوں کے مکان اور مسجد بنانے کی غرض سے عیسائیوں کے گرجا مسمار کئے جائیں۔" (۶۵)

رسول اکرم ﷺ نے اہل کتاب کی جان، مال، آبرو ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کا ذمہ اٹھایا اس حوالے سے نجران کے عیسائیوں سے معاہدہ ایک اہم مثال ہے۔ معاہدہ کی اہم دفعات ملاحظہ فرمائیں۔

"نجران جو ر الله وذمة محمد النبی علی انفسهم وملتهم وغائبهم وشاهدهم وعشیرتهم وتبعهم وان لایغیر حق منحقوقهم ولا ملتهم ولایغیر کلماتحت ایدیهم من قلیل او کثیر و لیس علیهم ربیة ولادمجاهلیة ولا یحشرون ولایعشرون ولا یطاء ارضهم الجیش" (۶۶)

"یعنی نجران کے عیسائیوں کو خدا اور اس کے رسول محمد ﷺ کا ذمہ حاصل ہوگا ان کی جان، مال، زمین اور جائداد کے بارے میں ان تمام لوگوں کو جو یہاں حاضر ہیں یا یہاں سے غائب ہیں قبیلہ والے ہیں یا پیروکاران کے کسی حق میں تغیر نہیں کیا جائے گا جو کچھ ان کے قبضہ اور تصرف میں ہے خواہ کم ہو یا زیادہ اس میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں کی جائے گی گذشتہ دور کے شبہات یا قتل کے معاملات میں وہ ماخوذ نہ کئے جائیں گے۔ نہ وہ بیگار میں پکڑے جائیں گے نہ ان کے علاقہ کی زمین سے اسلامی فوج گذرے گی"۔

اس کے علاوہ بنو قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ آپ ﷺ کے معاہدے کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں:

"یہودیوں کی مدد اور اعانت کی جائے گی ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا ان کے خلاف کسی دشمن کو مدد دی جائے گی یہودی اپنے مذہب پر قائم رہیں گے اور مسلمان اپنے مذہب پر اور اگر کوئی حملہ کرے گا تو ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔" (۶۷)

پیغمبر اسلام ﷺ کی تعلیم اور عمل کا یہ نتیجہ سامنے آیا کہ اسلامی حکومتوں کے مختلف ادوار میں ان تمام ہدایت پر عمل کیا گیا جن کا

تعلق اہل کتاب کے ساتھ رواداری طرز عمل سے تھا۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیق کے دور میں ہونے والے ایک معاہدہ جو کہ اہل حیرہ سے ہوا، کتاب الخراج میں مذکور ہے۔

"ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کئے جائیں گے اور نہ کوئی ایسا قصر گرایا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمن کے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے ہیں ناقوس اور گھنٹے بجانے کی ممانعت نہ ہوگی اور تہوار کے موقعوں پر صلیب نکالنے سے نہ روکے جائیں گے۔" (۶۸)

☆ غیر مسلموں کو دعوت اتحاد اور یگانگت

(قل یآھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سوآءٍ بیننا وبینکم الا نعبد الا اللّٰہ کے حوالے سے)

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے تمام غیر مسلموں کو عموماً اور اہل کتاب کو خصوصاً یہ دعوت دی ہے کہ وہ آئیں اور ایک ایسے نقطہ پر جو ہم سب کے درمیان مشترکہ ہے یعنی توحید پر متفق ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"قل یآھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سوآءٍ بیننا وبینکم الا اللّٰہ (القرآن" (۶۹)

"آپ کہہ دیجیے اے اہل کتاب ایک ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو تمہارے اور ہمارے درمیان برابر ہے، یعنی یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے"

قرآن حکیم انسانی معاشرے کے ارتقا کیلئے افکار و خیالات میں تنوع اور جدت کو ضروری سمجھتا ہے اور معاشرے کے بکھرے ہوئے خیالات افکار کے تبادلہ اور اس پر بحث و تمحیص کو جاندار افکار کی نمو کے لئے ضروری قرار دیتا ہے اور ایسی صورتحال میں جہاں اہل کتاب ہوں یا کسی اور مکتبہ فکر کے اہل علم اختلاف رائے سامنے آئے تو صبر، برداشت اور علمی دلائل و براہین سے اپنی بات پیش کرنے کی تلقین کرتا ہے اور اختلاف رائے کی صورت میں اختلاف برائے اختلاف اور تنقید برائے کو غلط قرار دیتا ہے۔ قرآن حکیم اختلاف رائے ونظر کو فطرت انسانی اور تخلیق خداوندی قرار دے کر اسے معاشرتی ارتقا کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

"اُدْعُ الیٰ سبیل ربک بالحکمة والموعظة الھسنة وجادلھم بالتی ھی احسن" (۷۰)

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور عمدہ پند و نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان کے ساتھ اچھے طریقے سے مباحثہ کرو"

مختلف اقوام کی رہنمائی و ہدایت کے لئے خالق کائنات نے انبیاء کرام کو مبعوث کیا ان میں یہودی، نصرانی و دیگر معلوم مذاہب ہیں۔ قرآن پاک ان انبیاء، حکماء کا تذکرہ موعظہ اور نصیحت اور خیر خواہی کے قانون کے تحت کرتا ہے۔ لہٰذا کسی

بھی قوم کی تاریخی نصیحت کو غلط الفاظ میں تذکرہ نہ کیا جائے اس لیے بہت حد تک امکان ہے کہ برگزیدہ خدائی شخصیت کے حق میں گستاخی ہو جائے اور اس کے پیروکاروں کی دل آزاری ہو اور معاشرہ میں فتنہ فساد کا اندیشہ پیدا ہو لہٰذا رواداری کے ماحول کو برقرار رکھنے کے لئے قرآن حکیم دیگر اقوام کی مذہبی شخصیات کو برا بھلا کہنے سے اجتناب کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن حکیم نے یہودیوں کے انبیاء، عیسائیوں کے انبیاء دیگر حکماء کا تذکرہ بے حد شائستہ لب ولہجہ میں کیا ہے ان کی عظمت، وقار اور تقدس کا خیال رکھا ہے۔ گویا قرآن حکیم نے سمجھایا ہے کہ یہ جتنے بھی انبیاء، صلحاء تھے انہوں نے راست بازی، خدمت انسانیت اور خدائی تعلیمات کو عام کرنے کا فریضہ سرانجام دیا جس کو قرآن آگے بڑھا رہا ہے جس طرح اور نبیﷺ کی عزت وتوقیر ضروری ہے اس طرح دیگر انبیاء کی عزت وتوقیر ضروری ہے اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ قرآن حکیم اہل کتاب کی عبادت گاہوں کی حرمت اور حفاظت کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے۔

"ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوت ومسجد يذكر فيها اسم الله كثيراً" (۷۱)

"اور اگر اللہ اس کا انتظام نہ کرتا کہ ایک گروہ کی روک تھام دوسرے گروہ کے ذریعے ہو سکے اور وہ سرکش لوگوں کے بے لگام چھوڑ دیتا ہے کہ جو جی میں آیا کرتے چلے جائیں تو (اور چیزیں تو ایک طرف) کسی قوم کی عبادت گاہ تک بھی دنیا میں محفوظ نہ رہتی خانقاہیں، گرجے، یہودیوں کے عبادت خانے اور مساجد جن میں خدا کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے سب کبھی کے ڈھائے جا چکے ہوتے"

ان آیات سے غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور یگانگت کی کیسی زبردست تعلیم ملتی ہے چنانچہ یہاں مسجد کا ذکر فرمایا وہاں گرجاؤں (صوامع) اہل کتاب کی عبادت گاہوں (بیع)، عام عبادت گاہوں (صلواۃ) کا بھی احترام اور تقدس کے ساتھ ذکر فرمایا اور غایت درجہ کی رواداری دیکھئے کہ مسجد یعنی مسلمانوں کی عبادت گاہ کا ذکر سب سے آخر میں فرمایا حالانکہ مسجد کو بڑی آسانی سے مقدم اور دوسرے عبادت گاہوں کی مؤخر کیا جا سکتا ہے۔ کیا اس سے بڑھ کر رواداری کی کوئی اور مثال کہیں مل سکتی ہے؟ اس موقع پر یہ بات پیش نظر رکھنی چاہئے کہ یہ آیت مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی تھی اور اب مسلمان بے بس اور مجبور ومظلوم نہ تھے کہ دم نہ مار سکیں اب ان کے پاس قوت تھی شوکت تھی دبدبہ تھا اور وہ کفار ومشرکین کو نہ صرف کلمہ بہ کلمہ جواب دے سکتے تھے بلکہ ان کی دراز دستیوں اور شقاوتوں کا پورا پورا بدلہ بھی لے سکتے تھے (۷۲)

مذکورہ بالا آیات کریمہ سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ اہل کتاب کے ساتھ عمدہ برتاؤ، دعوت ونصیحت کے لئے شائستہ انداز اور اس کے ساتھ ساتھ ان کے انبیاء، ان کی مقدس کتب اور ان کی عبادت گاہوں کا تقدس ہر حال میں برقرار رکھنا ضروری

ہے۔قرآن حکیم کی یہ تعلیم بین المذاہب ہم آہنگی کی طرف ایک اہم ترین قدم ہے۔جس سے پوری دنیا میں قائم مذہبی عبادت گاہوں اور دعوت وتبلیغ کرنے والے گروہوں کے درمیان محبت اور قربت کی فضا قائم ہوگی۔

☆ اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کی اسلامی روایات

اسلامی نظام ریاست میں غیر مسلم قوموں کے ساتھ روادارانہ سلوک کا عالمگیر پیغام بھی نظام کی اساس کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اسلام چاہتا ہے کہ معاشرے میں تمام رہنے اور بسنے والے افراد خوشحال اور امن کی زندگی بسر کریں اس حوالے سے جب غیر مسلم اسلامی ریاست کا باقاعدہ شہری ہوگا تو اس پر ریاست کے ان تمام اصولوں اور قوانین کی بھی پابندی لازمی ہوگی جس کے باعث ایک خوشگوار ماحول کا قیام وجود میں آسکے گا اور جس کے باعث اسے اسلامی ریاست کے مساواتی نظام میں وہ تمام حقوق اور تحفظ حاصل ہو جائیں گے۔ نبی اکرم محمدﷺ کے دور کی ایک واضح مثال یہ ہے۔رسول اللہ کے زمانہ میں ایک مسلمان نے ایک ذمی اہل کتاب کو قتل کر دیا، رسول اللہ کے سامنے معاملہ پیش ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ مجھ پر ذمی کے عہد کو پورا کرنے کی ذمہ داری ہے، اور مسلمان کو قصاص میں قتل کرانے کا حکم دے دیا"۔(۷۳)اہل کتاب ذمی کے ساتھ ہونے والے انصاف کے تقاضوں کو نہ صرف محمد رسول اللہﷺ نے عملاً ثابت کیا بلکہ بعد کے آنے والے خلفائے راشدین نے بھی اسی اصول کو قائم ودائم رکھا۔"شام کے ایک ذمی کو مسلمان نے قتل کر دیا، حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو خط لکھا، آپ نے حکم جاری کر دیا کہ اگر قاتل عادی مجرم ہے تو اس کو قتل کر دو، اور اگر جوش غضب میں قتل کر دیا ہے تو مقتول کے ورثاء کو چار ہزار دیت دلا دو۔(۷۴)

کتاب الخراج میں مزکور ہے کہ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی وفات کے موقع پر وصیت فرمائی۔

"اوصی الخلیفة من بعدی بذمة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم ان یوفی الهم بعدهم وان یقائل میں ورائهم و لا یکلفوا فوق طاقتهم"(۷۵)

"میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں رسول اللہﷺ کے زمہ کی یہ کہ ذمیوں کے حقوق کا احترام رہے ان کی حمایت میں جنگ کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے ان کی بساط سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالا جائے"۔

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک میں عمر بن عبدالعزیز نے بھی عدل وانصاف کی مثال قائم کی۔اسی طرح آپ کے زمانہ میں ایک ذمی کو مسلمان نے قتل کر دیا، آپ نے مسلمان کو ذمی کے ورثہ کے حوالے کر دیا، اور اختیار دیا کہ چاہیں تو معاف کر دیں، چاہیں قصاص میں قتل کر دیں، مقتول کے ورثاء نے قتل کر دیا"(۷۶)

انصاف کے تقاضہ کے لیے عدل ہی بنیادی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا کسی معاشرے میں عدل وانصاف کی اہمیت نہیں تو وہ معاشرہ نہ صرف افراط تفریق کا شکار ہو جاتا بلکہ تمام ضابطہ اخلاق بھی مسخ ہو کر رہ جاتے ہیں اور ایسے میں بالخصوص اسلامی

ریاست میں قانون شریعت کا مقصد جو کہ عدل کی بنیادی پر بلاتفریق اور تقسیم قائم ہونا چاہیئے معاشرہ میں موجود افراد اس سے بھی محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ جس بنیادی نقطہ کی جانب قرآن حکیم نہایت واضح انداز میں حکم دیتا ہے اور وہ یہ کہ

"ان اللّٰہ یامر بالعدل و الا حسان"(۷۷) "بے شک اللہ عدل (انصاف) اور احسان (نیکی) کا حکم دیتا ہے"

قرآن حکیم کے اسی تناظر میں علامہ ابن قیم کہتے ہیں:

ان مقصوده اقامة عدلِ بین الناس بالقسط طریق استخرج بها العدل و القسط فهی من الدین لیست مخالفة له"

شریعت سے مقصود لوگوں کے درمیان عدل اور انصاف کا قیام قائم کیا جائے وہی دین میں سے ہوگا اور اس کے خلاف کچھ نہ کہا جائے گا۔(۷۸)

اسلام ریاست میں تمام شہریوں کے حقوق کے حوالے سے مولانا امین احسن اصلاحی کہتے ہیں۔"ایک اسلامی ریاست اپنے ہر شہری سے خدا اور رسول کی وفاداری کا حلف لے کر اس کو شہری حقوق کی ضمانت دیتی ہے۔اور ایک لادینی جمہوریہ خدا اور رسول کے بجائے ملک، قوم اور دستور کی وفاداری کے عہد کے بدلے میں شہری حقوق بخشتی ہے۔دونوں میں وفاداری کا محور الگ الگ ضرور ہیں۔ایک میں وفاداری کے محور قوم اور ریاسرا اور دستور ہیں۔دوسرے میں اللہ، رسول اور قرآن، لیکن یہ فرق تو محض ظاہری فرق ہے۔اصلی چیز تو ایک مشترکہ اور بالاتر وفاداری ہے جو اجتماعی نظام کے لیے سنگ بنیاد کا کام دے سکے۔اور یہ چیز دونوں نظاموں کے اندر بالکل ایک ہی درجہ کی اہمیت کے ساتھ یکساں طور پر موجود ہے۔(۷۹)

☆ خلاصہ کلام

گذشتہ تمام تر بحث کا یہ خلاصہ سامنے آیا کہ اسلامی تعلیمات اور اسوہ حسنہ کی روشنی میں بین المذاہب یگانگت اور ہم آہنگی وقت کی اہم ضرورت ہے۔اس حوالے سے اسلام کی تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کی سیرت مقدسہ سے ہمیں درج ذیل رہنما نکات ملتے ہیں جن کی مدد سے ہم بین المذاہب عالمی اتحاد اور ہم آہنگی کے لئے پیش رفت کر سکتے ہیں۔

- ☆ ادیان ثلاثہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام دین ابراہیمی کی کڑیاں ہیں۔یہ نکتہ باہمی یگانگت اور ہم آہنگی کی بنیاد ہے۔
- ☆ نظریہ توحید کی اساس پر ربط و تعاون، اور باہمی اشتراک ہوسکتا ہے۔
- ☆ اہل کتاب کے ساتھ سماجی، معاشرتی، تعلقات اور معاشی و اقتصادی لین دین کے لئے اقدامات کئے جا سکتے ہیں۔
- ☆ تمام مذاہب کی عبادت گاہوں، ان کے مذہبی رہنماؤں اور مقدس کتب کے احترام کا ضروری حکم ہے۔
- ☆ بنیادی اخلاقی تعلیمات، جو کہ تمام مذاہب کی مشترکہ ہیں کی دعوت اور تعلیم کے لئے ہر اسلامی ملک میں مکمل آزادی

ہواوراس حوالے سے مسلمان ان کا احترام کریں۔

☆ عقیدے کی تبدیلی کے لئے جبر اور سختی کی سراسر ممانعت کی گئی ہے۔

☆ اسلامی کی دعوت شائستہ انداز سے ہو اور اختلاف رائے میں تحمل، برداشت اور وسعت نظری اور مستند اور مضبوط دلیل ضروری ہے۔

☆ عقیدے کی بنیاد پر جنگ وجدل کی ممانعت کی گئی ہے۔

☆ عدل وانصاف اور سماجی معاملات میں اہل کتاب کے حقوق مسلمانوں کے حقوق کے برابر ہیں۔

☆ اسلامی ممالک میں اگر غیر مسلم عبادت گاہوں کی تعمیر اور مرمت کرنا چاہیں تو ان کی مالی اعانت کی جائے۔

☆ اہل کتاب مسلمانوں کی مساجد میں آ کر مختلف امور پر گفت وشنید کر سکتے ہیں۔

درج بالا نکات کو مدنظر رکھ کر عالمی سطح پر حسب ذیل اقدامات کئے جاسکتے ہیں:

☆ ادیان ثلاثہ کی وہ مذہبی تعلیمات جو رواداری اور انسان دوستی کو پیش کرتی ہیں کی اشاعت کتابوں، پمفلٹس وغیرہ کی صورت میں ہو اور ایسے قلمکاروں، مفکرین کی حوصلہ افزائی ہو جو اس طرح کا مواد تحریر کریں۔

☆ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا جس کے معاشرے پر ہمہ گیر اثرات مرتب ہو رہے ہیں کے ذریعے ایسے اسکالرز، ادیبوں، مفکرین، مقررین کو موقع دینا چاہئے جو رواداری، اخوت کی تعلیمات کو عام کرنا چاہتے ہیں۔

☆ دنیا بھر کی تمام حکومتیں جو کہ واقعی جمہوری اور انسان دوست معاشروں کے قیام کی خواہش رکھتی ہیں جو امن وسلامتی کا مقصد رکھتی ہیں جو انسانوں کو تقسیم کر کے اپنے اقتصادی مفادات کے لئے انتشار وافتراق کا منصوبہ نہیں رکھتیں۔ ان کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے میں ایسے لٹریچر، تقریر اور تحریر پر پابندی عائد کرے جو بین المذاہب جنگ وجدل، نفرت وتعصب اور افراتفری کو ہوا دے۔

☆ حکومتوں کی ذمہ داری ہے کہ امتیازی قوانین نہ بنائے جائیں جن سے مذاہب کے اندر تفریق پیدا ہو بلکہ عدل، وانصاف کے مطابق ہر مذہب کے ماننے والے آزادی اور خودمختاری سے اپنے عبادت گاہوں میں عبادت کرسکیں اور اپنی مذہبی رسم ورواج کے مطابق زندگی بسر کرسکیں۔

☆ مذہب کی تبلیغ کی اجازت ہو خاص طور پر ایسی تعلیمات جو اعلیٰ اخلاقیات کی تکمیل کے لئے ہو محبت ہمدردی، ایثار، مہربانی کی طرف بلاتی ہوں۔ ایسی تبلیغ سرگرمیوں کی بھرپور اجازت ہو تاکہ معاشرے کے اندر پھیلی ہوئی اخلاقی گراوٹوں کا تدارک ہو اور انسان نفسیاتی اور روحانی بیماریوں سے نجات حاصل کریں اور ایک دوسرے کے کام آنا،

خدمت کرنا اپنا مذہبی فریضہ سمجھنے لگیں۔

☆ عالمی سطح پر بین المذاہب مکالمہ، رواداری، انسان دوستی پر مبنی مختلف رہنماؤں کے خیالات کا تبادلہ ہو اور ایسے ثقافتی پروگراموں کا انعقاد کیا جائے جن سے ہم آہنگی پیدا ہو اور عالمی امن کی طرف پیش رفت ہو سکے۔

☆ کسی بھی مذہبی ادارے یا شخصیات کی طرف سے اگر رواداری اور انسانی ہمدردی کا کوئی اقدام ہو تو اس کو خوشدلی سے قبول کرنا چاہیے اس کی حوصلہ افزائی ہو اور ہر لحہ انہیں تعاون فراہم کرنا چاہیے۔

﴿حوالہ جات﴾

۱۔ جواہر لال نہرو، تاریخ عالم پر ایک نظر، لاہور تخلیقات، ۱۹۹۵ء، ص ۶۵

۲۔ مولانا وحید الدین خان، دین انسانیت اسلام کا فکری اور عملی اور تاریخی مطالعہ، کراچی، فضل سنز، ۱۹۹۷ء، ص ۳۱۴ تا ۳۱۸

۳۔ ایضاً

۴۔ القرآن، ۲:۱۲۴

۵۔ کتاب مقدس (پرانا اور نیا عہد نامہ)، لاہور بائبل سوسائٹی، ۲۰۰۱ء، پیدائش ۱۶، آیت ۳،۴

۶۔ مولانا عبید اللہ سندھی، سورۃ عصر کی حکیمانہ تفسیر، لاہور، مکی دار الکتب، ۱۹۹۹ء، ص ۱۰۷ تا ۱۰۸

۷۔ القرآن، ۲:۱۳۷

۸۔ صفدر حسن صدیقی، مذہبی رواداری، لاہور، مشعل، س ن، ص ۹۶

۹۔ القرآن، ۱۳:۷

۱۰۔ القرآن، ۳۵:۲۴

۱۱۔ کیرن آرم سٹرانگ، (مترجم یاسر جواد)، خدا کی تاریخ، لاہور، نگارشات، ۲۰۰۴ء، ص ۱۳۶

۱۲۔ کتاب مقدس (پرانا اور نیا عہد نامہ) محولہ بالا، اعمال ۱۷:۲۶

۱۳۔ ایضاً حکمت ۸،۱، اعمال ۱۴:۱۷، رومائیوں ۲:۳-۷، ۱تمیوتاوس ۲:۴

۱۴۔ ایضاً، مکاشفہ ۲۱:۲۴

۱۵۔ ایضاً، خط یعقوب ۲:۱۹

۱۶۔ ایضاً، حبقوق ۲:۱۴

۱۷۔ محمد عبد الرشید، اسلامی ریاست اور حکومت، کراچی، علمی کتاب گھر، ۱۹۷۳ء، ص ۵۳ تا ۵۴

۱۸۔ القرآن، ۳۵:۴۱

۱۹۔ القرآن، ۱۸:۱۱۰

۲۰۔ احمد عبد اللہ المسدوسی، مذاہب عالم ایک معاشرتی اور سیاسی جائزہ، کراچی، مکتبہ خدام ملت، س ن، ص ۴۱۶

۲۱۔ ایچ جی ویلز، (ترجمہ عاصم بٹ) مختصر تاریخ عالم، لاہور، ادارہ تخلیقات، ۱۹۹۲ء، ص ۲۰۴

۲۲۔ صفدر حسن صدیقی، مذہبی رواداری بحولہ بالا،ص ۹۵

۲۳۔ القرآن،۲۹:۴۶

۲۴۔ پروفیسر سرور (افکار مولانا عبید اللہ سندھی)، حالات زندگی تعلیمات اور سیاسی افکار م۔لاہور، المحمود اکیڈمی،۱۹۷۶ء،ص ۲۶۸

۲۵۔ مولانا عبید اللہ سندھی، (مرتب مطلوب علی زیدی)،شعور و آگہی،لاہور،مکی دار الکتب، جولائی ۱۹۹۴ء،ص ۲۵

۲۶۔ صفدر حسن صدیقی، مذہبی رواداری بحولہ بالا،ص ۹۵

۲۷۔ عفیف عبدالفتاح طبارہ، روح الدین الاسلامی، بیروت، ناشر مطبعۃ الجہاد،۱۹۶۲ء،ص ۱۷

۲۸۔ القرآن،۳:۲۰

۲۹۔ القرآن،۴۲:۱۵

۳۰۔ مولانا تقی امینی، اسلام بیسوی صدی میں، لاہور، ادارہ اوراق زریں،۱۹۶۲ء،ص ۲۱۸

۳۱۔ ایضاً،ص ۲۱۹

۳۲۔ القرآن،۷:۱۵۸

۳۳۔ القرآن،۲:۲۵۶

۳۴۔ علامہ سید رشید رضا مصری، اسلام دین وحدت، اسلام آباد، دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی،۱۹۹۸ء،ص ۴

۳۵۔ کیرن آرمسٹرانگ (ترجمہ محمد احسن بٹ)، خدا کے لئے جنگ، لاہور، نگارشات،۲۰۰۳ء،ص ۷۳

۳۶۔ القرآن ۵:۵

۳۷. ابی بکر احمد جصاص، علامہ، احکام القرآن تفسیر، مطبوعہ مصر، ۱۳۴۷ھ، ج ۲، ص ۳۹۸

۳۸. عفیف عبدالفتاح طبارہ، روح الدین الاسلامی، بیروت، ناشر مطبعة الجهاد، ۱۹۶۲ء، ص ۲۶۰

۳۹. ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، البخاری، کتاب التیمم، باب تیمم، میرٹھ، مطبع القدیمی، حدیث ۳۲۵

۴۰. محمد احمد بن جنبل، الا مام، مسند احمد، مصر، المطبعه المیمنیه، ۱۳۰۶ھ، باب ۲، ص ۲۸۱

۴۱۔ القرآن،۲۱:۱۰۷

۴۲۔ مولانا غلام رسول مہر، رسول رحمت (مجموعہ مقالات سیرت)، لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن،ص ۴۳۹

۴۳. محمد احمد بن جنبل، مسند احمد، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۳ء، باب ۵، رقم الحدیث ۱۱ ۴۱

۴۴. الشامی، محمد بن یوسف الصالحی، سبیل الهدی والرشاد، (سیرت شامی)، بیروت، دار لکتب العلمیه، ۱۹۹۳ء، باب ۲، حدیث ۵۹۸

۴۵۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری، کراچی، نفیس اکیڈمی،۱۹۷۷ ائص

۴۶۔ ابی بکر احمد جصاص، علامہ، احکام القرآن تفسیر بحولہ بالا، ج ۲،ص ۴۰۱

۴۷۔ ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، البخاری، میرٹھ، مطبع القدیمی،۱۲۸۳ھ، ج ۲،ص ۳۱۲

۴۸۔ کیرن آرمسٹرانگ، (مترجم یاسر جواد) خدا کی تاریخ، لاہور، نگارشات،۲۰۰۴ء،ص ۱۳۷

۴۹۔ ایضاً،ص ۱۳۶

۵۰۔ القرآن،۵:۴۲

۵۱۔ القرآن، ۵:۴۹

۵۲۔ علامہ ابی بکر احمد جصاص، احکام القرآن تفسیر محولہ بالا ج ۲، ص ۴۴۰

۵۳۔ القرآن ۵:۵

۵۴۔ علامہ ابی بکر احمد جصاص، احکام القرآن تفسیر محولہ بالا ج ۲، ص ۳۹۴

۵۵۔ ایضاً، ص ۳۹۴

۵۶۔ ابن سعد، طبقات بیروت دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء ج ۳

۵۷۔ ابو محمد عبد الملک، تہذیب سیرۃ ابن ہشام، قاہرہ، موسسۃ العربیہ الحدیثہ، ۱۳۸۳ھ۔ ص ۱۳۷

۵۸۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، البخاری، محولہ بالا، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ، حدیث ۹۶۳

۵۹۔ عبد الکریم پاریکھ، مولانا، قوم یہود اور ہم، کراچی، مجلس نشریات اسلام، ۱۹۶۹ء، ص ۳۸۲

۶۰۔ ابو محمد عبد الملک، سیرۃ ابن ہشام، (مترجم شیخ محمد اسماعیل پانی پتی)، لاہور، مقبول اکیڈمی، ۱۹۶۱ء، ص ۲۸۱

۶۱۔ مختصر الفتاویٰ المصریہ، لابن تیمیہ مطبوعہ مصر، س ن، ص ۶۵

۶۲۔ ایضاً، ص ۵۱۶

۶۳۔ ابن سعد، طبقات بیروت، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۷ء، ص ۱۹۹۲ص ۲۴۲، ج ۲

۶۴۔ سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابوداؤد، مترجم، خورشید عالم، کراچی، دار الاشاعت، س ندارد

۶۵۔ ندوی، رئیس احمد جعفری، مولانا، اسلام اور رواداری، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامی، ۱۹۵۵ء، ص ۵۳۲

۶۶۔ الامام ابو یوسف، کتاب الخراج، بیروت، دار المعارفہ، س ن، ص ۷۲

۶۷۔ مولانا رئیس احمد جعفری ندوی، اسلام اور رواداری، محولہ بالا، ص ۲۳۳

۶۸۔ الامام ابو یوسف، کتاب الخراج، فصل فیمن تجب علیہ الجزیہ، بیروت دار المعارفہ، س ن، ص ۱۴۷

۶۹۔ القرآن، ۳:۲۴

۷۰۔ القرآن، ۴۲:۱۵

۷۱۔ القرآن، ۲۲:۴۰

۷۲۔ مولانا رئیس احمد جعفری ندوی، اسلام اور رواداری، محولہ بالا، ص ۵۵

۷۳۔ السنن الکبریٰ، ابی بکر احمد بن الحسین ابن علی البیہقی، حیدر آباد دکن، المطبعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، ۱۳۵۴ھ، ج ۸، ص ۳۱

۷۴۔ ایضاً، ص ۳۳

۷۵۔ الامام ابو یوسف، کتاب الخراج، فصل فیمن، فیمن تجب علیہ الجزیہ، بیروت دار المعارفہ، س ن، ص ۱۲۴

۷۶۔ العلامہ یوسف الحنفی الزیلعی، نصب الرایۃ، نصب الرایۃ، کتاب الجنایات، ڈابھیل سورت، الھند، مجلس العلمی، ۱۹۳۸ء ج ۴، ص ۳۳۷

۷۷۔ القرآن۔ ۶۱:۹۰

۷۸۔ العلامہ محمد ابن قیم الجوزیۃ، الطرق الحکیمہ، المطبعہ المنیریہ ۱۳۷۲ھ، ص ۲۵

۷۹۔ مولانا امین احسن اصلاحی، اسلامی ریاست، لاہور، مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن، ۱۹۷۷ء، ص ۱۲۴

قل یاھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم

کے حوالے سے دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی حقیقت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

سید عزیز الرحمٰن۔ کراچی

عالم اسلام آج بہت سے مسائل سے دوچار ہے۔ بہت سی مشکلات اسے اپنے حصار میں لئے ہوئے ہیں۔ اسے متعدد مصائب کا الگ سامنا ہے۔ صورت حال اس حد تک سنگین ہو چکی ہے کہ امیدیں ٹوٹنے لگی ہیں، اور ناامیدی ڈیرے ڈالتی نظر آ رہی ہے، حالانکہ یہ تو قدرت کا قانون ہے، اسی لئے اٹل ہے، جس سے مفر ممکن نہیں، عروج کے بعد زوال اور تنزلی کے بعد ترقی ابدی حقیقتیں ہیں۔ ہاں جدوجہد ضروری ہے کہ ہم اسی کے مکلف ہیں۔

دوسری جانب یہ بات بھی بجائے خود ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ آج عالم اسلام کو بہترین جغرافیائی محل وقوع حاصل ہے، جس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ مشرق و مغرب دونوں کے راستے عالم اسلام سے ہی ہو کر گزرتے ہیں۔ گویا کہا جا سکتا ہے کہ عالم اسلام مشرق و مغرب کے مابین پل بن سکتا ہے اور انہیں ملانے کی فطری و قدرتی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ضرورت صرف یہ ہے کہ خود عالم اسلام کو اپنی اس اہمیت کا احساس ہو، اور دوسری جانب مغرب بھی عالم اسلام کی اس اہمیت کو سچے جذبے کے ساتھ تسلیم کرے، عالم اسلام کی پذیرائی سے مقصد کچھ اور نہ ہو۔ یہی صورت حال آج اسلام اور مغرب کے مابین مکالمے کی ضرورت کو اجاگر کر رہی ہے۔ قرآن حکیم نے اس اہمیت کو سب سے پہلے آج سے کوئی چودہ سو برس قبل محسوس کیا تھا، اور اسی لئے تمام مذہبی قوتوں کو اتحاد کی عالمگیر دعوت دی تھی۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

قل یااھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سوآء بیننا وبینکما الانعبدالا اللہ و لانشرک بہ شیئاو لایتخذ بعضنابعضاارباباً من دون اللہ (۱)

ترجمہ: (اے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آ جاؤ، جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائے۔

یہ آیت اور قرآن کا پیغام بالکل واضح ہے اور یہ خطاب براہ راست اگرچہ صرف اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو

ہے،مگر مفہوم میں وہ دیگر تمام مذاہب شامل ہیں، جو ان ہی مذاہب جیسے احکامات رکھتے ہیں۔(۲) یہود ونصاریٰ دونوں کو خصوصیت کے ساتھ اس بنا پر خطاب فرمایا گیا کہ دونوں ہی توحید کا دعویٰ رکھتے ہیں، سو جب ہم اور تم دونوں ہی اس بنیادی نکتے پر متفق ہیں تو اسی پر قائم رہتے ہوئے آؤ ہم اپنے تعلقات استوار کرتے ہیں، شرط یہی ہے کہ توحید خالص کو مان لو، اور شرک اور اس کی تمام اقسام سے مکمل اجتناب کرلو۔ یہ دعوت اسلام کی پہلی دعوت نہیں، تمام انبیائے ماسبق یہی دعوت توحید خالص ہی دیتے چلے آرہے ہیں، چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا گیا:

وماارسلنامن قبلک من رسول الا نوحی الیه انه لااله الا انافاعبدونo(۳)

آپ سے پہلے ہم نے جس رسول کو بھی بھیجا، سب کی طرف ہم نے یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو تم میری ہی عبادت کرو۔

اور سورۂ نحل میں فرمایا:

ولقد بعثنافی کل امته رسولاان اعبدواالله واجتنبواالطاغوت (۴)

اور ہم نے ہر امت میں رسول بھیج کر یہ اعلان کردیا کہ اللہ کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں سے بچو۔

اسی بنا پر اسلام ہر اعتبار سے ہم آہنگی اور یگانگت کا داعی ہے، اور پوری انسانیت کو اس نکتہ واحد پر مجتمع کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اس پر آمادہ نہ ہو تو بھی وہ بلا جواز لڑنے اور فساد برپا کرنے کی تائید نہیں کرتا، بلکہ وہ امن واستحکام کے ساتھ باہمی اعتماد قائم رکھتے ہوئے امن وسکون کے ساتھ زندگی بسر کرنے کا مدعی ہے، جس کیلئے وہ معاہدات صلح وامن کی پیشکش کرتا ہے۔ پیغمبر انسانیت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کا اسوۂ حسنہ اس سلسلے میں بھی ہمارے لیے بہترین نمونہ عمل ہے۔ آپ ﷺ نے جس طرح غیر مسلم قوتوں اور دیگر مذاہب کے افراد، قبائل اور حکومتوں سے معاملات کئے، وہ تمام امور اور ان کی تفصیلات آج بھی غیر مسلموں کے ساتھ قومی اور بین الاقوامی سطح پر تعلقات استوار کرنے اور ان تعلقات کی حدود وقیود متعین کرنے میں ہماری مکمل رہنمائی کرتی ہیں۔

غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت ہی وہ واحد چیز ہے جس کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا ممکن ہوتا ہے کہ باہمی اتحاد ویگانگت کس طرح پروان چڑھ سکتی ہے؟ ان تعلقات کی بہت سی تفصیلات کی حدود وقیود متعین کرنے میں ہماری مکمل رہنمائی کرتی ہیں۔ غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت ہی وہ واحد چیز ہے جس کی بنیاد پر یہ فیصلہ کرنا ممکن ہوتا ہے کہ باہمی اتحاد ویگانگت کس طرح پروان چڑھ سکتی ہے؟ ان تعلقات کی بہت سی تفصیلات اس مقالے میں ان شاء اللہ بیان ہوں گی۔ لیکن ان تعلقات کی دو بنیادی شقیں ہیں۔

۱۔ غیر مسلموں سے قومی سطح پر تعلقات: جس سے کسی بھی مسلم ریاست میں موجود غیر مسلموں (اقلیتوں) کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کی تفاصیل تعلق رکھتی ہیں۔

۲۔ غیر مسلموں سے حکومتی سطح پر تعلقات: جس میں اسلام کا قانون بین الممالک اور اسلامی حکومتوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات زیر بحث آتے ہیں۔ ہم ان شاءاللہ العزیز ان دونوں پہلوؤں کو اسی ترتیب سے بیان کرنے کی کوشش کریں گے۔ وبیدہ التوفیق و علیہ التکلان ، ولاحول ولاقوۃ الاباللہ

اسلام میں بین المذاہب ہم آہنگی اور یگانگت کا تصور

اسلام پوری انسانیت کا مذہب ہے، مسلمان تو انسانیت کے اس حصے کو کہتے ہیں جو اسلام کی دعوت قبول کر لیتا ہے۔ یہ کسی گروہ، نسل خاندان، قبیلے یا قوم کا نام نہیں، یہ پیغام تو سب کے لئے ہے، اسے کوئی بھی اختیار کر سکتا ہے، اور اس عالمگیر برادری کا حصہ بن سکتا ہے، جس میں شمولیت کے لئے نہ کسی زبان کی قید ہے، نہ علاقے کی، اور نہ رنگ و نسل کی، شرط صرف یہ ہے کہ قولو الا الہ الا اللہ تفلحوا لا الہ الا اللہ کہہ دو، کامیاب ہو جاؤ گے۔ (۵)

نبی کریم ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرمایا:

وما ارسلنک الا کافتہ للناس بشیرا و نذیرا (٦)

اور ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

اس لئے آپ ﷺ کی ہدایت پوری انسانیت کے لیے ہے، اور آپ ﷺ تمام انسانوں کی بلکہ تمام مخلوق کی خیر خواہی فرماتے ہیں، اور ان کے لئے ہدایات فرماتے ہیں، چند ارشادات پیش کئے بغیر آگے بڑھنا مناسب نہیں۔

الخلق عیال اللہ فاحبھم الی اللہ من انفعھم العیالہ (۷)

ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ نیکی کرے۔

لاتقاطعوا و لاتدابروا و لاتباغضوا و لاتحاسدوا و کونوا عباداللہ اخوانا (۸)

ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، اور خدا کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔

ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (۹)

تم لوگ زمین پر رہنے والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

من لم یرحم الناس لایرحمه الله(۱۰)

جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر خدا بھی رحم نہیں کرتا۔

لایومن احدکم حتی یحب للناس مایحب لنفسه و حتی المرء ولایحبه الاالله(۱۱)

تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک دوسروں کے لئے وہی پسند کرے، جو اپنے لئے کرتا ہے، اور جب آدمی کسی کو دوست رکھے تو اللہ کے لئے ہی دوست رکھے۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں سے تعلقات کے سلسلے میں اسلام کے اقدامات

اسلام غیر مسلم شہریوں کو اپنی خالص نظریاتی ریاست میں بھی اسی دوجے کا شہری تصور کرتا ہے، جس درجے کے وہاں رہنے والے مسلمان شہری ہیں۔ اور شہریت کے معاملات میں ان کے مابین کوئی تفریق نہیں کرتا۔ جس کا ثبوت غیر مسلموں کو دیئے جانے والے حقوق ہیں۔ آئندہ سطور میں ہم غیر مسلموں کو اسلامی ریاست میں حاصل حقوق کا ایک خاکہ پیش کرتے ہیں۔ البتہ ابتدا میں ایک وضاحت ضروری ہے، تاریخ میں بعض مقامات پر شاید یہ بات ملے کہ کسی موقع پر کسی مسلم حکمران نے کسی غیر مسلم کے ساتھ کوئی امتیازی سلوک روا رکھا، یہ استثنائی صورت حال قطعاً اسلام کے مجموعی رویئے کے خلاف حجت اور دلیل نہیں بن سکتی، ایسے واقعات تو ہر مذہب کے ماننے والوں کے بارے میں نہ صرف مل سکتے ہیں، بلکہ سہولت کے ساتھ دستیاب ہیں، انسانی تاریخ ایسے واقعات سے پر ہے۔ اصل چیز کسی بھی مذہب کا مجموعہ رویہ اور اس کی بنیادی تعلیمات ہیں، جس کی بنیاد پر ہی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ اس کے ہاں کسی بھی معاملے میں کیا اصول وقوانین موجود ہیں؟ ذیل میں ہم اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت، ان سے ہم آہنگی کے اسلامی تصور اور اسلامی تاریخ میں خصوصاً عہدی نبوی اور عہد صحابہ میں اس کی مثالوں پر گفتگو کریں گے۔

جان کی حفاظت

ہم آہنگی اور اتحاد بہت بعد کی چیز ہے انسان کی سب سے پہلے ضرورت اس کی جان کی حفاظت اور زندگی کی حفاظت ہے۔ اسلام یہ ضمانت سب سے بڑھ کر اور اسی معیار کی دیتا ہے جس کی خود مسلمانوں کو حاصل ہے، کیونکہ اسلام کی نظر میں جان کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ قرآن تو یہاں تک کہتا ہے

کتبنا علی بنی اسرائیل انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا ط ومن احیا ها فکانما احیا جمیعا ط(۱۲)

ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ جو کوئی کسی بدلے کے، یا زمین پر فساد پھیلانے کے بغیر تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر ڈالا، اور جس نے کسی کو بچالیا تو گویا اس نے سب کو بچالیا۔

انسانی جان کی اسی عظمت اور حرمت کے پیش نظر اسلام میں غیر مسلم شہری کی جان کو وہی احترام اور عزت حاصل ہے جو کسی مسلمان کی جان کو حاصل ہو سکتی ہے، دونوں میں کسی قسم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ اسی لئے رسول ﷺ نے فرمایا:

من قتل معاهد الم یرح رائحة الجنة، وان یحها یوجد من میسر ▪ اربعین عاماً(۱۳)

جس نے کسی معاہد (غیر مسلم شہری جو اسلامی ریاست کا باشندہ ہو) کو قتل کر دیا، وہ شخص جنت کی خوشبو نہیں پائے گا، حالانکہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے محسوس ہوگی۔

یہ تو قتل کا معاملہ تھا، اب اگر کوئی غیر مسلم قتل ہو جائے اور اس کے ورثہ بدلہ لینے کی بجائے خون بہا لینے پر بخوشی آمادہ ہوں، جسے اسلام کی اصطلاح میں دیت مسلمان کے برابر ہوگی، ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کریم نے ایک ذمی کی وہی دیت ادا کی جو مسلمان کی دیت ہوتی ہے (۱۴) اور مسلمانوں کا اس اصول پر بعد میں بھی عمل رہا، اسلامی تاریخ میں اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، مثلاً حضرت عمرؓ کی عہد میں قبیلہ بکر بن وائل کے مسلمان نے حیرہ کے ایک غیر مسلم شہری کو ناحق قتل کر دیا، حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ اسے مقتول کے ورثا کے حوالے کر دیا جائے، چاہے وہ قتل کریں، چاہے معاف کریں ▪ چنانچہ اسے ورثاء کے حوالے کر دیا گیا، جنہوں نے اسے قتل کر دیا (۱۵)

مال کی حفاظت

جان کے بعد دوسرا درجہ مال کا ہے، جو انسان کی دنیاوی ضرورتوں کی کفالت کرتا ہے، کسی بھی قوم سے اتحاد و یگانگت ان کے مال کی ضمانت دیئے بغیر پروان نہیں چڑھ نہیں سکتی۔ اسلام نے اس حوالے سے بھی اہم اقدامات کیے ہیں، اور غیر مسلم اسلامی ریاست میں اس حوالے سے بھی برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ جنگ خیبر کے موقع پر جب یہود سے معاہدہ ہو چکا تو انہوں نے رسول اکرم ﷺ سے شکایت کی کہ مسلمان ہمارے پھلوں اور غلوں پر ٹوٹ پڑتے ہیں، حالانکہ یہ چیزیں محفوظ مقام پر رکھی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے فوراً ہدایت فرمائی:

الالا یحل اموال المعاهدین الابحقها(۱۶)

آگاہ ہو جاؤ کہ معاہدین (غیر مسلم) کے اموال قطعاً حلال نہیں ہیں، سوائے اس کے کہ اسے لینے کا حق (ریاست کی طرف سے) ہو۔

اور حضرت علیؓ نے فرمایا:

انما قبلو اعقدۃالذمۃلتکو ن امو الھم کا مو النا و دئھم کد ما ئنا (۱۷)

انہوں نے ہم سے معاہدہ اسی لئے تو کیا ہے تاکہ ان کے اموال کی طرح اوران کے خون ہمارے خون کی طرح ہو جائیں۔

عزت کی حفاظت

جس طرح اسلام ریاست کسی مسلمان کی عزت کی ضامن ہے اسی طرح غیر مسلم شہری کی حفاظت بھی اس کا فرض ہے۔

فقہائے حنفیہ نے وضاحت سے یہ مسئلہ بیان کیا ہے:

ویحب کف الا خری عنھو تحر م غینہ کا لمسلم (۱۸)

اور غیر مسلم شہری کو تکلیف ونقصان پہنچانے سے باز رہنا ضروری ہے،اوراس کی غیبت کرنا اس طرح حرام ہے، جیسے کسی مسلمان کی غیبت کر اسی طرح کوئی شخص غیر مسلم شہری کو برا بھلا کہے گا تب بھی ایسا کرنے پر سزا لاگو ہوگی، فقہا نے لکھا ہے کہ اگر مسلمان کسی غیر مسلم کو گالی دے گا تو اسے سزا دی جائے گی۔(۱۹) حتی کہ کسی نے کسی غیر مسلم کو طنزاً کافر بھی کہا اوراس سے غیر مسلم کو تکلیف پہنچی تو بھی مسلمان گناہ گار ہوگا۔(۲۰)

مذہبی آزادی

جب ہم اسلام اور غیر مسلم کی تفریق کرتے ہیں،تو یہ تو خالصتاً عقائد اور مذہب کی بنیاد پر ہوتی ہے،اور غیر مسلموں سے اتحاد کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ ہم انہیں مکمل مذہبی آزادی فراہم کریں،تاکہ وہ مذہبی ریاست میں خود کو غیر محفوظ تصور نہ کریں۔اس بنا پر اسلام مذہب کے اختیار کرنے کے معاملے کو شخصی مسئلہ قرار دیتا ہے،وہ اس معاملے میں کسی جبر کا قائل نہیں ،اخروی اعتبار سے کامیابی صرف اسی کا مقدر ہوتی گی جو اللہ تعالٰی کے احکامات پوری طرح بجالائے،مگر دنیا میں اسلام نے اپنی دعوت پوری طرح کھول کر سب کے سامنے پیش کردی ہے،اب ہر ایک کو اختیار ہے،قرآن کہتا ہے،

لا اکر اہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی (۲۱)

دین میں کوئی جبر نہیں،راہ ہدایت گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔

اس بنا پر اسلام غیر مسلم رعایا کو پوری مذہبی آزادی دیتا ہے،رسول اکرم ﷺ نے جب نجران کو عیسائی آبادی سے معاہدہ فرمایا تو اس میں شقیں بھی شامل تھیں۔ان کی جان محفوظ رہے گی۔ان کی زمین وجائیداداور مال وغیرہ ان ہی کے قبضے میں رہے گا۔ان کے مذہبی عہدے کسی تبدیلی کے بغیر برقرار رہیں گے،صلیبوں اور مورتوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔(۲۲) اسی

طرح عہد فاروقی میں جب بیت المقدس فتح ہوا، اور حضرت عمرؓ نے وہاں رہنے والوں سے معاہدہ کیا تو اس میں یہ بھی مذکور تھا ''یہ امان ان کی جان، مال، عبادت گاہوں، صلیب، بیمار و تندرست اور تمام اہل مذہب کیلئے ہے۔ ان کی عبادت گاہوں میں نہ تو سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ گرائی جائیں گی، اور انکو اور نہ ان کے احاطوں کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا'' (۲۳)

اور صاحب بدائع الصنائع لکھتے ہیں:

ولا یمنعون من اظهار شی، مما ذکرنا من بیع الخمر والخنزیر وضرب الناقوس فی قریته او موضع لیس من امصار المسلین ولو کانو افیه عدد کثیر من اهل الاسلام (۲۴)

ان کی آبادی میں ان مذکورہ چیزوں کے اظہار سے ان کو روکا نہیں جائے گا، جیسے خمر و خنزیر اور ناقوس بجانا، اور ایسے ہی اس شہر میں بھی منع نہیں کیا جائے گا جو مسلمانوں کے شہر نہیں ہیں، اگر چہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد ان میں رہتی ہو۔

ریاستی امور میں غیر مسلموں کا حصہ

اس کے باوجود کہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے، اس کے امور کو خاص اسلامی نقطہ نظر سے چلانا ضروری ہے، مگر اسلام اس قدر گنجائش ضرور پیش کرتا ہے کہ بعض امور میں غیر مسلموں کو ریاستی امور کا ذمہ دار بنایا جا سکے، چنانچہ ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں، جب ریاستی معاملات میں مسلمان حکمران نے غیر مسلموں کو براہ راست شریک کیا۔ حضرت عمرؓ کے دور حکومت میں جو نئے علاقے اسلامی ریاست کے حصے بنے، وہاں کے انتظامی امور جن غیر مسلموں کے سپرد تھے، بعد میں بھی کم و بیش وہی رہے، اسی طرح حضرت معاویہؓ کے عہد میں حمص میں زکوۃ اور دیگر واجبات کی وصولی کے لئے ایک عیسائی شخص کو ذمے دار مقرر کیا تھا (تاریخ یعقوبی رص ۲۶۵) اس نوعیت کی دوسری مثالیں بھی موجود ہیں۔

شخصی معاملات:

اسلام شخصی معاملات (Personal Law) میں بھی اپنی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کو مکمل شخصی آزادی دیتا ہے۔ ظاہر ہے کہ آزادی مسلمانوں اور غیر مسلموں کے باہمی روابط میں اضافے کا باعث بنتی ہے، اور اس سے ان کے مابین ہم آہنگی اور یگانگت پروان چڑھتی ہے۔ اسلام کا مزاج یہ ہے کہ غیر مسلموں کے شخصی معاملات میں ان کے اپنے قانون کو مدنظر رکھا جائے گا، اور اس حوالے سے اسلامی قوانین کو زیر غور نہیں لایا جائے گا۔ چنانچہ اگر ان کے ہاں بغیر گواہ کے نکاح جائز ہو، یا محرمات کے ساتھ نکاح ان کے مذہب میں درست سمجھا جاتا ہو تو انہیں اس کی اجازت دی جائے گی۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے ایک بار حضرت حسن بصریؒ سے پوچھا تھا کہ کیا بات ہے خلفائے راشدین نے ذمیوں کو محرمات کے ساتھ نکاح اور

شراب اور خنزیر کے معاملے میں آزاد چھوڑ دیا ہے؟ تو حضرت حسن بصری نے جواب میں فرمایا:

انما بذلو ا الجزیة کواما یعتقدون و انمانت متبع و لا مبتدع (۲۵)

انہوں نے جزیہ دینا اسی لئے قبول کیا ہے تاکہ انہیں ان کے عقدے زندگی بسر کرنے کی اجازت دی جائے۔اور تمہارا کام تو سلف کے طریقے کی پیروی کرنا ہے، نہ کہ کوئی نیا طریقہ ایجاد کرنا۔

عدل و انصاف

اسلام عدل و انصاف کا مذہب ہے، اور اس کی نظر میں عدل و انصاف یہ نہیں ہے کہ صرف مسلمانوں کا خیال رکھا جائے، بلکہ انصاف کا جو بھی تقاضا ہو اسے ہر صورت میں نبھانا اسلام کا مزاج بھی ہے اور مسلمانوں کو اس کی تاکید بھی۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ دشمن کے معاملے میں فیصلہ کرتے ہوئے بھی انصاف سے کام لینا ازبس ضروری ہے۔قرآن کہتا ہے:

یآ یھا الذین امنو ا کونو ا قوامین للہ شھداء بالقسط و لا یجر منکم شنان قوم علی الا تعدلو ا ھو اقرب للتقوی .و اتقو اللہ .ان اللہ خبیر بما تعملون٥(۲۶)

اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف سے گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ترک نہ کرو (اور) عدل کیا کرو، یہی پرہیزگاری سے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اس آیت کریمہ سے ان غیر مسلموں کے بارے میں اسلام کا حکم واضح ہے جو اسلامی ریاست میں ہر طرح کے قوانین کی پاسداری کرتے ہوئے رہتے اور بستے ہوں۔رسول اللہ ﷺ نے مسلمان حکمران کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ان السلطان ظل اللہ فی الارض یاوی الیہ کل مظلوم من عبادہ فاذ اعدل کان لہ الاجر و علی الرعیة الشکر، و اذا جار کان علیہ الاصر و علی الرعیة الصبر (۲۷)

سلطان روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے جس کی طرف خدا کے مظلوم بندے پناہ لیتے ہیں، جب وہ انصاف کرتا ہے تو وہ مستحق اجر ہوتا ہے اور رعایا پر شکر گزاری واجب ہوتی ہے، اور جب ظلم و جور کرتا ہے تو وہ گناہ گار رہوتا ہے اور اس وقت رعایا کو صبر سے کام لینا چاہئے۔

اسلامی ریاست میں عدل و انصاف کی فراہمی کے حوالے سے اسلامی روایات کو سراہتے ہوئے گستاؤ لیبان کہتا ہے:

خلفائے راشدین کے زمانے میں ہر شخص برابر سمجھا جاتا تھا، اور ایک ہی قانون سب کے لئے تھا، حضرت علیؓ بہ نفس نفیس خود عدالت کے سامنے مدعی بن کر آئے، اور ایک شخص پر دعویٰ کیا جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی، جس وقت غسان کا

نصرانی بادشاہ مسلمان ہو گیا تھا، حضرت عمرؓ سے ملنے آیا تو ایک اعرابی نے نادانستہ اسے دھکا دیا، اس پر بادشاہ نے خفا ہو کر اسے مارا، اعرابی کی نالش پر حضرت عمر نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ بھی بادشاہ کو مارے، اس پر بادشاہ نے کہا اے امیر المومنین کہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک شخص بادشاہ کو ہاتھ لگائے، خلیفہ نے جواب دیا کہ اسلام کا قانون یہی ہے، اسلام میں نہ درجے کی عزت ہے، نہ ذات کی، ہمارے پیغمبر خدا کی نظر میں سب برابر ہیں اور ان کے خلفا میں بھی یہی روایات قائم رہیں گی۔ (۲۸)

دفاعی امور میں غیر مسلموں کی شرکت

دفاعی امور میں بھی براہ راست شریک ہو سکتے ہیں، اور ان کی صلاحیتوں پر اعتماد کرتے ہوئے ان سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ امام ابو بکر جصاص لکھتے ہیں کہ غیر مسلموں سے جنگ کے موقع پر مدد لی جا سکتی ہے، (۲۹) اسی طرح جنگ کی صورت میں جو وصولی مالِ غنیمت کی شکل میں حاصل ہو گی، اس میں بھی غیر مسلموں کا حصہ ہو گا، اور ان کی شرکت جس نوعیت کی ہو گی، اس کے بہ قدر ان کو حصہ دیا جائے گا (۳۰)۔

غیر مسلموں سے تعلقات کی نوعیت اور اس کی مختلف صورتیں

معاشرتی اعتبار سے غیر مسلموں کو وہ تمام سہولتیں حاصل ہیں، جو کسی اسلامی ریاست کے مسلمان شہری کو حاصل ہوتی ہے، اس کی بہت سی مثالیں اور بہت سے نظائر ہمیں عہد رسالت مآب ﷺ اور پر عہد صحابہ میں ملتے ہیں، ذیل میں ہم انہیں علیحدہ علیحدہ عنوانات کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

خاندانی تعلقات

خاندان وہ پہلی اکائی ہے، جو انسانی معاشرہ ہی وہ جوہر ہے جس نے بڑھتے ہوئے آج پوری دنیا کو گلوبل ولیج کی صورت دے دی ہے۔ اسلام خاندان کی اس حیثیت کو تسلیم کرتا ہے، اور اسے بھرپور اہمیت دیتا ہے، بلکہ بطور مذہب بھی اور بہ اعتبار نظام بھی وہی تنہا خاندان کو اس کی صحیح حیثیت دینے کا علم بردار ہے۔ خاندان کی یہ اہمیت فقط مسلمانوں کے لئے نہیں، اسلام کی اپنے ماننے والوں کو ہدایت یہ ہیں کہ ان کے غیر مسلموں کے ساتھ مسلمانوں کی رواداری، ان سے ہم آہنگی اور مسلم معاشرے میں انسان دوستی پر مبنی یگانگت کے فروغ کے لئے نہایت اہم اور بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے۔

والدین سے حسن سلوک

والدین کسی بھی خاندان کی بنیاد ہوتے ہیں، اس لئے خاندان کی سطح پر اسلام نے سب سے زیادہ جن کا خیال رکھنے کی تلقین کی ہے، وہ والدین ہی ہیں۔ پھر اسلام کی ہدایات یہ ہیں کہ وہ والدین خواہ غیر مسلم بھی ہوں، ان سے عزت واحترام کا

معاملہ ہی کیا جائے گا، اور ہر اعتبار سے ان کی خیر خواہی کی جائے گی، قرآن حکیم میں ارشاد ہے کہ ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کہ وہ والدین کا حق پہچانے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ والدین کی بھی شکر گزار بنے، آگے فرمایا:

وان جا ھد ک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما و صا حبھما فی الدنیا معروفا (۳۱)

اور اگر وہ تجھے مجبور کریں کہ تو میرے ساتھ شرک کر جس کا تجھے علم نہیں ہے تو تو ان کی بات نہ ماننا، اور ان کے ساتھ اچھائی کے ساتھ برتاؤ کرنا۔

یہ آیت وضاحت سے بتاتی ہے کہ غیر مسلم والدین کے ساتھ انسانی روابط کی حدود کیا ہیں؟ وہ اگر کسی غیر شرعی بات کا حکم دیں، کسی نافرمانی پر ابھاریں یا کسی اچھائی سے منع کریں تو بے شک ادب واحترام کے ساتھ ان سے اختلاف کیا جائے مگر پھر بھی ان سے روابط میں تلخی نہ آنے پائے، اور ان کے ساتھ رویہ ہر اعتبار سے خیر خواہی والا ہی برقرار رہنا چاہیے۔ چنانچہ امام جصاص کہتے ہیں کہ کفر وشرک ان سے کسی قسم کی بدسلوکی کو جواز نہیں بن سکتا (۳۲)

چنانچہ فقہا نے وضاحت سے لکھا ہے کہ غیر مسلم والدین کا نان نفقہ اور ان کی ضرورتوں کی تکمیل انسان پر واجب ہے، علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

لیس من المعروف ان یعیش فی نعم اللہ تعالیٰ و یتر کھما جو عا (۳۳)

یہ کوئی نیکی کا کام نہیں کہ انسان خود تو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا رہے اور والدین کو بھوکا چھوڑ دے۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی والدہ ان سے ملنے آئیں، انہوں نے حضور اکرم ﷺ سے دریافت فرمایا کہ کیا میں ان کی مدد کر سکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (۳۴)

اسی طرح غیر مسلم والدین سے تحائف کا تبادلہ بھی ہو سکتا ہے، اور ان کے ہدایا بھی قبول کئے جا سکتے ہیں، حضرت اسماء کے اس واقعے میں یہ تفصیل بھی مذکور ہے کہ وہ چند چیزیں بطور تحفہ لائی تھیں، حضرت اسماءؓ کے پوچھنے پر نبی کریم ﷺ نے ان کے تحفے کو قبول کرنے کا بھی حکم فرمایا۔ (۳۵)

رشتے داروں سے تعلقات

والدین کے بعد دوسرے رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کا مرحلہ آتا ہے، اسلام نے اس حوالے سے جہاں مسلمان رشتے داروں کے حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں جامع ہدایات دی ہیں، وہیں غیر مسلم رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی کی بھی تلقین نبھانے کا بھی حکم دیا ہے۔ اسلامی قوانین کی رو سے غیر مسلم مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا، نبی اکرم ﷺ کا واضح فرمان مبارک ہے:

لا یرث المسلم الکافر ، و لا الکافر المسلم (۳٦)

نہ تو مسلمان کافر کا وارث ہوگا، نہ کافر مسلمان کا۔

لیکن وراثت کے علاوہ مسلمان اپنے غیر مسلم رشتے داروں کی مدد و اعانت کر سکتا ہے اور اپنے مال میں سے ان کیلئے وصیت بھی کی جا سکتی ہے۔ ام المومنین حضرت صفیہؓ سے اپنے ایک یہودی عزیز کے لئے وصیت فرمانا ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت عکرمہؒ کہتے ہیں:

باعت صفیة زوج النبیؐ دارالها من معاویة بماة الف ۔ فقالت لذی قرابة لها من الیهود اسلم ۔ فلك ان اسلمت ورثتنی ، فابی ،فاوصت له ، قال بعضهم بثلاثین الفاً (۳۸)

ام المومنین حضرت صفیہؓ نے اپنا مکان حضرت معاویہ کو ایک لاکھ میں فروخت کیا، انہوں نے اپنے ایک یہودی عزیز سے کہا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو میرے وارث بن جاؤ گے، اس نے انکار کر دیا، پھر انہوں نے اس کے لئے وصیت کی، جو بعض لوگوں کے قول کے مطابق تیس ہزار کی تھی۔

اس بنا پر امام شعبی کا قول ہے کہ مسلمان کے لئے جائز ہے کہ وہ نصرانی کے لئے وصیت کر سکتا ہے۔ (۳۸)

رشتے داروں سے حسن سلوک کا ایک طریقہ اس کے قرض دار ہونے کی صورت میں اس کا قرض معاف کرنا بھی ہے، اس کی مثال بھی ہمیں ملتی ہے، چنانچہ عبداللہ بن دوان نے ایک بار حضرت مجاہد سے سوال کیا کہ کیا میں اپنے مشرک رشتے دار کا قرض معاف کر دوں، جو میرا مقروض ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو، اور اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (۳۹)

غیر مسلم والدین کی طرح اپنے دیگر غیر مسلم اعزا و اقارب کے ساتھ ہدایا کا تبادلہ بھی ثابت ہے، حضرت عمرؓ کو ایک بار ریشم کا قیمتی جوڑا آپ ﷺ سید یئے میں ملا تھا، حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے تو مردوں کو ریشم کے استعمال سے منع فرمایا ہے، پھر اس کا میں کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس لئے نہیں دیا ہے کہ تم اسے پہنو، بلکہ اسے کسی استعمال میں لاؤ، اور اس سے فائدہ اٹھاؤ، یہ سن کر انہوں نے اپنے ایک مشرک بھائی کو وہ جوڑا ہدیہ کر دیا۔ (۴۰)

عام معاشرتی روابط

اسلام میں جیسا کہ سب واقف ہیں تمام معاشرتی روابط پر بھی بڑا زور دیا گیا ہے، اور معاشرے کے تمام طبقات کے مابین اچھے تعلقات کی تاکید کی گئی ہے، مگر یہ تعلقات بھی خالصتاً انسانی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں، اس میں مسلمان اور غیر مسلم کی تخصیص نہیں ہے، اسلام اپنے عقائد اور نظریات کے بارے میں ادنیٰ مداہنت کا رویہ اختیار کئے بغیر ان سب تعلقات کو نبھانے اور معاشرے میں ہم آہنگی اور مکمل اتحاد کی دعوت دیتا ہے۔ ان معاشرتی روابط کی بہت سب صورتیں ہیں، چند صورتیں

پیش کی جاتی ہیں۔

غیر مسلم پڑوسیوں سے تعلقات

پڑوس اگر اچھا ہو تو انسان کی بہت سی پریشانیوں از خود ختم ہو جاتی ہیں، اس لئے پڑوس سے خیر خواہی پر مبنی تعلقات از حد ضروری ہیں، اسلام نے اس حوالے سے جو ہدایات دی ہیں، وہ اس تناظر میں دی گئی ہیں، اور ان میں مسلم اور غیر مسلم یکساں ہیں۔ چنانچہ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

قال العلماء الاحادیث فی اکرام الجار جات مطلقة غیر مقیدة حتیٰ الکافر (۴۱)

علماء نے کہا ہے کہ پڑوسی کے اکرام واحترام میں جو احادیث آئی ہیں وہ مطلق ہیں اس میں کوئی قید نہیں ہے، کافر کی بھی قید نہیں ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ ؓ کے ہاں بکری ذبح ہوئی تو آپ نے گھر والوں سے آکے سے دوبار دریافت کیا کہ ہمارے یہودی پڑوسی کو اس میں سے کچھ بھیجا ہے؟ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل مجھے پڑوس کے سلسلے میں اس قدر تاکید کرتے تھے کہ مجھے خیال ہوتا تھا کہ کہیں وہ اسے وارث نہ بنا دیں۔ (۴۲)

غیر مسلموں کی مالی مدد:

غیر مسلم اگر تنگ دست اور محتاج ہو تو اس کی بھی مالی مدد صدقات و خیرات کی شکل میں کرنی چاہیے، چنانچہ قرآن حکیم کی آیت لیس علیک ھداھم ولکن اللہ یھدی من یشاء (۴۳) کے ذیل میں آپ ﷺ سے منقول ہے کہ آپ نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد فرمایا ہے کہ کسی بھی دین کے ماننے والا تم سے سوال کرے تو اس پر خرچ کرو۔ (۴۴) چنانچہ حنیفہ کے ہاں یہی مسئلہ ہے، صاحب ہدایہ وضاحت سے فرماتے ہیں:

ولا یجوز ان یدفع الزکوة ذمی و یدفع الیه ماسوی ذلک من الصدقة (۴۵)

کسی ذمی کو زکوۃ دینا جائز نہیں ہے، اس کے علاوہ دوسرے صدقات اسے دیئے جاسکتے ہیں۔

غیر مسلم کا ذبیحہ:

غیر مسلموں میں سے اہل کتاب یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے روابط میں یہ مزید سہولت بھی حاصل ہے کہ خود قرآن حکیم کے حکم کے مطابق ان کا ذبیحہ حلال ہے، اور اسے استعمال میں لانا جائز ہے، قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

الیوم احل لکم الطیبت . وطعام الذین اوتو الکتب حل لکم وطعامکم حل لھم (۴۶)

آج تمہارے لئے تمام پاکیزہ حلال کر دی گئیں، اور ان لوگوں کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے جو اہل کتاب ہیں، اور تمہارا کھانا ان کے لئے بھی حلال ہے۔

اس آیت مبارکہ میں طعام کا لفظ استعمال ہوا ہے، مفسر اعظم حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی تصریح کے مطابق اس سے ذبیحہ ہی مراد ہے، امام بخاری لکھتے ہیں:

قال اب نعباس طعامهم ذبائحهم (۴۷)

اسی طرح اس آیت کے آخری حصے سے یہ بھی متبادر ہوتا ہے کہ مسلمان بھی انہیں اپنے طعام میں شریک کر سکتے ہیں، اور ان کے ساتھ کھانا کھا سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

غیر مسلم کو سلام کرنا اور دینا:

اسلامی معاشرت میں ایک دوسرے کو سلام کرنا، اس سے خندہ پیشانی سے ملنا اور بات کرنا، اس سے خیر خواہی کا معاملہ کرنا اور اسے دعائیں دینا بنیادی امر سمجھا جاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے ان امور کی نہایت سخت تاکید فرمائی ہے، اس حوالے سے بھی مسلمان اور غیر مسلم کی تفریق نہیں ہے، چنانچہ حضرت امامہؓ نے فرمایا کہ یہ سلام مسلمانوں کے لئے برکت کی دعا اور ذمیوں کے لئے امن وامان کا اظہار ہے۔ (۴۸) اور حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں

اذا كانت لك حاجة عند يهودى او نصرانى فابداه بالسلام (۴۹)

جب تمہیں کسی یہودی یا نصرانی سے کوئی حاجت درپیش ہو تو اس سے ملاقات کا آغاز سلام سے کرو۔

اسی طرح اگر غیر مسلم کرے تو اس کا جواب بھی دیا جائے گا، ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

ر دا السلام على من كان يهوديا او نصرانيا اور مجوسيا (۵۰)

ہر شخص کے سلام کا جواب دیا کرو، خواہ وہ یہودی ہو، نصرانی ہو یا مجوسی ہو۔

اسی طرح نبی کریم ﷺ سے ایک یہودی کی دعا دینا بھی ثابت ہے، جس سے غیر مسلموں کو دعا دینے کا بھی اثبات ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے پینے کی کوئی چیز طلب کی، اس نے وہ پیش کی تو آپ نے اسے دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حسین وجمیل رکھے۔ چنانچہ مرتے وقت تک اس کے بال سیاہ رہے۔ (۵۱)

سماجی تعلقات میں ایک اہم چیز مریضوں کی عیادت ہے۔ بیمار پڑ جانے والے بھائی کی عیادت اور تیمارداری کرنا اس کی راحت کا سامان کرنا اور اس کے لئے کلمات خیر کہنا بھی بہت بڑی بھلائی شمار ہوتا ہے، جس کی اسلام نے بڑی تاکید کی ہے، اس بارے میں بھی اسلامی تعلیمات کے مطابق مسلمان اور یبر مسلم دونوں برابر ہیں۔ چنانچہ احادیث سے اس بات کا

ثبوت بھی ملتا ہے کہ آپ ﷺ نے غیر مسلموں کی عیادت فرمائی ہے، چنانچہ عبدالرزاق کی روایت میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ کا ایک یہودی لڑکا پڑوسی تھا، وہ ایک بار بیمار پڑ گیا، آپ ﷺ کو علم ہوا تو صحابہ کے ہمراہ اس کی عیادت کو تشریف لے گئے، اور اس سے فرمایا کہ اس بات کی گواہی دے دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں' یہ سن کر اس لڑکے نے اپنے باپ کی طرف دیکھا، وہ چپ رہا، اس پر لڑکا بھی چپ ہو گیا، آپ ﷺ نے پھر اپنی بات دہرائی، پھر تیسری بار فرمایا تو اس کے باپ نے اسے کہا کہ تمہیں جو کہا جا رہا ہے وہ جملے دہرا دو (یعنی اسلام قبول کر لو) چنانچہ اس نے وہ جملہ کہہ دیئے، اس پر اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے انتقال کے بعد یہودیوں نے اُس کی تدفین کرنی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم اس کے زیادہ حق دار ہیں، چنانچہ پھر آپ ﷺ نے ہی اس کے غسل اور بعد میں کفن و دفن کا انتظام فرمایا اور اس کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ (۵۲) اسی طرح آپ ﷺ نے اپنے چچا ابو طالب کی بھی ان کے مرض وفات میں عیادت فرمائی تھی۔ (۵۳)

اس کے ساتھ ساتھ غیر مسلم کے جنازے کے ساتھ چلنا بھی ثابت ہے، عبدالرزاق ہی کی روایت ہے، عطا بن ابی رباح کہتے ہیں کہ اگر مسلمان اور کافر کے مابین قریبی قرابت داری ہے تو اسے چاہئے کہ جنازے میں شرکت کرے۔ (۵۴) اور جنازے کے احترام میں کھڑے ہونا تو خود نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے، چنانچہ بخاری کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک جگہ تشریف فرما تھے، آپ ﷺ کے سامنے سے جنازہ گزرا تو آپ کھڑے ہو گئے، عرض کیا گیا کہ یہ یہودی کا جنازہ تھا، آپ ﷺ نے فرمایا کیا وہ نفس (جان) نہیں؟ (۵۵)

اسی طرح غیر مسلم سے اس کے اعزا کے انتقال پر تعزیت بھی کی جا سکتی ہے، ابن جریج اور سفیان ثوری سے منقول ہے کہ مسلم تعزیت کرتے ہوئے غیر مسلم سے یوں کہے:

ان اللہ کتب الموت علی خلقہ، فنسال اللہ ان یجعلہ خیر غائل ینتظر، وانا للہ وانا الیہ راجعون، علیک بالصبر فیما نزل بک، لا ینقص اللہ لک عددا (۵۷)

اللہ نے موت کو اپنی ہر مخلوق کے لئے مقدر کر دیا ہے، ہماری دعا ہے کہ موت جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہے، جب آئے تو خیر کے ساتھ آئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، جو مصیبت آئی ہے اس پر صبر کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری تعداد کم نہ کرے۔

کاروباری تعلقات

اسلام غیر مسلموں کو مکمل معاشی آزادی بھی دیتا ہے، چنانچہ اسلام انہیں اس امر کی اجازت دیتا ہے کہ وہ صنعت و حرفت، تجارت و زراعت اور دوسرے تمام شعبوں اور میدانوں میں اپنی پیشہ ورانہ سرگرمیاں مکمل آزادی اور اپنی پسند و دل کے ساتھ جاری رکھیں، ان پر ایسی کوئی پابندی عائد کی جا سکتی جو ریاست کے مسلم شہریوں پر نہ ہو، یا غیر مسلموں کے حوالے سے

امتیاز سمجھی جائے۔ حتیٰ کہ وہ چیزیں جو ان کے ہاں جائز سمجھی جاتی ہیں مگر مسلم معاشرے میں ان کا داخلہ منع ہے، غیر مسلموں کو ان کے بارے میں بھی مکمل آزادی حاصل ہے، چنانچہ غیر مسلموں کو اپنے درمیان شراب اور خنزیر کی خرید وفروخت کی بھی مکمل آزادی حاصل ہے، حتیٰ کہ اگر مسلمان کسی غیر مسلم کی ملکیت میں موجود خنزیر یا شراب کو نقصان پہنچاتا ہے، اور وہ ضائع ہو جاتی ہے تو مسلمان اس کا تاوان ادا کرنے کا ذمے دار ہوگا، فقہاء کی وضاحت ملاحظہ ہو،

ویضمن المسلم قیمة خمره و خنزیره اذا اتلفة (۵۸)

دوسری جانب اسلام یہ گنجائش بھی دیتا ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں سے کاروباری لین دین بھی ہو سکتا ہے، ان سے خرید وفروخت کی جاسکتی ہے، ان سے ادھار لیا جاسکتا ہے، اور ان تمام امور میں خیر خواہی کا جذبہ بیدار رہنا چاہئے ، اور عدل وانصاف سے کام لینا چاہئے ، رسول اکرم ﷺ کا یہود سے ادھار لینا بھی ثابت ہے، چنانچہ زید بن سعنہؓ جب اسلام نہیں لائے تھے اور لین دین کا کاروبار کرتے تھے، اس دور میں آپ ﷺ نے ان سے کچھ قرض لیا، معیار پوری ہونے میں ابھی وقت باقی تھا کہ انہوں نے آکر تقاضا کیا اور آنحضرت ﷺ کی چادر کھینچ کر آپ کو سخت سست کہا اور کہنے لگے کہ عبدالمطلب کے خاندان والو تم ہمیشہ یونہی حیلے بہانے کیا کرتے ہو، حضرت عمرؓ یہ سب سن کر غصے سے بے تاب ہو گئے اور ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ اے دشمن خدا تو رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرتا ہے۔ مگر آپ نے ایک یہودی کی اس کھلی گستاخی اور اشتعال انگیزی کو مکمل تحمل اور نہایت اطمینان سے برداشت کیا اور اسے کچھ کہنے کی بجائے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ مجھے تو تم سے یہ امید تھی کہ تم اسے سمجھاتے کہ نرمی سے تقاضا کرے اور مجھ سے کہتے کہ میں اس کا قرض ادا کروں اور پھر ان سے فرمایا کہ اس قرض ادا کر کے اسے بیس صاع کھجور زیادہ ادا کرو۔ (۵۹)

اسی طرح حضرت عائشہؓ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے کچھ خریدا، اور اپنی زرہ بطور رہن اس کے پاس رکھی۔ (۶۰)

اور حضرت انسؓ کی روایت میں اس کی مزید وضاحت ملتی ہے، فرماتے ہیں:

اشتری رسول اللہ ﷺ طعامامن یهو دی للنسبة، ورهنه درعاله من حدید (۶۱)

رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی سے طعام خریدا تھا اور اس کے اپس اپنی لوہے کی زرہ رہن رکھی تھی۔

اسی طرح جب آپ ﷺ نے انتقال فرمایا تب بھی آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی، جس سے آپ نے تیس صاع جو اپنے اہل خانہ کے لئے خرید فرمائے تھے۔ (۶۲)

یہ وہ تمام نظائر تھے، جن کی روشنی میں اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کی کو متعین کیا جاسکتا ہے۔

اوران پر غور کرنے سے یہ حقیقت ہمارے سامنے روشن ہوسکتی ہے کہ اسلامی معاشرہ قانوناً بھی اور اخلاقاً بھی اپنے ہاں بسنے والے کسی بھی غیر مسلم کو کس نظر سے دیکھتا ہے؟ اس کا کس طرح خیال رکھتا ہے، اس کو کیا کیا حقوق عطا کرتا ہے؟ اور اسے کس کس اعتبار سے مکمل آزادی عطا کرتا ہے؟ جس کا بعض صورتوں میں وہ اپنی ہم مذہب ریاست میں بھی تصور نہیں کر سکتا۔

غیر مسلموں سے بین الاقوامی تعلقات

دوسرا نکتہ جو بین المذاہب ہم آہنگی اور یگانگت کے اسلامی تصور کو واضح کرتا ہے، وہ ہے اسلامی ریاست اور مسلمانوں کا دوسری غیر اسلامی ریاستوں اور وہاں بسنے والے غیر مسلموں سے تعلق۔ اس میں دوسری غیر مسلم مذہبی ریاستیں بھی شامل ہیں، اور ریاستیں بھی شامل ہیں جو سیکولر ہونے کی دعوے دار ہیں۔

غیر مسلموں سے تعلقات کی بہت سے نوعیتیں ہیں، جن پر تفصیل سے گفتگو کا یہ موقع نہیں ہے، لیکن اس کے چند پہلوؤں کو یہاں اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

بین الاقوامی معاہدے:

غیر مسلم ریاستوں سے اسلامی حکومت معاہدے کر سکتی ہے، اور یہ معاہدے صلح، امن، دفاع وسلامتی اور ایک دوسرے سے تعاون پر مبنی ہو سکتے ہیں، پھر ان معاہدوں میں جو بھی شرائط ہو جائیں تو ان کی پاسداری لازمی اور ناگزیر ہے۔ ہر قسم کے عہد اور معاہدے کی پاس داری کے لئے قرآن کریم میں یہ حکم موجود ہے:

واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولاً ٥ (٦٣)

اور عہد کو پورا کرو، بلاشبہ عہد کے بارے میں سوال ہوگا۔

اور عہد توڑنے پر وعید دی گئی ہے، حضرت انسؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لكل غادر لواء يو القيامة يرىٰ يوم القيامة يعرف به (٦٤)

ہر دھوکا باز کے لئے قیامت کے روز ایک جھنڈا ہوگا، جس سے وہ پہچانا جائے گا۔

اور حضرت ابن عباسؓ تو یہ قانون قدرت بھی بیان کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

ماختر قوم بالعهد الاسلط الله عليهم العدو (٦٥)

جب کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے تو اللہ تعالیٰ لازماً دشمن ک واس پر مسلط کر دیتا ہے۔

اسلام کے نقطۂ نظر سے عہد کی پاسداری کے سلسلے میں مسلمان اور غیر مسلم میں کوئی فرق نہیں ہے۔ چنانچہ میمون بن مہران فرماتے ہیں:

من عاهدته اوف بعهده مسلما كان او كافرا ؛ فانما العهد لله تعالىٰ (٦٦)

جب بھی تم کوئی معاہدہ کرو تو اسے ضرور پورا کرو، خواہ تم نے مسلمان سے معاہدہ کیا ہو یا کافر سے، اس لئے کہ یہ معاہدہ تو تم نے درحقیقت خدا سے کیا ہے۔

اسلام میں معاہدوں کو حاصل ہونے والے اسی اعزاز واحترام کا نتیجہ تھا کہ جب صلح حدیبیہ کے موقع پر جب کہ ابھی معاہدے پر دستخط بھی نہیں ہوئے تھے، ابو جندل بن سہیل بن عمرو بیڑیاں پہنے ہوئے گرتے پڑتے مسلمانوں کے پاس پہنچے تو سہیل نے جو مشرکین مکہ کی جانب سے معاہدے میں شریک تھا، یہ اعتراض کیا کہ معاہدے کی شق کے مطابق آپ اس کو واپس بھیجنے کے پابند ہیں، رسول اللہ ﷺ یہ پہلی بات ہے۔ جس پر میں نے آپ سے صلح کی ہے کہ آپ اس کو (ابو جندل) مجھے واپس کر دیں۔ آپ نے فرمایا بیشک ہم نے ابھی تحریر مکمل نہیں کی ہے۔ سہیل نے کہا خدا کی قسم پھر ہم کبھی بھی آپ سے کسی بات پر مصالحت نہیں کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کو میری ضمانت میں دے دو، اس نے کہا میں اس کو آپ کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ آپ نے فرمایا ہاں تم اس کو میری ضمانت میں دیدو۔ سہیل نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا۔ ابو جندل نے کہا اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکوں کی طرف لوٹا دیا جائے گا، جبکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں نے کیا کیا تکلیفیں اٹھائی ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ابو جندل صبر کرو اور اللہ تعالیٰ جلد تم لوگوں کے لئے سامان پیدا کرے گا۔ (٦٧)

اسی طرح صلح کے بعد جب آپ ﷺ مدینہ منورہ واپس پہنچے تو ابو بصیر عتبہ بن اسد مسلمان ہو کر اور مکے سے فرار ہو کر مدینے پہنچے، قریش نے فوراً معاہدے کا حوالہ دے کر دو آدمی بھیجے، آپ ﷺ نے ابو بصیرؓ کو واپس کر دیا، مگر انہوں نے ذوالحلیفہ پر اہل مکہ کے ایک ہرکارے کو قتل کر دیا، دوسرا بھاگ کر مدینے پہنچا، ابو بصیر بھی وہاں پہنچے، مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں پھر واپس کرنے کی بات کی تو وہ ازخود وہاں سے نکل کر سمندر کے کنارے پہنچ گئے، رفتہ رفتہ وہاں کئی افراد مکے سے آ کر جمع ہو گئے، اور وہاں انہوں نے گھات لگا اہل مکہ کے قافلوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا، جس پر قریش نے خود آپ ﷺ سے درخواست کی کہ ابوالبصیر کو منع کریں، چنانچہ آپ نے انہیں منع کر دیا اور مدینے آنے کی اجازت دے دی اور قرآن حکیم میں یہ آیات نازل ہوئیں:

وهو الذی ایدیهک عنکم و اید یکم عنهم ببطن مكة منم بع ان اظفر کم علیهم و کان الله بما تعملون بصیرا ٥هم الذین کفروا و صدوکم عن المسجد الحرام والهدی معکوفا ان یبلغ محله(٦٨)

اور وہی تو ہے جس نے تمہیں مکہ شہر میں ان پر فتح یاب کرنے کے بعد ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک دیئے اور جو کچھ تم اور وہ یہ کرتے رہتے ہو اللہ تعالیٰ اس کو دیکھ رہا ہے۔ اور یہ کافر وہی تو ہیں جنہوں نے انکار کیا اور تمہیں مسجد الحرام سے روک دیا اور قربانی کے جانوروں کو بھی ان کی جگہ پر پہنچنے سے روک دیا۔ (٦٩)

ان واقعات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ غیر مسلموں سے کئے گئے معاہدوں کے بارے میں بھی اسلام کس قدر حساس ہے، اس کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اگر فریق ثانی معاہدے کی خلاف ورزی کرے یا آپ اس پر اطمینان نہ رکھتے ہوں اور معاہدہ ختم کرنے کی نوبت آجائے تو اعلانیہ اس کا خاتمہ کیا جائے۔ قرآن حکیم میں فرمایا:

الذین عاهدت منهم ثم ینقضون عهدهم فی کل مرة وهم لا یتقون ○ فاما تثقفنهم فی الحرب فشرد بهم من خلفهم لعلهم یذکرون ○ واما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیهم علی سواء ان الله لا یحب الخائنین ○ (٧٠)

جن لوگوں سے آپ نے معاہدہ کیا تھا پھر ہر بار وہ اپنے عہد کو توڑ کر ڈال دیتے ہیں اور وہ ڈرتے نہیں۔ پھر اگر کبھی آپ ان کو لڑائی میں پالیں تو ان کو ایسی سزا دیں کہ جو لوگ ان کے پیچھے ہیں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ جائیں، تاکہ ان کو عبرت ہو۔ اور اگر آپ کو کسی قوم کی دغابازی کا اندیشہ ہو تو ان کا عہد ان کی طرف پھینک دیجئے تاکہ وہ اور آپ برابر ہو جائیں، بے شک اللہ تعالیٰ دغابازوں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت مبارکہ کی تشریح نبی اکرم ﷺ کے اس ارشاد مبارک میں ملتی ہے، فرمایا کہ جس کسی نے کسی قوم سے معاہدہ کیا تو وہ اسے نہ توڑے، حتیٰ کہ عہدی مدت گزر جائے، یا اسے اعلانیہ ختم کر دو۔ (٧١) اس کی تشریح میں ملا علی قاری علامہ طیبی کا قول نقل کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں:

ای یعلمهم انه یرید ان یغزوهم و ان الصلح قد ارتفع، فیکون الفریقان فی علم ذالک سواء (٧٢)

یعنی انہیں بتا دیا جائے کہ ہم اب ان سے جنگ کا ارادہ رکھتے ہیں، اور صلح ختم ہو چکی ہے، اور اب دونوں فریق اس معاملے میں برابر یعنی اس معاہدے سے آزاد ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی اسی تربیت کا نتیجہ تھا کہ امیر معاویہ کے عہد میں جب ایک بار اس قسم کا واقعہ پیش آیا تو ایک صحابی رسول کی طرف سے توجہ دلانے پر انہوں نے اپنا طریقہ کار تبدیل کر دیا۔ واقعہ یہ تھا کہ حضرت معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں ایک متعین مدت کے لئے رومیوں (عیسائیوں) سے صلح کا معاہدہ کیا تھا ابھی وہ مدت ختم نہیں ہونے پائی تھی کہ انہوں نے رومی سرحد پر اپنی فوج اس ارادے سے جمع کرنی شروع کر دی تھی کہ جونہی معاہدے کی مدت ختم ہو وہ ان پر حملہ کر دیں، عین اسی حالت میں جب کہ فوجیں سرحد پر جمع ہو رہی تھیں مشہور صحابی حضرت عمرو بن عبسہؓ کو علم ہوا، وہ فوراً وہاں پہنچ گئے اور کہا اللہ اکبر اللہ اکبر معاہدے کی بد عہدی کی جا رہی ہے اور اس کارروائی کے خلاف سخت احتجاج کیا، حضرت معاویہؓ نے اس احتجاج کی وجہ پوچھی تو انہوں نے رسول ﷺ کا ارشاد سنایا کہ جس نے کوئی معاہدہ کیا ہے وہ اس کو نہ توڑے اور نہ اس پر حملہ کرے، الا یہ کہ

مدت ختم ہو جائے اور پھر ان کو معاہدہ ختم کرنے کی اطلاع دے، چنانچہ حضرت معاویہ نے اپنی جنگی کارروائی روک دی اور واپس لوٹ آئے۔ (۷۳)

مختلف معاہدے

غیر مسلم حکمرانوں سے نبی اکرم ﷺ نے مختلف نوعیتوں کے معاہدے کیے ہیں، جن سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ اسلامی ریاست غیر مسلموں سے اس سلسلے میں اپنی ضرورت، ترجیحات، مقاصد اور مصالح کو مدنظر رکھتے ہوئے معاہدے کر سکتی ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ سے بہت سی نوعیتوں کے معاہدے ثابت ہیں۔ ذیل میں ان کی تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

معاہدات امن و صلح:

یہ معاہدے دو ممالک یا زائد آپس میں صلح و امن کے لئے کرتے ہیں، یہ معاہدے دونوں حکومتوں کے سربراہ اور ان کے معاونین باہم مشاورت سے ترتیب دیتے ہیں، نبی اکرم ﷺ کا قریش مکہ سے معاہدہ صلح حدیبیہ اسی نوعیت کا معاہدہ تھا، جس میں یہ طے کیا گیا تھا کہ

۱۔ دس سال تک دونوں فریقوں میں جنگ بند رہے گی، اس دوران کوئی ایک دوسرے کے خلاف ہتھیار نہ اٹھائے گا اور نہ کوئی کسی سے خیانت کرے گا۔

۲۔ عرب قبائل کو اختیار ہوگا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

۳۔ محمد ﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس مکہ چلا جائے گا، اس کو واپس نہیں کیا جائے گا۔

۴۔ قریش کا جو شخص اپنے ولی یا آقا کی اجازت کے بغیر بھاگ کر مدینہ جائے گا اس کو واپس کیا جائے گا، اگرچہ وہ مسلمان ہو کر جائے۔

۵۔ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس چلے جائیں گے، آئندہ سال آئیں اور کوئی ہتھیار اپنے ساتھ نہ لائیں سوائے تلوار کے اور وہ بھی نیام یا غلاف میں ہو۔ صرف تین دن مکہ میں قیام کریں اور عمرہ کر کے واپس چلے جائیں گے۔ (۷۴)

معاہدہ جوار:

معاہدے کی دوسری نوعیت یہ ہوتی ہے کہ دو یا زائد فریق جو آپس میں پڑوسی ہوتے ہیں، حکومتی سطح پر یہ طے کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کا خیال رکھیں گے، اور باہمی مفادات میں مشترکہ اقدامات کریں گے، میثاق مدینہ سے اس بارے میں ہمیں رہنمائی ملتی ہے، آپ ﷺ کے معاہدہ مدینہ منورہ میں دیگر جو قبائل شریک تھے، ان میں یہی بات دہرائی گئی تھی کہ وہ تمام

قبائل جو مدینے کی اسلامی ریاست سے معاہدہ کریں گے، اپنے معاملات میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کے مکمل پابند ہوں گے، چند شقیں دیکھئے:

۱۔ یہ ایک تحریری معاہدہ ہے محمد النبی ﷺ اللہ کے رسول کا مسلمانوں قریش (مہاجرین) اور اہل یثرب (انصار وغیرہ) کے درمیان اور جو ان کے تابع ہیں ان کے درمیان اور جو لوگ بھی ان کے تابع ہیں اور ان کے ساتھ جہاد کریں۔

۲۔ تمام (دنیا کے) لوگوں کے مقابلے میں ان کی علیحدہ وحدت (امت) ہوگی۔

۳۔ قریش یعنی مکہ سے آنے والے اپنے محلے کے ذمہ دار ہوں گے اور اپنا خون بہا باہم حل کر دیا کریں گے اور آپ سے یہاں کے قیدی کو خود فدیہ دے کر چھڑایا کریں گے، تا کہ ایمان والوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

۴۔ اور متقی ایمان والوں کے ہاتھ ہر ایک شخص کے خلاف اٹھیں گے جو ان میں سرکشی کرے یا جبراً کوئی چیز حاصل کرنا چاہے یا گناہ یا ظلم کا ارتکاب کرے یا کوئی شخص ایمان والوں میں فساد پھیلانا چاہے تو ایسے شخص کے خلاف بھی ان کے ہاتھ اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا کیوں نہ ہو۔

۵۔ اور یہ کہ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا تو اسے مدد اور مساوات حاصل ہوگی نہ ان پر ظلم کیا جائے گا اور نہ ان کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

۶۔ اور یہ کہ جب کبھی تم میں کسی چیز کے بارے میں اختلاف ہو تو اس کے بارے میں خدا اور محمد ﷺ سے رجوع کیا جائے۔

۷۔ اور یہود اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔

۸۔ اور اگر کوئی یثرب یعنی مدینہ منورہ پر حملہ کرے گا تو مسلمان اور یہودی مل کر ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

۹۔ (الف) اور اگر ان کو کسی صلح میں مدعو کیا جائے تو وہ بھی صلح کریں گے اور اس میں شریک رہیں گے اور اگر وہ کسی ایسے ہی امر کے لئے بلائیں تو مومنین کا فریضہ ہوگا کہ ان کے ساتھ ایسا ہی کریں بجز اس کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔ (ب) ہر گروہ کے حصہ میں اس رخ کی (مدافعت) آئے گی جو اس کے بالمقابل ہو۔ (۷۵)

معاہدہ امان:

کوئی حکومت اگر کسی دوسری متحارب قوت سے چند شرائط پر معاہدہ کرے، اور اس میں اسے مشروط طور پر امن سے زندگی گزارنے کا حق دیا جائے تو یہ معاہدۂ امان کہلاتا ہے، عہد نبوی میں اس کی مثال معاہدہ نجران ہے، جو نجران کے عیسائیوں اور نبی کریم ﷺ کے مابین طے پایا تھا، یہ معاہدہ خصوصیت کے ساتھ اسلامی رواداری اور وسعت قلبی کا آئینہ دار ہے، اسی وجہ سے اسے ہر دور میں انسانیت کے اعلیٰ ترین اخلاقی تصور کی بنیاد کے طور پر پیش کیا گیا ہے، اس کا متعلقہ حصہ ملاحظہ ہو:

نجران اوران کے ماتحت اور ہم نوالوگوں کے لئے اللہ کی پناہ اور حضورﷺ کی ذمہ داری ہے، ان کے مال، جان، زمین اور مذہب کی، اس میں وہ تمام لوگ جو موجود ہیں اوران کے خاندان اور گرجے اور جو کچھ کم و بیش ان کے پاس ہے، وہ سب اس ذمہ داری میں داخل ہیں، کوئی پادری اپنے عہدے اور کوئی راہب اپنی رہبانیت سے روکا نہیں جائے گا۔ اور نہ کوئی کاہن اپنی کہانت سے روکا جائے گا۔ ان کے لئے کوئی دیت یا جاہلیت کے خون کا بدلہ نہیں ہے اور نہ ان کو نقصاد میں ڈالا جائے گا اور نہ سختی میں، اوران کی سرزمین کو فوج کے ذریعہ پامال نہیں کیا جائے گا۔ اوران میں سے جوئی اپنے حق کا سوال کرے گا اس سے انصاف برتا جائے گا، نہ وہ ظالم ہوسکیں گے اور نہ مظلوم، اور جوان میں سے سود کھاتے ہوں گے اس کے لئے ہمارے کوئی ذمہ داری نہیں ہے، اور کوئی آدمی کسی دوسرے کے جرم میں پکڑا نہیں جائے گا، ان کیلئے وہ تمام حقوق ہیں اور اللہ اوراس کے رسول کی اس وقت تک ذمہ داری ہے جب تک وہ صلاح وخیر خواہی سے رہیں اور وہ اپنی ذمہ داری ادا کرتے رہیں اور خود ظلم وزیادتی کی صورت اختیار نہ کریں۔ (۷۶)

اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ کا معاہدہ بیت المقدس بھی اس نوعیت کا ایک عظیم معاہدہ ہے، جس نے نہ صرف غیر مسلموں سے مسلمانوں کے رواداری پر مبنی تعلقات کا خوش گوار آغاز کیا، بلکہ اس نے آگے چل کر غیر مسلموں کے قلوب واذہان کو اسلام کی جانب مائل کرنے میں بھی اہم کردار ادا کیا، معاہدہ ملاحظہ کیجئے:

"یہ وہ امان ہے، جو خدا کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی، یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اوران کے تمام اہل مذہب کے لئے ہے، ان کے گرجوں میں نہ سکونت اختیار کی جائے گی، نہ وہ گرائے جائیں گے، اور نہ ان کو اوران کے احاطوں کو نقصان پہنچایا جائے گا، ان کی صلیبوں اوران کے مال میں کچھ کمی نہ کی جائے گی، نہ مذہب کے معاملہ میں پر جبر کیا جائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیا میں ان کے ساتھ کوئی یہودی نہ رہے گا، ایلیا والوں پر فرض ہے کہ وہ دوسرے شہر والوں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کو اپنے یہاں سے نکال دیں، یونانیوں میں سے جو شہر سے نکلے گا اس کی جان و مال محفوظ رہے گی، جب تک وہ اپنی جائے پناہ، تک نہ پہنچ جائے، اور جو ایلیا میں ہی رہنا چاہے، اس کو بھی امن ہے، اس کو جزیہ دینا ہوگا، اور ایلیا والوں میں سے جو شخص اپنی جان و مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے تو وہ، ان کے گرجے اور صلیب بھی مامون ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں، جو کچھ اس میں تحریر ہے اس پر خدا، اس کے رسول، خلفاء اور عام مسلمانوں کی ذمہ داری

ہے، بشرطیکہ یہ لوگ مقرر جزیہ ادا کرتے ہیں۔(۷۷)

ان معاہدات سے ثابت ہوتا ہے غیر مسلم حکومتوں سے بھی اسلامی حکومت برابری کی سطح پر امن وصلح کی بنیاد پر تعلقات استوار کرتی ہے، اور اس کا مقصد اصل امن وامان ہے، جس کے لئے وہ ہر ایک سے تعاون کرنے کو تیار ہے، بشرطیکہ اسلام کو اس سے نقصان پہنچے کا خدشہ نہ ہو، اور مسلمان اس صورت میں اطمینان کے ساتھ زندگی بسر کرسکیں۔

تجارت

غیر مسلم ریاستوں سے تجارتی تعلقات بھی استوار کئے جاسکتے ہیں، چنانچہ صلح حدیبیہ سے پہلے کا واقعہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کی عمدہ ترین کھجور عجوہ ابوسفیان کے پاس بھیجی اور معاوضے کے طور پر چمڑا طلب کیا۔(۷۸) بقول ڈاکٹر حمید اللہ یہ چمڑا طائف کا تھا، اور شامی راستے بند ہونے کے وجہ سے وہاں پڑا ہوا خراب ہو رہا ہوگا۔(۷۹)

مالی مدد

غیر اسلامی ریاست کی ضرورت کے وقت مالی مدد بھی کی جاسکتی ہے، اور انسانی بنیادوں پر مشکل وقت میں ان کا ہاتھ بھی بٹایا جاسکتا ہے، چنانچہ فتح مکہ سے پہلے ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں سخت قحط پڑا، آنحضرت ﷺ نے ابوسفیان کے پاس پانچ سو شرفیوں کی خطیر رقم بھیجی کہ مکے کے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرے، اس پر ابوسفیان نے کہا کہ محمد چاہتا ہے کہ اب مکے کے غربا اور نوجوانوں کو ورغلا کر بھٹکائے اور ہمارے خلاف کھڑا کردے۔(۸۰)

جب یمامہ کے رئیس ثمامہ بن آثال ؓ نے اسلام لانے کے بعد مکے کو غلے کی سپلائی بند کردی اور مکہ مکرمہ میں قحط پڑا، تو اہل مکہ آپ ﷺ سے مدد کی طالب ہوئے، آپ نے ثمامہ ؓ کو پیغام بھیجا کہ پابندی اٹھالو، چنانچہ غلے کی فراہمی پھر شروع ہوگئی۔(۸۱) یہ بھی یقیناً مالی مدد کی ایک اہم شکل تھی۔

ہدایا کا تبادلہ

غیر مسلم حکمرانوں اور معززین سے ہدایا کا تبادلہ بھی آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے ثابت ہے، آپ ﷺ نے ہدایا دیئے بھی ہیں، اور قبول بھی فرمائے ہیں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

اهدىٰ كسرىٰ لرسول الله صلى الله عليه و سلم فقبل منه و احدىٰ له قيصر فقبل منه و اهدت له الملوک فقبل منهم(۸۲)

کسریٰ نے رسول ﷺ کو ہدیہ دیا آپ نے قبول کیا، اسی طرح قیصر نے ہدیہ دیا آپ نے قبول کیا اور (دوسرے)

بادشاہوں نے آپ کو ہدیے دیئے آپ نے قبول فرمائے۔

چنانچہ ایلیا کے بادشاہ نے ایک مرتبہ آپ ﷺ کے پاس بطور تحفہ ایک سفید خچر پیش کیا اور ایک چادر آپ کو پہنائی، آپ نے اس کا قبضہ اس کے علاقے پر برقرار رکھا۔ (۸۳) اسی طرح روایت میں آتا ہے کہ اکیدر دومہ نے رسول ﷺ کی خدمت میں ایک ریشمی کرتہ بطور ہدیہ بھیجا تھا، جسے لوگ تعجب سے دیکھنے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، بلاشبہ جانت میں اس سعد بن معاذ کے رومال بھی اس سے عمدہ ہوں گے۔ (۸۴) اور بزار نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حمیر کے بادشاہ ذی یزن نے آپ کی خدمت میں من (شہد کی ایک خاص قسم کا) ایک گھڑا بھیجا تھا، جو آپ ﷺ نے قبول فرمایا۔ (۸۵) اسی طرح آپ ﷺ نے مختلف ممالک کے حکمرانوں کو تحفے بھی عطا فرمائے۔ مثال کے طور پر حمیر کے بادشاہ ذی یزن کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس سے زیادہ اونٹوں کے عوض ایک جوڑا خرید کر تحفہ میں بھیجا۔ (۸۶)

سفیروں کا احترام

اسلام میں سفیروں کو مکمل احترام حاصل ہے اور انہیں کسی قسم کی تکلیف دینا اسلام کا مزاج نہیں، وہ انسان کے بنیادی حقوق کبھی سلب نہیں کرتا۔ اور سفرا کو مکمل عزت دینے کا قائل ہے، قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے:

۔وان احد منالمشرکین اسجارک فاجره حتی یسمع کلماللّٰہ ثم ابلغه مامنه ط ذالک بانهم قوم لا یعلمونo(۸۷)

اگر مشرکین میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو آپ اس کو پناہ دے دیجئے، تا کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر آپ اس کو اس کے امن کی جگہ پہنچا دیجئے، یہ اس لئے ہے کہ وہ علم نہیں رکھتے۔

اس آیت کی تفسیر میں ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر دار الحرب (دشمن ملک) کا کوئی فرد سفارت کی غرض یا تجارت یا صلح مصالحت کی غرض سے دار الاسلام میں سربارہ حکومت سے یا اس کے ذمے دار سے اجازت لے کر آئے تو وہ جب تک وطن واپس نہیں آجاتا، آزادی کے ساتھ پورے ملک میں جہاں چاہے آجا سکتا ہے اور اپنا کاروبار کر سکتا ہے۔

غیر مسلموں سے دوستی یا تعلقات؟ اسلام کا نقطۂ نظر

اوپر بیان کی گئی تفصیلات اس حوالے سے ہمارے لئے کامل و مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات کے سلسلے میں مکمل ہدایات عطا کرتا ہے اور اس کا پیغام یہ ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ کسی قسم کا تعصب یا امتیاز

نہیں برتا جائے گا، لیکن یہاں ایک سوال بے حد اہم ہے وہ ہے غیر مسلموں کے ساتھ دوستی اور قلبی تعلق رکھنے کا۔ قرآن حکیم میں واضح طور پا اس امر کی مخالفت آتی ہے کہ غیر مسلموں کے ساتھ دوستی کا معاملہ کیا جائے، چنانچہ اس سلسلے میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ ولی کا ہے، ولی کے بہت سے معنیٰ ہیں، اس کے ایک معنیٰ ناصر یعنی مدد کرنے والا کے ہیں، ایک معنی اس کے متولی یعنی امور عالم کا اہتمام اور مخلوق کی ضرورتوں کے پورا کرنے والے کے ہیں (۸۸) اللہ تعالیٰ کے اسما میں ایک نام الوالی ہے، جس کے معنیٰ ہیں تمام اشیاء کا مالک اور ان میں ہر طرح کے تصرف کا مکمل اختیار رکھنے والا (۸۹) اسی طرح ولایت امارت کے معنی میں بھی استعمال ہوتی ہے (۹۰) ولی سرپرست کو بھی کہتے ہیں، جیسے یتیم کا سرپرست وغیرہ اور نکاح وغیرہ کے امور میں اپنی سرپرستی میں پرورش پانے والے بچوں پر اختیار رکھنا وغیرہ (۹۱) پھر ولی دوست کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ روایت میں جو آتا ہے، آپؐ نے حضرت علیؓ کے لئے فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ، اس میں بھی دوستی ہی مراد ہے (۹۲) لغات وغیرہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولیٰ اور اولیاء جو مولیٰ کی جمع ہے، یہ الفاظ رب، مالک، سردار، محسن، مدد کرنے والے، تابع دار، پڑوسی، قریبی عزیز، حلیف وغیرہ بہت سے معنیٰ میں استعمال ہوتے ہیں (۹۳) قرآن حکیم میں یہ لفظ متعدد مقامات پر استعمال ہوا ہے جہاں واضح طور پر غیر مسلموں خصوصاً یہود و نصاریٰ سے دوستی کی ممانعت کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر سورۂ آل عمران میں فرمایا گیا۔

لایتخذ المؤمنون الکفرین اولیآء من دون المؤمنین ج و من یفعل ذلک فلس من اللہ فی شئی ء الآ ان تتقوا منھم تقۃً ط ویحذر کم اللہ نفسہ ط والی اللہ المصیرO (۹۴)

مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ سے کوئی واسطہ نہیں، ہاں اگر تم ان سے کوئی بچاؤ کرنا چاہتے ہو (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اور سورۂ توبہ میں ارشاد ہوا:۔

یا یھا الذین امنو لا تتخذو اباآء کم و اخو انکم اولیآء ان استحبوا الکفر علی الایمان ط ومن یتولھم منکم فاولیک ھم الظلمونO (۹۵)

ایک ایمان والو! تم اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو دوست نہ بناؤ، اگر وہ ایمان کے مقابلے میں کفر کو عزیز رکھیں اور تم میں سے کوئی ان کو دوست رکھے، سو ایسے ہی لوگ بڑے نافرمان ہیں۔

جبکہ مائدہ میں حکم ہوا:۔

یـا یهـا الـذین امنو من یرتد منکم عن دینهٖ فسوف یا تی اللّٰه بقوم یحبهم ویحبو نه ۤ ازلته علی المؤ منین اعرزۃٍ علی الکفرین ز یجاهدون فی ابیل اللّٰه ولا یخافون لو مته لآئم ط ذلک فضل اللّٰه یؤتیه من یشآء ط اللّٰه وسیع "علیم" O(۹۶)

ایک ایمان والو! تم مین جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کر دے گا جن کو وہ دوست رکھتا ہوگا اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہوں گے، وہ مومنوں کے ساتھ نرم ہوں گے اور کافروں کے ساتھ سخت، اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے اور وہ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال نہ کریں گے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا فرمادے اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا (اور) علم والا ہے۔

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام غیر مسلموں سے اچھے تعلقات کا تو خواہاں ہے، اور اس کے لئے جزئیات تک پر محیط جامع ترین ہدایات اپنے پیروکاروں کو دیتا ہے، مگر ان سے دوستی اور قلبی تعلق کو وہ قطعاً پسند نہیں کرتا، یہ اس کے مزاج کے ہی خلاف ہے، کیونکہ اسلام کی آمد اور نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثتِ مبارکہ کے بعد اب اسلام سے ہٹ کر کسی مزید دین کی کوئی ضرورت، کوئی گنجائش باقی نہیں رہی، اخروی کامیابی صرف اور صرف اسی پیغامِ ہدایت میں پنہاں ہے جو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پورا انسانیت کے سامنے وضح فرمادیا اسی لئے قرآن واضح الفاظ میں کہتا ہے۔

ومن یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه ج وهو فی الاخرة من الخسرینO(۹۷)

اور جو کوئی اسلام کے سو کسی اور دین کو چاہے گا تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہوگا۔

اس مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

> یقیناً ہر نیک تحریک کے بانی کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے تحریک کے قیام و بقا اور حفاظت کی خاطر اس تحریک کے پیروؤں کو اس کے ان مخالفوں کے میل جول، رازداری اور رفاقت سے روک دے جو زور یا سازش سے اس کے مٹانے اور برباد کر دینے کے درپے ہوں، خصوصاً ایسے وقت میں جب اس تحریک کو تیغ و خنجر ولشکر سے مٹادینے کی کوششیں ہو رہی ہوں۔ اور طرفین میں لڑائی کی سی حالت قائم ہو۔ یا غلط شبہے اور افواہیں پھیلا کر اس کے پیروؤں کو برگشتہ کرنا چاہتے ہوں۔ (۹۸)

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا یہ مؤقف بالکل بجا، معروضی حالات کے بالکل موافق اور عقل ونقل ہر ایک سے ثابت شدہ اور مسلمہ اصولوں کے عین مطابق ہے، قرآن غیر مسلموں کی ولادیت اور دوستی کے مقابلے میں اللہ کی دوستی کی تلقین کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

قل اغیر اللّٰہ اتخذ و لیا فاطر السمٰوٰتِ والارض وھو یطعم ولا یطعم ط قل انی امرت ان اکون اول من اسلم ولا تکونن من المشر کینO(۹۹)

(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ کیا میں اللہ کے سوا جو آسانوں اور زمین کا بنانے والا ہے، کسی اور کو اپنا مددگار بنالوں، حالانکہ وہی سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں فرماں برداری کروں اور یہ بھی کہ مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوں۔

اسی طرح وہ مومنوں کو باہم ایک دوسرے کے دوست اور مددگار بنتے اور آپس میں مودت وولایت قائم کرنے کی تلقین کرتا ہے، اس کے الفاظ ہیں:

ان الذین امنو ا وھا جروا وجاھدوا بامو الھم انفسھم فی سبیل اللّٰہ والذین اووا ونصروا اولٰئک بعضھم اولیآء بعضٍ ط (۱۰۰)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کیا اور وہ لوگ (انصار) جنہوں نے (مہاجروں کو) رہنے کی جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

نیز فرمایا: والمؤ منون والمؤمنت بعضھم اولیآء بعضٍ م (۱۰۱)

اور مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست اور رفیق ہیں۔

یہ ایسی بات ہے جس کا ثبوت بائبل سے بھی ملتا ہے، عہد نامہ جدید میں ہے:

میں نے خط میں تم کو یہ لکھا تھا کہ تم حرام کاروں اور لالچیوں یا ظالموں یا بت پرستوں سے نہ ملو۔ کیونکہ اس صورت میں تم کو اس جہان سے نکلنا ضرور ہوتا۔ مگر میں نے اب تمہیں یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی بھائی کہلا کر حرام کار یا لالچی یا بت پرست یا طعنہ زن یا شرابی ظالم ہو تو تم اس سے میل نہ رکھو بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا۔ کیونکہ باہر والوں پر فتویٰ دینے سے مجھے کیا واسطہ۔ کیا تم ان کا جو اندر ہیں انصاف نہیں کرتے؟ خدا ہی باہر والوں پر فتویٰ دے گا۔ پس اس برے شخص کو اپنے درمیان سے نکال دو۔ (۱۰۲)

تم غیر مومنین کے ساتھ ناہموار جوئے میں نہ جیتو۔ کیونکہ صداقت اور غیر صداقت میں کیا شراکت ہے؟ یا روشنی کا تاریکی سے کیا میل؟ مسیح کو بلیعال کے ساتھ کون سی موافقت ہے؟ یا مومن کا غیر مومن سے کیا واسطہ؟ اور خدا کی ہیکل کو بتوں سے کونسی مناسبت ہے؟ کیونکہ ہم تو زندہ خدا کی ہیکل ہیں۔ (۱۰۳)

قرآن حکیم میں اہم مقام پر لفظ مودت بھی استعمال ہوا ہے، اور اس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ سورۂ ممتحنہ میں ارشاد ہے:

یـایھـا الذین امنو الا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیآء تلقون الیھم بالمودۃ وقد کفرو بما جآء کم من الحق ج یخرجون الرسول وایا کم ان تومنوا باللہ ربکم ط (۱۰۴)

اس بھی یہی مراد ہے کہ اسلام غیر مسلموں سے دوستی، قرابت داری اور قلبی رشتوں کو پسند نہیں کرتا اور سماجی تعلقات اور معاشرتی روابط سے منع نہیں کرتا، جبکہ سیاسی سطح پر غیر مسلم ریاستوں سے مسلمانوں کے مصالح کو پیش نظر رکھ کر ان سے تعاون اور تعلقات اور استوار کرنے کی بھی اجازت دیتا ہے، اس تمام بحث کا خلاصہ عالمہ خازن نے یوں بیان کیا ہے۔

اگر تم یہ سوال کرو کہ امت کا اس پر اجماع ہے کہ کفار کے ساتھ میل جول رکھنا، معاملات کرنا اور معاشرتی تعلقات رکھنا جائز ہے تو یہ وہ کون سی مودت ہے جس سے منع کیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ ان کے کفر کے باوجود ان کے ساتھ دین و دنیا کے پہلو سے اخلاص اور خیر خواہی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام معاملات میں ان سے موالات ممنوع نہیں ہے۔ (۱۰۵)

اسلام کے غیر مسلموں سے تعلقات اور ان سے رواداری خود غیر مسلموں کی نظر میں

دی گوبینیو کی رائے:

اگر ہم مذہبی اصول سے سیاسی ضروریات کو الگ کر دیں جنہوں نے مذہب کے نام پر زبان اور ہاتھ سے کام لیا ہے تو کوئی مذہب الام کی مثل رواداری اور اصلح کل نہیں ملے گا۔ جس نے دوسروں کو اس قدر مذہبی آزادی دی ہو، بلکہ ان کے دین و ایمان سے مطلق کوئی سروکار نہ رکھا ہو، سوائے ایسی صورتوں کے کہ مسلمان سلطنتوں نے ملکی مصلحت کے خیال سے مذہبی اتحاد کے لئے ہر طریقہ اختیار کیا ہو۔ رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ مکمل آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے۔ لہٰذا ہمیں اپنی پوری توجہ جور و تعدی کے واقعات تک محدود نہیں رکھنی چاہئے جو کہیں کہیں پیش آئے۔ (۱۰۶)

آر۔ وی۔ سی۔ بوڈلے کی رائے:

حضرت محمد ﷺ کو صرف خون بہانے اور قتل و غارت کے لئے جنگ کرنا ہرگز پسند نہ تھا، حقیقت یہ تھی کہ ہر کافر قیدی کے سامنے دو باتیں رکھی جاتی تھیں، وہ یا تو زر فدیہ ادا کرے اور آزاد ہو کر گھر کو چلا جائے یا پھر اسلام قبول کرے۔ قرآن کہتا ہے: جب حرمت کے مہینے ختم ہو جائیں تو مشرکوں کو قتل کرو جہاں بھی ان کو پاؤ، لیکن اگر وہ توبہ کر لیں اور زکوٰۃ ادا کر دیں تو ان کو چھوڑ دو۔ اگر قیدی اسلام اختیار کر لیتا تو اسے فوراً دوسرے مسلمانوں کی طرح روحانی اور مادی

رعایتیں دی جاتیں تھیں، یہ طریقہ کا اختیار کرنا یقینی طور پر حضرت محمد ﷺ کے اپنے مفاد میں تھا، لیکن ایک یا دو موقعوں کے سوا آپ نے ہارے ہوئے دشمن سے بیدردی کا سلوک نہیں کیا۔ آپ ﷺ اگر انتقام لینے کو اپنی تعلیم کا جزو بنا لیتے تو بھی یہ اس زمانے کے دستور کے عین مطابق ہوتا، اور اس وقت کے عیسائی مذہب کے بہت بعد کے اخلاقی اصولوں سے بھی مطابقت رکھتا۔ (۱۰۷)

خلاصہ کلام

اوپر مذکور ہونے والی بحث سے بھی جو ہدایات اور رہنمائی حاصل ہوتی ہے اس کا خلاصہ چند نکات کی صورت میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ اسلام امن اور سلامتی کا داعی ہے۔ اس لیے وہ پوری کائنات میں امن واستحکام قائم کرنے کا خواہاں ہے۔ وہ تو جہاد کی دعوت دیتے ہوئے بھی یہی کہتا ہے کہ وقاتلوھم حتی لا تکون فتنة (۱۰۸) یہی وجہ ہے کہ وہ فتنہ کے خاتمہ اور امن استحکام کے قیام کے لیے سخت سے سخت اقدامات تجویز کرتا ہے۔

۲۔ اسلام کسی خاص گروہ کا مذہب نہیں اس کی نظر میں سب برابر ہیں اور ہر شخص اسلام کی تعلیمات تسلیم کر کے اس کی عالمگیر برادری کا رکن بن سکتا ہے۔

۳۔ اسلام عملی زندگی میں سماجی اور معاشرتی تعلقات کو اہمیت دیتا ہے۔

۴۔ خالص مذہبی اور اعتقادی معاملات کے علاوہ تمام تعلقات اور روابط میں اسلام غیر مسلموں کے ساتھ کسی قسم کے امتیازی اقدامات کو پسند نہیں کرتا۔

۵۔ اسلامی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کو نہ صرف ہر طرح کی مکمل آزادی حاصل ہے، نا کہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے معاشرتی تعلقات بھی غیر امتیازی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں۔

۶۔ اسلامی ریاست، غیر مسلم ریاستوں کے ساتھ بھی باربری کی بنیاد پر اچھے تعلقات کی علم بردار ہوتی ہے۔

۷۔ غیر مسلم خوہ یہودی وعیسائی ہو یا دیگران سے سیاسی سطح پر ہر طرح کے تعلقات استوار کئے جا سکتے ہیں، بشرطیکہ کہ ان تعلقات سے مسلمانوں کو کسی صورت میں کسی بھی نوعیت کا نقصان نہ ہو، یعنی مسلم حکومت مسلمانوں کا مفاد بہر صورت پیش نظر رکھتی ہے، جیسا کہ ہر حکومت کا مطمح نظر یہی ہوتا ہے۔

۸۔ غیر مسلموں سے تعلقات کے اثبات کے ساتھ ساتھ ان سے دوستی اور قلبی تعلقات کی ممانعت ہے، جو قرآن کی

نصوص قطعیہ سے ثابت ہے، دونوں کی حدود میں فرق کرنا اور اس فرق کو مدنظر رکھنا نہایت ضروری ہے۔

۹۔ اسرائیل سے تعلقات کا معاملہ بے حد اہم ہے لیکن اوپر مذکور تفصیل سے اس کی حیثیت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اگرچہ شرعاً دیگر ریاستوں کی طرح وہ بھی ایک ریاست ہے مگر چونکہ پوری امت مسلمہ خصوصاً اس کے حوالے سے ایک خاص نقطہ نظر رکھتی ہے، جس کے پیچھے نصف صدی پر مبنی اسرائیل کے اقدامات اور خود اس کی تاسیس کا طریقہ کار ہے، اس لیے اس بارے میں کوئی بھی اقدامات جوامت مسلمہ کو اکثریت کی رائے کے خلاف ہو قطعاً غیر شرعی تصور ہوگا۔ نیز پرانے دوستوں کو کھو کر نئے دوستوں کی تلاش کا رویہ نفسیاتی اعتبار سے بھی، اخلاقاً بھی اور مذہبی اعتبار سے بھی سودمند ثابت نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ صحیح رہنمائی فرمائے اور گمراہی سے محفوظ رکھے۔ آمین و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

حواشی و حوالہ جات

۱۔ آل عمران:۶۴

۲۔ ابن کثیر، ابوالفداء عمادالدین اسماعیل (م ۷۷۴ھ) / التفسیر / مسر عیسی البابی الحلبی / ج ۱ ص ۳۷۱۔ چنانچہ ابن کثیر لکھتے ہیں۔ ھذا الخطاب یعم اھل الکتاب من الیھود و النصاریٰ و من جری مجراھم

۳۔ الانبیاء:۲۵

۴۔ النحل:۳۶

۵۔ نبی کریم ﷺ اپنی دعوت کے ابتدائی ایام میں عربوں کے خاص ایام میں لگنے والے بازاروں میں یہ دعوتِ اسلام انہی الفاظ میں دیتے تھے، ملاحظہ ہو: حاکم، ابوعبداللہ النیسابوری / المستدرک / بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۹۹۰ء / ج ۱، ص ۶۱، رقم ۳۹۔ ☆ احمد، بن جنبل (م ۲۴۱ء) / بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۳ء / ج ۴، ص ۵۴۷، رقم ۱۵۵۹۳۔ ☆ طبرانی، سلیمان بن احمد ابوالقاسم (م ۳۶۰ھ) / المعجم الکبیر / موصل، مکتبۃ العلوم والحکم، ۱۹۸۳ء / ج ۵، ص ۶۱، رقم ۴۵۸۲

۶۔ سبا:۲۸

۷۔ ابویعلی، احمد بن علی (م ۳۰۷ھ) / المسند / دمشق، دارالمامون للتراث، ۱۹۸۴ء / ج ۶، ص ۶۵۔ رقم ۳۳۱۵

۸۔ ترمذی، ابوعیسی (۲۷۹ھ) / المسند / بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۴ء / ج ۳، ص ۲۷۶، رقم ۱۹۴۲

۹۔ ترمذی / ج ۳، ص ۳۷۱، رقم ۱۹۳۱

۱۰۔ ترمذی / ایضاً رقم ۱۹۲۹۔ ☆ مسلم، وبوالحسین بن الحجاج المسند (م ۲۶۱ھ / رقم ۲۳۱۹۔ ☆ حمیدی، عبداللہ بن الزبیر ابوبکر (۲۱۹ھ) / المسند / بیروت دارالکتب العلمیہ رقم ۸۰۲

۱۱۔ احمد/المسند/ج ۴،ص ۱۷۹،رقم ۱۳۴۶۳

۱۲۔ المائدہ:۳۲

۱۳۔ بخاری کتاب الدیات، باب اثم من قتل ذمیا۔☆ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید (م ۲۸۵ھ)/المسند/ج ۳۔ص ۱۸۹، رقم ۲۶۸۶

۱۴۔ شوکانی/نیل الاوطار/مصر، مکتبۃ الدعوۃ اسلامیہ/ج ۷،ص ۵۵

۱۵۔ بیہقی/السنن الکبری/مصر/ج ۸،ص ۱۳۲

۱۶۔ بوداؤد، سلیمان بن اشعث (ل ۲۷۵ھ) السنن/بیروت، دارالفکر،۱۹۹۴ء/ج ۳،ص ۳۶۸، رقم ۳۸۰۲۔☆المعجم الکبیر/ج ۴،ص ۱۱۰

۱۷۔ البرہان شرح مواہب الرحمٰن/ج ۲،ص ۲۰۲

۱۸۔ نیل الاوطار/ج ۷،ص ۸

۱۹۔ السیوطی/الاشباہ النظائر/دارالکتب العلمیہ/ص ۵۰۹

۲۰۔ ایضا/ص ۲۵۷

۲۱۔ البقرہ:۳۴

۲۲۔ اس معاہدے کا مکمل متن آگے بیان ہو رہا ہے، ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۷۵

۲۳۔ اس معاہدے کا مکمل متن آگے بیان ہو رہا ہے، ملاحظہ کیجئے حوالہ نمبر ۷۶

۲۴۔ بدائع الصنائع /ج ۷،ص ۱۱۳

۲۵۔ سرخسی، محمد بن ابی سہیل/المبسوط/بیروت، دارالمعرفہ،۱۴۰۶ھ/ج ۵،ص ۳۸۔ کتاب الاموال/ص ۳۶

۲۶۔ المائدہ:۸

۲۷۔ بیہقی/شعب الایمان/بیروت، دارالکتب العلمیہ ۱۴۱۰ھ/ج ۶،ص ۱۶۔رقم ۷۳۶۹

۲۸۔ گستاؤلیبان/تمدن عرب/لاہور/ص ۱۳۵

۲۹۔ جصاص، ابوبکر احمد بن علی الحنفی احکام القرآن/مصر، ۱۳۴۷ء/ج ۲،ص ۵۴۴

۳۰۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مرغینانی، برہان الدین ابوالحسن ھدایہ / کتب خانہ رشیدیہ، دہلی /ج ۴،ص ۳۲۷ /☆ابن العابدین/ردالمختار علی الدر المختار/مصر، ۱۳۲۷ھ/ج ۳،ص ۲۵

۳۱۔ لقمان:۱۵

۳۲۔ احکام القرآن/ج ۳،ص ۴۳۳

۳۳۔ ہدایہ رج ۲،ص ۴۲۵

۳۴۔ ہدایہ رج ۲،ص ۴۲۵

۳۵۔ نیل الاوطار ر۲،ص ۱۰۲

٣٦۔ بخاری فی الفرائض، باب لایرث المسلم الکافر۔ مسلم فرائض

٣٧۔ عبدالرزاق ؟ابوبکر بن ہمام الصغانی (م٢١١ھ) رالمصنف رکراچی مجلس علمی ،١٩٧٢ء رج٢، ص٣٣۔ رقم ٩٩١٣

٣٨۔ ایضاً ررقم ٩٩١٥

٣٩۔ ابوعبیدہ قاسم بن سلام (م٢٢٤ھ) رکتاب الاموال رقاہرہ، دارالفکر، ١٩٩٨، رص ٥٤٣

٤٠۔ بخاری، کتاب الہبہ، باب ٢٦۔ مسلم رج ٣، ص ٣٢٠۔ رقم ٢٠٦٨

٤١۔ قرطبی رالجامع الاحکام القرآن رج ٥، ص ١٨٤

٤٢۔ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حق الجوار

٤٣۔ بقرہ ٢:٢٧٢

٤٤۔ ابن کثیر رالتفسیر رج ١، ص ٣٢٤

٤٥۔ ہدایہ رج ١، ص ١٨٥

٤٦۔ المائدہ: ٥

٤٧۔ بخاری، کتاب الذبائح والصید

٤٨۔ قرطبی رالجامع لاحکام القرآن رج ١١، ص ١١٢

٤٩۔ قرطبی رالجامع لاحکام القرآن رقاہرہ، ١٤٧٢ھ رج ١١، ص ١١٢

٥٠۔ بخاری، الادب المفرد رج ٢، ص ٥٣٣

٥١۔ عبدالرزاق رالمصنف رج ١٠٢، ص ٣٩٢

٥٢۔ ایضاً رج ٢، ص ٣٥۔ رقم ٩٩١٩

٥٣۔ ایضاً ررقم ٩٩٢٤

٥٤۔ عبدالرزاق رایضاً ررقم ٩٩٢٥

٥٥۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازۃ الیہودی۔

٥٦۔ عبدالرزاق رج ٢، ص ٤٢۔ رقم ٩٩٤٧

٥٧۔ ابویوسف، یعقوب بن ابراہیم (م١٨٢ھ) رکتاب الخراج ربیروت، دارالمعرفہ رص ٢١٦

٥٨۔ دارالمختار رج ٣، ص ٢٧٣

٥٩۔ سید فضل الرحمٰن رہادی اعظم ﷺ رکراچی، زوار اکیڈمی پبلی کیشنز ٢٠٠٠ء رج ١، ص ٢٣٠

٦٠۔ مسلم ررقم ١٦٠٣۔ ابن ماجہ ررقم ٢٤٣٦

٦١۔ مسلم ررقم ١٢٠٢

۶۲۔ ابن ماجہ/رقم ۲۴۳۹

۶۳۔ بنی اسرائیل: ۳۴

۶۴۔ بخاری، کتاب الجزیۃ الموادعۃ، باب اثم الغادر للبر والفاجر

۶۵۔ امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) الموطاء/مصر، حیاء التراث العربی/ج ۲ ص ۴۴۸۔ رقم ۹۶۷

۶۶۔ امام فخر الدین رازی/تفسیر کبیر /بیروت دار الفکر/ج ۱۰ ص ۱۰۹

۶۷۔ بخاری/ج ۲ ص ۸۲، مسلم کتاب الجہاد والسیر باب صلح الحدیبیہ

۶۸۔ فتح: ۲۴۔۲۵

۶۹۔ بخاری/ج ۲ ص ۸۲، ۸۰۔ مسند احمد/ج ۵ ص ۴۳۴

۷۰۔ الانفال: ۵۶ تا ۵۸

۷۱۔ خطیب عمری (م ۷۴۳ھ) مشکوۃ، باب الامان، فصل دوم

۷۲۔ ملا علی قاری (م ۱۰۱۴ھ) المرقاۃ المفاتیح/ملتان، مکتبہ امدادیہ/ج ۸ ص ۲۲

۷۳۔ مشکوۃ، باب الامان، فصل دوم

۷۴۔ اس معاہدے کی تفصیلات یہی ہیں، ماخذ میں تھوڑا تقدم و تاخر ہے۔ یہ روایت واقدی کے مطابق ہے۔ ملاحظہ کیجیے، واقدی، محمد بن عمر (م ۲۰۷)/کتاب المغازی/بیروت، عالم الکتب ۱۹۸۴/ج ۲ ص ۲۱۱۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک (م ۲۱۳ھ) السیرۃ النبویۃ/بیروت، دار المعرفہ ۱۹۷۸/ج ۴ ص ۲۸۔ ابن کثیر، عماد الدین/السیرۃ النبویہ/دار احیاء، التراث العربی/ج ۳ ص ۳۲۲۔ محمد بن سعد بن منیع الہاشمی البصری/الطبقات الکبری/بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۷/ج ۲ ص ۷۴

۷۵۔ اس کا مکمل متن ملاحظہ کیجیے: کتاب الاموال/ص ۲۰۲، رقم ۵۱۷۔ ابن ہشام/ج ۲ ص ۲۴۱۔ ڈاکٹر حمید اللہ/الوثائق السیاسیہ/بیروت، دار النفائس ۱۹۸۵/ص ۵۷

۷۶۔ کتاب الخراج/امام ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم (م ۱۸۲ھ)/بیروت دار المعرفہ/ص ۷۲۔ الوثائق السیاسیہ/ص ۱۷۵۔
ابن قیم جوزیہ (۷۵۱)/زاد المعاد/بیروت، موسسۃ الرسالہ ۱۹۸۷/ج ۳ ص ۶۳۴

۷۷۔ طبری، محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ)/تاریخ الامم والملوک/بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ/ج ۵ ص ۲۴۰۵

۷۸۔ کتاب الاموال/ص ۲۵۷، رقم ۲۳۱

۷۹۔ ڈاکٹر حمید اللہ/عہد نبوی میں نظام حکمرانی/کراچی، اردو اکیڈمی، سندھ ۲۵۸۷

۸۰۔ سرخسی/المبسوط/ج ۱۰ ص ۹۱

۸۱۔ ابن ہشام/ج ۴ ص ۲۴۵

۸۲۔ مسندن احمد/ج ۲ ص ۱۰۷۔ رقم ۷۴۷

۸۳۔ بخاری، کتاب الزکوۃ، باب قبول الہدیہ من المشرکین۔ مسلم/رقم ۲۴۶۸

۸۴۔ بخاری، کتاب الہبہ، باب قبول الہدیہ من المشرکین۔ مسلم/رقم ۲۴۲۸

۸۵۔ شامی، محمد بن یوسف الصالحی (م ۹۴۲ھ) رسبل الہدی والرشاد ربیروت دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۳ء رج ۹، ص ۲۸

۸۶۔ ابوداؤد، کتب اللباس، باب لبس المرتفع

۸۷۔ التوبہ: ۶

۸۸۔ ابن اثیر، مجد الدین ابو السعادات المبارک بن محمد الجزری م ۶۰۶ھ رالنھایۃ رقم، ایران موسسہ مطبوعاتی اسماعیلیان رج ۵، ص ۲۲۷۔

۸۹۔ ابن منظور، ابو الفضل جمال الدین بن مکرم الافریقی رلسان العرب رقم، ایران نشر ادب الحوزہ، ۱۴۰۵ھ رج ۱۰، ص ۶۰۴

۹۰۔ اشن العرب رایضاً

۹۱۔ ایضاً رص ۱۴۰۷

۹۲۔ ابن اثیر رایضاً ص ۲۲۸

۹۳۔ ملاحظہ کیجیے، ابن اثیر رایضاً ص ۲۲۷ تا ۲۳۰، ابن منظور رص ۴۰۶، ۴۱۰، اور راغب اصفہانی، ابو القاسی الحسین بن محمد (۵۰۲ء) المفردات رمصر مصطفی البابی الحلبی ۱۹۶۱ء رص ۵۳۳، ۵۳۵

۹۴۔ آل عمران: ۸۵

۹۵۔ توبہ: ۲۳

۹۶۔ المائدہ: ۵۴

۹۷۔ آل عمران: ۸۵

۹۸۔ سیرت النبیؐ ۶ر۸۴۔

۹۹۔ انعام: ۱۴

۱۰۰۔ انفال: ۷۲

۱۰۱۔ توبہ: ۷۱۔

۱۰۲۔ قرنتیون ا۔ باب ۵: ۹، ۱۳

۱۰۳۔ قرنتیون ۲۔ باب ۶: ۱۴، ۱۶

۱۰۴۔ الممتحنہ: ۱

۱۰۵۔ خازن، علاؤ الدین علی بن محمد البغدادی رلباب التاویل فی معانی التنزیل رمصر، التقدم العلمیہ، ۱۳۴۹ھ رج ۱، ص ۴۶

۱۰۶۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ: دعوت اسلام رلاہور، محکمہ اوقاف ۱۹۷۲ء رص ۷

۱۰۷۔ آر۔ وی۔ سی بوڈلے رمحمد رسول اللہ رص ۲۶۳

۱۰۸۔ بقرہ: ۱۹۳

"قل یا ھل الکتب تعا لوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم "(۳:۴)

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت، وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت! تعلیمات اسلام اور اسوہ رسولؐ کی روشنی میں

پروفیسر قاری بدرالدین۔ کراچی

میں اپنے خالق و مالک جل جلالہ کا نہایت شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے آج اس عظیم بابرکت محفل میں اپنا مقالہ پیش کرنے کی سعادت نصیب فرمائی۔ اتحاد بین المذاہب کا محور یہی قرآنی آیت ہے۔ جس کا ترجمہ ہے کہ "کہوا اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہو۔ وہ بات یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔"

یعنی اے اہل کتاب ایک ایسے عقیدے پر ہم سے اتفاق کرلو جس پر ہم بھی ایمان لائے ہیں اور جس کے صحیح ہونے سے تم بھی انکار نہیں کر سکتے۔ عالمی امن کیلئے دور جدید میں اتحاد بین المذاہب از حد ضروری ہے' کیونکہ آج جدید دنیا امن، اتحاد کی پیاسی ہے۔ آج کی جدید دنیا میں اتحاد بین المذاہب کی کوشش نہ ہونے کے برابر ہے ہاں دنیا اگر واقعی اتحاد کی خواہاں ہے تو یہ صرف اور صرف اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں ممکن ہو سکتا ہے۔ عالمی اتحاد کیلئے صفت برداشت کا اپنا از حد ضروری ہے۔ کیونکہ ایک دوسرے کو برداشت کر کے ہی انسان قریب آسکتا ہے صفت برداشت کا عملی نمونہ آپؐ کی ذات گرامی ہے۔ چنانچہ محسن انسانیت سرور کائنات خاتم الانبیاء جناب محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی چودہ صدیوں سے مورخین، محققین، دانشوروں، ادبا اور شعرا کا محبوب موضوع رہی ہے۔ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ وہ موضوع ہے جس کے لیے دشمنوں اور دوستوں، مخالفین و موافقین سبھی نے مختلف اسباب کی بنا پر وہ کشش محسوس کی جس کی مثال کے لیے کوئی اور ہستی پیش نہیں کی جا سکتی۔ انگریز مستشرق ڈی۔ ایس۔ مارگولیس (D.S. Margoliouth) نے آنحضرت ﷺ کی سیرت پر جو کچھ بھی لکھا ہو مگر ان کی کتاب کے مقدمہ کا ابتدائی جملہ ضرب المثال اور آفاقی حقیقت رکھتا ہے۔ اپنی کتاب کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"The biographers of the prophet Muhammad from a long series which it is impossible to end but in which it would be honourable to find ■ place."(1)

حضرت محمد ﷺ کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، جس کو ختم کرنا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا باعثِ شرف ہے۔ اسی شرف کے حصول کے لیے قلم طبع آزمائی پر آمادہ ہوا۔ برداشت کا تعلق اخلاقی احکامات سے ہے۔ مولانا

ابوالکلام آزاد نے بجا لکھا ہے!

اخلاقی احکام کا تعلق جہاں تک تعلیم محض سے ہے، وہ کوئی ایسی متاع غریب نہیں جس کے پیش کرنے پر اسلام فخر کرے۔ اخلاقی احکام ہمیں ہر جگہ مل سکتے ہیں اور قریباً ہر مذہب نے اپنا مقصد یہی بتلایا ہے کہ انسان کو اخلاق کا وعظ سنائے۔ اگر قرآن حکیم تعلیم دیتا ہے کہ عہد و مواثیق کی پابندی کرو تو قوانین موسوی اور ضابطہ عیسوی بھی یہ نہیں کہتا کہ عہد باندھ کر توڑ ڈالو حتیٰ کہ آریائی نسل کی وہ فلسفیانہ روحانیت بھی جس نے ہندوستان اور ایران میں ظہور کیا اپنی ہر ادنیٰ سے ادنیٰ شاخ کے اندر اخلاقی تعلیمات کے احکام سے لبریز ہے۔

اصلی چیز تعلیم نہیں بلکہ تعلیم کے نتائج اور اس کا عمل ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو کچھ کہا اُس نے عملی شکل میں کیسی صورت اختیار کی؟ انسان کی روح اس لیے بیمار نہیں کہ زبانوں نے تعلیم کم کردی اور کاغذوں پر زیادہ نہیں لکھا گیا بلکہ اس کا اصل دکھ زندگی کی عملی مشکلات میں ہے اور صرف وہی تعلیم فتح مند ہوسکتی ہے، جو ایک مستحکم عملی نمونہ اپنے ساتھ رکھتی ہو۔ عملی حقیقت کے لحاظ سے اولین نمونہ حامل قرآن و اولین داعی اسلام (ﷺ) کا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة (۲)

رسول اللہ ﷺ کی سیرت تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

جنگ و صلح کی متضاد حالتوں میں انسان کا نظام اخلاق دفعتاً بدل جاتا ہے۔ ایک شخص بذات خود نہایت رحم دل ہے لیکن میدان جنگ میں جاکر نہایت بے رحم ہو جاتا ہے۔ ایک شخص ذاتی معاملات میں نہایت حلیم الطبع ہے، لیکن کسی فوج میں شامل ہوکر سخت مشتعل اور مغلوب الغضب ہو جاتا ہے۔ ایک شخص امن و صلح کے زمانے میں نہایت صادق القول اور پابند عہد ہے، لیکن زمانہ جنگ میں انتہا ہی خداع اور عہد شکن بن جاتا ہے۔ ایک جماعت، ایک قوم، ایک ملک، امن و سکون کے دور میں انسانیت کا بہتر سے بہتر نمونہ ہوتی ہے لیکن جنگی اغراض ظالمانہ اقدامات اور حربی مصالح کے عہد فساد میں آکر چارپایوں سے زیادہ وحشی اور درندوں سے زیادہ خونخوار ہو جاتا ہے۔ لیکن دنیا میں صرف ''اسلام'' ہی ایک ایسی زندہ ہستی ہے جو اپنے پہلو میں دل اور دل میں ایک غیر ممکن التغیر برداشت کی اخلاقی طاقت رکھتی ہے۔ اس پر عوارض خارجیہ کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ظاہر و باطن، شخصیت و جمہوریت، افتراق و اجتماع، جنگ و صلح، جنگ و صلح، اس کے لیے تمام حالتیں یکساں ہیں۔ اس کا معیار اخلاق جس اصلاح امن و صلح کی حالت میں قائم رہا۔ اسی استحکام و استواری کے ساتھ جنگ کے سیلاب اور آتش و خون کے طوفان میں بھی قائم و ثابت نظر آیا۔ (۳)

انسان کے ذخیرہ اخلاق میں سب سے زیادہ کمیاب اور نادر الوجود شے دشمنوں پر رحم اور ان سے عفو و درگزر کر کے

تعلقات کوفروغ دے کر اتحاد کی فضا قائم کرنا ہے، لیکن پیغمبر رحمت محسن انسانیت ﷺ کی ذات اقدس میں یہ جنس فراواں تھی اپنے دشمنوں سے انتقام لینا انسانی فطرت کا لازمی حصہ ہے۔ لیکن یہی فطرت اور خصلت رحمت عالم کی سیرت طیبہ میں معدوم نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے اپنے بدترین دشمنوں سے حسن سلوک، مثالی رواداری، عفوو درگزر کا عملی مظاہرہ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا کہ آپ ﷺ دونوں جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

بین المذاہب اتحاد کیلئے برداشت اور رواداری کا فروغ

رواداری برداشت عفودرگزر اور اتحاد انسانی زندگی کا ایک پہلو ہے۔ جس کے بغیر بقائے حیات اور استحکام اجتماع ممکن ہی نہیں، عفوو درگزر دراصل انسانی شخصیت کی وسعت اور اس کی انسانیت کی توسیع ہے عفوو درگزر نہ ہوتو انسانیت گھٹ کر ختم ہو جائے اور ہر طرف خونخواری وحیوانیت کا دور دورہ ہو۔ عفوو درگزر لطافت ورحمت کا اظہار ہی ہے جس سے انسانیت پہچانی جاتی ہے۔ انسان کی اس اخلاقی قدر کا منبع و مصدر بھی، صفت رب ہے۔ رب کریم جو اپنے محیط علم اور مطلق قدرت کی بنا پر مخلوق کی بغاوت و انحراف پر سزا دے سکتا ہے، لیکن برداشت کرتا ہے، عفوو درگزر سے کام لیتا ہے۔ کبھی مہلت دیتا ہے اور صرف نظر کرتا ہے اور کبھی معاف کر دیتا ہے۔ اس کے عفوو کرم نے کاروبار حیات کو وسعت دی اور زندگی کی سرگرمیوں کو برکت بخشی ہے۔ اگر اس کا عفوو کرم نہ ہوتا تو لوگ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے جل رہے ہوتے، مصیبتوں اور غفلتوں کی سزا بھگت رہے ہوتے یہ اس کا عفوو کرم ہے کہ خطار و معصیت کیش فوری طور پر نہیں پکڑا جاتا اور یہ اس کا عفوو درگزر ہی ہے کہ معصیت کار کو اس کی ندامت پر معافی مل جاتی ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا اسم صفاتی ''عفو'' قرآن مجید میں بے شمار مرتبہ آیا ہے (۴) اللہ تعالیٰ کی صفت عفو کا ایک اور مظہر اس کے اسمائے غفور غفار اور غافر ہیں جن کے معنی بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہیں۔ یہ اسماء بھی قرآن مجید میں درجنوں مرتبہ آئے ہیں (۵) اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا!

والکاظمین الغیظ و العافین عن الناس (۶) وہ غصہ برداشت کرنے والے اور درگزر کرنے والے ہیں۔

دوسری جگہ حکم دیا!! **دفع بالتی ھی احسن** (۷) برائی کا بدلہ نیکی سے دو۔ ایسا کرنے سے وہ دشمن دوست بن جائے گا اور جو ایسا کرتا ہے وہ بڑی ہمت کا کام کرتا ہے (۸) اس لیے برائی کرنا یا غصہ کے بدلہ غصہ کرنا آسان ہے، لیکن نفس پر قابو پا کر برداشت کا مظاہرہ بہت مشکل ہے۔ اسی وجہ سے آپ ؐ نے فرمایا:

''لیس الشدید بالصرعة انما الشدید الذی یملک نفسه عند الغضب'' (۹)

بہادری کشتی میں ایک دوسرے کو پچھاڑنے کا کام نہیں بلکہ طاقت ور اور بہادر تو وہ شخص ہے جو غصہ کے وقت اپنے

نفس پر قابو رکھے۔ آپ ﷺ نے اشج عبدالقیس سے فرمایا تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے "الحلم والاء نائة" (۱۰) حلم یعنی قوت برداشت اور بردباری۔ رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا "وصوا ارحامکم" (۱۱) ایک حدیث مختلف طریقہ سے مختلف الفاظ میں منقول ہے کہ! ایک صحابی آئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا مجھے کسی ایسی بات کی تعلیم دیں کہ پھر میں اس پر عمل کروں اور کمی زیادتی کی ضرورت نہ پڑے میں سیدھا جنت میں چلا جاؤں، آپ ﷺ نے فرمایا لا تعضب غصہ نہ کر یعنی برداشت کا مادہ پیدا کر پھر اس نے یہی سوال کیا آپ ﷺ نے یہی جواب دیا۔ (۱۲) یہ حدیث دراصل قرآن کی اس آیت کی تفسیر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا!

والکاظمین الغیظ و العافین عن النار (۱۳)

بین المذاہب اتحاد کا طریقہ

برداشت کی ضد ہے غضب اور غضب میں انسان مغلوب الحال ہو کر خود کشی کرتا ہے۔ جان، مال، آبرو کے در پے ہوتا ہے۔ اسی کی طرف متوجہ کرتے ہوئے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا تمہاری جان، مال آبرو، سب ایک دوسرے پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے۔ (۱۴) عدم برداشت کے نقصانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمرؓ نے فرمایا! وبما غضب المؤمن غضبة تقحمه (۱۵) یعنی بعض اوقات مسلمان غضب ناک ہو جاتا ہے۔ اور اس کی یہ غضبنا کی و عدم برداشت اس کے لیے بڑے بڑے گناہوں کا سبب بن جاتی ہے۔ عدم برداشت خونریزی، دشمنی، عدم سکون اور بے شمار مصائب کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس لیے برداشت کا ملکہ پیدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تعلیم دی گئی ہے کہ برداشت ہی حسن اخلاق ہے۔ برداشت ہی کے نتیجے میں اتحاد بین المذاہب کی فضا سازگار ہوگی۔

برداشت کا ملکہ پیدا کرنے کا طریقہ

اسلام احکام کے ساتھ اس کا فلسفہ اور مسائل کے ساتھ اس کا حل بھی بتلاتا ہے تاکہ اس پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔ مسند احمد کی حدیث ہے!

اذا غضب احد کم فلیسکت (۱۶) جب غصہ آئے تو خاموشی اختیار کر لے۔

اس لیے کہ غصہ کی حالت میں غلط بات منہ سے نکلے گی جو کہ مزید فساد کا موجب ہوگی، سنن ابوداؤد کی روایت ہے فرمایا!

اذا غضب احد کم وهو قائم فلیجلس (۱۷)

جب غصہ آئے تو اس کا دوسرا علاج یہ ہے کہ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔

اس طرح برداشت کا ملکہ پیدا کرنے کا نفسیاتی علاج بتا دیا کہ جسمانی ہیئت تبدیل کرنے سے اعضا کا تناؤ ختم ہو جاتا ہے اور غصہ قابو میں رہتا ہے، نبی کریم ﷺ کے اندر یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کو عالمگیر دائی نمونہ عمل قرار دیا گیا (۱۸) جس کا اعتراف مستشرقین نے بھی کیا ہے۔

مستشرقین کے اعترافات

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مقالہ نگار لکھتا ہے!

آپ ﷺ کی سیرت کا سب سے نمایاں پہلو جو ایک حیران کن متاثر کرنے والا ہے کہ عظیم فتوحات کے باوجود محمد ﷺ کی انسانیت اور انسانیت نوازی میں کمی نہیں بلکہ اضافہ ہوتا چلا گیا۔ (۱۹)

اس لیے کہ آپ ﷺ نے اپنے اندر برداشت اور انسانیت کی عادت پیدا کر لی تھی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیتے تھے۔ ایم ایم واٹ لکھتے ہیں!

عیسائی دنیا نے جس شخص سے سب سے زیادہ نفرت کا اظہار کیا اور اسے (نعوذ باللہ) ظلمت کے شہزادہ کا لقب دیا دراصل وہی شخص دنیا میں احترام کا سب سے زیادہ حق دار ہے۔ (۲۰)

نامور مفکر پروفیسر فرینک کہتے ہیں!

اگر اگر اسلام جلوہ گر نہ ہوتا تو دنیا شاید زمانہ دراز تک انسانیت، تہذیب اور شائستگی سے روشناس نہ ہوتی یہ امر واقعہ ہے کہ آج دنیا میں مساوات، امداد باہمی علمی جدوجہد اور نوع انسانی کے ساتھ ہمدردی کی جو تحریکیں جاری ہیں، وہ سب کی سب اسلام ہی سے مستعار لی گئی ہیں۔ اسلام نے جلوہ گر ہو کر حکومتوں کا ڈھانچہ بدل دیا۔ دنیا کے اقتصادی نظام میں انقلاب پیدا کر دیا۔ اسلام نے ایسا مکمل نظام حیات پیش کیا جو مسلمانوں ہی کے لیے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لیے ایک رحمت ثابت ہوا۔ یہ ایسی خوبیاں ہیں، جن کے روبرو نہ صرف میری بلکہ ہر انصاف پسند انسان کے گردن جھک جانی چاہئے۔ (۲۱) یہی وہ صفات ہیں جن کے اپنانے سے انسان ایک دوسرے کے قریب تر آ سکتے ہیں۔ جناب گوپی ناتھ امن نے کیا خوب کہا ہے۔

شفیع امم رحمت عالمیں ہے
فقط وہ متاع مسلمان نہیں ہے
نظام کہن کو کیا پارہ پارہ
تری ذات والا نمو آفریں ہے
یہ لڑتے قبیلوں کو کس نے بتایا

محبت نہیں ہے تو کچھ بھی نہیں ہے
جہاں سے سدا نور پھیلا جہاں میں
مزے ایشیا کی عجب سر زمیں ہے
ترے میکدے کی رہے خیر ساقی
یہ کاسہ ہے میرا یہ میری جبیں ہے (۲۲)

بین المذاہب اتحاد کے لئے قرآنی تعلیم

اس لیے پہلے قرآن کی روشنی میں اتحادورواداری کی تعلیمات پیش خدمت ہیں! سورۃ الانبیاء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ ﷺ کوسارے جہاں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے (۲۳) آپ ﷺ کی رحمت کا فرومشرک تمام انسانیت کے لیے ہے ، جو چاہے دامن رحمت دعافیت میں آسکتا ہے۔ سورۃ الاحزاب میں فرمایا! اے پیغمبر ہم نے آپ ﷺ کو گواہی دینے والا اچھے لوگوں کوخوشخبری نافرمانوں کوہشیار کرنے والا ، اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے والا اور ساری دنیا کوروشن کرنے والا چراغ بنا کر بھیجا ہے (۲۴) سورہ سباء میں (۲۵) اسی بات کودھرایا گیا ہے، سورہ نحل میں حکم دیا ہے اللہ سب کے ساتھ عدل واحسان اور اچھے سلوک کا حکم دیتا ہے (۲۶) یہی بات سورہ قصص میں کہی گئی ہے۔ (۲۷)

- مذہبی رواداری کی انتہا یہ ہے کہ سورہ کہف میں فرمایا جو چاہے ایمان لائے جو چاہے کفر اختیار کرے (۲۸) البقرہ میں فرمایا دین کے بارے میں کسی پر جبر نہیں (۲۹) سورۃ الکافرون (۳۰) میں اس بات کو دہرایا گیا ہے۔ اسلام کا تشدد اور سختی سے تعلق نہیں ہے یہ تو محبت کا سودا ہے، ارشاد ربانی ہے! اپنے رب کی طرف سلیقہ دانشمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اچھی اچھی باتوں کے ذریعے اللہ کی طرف بلاؤ اور بحث ومباحثہ میں برداشت کا مظاہرہ کرو (۳۱) اگر وہ تمہارے ساتھ حد اعتدال کا سلوک نہ کریں پھر بھی حکم دے جولوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں ان کے خداؤں کو برا بھلا نہ کہو ورنہ جہالت میں وہ تمہارے سچے خدا کو بُرا کہنے لگیں گے۔ (۳۲) اور اپنی عاقبت برباد کریں گے' آپ کے ذمہ زور زبردستی کرنا نہیں ہے، بلکہ صرف اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ (۳۳) جو راہ ہدایت پر چلتا ہے وہ اپنے نفع کے لیے چلتا ہے جو گمراہ ہوتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے (۳۴) کیا اس سے بڑھ کر بھی دنیا کا کوئی مذہب رواداری اور برداشت کی تعلیم دیتا ہے۔

مستشرقین کی جانب سے قرآنی تعلیمات کا اعتراف

جارج سیل (G. Sell) مشہور یورپی مستشرق لکھتا ہے! مسلمانوں کا مذہب جو قرآن کا مذہب ہے ایک امن اور

سلامتی کا مذہب ہے (۳۵) موسیو کاسٹن کار لکھتا ہے! روئے زمین سے اگر قرآن کی حکومت جاتی رہی تو دنیا کا امن وامان کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔ (۳۶)

فرانسیسی مستشرق موسیو سیڈیولٹ (M.Sedillet) لکھتا ہے!

جولوگ اسلام کو وحشیانہ مذہب کہتے ہیں ان کے ضمیر کے تاریک ہونے کی واضح دلیل یہ ہے کہ وہ ان صریح آیات کو نہیں دیکھتے جن کے اثر سے عربوں کی وہ تمام خصلتیں مٹ گئیں، جو مدت دراز سے سارے ملک میں رائج تھیں۔ انتقام لینا، خاندانی عداوت کو جاری رکھنا، کینہ پروری اور جور وظلم، دختر کشی وغیرہ جیسی مذموم رسومات کو قرآن نے مٹا دیا ان میں سے اکثر چیزیں پہلے بھی یورپ میں تھیں اور اب بھی ہیں۔ (۳۷)

بین المذاہب اتحاد کیلئے معاہدات

لسان العرب کے مطابق معاہدات معاہدہ کی جمع ہے باب مفاعلہ سے معنی ہے جانبین سے قسم کھا کر پختہ عہد کرنا (۳۸) معاہدات نبوی ﷺ کا اطلاق ان معاہدات پر ہوتا ہے جو آپ ﷺ کی ہجرت کے بعد اور بالخصوص ریاست مدینہ کے قیام کے بعد مختلف اقوام وملل سے کیے گئے (۳۹) یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے آپ ﷺ کی بعثت کا اصل مقصد اعلاء کلمۃ اللہ تھا۔ (۴۰) معاہدات کے تین دور ہیں، پہلا غزوہ بدر سے پہلے دوسرا صلح حدیبیہ کا زمانہ تیسرا فتح مکہ کا (۴۱) قرآن کریم میں (۴۸) سے زائد مقامات پر پوری شدت کے ساتھ معاہدات کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اواس پر بڑے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔ (۴۲)

نبی کریم ﷺ کے معاہدات کا آغاز بیعت عقبہ اولیٰ وثانیہ (۴۳) اور بالخصوص میثاق مدینہ سے ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے ہر طبقہ سے پچاس سے زائد معاہدات کیے جس میں مشرکین عرب، منافقین، یہود ونصاریٰ اور مجوس شامل ہیں۔ (۴۴) آپ ﷺ نے خود بھی معاہدہ پورا کیا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا باوجود یہ کہ مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ عہد شکنی کی گئی، مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں!

مسلمانوں کے ساتھ نہایت شرمناک طریقے سے غداریاں کی گئی ہیں زعل، ذکوان، عصبہ اور بنولحیان کے قبائل نے آنحضرت ﷺ سے کسی دشمن کے مقابلے کے لیے فوجی مدد کی درخواست کی۔ آنحضرت ﷺ نے قراء صحابہؓ میں سے ستر صحابیؓ ساتھ کر دیے لیکن بزمعونہ پر لے جا کر ان لوگوں نے بیوفائی کی اور مسلمانوں کو بے دریغ قتل کر دیا۔ جب حضرت عاصم کی فوج کو قبیلہ بنولحیان کے دوسو تیر اندازوں نے گھیر لیا تو ان سے وعدہ کیا کہ اگر وہ نیچے اتر آئیں تو کچھ تعرض نہیں کیا جائے گا۔ اس پر ایک جماعت اتر آئی لیکن بعض صحابہؓ کو اسی جگہ قتل کر دیا گیا اور بعض کو غلام بنا کر بیچ ڈالا گیا۔ (۴۵)

بہ ایں ہمہ غدر و بے وفائی آنحضرت ﷺ کا جو معیار اخلاق شخصی حالتوں میں تھا وہی میدان جنگ میں بھی قائم رہا۔ شخصی حالت میں آپ کے وفائے عہد کا یہ حال تھا نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے عبد اللہ ابن العمساء نے حضور ﷺ سے کچھ معاملہ کیا اور ایک جگہ آپ ﷺ کو بٹھا کر چلے گئے اتفاق سے خود ہی بھول گئے تین دن بعد واپس آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا میں تین دن سے تمہارا اسی جگہ پر منتظر ہوں (۴۶) اس کے برعکس نبی کریم ﷺ کی جانب سے معاہدہ کی پاسداری کا عالم یہ تھا جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی ابو حذیفہ بن الیمان اور ابو حسل دو صحابی مکہ سے آ رہے تھے، کفار نے گرفتار کیا اور اس شرط پر رہا کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ جنگ میں حصہ نہیں لو گے یہ دونوں نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور صورت حال بیان کی آپ ﷺ نے فرمایا تم دونوں واپس جاؤ ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے۔ (۴۷)

نبی کریم ﷺ کے معاہدات کی متعدد خصوصیات لکھی گئی ہیں (۴۸) لیکن میرے نقطہ نظر سے دو اہم ترین خصوصیات ہیں، جو دنیا کے معاہدات میں کہیں نظر نہیں آتیں، پہلی معاہدات میں برداشت اور رواداری، دوسری یہ کہ معاہدہ برابری کی بنیاد پر یا جھک کر قبول کر لیتے آپ کے معاہدات سے فاتح کی حیثیت نمایاں نہیں ہوتی بلکہ مصلح کی حیثیت ابھر کر سامنے آتی ہے میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ و دیگر معاہدات واضح مثال ہیں اس کے برعکس جنگ عظیم اول کے بعد ۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو ورسائی کے مقام پر معاہدہ ورسائی طے پایا انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق جرمنی کو جنگ کا واحد ذمہ دار قرار دیا گیا۔ اس کی افواج کو نہتا کر دیا گیا، فاتحین کے نمائندوں کے سامنے جرمنی کے مندوبین کو بے آبرو مندانہ انداز میں پیش کیا گیا اور معاہدہ کا متن تیار کرتے وقت انہیں مجرموں کی طرح کھڑا رکھا گیا، نتیجتاً جرمنی پر بھاری تاوان جنگ (تقریباً ۲۵ ارب ڈالر) عائد کیا گیا۔ جس کو ادا کرنے کی استطاعت وہ قطعاً نہیں رکھتا تھا حتیٰ کہ خود انگیز ایچ جی ویلز نے بھی اسے فاتحین کا معاہدہ قرار دیا ہے۔ (۴۹)

آپ ﷺ کا یہودیوں سے معاہدہ

غیر مسلم اقوام کے ساتھ آپ ﷺ نے جو اجتماعی معاہدے کیے وہ آپ ﷺ کی رواداری و برداشت کا اعلیٰ نمونہ ہیں لیکن مختلف طبقے جن کے ساتھ آپ ﷺ نے انفرادی حیثیت میں برداشت و رواداری کا سلوک کیا۔ اس میں ایک طبقہ یہودیوں کا ہے یہودیوں نے اہل اسلام کے ساتھ جس عدم برداشت و ناروا سلوک کا مظاہرہ کیا۔ وہ آپ ملاحظہ کر چکے اس کے مقابلہ میں نبی کریم ﷺ کا سلوک یہ تھا مجیب اللہ ندوی لکھتے ہیں مدینہ میں یہود کا اجتماعی ادارہ بیت المدارس تھا۔ آپ ﷺ اور متعدد صحابہؓ بغرض تبلیغ وہاں جایا کرتے بالخصوص حضرت عمرؓ (۵۰) ہجرت کے ابتدائی ایام میں یہود اپنی قوت کے نشہ میں اسلام کو خاطر میں نہ لائے جب بدر کے میدان میں قریش کے اقبال کا آفتاب غروب ہوتے دیکھا تو انہیں اپنا مستقبل

تاریک نظر آیا(۵۱) آپ ﷺ نے میثاق مدینہ کے نام سے جو معاہدہ کیا وہ یہودیوں کے ساتھ برداشت ورواداری کا اعلیٰ نمونہ ہے۔اس کی اہم شقیں یہ ہیں۔

۱۔ نبی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔

۲۔ اور اگر کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوم مسلمان اور یہودیوں کے ساتھ کرے گی تو ان کے خلاف سب کے سب مل کر کام کریں گے۔

۳۔ معاہدہ اقوام کے باہمی تعلقات باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔

۴۔ جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔

۵۔ یہودیوں کی دوست قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔

۶۔ کوئی شخص اپنے معاہدہ کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کرے گا۔

۷۔ مظلوم کی مدد ونصرت کی جائے گی۔

۸۔ باہمی اختلاف کی صورت میں آپ ﷺ کو حکم سمجھا جائے گا۔ (۵۲)

آپ ﷺ نے صحابہؓ کو بھی برداشت ورواداری کا حکم دیا۔خیبر کی لڑائی ۷ ھ میں ہوئی، مسلمانوں نے یہودیوں کے جانور اور مال لوٹ لئے اس پر آنحضرت ﷺ کو نہایت غصہ آیا تمام لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: خدا نے تم لوگوں کے لیے یہ جائز نہیں کیا ہے کہ اہل کتاب کے گھروں میں گھس جاؤ مگر با اجازت اور نہ یہ کہ ان کی عورتوں کو مارو نہ یہ کہ ان کے پھل کھاؤ الا یہ کہ جب کبھی وہ تم کو وہ ادا کریں جو ان پر فرض ہے۔(۵۳)

اس سے بھی زیادہ دلچسپ بات یہ ہے، قلعہ خیبر کے محاصرہ میں کسی یہودی کا ایک غلام (جو چرواہا تھا) آ کر مسلمان ہو گیا اسلامی قانون کے مطابق وہ فوری آزاد ہو گیا۔لیکن آنحضرت ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اپنے آقا سے خیانت نہ کرنا چنانچہ وہ جانوروں کے گلے کو ہانکتا ہوا اپنے آقا کے قلعے کے قریب تک گیا، پھر للکار کر جانوروں کو بھڑ کا دیا وہ عادت کے مطابق خود ہی اپنے گھروں کو چلے گئے ۔اور یہ دیانتدار غلام واپس مسلمانوں کے پڑاؤ میں آ گیا بالاخر اہل قلعہ نے ہتھیار ڈال دیے۔(۵۴) خیبر کے یہودیوں نے شکست کے بعد درخواست کی کہ ہم سے زمین نہ چھینیں آپ ﷺ نے قبول کر لیا طے ہوا نصف کاشت مسلمانوں کی ہوگی، آپ ﷺ نے اپنے نمائندہ کو تاکید کی جو حصہ وہ دیں فقط وہ لے لو(۵۵) حضرت حفصہؓ جو یہودی تھیں آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا۔کیا اس سے بڑھ کر کسی فاتح نے مفتوں کو برداشت کیا ہے؟

آپ ﷺ کا عیسائیوں سے معاہدہ:

مسلمانوں کا یہودیوں سے پہلے عیسائیوں سے تعلق قائم ہو چکا تھا نجاشی شاہ حبشہ اسلام قبول کر چکا تھا اور مسلمانوں

کو پناہ دینے کی وجہ سے مسلمان عیسائیوں کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے، سورۃ مائدہ کی قرآنی آیات میں انہیں بمقابلہ دیگر بہتر قرار دیا گیا ہے۔(۵۶) عیسائیوں کا ایک وفد نجران سے مدینہ منورہ حاضر ہوا۔تو حضورﷺ نے ان کی مہمان نوازی فرمائی۔ نہ صرف مسجد نبوی میں ان کو جگہ دی بلکہ ان کو ان کے اپنے طریقے پر مسجد نبویﷺ میں نماز پڑھنے کی بھی اجازت دی (۵۷) حضرت عروہ بن زبیرؓ جنہوں نے سیرت النبیﷺ پر سب سے پہلی کتاب لکھی ہے۔(۵۸) اہل نجران سے ہونے والے معاہدہ کی تفصیل نقل کی ہے۔جس میں یہ شق بھی شامل ہے کہ مسلمان جو چیزیں عاریتاً لیں گے اگر ان میں سے کوئی ضائع ہو جائے تو ادا کی جائے گی اہل نجران کی جان، مال، مذہب، گرجے، مذہبی رہنما ہم سب کے حقوق ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔(۱۳۷) ۶ھ میں سینائے مصر کے سینٹ کیتھرائن کے پادریوں سے جو معاہدہ کیا ہے۔اس میں یہ شقیں شامل ہیں کہ عیسائیوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائے گا، کوئی بشپ منصب سے معزول نہیں ہو گا نہ خانقاہ سے نکالا جائے گا نہ اُس کا مذہب بدلا جائے گا نہ کوئی گرجہ منہدم کیا جائے گا گرجوں کی مرمت کے لیے مسلمان مالی مدد کریں گے۔ (۵۹)

مستشرقین کے اعتراضات

معروف مستشرق آرنلڈ سر تھامس(Arnold. Sir. Thomas)اس خوبی کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عرب تسلط کے ابتدائی دور میں کسی شخص کو جبراً مسلمان بنانے یا اس پر مذہبی تعصب کی بنا پر تشدد کرنے کا کوئی واقعہ ہمارے علم میں نہیں آیا۔ بلکہ حقیقت ہے کہ عربوں نے عیسائی مذہب کے بارے میں رواداری کی جو روش اختیار کی تھی اس نے ملک گیری میں ان کے لیے بڑی آسانی پیدا کر دی تھی۔ (۶۰)

انگریز مورخ فنلے لکھتا ہے:

مسلمانوں کے عہد حکومت میں غیر مسلموں کو زبردستی اسلام قبول کروانے کے لیے کوئی منظم کوشش نہیں ہوئی عیسائیت کے خاتمے کی غرض سے باقاعدہ ظلم وستم بھی روا نہیں رکھا اگر خلفا ان دونوں میں سے کوئی راہ اختیار کرتے تو عیسائیت کو اسی آسانی سے کچل دیتے جس آسانی سے فرڈینڈ اور ازابیلا نے کیا۔انہوں نے اسلام کو ہسپانیہ سے خارج کیا یا لوئی چہارم نے فرانس میں پروٹسٹنٹ عقائد کو سزا کے قابل قرار دیا جیسے یہودیوں کی عبادت گاہوں کا قائم رہنا اس عام رواداری کا زبردست ثبوت ہے جو اسلامی حکومتوں نے اپنی غیر مسلم رعایا سے روا رکھی۔جنگوں میں خون بہتا ہی رہا لیکن ایسی بھی مثالیں ہیں کہ فتوحات خون بہائے بغیر ہوئیں۔مسلمان سپہ سالار اس امر کے پابند تھے کہ دشمن کو ہتھیار ڈالنے کا موقع دیئے بغیر اس سے جنگ نہ کریں۔(۶۱)

مسلمانوں کا یہی حسن سلوک تھا رومی حملہ کے پیش نظر مسلمانوں نے عیسائیوں کا جزیہ واپس کر دیا خود عیسائیوں نے

مسلمانوں کو دعا دی ''خدا کرے تم رومیوں پر فتح پاؤ'' جب فتح حاصل ہوگئی تو عیسائیوں نے جشن منایا از خود جزیہ (ٹیکس) ادا کیا (۶۲) اور بڑی تعداد مسلمان ہوگئی۔

اتحاد بین المذاہب کے سلسلہ میں ہمارے لئے میثاق مدینہ ایک بہترین نمونہ عمل ہے

معروف محقق اور سیرت نگار ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اپنی منفرد کتاب THE FIRST WRITTEN CONSTITUTION میں تحقیق اور دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ''میثاق مدینہ'' دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور ہے۔ (۶۳)

رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف ایک ایسے علاقے میں جو سیاسی تنظیم سے قطعاً عاری تھا ایک شہری مملکت قائم فرمائی (جو روز افزوں وسعت حاصل کرتی رہی) بلکہ اُمی ہونے کے باوجود اس مملکت کا ایک تحریری دستور بھی مدون اور نافذ فرمایا۔ کہا جا سکتا ہے کہ یہ تاریخ اسلام میں پہلا دستور ہے جو تحریری طور پر مدون ہوا اور کسی حکمران کی طرف سے نافذ کیا گیا اور حاکم اور پبلک دونوں کے حقوق اور فرائض کی اس میں تصریح کی گئی ہندوستان میں کاوٹیلیا (تقریباً ۳۰۰ تا ۳۲۱ ق م کے درمیان) Kautilyas Arthasastra: J.F FLEET بار سوم ۱۹۲۹ء: ص viii ''آرتھا شاسترا'' نامی ایک سنسکرت کتاب ضرور ہے جو نصیحۃ الملوک صنف کی تالیف ہے نہ کہ کسی حکمران کا نافذ کردہ حکم نامہ۔ راجہ آزاد تھا کہ آرتھا شاسترا پر عمل کرے یا نہ کرے۔ یونان میں دو نام ملتے ہیں: ایک تو سولن (Solon) تھا، جسے کہتے ہیں کہ ایتھنز کی شہری ریاست کے دستور میں ترمیمات پیش کرنے پر مامور کیا گیا تھا، مگر اول تو یہ کہ مکمل دستور نہ تھا، بلکہ چند ترمیمی دفعات تھیں، دوسرے ایتھنز کا اصل دستور غیر تحریری ہی تھا۔ اگر سولن کی تجویزوں کو وہاں کی مجلس حکومت نے منظور بھی کیا تو اس سے سابقہ غیر تحریری قواعد کی حیثیت تحریری دستور کی نہیں ہو جاتی۔

اسلام سے قبل دوسری کوشش ارسطو کی کتاب ''ایتھنز کا دستور ہے'' مگر یہ دستور نہیں' اسے زیادہ سے زیادہ تاریخ دستور کہا جا سکتا ہے' کیونکہ ارسطو کے زمانے میں ایتھنز کوئی شہری مملکت نہ تھا' بلکہ سکندر اعظم کی شہنشاہی کا پایہ تخت تھا اور ارسطو کی کتاب اس شہنشاہی کا دستور نہیں' بلکہ سابق شہری مملکت ایتھنز کے دستوری ارتقا کی تاریخ تھی۔ مزید برآں ارسطو کوئی بادشاہ نہ تھا' بلکہ محض وزیر تھا۔ بادشاہ پر اس کے مشوروں کو قبول کرنے کی کوئی پابندی نہ تھی۔

بائبل میں یہودیوں کے ہاں ایک ''تحریری دستور'' کا ذکر آتا ہے' مگر اسے دستور کہنا لطیفہ سا معلوم ہوتا ہے: چنانچہ پہلی کتاب سموئیل (اشموئیل نبی)' باب ۸' آیت ۵ میں ہے کہ جب نبی عمر رسیدہ ہو گئے تو قوم نے ان سے مطالبہ کیا کہ ایک شخص کو وہ بادشاہ نامزد کریں۔ انہوں نے کہا کہ (باب ۸' آیت ۱۱ تا ۱۷): بادشاہ معزز مردوں اور عورتوں کو ذلیل خدمتیں کرنے

پر مجبور کرے گا' تمہارا مال چھینے گا اور تم سب اس کے غلام بن جاؤ گے۔ اس کے بعد بھی قوم کا اصرار رہا تو نبی نے بادشاہ کے مذکورہ سارے حقوق کو لکھ کر قوم سے صریح اقرار لیا کہ اس قبول کرتے ہیں۔ پھر ساؤل (طالوت) کو بادشاہ نامزد کیا۔ بائبل کا مذکورہ دستور بس اتنا ہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اولین مکمل دستور کو مدون کرنے اور ایک حکمنامے کے طور پر نافذ کرنے کا امتیاز نبی امی ﷺ ہی کو حاصل ہوا اس کا متن تاریخ نے محفوظ بھی رکھا ہے (الوثائق السیاسیہ' شمارہ ا' ص ۱۵) اس کا پہلا جملہ بھی یہ ہے:

(هذا كتاب من محمد النبى (رسول الله) بين المؤمنين من قريش واهل يثرب و من تبعهم ولحق بهم وجاهد معهم) : یعنی یہ ایک تحریری معاہدہ (کتاب = میثاق) ہے اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ کا' قریش اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے مابین جو ان کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں۔ (۶۴)

اس تاریخی واقعیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ یہود اپنے یہود علم وفن' اور ذہانت وفراست کے لئے بجا طور سے شہرت رکھتے تھے' لیکن صدیوں کی منافقت وسرکشی نے انہیں حد درجہ عیار ومکار بنا دیا تھا۔ شاطر ایسے تھے کہ بساط سیاست پر سارے عرب میں ان کا کوئی حریف نہ تھا۔ کیا یہ آپ ﷺ کا اعجاز نہیں کہ یہود نے اپنے خصائص کے باوصف اس معاہدے کو اپنی مرضی سے قبول کرلیا اور اس وقت قبول کیا جب مسلمان انتہائی کسمپرسی کی حالت میں تھے اور اس معاہدے میں آپ ﷺ کی حیثیت اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ﷺ حکمران اور حکم کی تھی اور مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی حیثیت ثانوی تھی؟ علاوہ بریں اس عہد نامہ کی رو سے نہ صرف یہ کہ مدینہ میں اسلامی ریاست معرض وجود میں آگئی بلکہ یہود اور دیگر معاہد اقوام نے اسے تسلیم بھی کرلیا اور اس سے دفاع اور امن وسلامتی کی ذمہ داری بھی مشترکہ طور سے قبول کرلی' سب سے بڑھ کر یہ کہ انہوں نے مہاجر مسلمانوں کو یثرب کی ایک قوم تسلیم کرلیا۔ یہ بلاشبہ آپ ﷺ کی عظیم کامیابی تھی' مذہبی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہود اور مشرک قبائل نے اس معاہدہ پر دستخط کر کے مسلمانوں کو مومن' اور بت پرست قبائل نے اپنے آپ کو مشرک تسلیم کرلیا۔ (۶۵)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں:

> "یہ معاہدہ اس عہد کی قانونی عبادت اور دستاویز نویسی کا ایک مکمل نمونہ ہے' اس کی اہمیت اسلامی مورخوں سے کہیں زیادہ یورپی عیسائیوں نے محسوس کی' ولہاوزن' میوز' گریملے' سپرنگر' وینسنگ' کائتانی' پول وغیرہ کے علاوہ ایک جرمن مورخ رانکے (Ranke) نے مختصر تاریخ عالم لکھتے ہوئے بھی اس دستاویز کا ذکر کرنا ضروری خیال کیا ہے۔" (۶۶)

میثاق مدینہ کا غائر نظر سے مطالعہ کرنے کے بعد اس معاہدے کی اہمیت وعظمت کے بارے میں جو اہم باتیں معلوم

ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:

۱) اس معاہدہ کی بدولت مدینہ کی شہری ریاست کا آغاز ہوا اور آنحضرت ﷺ مخالفین ولواحقین دونوں کی طرف سے اس ریاست کے سربراہ تسلیم کر لیے گئے اور اس طرح آپ ﷺ ایک بین الاقوامی معاشرہ تشکیل دینے میں مصروف ہو گئے۔

۲) اس معاہدہ کی بدولت بقول سر ولیم میور' آپ ﷺ نے ایک عظیم مدبر حکومت اور سیاستدان کی طرح مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ اور آپس میں منتشر لوگوں کو متحد اور یکجا کرنے کا کام بڑی مہارت سے انجام دیا' آپ ﷺ ایک ایسی ریاست اور ایک ایسے معاشرے کا آغاز کرنے میں کامیاب ہو گئے جو بین الاقوامیت کے اصول پر مبنی تھا۔(۶۷)

۳) اس میثاق کی بدولت سرکار دو عالم ﷺ نے عدالتی' تشریعی' فوجی اور تنفیذی اختیارات اپنے اور اہل اسلام کے لئے محفوظ کر لئے۔

۴) آنحضرت ﷺ نے سیاست میں اخلاقی عناصر کو داخل کیا' اصل سرچشمہ اقرار اللہ تعالیٰ کو قرار دیا اور خود اللہ تعالیٰ کے نائب کی حیثیت اختیار کی:

۵) شہریت' تنظیم حکومت سیاسی رواداری' فراست اور اسلامی حکمت عملی کا عمدہ اظہار بھی اسی معاہدے کے ذریعے ہوا:

۶) اسی معاہدے کی بدولت مذہبی آزادی کا اصول وضع ہوا' نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد تعاون ہو سکتا ہے ان کی نشاندہی ہوئی:

۷) اسی معاہدے نے اہل اسلام کے باہمی حقوق و فرائض اور جملہ شہریوں کے آپس میں تعلقات اور حقوق و فرائض کا تعاون کیا:

۸) اسی معاہدے نے ظلم' ناانصافی' عدم مساوات اور ایسی ہی دیگر خرابیوں کا سد باب کیا۔ عربوں کے قتل کا بدلہ لینے کا پرانا انفرادی طریقہ ختم کر کے اسے اجتماعی فریضہ قرار دیا' کمزوروں ناداروں اور مظلوموں کی دادرسی کا پورا پورا اہتمام بھی اسی معاہدے کی رو سے ہوا۔

۹) حالت امن اور حالت جنگ کا لائحہ عمل مرتب ہوا۔

۱۰) یہ معاہدہ قریش کے خلاف ایک مشترکہ اتحاد بن گیا اور دشمنان اسلام کا داخلہ مدینہ میں بند کر دیا گیا۔

۱۱) مدینہ کو حرم قرار دیا گیا۔ یوں اسی نئی شہری ریاست کی حرمت قائم ہوئی۔

۱۲) اس کے داخلی امن اور تحفظ و دفاع کا خاطر خواہ انتظام ہوا

۱۳) قبائل کی باہمی خانہ جنگی کا انسداد بھی اسی معاہدے کی بدولت ہوا۔

۱۴) اسی معاہدے نے اہل اسلام کے بڑے دشمن، مشرکین مکہ کو دوسرے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ کرنے سے روک دیا۔

۱۵) اسی معاہدے نے شہریوں کے اندرونی قانون، اخلاق، مذہب اور انسانی قدروں کے احترام کا بھرپور جذبہ پیدا کیا۔

۱۶) اور پھر اسی معاہدے نے اللہ تعالیٰ کے احکام اور آنحضرت ﷺ کے فرامین کو حتمی اور فائق حیثیت دے دی۔

۱۷) آنحضرت ﷺ کے جاری کردہ اسی نظام کی بدولت ایک مضبوط اسلامی ریاست اور صالح معاشرہ معرض وجود میں آیا۔(۷۶)۔

عسکری اور دفاعی اہمیت وافادیت

میثاق مدینہ پیغمبر اسلام کے بے مثال تدبر، دور اندیشی اور عسکری بصیرت کا زندہ جاوید ثبوت ہے جس کی بدولت مسلمانوں کو سیاسی وعسکری نوعیت کے ساتھ اہم فوائد حاصل ہوئے جو یہ ہیں:

۱) اسلامی مملکت (ریاست مدینہ) کو ایک مضبوط اساس فراہم ہوگئی جسے داخلی اور خارجی دشمنوں کی سازشیں اور کوششیں متزلزل نہ کرسکیں اور

۲) اسے یہودی وغیرہ مسلم قبائل نے تسلیم ہی نہیں کیا بلکہ اس کے حلیف بن گئے اور اس کے دفاع کی مشترکہ ذمہ داری بھی قبول کرلی۔

۳) مسلمانوں کو دینی، قومی اور سیاسی تشخص حاصل ہوگیا اور اسے تسلیم بھی کرلیا گیا جس نے تحریک اسلام کی کامیابی کی راہ ہموار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

۴) مسلمانوں کو مدینہ میں سیاسی اعتبار سے بالخصوص مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی جس کی بنا پر وہ پہلے یثرب میں اور پھر سارے عرب میں دینی یعنی مذہبی، سیاسی، معاشی اور ثقافتی انقلاب لانے میں کامیاب ہوئے۔

۵) میثاق مدینہ قریش کی کوششوں میں اس طرح حائل ہوا کہ ابتدائی دور میں جو ازحد خطرناک تھا وہ مدینہ میں کسی کو اپنا حلیف بنانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔ نیز جب انہوں نے مدینہ پر بھرپور حملہ کیا تو اپنے سیاسی و مذہبی اثر ورسوخ کے باوجود کسی یہودی یا اپنے ہم مذہب قبیلہ کو پیچھے سے مدینہ پر حملہ کرنے پر آمادہ نہ کرسکے۔ جنگ احد میں قریش کی ناکامی کا بھی یہ ایک اہم سبب تھا۔

۶) میثاق مدینہ کی دفاعی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ مسلمانوں نے جب قریش کو مرعوب کرنے اور بساط اقتصادیت پر ان کو زچ کرنے کی خاطر عسکری مہموں کا آغاز کیا تو مدینہ کے کسی قبیلہ نے نہ تو اعتراض کیا اور نہ ہی مداخلت کی۔

۷) میثاق مدینہ نے اسلامی مملکت کے لئے حصار کا کام دیا' نیز اس سے مسلمانوں کو حلیف قبائل میں تبلیغ اسلام کا کام کرنے اور انہوں اسلام کے عقائد و تعلیمات سے روشناس کرانے اور شرک و بت پرستی کے نقصانات سے متنبہ کرنے کے بہترے مواقع حاصل ہو گئے۔(۶۹)

معاہدہ کی دفعات اور اہم اقتباسات کا ترجمہ

معاہدہ کے اہم اقتباسات ذیل میں درج کئے جارہے ہیں:

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ یہ دستاویز محمد ﷺ کی طرف سے ہے جو اللہ کے نبی ہیں، قریش اور اہل یثرب میں سے مومنوں اور مسلموں نیز ان لوگوں کے درمیان جو ان کے تابع ہوں، ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیں۔

دوسرے لوگوں کے بالمقابل وہ ایک امت ہیں قریش میں سے مہاجرین اسلام سے پہلے کے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور اپنے اسیروں کا فدیہ ادا کریں گے تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔ اور نبی عوف کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور ہر گروہ اپنے اسیروں کو خود فدیہ دے کر چھڑائے گا، تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو۔

(اسی طرح بنو ساعدہ بنو حارث، بنو جشم، بنو عمرو بن عوف بنو انیس اور بنو اوس بھی کریں گے تاکہ ایمانداروں کا برتاؤ باہم نیکی اور انصاف کا ہو)

کوئی مومن کسی دوسرے مومن کی اجازت کے بغیر اس کے مولی (معاہداتی بھائی) سے معاہدہ نہ کرے گا۔

متقی اور ایماندار مسلمان ہر اس شخص کی مخالفت پر کمربستہ رہیں گے جو ان میں سے سرکشی کرے جو ظلم یا گناہ یا زیادتی کا مرتکب ہو یا مومنوں میں فساد پھیلائے۔ ان سب کے ہاتھ ایسے شخص کی مخالفت پر ایک ساتھ اٹھیں گے۔ خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا کیوں نہ ہو۔ کوئی مومن کسی مومن کو کافر کی خاطر قتل نہیں کرے گا اور نہ کسی مومن کے خلاف کافر کی امداد کرے گا۔

یہودیوں میں سے جو اتباع کرے گا اسے امداد و مساوات حاصل ہوگی نہ ایسے لوگوں پر ظلم ہوگا۔ اور نہ اس کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔ مومنوں کی صلح ایک ہی ہوگی۔ اگر کوئی اللہ کی راہ میں (جہاد کر رہا ہو) تو کوئی مومن کسی دوسرے مومن

کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا۔ جب تک کہ یہ صلح سب کے لیے برابر نہ ہو۔۔۔

اور مومنین اس چیز کا بدلہ لیں گے جو خدا کی راہ میں ان کے خون کو پہنچے۔۔۔اور جو شخص کسی مومن کو ناحق قتل کرے گا اور گواہوں سے اس کا ثبوت بھی فراہم ہو جائے گا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ بجز اس صورت کے کہ مقتول کا ولی خون بہا پر راضی ہو جائے اور تمام مومنین اس کی تعمیل کے لیے اٹھیں گے اور اس کے سوا ان کیلئے کوئی (دیگر) صورت جائز نہیں ہوگی۔۔

اور یہودی جب تک مومنین کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہیں گے (اس جنگ کے) مصارف بھی برداشت کریں گے۔

اور بنو عوف کے یہودی، مومنین کے ساتھ ایک امت (سیاسی وحدت) تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودی اپنے دین پر رہیں گے، مسلمان اپنے دین پر خواہ موالی ہوں یا اصل، البتہ جو لوگ ظلم اور جرم کے مرتکب ہوں گے وہ اپنی ذات یا گھرانے کے علاوہ کسی کو ہلاکت و فساد میں نہیں ڈالیں۔۔۔(اسی طرح یہودیوں کے مختلف قبیلوں مثلاً بنو نجار کے یہودی بنو حارث کے یہودی، بنو ساعدہ کے یہودی بنو جشم کے یہودی، بنو اوس کے یہودی اور بنو نجلہ وغیرہ کے یہودیوں کے بارے میں اوپر دی گئی دفعہ کے مطابق الفاظ درج ہیں)۔۔۔

(تمام یہودی قبائل کا ذکر کرنے کے بعد معاہدہ میں یہ الفاظ ہیں) وفا شعاری ہو نہ کہ عہد شکنی۔۔۔

اور یہودیوں کے قبائل کی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو کہ ان کے ہیں۔ اور یہ کہ ان میں سے کوئی بھی محمد علیہ السلام کی اجازت کے بغیر جنگ کے لیے نہیں نکلے گا۔ زخم کا بدلہ لینے میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے گی۔ جو شخص خونریزی کرے تو ذمہ داری اس پر اور اس کے گھرانے پر ہوگی بجز اس شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور اللہ اس کے ساتھ ہے۔ یہودی اپنے خرچ کے ذمہ دار ہوں گے اور مسلمان اپنے خرچ کے۔

اور جو کوئی اس دستور العمل کو قبول کرنے والوں کے خلاف جنگ کرے تو وہ (یہودی اور مسلمان) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ وہ ایک دوسرے کی خیر خواہی پر عمل پیرا رہیں گے۔ اور باہم مشورہ کریں گے۔ وفا کا شیوہ ہوگا نہ کہ عہد شکنی۔۔۔

یثرب (مدینہ) کی وادی اس دستور العمل کو ماننے والوں کے نزدیک مقدس و محترم ہوگی۔ پناہ گزیں سے ویسے ہی برتاؤ ہوگا جیسا کہ اصل شخص (یعنی پناہ دہندہ) سے ہو رہا ہو نہ اسے کوئی نقصان پہنچایا جائے، اور نہ ہی وہ کسی جرم کا مرتکب ہوگا، کسی عورت کو اس کے کنبہ والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔ اس دستور العمل کو قبول کرنے والوں کے درمیان کوئی نیا معاملہ یا جھگڑا پیدا ہو جس سے فساد رونما ہونے کا ڈر ہو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ پر چھوڑ دیا جائے گا۔ نہ (کفار) قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ اس شخص کو جو ان کا معاون ہو۔

اگر کوئی یثرب پر حملہ آور ہو تو (معاہدہ فریقوں یعنی یہودیوں اور مسلمانوں پر) ایک دوسرے کی امداد و نصرت لازم

ہوگی۔ اگر انہیں صلح کر لینے اور اس میں شرکت کرنے کی دعوت دی جائے گی تو یہ اسے قبول کر لیں گے اور شریک ہوں گے۔ اسی طرح جب وہ کسی کو صلح کے لیے بلائیں تو اسے قبول کریں گے۔ اور مسلمانوں پر بھی قبول کرنا لازم ہوگا بجز اس صورت کے کہ کوئی دینی جنگ کرے۔

اور اللہ تعالیٰ جو کچھ کہ اس صحیفے میں ہے اس کی سب سے زیادہ تصدیق کرنے والا ہے۔۔۔ یہ نوشتہ کسی ظالم اور مجرم کو سزا دینے میں مانع نہیں ہوگا۔۔۔ اور اللہ اس شخص کا حامی ہے جو عہد و اقرار میں وفا شعار اور پرہیزگار ہے اور اللہ کے رسول محمد ﷺ بھی اس کے حامی ہیں۔

''میثاق مدینہ'' کی پہلی ۲۳ دفعات مہاجرین و انصار (مسلمانوں) کے متعلق قواعد پر مشتمل ہیں، اور بقیہ حصہ یہود مدینہ کے حقوق و فرائض سے بحث کرتا ہے۔ (۷۰)

مذکورہ بالا معاہدہ پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں:

''تاریخ انسانی میں کسی بھی ریاست کے حکمراں کا یہ وہ پہلا تحریری دستور العمل ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ نے جاری کیا تھا گو کہ یہ ہجرت کے پہلے سال (۶۲۲ء) میں لکھا گیا تھا لیکن ہم تک یہ پوری طرح اس انداز میں پہنچا ہے۔ (جس طرح کہ یہ لکھا گیا تھا)۔'' (۷۱)

مذاہب عالم سے اتحادی کوششوں کی بنیادیں

اسلام سارے طبقات انسانی کے لیے رحمت بن کر آیا تھا، اس نے غیر مسلم رعایا کو بھی اس سے محروم نہیں رکھا، اور ان کو اتنے حقوق دیئے جس کی نظیر اس سے پہلے نہیں ملتی، آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں قریب قریب پورا جزیرۃ العرب زیرنگین ہو چکا تھا غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے سب سے پہلا معاملہ نجران کے عیسائیوں کے ساتھ پیش آیا، ان کو آپ نے جو حقوق دیئے وہ اب تک تاریخوں میں محفوظ کو ہم نقل کرتے ہیں: (۷۲)

ترجمہ: نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں ان کا مذہب ان کی زمینیں ان کا مال ان کے حاضر و غائب، ان کے قافلے، ان کے قاصد، ان کی مورتیں، اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں، ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہ کیا جائے گا، اور نہ ان کے حقوق میں دست اندازی کی جائے گی، اور نہ مورتیں بگاڑی جائیں گی، کوئی (پادری اپنی پادریت) سے اسقف اپنی اسقفیت کوئی راہب اپنی رہبانیت سے کنیہ کا کوئی منتظم اپنے عہدہ سے نہ ہٹایا جائے گا اور جو بھی کم یا زیادہ ان کے قبضہ میں ہے، اسی طرح رہے گا، ان کے زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا، نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے گا

اور نہ ان پر ظلم ہوگا۔ اس معاہدہ سے حسب ذیل حقوق متعین ہوتے ہیں:

۱۔ ان کی جان کا محفوظ رہے گی۔

۲۔ ان کی زمین، جائیداد اور مال وغیرہ ان کے قبضہ میں رہے گا۔

۳۔ ان کے کسی مذہبی نظام میں تبدیلی نہ کی جائے گی، مذہبی عہدے دار اپنے اپنے عہدہ پر برقرار رہیں گے۔

۴۔ صلیبوں اور مورتوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔

۵۔ ان کی کسی چیز پر قبضہ نہ کیا جائے گا۔

۶۔ ان سے فوجی خدمت نہ لی جائے گی۔

۷۔ اور نہ پیداوار کا عشر لیا جائے گا۔

۸۔ ان کے ملک میں فوجی نہ بھیجی جائے گی۔

۹۔ ان کے معاملات و مقدمات میں پورا انصاف کیا جائے گا۔

۱۰۔ ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہونے پائے گا۔

۱۱۔ سودخوری کی اجازت نہ ہوگی۔

۱۲۔ کوئی ناکردہ گناہ کسی مجرم کے بدلہ میں نہ پکڑا جائے گا۔

۱۳۔ اور نہ کوئی ظالمانہ زحمت دی جائے گی۔

اس زمانہ کی مہذب حکومتیں اس سے زیادہ حقوق اور کیا دے سکتی ہیں، ان میں وہ ساری چیزیں آگئی ہیں جو ایک محکوم کے حقوق کے تحفظ اور اس کی باعزت زندگی کیلئے ضروری ہیں، اس سے زیادہ حقوق خود اپنی حکومت بھی نہ دے سکتی اس نام نہاد جمہوریت اور آزادی مساوات کے دور میں غیر مذہب اور غیر قوم کے محکوموں کو جو حقوق حاصل ہیں، ان پر یورپ کی محکوم قوموں کی تاریخ خود شاہد ہے۔ اسی زمانہ کے لگ بھگ ۶۲۳ء میں آنحضرتؐ نے کوہ سنائی کے قریب واقع راہب خانہ سینٹ کیتھرین کے راہبوں کو، بلکہ سارے عیسائیوں کو ایک سند نامہ حقوق (Charter) عطا فرمایا جس کے بارے میں بجا طور پر کہا گیا ہے کہ دنیا کی تاریخ روشن خیالی اور رواداری کی جو اشرف ترین یادگاریں پیش کر سکتی ہے یہ ان میں سے ایک ہے۔ یہ دستاویز، جسے مورخین اسلام نے حرف، بحرف قلم بند کیا ہے، وسعت نظری اور آزادی خیالی کا ایک حیرت انگیز نمونہ ہے۔ اس دستاویز کی رو سے عیسائیوں کو چند ایسی استثنائی مراعات حاصل ہوئیں جو انہیں اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے تحت بھی نصیب نہ ہوئی تھیں۔

عیسائیوں سے یہ وعدہ کیا گیا کہ:

- ان پر کوئی ناجائز ٹیکس نہ لگائے جائیں گے۔
- ان کا کوئی پادری اپنے علاقے سے نہ نکالا جائے گا۔
- کسی عیسائی کو اپنا مذہب ترک کرنے پر مجبور نہ کیا جائے گا۔
- کسی راہب کو اس کے راہب خانے سے خارج کیا جائے گا اور۔
- کسی زائر کو سفر زیارت سے نہ روکا جائے گا۔
- ان کو اس کی بھی ضمانت دی گئی کہ مسجدیں یا مسلمانوں کے رہنے کے مکان بنانے کیلئے کوئی گرجا مسمار نہ کیا جائے گا۔
- جن عیسائی عورتوں نے مسلمانوں سے شادی کر رکھی تھی ان کو یقین دلایا گیا کہ وہ اپنے مذہب پر قائم رہنے کی مجاز ہوں گی اور اس بارہ میں ان پر کوئی جبر و اکراہ نہ کیا جائے گا۔
- اگر عیسائیوں کو اپنے گرجاؤں یا خانقاہوں کی مرمت کے لئے یا اپنے مذہب کے کسی اور امر کے بارے میں امداد کی ضرورت ہوگی تو مسلمان انہیں امداد دیں گے۔
- اس امداد کو ان کے مذہب میں شریک ہونے سے تعبیر نہ کیا جائے گا۔ بلکہ اسے حاجت مندوں کی حاجت برآری اور خدا اور رسولؐ کے ان احکام کی اطاعت سمجھا جائے گا جو عیسائیوں کے حق میں صادر کئے گئے تھے۔
- اگر مسلمان کسی بیرونی عیسائی طاقت سے برسر جنگ ہوں گے تو مسلمانوں کے حدود کے اندر رہنے والے کسی عیسائی سے اس کے مذہب کی بنا پر حقارت کا برتاؤ نہ کیا جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا برتاؤ کرے گا تو وہ رسولؐ کی نافرمانی کا مرتکب تصور ہوگا۔

جو شخص بدی کا بدلہ بدی سے دینے کی طاقت رکھتا ہو، لیکن اس کے باوجود عفو کے خدائی اصول کی نہ صرف تلقین کرے بلکہ اس پر عمل بھی کرے، اس کی سیرت سے متعلق انسانوں کے دل میں ہمیشہ عظمت و بزرگی کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب آنحضرتؐ رئیس مملکت اور رعایا کی جان و آزادی کے محافظ کی حیثیت سے عدل کرتے تھے تو آپؐ ہر مجرم کو اس کے جرم کی پوری پوری سزا دیتے تھے۔ لیکن رسول خدا اور معلم اسلام کی حیثیت سے اپنے بدترین دشمنوں سے بھی نرمی اور رحم کا سلوک کرتے تھے۔ آپؐ کی ذات میں وہ افضل ترین صفات جن کا تصور انسان کر سکتا ہے، یعنی عدل اور رحم، مجتمع تھیں۔ (۸۰)

۶۲۷ء میں پیغمبر اسلام ﷺ نے سینٹ کیتھرائن متصل کوہ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو پوری آزادی اور وسیع حقوق عطا کیے۔ اور ساتھ ہی اس کے اس امر کا بھی اظہار کر دیا کہ اگر۔

- ''کوئی مسلمان ان احکام کی خلاف ورزی کرے گا۔ تو وہ خدا کے عہد کو توڑنے والا اس کے احکام کے خلاف کرنے والا اور اپنے دین کا ذلیل کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ اس حکم کی رو سے خود پیغمبران کے ذمہ دار ہوئے۔
- اور نیز اپنے پیروؤں کو تاکید کی کہ وہ عیسائیوں کے گرجاؤں، راہبوں کے مکانوں اور نیز زیارت گاہوں کو ان کے دشمن سے بچائیں۔
- اور تمام مضر اور تکلیف رساں چیزوں سے پورے طور پر ان کی حفاظت کریں۔
- نہ ان پر بے جا ٹیکس لگایا جائے۔
- نہ کوئی اپنی حدود سے خارج کیا جائے۔
- نہ کوئی عیسائی اپنا مذہب چھوڑنے پر مجبور کیا جائے۔
- نہ کوئی راہب اپنی خانقاہ سے نکالا جائے۔
- اور نہ کوئی زائر اپنی زیارت سے روکا جائے۔
- اور نہ مسلمانوں کے مکان اور مسجد بنانے کی غرض سے عیسائیوں کے گرجا مسمار کیے جائیں گے۔

(برخلاف اس کے) عیسائیوں سے اس امر کی توقع نہیں رکھی جاتی۔ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے مقابلہ کریں۔ اس لئے کہ خراج گذاروں کو جنگ وجدل سے کوئی تعلق نہیں۔ مسلمانوں کی عیسائی بیویاں اپنے مذہب پر قائم رہتیں۔ اور اس بنا پر ان کو کسی قسم کی تکلیف وایذا نہیں دی جاتی تھی پیغمبر اسلامؐ نے اس مشہور معاہدہ میں یہ بھی لکھا۔ کہ:

''اگر عیسائیوں کو گرجاؤں عصومعوں کی تعمیر میں یا اپنے کسی مذہبی امر میں مدد کی ضرورت ہو۔ تو مسلمانوں کو ہر طرح ان کی اعانت کرنا چاہیے۔ تم یہ خیال نہ کرو کہ اس سے ان کے مذہب میں شرکت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ صرف ان کے احتیاج کو رفع کرنا ہے۔ اور رسول خدا کے ان احکام کی پیروی کرنا ہے جو خدا کے حکم سے ان کے حق میں تحریر کئے گئے ہیں۔ جنگ کے وقت یا اس زمانہ میں جبکہ مسلمان اپنے دشمنوں سے برسر پیکار ہوں۔ کسی عیسائی سے اس لئے نفرت یا عداوت نہیں رکھنا چاہیے کہ وہ مسلمانوں میں رہتا ہے۔ جو کوئی مسلمان کسی عیسائی سے ایسا سلوک کرے گا۔ تو وہ غیر منصف اور رسول کا نافرماں بردار اور سرکش خیال کیا جائے گا۔''

یہ شرائط تھے اس سندنامہ کے جو پیغمبر اسلامؐ نے عیسائیوں کو عطا کی تھی۔ یہ ایک نہایت وقیع اور عظیم الشان پروانہ آزادی اور دنیا کی تاریخ میں اعلیٰ درجہ کی مساوات حقوق کی ایک شریفانہ اور قابل وقعت یادگار ہے۔

ماضی اور حال کی تاریخ ہمیں اور بھی بہت سے فاتحوں اور کشور کشاؤں کے نام بتاتی ہے۔ وہ یہ بھی بتاتی ہے کہ ان

فاتحوں کا برتاؤ اپنے محکوموں کے ساتھ کیا تھا؟ حاکم رعایا کو کس طرح کی آزادی دیتے تھے؟ ان باتوں کا اگر اسلام کی رواداری اور مسامحت سے موازنہ کیا جائے۔ تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہوگا:

خلفائے رسولؐ اور اتحاد کی کوشش

حضرت خالد بن ولیدؓ کی شجاعت و دلیری، ان کی حربی قابلیت اور جنگی قیادت کی اعلیٰ صلاحیت کا حال تاریخ اسلام کا ایک روشن باب ہے، اب یہ بھی سنئے کہ یہی شیر بیشہ شجاعت بحالت جنگ یا بحالت صلح دشمنوں کے ساتھ کس طرح پیش آتا تھا، سواد (عراق) کے دیہات بانقیا باروسی اور الیس کا سردار ابن حلوبا تھا۔ حضرت خالد سے وہ صلح کرنے پر مجبور ہوا تو حضرت خالد نے صلح نامہ لکھا اس کا مضمون یہ تھا:

ترجمہ: تو اللہ کی پناہ میں ہے، جزیہ ادا کرنے کے بعد تیری جان محفوظ ہوگئی اور تو نے اپنی طرف سے اپنی رعایا اپنے جزیرہ اور بالقیا اور بارسما کے لوگوں کی طرف سے ایک ہزار درہم جو دیئے وہ میں نے قبول کئے اور جو میرے ساتھ مسلمان ہیں وہ بھی اس پر رضامند ہیں۔ اور اب تو، اللہ اس کے رسول اور مسلمانوں کی ذمہ داری میں آ گیا ہے۔

خلیفہ اول سیدنا صدیق اکبرؓ کا رواداری پر مبنی تاریخی کردار

۱۲ھ میں اہل حیراہ کے نام جو عہد نامہ حضرت ابوبکرؓ کے حکم سے لکھا گیا وہ کافی طویل ہے اس کی اہم دفعات کا ترجمہ یہ ہے۔ (معاہدہ اہل حیرہ کے مکمل متن کے لئے دیکھیے۔ (۷۴)

۱۔ ان لوگوں کا گرجا یا عبادت گاہ یا کوئی قصر جس میں یہ لوگ جنگ میں قلعہ بند ہوتے تھے، منہدم نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ ناقوس بجانے سے ان کو نہیں روکا جائے گا۔

۳۔ نیز تہوار کے مواقع پر صلیب کا جلوس نکالنے سے ان کو منع کیا جائے گا۔

۴۔ یہ لوگ جزیہ ادا کرتے رہے تو ان کے ساتھ معاہدہ کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ اور ان کی حفاظت ہمارا فرض ہوگا۔

۵۔ ان لوگوں کے مذہبی پیشوا اور عابد و زاہد جزیہ ادا کرنے سے مستثنیٰ ہوں گے۔

۶۔ ان میں جو بوڑھے اور ناکارہ اور اپاہج ہوں گے ان کا خرچ بیت المال کے ذمہ ہوگا۔

۷۔ ان کو مسلمانوں کے فوجی لباس کے علاوہ اپنا ہر قسم کا لباس پہننے کی آزادی ہوگی۔

۸۔ ان کا کوئی غلام اگر مسلمان ہو جائے گا۔ تو بازار میں اس کی زیادہ سے زیادہ جو قیمت ہو سکتی ہے اس قیمت میں بغیر عجلت کے اور بغیر کسی گھاٹے کے اس کو فروخت کیا جائے گا۔ اور وہ قیمت اس کے مالک کے حوالے کر دی جائے گی۔

۹۔ یہ لوگ اگر مسلمانوں سے کسی قسم کی امداد طلب کریں گے توان کو وہ مدد بیت المال سے دی جائے گی۔

ان دفعات وشرائط صلح کے ساتھ یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیے کہ یہ سب کچھ کتنی رقم کے بدلہ میں ہوا تھا؟ ان لوگوں کی اصل تعداد سات ہزار تھی، ایک ہزار ان میں وہ تھے جو اپاہج، معذور یا مذہبی پیشوا تھے۔ ان کو خارج کر کے اب صرف چھ ہزار بچے، ان پر جو جزیہ لگایا گیا وہ ساٹھ ہزار درہم سالانہ تھا یعنی دس درہم فی کس۔ غور کریں رواداری اور دشمن کے ساتھ حسن معاملہ کی اس سے بہت کوئی اور بھی مثال ہوسکتی ہے۔ اس موقع پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صلح یا امان بخشی کا یہ معاملہ خواہ انفرادی ہو یا اجتماعی دونوں حالتوں میں یکساں ہوتا ہے۔

اسلامی فوجی کے اس فیاضانہ سلوک کا اثر یہ تھا کہ جنگ کے ختم ہوتے ہی اصل شہری زندگی پورے امن واطمینان کے ساتھ لوٹ آتی تھی، کھیتی باڑی، باغات ونخلستان کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا تھا۔ مقامی باشندے آزادی کے ساتھ اپنے اپنے کاروبار میں مصروف ہوجاتے تھے۔ اور ان کو مسلمانوں کی طرف سے کسی قسم کا خوف ہراس یا بے اطمینانی نہیں ہوتی تھی۔ (۷۵)

عالمی اتحاد کے لئے عالمی مذاہب کی بعض امتیازی خصوصیات

ابتدائے آفرینش سے اللہ تعالیٰ نے جس قدر پیغمبر معبوث فرمائے اور ان کے ذریعے جس قدر مذاہب بھیجے، ان سب کا مقصد معرفتِ الٰہی، انسانوں کا اخلاقی وروحانی تزکیہ وتطہیر اور ان کی دنیاوی واخروی وسعادت تھی، جس کے بغیر دنیا کا نظام بھی قائم نہیں رہ سکتا تھا اس لئے یہ سب مذاہب انسانوں کے لئے رحمت تھے، لیکن انسانیت کے ابتدائی دور میں ان کا کوئی عالمگیر تصور نہ تھا، خدا کی مخلوق، جغرفیائی، نسلی اور قبائل حدبندیوں میں بٹی ہوئی تھی، جن کے دیوی دیوتا جداجدا تھے، بلکہ ایک ہی قوم اور قبیلہ کے مختلف ضرورتوں کے لئے مختلف دیوتا تھے، اُن میں کسی مشترکہ رب العالمین کا عقیدہ نہ تھا، اس لئے اس زمانہ میں جو پیغمبر معبوث ہوئے اور جو مذاہب آئے، وہ خاص خاص قوموں کی اصلاح اور ہدایات ورہنمائی کے لئے تھے، ان کی تعلیمات اس زمانہ کے انسانوں کے عقل وشعور اور ضروریات یا زندگی کے مطابق سادہ اور محدود اور بعض موٹی موٹی اخلاقی باتوں مشتمل تھی، اس لئے اُن کی رحمت بھی محدود تھی۔

پھر جس قدر زمانہ گزرتا گیا، انسانوں کی عقل وفہم ترقی کرتی گئی، اور زندگی کی ضروریات میں وسعت اور مسائل حیات میں پیچیدگی پیدا ہوتی گئی، اسی نسبت سے اس دور کے مذہب کی تعلیمات میں بھی وسعت اور گہرائی آتی گئی، اسلام انسانوں کے عقلی بلوغ اور تمدنی ترقی کے دوران کا مذہب ہے، اس لئے اس کی تعلیمات میں جو وسعت اور جامعیت ہے، اس سے گزشتہ مذاہب خالی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُس کو دنیا کا آخری اور مکمل مذہب قرار دیا، اور اس پر اپنی نعمت تمام کردی۔

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا (مائدہ ۵:۳)

اور اس پیغمبر (ﷺ) پر نبوت کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

ترجمہ: محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں تھے، لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین تھے (احزاب ۳۳:۴۰)

اس لئے اسلام ابد تک ساری کائنات کے لئے جملہ اخلاقی، روحانی، دنیاوی اور مادی ضروریات کا جامع ضابطۂ حیات ہے اور انسانوں سے لے کر حیوانات اور نباتات تک کوئی مخلوق بھی اس کے فیضانِ رحمت سے محروم نہیں۔

قدیم مذاہب

اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب قومی تھے، یعنی ایک قوم کے ساتھ مخصوص تھے، کسی دوسرے کو اس میں شامل ہونے کی اجازت نہیں تھی، ظہورِ اسلام کے وقت چار بڑے مذاہب تھے، یہودیت، عیسائیت، ہندوازم، اور بدھ مت، لیکن یہ اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں اتنے مسخ ہو چکے تھے، کہ خود اپنی قوم کی رہنمائی سے قاصر تھے دوسروں کی ہدایات ور ہنمائی کیا کر سکتے تھے۔

یہودی مذہب بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھا، تورایت میں ہے کہ، موسیٰ نے ہم کو ایک شریعت دی جو بنی اسرائیل کی میراث ہو (استثناء ۳۳:۴) اس کا خاص مقصد بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے چھڑانا تھا، تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو (خروج ۳ درس ۷ تا ۱۲) ایک دوسری آیت میں ہے، بنی اسرائیل میں میرا بیٹا بلکہ میرے پلوٹھا ہے (خراج ۴۔۲۲) قرآن مجید میں بھی ہے کہ اس دعویٰ تھا کہ وہی خدا کی چہیتی اولاد ہیں۔

ترجمہ:۔ ہم خدا کے فرزند اور اُس کے چہیتے ہیں۔ (مائدہ،۵:۱۸)

لیکن عملاً وہ خدا کے سب سے بڑے باغی تھے، تمرد اور سرکشی ان کی فطرت میں تھی، اپنے پیغمبروں کو قتل تک کے کر دیتے تھے، توریت، انجیل اور قرآن ان کی بداعمالیوں کے ذکر سے معمور ہیں۔

زبور میں ہے: کتنی بار انہوں نے (بنی اسرائیل) نے بیابان میں خدا سے بغاوت کی اور ویرانے میں اسے بیزار کیا ۔۔۔۔اور اس کی شہادتوں کا حفظ نہ کیا، بلکہ برگشتہ ہوئے اور اپنے باپ دادوں کے مانند بے وفائی کی اور ٹیڑھی کمان کی مانند ایک طرف پھر گئے (زبور،۱۸)

یہودیوں میں ظاہر پرستی اور تشدد زیادہ تھا، لیکن اخلاقی حیثیت سے بالکل تہی مایہ تھے، اخلاق و روحانیت کے فقدان نے اُن پر بڑی شقاوت پیدا کر دی تھی، حضرت عیسیٰ اسی کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوئے تھے، اس لئے عیسائیت میں زیادہ نرمی اور لچک ہے اور عیسائی مذہب میں ظاہر پرستی اور تشدد کے مقابلہ اخلاق اور روحانیت میں زور دیا گیا ہے، اور اس کی اخلاقی

وروحانی تعلیمات زیادہ بلند ہیں لیکن جہاں تک عیسائی مذہب کی عالمگیریت کا تعلق ہے، اس کا دائرہ بھی یہودی مذہب سے زیادہ وسیع نہیں، گو بعد کے عیسائیوں نے اس کو تبلیغی مذہب بنا دیا، لیکن خود عیسائیت کا مقصد صرف یہودی مذہب کی اصلاح تھی، انجیل میں ہے کہ ''میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں بھیجا گیا، مناسب نہیں کہ لڑکوں (بنی اسرائیل) کی روٹی کتوں کے لئے پھینک دوں''۔ (انجیل متی ۱۵۔۱۰)

یہ آیات اس کی شاہد ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت کا مقصد بنی اسرائیل کی اصلاح وتجدید تھی باہمی مذہب کی تعلیمات نہایت پاکیزہ اور اخلاق وروحانیت سے معمور ہیں اور ان میں یہودی مذہب کی درشتی اور تنگ نظری کے مقابلے میں زیادہ وسعت، زیادہ نرمی، اور انسانی ہمدردی ہے، لیکن ابھی حضرت عیسیٰؑ کو دنیا سے رخصت ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ ان کے پیرووں نے اس کو خرافات کا مجموعہ بنا دیا، حضرت عیسیٰؑ کے روحانی شاگرد پال نے تثلیث یعنی باپ، بیٹے، روح اقدس کی الوہیت کا مشرکانہ عقیدہ اس میں داخل کیا، اور پھر جو جو قوم میں عیسائی مذہب کے دائرہ کار میں داخل ہوئی، انہوں نے اس عقیدے کے ساتھ ساتھ اپنے دیوی دیوتا بھی اس میں شامل کر لئے اور عیسائیت مختلف اور متضاد عقائد اور خیالات کا معجون مرکب بن گئی، رومیوں کے عیسائیت قبول کرنے کے سلسلے میں ڈریپر لکھتا ہے:۔

''ان دونوں (عیسائی اور بت پرست رومی) کی کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا، کہ دونوں کے اصول شیر وشکر ہو گئے اور ایک نیا مذہب پیدا ہو گیا، جس میں بت پرستی اور عیسائیت دونوں کی شاخیں پہلو بہ پہلو جلوہ گر تھیں چ۔۔۔ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا وہ مذہبی عقائد جن کی تفصیل ٹرانلین نے بیان کی ہے، بدل کر ایک عام پسند مگر پایۂ اخلاق سے گرے ہوئے مذہب کی شکل اختیار کرتے گئے ان عقائد میں قدیم یونانیوں کی اصنام پرستی کا عنصر مخلوط ہو گیا، عقیدہ تثلیث قدیم مصری روایات کے سانچے میں ڈھالا گیا اور مریم عذرا کو خدا کی ماں کا لقب دیا گیا''۔ (معرکہ مذہب ڈریپر س ص ۶۲، ۶۵، ۶۶)

عیسائیت کا سب سے عجیب عقیدہ کفارہ کا ہے، یعنی سارے انسان پیدائشی طور پر گناہگار ہیں مسیح نے سولی پر چڑھ کر ان کا کفارہ ادا کیا، اس عقیدے کو آج کوئی عقل سلیم بھی قبول نہیں کر سکتی۔

ہندو مذہب اگرچہ بہت قدیم ہے، اس میں اعلیٰ درجے کی اخلاقی وروحانی اور حکیمانہ تعلیمات ہیں اور اس کا فلسفہ بھی ہے، لیکن یہ مذہب اتنا پرانا ہو چکا ہے اور اس میں اتنے تصرفات ہو چکے ہیں کہ وہ مجموعہ اضداد بن گیا ہے، اس میں توحید بھی ہے، شرک اور بت پرستی بھی ہے، اور الحاد ودہریت بھی، اس کا کوئی بنیادی عقیدہ ہی نہیں ہے، جن کا ماننا ہر ہندو کے لئے ضروری ہو، ایک موحد بھی ہندو ہے، مشرک بھی ہندو ہے اور ملحد ودہریہ بھی ہندو، بس اس کے لئے ہندو الاصل ہونا اور اس کے ان متضاد مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کا ماننا کافی ہے۔

اسلام کی عالمگیریت: عین ان حالات میں دین اسلام رحمت بن کر ظاہر ہوا، اور اپنی رحمت کی بارش سے انسانیت کی سوکھی کھیتی ہری کردی، اسلام سے پہلے کے سارے مذاہب قومی تھے یعنی کسی خاص قوم کی اصلاح اور ہدایات کیلئے آئے تھے، ان میں عالمگیریت نہ تھی، اسلام پہلا مذہب ہے جو سارے عالم کی ہدایات ورہنمائی اور اتحاد بین الاقوام کے لئے آیا، قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

ترجمہ:۔ اور (اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو سارے لوگوں کیلئے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا لیکن اس بات کو اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ (سباء۳۴:۲۸) ایک دوسری آیت میں ہے: ترجمہ: اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ میں تم سب لوگوں کی طرف اس خدا کا بھیجا ہوا ہوں، جس کیلئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔ (اعراف ۷:۱۵۸) حدیث نبوی میں ہے ترجمہ: ہر نبی اپنی اپنی خاص قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے اور میں تمام سُرخ اور سیاہ قوموں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (مسلم باب المساجد)

عالمی اتحاد کا بنیادی عقیدہ توحید ہے:۔ عالم انسانیت پر اسلام کا سب سے بڑا احسان اور اس کی سب سے بڑی رحمت عقیدہ توحید ہے، توحید اس سے پہلے مذاہب میں بھی تھی، لیکن مرور زمانہ اور انسانی تصرفات سے کسی مذہب میں بھی توحید خالص باقی نہ رہ گئی تھی، اور ان مذاہب میں جو اصلاً مذہب توحید ہے کسی نہ کسی راہ سے شرک داخل ہو گیا تھا حتیٰ کہ دین ابراہیمی میں بھی توحید کا معلم اول ہے، شرک اور بت پرستی داخل ہو گئی تھی، اور عربوں میں اعلانیہ بت پرستی رائج تھی، خانہ کعبہ جو روئے زمین میں خدائے واحد کی پہلی پرستش گاہ تھی، بتوں کا معبد بن گیا تھا۔

توحید کامل کے معنی یہ ہیں کہ انسان خدا کے سوا کسی قوت کو کارساز، حاجت روا، اور کسی کے ہاتھ میں اپنے نفع وضرر نہ سمجھے، اس تصور سے انسان ہر قسم کی غلامی اور عبودیت سے آزاد ہو جاتا ہے، اس لئے توحید درحقیقت انسانی شرف وعظمت اور اتحاد بین المذاہب کا سنگ بنیاد ہے، شرک کی ابتدا خوف ورجاء، جلب منفعت، دفع مضرت اور بڑی برگزیدہ شخصیتوں کے مفرط عقیدت اور احترام کے جذبہ سے ہوتی ہے، انسان اپنے دور جہالت میں جن چیزوں سے ڈرتا تھا، یا اس کے گمان میں جن چیزوں سے اس کو فائدہ پہنچنے کی امید یا نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا، یا جن قوتوں کو اپنا کارساز سمجھتا تھا، ان کی خوشنودی اور رضا جوئی اور ان کے قہر وغضب سے بچنے کے لئے ان کی پرستش کرنے لگا، کائنات کی قوتوں، دیوی دیوتاؤں، آفتاب، ماہتاب، دریا، جنگل، پہاڑ، ولیوں، بزرگوں حتی کہ منفعت بخش اور موذی جانوروں تک کی پوجا اسی جذبے سے شروع ہوئی، اسلام نے ان سارے اوہام کی جڑ کاٹ دی۔ اس نے بتایا کہ دنیا کی ساری مخلوق کارساز ایک ذات واحد ہے، اس کے سامنے ساری مخلوق اور دنیا کی تمام طاقتیں خواہ وہ ولی ہوں یا پیغمبر، بالکل عاجز ودرماندہ ہیں، موت وزندگی، نفع ونقصان، سب اسی کے

اختیار میں ہے، اس میں کسی مخلوق کا کوئی دخل نہیں، اس کے حضور میں اور اس کی اجازت کے بغیر کوئی تفصیل بہت طویل ہوگئی ، اس لئے اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

معبود صرف ایک ذات واحد ہے، ترجمہ:۔ تمہارا معبود تو وہی خدائے واحد ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، بڑا رحم کرنے والا ہے، بڑا مہربان ہے وہی ہر چیز کا خالق اور وہی عبادت کے لائق ہے۔(بقرہ۲:۱۶۳)، ترجمہ:۔ یہ ہے تمہارا پروردگار، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ساری چیزوں کو پیدا کرنے والا ہے، اس لئے اس کی عبادت کرو۔(انعام ۶:۱۰۲) اسی نے آسمان وزمین پیدا کئے۔ ترجمہ:۔ اسی نے آسمان وزمین پیدا کئے۔(انعام ۶:۷۳) آسمان وزمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔ ترجمہ:۔ ہاں آسمانوں وزمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے۔(یونس ۱۰:۶۶) وہ ان سب کا پروردگار ہے ، ترجمہ:۔ وہ آسمانوں اور زمین کا جو کچھ ان کے درمیان ہے، سب کا پروردگار ہے۔(بقرہ۲:۱۱۸)، موت اور زندگی اس کے اختیار میں ہے اس کے سوا کوئی ناصر ومددگار نہیں: ترجمہ:۔ بے شک اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اور وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تمہارے لئے اس کے سوا کوئی حامی ومددگار نہیں۔(توبہ،۹:۱۱۶)، وہی ساری مخلوق کو روزی دیتا ہے، ترجمہ:۔ بیشک اللہ ہی روزی دینے والا اور مضبوط قوت والا ہے۔(ذاریات، ۵۱:۵۸) نفع اور نقصان سب اسی کے اختیار میں ہے: ترجمہ: اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوائے اس کو دور کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور اگر وہ تم کو کوئی بھلائی پہنچانے کا ارادہ کرے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔(یونس، ۱۰:۱۰۷)، ترجمہ:۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ برائی کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو کوئی اس کو دفع کرنے والا نہیں ہے اور اس کے علاوہ کوئی ان کا کارساز نہیں ہے۔ (رعد؛۱۳:۳۱)، اس لئے عبادت کے لائق اسی کی ذات ہے، اور سارے پیغمبروں نے اسی کی تعلیم دی: ترجمہ: اے قوم اللہ کی پرستش کرو، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے۔(اعراف، ۷:۵۹)، اس کے علاوہ جن لوگوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ سب خدا کی مخلوق ہیں: ترجمہ: کیا وہ ان بتوں کو (خدا کا) شریک ٹھہراتے ہیں، جنہوں نے کچھ پیدا نہیں کیا، اور خود مخلوق ہیں ۔(اعراف، ۷:۱۹۱)، جن کی تم دہائی دیتے ہو، وہ تمہاری ہی طرح اللہ کے بندے ہیں: ترجمہ:۔ بیشک اللہ کے سوا جن لوگوں کو تم بلاتے ہو تمہاری ہی طرح بندے ہیں۔(اعراف، ۷:۱۹۴)، ایسے لوگوں کی دعا سے کیا فائدہ جو تم کو کوئی نفع ضرر نہیں پہنچا سکتے، اس کو پکارنا سراسر اپنے اوپر ظلم کرنا ہے: ترجمہ: اور اللہ کے سوا کسی ایسے کو نہ پکارو، جو تم کو نفع پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان، اگر تم نے ایسا کیا تو یقیناً ظالموں میں سے ہوگے۔(یونس، ۱۰:۱۰۶)، وہ تمہاری کیا خود اپنی مدد نہیں کر سکتے: ترجمہ: جن کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں نہ خود اپنی ذات کی۔(اعراف، ۷:۱۹۷)، اُن کے قبضہ واختیار میں ایک ریشہ بھی نہیں ہے: ترجمہ: اور جنہیں تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ ایک ریشہ کے بھی مالک نہیں ہیں۔(فاطر، ۳۵:۱۳)،

ایسے لوگوں کو پکارنا لا حاصل اور بے نتیجہ ہے، حقیقی پکار صرف خدا کیلئے ہے۔ترجمہ: سچا پکارنا اسی (خدا) کیلئے ہے اس کے علاوہ جو لوگ کسی کو پکارتے ہیں، وہ کچھ کام بھی نہیں آسکتے ،اُن کی مثالیں ایسی ہیں جیسے ایک شخص پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اُس کے منہ تک پہنچ جائے اور کبھی نہ پہنچے گا۔(رعد،۱۴:۱۳)، اس لئے شرک بہت بڑا گناہ ہے: ترجمہ:۔بے شک اللہ اس اس کو کبھی نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے ،اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا ،اور جو شخص اللہ کا شریک ٹھہرائے گا وہ یقیناً بڑی گمراہی میں مبتلا ہے۔(نساء،۴:۱۱۶)

اسلام ہی دین ودنیا کی جامعیت واتحاد کی اساس ہے

لہٰذا سارے دنیا کے انسان اگر دنیا میں باعزت اور امن وسکون کی زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو وہ سب قرآن مجید کے اس نقطہ "قل یا اھل الکتٰب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینیکم ان لا نعبد الا الله" پر متفق ہوجائیں انشاءاللہ اس اتحاد وبین المذاہب سے دنیا کی زندگی تو امن سے گزر جائے گی، اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

اتحاد بین المذاہب کیلئے چند تجاویز

۱۔ اتحاد قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ مختلف مذاہب کے مذہبی رہنماؤں اور دانشوروں کی ایک بین الاقوامی کانفرنس بلائی جائے جس میں ہر ایک اپنی اتحاد کی تجاویز پیش کیں۔

۲۔ اختلافی موضوع کو زیر بحث لانے سے گریز کیا جائے۔

۳۔ نیز اقوام متحدہ کے ذریعے بزور قانون یہ نافذ کیا جائے کہ تمام مذہبی امور رہنما، ودانشور کسی بھی نبی، اور رسول کی توہین سے مکمل اجتناب کریں جو اس گستاخی کا مرتکب ہوگا اس کو سخت ترین سزا دی جائے۔

۴۔ ہر سال اس سلسلہ میں اتحاد بین المذاہب عالمی کانفرنس بلائی جائے۔

۵۔ بالخصوص غیر مسلم کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ حضورﷺ کے خلاف کنایتاً واشارۃً کوئی ایسی تحریر سے گریز کریں کے جس سے مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوجائیں۔

۶۔ اس طرح مسلمان علماء اور دانشوروں کو بھی پابند کیا جائے کہ غیر مسلموں کے جذبات کے خلاف لکھنے سے گریز کریں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ Margoliouth, D.s-muhammad and the rise of islam(london/new york,g.p.putnam,s sons 3rd ed.1923.p.iii

۲۔ سورۃ الاحزام ۲۔

۳۔ اسجد الرحمٰن، پیغمبر اخلاق (مرتب مقالات۔ ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد) ص ۱۵۴۔

۴۔ محمد فواد، عبدالباقی، المعجم المفہرس لالفاظ، القرآن (انتشارات اسلامی ایران ۱۳۷۴ھ) ص ۵۹۲۔

۵۔ ایضاً ص ۶۲۷ تا ۶۲۹۔

۶۔ سورۃ آل عمران ۱۳۴ اور الشوریٰ ۳۷۔

۷۔ سورۃ فصلت ۳۴۔

۸۔ سورہ الشوریٰ ۴۳، مزید دیکھیں الاعراف ۱۹۹، الحج ۸۵، النور ۲۲۔

۹۔ النوویٰ، محی الدین ابی زکریا، ریاض الصالحین (مترجم عابد الرحمٰن سعید اینڈ سنز کراچی) ج ۱ ص ۳۹۷۔

۱۰۔ ایضاً ج ۱ ص ۳۹۰۔

۱۱۔ القرشی، عبداللہ بن وھب بن مسلم۔ الجامع فی الحدیب (تحقیقالدکتور مصطفیٰ حسن دارابن الجوزی سعودی عرب ۲۹۹۶ء) ج ۱ ص ۴۶، مزید دیکھیں سنن ترمذی ج ۴ ص ۱۳۵۱، مسند احمد ج ۲ ص ۳۷۴، متدرک للحاکم ج ۴ ص ۱۶۱، الادب المفرد امام بخاری ص ۳۰۔

۱۲۔ القرشی، عبداللہ بن وسب بن مسلم۔ الجامع فی الحدیب ج ۲ ص ۱۵۵ ص ۱۵۱ موطا امام مالک ج ۲ ص ۹۰۵ ص ۹۰۶ کتاب الخلیق باب ماجاء فی الغضب، صحیح بخاری ج ۸ ص ۳۵، کتاب الادب باب الحزر من الغضب، سنن ترمذی ج ۴ ص ۳۷۱، کتاب البر والصلۃ باب ماجاء فی کثرۃ الغضب مسند احمد ج ۲ ص ۳۴، ۳۷، مصنف ابن ابی شیبۃ ج ۸ ص ۲۴۴، کتاب الادب ابا ماذکر فی الغضب، مصنف عبدالرزاق ج ۱۱ ص ۱۸۷، کتاب الجامع باب الغضب والغیض۔

۱۳۔ آل عمران ۱۳۴۔

۱۴۔ النووبی محی الدین ابی ذکریا ریاض الصالحین ج ۱ ص ۱۷۵۔

۱۵۔ القرشی، عبداللہ بن وھب بن مسلم۔ الجامع فی الحدیث ج ۲ ص ۵۷۸۔

۱۶۔ ابن رجب، ابی الفرج زین الدین عبدالرحمٰن الحنبلی ایقاظ الھمم المنتقی من جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم (جارامن الجوزلیں سعودی عرب ۱۹۹۱ء) ص ۲۲۵، مزید دیکھیں۔ مسند احمد ج ص ۲۳۹، ۲۸۳، ۳۶۵، اور الادب المفرد للبخاری ص ۲۴۵، ۱۳۲۰

۱۷۔ ایضاً ص ۲۲۴، مزید دیکھیں سنن ابوداؤد حدیث نمبر ۴۷۸۲ مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۲۔

۱۸۔ ندوی، سید سلیمان، خطبات مدارس ص ۳۵۔

۱۹۔ ۱۹ستار طاہر، ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا۔ (دوست پبلی کیشنز اسلام آباد ۱۹۹۵ء) ص ۲۳، بحوالہ انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا

۲۰۔ ستار طاہر، ایک عالم ہے ثناء خواں آپ کا۔ ص ۲۶، بحوالہ Muhammad Prophet and Start Easman by Watt, Mont Gomery (Oxforf University Press 1961)

۲۱۔ Arnold, Sir Thomas the preaching of Islam (London 1961) P.277

۲۲۔ ساجد الرحمٰن۔ پیغمبر اخلاق ص ۲۴۵۔

۲۳۔ سورۃ الانبیاء ۱۰۷۔

۲۴۔ سورۃ سبا ۲۸۔

۲۵۔ سورۃ القصص ۷۷۔

۲۶۔ سورۃ بقرہ ۲۵۶۔

۲۷۔ سورۃ النحل ۱۲۵۔

۲۸۔ سورۃ شورائی ۴۸، یہی بات النحل ۸۲ اور مائدہ ۹۲، غاشیہ ۱۰۷، بنی اسرائیل ۵۴، النساء ۸۰، شوریٰ ۶، میں کہی گئی ہے۔

۲۹۔ سورۃ الاحزاب ۶۔

۳۰۔ سورۃ الکہف ۲۹۔

۳۱۔ سورۃ الکافرون۔

۳۲۔ سورۃ الانعام ۱۳۔

۳۳۔ سورۃ النحل ۹۰۔

۳۴۔ سورۃ بنی اسرائیل ۱۵۔

۳۵۔ ثانی تجلیات سیرت، (فضلی سنز اردو بازار کراچی) ص ۱۰۹، بحوالہ المنہاج الواضح ص ۴۴۔

۳۶۔ ایضاً ص ۱۰۹، بحوالہ تاریخ قرآن ص ۷۰۔

۳۷۔ ایم سیڈولٹ، خلاصہ تاریخ عرب (مترجم: عبدالغفار نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۸۶ء) ص ۳۴، نبی کے مقام کو جاننے کیلئے مطالعہ کریں (The Encyclopeadia of Islam Edited by C.E. Bos Worth W.P. Hiencrchs (LeidedNew Yourk. - Ejbrill 1993) Vol VII P. 360-386,

۳۸۔ احمد شاہ سید شبیر، سرور کونین اغیر کی نظر میں (کتاب مرکز گوجرانوالہ ۱۹۹۰ء مقالہ نگار ساچار ممبئی کے ایڈیٹر ہیں) ص ۱۵۔۱۶۔

۳۹۔ ابن منظور لسان العرب بذیل مادہ۔

۴۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (دانش گاہ پنجاب لاہور طبع اول ۱۹۸۶ء) ج ۱۹، ص ۱۶۶۔

۴۱۔ غازی، مولانا حامد الانصاری۔ اسلام کا نظام حکومت، (الفیصل اردو بازار لاہور) ص ۳۵۸، یہ دراصل قرآنی حکم ہے دیکھئے۔ التوبہ

۳۳، الفتح ۲۸۔

۴۲۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۹، ص ۱۶۶۔۱۶۷۔

۴۳۔ الفتح ۱۰، الانفال ۵۶، النحل ۹۱، البقرہ ۱۷۷، تفصیل کے لئے دیکھئے المعجم المفہرس لالفاظ القرآن محمد فواد عبدالباقی بذیل مادہ ''عہد''

۴۴۔ قریشی پروفیسر محمد صدیق۔ رسول اکرم کی سیاست خارجہ (شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور طبع دوم ۱۹۸۱ء) ص ۱۵۷، تفصیل دیکھیں اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۹، ص ۴۱۔

۴۵۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ کریں پروفیسر محمد صدیق کی رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ ص ۱۴۵ تا ۱۴۹۔

۴۶۔ ساجد الرحمٰن پیغمبر اخلاق ص ۱۵۶۔

۴۷۔ ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی سنن ابو داؤد کتاب الادب ج ۲، ص ۳۲۶۔

۴۸۔ ودیارتھی عبدالحق میثاق النبیین (دارالاشاعت کتاب الاسلامیہ ممبئی ۱۹۸۸ء) ص ۲۴۳۔

۴۹۔ Encyclopedia Britannica Vol 23, P.94-95 اور رسول اکرم ﷺ کی سیاست خارجہ، محمد صدیق قریشی مطالعہ کریں۔

۵۰۔ ندوی، مجیب اللہ، اہل کتاب صحابہؓ و تابعین ص ۴۴، بحوالہ روض الانف، ج ۳، ص ۱۳۷ اور تفسیر طبری ج ۱، ص ۳۲۶۔

۵۱۔ جعفری رئیس احمد۔ اسلام اور مذہبی رواداری (ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور ۱۹۵۷ء) ج ۲، ص ۴۹۔۵۰، اور سیرت ابن ہشام ج ۱، ص ۱۷۸۔

۵۲۔ شبلی نعمانی، مولانا، سیرت النبی ﷺ ج ۱ ص ۵۸۲۔

۵۳۔ بلاذری ابو جعفر احمد بن یحیٰ، فتوح البلدان، ص ۲۲ اور رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی ڈاکٹر محمد حمید اللہ ص ۳۱۴۔

۵۴۔ ابو داؤد، سلیمان اشعث السجستانی سنن ابو داؤد کتاب البیوع باب فی المساقاۃ اور باب فی الخرص، موطا امام مالک کتاب المساقاۃ فتوح البلدان بلاذری ص ۲۷۔ تاریخ طبری، ج ۳ ص ۸۹، تاریخ اسلام، شاہ معین الدین احمد ندوی ج ۱، ص ۶۵ History of Arabia before Muhammad by Delacyo leary D.D Alliance Publishers Lahore 1989 Page 169-178

۵۵۔ المائدہ ۸۲ اور اسی سورۃ کی آیت ۸۳ عیسائی بادشاہ نجاشی کی مدح میں اتری ہے۔

۵۶۔ ابن سعد، ابو عبداللہ محمد الطبقات الکبریٰ (دار صادر بیروت) ج ۱، ص ۳۶۷۔

۵۷۔ عروہ بن زبیر ۲۲ ہجری میں پیدا ہوئے ۹۳ ہجری میں فوت ہوئے، حدیث و سیرت وفقہ کے امام تھے، البدایہ، والنہایہ ابن اثیر، ج ۹، ص ۱۰۱۔

۵۸۔ بن زبیر عروہ۔ مغازی رسول ﷺ (تحقیق ڈاکٹر محمد مصطفیٰ الاعظمی الاعظمی مترجم محمد سعید الرحمٰن علوی ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور ۲۹۸۷) ۲۳۳۔۲۳۴ اور دیکھیں اسلام اور مذہبی رواداری، رئیس احمد جعفری ج ۲، ص ۱۵ تا ۶۱۔

۵۹۔ صباح الدین عبدالرحمٰن اسلام میں مذہبیر واداری۔

۶۰۔ Thomas, Arnold. Sir The preaching of Islam (London 1961) P.140

۶۱۔ نور احمد، مسلمانوں کے تہذیبی کارنامے (مترجم رحمٰن مذہب فیروز سنز طبع اول ۱۹۷۱) ص ۱۴۷۔۱۴۹۔

۶۲۔ ابو یوسف، کتاب الخراج ص۸۰، مزید دیکھیں History of Arabia before Muhammed by Delacyo Lear,
D.D.P 125-150

۶۳۔ M.HAMIDULLAD/THE FIRST WRITTEN CONSTITUTION IN THEWORLD
LAHORE.1975,P41.

نیز مزید دیکھئے!

☆ محمد حمید اللہ/ عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، اردو اکیڈمی۔ کراچی ۱۹۸۷ء، صفحہ ۷۶ ☆ محمد حمید اللہ / رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، صفحہ ۲۵۵ ☆ محمد حمید اللہ/ خطبات بہاول پور، تحقیقات اسلامی اسلام آباد ۱۹۹۲ء صفحہ ۲۳۶

۶۴۔ محمد رسول اللہؐ (خصوصی مقالہ سیرت النبیؐ ۲۳۴، صفحہ ۲۳۵ اردو دائرہ معاف اسلامیہ ۲۷۔ نصیر احمد ناصر / پیغمبر اعظم و آخرؐ، فیروز سنز لاہور (س۔ن) صفحہ ۴۱۵

۶۵۔ محمد حمید اللہ/ عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی، ص ۷۷

۶۶۔ Syed Ameer Ali / The Spirit of Islam, Karachi 1969, P.58

۶۷۔ محمد رسول اللہؐ (مقالہ سیرت النبیؐ) اردو دائرہ معارف اسلامیہ صفحہ ۱۶۷، صفحہ ۱۶۸ ۷۶۔ نصیر احمد ناصر / پیغمبر و آخرؐ صفحہ ۴۱۳، ۴۱۴
محمد حمید اللہ/ عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی صفحہ ۸۲۔۸۳
نصیر احمد ناصر/ پیغمبر اعظم و آخرؐ صفحہ ۴۱۵۔۴۱۶ محمد حمید اللہ/ الوثائق السیاسیۃ صفحہ ۱۔۷

۶۸۔ محمد حمید اللہ/...... عہد نبویؐ میں نظام حکمرانی صفحہ ۸۴

۶۹۔ البلاذری/ فتوح البلدان ص ۷۲، نیز ملاحظہ ہو!
محمد حمید اللہ/ الوثائق السیاسیۃ فی العہد النبویؐ ص ۸۰۔۸۱

۷۰۔ امیر علی/ روح اسلام ص ۱۷۹۔۱۸۰

قرآنی آیات کریمہ "قل یا ھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم" کے حوالے سے دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی۔کوئٹہ

مشترک انسانی قدریں

اگر ہم دنیا میں موجود بڑے بڑے مذاہب کا معروضی مطالعہ کریں اور پہلے سے سوچے ہوئے فلسفوں اور نظریات سے اور اپنے محبوب اور پسندیدہ رجحانات سے بلند ہو کر صرف اس مقصد سے ان پر نظر ڈالیں کہ ان کے درمیان کیا باتیں واقعۃً مشترک ہیں تو پہلی بات ہمیں یہ نظر آئے گی کہ ہمارے سارے مذاہب انسانی زندگی کی چند عام اور بنیادی قدروں پر متفق ہیں۔ سچائی، انصاف، پاسِ عہد، امانت کو سب تعریف کا مستحق سمجھتے ہیں۔ جھوٹ، ظلم، بدعہدی اور خیانت کو سب برا کہتے ہیں۔ ہمدردی، رحم، فیاضی اور فراخدلی کی سب قدر کرتے ہیں۔ خود غرضی، سنگ دلی، بخل اور تنگ نظری کو سب حقیر سمجھتے ہیں۔ صبر و تحمل، ضبط نفس، نرمی اور شائستگی سب کے نزدیک، خوبیاں ہیں۔ چھچھوراپن، بندگی نفس، درشتی اور کج خلقی سب کے یہاں برائیاں ہیں۔ فرض شناسی، وفا شعاری، مستعدی اور احساس ذمہ داری کی سب عزت کرتے ہیں۔ نافرض شناسی، بے وفائی، کام چوری اور غیر ذمہ داری کو سب بری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اسی طرح سماجی زندگی کے لئے نظم وضبط، ڈسپلن، تعاون، امداد باہمی، آپس کی محبت، خیر خواہی اور اجتماعی انصاف کو سبھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ تفرقہ، انتشار، بدنظمی، نااتفاقی، آپس کی بدخواہی، ظلم اور ناہمواری کو سب نقصان دہ اور مہلک مانتے ہیں۔ چوری، زنا، ڈاکہ، جعل سازی، رشوت خوری سبھی کے نزدیک گناہ ہیں۔ بدزبانی، مردم آزادی، غیبت، چغل خوری، حسد، بہتان تراشی اور فساد انگیزی سب کے یہاں پاپ (عیب) ہیں۔ والدین کی خدمت، رشتہ داروں کی امداد، پڑوسیوں سے سلوک، دوستوں سے رفاقت، کمزوروں کی حمایت، یتیموں اور بیکسوں کی خبر گیری، مریضوں کی تیمارداری اور مصیبت زدوں کی اعانت کو سب نیکی کے کام سمجھتے ہیں۔ یہ قدریں انسانی زندگی اور انسانی سماج کی عام قدریں ہیں۔ کسی مذہب کی ان پر اجارہ داری نہیں۔ یہ ہر مذہب کی یکساں میراث ہیں۔ ان کے سلسلے میں کوئی مذہب اپنے اور غیر کی تمیز نہیں کرتا، کوئی مذہب یہ نہیں سکھاتا کہ انصاف، خیر خواہی، ہمدردی اور محبت صرف اپنے مذہب کے لوگوں کے ساتھ برتو، اور دوسرے

مذہب کے لوگوں کے ساتھ ظلم، بدخواہی، بے رحمی اور دشمنی سے پیش آؤ۔ اپنے ہی لوگوں کی جان، مال، عزت آبرو کی حفاظت کرو، ان ہی کے ساتھ اشتراک و تعاون کا ہاتھ بڑھاؤ اور دوسرے لوگوں کا مال لوٹ لو، ان کو گھر سے بے گھر کرو، ان کی جائیدادیں میں غصب کر لو، انہیں قتل اور بے عزت کرو، کوئی مذہب اس رویہ کو روا نہیں رکھتا۔

اپنوں اور دوسروں کے ساتھ سلوک میں اگر کسی معنی میں فرق کیا گیا ہے تو صرف اس قدر کہ اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ بہتر برتاؤ، زیادہ ایثار و احسان کرنا چاہیے۔ مگر کسی مذہب نے یہ جائز نہیں رکھا ہے کہ اپنوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے لئے دوسروں کا حق مارا جائے اور ان پر ظلم وزیادتی کی جائے۔ دوسرے کے ساتھ برائی میں اپنوں کی بھلائی کی کوئی مذہب تعلیم نہیں دیتا۔ ان تمام انسانی قدروں میں جو نیکیاں ہیں سارے مذاہب کے نزدیک وہ انسان کی فضیلت عظمت اور بزرگی کا معیار ہیں۔ اور ان میں جو برائیاں ہیں وہ انسان کی ذلت اور پستی کی نشانی ہیں۔

بھلائیوں کا کرنا ہر مذہب میں بڑے ثواب کا کام مانا گیا ہے اور برائیوں کا ارتکاب کرنا ہر دھرم میں گناہ کبیرہ تسلیم کیا گیا ہے۔ نجات کے تصور میں مذاہب کے درمیان اختلاف ہے لیکن اس باب میں کسی کا اختلاف نہیں کہ ان نیک کاموں کے انجام دیئے بغیر اور ان برے کاموں سے دامن بچائے بغیر نجات نصیب ہو سکتی ہے۔ ہر انسان کی ذاتی زندگی کے سدھار اور سماج کے بناؤ اور تعمیر کی تفصیلات میں مذاہب کے درمیان اختلافات ہیں مگر جو ذاتی اور سماجی خوبیاں یا خرابیاں اوپر بیان کی گئی ہیں۔ ان کے سلسلے میں مذاہب کے درمیان ہرگز دو آراء نہیں ہیں۔ افراد انسانی کا تزکیہ ہو یا سماج کی تعمیر ان خوبیوں کو پیدا کرنا اور ان برائیوں سے بچنا ہر مذہب کے نزدیک ضروری ہے۔ ہر مذہب کے نزدیک یہ قدریں بنیادی اور اہم ہیں، کوئی ان کو غیر ضروری، غیر اہم اور سطحی نہیں کہتا۔ (۱)

وحدت امت

اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن حکیم ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ابتدا میں انسانی جمعیت کا حال یہ تھا کہ لوگ قدرتی زندگی بسر کرتے تھے اور ان میں نہ تو کسی طرح کا باہمی اختلاف تھا نہ کسی طرح کی مخاصمت، سب کی زندگی ایک ہی طرح کی تھی اور سب اپنی قدرتی یگانگت پر قانع تھے، پھر ایسا ہوا کہ نسل انسانی کی کثرت اور ضروریات معیشت کی وسعت سے طرح طرح کے اختلافات پیدا ہو گئے اور اختلافات نے تفرقہ و انقطاع اور ظلم و فساد کی صورت اختیار کر لی، ہر گروہ دوسرے گروہ سے نفرت کرنے لگا اور ہر زبردست زیردست کے حقوق پامال کرنے لگا۔ جب یہ صورتحال پیدا ہوئی تو ضروری ہوا کہ نوع انسانی کی ہدایت اور حق و صداقت کے قیام کیلئے وحی الٰہی کی روشنی نمودار ہو، چنانچہ یہ روشنی نمودار ہوئی اور خدا کے رسولوں کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قائم ہو گیا (۲)

ارشادِ خداوندی ہے: کان الناس امة واحدة فبعث الله النّبیین مبشرین و منذرین و انزل کعهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیها اختلفوا فیه (۳)

''ابتدا میں تمام انسان ایک ہی گروہ تھے (پھر ان میں اختلاف پیدا ہوا) پس اللہ نے (یکے بعد دیگرے) نبیوں کو مبعوث کیا (وہ نیک عمل کے نتائج کی) بشارت دیتے اور (بدعملی کے نتائج) سے متنبہ کرتے، نیز ان کے ساتھ الکتاب نازل کی تا کہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرنے لگے تھے ان میں وہ فیصلہ کر دینے والی ہو۔''

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ کسی زمانے میں تمام انسان ایک ہی مذہب و ملت اور عقیدہ و خیال پر تھے جو ملت حق اور دین فطرت تھے۔ پھر ان میں مزاج و مذاق اور رائے و فکر کے اختلاف سے بہت سے مختلف خیالات و عقائد پیدا ہو گئے جن میں یہ امتیاز کرنا دشوار تھا کہ ان میں حق کون سا ہے اور باطل کون سا، حق کو واضح کرنے اور صحیح راہ حق بتلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ بھیجے اور ان پر کتابیں اور وحی نازل فرمائی۔ (۴)

جمہور مفسرین کے مطابق یہاں وحدت سے دین اور عقیدے کی وحدت مراد ہے۔ یعنی شروع میں لوگ ایک ہی دین پر تھے اور سارے کے سارے دین اسلام کے پابند اور توحید پرست تھے۔ (۵)

متفقین علی التوحید مقرین لعبو دینه (۶) متفقین علی دین الاسلام من آدم الی نوح (۷) کانو اعلی شریعة من الحق (۸) انهم کانو اعلی دینٍ واحد وهو الایمان والحق هذا اکثر المحققین (۹) ای کان الناس علی دین الحق فاختلفوا فبعث الله النبین (۱۰) ای علی دین واحد قبل هو آدم و ذریته کانو امسلمین علی دین واحد (۱۱)

بڑے بڑے ماہرین اثریات، انسانیات و اجتماعیات سر چارلس مارسٹن، پروفیسر لنگڈن، پروفیسر شمٹ کا آخری فیصلہ بھی یہی ہے کہ انسان کا دین اوّلین دین توحید تھا۔ (۱۲)

مطلب یہ ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کا تعلق ہے اس نے لوگوں کو ایک ہی دین دیا، اور ایک ہی امت بنایا، جیسا کہ فرمایا ہے: ان الدین عند الله الاسلام (۱۳) یعنی ہمیشہ سے اللہ کا دین اسلام ہی ہے۔ فطرة الله التی فطر الناس علیها (۱۴) یہی دین فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا اور یہی دین ہے جو اس نے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے لوگوں کی رہنمائی کے لئے بھیجا (۱۵) سید قطب شہید لکھتے ہیں۔

''تمام آسمانی کتابیں ایک ہی کتاب ہیں اور تمام ملتیں بھی دراصل ایک ہی ملت ہیں اور ان کتب و رسل کے

تصورات حیات بھی دراصل ایک ہی ہیں۔ایک خدا، ایک معبود، تمام انسانوں کے لئے ایک ہی قانون ساز، البتہ مختلف ادوار اور مختلف ملل ونحل اور مختلف طرز ہائے زندگی اور مختلف قسم کے ادوار کے لئے تفصیلی اور جزوی احکام میں قدرے فرق ہوا۔۔۔خلاصہ یہ ہے کہ اصل میں ہر نبی اسی ایک دین کو لے کر آیا جو چند بنیادی عقائد یعنی عقیدہ توحید وغیرہ پر مشتمل رہا ہے لیکن ہوتا یہ رہا کہ ہر امت نے اپنے رسول کے اٹھ جانے کے بعد رفتہ رفتہ اپنے اصل دین سے انحراف کر لیا اور کہانیوں کا ایک ایسا انبار جمع ہوا کہ اس کے اندر دین کے اصل الاصول دب کر رہ گئے، لوگ اصل دین سے دور جا پڑے، یوں ضرورت پیش آتی ہے کہ ایک جدید رسالت ایک جدید نبی کے ذریعے بھیجی جائے۔جدید نبی ضرور آتا رہا لیکن دراصل دین اسلام کی تجدید ہی ہوتی رہی، خرافات کا جو انبار دین میں داخل ہو چکا تھا، یہ رسول اس کی نفی کرتا رہا اور اس دور کے حالات کے مطابق لوگوں کو ایک نظام ایک قانون دیا جاتا رہا، ایک نظام معاشرت کی بنیاد رکھتا رہا، تا آنکہ قرآن نازل ہوا اور اب دینی نظریات وعقائد کے بارے میں قرآن کریم ہی لائق اتباع ہے اور حق ہے۔" (۱۶)

دین اور شرع ومنہاج

قرآن ہمیں یہ بتاتا ہے کہ مذاہب کا اختلاف دو طرح کا ہے، ایک اختلاف تو وہ ہے جو پیروان مذہب کی گمراہی کا نتیجہ ہے۔دوسرا اختلاف وہ ہے جو فی الحقیقت مذاہب کے احکام واعمال میں پایا جاتا ہے، مثلاً ایک مذہب میں عبادت کی کوئی خاص شکل اختیار کی گئی ہے، دوسرے میں کوئی دوسری شکل، تو یہ اختلاف اصل وحقیقت کا اختلاف نہیں ہے محض فروع وظواہر کا اختلاف ہے اور ضروری تھا کہ ظہور میں آتا۔

قرآن کہتا ہے مذاہب کی تعلیم دو قسم کی باتوں سے مرکب ہے، ایک قسم تو وہ ہے جو ان کی روح وحقیقت ہے، دوسری وہ ہے جن سے ان کی ظاہری شکل وصورت آراستہ کی گئی ہے، پہلی چیز اصل ہے دوسری فرع ہے، پہلی چیز کو وہ دین سے تعبیر کرتا ہے دوسری کو شرع اور مسلک سے اور اس کے لئے منہاج کا لفظ بھی استعمال کیا ہے۔(۱۷) شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

ان اصل الدین واحد اتفق علیه الانبیاء علیهم السلام وانما الاختلاف فی الشرائع والمناهج . (۱۸)

"اصل دین ایک ہے جس پر تمام انبیاء متفق ہیں اور اختلاف صرف شرائع اور منہاج میں ہے"

علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں:

اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین وملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا اور جدا جدا راہیں نکال لیں، اس طرح آراء واہواء کا اتباع کر کے سینکڑوں فرقے اور مذہب بن گئے، یہ تفریق انبیاء نے نہیں سکھلائی، ان کے یہاں ازمنہ وامکنہ وغیرہ کے

اختلاف سے صرف فروعی اخلاف تھا، اصول دین میں سب بالکلیہ متفق رہے ہیں۔" (۱۹)

قرآن حکیم میں ارشاد خداوندی ہے:

یکل جعلنا منکم شرعة ومنهاجا ،ولو شاء الله لجعلکم امة واحدة ولکن لیبلوکم فی ما اتکم فاستبقوا الخیرات . (٢٠)

"ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے (یعنی ہر دعوت کے پیروؤں کیلئے) ایک خاص شریعت اور راہ ٹھہرائی ، اگر اللہ چاہتا تو شریعتوں کا کوئی اختلاف نہ ہوتا، تم سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن یہ اختلاف اس لئے ہوا کہ (ہر وقت وحالت کے مطابق) تمہیں جو احکام دیئے گئے ہیں ان میں تمہاری آزمائش کرے، پس (اس اختلاف کے پیچھے نہ پڑو) نیکی کی راہوں میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرو"۔

قرآن کا ظہور ہوا تو دنیا کا یہ حال تھا کہ تمام پیروان مذاہب، مذہب کو صرف اس کے ظواہر اور رسوم ہی میں دیکھتے تھے اور مذہبی اعتقاد کا تمام جوش وخروش اس طرح کی باتوں میں سمٹ آیا تھا۔ ہر گروہ یقین کرتا تھا کہ دوسرا گروہ نجات سے محروم ہے کیونکہ وہ دیکھتا تھا دوسرے کے اعمال ورسوم ویسے نہیں ہیں جیسے خود اس نے اختیار کر رکھے ہیں۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ نہیں یہ اعمال ورسوم نہ تو دین کی اصل وحقیقت ہیں کہ ان کا اختلاف حق وباطل کا اختلاف ہے، یہ محض مذہب کی عملی زندگی کا ظاہری ڈھانچہ ہے مگر روح وحقیقت ان سے بالاتر ہے اور وہی اصل دین ہے، یہ اصل دین کیا ہے ایک خدا کی پرستش و نیک عملی کی زندگی یہ کسی ایک گروہ ہی کی میراث نہیں ہے کہ اس کے سوا کسی انسان کو نہ ملی ہو، یہ تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہے اور چونکہ یہ اصل دین ہے اس لئے نہ تو اس میں تغیر ہوا نہ کسی کا اختلاف رونما ہوا، اعمال ورسوم فرع ہیں، اس لئے ہر زمانے اور ہر ملک کی حالت کے مطابق بدلتے رہے اور جس قدر بھی اختلاف ہوا انہیں میں ہوا۔ (۲۱)

تعلیمات انبیاء

قرآن یہ بتاتا ہے کہ دنیا میں کوئی بانی مذہب بھی ایسا نہیں ہوا ہے جس نے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور تفرقہ واختلاف سے بچنے کی تعلیم نہ دی ہو، سب کی تعلیم یہی تھی کہ خدا کا دین بچھڑے ہوئے انسانوں کو جمع کر دینے کے لئے ہے ، الگ الگ کر دینے کے لئے نہیں ہے، ارشاد خداوندی ہے

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا الله واجتنبوا الطاغوت . (٢٢)

"اور بلاشبہ ہم نے دنیا کی ہر قوم میں ایک پیغمبر مبعوث کیا (جس کی تعلیم یہ تھی) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے یعنی شریر اور سرکش قوتوں سے اجتناب کرو"۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون ۔ (۲۳)

''اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول دنیا میں نہیں بھیجا، مگر اس وحی کے ساتھ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو''۔

یعنی تمام انبیاء ومرسلین کا اجماع عقیدہ توحید پر رہا ہے، کسی پیغمبر نے کبھی ایک حرف اس کے خلاف نہیں کہا، ہمیشہ یہ ہی تلقین کرتے آئے کہ ایک خدا کے سوا کسی کی بندگی نہیں، اس وحدت دین یا متفقہ عقیدہ توحید کی حقیقت کو قرآن نے ایک اور مقام پر اس طرح واضح کیا ہے۔

شرع لکم من الدین ماوصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسی وعیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا ۔ (۲۴)

''اس نے دین میں تمہارے لئے وہی راہ مقرر کی جو نوحؑ سے کی تھی اور ہم نے تیرے پاس جو حکم بھیجا اور جو کہہ دیا ہم نے ابراہیمؑ سے اور موسیٰؑ سے اور عیسیٰؑ سے، یہ کہ دین کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو''۔

یعنی دین اسلام جو امت محمدیہؐ کے لئے مقرر کیا ہے وہ کوئی نیا دین نہیں ہے، تمام انبیاء کا دین یہی رہا ہے۔۔۔۔یہ دین اسلام نام ہے ایک اللہ کی ذات اور صفات کو اس کے انبیاء کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے ملائکہ کو اور مرنے کے بعد اٹھائے جانے کو اور جو کچھ انبیاء لے کر آئے، سب کو ماننے کا اور اللہ کے حکم پر چلنے اور ممنوع باتوں سے باز رہنے کا۔ یہ ایمان و عمل تمام شریعتوں میں مشترک ہے، سب شریعتیں اس پر متفق ہیں، بعض عملی احکام کا منسوخ ہو جانا دین میں اختلاف پر دلالت نہیں کرتا۔ (یعنی بعض شرائع کے بعض عملی احکام اگر شریعت اسلامیہ یا شریعت عیسویہ میں منسوخ کر دیئے گئے تو اس سے دینی وحدت میں کوئی فرق نہیں آتا ایسا نسخ تو ایک ہی نبی کے احکام میں (مختلف اوقات میں بھی) ہوا ہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے سولہ (یا سترہ) مہینے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی، پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا اور کعبہ کی طرف رخ کر کے آپؐ نماز پڑھنے لگے (۲۵)۔ اس اختلاف حکم سے دین اسلام کی وحدت پر کوئی اثر نہیں پڑا، اسی طرح مختلف انبیاء کی شریعتوں میں اگر بعض فروع احکام میں اختلاف ہے تو اس سے ادیان کا اختلاف لازم نہیں آتا، سب کا مآل ایک ہی ہے، یعنی اللہ کے اوامر کی بجا آوری اور ممنوعات سے اجتناب۔ (۲۶) اس حقیقت کی مزید تشریح آنحضرت ﷺ نے اپنے الفاظ میں فرمائی ہے۔

الانبیاء اخوۃ لعلاب امھا لھم شتی ودینھم واحد ۔ (۲۷)

''تمام انبیاء ایسے بھائی ہیں جن کا باپ ایک ہے اور مائیں مختلف ہیں اور ان کا دین ایک ہے''۔

اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

انا شھید ان العباد کلھم اخوۃ (۲۸) ''میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام بندے بھائی ہیں''

تصور الٰہ اور عقیدہ توحید

ہر مذہب میں یہ احساس مشترک ہے کہ یہ کارخانہ قدرت اور یہ وجود انسانی صرف طبعی علوم کا موضوع نہیں ہے۔ کچھ اور حقیقتیں بھی ہیں جو ان کی گرفت میں نہیں آتیں۔ یہ نظام ہست و بود خود مکتفی نہیں ہے، اس منفی احساس میں ہر مذہب شریک ہے لیکن جب یہ مثبت سوال اٹھتا ہے کہ وہ غیر طبعی حقیقت کیا ہے، ایک ہے یا متعدد، کن صفات کی حامل ہے، کائنات اور انسان سے اس کا کیا تعلق ہے تو ان جیسے اہم مسائل کے بارے میں ہر مذہب کی راہ جدا ہوتی ہے۔ مثلاً

ہندوازم کا کوئی ایک متعین فکر نہیں ہے، اس میں توحید بھی ہے، ثنویت بھی ہے، نفرت بھی ہے اور الحاد بھی، مگر غالباً یہ بات زیادہ صحیح ہوگی کہ بحیثیت مجموعی ہندوازم میں ایک خدائے عظیم کا تصور غالب ہے، اگرچہ خدائی اس کے لئے مخصوص نہیں سمجھی گئی، ہندوازم نے خدا اور دوسرے وجودوں میں خدائی عنصر مشترک سمجھا ہے وہ ہندوازم کا تصور نہیں ہے، یہاں خدا کو ایک غیر شخصی وجود تسلیم کیا گیا ہے اور پوری کائنات اور ہر انسان کو اس لامتناہی وجود کا ایک متعین اور محدود ظہور قرار دیا گیا ہے۔ انسان کی سب سے اونچی منزل اسی وحدت کا شعوری عرفان اور عملی حصول ہے۔ بدھ ازم میں کوئی حقیقت لازوال نہیں ہے، شعور انسانی لمحاتی شعوروں کے لیے متعدد آفات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے، اگر حقیقت کوئی شئے ہے تو اس کے سوا کچھ اور نہیں اور اسی سلسلہ کا انقطاع انسانی کوششوں کی وہ آخری عنایت ہے جسے نروان کہتے ہیں۔

زرتشت توحید کے قائل تھے مگر ان کے مذہب میں دھیرے دھیرے تغیرات شروع ہوئے اور آج ان کے پیرو خیر و شر، نور و ظلمت کے دو متوازی اور مستقل تصورات پر یقین رکھتے ہیں۔ اور کائنات اور انسانی تاریخ کو ان ہی دونوں قوتوں کی آویزش کا نتیجہ کہتے ہیں۔ اسلام، مسیحیت اور یہودیت کے نزدیک کائنات حقیقی وجود رکھتی ہے، ایک ہی ذات ہے جس نے اس کی تخلیق کی ہے، وہ شعور، علم، قدرت، اختیار و ارادہ کی مالک ہے، وہی اس کائنات کی تنظیم، مدبر اور حکمران ہے، انسان روح اور جسم کا ایک انوکھا مرکب ہے، وہ اپنے خالق کی طرح علم، قدرت، اختیار رو ارادہ کا مالک ہے، لیکن اس یکسانیت کے باوجود وہ محض ایک مخلوق اور بندہ ہے، خدائی میں شریک نہیں، اپنے وجود، اختیار اور عمل میں خدا کا محتاج ہے اور اس کے حکم کا پابند، اس کی بلند ترین سعادت خدا کی اطاعت اور محبت ہے۔ (۲۹)

قرآن حکیم نے بار بار صاف اور قطعی لفظوں میں اس حقیقت کا اعلان کر دیا ہے کہ وہ کسی نئی مذہبی گروہ بندی کی دعوت لے کر نہیں آیا ہے بلکہ چاہتا ہے کہ تمام مذہبی گروہ بندیوں کی جنگ و نزاع سے دنیا کو نجات دلا دے اور سب کو اسی ایک

راہ پر جمع کردے جو سب کی مشترک اور متفقہ راہ ہے۔ اسی مشترک اور متفقہ راہ کی دعوت محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان وحی نے درج ذیل آیت میں اس طرح دی ہے:

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الانعبد الاالله ولا نشرک به شیئاو لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله (۳۰)

''کہہ دو، اے اہل کتاب اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ومشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو سوا رب ٹھہرائے''۔

اس آیت میں یہود اور نصاریٰ کو توحید کی دعوت دی اور فرمایا کہ ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے نزدیک مسلم ہے۔ ہم بھی مانتے ہیں تم بھی مانتے ہو، اور وہ یہ کہ ہم سب صرف اللہ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں، یہود و نصاریٰ کو معلوم تھا کہ ہمارے دین کی اصل تعلیم یہی ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور اللہ کے ساتھ کسی بھی چیز کو شریک نہ کریں۔ اگرچہ انہوں نے شرک اختیار کر لیا تھا لیکن ان کے دین میں جو صحیح بات تھی وہ ان کو معلوم تھی، اللہ تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ ان کو توحید کی طرف بلاؤ اور انہیں بتاؤ کہ یہ وہ چیز ہے جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے۔ اس کو قبول کرو (۳۱)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور سراپا نور ﷺ کوئی نئی دعوت، کوئی نرالا دین لے کر نہیں آئے تھے بلکہ حضور ﷺ بھی اس توحید کے داعی بن کر تشریف لائے تھے جس کی دعوت ہر نبی نے دی، نیز اس آیت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ انسانیت جو آج مختلف اور گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے، جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا ہے، اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید ہی ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن تر حقیقت ہے اور حضور ﷺ نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لئے اہل کتاب کو دعوت دی۔ (۳۲)

مفسرین اور سیرت نگاروں کے مطابق علاقہ نجران جہاں عیسائی عرب آباد تھے، ان کی طرف نبی کریم ﷺ نے دعوت اسلام کا ایک خط لکھا تو اس علاقے کے ساٹھ افراد پر مشتمل ایک وفد ۹ھ میں مدینہ آیا۔ وفد میں شامل لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے مختلف مسائل پوچھے اور آپؐ نے وحی کی رو سے ان کا جواب دیا، ان کے زمانہ قیام میں مذکورہ آیت سمیت سورۃ آل عمران کی ابتدا کی ۸۰ آیتیں نازل ہوئیں۔ (۱۳۳)

نبی کریم ﷺ نے نہ صرف یہ آیت نجرانی نمائندوں کو پڑھ کر سنائی بلکہ ہرقل کو لکھ کر ان الفاظ کے ساتھ بھیجی۔ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" اللہ کے بندے اور اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے ہرقل سردار روم کے نام جو ہدایت پر چلے اس پر سلام ہو۔ امابعد: میں تم کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں، مسلمان ہو جاؤ محفوظ رہو گے، اللہ تم کو دوہرا ثواب دے گا، اگر تم نے روگردانی کی تو رعایا کا گناہ بھی تم ہی پر پڑے گا، اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آجاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں و مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے۔ (۳۴)

یہ بات کہ توحید بنیادی طور پر ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان ایک مشترک حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے وضاحت کی محتاج نہیں ہے، جو شخص بھی تورات اور انجیل پر نگاہ رکھتا ہے وہ اس سے اچھی طرح واقف ہے، جہاں تک تورات کا تعلق ہے اس میں تو توحید کی تعلیم اس قدر وضاحت و قطعیت اور اتنی کثرت کے ساتھ ہے کہ اس کے حوالے نقل کرنا محض بات کو طول دینا ہوگا، البتہ انجیل سے کچھ حوالے یہاں ہم پیش کرتے ہیں، اس لئے کہ توحید کے معاملہ میں سب سے زیادہ گمراہی نصاریٰ ہی کو پیش آئی ہے اور آیت میں درحقیقت روئے سخن بھی انہی کی طرف ہے۔

"تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر" (۳۵)

-"تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر" (۳۶)

"یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے کہ اے اسرائیل سن، خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" (۳۷)

"اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں" (۳۸)

توحید کی ان واضح تعلیمات کی موجودگی میں اہل کتاب سے قرآن کا یہ مطالبہ کتنا معقول ہے کہ وہ بھی ان نصوص کی روشنی میں اپنے عقائد کا جائزہ لیں اور جو باتیں ان کے بالکل خلاف محض بدعات و متشابہات کی پیروی کر کے، انہوں نے اپنے عقائد میں شامل کر لی ہیں، ان سے اپنے عقائد کو پاک کریں۔ (۳۹)

درج ذیل آیت کے ذریعہ بھی نبی کریم ﷺ کے زبانی اہل کتاب کو توحید کے نقطہ پر متحد ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔

اللہ ربنا وربکم لنآ اعمالنا ولکم اعمالکم لاحجۃ بیننا وبینکم ،اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر (۴۰)

"ہمارا رب اور تمہارا رب وہی ایک اللہ ہے، ہم کو ہمارے کاموں کا بدلہ ملے گا اور تم کو تمہارے کاموں کا، ہم میں تم میں کچھ جھگڑا نہیں، اللہ سب کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف پھر جانا ہے۔"

یعنی ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے دو نہیں۔اگر اتحاد چاہو تو اس نقطہ پر ہم متحد ہو سکتے ہیں، البتہ ہمارے اور تمہارے راستوں میں جو اختلاف ہے اس کے ذمہ دار ہم تم خود ہیں، نہ تم ہمارے کاموں کے جوابدہ ہو اور نہ ہم تمہارے کاموں کے اب ہمارے تمہارے درمیان یہاں کوئی جھگڑا نہیں۔ (۴۱)

بہر حال انسانی دماغ کا سب سے زیادہ پرانا تصور جو قدامت کی تاریکی میں چمکتا ہے وہ توحید کا تصور ہے، یعنی صرف ایک ان دیکھی اور اعلیٰ ہستی کا تصور جس نے انسان کو ان تمام چیزوں کو جنہیں وہ اپنے چاروں طرف دیکھ رہا تھا پیدا کیا لیکن پھر اس کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اس جگہ سے اس کے قدم بتدریج پیچھے ہٹنے لگے اور توحید کی جگہ آہستہ آہستہ اشتراک اور تعدد الٰہ کا تصور پیدا ہونے لگا، یعنی اب اس ایک ہستی کے ساتھ جو سب سے بالاتر ہے۔دوسری قوتیں بھی شریک ہونے لگیں اور ایک معبود کی جگہ بہت سے معبودوں کی چوکھٹوں پر انسان کا سر جھک گیا۔(۴۲) اب اس انسان کا سر ان متعدد چوکھٹوں سے اٹھانے اور ایک معبود حقیقی کے سامنے جھکانے کے لئے قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر عقیدہ توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔جو انسانی دماغ کا سب سے زیادہ پرانا تصور ہے۔

تفریق بین الرسل کا رد

قرآنی دعوت کی پہلی بنیاد ہی یہ ہے کہ تمام بانیان مذاہب کی یکساں طور پر تصدیق کی جائے یعنی یقین کیا جائے کہ سب حق پر تھے، سب خدا کی سچائی کے پیغمبر تھے، سب نے ایک ہی اصل و قانون کی تعلیم دی اور سب کی اس متفقہ تعلیم پر کاربند رہنا ہی ہدایت و سعادت کی تنہا راہ ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

قولوا امنا بالله وما انزل علی ابراهیم واسمعیل واسحق ویعقوب والاسباط وما اوتی موسی وعیسی والنبیون من ربهم لانفرق بین احد منهم ونحن له مسلمون.(۴۳)

''تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے، ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں۔''

قرآن نے اس آیت میں اور نیز متعدد موقعوں پر تفریق بین الرسل کو ایک بہت بڑی گمراہی قرار دیا ہے اور سچائی کی راہ یہ بتلائی ہے کہ تفریق بین الرسل سے انکار کیا جائے۔۔۔قرآن کہتا ہے، ہر راست باز انسان جو خدا کے سچے دین پر چلنا چاہتا ہے۔فرض ہے کہ بلا کسی امتیاز کے تمام رسولوں، تمام کتابوں تمام مذہبی دعوتوں پر ایمان لائے اور کسی ایک کا بھی انکار نہ

کرے۔ (۴۴) اسی طرح ایک اور مقام پر ارشاد ہے:

امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمومنون ط کل امن بالله وملائکة وکتبه ورسله لانفرق بین احد من رسله . (۴۵)

''مان لیا رسول نے جو کچھ اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے''

تمام انبیا کو ماننا ہر مسلمان کا فرض ہے، اور نہ صرف ماننا بلکہ ان کا احترام کرنا بھی ضروری ہے، بدقسمتی سے اکثر مذاہب اس سلسلے میں اپنے پیروؤں کی تنگ نظری کا شکار ہو گئے ہیں، یہودیوں پر انبیائے بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور نبی کا اقرار فرض نہیں رہا، ہندو تمام غیر ہندو انسانوں کو ملیچھ اور چنڈال سمجھ کر بھی بہترین ہندو رہ سکتے ہیں، مسیحی حلقوں میں پیغمبر اسلام کی جی بھر کر توہین ہوتی ہے، غرض کہ عام طور پر ایک مذہب کے ماننے والے اپنے دائرے کے باہر کسی نبی کی عزت و توقیر ضروری نہیں سمجھتے لیکن مسلمان ایسا نہیں کر سکتے، ان پر تمام انبیا کی تعظیم فرض ہے۔ (۴۶)

تفریق بین الکتب کا رد

ایک مسلمان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کے صحیفہ وحی پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ دوسری آسمانی کتابوں کی صداقت کو بھی تسلیم کریں، چنانچہ سورۃ بقرہ کے شروع میں ارشاد ہے۔

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک (۴۷)

''اور جو اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں جو تجھ پر (اے محمدؐ) اتاری گئی اور جو ایمان لائے اس پر جو تجھ سے پہلے اترا''۔

اسی طرح جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، سورۃ البقرہ میں بعض انبیا کا اجمالی ذکر کر کے ان کی کتابوں اور وصیوں کی تصدیق کا حکم دیا گیا ہے (۴۸)

اس بنا پر انبیاء کی طرح ان کتابوں پر بھی ہر مسلمان کا تفصیلی اور اجمالی ایمان ہے جن کتابوں کے نام مذکور ہیں ان پر ناموں کے ساتھ اور جن کے نام مذکور نہیں ان پر بالجمال ایمان ضروری ہے، کسی قوم میں اگر کوئی آسمانی کتاب ہے جس کا وجود قرآن سے پہلے ہے، لیکن اس کا تصریحی نام قرآن میں مذکور نہیں ہے اور اس میں توحید الٰہی کی دعوت اور طاغوت سے بچنے کی نصیحت بھی ہے تو اگرچہ ہم اس کو بتصریح خدا کی کتاب تسلیم نہیں کر سکتے، تاہم بتصریح اس کا انکار بھی نہیں کر سکتے، اسی بنا پر

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ "اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب" (۴۹) یہی حال دوسری مشکوک کتابوں کا ہے۔

حقیقت میں اسلام کی یہ تعلیم دنیا کی مہتم بالشان تعلیمات میں سے ہے۔ جس کا وجود کسی دوسرے مذہب میں نہ تھا۔ یہ رواداری، بے تعصبی اور عام انسانی اخوت کی سب سے بڑی تعلیم ہے۔ یہودی اپنی کتاب کو چھوڑ کر تمام دوسری آسمانی کتابوں سے انکار کر کے بھی نجات کا منتظر رہ سکتا ہے، عیسائی تورات اور تمام دوسرے صحیفوں کا انکار کر کے بھی آسمانی بادشاہی کا متوقع ہو سکتا ہے، پارسی اوستا کے سوا دوسری زبانی کتابوں کو باطل مان کر بھی مینو جنت کا استحقاق پیدا کر سکتا ہے، بدھ مت والے اپنے سوا تمام دنیا کے تمام وصیوں کا انکار کر کے بھی نروان کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں، مگر مسلمان جب تک قرآن کے ساتھ تمام دنیا کی آسمانی کتابوں کو منجانب اللہ تسلیم نہ کرے، ضبت کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ (۵۰)

غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا احترام

مسلمان پر جس طرح اپنی عبادت گاہوں کا احترام اور حفاظت لازم ہے اسی طرح غیر مسلموں کی عبادت گاہوں کا ادب و احترام اور حفاظت بھی لازم ہے۔ قرآن حکیم میں جہاد کا ایک اہم مقصد یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کے نتیجے میں مقدس مقامات کی حفاظت یقینی ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

ولولا دفع اللہ الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبع وصلوت ومسجد یذکر فیها اسم اللہ کثیراً (۵۱)

"اور اگر اللہ لوگوں کا زور ایک دوسرے سے نہ گھٹاتا رہتا تو نصاریٰ کی خانقاہیں اور عبادت خانے اور یہود کے عبادت خانے اور مسلمانوں کی مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، منہدم ہو گئے ہوتے"

یعنی اگر یہ سنت اللہ ہمیشہ سے نہ چلی آئی ہوتی کہ ظالموں سرکشوں، زبردستوں کا زور انسانوں ہی کے بعض گروہوں کے ہاتھ سے تڑوایا جاتا رہتا تو اب تک جو عمارتیں توحید کی مرکز رہی ہیں، مثلاً مسجدیں جو اب بھی اسی غرض کے لئے ہیں اور اہل کتاب کی مذہبی عمارتیں جو اپنے اپنے زمانہ میں یہ کام انجام دے چکے ہیں سب ختم ہو گئی ہوتیں۔ (۵۲)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر مسلموں کے عبادت خانوں کو نقصان پہنچانا ممنوع ہے۔

نضمنت هذه الایة المغ من هدم کنائس اهل الذمة وبیعهم وبیوت ینرانهم (۵۳)

اس بارے میں امام کاسانی لکھتے ہیں

"ان کے پہلے سے موجود کینسے اور معابد تو ان سے تعرض نہیں کیا جائے گا اور نہ ان میں سے کسی کو منہدم کیا جائے گا، البتہ اس شہر میں جو مسلمانوں کے شہروں میں سے ایک شہر بن چکا ہو، نیا کینسہ بنانے سے روکا جائے گا، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا

ارشاد ہے کہ اسلام میں کوئی کینسہ نہیں بجز دارالسلام میں کینسہ کے ،اگر ان کا کوئی کینسہ منہدم ہو جائے تو انہیں حق ہوگا کہ وہ اسے ویسے ہی دوبارہ تعمیر کرلیں جیسا کہ وہ پہلے تھا، کیونکہ اس عمارت کے لئے بقا کا حکم ہے ،تو انہیں حق ہے کہ وہ اسے باقی رکھیں، لہٰذا اسے دوبارہ تعمیر کرنے کا انہیں حق ہے، لیکن انہیں اس کی جگہ تبدیل کرنے کا حق نہیں ہے، کیونکہ اس کی جگہ تبدیل کر کے اسے کسی دوسری جگہ تعمیر کرنا ایک نیا کینسہ تعمیر کرنے کے حکم میں آتا ہے۔ رہے دیہات یا ایسے مقامات جو مسلمانوں کے شہروں میں سے نہیں ہیں تو وہاں انہیں نئے کینسے اور معابد تعمیر کرنے سے نہیں روکا جائے گا، جیسے انہیں ان مقامات پر شراب اور سور کی علانیہ تجارت سے نہیں روکا جاتا بدلیل مذکور" (۵۴)

انسانی وحدت واخوت

اسلام نے ہر طرح کی تفریق کے خاتمے کے لئے انسانی وحدت واخوت کا تصور دیا ہے وہ کہتا ہے کہ سب انسان ایک نسل سے ہیں، پوری انسانیت آدمؑ کی اولاد ہے، رنگ، زبان، نسل، قبیلہ، برادری، ملک قوم کی فطری تقسیم باہمی تعارف کے لئے ہے، لیکن ان اختلافات کی وجہ سے تعصب یا تفریق یا امتیاز اور اونچ نیچ پیدا کرنا غلط ہے، کیونکہ اسلام مساوات انسانی اور وحدت انسانی کی بنیاد پر اپنے تمام معاشرتی تعلقات استوار کرتا ہے۔ قرآن میں ہے:

یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا (۵۵)

"اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تا کہ ایک دوسرے کی شناخت کرسکو"

ایک دوسری جگہ ہے:

یا یھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ وخلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء . (۵۶)

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو، وہ رب جس نے تم کو اکیلی جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کر دیا، پھر ان دونوں کی نسل سے مردوں اور عورتوں کی ایک بڑی تعداد دنیا میں پھیلا دی"۔

رنگ اور زبان کے متعلق فرمایا کہ یہ تفریق کی بنیادیں نہیں بلکہ خدا کی قدرت اور حکمت کی نشانیاں ہے (۵۷)

قرآن کے علاوہ احادیث میں وحدت کی تعلیم دی گئی ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے

والناس بنوا آدم وخلق اللہ آدم من التواب (۵۸)

"تمام انسان آدم کی اولاد ہیں اور اللہ نے آدمؑ کو مٹی سے پیدا کیا"

اسی طرح یہ بھی ارشاد فرمایا:

''عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر سفید کو سیاہ پر اور سیاہ کو سفید پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے مگر بجز تقویٰ کے'' (۵۹)

جبکہ متعدد احادیث میں یہ ارشاد موجود ہے

کونوا عباداللّٰہ اخوانا (۶۰) ''اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ''

اسلام انسانیت کا درس دیتے ہوئے رحم کی بھی تلقین کرتا ہے، ارشاد نبوی ہے!

من لم یرحم الناس لایرحمه اللہ . (۶۱) ''جو انسانوں پر رحم نہ کھائے گا، اس پر اللہ کی رحمت نہ ہوگی''۔

اسی طرح ارشاد فرماتے ہیں:

الراحمون یرحمہم الرحمن ،ارحموا اھل الارض یرحمکم من فی السماء (۶۲)

''(اللہ کی مخلوق پر) رحم کھانے والوں اور رحم کا معاملہ کرنے والوں پر خداوند رحمٰن کی خاص رحمت ہوگی،

تم زمین والی مخلوق کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو، آسمان والا تم پر رحمت فرمائے گا''

ایک اور جگہ پوری انسانیت کو عیال اللہ قرار دیا گیا ہے، ارشاد نبوی ہے

الخلق عیال اللہ فاصب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ . (۶۳)

''ساری مخلوق اللہ کی عیال (گویا اس کا کنبہ) ہے، اس لئے اللہ کو زیادہ محبوب اپنی مخلوق میں وہ آدمی ہے جو اللہ کی عیال (یعنی اس کی مخلوق) کے ساتھ احسان اور اچھا سلوک کرے''۔

ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ

''جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ وہ جہنم سے دور اور جنت کے قریب کر دیا جائے تو چاہیے کہ اس کو موت اس حال میں آئے کہ وہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کے ساتھ وہ برتاؤ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔'' ۶۴

بہر حال اسلام جغرافیائی حدود کو انسانیت کو مستقل طور پر بانٹنے والی حدود نہیں مانتا۔ وہ ایک عالمی انسانی برادری قائم کرنا چاہتا ہے جو ایک قانون کے تابع اور ایک مرکز سے وابستہ ہو اور جس میں انسانوں کو گروہوں میں تقسیم کرنے والی چیز نسل ،رنگ ،زبان اور وطنی حدود ہوں ، بلکہ پوری انسانیت ایک خاندان بن جائے اور اگر کسی بنیاد پر ان میں فرق ہو تو وہ ایمان اور تقویٰ ہوں اور یہ ایسی چیزیں ہیں جو کسی قوم ،رنگ یا نسل سے وابستہ نہیں بلکہ پوری انسانیت ان کے سلسلے میں برابر ہے۔ ہر شخص انہیں حاصل کر سکتا ہے۔ ۶۵

غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک

اسلام کے دستور وحدت واخوت کی تشریح کے بعد اب اس امر کا جائزہ لیا جاتا ہے کہ اسلام نے غیر مسلموں کے ساتھ کس قسم کا سلوک روا رکھنے کی تعلیم دی ہے، ارشاد خداوندی ہے۔

لاینھکم اللہ عن الذین لم یقا تلو کم فی الدین ولم یخر جو کم من دیا ر کم ان تبرو ھم وتقسطو الیھم ،ان اللہ یحب المقسطین (٦٦)

''اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان لوگوں سے جولڑے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک، بیشک اللہ چاہتا ہے انصاف کرنے والوں کو''۔

اس آیت میں ایسے کفار جنہوں نے مسلمانوں سے مقابلہ نہیں کیا اور ان کو گھروں سے نکالنے میں بھی کوئی حصہ نہیں لیا ان کے ساتھ احسان کے معاملہ، اچھے سلوک اور عدل وانصاف کا سلوک کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔عدل وانصاف تو ہر کافر کے ساتھ ضروری ہے جس میں کافر ذمی اور مصالح اور کافر حربی ودشمن سب برابر ہے۔(٦٧)

اسلام جہاں اپنے مخالفین کے ساتھ عدل اور حسن سلوک کرنے سے نہیں روکتا، خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں، یہاں تک کہ وہ بت پرست مشرک ہی کیوں نہ ہوں، وہاں وہ اہل کتاب یعنی یہود ونصاری کے ساتھ خصوصی رعایت برتتا ہے، خواہ وہ دارالاسلام میں رہتے ہوں یا اس سے باہر چنانچہ قرآن یاھل الکتاب اور یایھا الذین اوتو الکتاب کہہ کر ان سے خطاب کرتا ہے، یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اصلاً آسمانی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا ان کے اور مسلمانوں کے درمیان رشتہ اور قرابت ہے۔(٦٨)

ایک سچے داعی الی اللہ کو جس حسن اخلاق کی ضرورت ہے اس کی تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ولاتستوی الحسنتہ ولا السیتہ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم.(٦٩)

اور برابر نہیں نیکی اور نہ بدی، جواب میں وہ کہہ جو اس سے بہتر ہو، پھر تو دیکھ لے کہ تجھ میں اور جس میں دشمنی تھی گویا دوستدار ہے قرابت والا۔

داعی اسلام رحمتہ للعلمین ہمیشہ غیر مسلموں کے ساتھ امن ومفاہمت کے خواہشمند رہے تا کہ خوشگوار فضا میں لوگ حق بات سننے اور سمجھنے کے لئے آمادہ ہوسکیں، کیونکہ اسلام بھی صلح وسلامتی اور امن وامان کو ترجیح دیتا ہے، اس پہلو کو دیکھتے ہوئے فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ نے اخوت انسانی کا جو نمونہ پیش کیا، تاریخ اقوام اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

کون سی ایسی اذیت تھی جو اہل مکہ نے سرور کائنات ﷺ کو نہیں پہنچائی، مسلسل بیس سال تک جن لوگوں نے چین سے بیٹھنے نہیں دیا، اور جورات دن اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنے کی جدو جہد میں مصروف رہے۔ ۸ ھ میں فتح مکہ کے سال جب پیغمبر ﷺ اسلام فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ جانتے ہیں کہ پیغمبر ﷺ اسلام نے اپنے دشمنوں کے ساتھ جنگ کے ایام میں کیا سلوک کیا۔ اور بعد فتح کس طرح نوازا، پیغمبر ﷺ اسلام اعلان فرماتے ہیں۔

جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اسے امن ہے جو اپنے گھر کے دروازے بند کرے اس کو امن ہے اور اور جو مسجد حرام میں داخل ہو جائے اس کو امن ہے۔(۷۰)

قریش اپنے گناہوں اور زیادتیوں کی وجہ سے بے حد خائف تھے اور اپنی جگہ یقین کیے ہوئے تھے کہ ہم سب کی گردن ماردی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ جس وقت آنحضرت ﷺ نے خانہ کعبہ کے دروازے پر قریش سے سوال کہ تم میرے متعلق کیا خیال رکھتے ہو تو انہوں نے یک زبان ہو کر کہا! آپ اپنے چھوٹوں کے بردبار بھائی اور اپنے بڑوں کے مہربان بھتیجے ہیں یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

اقول کما قال یو سف لا تثریب علیکم الیو م یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین. (۷۱)

''میں یوسف کی طرح اعلان کرتا ہوں کہ آج تمہارے لئے کوئی سرزنش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائے وہ بڑا رحم کرنے والا ہے''۔

اسلام کے نزدیک ہر انسانی جان محترم ہے اور انسان ہونے کی حیثیت سے اس کا تحفظ بھی ضروری ہے بشرطیکہ غیر مسلم مسلمانوں کے ساتھ برسر جنگ نہ ہوں، اور اگر وہ معاہد یا ذمی ہوں تو ان کی جان کا تحفظ بھی ضروری ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان پر زیادتی کرے۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے:

من قتل رجلاً من اھل الذمۃ لم یجد ریح الجنۃ . (۷۲)

''جس نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا''۔

اسی طرح ارشاد فرماتے ہیں:۔

من ظلم معاھداً او ینقصہ او کلفہ فوق طاقتہ او اخذ منہ شیئاً بغیر طیب نفس فانا حجیجہ یوم القیامۃ . (۷۳)

''جس نے معاہد پر ظلم کیا یا اس کی حق تلفی کی یا اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ اس پر ڈال دیا یا اس کی مرضی کے بغیر اس کی کوئی چیز لے لی تو قیامت کے دن میں اس کی طرف سے مقدمہ لڑوں گا''۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک بڈھا جو اندھا بھی تھا ایک دروازہ پر کھڑا بھیک مانگ رہا ہے، حضرت عمرؓ نے پیچھے سے اس کے بازو پر ہاتھ مارا اور پوچھا کہ تم کو بھیک مانگنے کی کیا ضرورت پڑی، اس نے کہا جزیہ ادا کرنے اور اپنی ضرورت پوری کرنے اور اپنی اس عمر کے سبب سے بھیک مانگتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر سے اس کو کچھ دیا، پھر اس کو بیت المال کے خزانچی کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ اس کو اور اس جیسے لوگوں کو دیکھو، خدا کی قسم ہم انصاف نہیں کریں گے اگر ہم اس کی جوانی کی کمائی تو کھائیں اور اس کے بوڑھے ہونے پر اس کی مدد چھوڑ دیں، قرآن میں صدقہ کی اجازت فقرا اور مساکین کیلئے ہے، فقرا تو وہی ہیں جو مسلمان ہیں اور یہ لوگ مساکین اہل کتاب میں ہیں ان سے جزیہ نہ لیا جائے۔ (۷۴)

اسلام کا یہ عام فیصلہ ہے کہ زکوۃ کے علاوہ دوسرے عام صدقے غیر مسلموں کو دیئے جاسکتے ہیں، اس بارے میں ابو عبید نے بہت سی روایتوں کو نقل کیا ہے، مثلاً (۱) رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے ایک گھرانہ کو صدقہ دیا، (۲) حضرت صفیہؓ نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو صدقہ دیا۔ (۳) عمرو بن یمون اور عمرو بن شرجیل وغیرہ صدقہ فطر میں سے راہبوں کو دے دیا کرتے تھے۔ (۷۵)

مذہبی آزادی

جب سے دنیا آباد ہے ہمیشہ ہر ملک میں، ہر قوم میں، ہر سلطنت میں یہ طریقہ رہا کہ غیر مذہب والوں پر جبر کیا جاتا تھا، ان کو مذہبی آزادی نہیں دی جاتی تھی۔ ان سے نفرت وحقارت کی تلقین کی جاتی تھی، اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو تبدیلی مذہب پر مجبور کیا جاتا تھا، صرف یہی نہیں، بلکہ اسلام سے پہلے تمام دنیا کا یہ مذاق تھا اور یہ گویا انسان کی فطرت ہوگئی تھی کہ جب دو شخصوں میں کسی رائے اور خیال کے متعلق اختلاف ہوتا تھا تو اس کا اثر معاشرت کے تمام امور پڑتا تھا، یعنی دونوں میں اجنبیت پیدا ہو کر منافرت اور عداوت کی حد تک نوبت پہنچتی تھی۔ (۷۶)

اس سلسلے میں لوگوں کو بڑی اذیتیں دی جاتی تھیں اور بری طرح ستا کر ان کو موت کے گھاٹ اتارا جاتا تھا، علامہ فرید وجدی لکھتے ہیں۔ ''مذہب کے قبول کرنے پر مجبور کرنے میں بے رحمی اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ جو لوگ انکار کرتے تھے وہ بھڑکتی ہوئی آگ کے حوالے کیے جاتے، پھاڑنے والے حیوانات کے آگے ڈالے جاتے تھے، یا ان کی دونوں ٹانگیں دو گھوڑوں کے پاؤں میں باندھ کر ان کو مختلف سمتوں میں چھوڑ دیتے تھے، تانبا پگھلا کر ان پر ڈالتے تھے، یا ان کو مدہم آگ پر کئی کئی روز تک لٹکائے رہتے تھے اور ان کی شور وفریاد اور آہ وفغان کی بالکل پرواہ نہیں کرتے تھے، ان کا گوشت کٹ کٹ کر گرتا جاتا اور چربی پگھل کر بہتی جاتی۔ (۷۷)

مگر اسلام جو سارے عالم کے لئے پیام رحمت بن کر آیا اور جس نے تمام شعبہ جات زندگی کی اصلاح کی، اس نے مذہب کے بارے میں اس وسعت ظرف اور بلند حوصلگی کا سبق دیا جو انسانیت کا تقاضا ہے، دنیا جانتی ہے کہ دین کے سلسلے میں اسلام کسی پر کوئی زبردستی نہیں کرتا اور نہ کسی کو مخصوص دنیا و ملت کے قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے بلکہ یہاں دین کے باب میں پوری آزادی ہے، اور آزادانہ فیصلہ کا اختیار اس کا اعلان ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی . (۷۸)

''دین میں کسی طرح کی زبردستی نہیں، ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے''

یعنی دین اسلام میں داخل ہونے کے لئے کسی کو مجبور نہ کرو، اس لئے کہ وہ خود ممتاز ہے اور اس کے دلائل و براہین روشن ہیں، اس کی ضرورت نہیں کہ مسلمان ہونے کے لئے مجبور کیا جائے۔ (۷۹)

اسی طرح ارشاد خداوندی ہے۔

فذکر انما انت مذکر تست علیھم لمصیطر . (۸۰)

''آپ تو بس نصیحت کر دیا کیجئے، آپ صرف نصیحت کرنے والے ہیں، آپ ان پر مسلط نہیں ہیں''

ایک اور مقام پر ارشاد فرماتے ہیں

ولو شآء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعا ء افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مئومنین . (۸۱)

''اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے ہو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ ایمان ہی لے آئیں''۔

مدینہ منورہ میں دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور آپؐ کے ہاتھوں وجود میں آیا، اس میں دیگر امور کے علاوہ یہ بھی صراحت تھی کہ غیر مسلموں کو ان کے دین کی پوری آزادی ہوگی، چنانچہ ایک دفعہ کے الفاظ یہ ہیں کہ للمسلمین دینھم ولليھود دينھم. یعنی مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کے لئے ان کا دین ہے، یعنی وہاں جتنے بھی لوگ بستے تھے ان کو دینی عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔ (۸۲)

ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ اسلام نے اپنے دور عروج میں مختلف مذاہب کو جس قدر آزادی و سہولتیں دیں موجودہ دور کی ترقی یافتہ سیکولر و غیر سیکولر حکومتیں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتی ہیں، نیز ہر مذہب کو اپنی جگہ برقرار رکھ کر مفاہمت بین المذاہب کی جو راہ (وحدت دین) نکالی وہ موجودہ دور کی سیاسی راہ (وحدت ادیان) سے کہیں بلند اور قابل عمل ہے۔

(۸۳) جیسا کہ ڈاکٹر عبدالحق لکھتے ہیں:۔

اسلامی نقطہ نظر سے سارے الہامی مذاہب یکساں احترام کے مستحق ہیں۔ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے عبادت خانوں، شخصیتوں، کتابوں، رسوم اور طریقوں کا احترام کرے، کیسی معبد کو نقصان پہنچانا، کسی مذہبی شخصیت کو برا کہنا، کسی دینی کتاب کی بے حرمتی کرنا اسلام کی نظر میں گناہ ہے، یہ کام مسلمان آج کرے یا کسی مسلمان نے تاریخ میں کبھی کیا ہو وہ غلط ہے، اور اس کا کرنے والا غلط کار ہے، خواہ اس نے جس خیال سے بھی کیا ہو، جو کام اسلام کے اصولوں کے خلاف ہو اس کو اسلام کے نام پر کرنا بھی اسلام کی کوئی خدمت نہیں بلکہ الٹی اس کی رسوائی ہے۔

اسلام ہر انسان کو اختیار و انتخاب کی آزادی دیتا ہے، ہر مذہب کے لوگوں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے، اس کی تبلیغ کرنے، اس کے لئے اسکول کھولنے، پریس اور اخبار استعمال کرنے، کتابیں اور رسالے شائع کرنے کا حقدار سمجھتا ہے، اور کسی کو تبدیل مذہب پر مجبور کرنے کو نا جائز قرار دیا ہے، اسلام مذاہب کی رسوم اور تقریبات، تنظیموں اور پرسنل لا میں دخل دینے کو صحیح نہیں سمجھتا، مسلمانوں حکمرانوں نے اسلام تعلیمات کا تقاضا سمجھ کر اپنی ماتحت قوموں کو ان کے مذہبی معاملات میں پوری آزادی دی ہے۔ اس کے پرسنل لاء کی حفاظت کی ہے اور اس کو نافذ کرنے کے لئے ان کے اپنے آدمی مقرر کیے ہیں اور مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لئے ان کے اپنے جج متعین کئے ہیں۔ یہی طرز عمل اسلامی تعلیمات اور اس کی صحیح روایات کے مطابق ہے، اس کے خلاف اگر کچھ ملتا ہے تو وہ غیر اسلام اور غلط ہے۔ (۸۴)

عدم اتحاد بین المذاہب کا اہم سبب، علاج اور تجاویز

مختلف مذاہب کے ماننے والوں میں افتراق اور نا اتفاقی کے کچھ اسباب ہیں، جن میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ ہر مذہب کا ماننے والا اپنے مذہب کی باتوں کو سچا ماننے اور ان میں یقین رکھنے، اپنے رسم و راج، روایتوں، قدروں اور بزرگوں کو بہتر اور برتر سمجھنے کے معنی غلطی سے یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں پر زبردستی اپنے مذہب کی باتوں کو مسلط کیا جائے، قوت اور دوسرے غلط طریقوں سے دوسروں کو اپنا ہمنوا بنایا جائے، ان کے مذہبی خیالات پر پھبتی کسی جائے، ان کی بزرگ ہستیوں کا مذاق اڑایا جائے، ان کے رسوم و رواج کی بے حرمتی کی جائے، ان کے جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچائی جائے۔ حالانکہ ان دونوں باتوں میں کوئی تعلق نہیں ہے، میں اگر کسی عقیدہ کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہوں تو اس سے یہ نتیجہ کب نکلتا ہے کہ میں دوسرے کو برا بھی کہوں اور اس کا مذاق اڑاؤں اسی طرح اگر میں اپنے مذہب کی چیزوں کو صحیح سمجھتا ہوں اور دوسرے کے مذہب کی باتوں کو غلط تو اس سے مجھے کب یہ حق پہنچتا ہے کہ میں اپنی باتوں کو زبردستی اسے منواؤں اور اگر وہ نہ مانے تو اس کو برا

بھلا کہوں اور اس کو تکلیف پہنچاؤں، میں اگر ایسا کروں گا تو انسانیت، جمہوریت اور خود اپنے مذہب کی اعلیٰ قدروں کا گلا گھونٹوں گا جو انسانی احترام اور حمیت کا سبق دیتی ہیں۔

اس کا علاج یہ ہے کہ ہم اپنے مذہب، اپنے رسم و رواج، اپنی قدروں اور اپنی روایات کو زبردستی دوسروں پر مسلط نہ کریں، دوسروں کے عبادت خانوں، مذہبی بزرگوں، کتابوں، روایتوں، تقریبوں اور طور طریقوں کا احترام کریں۔ دوسروں کے مذہب اور مذہبی امور اور شخصیتوں کے احترام کے یہ معنی ہرگز نہیں ہوتے کہ ہم اپنے مذہب کی باتوں میں شبہ کریں، نہ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر مذہب کو یکساں حق ماننے لگیں، اور کسی کو کسی کے مقابلے میں ترجیح نہ دیں اور کسی بات کو صحیح اور کسی کو غلط نہ ٹھہرائیں، ہر انسان کو اپنی باتوں کو صحیح اور دوسرے کی باتوں کو غلط سمجھنے کا حق حاصل ہے، لیکن کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسروں کی چیزوں کی بے عزتی اور بے حرمتی کرے۔ (۸۵)

علاوہ ازیں بین المذاہب عالمی اتحاد اور یگانگت پیدا کرنے کے لئے درج ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:۔

۱۔ مختلف مذاہب کے درمیان اتحاد پیدا کرنے اور اسلام کے پیغام کو عام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلام کے اس اصول پر عمل کیا جائے جسے تالیف قلب کہا جاتا ہے، تالیف قلب کا مطلب ہے دلوں کو جوڑنا، لوگوں کو اپنے سے مانوس کرنا، یہ مقصد صرف اس طرح حاصل کیا جا سکتا ہے کہ دوسروں کی رعایت کی جائے، دوسروں کے جذبات اور مفادات کا احترام کیا جائے، تالیف کا یہ اصول اسلامی دعوت کا ایک اہم اصول ہے، جو ابدی طور پر انسانی سماج میں مطلوب ہے۔

۲۔ عصر حاضر میں پر امن حالات کا قیام نہایت ضروری ہے، کیونکہ پر امن حالات ہمیشہ مفاہمت بین المذاہب اور اسلامی دعوت کے لئے انتہائی مددگار ہوتے ہیں، اسلامی تاریخ میں اس کی بہترین مثال صلح حدیبیہ ہے جس کے بارے میں مشہور تابعی ابن شہاب زہری لکھتے ہیں:

''اسلام میں سب سے بڑی فتح حدیبیہ تھی جس کو قرآن میں فتح مبین کہا گیا ہے، اس سے پہلے لوگ صرف جنگ میں ایک دوسرے سے ملتے تھے پھر جب صلح حدیبیہ ہوگئی تو جنگ کا خاتمہ ہوگیا اور لوگوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور لوگ ایک دوسرے سے امن میں ہوگئے، اس کے بعد ایک اور دوسرے کے درمیان بات چیت ہونے لگی، اب مومن اور غیر مومن معتدل حالات میں ایک دوسرے سے ملنے لگے اور اسلام پر باتیں کرنے لگے'' پھر جب بھی کوئی شخص اسلام پر بات کرتا تو وہ اس کو سمجھ لیتا اور وہ اسلام میں داخل ہو جاتا، اس طرح دو سال میں اتنے زیادہ لوگ اسلام میں داخل ہوئے جو اس سے پہلے پوری مدت میں نہیں ہوئے تھے۔ (۸۶)

۳۔ بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان اختلاف پیدا کیا جائے، کیونکہ معتدل حالات میں یہ اختلاف ہمیشہ اسلام کی اشاعت کی صورت میں ظاہر ہوگا، جیسا کہ مولانا حسین احمد مدنی نے صلح حدیبیہ کے فوائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

''آپس میں اختلاط ہونا، نفرت میں کمی آنا، مسلمانوں کے اخلاق اور ان کی تعلیمات کا معائنہ کرنا، دلوں سے ہٹ اور ضد کا اٹھ جانا، یہی امور تھے جنہوں نے افلاذ اکباد قریش کو کھینچ کر صلح کے بعد مسلمان بناتے ہوئے مکہ سے مدینہ کو پہنچا دیا، حضرت خالد بن ولیدؓ، عمرو بن العاصؓ وغیرہ اس طرح حلقہ بگوش اسلام بن گئے کہ قریش کی ہستی فنا ہوگئی، الغرض اختلاف باعث عدم تنافر ہے اور وہ اقوام کو اسلام کی طرف لانے والا اور تنافر باعث ضد اور ہٹ اور عدم اطلاع علی المحاسن ہے اور وہ اسلامی ترقی میں سدراہ ہونے والا ہے اور چونکہ اسلام تبلیغی مذہب ہے اس لئے اس کا فریضہ ہے کہ جس قدر ہو سکے غیر کو اپنے میں ضم کرے نہ یہ کہ اس کو دور کرے، اس لیے اگر ہمسایہ قومیں ہم سے نفرت کریں تو ہم کو ان کے ساتھ نفرت نہ کرنا چاہئے'' (۸۷)

۴۔ مفاہمت بین المذاہب پیدا کرنے اور نیز غیر مسلم اقوام کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ عالم انسانیت کا خیر خواہ بننا چاہئے، کیونکہ دین اسلام خیر خواہی ہی کا نام ہے (۸۸)

اور اللہ نے اپنے آخری پیغمبر ﷺ کی یہ صفت بیان کی ہے کہ وہ عالم انسانیت کی بھلائی پر بہت حریص ہے اور ان کی خیر خواہی اور نفع رسانی کی ایک خاص تڑپ آپؐ کے دِل میں موجود ہے (التوبہ، ۹/۱۲۸)۔

مقالے کے آخر میں اتحاد بین المذاہب پیدا کرنے اور ان کے پیروکاروں کے درمیان مخاصمت دور کرنے کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد کا یہ قول پیش کیا جاتا ہے، جسے انہوں نے ام الکتاب میں تحریر کیا ہے کہ:

''مذاہب عالم کا اختلاف صرف اختلاف ہی کی حد تک نہیں رہا ہے، بلکہ باہمی نفرت و مخاصمت کا ذریعہ بن گیا، سوال یہ ہے کہ یہ مخاصمت کیونکر دور ہو، یہ تو نہیں ہو سکتا کہ تمام پیروان مذہب اپنے دعوے میں سچے مان لئے جائیں، کیونکہ ہر مذہب کا پیرو صرف اسی بات کا مدعی نہیں ہے کہ وہ سچا ہے بلکہ اس کا دو مدعی بھی ہے کہ دوسرے جھوٹے ہیں۔ پس اگر ان کے دعادی مان لئے جائیں تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہر مذہب بیک وقت سچا بھی ہے اور جھوٹا بھی ہے۔ یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ سب کو جھوٹا قرار دیا جائے، کیونکہ اگر تمام مذاہب جھوٹے ہیں تو پھر مذہب کی سچائی کہاں! پس اگر کوئی صورت رفع نزاع کی ہو سکتی ہے تو وہ وہی ہے جس کی دعوت لے کر قرآن نمودار ہوا ہے۔ تمام مذاہب سچے ہیں، کیونکہ اصل دین ایک ہی ہے اور سب کو دیا گیا ہے لیکن تمام پیروان مذہب سچائی سے منحرف ہو گئے ہیں، کیونکہ دین کی حقیقت اور وحدت ضائع کر دی ہے اور اپنی گمراہیوں سے لوگ باز آجائیں اور اپنے اپنے مذہب کی حقیقی تعلیم پر کاربند ہو جائیں تو مذاہب کے تمام تنازعات ختم ہو جائیں

گے، ہر گروہ دیکھ لے گا کہ اس کی راہ بھی اصلاً وہی ہے جو اور تمام گروہوں کی راہ ہے۔ قرآن کہتا ہے تمام مذاہب کی یہی مشترکہ اور متفقہ حقیقت ''الدین'' ہے یعنی انسان کے لئے حقیقی دین اور اسی کو وہ ''الاسلام'' کے نام سے پکارتا ہے۔

نوع انسانی کی باہمی یگانگت اور اتحاد کے جتنے رشتے بھی ہو سکتے ہیں، سب انسان کے ہاتھوں ٹوٹ چکے ہیں۔ سب کی نسل ایک تھی مگر ہزاروں نسلیں ہو گئیں، سب کی قومیت ایک تھی مگر بے شمار قومیں بن گئیں، سب کی وطنیت ایک تھی لیکن سینکڑوں وطنیتوں میں بٹ گئے، سب کا درجہ ایک تھا لیکن امیر و فقیر، شریف و وضیع اور ادنی و اعلیٰ کے بہت سے درجے ٹھہرا لئے گئے، اس لیے ایسی حالت میں کون سا رشتہ ہے جو ان تمام فرقوں پر غالب آ سکتا ہے اور تمام انسان ایک ہی صف میں کھڑے ہو سکتے ہیں، قرآن کہتا ہے کہ خدا پرستی کا رشتہ ہی ایک رشتہ ہے جو انسانیت کا بچھڑا ہوا گھرانا آباد کر سکتا ہے۔ یہ اعتقاد کہ ہم سب کا پروردگار ایک ہی پروردگار ہے اور ہم سب کے سر اسی چوکھٹ پر جھکے ہوئے ہیں۔ یک جہتی اور یگانگت کا ایسا جذبہ پیدا کر دیتا ہے کہ ممکن نہیں، انسان کے بنائے تفرقے اس پر غالب آ سکیں''۔ (ص ۲۳۹، ۲۴۰)

حوالہ جات

۱۔ ڈاکٹر عبدالحق انصاری: قومی یکجہتی اور اتحاد مذاہب ''ماہنامہ تعارف''، اعظم گڑھ، مجلس دار المصنفین، ج ۱۰۲، ش ۴، اکتوبر ۱۹۶۸ء، ص ۲۶۴۔۲۶۸۔

۲۔ مولانا ابوالکلام آزاد، اُم الکتاب، لاہور، مکتبہ القریش، ص ۱۹۸۔

۳۔ سورۃ البقرہ ۲: ۲۱۳۔

۴۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، کراچی، ادارۃ المعارف، ۱۹۷۷ء۔ ۱: ۵۰۳۔

۵۔ غلام اللہ خان، تفسیر جواہر القرآن، افادات مولانا حسین علی، راولپنڈی، مکتبہ رشیدیہ، ۱: ۱۰۱۔

۶۔ آلوسی، شہاب الدین سید محمود البغدادی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۴۰۵ھ۔ ۲: ۱۰۰۔

۷۔ نسفی، عبداللہ بن احمد بن محمود، مدارک التنزیل وحقائق التاویل، بیروت، دار المعرفۃ، ۲۰۰۰ء، ص ۱۱۰۔

۸۔ طبری، ابی جعفر محمد بن جریر، جامع البیان فی تفسیر القرآن، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۹۲ھ۔ ۲: ۱۹۴۔

۹۔ رازی، فخر الدین محمد بن عمر بن حسین، مفاتیح الغیب الشہیر بالتفسیر الکبیر، بیروت، دار احیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء، ۲: ۱۹۴۔

۱۰۔ القرطبی، ابی عبداللہ محمد بن احمد الانصاری، الجامع لاحکام القرآن، قاہرہ، دار الکتب العربی، ۱۹۶۷ء، ۳: ۳۱۔

۱۱۔ الخازن، علاؤ الدین علی بن محمد بن ابراہیم، لباب التاویل فی معانی التنزیل، مصر، المکتبۃ البکرای، ۱۳۸۱ھ، ۱: ۱۶۸۔

۱۲۔ حیدرآبادی، عبدالماجد، تفسیر ماجدی (اردو)، کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۵۲ء، ص ۸۳

۱۳۔ سورۃ ال عمران،۳: ۱۹۔

۱۴۔ سورۃ الروم،۳۰: ۳۰۔

۱۵۔ امین احسن اصلاحی، تفسیر تدبر قرآن، لاہور، فاران فاؤنڈیشن، ۱۹۹۹ء،۱: ۵۰۳۔

۱۶۔ سید قطب شہید، تفسیر فی ظلال القرآن، (اردو) ملتان، منشورات اسلامی، ۱۹۹۸ء،۱: ۳۲۳، ۳۲۴۔

۱۷۔ ابوالکلام آزاد، اُم الکتاب، ص ۲۰۵۔

۱۸۔ شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغۃ، اکوڑہ خٹک، صدیقیہ کتب خانہ، المبحث السادس،۱: ۸۶، ۸۷۔

۱۹۔ شبیر احمد عثمانی، فوائد القرآن (تفسیر عثمانی)، مدینہ منورہ، ۱۹۸۹ء، ص ۴۶۰۔

۲۰۔ سورۃ المائدہ،۵: ۴۸۔

۲۱۔ ابوالکلام آزاد، اُم الکتاب، ص ۲۰۸، ۲۰۹۔

۲۲۔ سورۃ النحل،۱۶: ۳۶۔

۲۳۔ سورۃ الانبیاء،۲۱: ۲۵۔

۲۴۔ سورۃ الشوریٰ، ۴۲: ۱۳۔

۲۵۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الایمان، باب الصلوٰۃ من الایمان۔

۲۶۔ پانی پتی، قاضی محمد ثناء اللہ المظہری، تفسیر مظہری، دہلی، دائرہ اشاعت العلوم لندوۃ المصنفین، ۸: ۳۱۲۔

۲۷۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل واذکر فی الکتاب مریم۔۔۔۔

۲۸۔ السنن لابی داؤد، کتاب الوتر، باب مایقول الرجل اذا اسلم۔

۲۹۔ ڈاکٹر عبدالحق انصاری، ماہنامہ "تعارف" اکتوبر ۱۹۶۸ء، ص ۲۶۹، ۲۷۰۔

۳۰۔ سورۃ ال عمران،۳: ۶۴۔

۳۱۔ محمد عاشق الٰہی، تفسیر انوار البیان فی کشف اسرار القرآن، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۹۹۷ء، ۲۰: ۷۸۔

۳۲۔ پیر کرم شاہ الازہری، تفسیر ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۵ء،۱: ۲۳۹، ۲۴۰۔

۳۳۔ علامہ شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ، کراچی، دارالاشاعت، ۱۹۸۵ء، ۲۰: ۳۴۔

۳۴۔ الجامع الصحیح للبخاری، باب کیف کان بدؤ الوحی الی رسول اللہ ﷺ۔۔۔۔

۳۵۔ متی،۴: ۱۰۔

۳۶۔ لوقا،۴: ۸۔

۳۷۔ مرقس،۱۲: ۲۹۔

۳۸۔ یوحنا،۱۷: ۳۔

۳۹۔ امین احسن اصلاحی، تفسیر تدبر قرآن ۲: ۱۱۳۔

۴۰۔ سورۃ الشوریٰ ۴۲: ۱۵۔

۴۱۔ علامہ شبلی نعمانی و سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ ۴: ۳۱۸، ۳۱۹۔

۴۲۔ ابوالکلام آزاد، اُم الکتاب، ص ۱۲۶۔

۴۳۔ سورۃ البقرہ ۲: ۱۳۶۔

۴۴۔ ابوالکلام آزاد، ام الکتاب، ص ۲۲۵۔

۴۵۔ سورۃ البقرہ ۲: ۲۸۵۔

۴۶۔ خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، کراچی، کراچی یونیورسٹی، ۱۹۸۱ء ص ۲۲۶، ۲۲۷۔

۴۷۔ سورۃ البقرہ ۲: ۴

۴۸۔ سورۃ البقرہ ۲: ۱۳۶۔

۴۹۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الرد علی الجہمیۃ وغیرھم التوحید، باب مایجوز من التفسیر التوراۃ۔

۵۰۔ شبلی نعمانی و سلیمان ندوی، سیرۃ النبیؐ ۴: ۳۱۵۔

۵۱۔ سورۃ الحج ۲۲: ۴۰۔

۵۲۔ عبدالماجد دریا آبادی، تفسیر ماجدی (اردو) ص ۶۸۶۔

۵۳۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۲: ۷۰۔

۵۴۔ الکاسانی، امام علاؤالدین ابی بکر بن مسعود، کتاب بدائع فی ترتیب الشرائع، کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ ۱۹۹۰ء، کتاب السیر ۷: ۱۱۴۔

۵۵۔ سورۃ الحجرات ۴۹: ۱۳۔

۵۶۔ سورۃ النساء ۴: ۱۔

۵۷۔ سورۃ الروم ۳۰: ۲۲۔

۵۸۔ السنن للترمذی، ابواب التفسیر، باب تفسیر سورۃ الحجرات۔

۵۹۔ محمد بن محمد بن سلیمان الفاسی، جمع الفوائد من جامع الاصول و مجمع الزوائد، کتاب المناسک، باب التکبیر فی ایام التشریق و خطبۃ ﷺ حجہ۔

۶۰۔ الجامع الصحیح للبخاری، کتاب الادب، باب ما ینہی عن التحاسد والتدابر۔

۶۱۔ السنن للترمذی، ابواب البر والصلۃ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس۔

۶۲۔ السنن لابی داؤد، کتاب الادب، باب فی الرحمۃ۔

۶۳۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان، بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح للخطیب التبریزی، کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق۔

۶۴۔ الجامع الصحیح للمسلم کتاب الامارۃ، باب وجوب الوفاء ببیعۃ الخلیفۃ الاول۔۔۔۔

۶۵۔ خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، ص ۵۱۱

۶۶۔ سورۃ الممتحنۃ، ۶۰:۸۔

۶۷۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ۸:۴۰۶۔

۶۸۔ علامہ یوسف القرضاوی، اسلام میں حلال وحرام (اردو)، بمبئی، دار السلفیہ، ۱۹۹۳ء ص ۴۲۲۔

۶۹۔ سورۃ حم السجدۃ، ۴۱:۳۴۔

۷۰۔ عبد الملک بن ہشام، سیرۃ النبی (اردو)، لاہور، ادارہ اسلامیات، ۱۹۹۴ء ۲:۲۷۰۔

۷۱۔ الطحاوی، ابی جعفر احمد بن محمد ابن سلامۃ شرح معانی الاثار، لاہور، مطبع مجتبائی، کتاب الحجۃ فی ان فتح مکۃ کانت عنوۃ ۲:۱۹۳۔

۷۲۔ السنن للنسائی، کتاب القسامۃ، باب تعظیم قتل المعاہد۔

۷۳۔ السنن لابی داؤد، کتاب الخراج، باب فی تعشیر اھل الذمۃ اذا اختلفوا بالتجارۃ۔

۷۴۔ ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، پشاور، مکتبہ فاروقیہ ص ۲۵۹، ۲۶۰۔

۷۵۔ ابو عبید القاسم بن سلام، کتاب الاموال (اردو) اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی ۲:۲۰۴۔۴۰۶۔

۷۶۔ شبلی نعمانی علم الکلام، کراچی، نفیس اکیڈمی، ۱۹۷۹ء ۲:۳۱۷، ۳۱۸۔

۷۷۔ محمد ظفیر الدین، اسلام کا نظام امن، گوجرانوالہ، راجپوت اکیڈمی، ۱۹۸۱ء ص ۴۱، ۴۲۔

۷۸۔ سورۃ البقرہ ۲:۲۵۶۔

۷۹۔ ابن کثیر، حافظ عماد الدین تفسیر القرآن العظیم، لاہور، سہیل اکیڈمی ۱۳۹۲ھ ۱:۳۱۰۔

۸۰۔ سورۃ الغاشیہ ۸۸:۲۱:۲۲۔

۸۱۔ سورۃ یونس، ۱۰:۹۹۔

۸۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات اسلامی ۱۹۹۲ ص ۲۳۶۔

۸۳۔ محمد تقی امینی، اسلام اور جدید دور کے مسائل، کراچی، قدیمی کتب خانہ، ۱۹۸۸ء ص ۲۳۶۔

۸۴۔ عبد الحق انصاری، ماہنامہ معارف، اکتوبر ۱۹۶۸ء ص ۲۸۰، ۲۸۱۔

۸۵۔ ایضاً حوالہ سابق ص ۲۷۷۔۲۷۹۔

۸۶۔ ابن کثیر، حافظ عماد الدین، السیرۃ النبویہ، القاہرہ، مطبع عیسیٰ البابی، ۱۹۶۵ء ۳:۳۲۴۔

۸۷۔ سید حسین احمد مدنی، مکتوبات شیخ الاسلام، گوجرانوالہ، مدنی کتب خانہ، مکتوب نمبر ۶۳ ۱:۱۷۴، ۱۷۵۔

۸۸۔ الصحیح للبخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی ﷺ الدین النصیحۃ۔

”قل یا اهل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم (ال عمران“:64)

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول کی روشنی

صاحبزادہ باز محمد۔ کوئٹہ

ابتداء میں انسانی جمعیت کا یہ حال تھا کہ لوگ قدرتی زندگی بسر کرتے تھے ان میں تو کسی طرح کا باہمی اختلاف تھا نہ کی طرح کی مخاصمت سب کی زندگی ایک ہی طرح کی تھی اور سب اپنی قدرتی یگانگت پر قانع تھے۔

پھر ایسا ہوا، کہ نسل انسانی کی کثرت اور ضروریات معیشت کی وسعت سے طرح طرح کے اختلافات پیدا ہو گئے اور اختلافات نے تفرقہ وانقطاع اور ظلم و فساد کی صورت اختیار کر لی ہر گروہ دوسرے سے نفرت کرنے لگا اور ہر زبردست کے حقوق پامال کرنے لگا جب یہ صورتحال پیدا ہوئی تو ضروری ہوا کہ نوع انسانی کی ہدایات اور عدل و صداقت کے قیام کیلئے وحی الٰہی کی روشنی نمودار ہو اور خدا کے رسولوں کو دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قائم ہو گیا وہ ان تمام رہنماؤں کو جن کے ذریعہ اس ہدایات کا سلسلہ قائم ہوا رسول کے نام سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا کے سچائی کا پیغام پہنچانے والے تھے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اور ابتدا میں تمام انسانوں کا ایک ہی گروہ تھا (الگ الگ گروہوں میں متفرق نہ تھے) پس ایسا ہوا کہ وہ باہم دیگر مختلف ہو گئے اور اگر اس بارے میں تمہارے پروردگار نے پہلے سے ایک فیصلہ نہ کر دیا ہوتا (یعنی یہ کہ انسانوں میں اختلاف ہوگا اور مختلف راہیں اختیار کریں گے) تو جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں ان کا (یہیں دنیا میں) فیصلہ کر دیا جاتا (۱)

نیز ایک دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

کان الناس امة واحدة ط فبعث الله النبین مبشرین و منذرین ،وانزل معهم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیها اختلفوا فیه (۲)

ابتداء میں تمام انسان ایک ہی گروہ تھے (پھر ان میں اختلاف پیدا ہوا) پس اللہ نے (یکے بعد دیگرے) نبیوں کو مبعوث کیا وہ (نیک عملی کے نتائج کی) بشارت دیتے اور (بد عملی کے نتائج سے) متنبہ کرتے، نیز ان کے ساتھ کتاب (یعنی وحی الٰہی سے لکھی جانے والی تعلیم) نازل کی تا کہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرنے لگے تھے ان میں وہ فیصلہ کر دینے والی ہو۔

یہ ہدایت کسی خاص ملک وقوم یا عہد کے لئے مخصوص نہ تھی بلکہ تمام نوع انسانی کے لئے تھی، چنانچہ ہر زمانہ اور ہر ملک لیس یکساں طور پراس کا ظہور ہوا قرآن کہتا ہے دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جہاں نسل انسانی آباد ہوئی ہو اور خدا کا کوئی رسول مبعوث نہ ہوا ہو۔

وان من امة الاخلافیها نذیر (۳)

اور کوئی قوم دنیا کی ایسی نہیں جس میں (بدعملیوں کے نتائج سے) متنبہ کرنے والا (خدا کا کوئی رسول) نہ گزرا ہو

انما انت منذر وکل قوم هادٍ (۴)

(اے پیغمبر) بلاشبہ تم اس کے سوا اور کیا ہو کہ (بدعملیوں کے نتائج سے) متنبہ کرنے والے ہو اور دنیا میں ہر قوم کے لئے ایک ہدایت کرنے والا ہے۔

فطرت الٰہی کی راہ کائنات ہستی کے ہر گوشہ میں ایک ہی ہے تو ایک سے زیادہ ہوسکتی ہے نہ باھم دگر مختلف پس ضروری تھا کہ یہ ہدایت بھی اول سے ایک ہی ہوتی اور ایک ہی طرح پر تمام انسانوں کو مخاطب کرتی چنانچہ قرآن کہتا ہے خدا کے جتنے پیغمبر پیدا ہوئے خواہ وہ کسی زمانے اور کسی گوشے میں ہوئے ہوں سب کی راہ ایک تھی اور سب خدا کے ایک ہی عالمگیر قانون سعادت کی تعلیم دینے والے تھے۔ یہ عالمگیر قانون سعادت کیا ہے؟ ایمان اور عمل صالح کا قانون ہے یعنی ایک پروردگار عالم کی پرستش کرنی اور نیک عملی کی زندگی بسر کرنی اس کے علاوہ اور اس کے خلاف جو کچھ بھی دین کے نام سے کہا جاتا ہے دین حقیقی کی تعلیم نہیں ہے۔

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدو الله واجتنبوا الطاغوت (۵)

اور بلاشبہ ہم نے دنیا کی ہر قوم میں ایک پیغمبر مبعوث کیا (جس کی تعلیم یہ تھی) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے (یعنی سرکش اور شریر قوتوں کے اغوا سے) اجتناب کرو۔

نیز ایک اور جگہ ارشاد ہے۔

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیه انه الا اله الا انا فاعبدون (۶)

اور (اے پیغمبر) ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول دنیا میں نہیں بھیجا مگر اس وحی کے ساتھ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

''تمام انبیاء نے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور تفرقہ واختلاف سے بچنے کی تعلیم دی''

دنیا میں کوئی بانی مذہب بھی ایسا نہیں ہوا ہے جس نے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور تفرقہ واختلاف سے بچنے کی

تعلیم نہ دی ہو سب کی تعلیم یہی تھی کہ خدا کا دین بچھڑے ہوئے انسانوں کو جمع کر دینے کے لئے ہے الگ الگ کر دینے کے لئےنہیں ہے پس ایک پروردگار عالم کی بندگی و نیاز میں سب متحد ہو جاؤ اور تفرقہ ومخاصمت کی جگہ باہمی محبت و یک جہتی کی راہ اختیار نہ کرو۔ خدا کے جتنے بھی رسول پیدا ہوئے سب کی تعلیم یہی تھی، کہ ''الدین'' پر یعنی بنی نوع انسانی کے ایک ہی عالمگیر دین پر قائم رہو اور اس راہ میں ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جاؤ۔

شرع لکم من الدین ماوصیٰ بہ نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا بہ ابراھیم وموسیٰ وعیسیٰ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ (۷)

اور دیکھو اس نے تمہارے لئے دین کی وہی راہ قرار دی ہے جس کی وصیت نوح کو کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا حکم ابراہیمؑ، موسیٰؑ، اور عیسیٰؑ، کو دیا تھا (ان سب کی تعلیم یہی تھی) کہ الدین (یعنی خدا کا ایک ہی دین) قائم رکھو اور اس راہ میں الگ الگ نہ ہو جاؤ۔

''ادیان کا اختلاف''

اگر تمام نوع انسانی کے لئے دین ایک ہے اور تمام بانیان مذاہب نے ایک ہی اصل وقانون کی تعلیم دی ہے تو پھر مذاہب میں اختلاف کیوں ہوا؟ کیوں تمام مذہبوں میں ایک ہی طرح کے احکام، ایک ہی طرح کے اعمال، ایک ہی طرح کے رسوم وظواہر نہ ہوئے؟ کسی مذہب میں عبادت کی ایک خاص شکل اختیار کی گئی ہے کسی میں دوسری کسی مذہب کے ماننے والے ایک طرف منہ کر کے عبادت کرتے کسی مذہب کے ماننے والے دوسری طرف مذاہب کا اختلاف دو طرح کا ہے ایک اختلاف تو وہ ہے جو پیروان مذہب نے مذہب کی حقیقی تعلیم سے منحرف ہو کر پیدا کر لیا ہے یہ اختلاف مذاہب کا اختلاف نہیں ہے پیروان مذہب کی گمراہی کا نتیجہ ہے دوسرا اختلاف وہ ہے جو فی الحقیقت مذاہب کے احکام واعمال میں پایا جاتا ہے مثلاً ایک مذہب میں عبادت کی کوئی خاص شکل اختیار کر لی گئی ہے دوسرے میں کوئی دوسری شکل تو یہ اختلاف اصل درحقیقت کا اختلاف نہیں ہے محض فروع وظواہر کا اختلاف ہے۔ (۸)

شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں۔

اصل دین میں ایک ہے جس پر تمام انبیاء متفق ہیں شرائع اور منہاج میں اختلاف ہے اتفاق کی یہ باتیں ہیں عبادت واستعانت میں اللہ کو ایک سمجھنا تمام ان چیزوں سے اس کی پاکی بیان کرنا جو اس کی شان کے مناسب نہیں اس کے ناموں میں کج روی کو حرام سمجھنا اللہ کا حق بندوں پر یہ جاننا کہ اس کی زیادہ تعظیم کی جائے چہرہ اور دل اس کے سپرد کئے جائیں۔ اللہ کے شعائر کے ذریعے اس سے قرب حاصل کیا جائے یہ عقیدہ رکھا جائے کہ تمام حوادث سے پہلے ان کے لئے اللہ کے علم میں

ایک اندازہ مقرر ہے اللہ کے فرشتے ہیں جو اس کی نافرمانی نہیں کرتے ہیں اللہ اپنے بندوں میں جس پر چاہتا ہے کتاب اتارتا ہے اللہ اپنے بندوں پر اپنی اطاعت فرض کرتا ہے قیامت مرنے کے بعد کی زندگی، جنت دوزخ سب حق ہیں اسی طرح نیکی کی قسموں پر سب نبیوں کا اتفاق ہے یعنی طہارت، صلوٰۃ، زکوٰۃ، روزہ، حج اور نفلی عبادات کے ذریعے قرب حاصل کرنا اسی طرح نکاح کے جائز ہونے زنا کے حرام ہونے مجرموں پر حد قائم کرنے اللہ کے دشمنوں سے جہاد کرنے اللہ کے حکم اور دین کی اشاعت میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنے پر بھی اللہ کے تمام نبیوں نے اتفاق کیا ہے سب باتیں اصل دین ہے جن لوگوں میں قرآن نازل ہوا (یعنی اہل عرب) ان کے نزدیک یہ سب باتیں مسلم تھیں اسی بنا پر قرآن حکیم نے ان کے ثبوت میں زیادہ کاوش سے کام نہیں لیا۔ شرائع ومنہاج جس میں نبیوں کا اختلاف رہا ہے وہ نیکی اور احکام کی شکلیں اور صورتیں ہیں مثلاً موسیٰ کی شریعت میں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم تھا اور شریعت محمدیؐ میں شادی شدہ کے لئے سنگساری اور غیر شادی شدہ کے لئے کوڑے مقرر ہیں موسیٰ کی شریعت میں قتل کے سزا صرف قصاص تھی اور شریعت محمدیؐ میں قصاص دیت (خون بہا) دونوں ہیں اسی طرح عبادت کے اوقات ارکان اور آداب میں بھی اختلاف رہا ہے خلاصہ یہ کہ نیکی کی مختلف قسموں اور نفع مند تدبیروں کو بروئے کار لانے کے لئے جو خاص ہیئت وشکل تیار کی جاتی ہے اس میں نبیوں کا اختلاف رہا ہے اور اسی ہیئت وشکل کا نام شریعت ومنہاج ہے۔ (۹)

۔ تمام انبیاء نے دین حنیف پر قائم رہنے کی تعلیم دی یہاں تک کہ جب نبی آخر الزمان ﷺ مبعوث ہوئے تو آپؐ باقی مذاہب کو بالکلیہ منسوخ نہیں فرمایا بلکہ ان کی اچھی باتوں کو برقرار فرمایا مثلاً خانہ کعبہ کا حج کرنا اور نماز میں اس کا استقبال کرنا غسل جنابت کرنا ختنہ کرانا اور تمام فطری عادات، شہر حرم کا احترام کرنا۔ مسجد حرام کی تعظیم، نسبی اور رضاعی محرمات کو حرام سمجھنا اور عام جانوروں کا ذبح کرنا حلق میں اور اونٹ کا نحر کرنا، ذبح اور نحر کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنا بالخصوص حج کے ایام میں ان تمام احکام کو برقرار فرمایا البتہ جن احکام میں مشرکین نے تحریف سے کام لیا تھا ان کی اصلاح کی۔

''دیگر مذاہب کی تصدیق وتصحیح''

اسی طرح رسول عربیؐ نے یہ کبھی نہیں کہا کہ دنیا کے دیگر مذاہب جھوٹے اور ان کے ماننے والے جہنمی ہیں لامذہبی اور خود پرستی کو چھوڑ کر (جس میں اپنی ہی دستکاری اور اپنے ہی مصنوعات کو اپنا خدا مان لینا شامل ہے) آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دنیا کا ہر مذہب سچا اور خدا کی طرف لے جانے والا ہے۔ (۱۰)

بشرطیکہ اس مذہب کی ابتدائی اصلیت میں غلط رسم ورواج سے حزف واضافے نہ ہو گئے ہوں اور یہ دنیا کا کوئی ملک اور کوئی امت ایسی نہیں جہاں خدا کے پیغمبر نہ آئے ہوں اور سچا مذہب نہ پھیلا چکے ہوں چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہوا ہے کہ

اے محمدؐ ہم نے اپنے بعض پیغمبروں کا تجھ سے تذکرہ کیا ہے اور بعض کا نہیں کیا ہے (۱۱)۔ نیز کوئی امت ایسی نہیں جہاں کوئی خدا سے ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ (۱۲)

۷ھ میں یعنی اپنی وفات سے صرف تین سال قبل آنحضرت ﷺ نے قسطنطنیہ، مصر اور حبش کے عیسائی حکمرانوں کے نام جو تبلیغی خط لکھے اس میں یہ درج نہ تھا کہ عیسائیت جھوٹی ہے اسے ترک کر دو بلکہ خط کے ساتھ قرآن مجید کی یہ خاص طور پر دلچسپ آیت درج تھی۔ یہ خط پیغمبر محمدؐ کا حبشیوں کے سردار نجاشی کے نام ہے سلامتی اس شخص کیلئے ہے جو راہ ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے میں اقرار کرتا ہوں کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اس کے نہ بیوی ہے نہ بچہ اور یہ بھی کہ محمدؐ اسی کا بندہ اور رسول ہے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی دعوت دیتا ہوں کیونکہ میں اسی کا رسول ہوں اسلام لا تو سلامت رہے گا اے اہل کتاب ایک ایسی بات پر آ جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کرے اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں ہی کو رب بنائیں اگر وہ پلٹ جائیں تو کہلوا کہ ہم تو خدا کے فرمانبردار ہیں اگر تو انکار کرے گا تو تیری قوم نصرانیوں کا وبال تجھی پر پڑے گا۔ (۱۳)

یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کا مذہب ہے اور اسی نے سابق میں تم کو مسلمان کے نام سے موسوم کیا تھا۔ (۱۴) اس کا مصداق خاص کر یہودیوں، عیسائیوں اور مشترک عربوں سب کے لئے نقطہ اجتماع تھا اور کسی کو اپنی کوئی عزیز چیز چھوڑنی نہ تھی ملت ابراہیمی سب ہی کی مشترکہ میراث تھی بظاہر یہ اسلام کے اندر لانے کا پہلا قدم تھا۔

ایک اور آیت قرآن مجید میں دو جگہ بہت خفیف لفظی فرق سے دہرائی گئی ہے۔

ان الذین اٰمنوا و الذین ھادوا النصاریٰ و الصابئین من امن باللہ و الیوم الاخر وعمل صالحا فلھم اجر ھم عندربھم و لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ۔ (۱۵)

یعنی جو لوگ ایمان لائے (پیغمبر اسلام پر) اور جو لوگ یہودی ہیں نیز جو عیسائی اور صابی مذہب والے ہیں غرض جو بھی اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک کام کرے تو ایسوں کو ان کا اجر ان کے رب کے پاس ملے گا اور نہ ان پر کوئی خوف کی وجہ ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

صلح کل رواداری اور انتہائی وسعت قلبی کی اس عجیب و غریب تعلیم میں کہیں بھی یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہودی عیسائی اور صابی اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کو ترک کریں بلکہ اپنے اپنے الہامی مذہب ہی کی تجدید کرتے ہوئے چند بنیادی امور پر عمل کریں یعنی خدا اور رسول کو ماننا مرنے کے بعد حساب کتاب کا یقین کرنا اور زندگی بھر نیک کام کرنے یہ اجر ملنے اور خوف سے بچنے کے لئے کافی ہے حقیقت میں یہ ایک طرح سے ایک بنیادی مذہب کرنا تھا اور اسی بنیادی مذہب کو

"قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم (ال عمران":64)

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول کی روشنی

پروفیسر ایم نذیر احمد تشنہ۔بھمبر

تین بڑی حقیقتوں اللہ، کائنات اور انسان میں حقیقت اصلیہ/ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور باقی دو حقیقت وجود یہ ہیں جن کو حقیقت مطلقہ نے وجود بخشا ہے۔انسان جسم اور روح کا مجموعہ ہے۔روح انسانی کا اعتراف ہر مذہب میں موجود ہے۔روح لطیف ہونے کی وجہ سے موضوع اور جسم مادی ہونے کی وجہ سے سائنس دانوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ انسان کائنات میں سب سے بڑی حقیقت ہے اور حقیقت اصلیہ اس کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔

انسان کائنات میں سب سے بڑی حقیقت ہونے کی وجہ سے حقیقت اصلیہ کا سب بڑا محرم راز بھی ہے۔اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے رازوں میں شامل کرنے کیلئے وحی، الہام، وجدان، مشاہدے اور تجربے کی صلاحتیں بھی اس پیکر آب وگل کو ودیعت کردی ہیں۔یہی ذرائع علم انسان کے علم وعرفان کے سرچشمے ہیں۔امام غزالی کے فلسفے کے مطابق انسان کو اللہ نے ایک ساتویں حس عطا کی ہے جسے وحی کی حس کہا جاتا ہے۔مگر یہ حس اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص برگزیدہ ہستیوں کو عطا کی ہے جن کو پیغمبر کہتے ہیں۔چھٹی حس کے بندے الہام سے وجدان تک کے لوازمہ علم سے سرفراز کیے گئے ہیں جبکہ پانچ حسیں خاص وعام کیلئے عام کردی ہیں اور ان دروازوں کے ذریعے ان پر علم کے دروازے کھول دیے ہیں۔عقل بھی رازداں ہونے کی دعویدار ہے۔بقول امام غزالیؒ "فکر وخیال انسان کو حقیقت سے قریب تر کر سکتے ہیں مگر ہم آغوش نہیں کر سکتے"۔۲ ان قوتوں سے انسان کو متصف کرنے کے بعد حضرت انسان کو زمین پر اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔انسان فطرت سلیم پر وجود میں آتا ہے۔

فطرت انسانی کو راہ راست پر رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا اور آفرینش کی ابتدا ہی ایک پیغمبر سے کی اور پھر وقتاً فوقتاً بے شمار پیغمبر بھیجے تاکہ وہ نوع انسانی کو راہ راست کی شہادت دیتے رہیں۔

رسلاً مبشرین و منذین لئلا یکون للناس علی اللہ حجة بعد الرسل و کانا اللہ عزیزا حکیما۳

اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی حجت اپنے اوپر سے اتار کر پیغمبروں پر ڈال دی اور پیغمبر اس اہم ذمہ داری کے منصب پر کھڑے کر دیے گئے۔ ہر دور کے پیغمبروں نے اپنی طرف سے حق کی شہادت ادا کرنے اور لوگوں پر حجت تمام کر دینے کی سرتوڑ کوششیں کیں۔ارشاد خداوندی ہے۔

شرع لکم من الدین ماوصی به نوحاو الذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراھیم و موسی وعیسی ان اقیمو الدین و لا تتفرقو افیه ۔ ۴

حضرت نوحؑ کے بعد الہامی مذاہب میں یہودیت سب سے بڑا مذہب بنا۔ یہودیت حضرت یعقوبؑ کے چوتھے بیٹے یہوداہ سے منسوب ہے وہ اوران سے قبل کے تمام انبیا جس دین کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے وہ اسلام ہی تھا۔ یہودیت کا ڈھانچہ چوتھی صدی قبل مسیح سے بننا شروع ہوااور پانچویں صدی عیسوی تک بنتا رہا۔۵۔ دین حق سے جدا ہونے والا سب سے پہلا مذہب یہودیت تھا۔ یہودیوں نے توریت میں تحویلات ،تصرفات اور تحریفات کے ذریعے شریعت موسوی کو من پسند مذہب میں تبدیل کردیا۔اس کے بعد یہودی غیر یہودیوں کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے کمر بستہ ہوگئے۔ان کا کہنا تھا کہ ہم چوں کہ خدا کے طرف دار ہیں اور ہمارا فریق مقابل خدا کا باغی ہے۔ اس لیے ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اسے جس طریقے سے بھی ممکن ہو زک پہنچائیں ہم پر کوئی پابندی نہیں ہے کہ خدا کے باغیوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں صداقت ،امانت اور وفائے عہد کا لحاظ رکھیں۔ ربی اشماعیل کہتا ہے کہ اگرامی اوراسرائیل کا مقدمہ قاضی کے پاس آئے تو قاضی اگر اسرائیلی قانون کے مطابق اپنے مذہبی بھائی کو جتوا سکتا ہے تو اس کے مطابق جتوائے اور کہے کہ یہ ہمارا قانون ہے اوراگر امیوں کے قانون کے تحت جتوا سکتا ہے تو اس کے تحت جتوائے اور کہے کہ یہ تمہارا قانون ہے اوراگر دونوں قانون ساتھ نہ دیتے ہوں تو پھر حیلے سے بھی وہ اسرائیلی کو کامیاب کرے۔٦

یہودی علمانے موسیٰؑ سے منسوب کرکے اپنے سپہ سالاروں اور سرداروں کو حکم دیا کہ اسیران جنگ میں سے مردوں بچوں اور عورتوں کو جومرد کا منہ دیکھ چکی ہیں قتل کردو لیکن ان لڑکیوں کو جو مرد سے واقف نہیں اپنے لئے زندہ رکھو۔ ۷

یہودی موقع محل کے مطابق ایسے احکامات پیغمبروں کے حوالے سے وضع کرلیتے جوان کے لئے فائدہ مند ہوتے حالاں کہ بنی اسرائیل کے لئے رب العزت کا حکم تھا۔

انه من قتل نفسا بغیر نفس او فساد فی الارض فکا نما قتل الناس جمیعاً ۔ ۸

ہم نے بنی اسرائیل کو حکم دیا جو کوئی مار ڈالے بغیر کسی جان کے بدلے کے یا زمین پر فساد پھیلانے کے بغیر گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کرڈالا۔

حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کی طرف سے اللہ کے آخری نبی تھے۔ان کی بعثت پر یہودیوں نے ان کو نبی ماننے سے انکار کردیا اوران کو مصلوب کرکے ان سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ حالانکہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے نبی اور شریعت موسوی کے پابند تھے۔ عقائد ،احکام اور عبادات میں اپنے آپ کو دوسرے بنی اسرائیل سے قطعاً الگ نہ سمجھتے تھے۔ عیسائیوں کا

یہودیوں سے اختلاف صرف اس امر میں تھا کہ یہ حضرت عیسیٰؑ کو مسیح تسلیم کر کے ان پر ایمان لائے تھے اور یہودی ان کو مسیح ماننے سے انکار کرتے تھے۔ ''پونتس پلاطس نے عید کے دن ایک سزائے موت کے مستحق مجرم کو رہا کرنے کا اعلان کیا تو یہودیوں کی پوری قوم کے مذہبی پیشواؤں نے مسیحؑ کو سزائے موت دینے اور براباڈا کو رہا کرنے کا مطالبہ کیا'' ۹۔ بعد ازاں یہ فاصلے اور دوریاں اتنی بڑھ گئیں کہ یہودیوں نے عیسائیت کا ناطقہ پوری طرح بند کر دیا اور ان کا جینا دوبھر کر دیا۔

سینٹ پال نے رومیوں، یونانیوں، غیر یہودیوں اور غیر اسرائیلیوں میں بھی مذہب کی تبلیغ و اشاعت شروع کر دی اور اس غرض کے لیے ایک نیا دین بنا ڈالا جس کے عقائد، اصول اور احکام اس دین سے مختلف تھے جسے حضرت عیسیٰؑ نے پیش کیا تھا جلد ہی عیسائیت یہودیت کے مقابلے میں ایک بڑا مذہب بن گیا۔ ۷۰ء میں رومی سپاہ سالار ٹیٹس نے یروشلم پر حملہ کیا۔ اس موقع پر قتل عام میں ایک لاکھ ۳۳ ہزار آدمی مارے گئے، ۶۷ ہزار آدمی گرفتار ہو کر غلام بنائے گئے ان غلاموں کو مصری کانوں میں کان کنی، کلوسیموں میں جانوروں سے پھڑوانے یا شمشیر زنوں کے کھیل کا تختہ مشق بننے کے لیے استعمال کیا گیا۔ تمام دراز قد اور حسین لڑکیاں فاتحین کیلئے چن لی گئیں اور یروشلم شہر کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور ہیکل کو مسمار کر کے پیوند خاک کر دیا گیا۔ فلسطین سے یہودی اثر و اقتدار ایسا مٹا کہ دو ہزار برس تک اس کو سر اٹھانے کا موقع نہ ملا۔ ۶۱۰ء میں شہنشاہ فوقاس (PHOCAS) نے یہودیوں کی سرکوبی کی مشن پر انطاکیہ میں اس دور کے معروف افسر بنوسوس (BONOSUS) کو بھیجا جس نے ہزاروں تلوار سے کاٹ کر، دریا میں غرق کر کے، آگ میں جلا کر اور درندوں کے سامنے ڈال کر پوری یہودی آبادی کا خاتمہ کر دیا۔ ۱۰

بعثت محمد ﷺ کے وقت یہودی و نصرانی دو بڑے مذہب تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبیوں میں وہی حیثیت دے کر مبعوث فرمایا جو اجرام فلکی میں سورج کو حاصل ہے۔ **وجعل القمر فیھن نور او جعل الشمس سراجا ۔** اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو انبیاء میں سراج منیر بنایا یعنی آپ نبوت و ہدایت کے آفتاب ہیں جس کے طلوع ہونے کے بعد کسی دوسری روشنی کی ضرورت نہیں، سب روشنیاں اسی نور اعظم میں محو و مدغم ہو گئیں۔ سورج کے وجود اور اس کی ضیا پاشیوں سے کوئی کور چشم اور بد حواس شخص ہی انکار کر سکتا ہے یہود و نصاریٰ نے آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لی۔ حالانکہ **الذین اتینھم الکتب یعر فونہ کما یعرفون ابنا ھم ۔** وہ اہل کتاب آپ ﷺ کو اپنے بیٹوں کی طرح پہچانتے ہیں اور یقیناً بیٹے کو لاکھوں کے مجمع میں بلا علامات و نشانات پہچانا جا سکتا ہے۔ ۱۱

یہود و نصاریٰ میں سے جن نیک طینت اور صالح فطرت اشخاص نے مذہبی تعصب سے آزاد ہو کر آپ ﷺ کو تورات اور انجیل کی تعلیمات کے مطابق پہچاننے کی کوشش کی۔ انہوں نے اللہ کے اس احسان عظیم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔

لقد من الله على المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتب و الحکمة و ان کانو امن قبل لفی ضلل مبین ١٢٥

یہودیت اور نصرانیت دو متضاد نظریات کے ساتھ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے۔ دونوں اپنے آپ کو خدا کے لاڈلے اور چہیتے خیال کرتے تھے اور دوسروں کو راندۂ درگاہ سمجھتے تھے۔ حالانکہ دونوں الہامی دین کو چھوڑ کر اپنے مذاہب پر گامزن تھے اور دوسرے کو نیچے دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ اس کیفیت کو قرآن مجید نے یوں کہا

وقالت الیھود والنصری نحن ابناء اللہ و احباؤہ ۔١٣

دوسرے موقع پر یہودیوں اور عیسائیوں کے متعلق فرمایا کہ وہ ایک دوسرے کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے۔ چنانچہ ان کے متعلق ارشاد ہوا۔

وقالت الیھود لیست النصری علی شی وقالت النصری لیست الیھود علی شئی ۔١۴

اسلام نے آکر بنی نوع انسان اور جنوں کو مخاطب کیا۔ آپ ﷺ سے پہلے انبیا کی نبوت کسی خاص قوم یا ملک کے لیے ہوتی تھی مگر آپ ﷺ کی نبوت قیامت تک کہ تمام انسانوں کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ۔ ١۵

اسلام کی بنیاد وحدت انسانی اور وحدت ادیان پر رکھی گئی ہے۔ اسلام نے بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

یا ایھا الناس اتقو اربکم الذی خلقکم من نفس واحدة منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیر اونساء واتقو اللہ الذی تساء لون بہ والا رحام ۔ ١٦

یعنی اے لوگو اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمہیں نفس واحدہ سے پیدا کیا پھر اس کا جوڑ ا بنایا اور اس سے پھر کئی مرد اور عورت پھیلا دیئے اور اللہ سے ڈرو جس کی ذات کے حوالے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور اپنی قرابت ظاہر کرتے ہو۔

بعثت نبوی ﷺ کے وقت دنیا مختلف نسلی اور گروہی طبقات میں بٹی ہوئی تھی اور عوام کا مقام و مرتبہ حیوانوں سے زیادہ بلند نہ تھا۔ فراعنہ مصر اپنے آپ کو سورج دیوتا کا اوتار کہتے تھے۔ ہندوستان میں سورج بنسی اور چندر بنسی خاندان موجود تھے۔ شاہان ایران جن کا لقب کسریٰ (خسرو) ہوا کرتا تھا۔ ان کا دعویٰ تھا کہ ان کی رگوں میں خدائی خون ہے، اہل ایران انھیں اسی نظر سے دیکھتے تھے۔ چینی اپنے شہنشاہ کو آسمان کا بیٹا تصور کرتے تھے۔ جب کہ عہد جاہلیت کے عربوں کا یہ نظریہ تھا۔ کہ ہم چونکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی اولاد، حرم مکہ کے متولی اور بیت اللہ کے نگہبان ہیں۔ لہٰذا بنی نوع انسان کا کوئی فرد ہمارا ہم مرتبہ نہیں اور نہ کسی کے حقوق ہمارے حقوق کے مساوی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے دین اسلام کو پسند کیا تھا اور پہلے

انسان کو اس دولت سے بذریعہ وحی نوازا تھا۔ دین اسلام کبھی زبانی کبھی صحیفوں اور کبھی کتابوں کی صورت میں پیغمبروں کو ودیعت ہوتا رہا اور آخری یہ سلسلہ قرآن مجید کی صورت میں حضرت محمد ﷺ پر تمام ہوا۔ آپ پر اللہ کے دین کی تکمیل ہوگئی۔ آپ ﷺ کو وہ دین کامل عطا فرمایا گیا جو تمام انسانیت کے لیے کافی ہے، اس لیے کسی دوسرے دین کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا ۔ ۱۷

ہر بین الاقوامی مذہب کو تین اساسیات: توحید، رسالت اور آخرت پر پرکھا جاتا ہے۔ اسلام میں رسالت کی اساس پر غور کیا جائے تو حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی ماننے کے ساتھ سابقہ تمام انبیا کو ماننا ایمانیات کی اہم شرط ہے۔

''ایک یہودی کے لئے حضرت عیسیٰ کے سوا اس کی اور کسی کو پیغمبر ماننا ضروری نہیں۔ ایک عیسائی تمام دوسرے پیغمبروں کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے۔ ایک ہندو تمام دنیا کو ملیچھ، شودر اور چنڈال کہہ کر بھی پکا ہندو رہ سکتا ہے۔ اک زرتشتی تمام عالم کو بحر ظلمات کہہ کر بھی نورانی ہوسکتا ہے اور وہ ابراہیمؑ و موسیٰؑ کو نعوذ باللہ جھوٹا کہہ کر بھی دینداری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ لیکن محمد رسول ﷺ نے یہ ناممکن کر دیا ہے کہ کوئی ان کی پیروی کا دعویٰ کر کے ان سے پہلے کسی پیغمبر کا انکار کر سکے۔ غرض کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت و حقانیت راست بازی اور معصومیت کا اقرار نہ کرے''۔

کتب الٰہی پر ایمان کی بحث میں سید موصوف لکھتے ہیں:

''یہود تورات کے سوا کچھ نہیں مانتے۔ عیسائی توراۃ کے احکام نہیں مانتے لیکن اس کی اخلاقی نصیحتوں کو قبول کرتے ہیں تاہم انجیل سے پہلے کی دوسری زبانوں اور ملکوں کی آسمانی کتابوں کی نسبت مسلمانوں کی طرح ادب اور احتیاط کا پہلو بھی اختیار نہیں کرتے، پارسی اوستا کے باہر خدا کے کلام ہونے کا شبہ بھی نہیں کر سکتے اور برہمن ویدوں کے باہر خدا کے فیضان کا تصور بھی نہیں کرتے، لیکن قرآن پر ایمان لانے والا مجبور ہے کہ صحیفہ ابراہیم، زبور اور انجیل کو خدا کی کتابیں یقین کرے اور دوسری اگلی آسمانی کتابوں کو جن میں آسمانی تعلیمات کی خصوصیتیں پائی جاتی ہیں تکذیب نہ کرے کہ ان کا کتب الٰہی ہونا ممکن ہے۔'' ۱۸

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب ''قرآن مجید'' حضرت محمد ﷺ پر اس اعلان کے ساتھ نازل فرمائی۔

انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحفظون ۔ ۱۹

حفظ قرآن کی بدولت شارع قرآن حضرت محمد ﷺ کا اسوہ حسنہ بھی محفوظ ہوگیا۔ حضرت عائشہؓ سے آپ کے خلق عظیم کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ام المومنین حضرت عائشہؓ نے فرمایا کان خلقه القرآن ۲۰۔ یوں قرآن حکیم کے ساتھ

اسوہ حسنہ بھی تا ابد مامون ہو گیا۔ قرآن اور شارع قرآن کے اللہ جل شانہ کے حفظ وامان میں جانے سے امت محمد ﷺ کو از خود ابدیت حاصل ہو گئی۔ زیر نظر مقالہ میں اسوہ حسنہ اور امت محمدیہ کو دعوت اسلام دینے کے لیے جن بنیادی نکات کو پیش نظر رکھا گیا ان کو اجاگر کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ تاکہ حالات حاضرہ میں میانہ روی، روشن خیالی اعتدال پسندی اور حکمت و موعظت سے دعوت اسلام دی جاسکے۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا
وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی
عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی (حالی)

اس نسخہ کیمیا قرآن مجید نے اعلان فرمایا۔ وما ارسلنک الا رحمۃ اللعالمین۔۲۱۔ عالمین کی رہنمائی کے لیے آپ ﷺ کو افضل اور اکمل انسان بنا کر اور جامع صفات دے کر مبعوث کیا گیا۔ "ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکہ احد سے عبرت حاصل کرو۔ اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درس گاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ۔" ۲۲

مولانا ابوالکلام آزاد نے رحمت عالم، محسن انسانیت ﷺ کے صبر و برداشت، حلم و بردباری اور تحمل و رواداری کے متعلق کیا خوب لکھا ہے "مظلومی میں صبر، معاملے میں راست بازی اور طاقت واختیاری میں عفو و درگزر، برداشت و رواداری، تاریخ انسانیت کے وہ نوادر ہیں جو کسی ایک زندگی کے اندر اس طرح کبھی جمع نہیں ہوئے" ۔۲۳

رحمت، رافت، صداقت، شفقت، عبادت، شجاعت، عدالت، سخاوت، فراست، متانت اور ثبات کے بہترین نمونے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں موجود ہیں، زندگی کے وسیع و عریض میدان کا کوئی کونا ایسا نہیں جہاں حبیب کبریا نے اپنے اسوہ حسنہ کے حسین نقوش نہ چھوڑے ہیں۔ یہ جامعیت یہ ہمہ گیری اسوہ محمد ﷺ کے علاوہ کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والا آدمی اس آب زلال سے اپنی پیاس بجھا سکتا ہے۔۲۴

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری　　آنکہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کے اسوہ حسنہ کو تا ابد انسانوں اور جنوں کے لیے بہترین نمونہ قرار دیتے ہوئے فرمایا۔

لقد كان لكم فی رسول الله اسوة حسنة

''یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے'' (سورۃ احزاب:۲۱)

پیغمبر اسلام نے دنیا بھر کے انسانوں کو اللہ تعالیٰ کا کنبہ قرار دیا۔ ارشاد نبوی ﷺ:

الخلق عیال الله فاحب الخلق الی الله من احسن الی عیاله.

ایک دوسری حدیث میں ''تمام انسانوں کو کنگھی کے دندانوں کی طرح'' کہا۔

آپ ﷺ نے دعوت اسلام کی بنیاد احترام آدمیت اور وحدت انسانیت پر رکھی اور تقویٰ کو انسانیت کا شرف قرار دیا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا ''کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت نہیں، اسی طرح سرخ وسفید رنگ والے کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو سرخ وسفید رنگ والے پر کوئی فوقیت نہیں'' ۲۵

آپ ﷺ کا فرمان ہے الا من ظلم معاهد او انتقمه او کلفه فوق طاقته او اخذ منه شیا بغیر طیب نفسه حجیجه یوم القیامة (ابو دائود)

جس کسی نے کسی غیر مسلم ذمی پر ظلم کیا اس کے حقوق میں کمی کی یا اُس کی طاقت سے زیادہ اس کو تکلیف دی یا اس کی کوئی چیز اس کی دلی رضامندی کے بغیر حاصل کی تو قیامت کے روز میں اس کی طرف سے وکیل بن کر دعویٰ دائر کروں گا۔

حضرت محمد ﷺ کی تبلیغ کے دو بنیادی اصول توحید اور تقویٰ تھے جس سے اقرار رسالت اور فکر آخرت کے دروازے خود بخود وا ہوتے چلے جاتے تھے۔ آپ کی دعوت وارشاد کے کئی انداز تھے۔ لیکن سب میں تقویٰ یعنی ذاتی غرض سے قطع نظر لوجہ اللہ مخلوق کا ٹوٹا ہوا رشتہ خالق حقیقی سے جوڑنے کا جذبہ کارفرما تھا۔ مکہ میں مسلمانوں کا قلبی لگاؤ رومیوں سے تھا کیوں کہ وہ آسمانی مذہب کے پیروکار تھے۔ سورہ روم میں مسلمانوں کے اس قلبی جھکاؤ کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

یومئذ یفرح المومنون

ہم چند سالوں کے بعد روم کو غلبہ دیں گے اور اس دن مومنین خوش ہو جائیں گے۔ ۲۶

ہجرت مدینہ کے بعد میثاق مدینہ میں سب سے اہم فریق یہودی تھے۔ اور ان کے ساتھ مدینے کے دیگر قبائل بھی شریک تھے۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (مرحوم) نے میثاق مدینہ کو دنیا کا سب سے پہلا تحریری دستور قرار دیتے ہیں۔ اس تاریخ ساز معاہدے کی بدولت مذہبی آزادی اور رواداری کے اصول وضع ہوئے نیز جن بنیادوں پر غیر مسلموں سے اتحاد اور تعاون ہو سکتا ہے۔ ان کی نشان دہی ہوئی۔ اس حوالے سے متعدد مغربی منصفین کے مصادر اور مقالہ نگاروں کے حوالے بھی ذکر کیے ہیں۔

''میثاق مدینہ'' میں واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس امر کی صراحت کر دی گئی کہ غیر مسلم یہودیوں کو ان کے دین کی پوری آزادی

ہوگی۔ چنانچہ ایک دفعہ کے الفاظ ہیں "للمسلمین دینهم و للیهود دینهم "یعنی مسلمانوں کے لیے مسلمانوں کا دین اور یہودیوں کے لیے یہودیوں کا دین ہے۔ یعنی مدینے میں جتنے بھی باشندے آباد تھے ان کو دینی، عدالتی اور قانونی آزادی کا اطمینان دلایا گیا تھا۔۲۷

صحیح مسلم اور صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ ایک دن سہیلؓ بن حنیف اور حضرت قیسؓ بن سعدؓ قادسیہ میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے سامنے ایک جنازہ گزارا۔ جسے دیکھ کر یہ دونوں حضرات کھڑے ہو گئے۔ ان سے کہا گیا کہ جنازہ اہل زمین یعنی ذمی کا ہے۔ دونوں صحابہ نے فرمایا کہ اس طرح ایک دن رسول کریم ﷺ کے سامنے سے ایک جنازہ گزرا۔ آپ ﷺ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا "یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے" آپ ﷺ نے فرمایا کہ (تو کیا ہوا) کیا یہ انسان نہیں ہے۔۲۸

ایک غزوہ میں آپ ﷺ کے نوٹس میں آیا کہ چند بچے بھی تہ تیغ ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ اشکبار ہو گئے۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کو آب دیدہ دیکھ کر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! وہ تو مشرکوں کے بچے تھے۔ آپ ﷺ کے چہرے پر کرب کے آثار ظاہر ہوئے فرمایا **کل مولود یولد علی فطرة الاسلام فابوال یهودا نه اوینصر انه اویمجسانه** وہ اپنی معصومیت کی وجہ لیس تم سے بہتر تھے۔ جنگ میں بھی بچوں، عورتوں، اپاہجوں، عبادت گاہوں کے خادموں اور راہبوں کو قتل نہ کرو۔

اس طرح بہت سے عرب بچے یہودیوں کے ہاتھ پڑ گئے تھے۔ مدینہ کے عربوں نے مسلمانوں کے بعد یہ بچے واپس لینے چاہے۔ یہ معاملہ تنازعہ کی شکل اختیار کر گیا اور فیصلے کے لئے حضو ﷺ کے حضور پہنچے۔ حضو ﷺ نے فیصلہ کیا کہ جہاں لڑکوں کی مرضی ہوگی انہیں وہاں رہنے دیا جائے گا۔ کسی پر کوئی زبردستی نہ ہوگی۔ جو لڑکے یہودی رہنا چاہتے تھے۔ انہیں یہودی رہنے کی اجازت دی گئی اور جو مسلمان ہونا چاہتے تھے وہ واپس ہوئے۔۲۹

آپ ﷺ کا ۶ ھ میں قریش مکہ کے ساتھ معاہدہ حدیبیہ ہوا۔ اس میں مسلمانوں پر "اگر کوئی مسلمان مکہ چلا گیا تو اسے واپس نہیں کیا جائے اور اگر کوئی مشرک مدینہ آیا۔ تو سے واپس کرنا ہوگا" کی شرط بڑی گراں تھی۔ تاہم یہی دفعہ فتح مبین بنی۔ آپ ﷺ نے عیسائی قبائل سے کئی معاہدات کیے۔ ان کی حفاظت کی ذمہ داری لی۔ انہیں اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کرنے کی ضمانت دی اور ان کے مذہبی پیشواؤں کے وہ تمام حقوق اور اقتدار کو قائم رکھا جو انہیں اسلام سے سے قبل حاصل تھے۔ اس رواداری کو دیکھتے ہوئے ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ جن عیسائی قبائل نے اسلام قبول کیا انہوں نے برضا ورغبت ایسا کیا ۳۰۔ ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا۔ اس کو بھی آپ ﷺ نے مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کو اجازت دی کہ وہ اپنی عبادت اپنے طریقہ پر مسجد نبوی ہی میں ادا کریں چنانچہ وہ لوگ مسجد نبوی کی ایک جانب اپنی عبادت کرتے اور رسول خدا ﷺ

صحابہ کے ساتھ دوسری جانب نماز پڑھتے۔ جب ان لوگوں نے اپنے دین کے حق میں حضورﷺ سے بحث کی تو آپﷺ نے نہایت توجہ سے ان کی باتیں سنیں اور بڑی نرمی، احترام اور حسن اخلاق سے بحث کا جواب دیا۔ سید امیر مغربی گوبنیوں (GOBNIEAU) کے حوالے سے معاہدہ نجران پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ یہ دستاویز تمام مسلم فرماں رواؤں کے لیے غیر مسلم رعایا کے ساتھ سلوک کے بارے میں ایک ہدایت نامہ رہی ہے اور اگر کسی فرماں رواں نے اس سے انحراف کیا ہے، تو اس کا سبب اس فرماں روا کی شخصی سیرت میں پایا جاتا ہے۔ اسلامی نظام نے فی نفسہ ہمیشہ پوری پوری رواداری کو قائم رکھا ہے۔ عیسائیوں اور یہودیوں سے اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کے بارے میں کبھی مزاحمت نہیں کی اور انہیں کبھی تبدیلی مذہب پر مجبور نہیں کیا گیا۔ ۳۱

اسلام نے رواداری، اعتدال پسندی اور روشن خیالی کی عمدہ مثال پیش کی۔ قرآن مجید نے رواداری کی عمدہ مثال کو یوں بیان کیا ''جولوگ (پیغمبر اسلام) پر ایمان لائے وہ ہوں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی کہلاتے ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں جو بھی اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور نیک کام کیے تو وہ ایمان اور عمل صالح کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائے گا۔ اس کے لیے نہ تو کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ ہو غمناک ہوگا''۔ (۳۲)

صحیح بخاری میں عبداللہ بن مغفلؓ سے روایت ہے کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہﷺ کو دیکھا کہ آپﷺ اونٹنی پر سوار ہیں اور خوش الحانی کے ساتھ ''سورۃ انا فتحنا'' پڑھ رہے ہیں۔ حضرت انسؓ راوی ہیں کہ جب آپﷺ مکے میں فاتحانہ داخل ہوئے تو تمام لوگ آپﷺ کو دیکھ رہے تھے لیکن آپﷺ تواضع کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھے۔ ۳۳

ہندو سیرت نگار سوامی لکشمن پرشاد اس موقع کی مرقع آرائی ان الفاظ میں کرتا ہے۔ ''فتح مکہ کے تاریخ ساز موقع پر پیغمبر اسلامﷺ اور مسلمانوں نے ثابت کر دیا کہ افضل ترین اپنے جانی دشمنوں پر رحم اس وقت ہے جب تمہارے ہاتھوں میں انتقام لینے کی پوری قدرت ہو۔ یہ وہ فقید المثال مظاہرہ اور واقعہ ہے جس کا جواب تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ ۳۴

منشی شیشو پرشاد اسلام کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔

سرزنش کا فر کی اور اسلام ناممکن ہے
ہو دل آزاری سے اس کو کام ناممکن ہے
خون کافر پر نہیں حضور قیام اسلام کا
اس سے مستحکم نہیں ہرگز نظام اسلام کا
حب عالمگیر سے چمکا نام اسلام کا
ورنہ میں کرتا نہ ہرگز احترام اسلام کا

پیغمبر رحمت ﷺ کا سکھ سیرت نگار جی۔ سنگھ دارا ''فتح مکہ'' کے موقع پر رحمۃ للعالمین ﷺ کے رحم و کرم اور پر رسول اللہ ﷺ کی رواداری پر لکھتا ہے ''رسول اللہ ﷺ نے اپنے قتل کے قصد کرنے والوں اپنے نور چشم کے قاتلوں اپنے چچا کے کلیجہ کھانے والوں کو، سب ہی کو معافی دے دی اور قطعی معافی، قتل عام دنیا کی تاریخوں میں اکثر سنتے تھے۔ مگر قاتلوں کی معافی نہ سنی تھی'' (رسول عربی صفحہ ۱۱۸ لاہور، سیرت اکیڈمی)

فتح مکہ کے بعد اسوہ حسنہ میں تالیف قلب کی عمدہ مثالیں ملتی ہیں۔ حضرت اسماء کا بیان ہے کہ ''میری والدہ مکہ سے مدینہ آئیں اور مجھ سے مالی امداد طلب کی۔ میں نے آستانہ نبوت ﷺ میں حاضر ہو کر التماس کی، میری والدہ مکہ سے آئی ہیں اور ایسی حالت میں کہ اسلام سے بیزار ہیں مجھ سے مدد مانگتی ہیں۔ کیا مجھے ان کی مدد کرنی چاہیے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! ہاں ضرور مدد کرو'' اسی طرح ام المومنین حضرت صفیہؓ ایک یہودی سردار حیّ بن اخطب کی صاحبزادی تھیں۔ انہوں نے حضور ﷺ سے اجازت لے کر اپنے ایک یہودی رشتہ دار کے لیے ایک جائیداد وقف کر دی۔ آپ ﷺ نے مقوقس کا ہدیہ قبول فرمایا اور اس کی بھیجی ہوئی ماریہ قبطیہ کو بھی قبول فرمایا جو ام المومنینؓ بنیں۔ ان کے بطن سے آپ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے جو چند مہینے زندہ رہے اور آپ ﷺ کی نصیحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔

''قبطیوں کے خیر خواہ رہو کیونکہ ان میں تمہارے رشتے ہیں۔''

آنحضور ﷺ کا حسن سلوک، عفو و درگزر، رحمت و شفقت اور دیگر اخلاق حمیدہ لوگوں کو دین اسلام کی طرف راغب کرنے کا سب سے بڑا سبب بنے۔ قرآن مجید میں آپ ﷺ کی ان صفات اور اخلاق کریمانہ کا ذکر کچھ اس طرح کیا گیا۔

لقد جآء کم رسول من انفسکم عزیز علیه معنتم حریص علیکم بالمومنین رئوف رحیم ۳۵۔

تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آئے ہیں۔ انہیں تمہاری تکلیف گراں گزراتی ہے۔ ان کو ہر لحظہ تمہاری بھلائی کا خیال ہے اور وہ ایمان والوں پر بہت شفیق و مہربان ہیں۔ ایک دوسری آیت میں آپ ﷺ کی شفقت و نرمی کا ذکر یوں کیا گیا

"فبما رحمة من الله لهم و لاو کنت فظا غلیظ القلب لا نفضوا من حولک ۔۳۶

اللہ کی عنایت سے آپ ﷺ لوگوں کے لئے نرم ہیں اور آپ ﷺ کہیں سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپ ﷺ کے گرد و پیش سے ہٹ جاتے۔ اسوہ حسنہ کے ان چند نقوش کی سیرۃ النبی ﷺ کے اس اقتباس سے یوں وضاحت ہوتی ہے۔

''اس تفصیل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کی اس تعمیل نے دنیا میں امن و امان اور مسلمانوں میں مذہبی رواداری کے پیدا کرنے میں کتنا عظیم الشان حصہ لیا ہے یہی وہ نظریہ تھا جس نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد و شریعت کی سخت پیروی کے باوجود دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل جول کیلئے آمادہ کیا اور مجوسیوں، صابیوں، یہودیوں، عیسائیوں

اور ہندوؤں کے ساتھ مل کر مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی ان میں قوت کو پیدا کیا" ۳۷

امت محمدیہ

قرآن مجید پر پیغمبر ﷺ نے تیئس سالہ زندگی میں عمل کر کے دکھایا اور پھر خلفائے راشدینؓ نے تیس سال میں احکامات خداوندی اور سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہو کر "اہل سنت والجماعت" کی اصطلاح قائم کی۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں ۶۳۷ء میں بیت المقدس فتح ہوا۔ عیسائیوں نے درخواست کی کہ آپؓ خود یروشلم تشریف لائیں اور اپنے ہاتھ سے امان لکھ کر دیں۔ آپؓ اہل یروشلم کی درخواست قبول کرتے ہوئے اس حالت میں یروشلم پہنچے کہ اونٹ پر غلام سوار تھا اور آپ مہار پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس والوں کو یوں امان دی۔ "یہ امان جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور ان کے تمام اہل مذہب کے لیے ہے۔ نہ ان کے گرجا میں سکونت اختیار کی جائے گی۔ نہ وہ منہدم کیے جائیں گے نہ ان کے احاطہ کو نقصان پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔ مذہب کے معاملے میں ان پر جبر نہ کیا جائے گا۔ نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا"

امام یوسف کتاب الخراج میں لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جتنے ممالک فتح ہوئے ان میں کوئی معبد نہیں توڑا گیا۔ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ نہ مسمار کیا گیا اور نہ ہی ان سے کسی قسم کا تعرض کیا گیا۔ بدائع الصنائع کے مصنف امام کاسانی اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ کہ قدیم عبادت گاہوں کو مسمار کرنا بہر حال ناجائز ہے حضرت عمرؓ نے اہل جرمان سے بھی ایسا ہی معاہدہ کیا اور ناداروں، بے کسوں اور معذور ذمیوں کی بیت المال سے کفالت کی۔ اس حقیقت حال کو مولانا وحید الدین خان یوں بیان کرتے ہیں "حقیقت یہ ہے کہ دشمن انسان کے اندر بھی دوست انسان موجود ہوتا ہے"۔ مگر اس دوست انسان کو وہی لوگ پاتے ہیں جو دوستی اور دشمنی سے اوپر اٹھ کر انسانوں سے معاملہ کرنا جانتے ہیں۔ ۳۸۔

صحابہ کرامؓ نے بھی ہمیشہ آنحضور ﷺ کے اسوہ حسنہ کو نمونہ بناتے ہوئے غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک اور رواداری کا معاملہ فرمایا۔ حضرت عمر فاروقؓ جن کے رعب و دبدبہ سے دنیا خوف کھاتی تھی۔ جب انہوں نے اپنے غلام کے سامنے دین اسلام کی دعوت کو رکھا۔ تو غلام نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ شبلی نعمانی نے الفاروق میں اس واقعے کو کچھ اس طرح بیان کیا ہے "حضرت عمر فاروقؓ دین کی اشاعت کی اگرچہ نہایت کوشش کرتے تھے اور منصب خلافت کے لحاظ سے ان کا یہ فرض تھا لیکن وہیں تک جہاں تک وعظ و پند کے ذریعے سے ممکن تھا ورنہ یہ خیال وہ ہمیشہ ظاہر کر دیا کرتے تھے کہ مذہب کے قبول کرنے پر کوئی شخص مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ استق ان کا ایک عیسائی غلام تھا۔ اس کو ہمیشہ مذہب اسلام کے قبول کرنے کی ترغیب دلاتے تھے۔ لیکن جب اس نے انکار کیا۔ تو فرمایا "لا اکراہ فی الدین" ۳۹ یعنی مذہب میں زبردستی نہیں۔ مفتی محمد شفیع

اپنی تفسیر معارف القرآن جلد اول میں تحریر کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے جواب میں اس نے کہا کہ انا عجوز کبیرۃ والموت الی قریب یعنی میں ایک قریب مرگ بڑھیا ہوں۔ آخری وقت میں اپنا مذہب کیوں چھوڑوں حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس کو ایمان پر مجبور نہیں کیا بلکہ یہی آیت تلاوت فرمائی لا اکرہ فی الدین یعنی دین میں زبردستی نہیں ہے۔[۴۰]

عراق کے مشہور اسکالر ڈاکٹر عبد الکریم زیدان نے اسلامی مملکت میں ''ذمیوں'' اسلامی ریاست کے غیر مسلم باشندوں کے احکام پر اے مبسوط کتاب لکھی، جس میں عہد بعہد کے فقہی ارتقا کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے کہ غیر مسلموں کا پرسنل لا مسلمانوں کے ہر دور میں محفوظ رہا ہے، موصوف لکھتے ہیں ''لا نعرض لکہ فی عقائدھم فحریۃ العقیدۃ حق مضمون للذمی'' [۱۴۱] ان کے مذہبی معاملات اور عقائد میں مداخلت نہیں کریں گے اس لیے کہ مذہبی آزادی اہل ذمہ کا وہ حق ہے۔ جس کی تعلیمات نبوی ﷺ میں یقینی ضمانت فراہم کی گئی ہے۔

اسلام نے انسانوں کا سلسلہ حضرت آدمؑ سے قائم کر کے اور انہیں ''الخلوق لیال اللہ'' قرار دے کر حق انسانیت اور احترام آدمیت کو تسلیم کیا ہے۔ مسلم فلاسفر انسان = جسم + روح کی مساوات قائم کر کے جسم کو اولیت اور روح ؛ ذہن یعنی فکر انسانی کو جسم سے متعلق خیال کرتے ہیں۔ یوں جسم سے متعلق ''احترام آدمیت'' اور روح و ذہن سے متعلق ''احترام مسلم'' دونوں کو اہم خیال کرتے ہیں۔ ان دونوں حیثیتوں میں دوئی اس وقت پیدا ہوئی۔ جب گیارہویں صدی عیسوی کے ربع آخر میں عیسائی یورپ اور مسلم ایشیا کے درمیان محاذ آرائی کا ایسا سلسلہ شروع ہوا جو صلیبی جنگوں کے نام سے سو سال تک جاری رہا۔ شاہان یورپ کی نظروں میں پوپ کا رتبہ کم ہو گیا تھا۔ اس وقت اربن ثانی عیسائیوں کا پوپ تھا۔ اربن نے اپنی گرتی ہوئی ساکھ کو بچانے کے لیے مسلمانوں کے خلاف مذہبی جہاد کا اعلان کر دیا'' اس نے مسیحیوں کو یہ مژدہ سنایا کہ اگر وہ اس مقدس جنگ میں شامل ہوں گے تو ان کے تمام گناہ دھل جائیں گے۔ مر گئے تو جنت میں داخل ہوں گے۔ اور اگر زندہ رہے تو مشرقی ممالک کی دولت، حسن اور وسائل ان کے قبضہ و اختیار میں ہوں گے۔ چنانچہ مجرم اور گنہگار اپنے جرموں کا کفارہ ادا کرنے کے لیے اور گناہوں سے سبکدوش ہونے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ صلیبی جنگوں (CRUSADE WAS) کا سلسلہ ۱۰۹۷ء سے شروع ہو کر ۱۳۲۰ء تک جاری رہا اس میں فریقین کے لاکھوں آدمی لقمہ اجل بنے''۔

سلطان صلاح الدین ایوبی سے بیت المقدس حاصل کرنے کے لئے ۱۱۹۰ء میں شاہ انگلستان رچرڈ اور شہنشاہ جرمنی فیڈرک اور بروسیا یروشلم پر حملہ آور ہوئے'' اس لڑائی میں شاہ جرمنی اور شاہ انگلستان دونوں بیمار ہوئے۔ سلطان کو ان کی بیماری کا علم ہوا تو تازہ پھل، مفرح مشروبات اور اپنا معالج روانہ کیا۔ سلطان کے حسن سلوک سے متاثر ہو کر شاہ انگلستان رچرڈ نے صلح کی

درخواست کی اور تیسری صلیبی جنگ کے بعد عیسائیوں کو بیت القدس کی زیارت کی اجازت اور مسلمانوں کا بیت المقدس پر قبضے کا مشترکہ اعلان جاری کیا گیا۔ انگریز ۱۶۰۰ء میں تاجر بن کر ہندوستان آیا اور ۱۸۵۷ء میں پورے ہندوستان پر ہاتھ صاف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس کی مذہبی انتہاپسندی کا پادری ایڈمنڈ کا گشتی مراسلہ منہ بولتا ثبوت ہے۔ ''گورنر جنرل کی قیام گاہ سے ایک مراسلہ کمپنی کے تمام ملازمین کے نام جاری ہوا جس میں کہا گیا کہ ہندوستان میں عیسائیت ہی امن برقرار رکھ سکتی ہے''۔

ہندوستان میں ہندومت کے پیرو ہندو تعصب، تنگ نظری اور انتہاپسندی میں اپنا جواب آپ ہیں۔ ''سوامی دیانند کے مطابق دھرم کے مخالفوں کو زندہ آگ میں جلا دو، دشمن کے کھیتوں کو اجاڑ دو اور لوگوں کو بھوکا مار کر ہلاک کر دو۔ جس طرح بلی چوہے کو تڑپا تڑپا کر مارتی ہے۔ اس طرح دشمن کو تڑپا تڑپا کر ہلاک کرو''۔ اگر تم ایک گائے کی خاطر کراچی سے لے کر مکہ تک تمام مسلمانوں کو ختم کر دو تو بھی تھوڑا ہے۔ ہندو دھرم میں جانوروں کا گوشت منع ہے لیکن مسلمانوں کا خون پینا جائز ہے، کسی ہندو کو اس کے پینے سے پس و پیش نہیں کرنا چاہیے۔ دورِ حاضر میں ہندوؤں نے مذہبی بنیاد پر تاریخی سکھ گولڈ ٹمپل کو روند ڈالا اور تاریخی عمارت بابری مسجد کو شہید کر کے رام مندر کی تعمیر سے مذہبی انتہاپسندی کا منہ بولتا ثبوت فراہم کر دیا ہے۔ (۴۳)

پہلی جنگ عظیم (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۹ء) میں اتحادیوں نے احترام انسانیت کی دھجیاں بکھیر دیں اور تہذیب کے علم برداروں کے ہاتھوں آدمیت کی قبا چاک ہو گئی۔ اتحادیوں نے دنیائے عرب کو پارہ پارہ کر کے ترکی کو خلافت ختم کرنے پر مجبور کر دیا۔ علامہ شبلی نعمانی کا انتقال ۱۹۱۴ء میں ہوا اور یہ پہلی جنگ عظیم کا پہلا ہی سال تھا آپ نے ایک نظم اس پس منظر میں لکھی۔

کہاں تک لو گے ہم سے انتقام فتح ایوبی
دکھاؤ گے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک

دوسری جنگ عظیم (۱۹۳۹ء۔۱۹۴۵ء) کے نتیجے میں فلسطین میں اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار ہوئی۔ اسرائیلیوں نے فلسطینیوں کو ظلم و استبداد کے پنجے میں دبوچ کر نازیوں کی تاریخ کو دہرا دیا۔ انہوں نے ''اندروں اندر کھائی جا اتوں شور مچائی جا'' کے مصداق مظلومی ہے ڈھونگ رچایا کہ مسلمانوں کو دہشت گرد، انتہاپسند اور غیر مہذب ثابت کرنے کے لیے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اس سے دوریاں بڑھتی چلی گئیں اور وہ بندگان خدا جو مسلمان نہیں ہیں وہ ہم سے دور ہوتے چلے گئے، یوں یہ کہا جانے لگا کہ مسلمان ''احترام مسلم'' تو کرتے ہیں مگر ''احترام آدمیت'' سے دامن بچاتے ہیں۔ ''ہماری پچھلی غلطیوں اور آج کی بے تدبیریوں کا نتیجہ ہے کہ خدا کے بندوں کا ایک بہت بڑا حصہ ہم سے دور ہو گیا ہے۔ اور مشکل ہی سے کبھی ہم یہ موقع پاتے ہیں کہ ان کو اپنے پاس بلا کر یا خود ان کے قریب جا کر وہ پیغام ان کو سنائیں جو ان کے اور ہمارے خدا نے ہم سب کی رہنمائی کے لیے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے بھیجا ہے''۔ ۴۶

اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن اور تحفظ رسالت احمد علیہ ﷺ کے طفیل امت محمد یہ کو دائمیت وابدیت اور بزرگی و برتری دی۔
بشر المومنین بان لهم من الله فضلاً كبيرا. ۴۷ ''مسلمان'' کے نام سے ایک مستقبل امت بنانے کی واحد غرض قرآن میں جو بیان کی گئی ہے، وہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شہادت حق کی جو حجت بنی نوع انسان پر پیغمبروں کے ذریعے شہادت حق کی حجت پوری کی ہے۔ وہ امت وسط کے ذریعے پوری کریں۔ و كذالك جعلنا كور جعلنا كم امة وسطالتكونوا شهداء على الناس و يكون الرسول عليكم شهيدا. ۴۹
حافظ ابن کثیر نے امت وسط کو امت العدل قرار دیا اور کہا ہے کہ الوسط العدل۔ پھر کہتے ہیں جب امت مسلمہ کو امت وسط کہا گیا ہے تو اسے بہترین شریعت سے بھی نوازا گیا ہے۔
ولما جعل الله هذا الامة وسطابه با كمل اشرائع، وقوام الماهج واوضع المذاهب. ۵۰
مولانا مودودیؒ نے امت وسط کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے ''امت وسط'' کا لفظ اس قدر معنویت اپنے اندر رکھتا ہے کہ کسی دوسرے لفظ سے اس ترجمے کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس سے مراد ایک ایسا اعلیٰ اور اشرف گروہ ہے، جو عدل و انصاف اور توسط کی روش پر قائم ہو۔ جو دنیا کی قوموں کی درمیان صدر کی حیثیت رکھتا ہو۔ جس کا تعلق سب کے ساتھ یکساں حق اور راستی کا تعلق ہو اور ناحق، ناروا تعلق کسی سے نہ ہو۔ ۵۱
مولانا اصلاحی نے امت وسط کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: یہ امت امت وسط ہے یعنی یہ اس صراط مستقیم پر قائم ہے جو دین حق کی اصل خدائی شاہراہ ہے۔ اس کی ملت، ملت ابراہیم اور اس کا قبلہ قبلہ ابراہیمی بیت الحرام ہے۔ ۵۲
مولانا اصلاحی صاحب امت وسط کی لفظی و معنوی تفسیر میں مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ جس طرح ہم نے قبلہ کے معاملے میں یہود و النصاریٰ کے پیدا کردہ پیچ وخم اور مشرق و مغرب کے چکر سے تمہیں نکال کر صراط مستقیم کی طرف تمہاری رہنمائی کی اس طرح ہم نے یہودیت اور نصرانیت کی پگڈنڈیوں سے بچا کر بیچ شاہراہ پر قائم رہنے والی امت بنایا تاکہ رسول ﷺ تم پر اللہ کے دین کی گواہی دیں اور خلق خدا پر اللہ کے دین کی گواہی دو۔ وسط لفظ ولد کی طرح مذکور مونث، واحد اور جمع سب کیلئے آتا ہے۔ اس کے معنی ہیں وہ شے جو دو طرفوں سے درمیان بالکل وسط میں ہو۔ یہیں سے اس کے اندر بہتر ہونے کا مفہوم پیدا ہو گیا اس لیے جو شے دو کناروں کے درمیان ہو گی وہ نقطہ توسط اعتدال پر ہو گی اور یہ اس کیلئے بہتر ہونے کی فطری دلیل ہے۔ امت مسلمہ کو امت وسط کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ امت ٹھیک دین کی اس بیچ شاہراہ پر قائم ہے جو اللہ تعالیٰ نے خلق کی رہنمائی کیلئے اپنے نبیوں اور رسولوں کے ذریعہ سے کھولی ہے اور جو ہدایت کی اصلی شاہراہ ہے۔ یہود و نصاریٰ اللہ کے نبیوں میں تفریق کر کے اس شاہراہ سے ہٹ گئے اور انہوں نے یہود و نصرانیت کی پگڈنڈیاں نکال لیں۔ اسی طرح ہ قبل سے منحرف

ہوکر مشرق و مغرب کے جھگڑوں میں پڑ گئے لیکن یہ امت کج پیچ کی راہوں میں بھٹکنے کے بجائے دین کی اصلی راہ پر قائم ہے۔ اس کا کلمہ تفریق کے بجائے وحدت کا کلمہ ہے جس کا حوالہ اوپر کے الفاظ میں گزر چکا ہے۔(۵۳)

جہاں تک امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کا تعلق ہے تو یہ آیت کے اگلے حصہ میں بیان کر دی گئی ہیں۔

لتکونوا الشھداء علی الناس

کہ تمہارا کام لوگوں کے سامنے شہادت حق کا فریضہ سرانجام دینا ہے۔ایک اور مقام پر قرآن نے تو مرون بالمعروف وتنھون عن المنکر کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ان دونوں الفاظ کی تراکیب و معنویت بیان کرتے ہوئے مولانا صدرالدین اشاد فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے دین کو قائم رکھنا، ساری دنیا کے لیے حق کا شاہد اور نگران بننا، معروف کا حکم دینا اور منکر سے روکنا اور خیر کامل کی طرف لوگوں کو بلاتے رہنا اس کی منصبی ذمہ داری تھی۔یہی اس کے وجود کی کل غایت تھی اور یہی اس کی اصل حیثیت تھی۔اس نے ایک وقت تک اس ذمہ داری کو اس طرح نبھایا کہ ہر فرد کی آنکھوں نے دیکھ لیا کہ اس ملت کی غایت وجود اور اس کی اصل حیثیت یہ ہے۔۵۴

مولانا نعیم صدیقی اس امت کی ذمہ داری و معنویت کو ایک اور حوالے سے دیکھتے ہیں۔ہم ایک نظریاتی قوم یا ملت تھے ،جو ایک وسیع تمدنی تحریک کو لے کے اٹھی تھی اور ایک خاص نظام حیات کی علم برداری ہی کیلئے اسے وجود میں لایا گیا تھا۔۵۵

ڈاکٹر غلام مرتضٰی ملکؒ اسلام کے ہر شعبے میں توسط و اعتدال محسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

آپ دیکھئے کہ اسلام کا راستہ ان دونوں انتہاؤں کے درمیان بالکل اعتدال کا راستہ ہے۔اسلام نے روزہ فرض قرار دے دیا۔ہر شخص کیلئے ضروری قرار پایا ایک ماہ تک ایسی مشق کرائی جاتی ہے۔کہ عیش و آرام کی بہترین صورتیں یعنی کھانا پینا سونا اور جنسی لذت حاصل کرنا تینوں میں شدید کمی پیدا کر دی۔مگر اس کے ساتھ ساتھ ہر شخص کیلئے ضروری قرار دیا کہ والدین، اہل و عیال، ہمسائیوں اور دیگر تمام لوگوں کے حقوق اسی بھری دنیا کے اندر ادا کرے یعنی دنیا داری اور روحانیت دونوں میں انتہائی حسین اعتدال کی صورت پیدا فرما دی۔(۵۶) ڈاکٹر یوسف القرضاوی مختصر ترین جملے میں امت مسلمہ کا امتیازی وصف اور اس کی ذمہ داری یوں بیان کرتے ہیں۔پس امت مسلمہ وہ انصاف پسند اور اعتدال پسند امت ہے جسے صراط مستقیم سے دائیں بائیں ہٹی گمراہی اور ضلالت کے خلاف دنیا اور آخرت میں گواہ بنا کر کھڑا کیا گیا ہے۔۵۷۔امت وسط کیلئے طریقہ شہادت اور مضمون شہادت دو اہم موضوعات مقالے کے حاصل ہیں جن کو نہایت اختصار کے ساتھ ورطہ تحریر میں لایا جاتا ہے۔

طریقہ شہادت: شہادت دو طرح کی ہوتی ہے: قولی شہادت، عملی شہادت

حکمت دعوت وتبلیغ کے لیے منہاج نبوت اس آیت سے بخوبی ملتا ہے۔

ادع الی سبیل ربک بالحکمة و الموعظة الحسنة و جادلھم بالتی ھی احسن ۵۸

سید سلیمان ندویؒ کے بقول تبلیغ ودعوت کے یہ تینوں اصول وہی ہیں جو منطقی استدلال میں عموماً کام میں لائے جاتے ہیں۔قرآن پاک نے پہلے طریق کو حکمت ،دوسرے کو موعظت حسنہ اور تیسرے کو جدال سے تعبیر کیا اور استدلال کے یہی وہ طریقے ہیں جن سے ایک شخص دوسرے کے سامنے اپنے مدعا کو ثابت کرتا ہے۔۵۹ دعوت کامل کو کامل بنانے کیلئے لازم ہے کہ

کلموا الناس علی قدر عقولھم اتریدونان یکذبو الله ورسوله .

لوگوں سے ان کی ذہنی سطح اور عقلی استعداد کے مطابق گفتگو کرو، کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری گفتگو ان کے اذہان اور عقول سے بالاتر ہو اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلانے لگیں۔

جہاد وقتال کے اقدامات کرنے کا حق اسلامی حکومت کو ہے۔انفرادی اور گروہی کارروائیوں سے فتنے سر اٹھاتے ہیں اور فتنہ وفساد سے بچنا مشکل ہو جاتا ہے۔یہی وجہ کہ بعض علما اسے بھی ایک مستند جماعت یا حکومت کا فرض قرار دیتے ہیں۔

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر. اس کا حکم کا تعلق ارباب سے ہے۔اہل ایمان کے لیے ان کے پروردگار نے یہ بات لازم ٹھہرائی ہے کہ انہیں اگر کسی سرزمین میں سیاسی خود مختاری حاصل ہو جائے تو وہ اپنے اندر سے ایک گروہ کو اس کام پر مقرر کریں کہ وہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائے ،برائی سے روکے اور بھلائی کا حکم دے۔۶۰

مفسر قرآن مفتی احمد یار بدایونی اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

کچھ خاص لوگ اہل شعور اور حق کے متلاشی ہوتے ہیں ان کو حکمت و دلائل یقینیہ کی روشنی میں دعوت دینا ہی مفید ہے۔اور اکثرت عوام کی ہوتی ہے۔ان دونوں قسموں کے لوگوں کو خود بلانا پڑتا ہے اس لیے ان دونوں گروہوں کے لیے فرمایا۔ادع۔ان کو دعوت دیجئے اور ان کے پاس جایئے۔کچھ ضدی طبیعت بد دماغ ،متکبر عادت اور سخت قسم کے منکر اور ہر حال میں خود کو سچا سمجھنے والے اور ہر داؤ پیچ ، چرب زبانی۔حیلہ بازی جھوٹ و پیچ دجل وفریب سے اپنی برتری چاہنے والے ہوتے ہیں۔ان کے سامنے اگر ذرا بھی علمی نرمی دکھائی جائے یا ان کے پاس خاطر میں کچھ عزت رکھی جائے تو ان کا غرور تکبر، سرکشی خودنمائی اور بڑھ جاتی ہے۔ایسے لوگوں کو بلانا نہیں پڑتا بلکہ اپنی حماقت سے حق کے مقابل مناظرے ومجادلے کے لیے خود آجاتے ہیں ان کے لیے فرمایا گیا وجادلھم.

تاہم مجادلہ میں بھی تقویٰ شائستگی ، رواداری، اعتدال پسندی ،میانہ روی اور خدا خوفی کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔یہ ذہن میں رہے کہ دعوت وتبلیغ لوجہ اللہ دی جارہی ہے۔"لا اکراہ فی الدین" اور "وماانت علیھم بوکیل"

کو پیش نظر رکھتے ہوئے فضا کے مکدر ہونے اور فتنہ و فساد برپا ہونے سے قبل ہی "لکم دینکم ولی دین" اور قالو اسلام" کہہ کر مجادلے کی بساط احسن طریقے سے سمیٹ دینی چاہیے۔

دعوت کی بنیادیں

شہادت حق مسلمان کا اہم فریضہ ہے۔ دعوت میں انسانی بھائیوں اور تبلیغ میں دینی بھائیوں کو احترام انسانیت اور احترام مسلم کے ساتھ اللہ کی طرف بلایا جائے۔ سیاست دعوت و تبلیغ کے باب میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی آیات میں مختلف انداز میں متنوع موضوعات واضح کیے ہیں۔ مقالے کی معین آیت

قل یا ھل الکتب تعالو الی کلمة سواء م بیننا و بینکم الا نعبد الا اللّٰہ ولا نشرک به شیاء ولا یتخذ بعضنا اربابا من دون اللّٰہ فان تولوا فقولو اشھدو ابانا مسلمون. آل عمران ۶۴ء.

آیت متذکرہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک تمام امتوں کا مشترکہ کلمہ "لا الہ الا اللہ" مراد ہے۔

توحید

توحید اسلام کا سب سے بڑا، سب سے وزنی اور سب سے اہم جزو توحیت باری تعالیٰ رہا ہے یعنی اللہ ہی واحد معبود وسجود، خالق و مالک، آقا و رب اور پروردگار ہے۔ آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا وہی ہے اور سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔ "یسبح له مافی السمٰوات و ما فی الارض الملک القدوس العزیز الحکیم" الجمعة:

ہماری دعوت ان تمام بندگان خدا سے ہے جو مسلمان نہیں ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے لیے ہمارے پاس ایک پیغام ہے۔ "و ان اللّٰہ ربی و ربکم فاعبد و ▪ ھذا صراط مستقیم." مریم:۳۶

خالق و مالک وہی ہے۔ وہ واحد لاشریک ہے۔ اس کی کسی صفت میں کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ وہ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی رہے گا۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور وہ ہمیشہ رہے گا۔ نہ اس سے پہلے کوئی تھا اور وہی ہمیشہ رہے گا۔ اس کی واحدنیت کامل واکمل ہے۔ انما اللّٰہ اله واحد سبحنه ان یکون له ولدله مافی السموت وما فی الارض. النساء:۱۷۱

سابقہ امتوں کا "لا اله الا اللّٰہ" ہی کلمہ رہا ہے۔ ہر پیغمبر نے اس کلمے کی دعوت دی ہے۔ ہر پیغمبر نے اس کلمے کی دعوت دی ہے وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیه انه لا اله الا ان فاعبدون. انبیاء: وہ بلند و بالا ہے اور بے مثل ولا زوال ہے۔ وہ حاجت روا اور خود مختار ہے، وہ علیم ہے، خبیر ہے، حکیم ہے، علیم ہے، رزاق ہے، رحمٰن ہے، اس کی ہر صفت آفاق گیر ہے اور ہر صفت اپنی پوری مخلوقات کے لیے کفیل ہے۔ واعبدو اللہ ولا تشر کو ابه شیاً. نسا:۵

اللہ کی طرف سے ایک ہی دین بندگی (اسلام) انسانوں کو مختلف ادوار میں انبیا کی معرفت دیا جاتا رہا ہے اور ہر دور

میں اللہ کے نبی ایک ہی بات خدا کے بندوں سے کہتے رہے ہیں کہ خدا کے بندو خدا کی بندگی کرو۔اور خدا کی بندگی ہی بندوں کا حقیقی دین اور نظام زندگی ہے۔ توحید خالص سے ہی رسالت کی شناخت ہوتی ہے۔درحقیقت رسالت ہی حقیقت اصلیہ کی شناخت کا ذریعہ ہے۔اگر انسانی بھائیوں نے توحید خالص کو سمجھ لیا تو عیسیٰ ابن اللہ'' اور ''عزیز ابن اللہ'' جو عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات نہیں ہیں وہ یقیناً ''سراجاً منیرا'' کی تلاش کریں گے۔سید اسعد گیلانی دعوت کی تین اصولی بنیادیں توحید، رسالت اور آخرت قرار دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے نورحق اور راہ ہدایت اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے ذریعے بنی نوع انسان پر واضح کی۔ شہادت حق کی یہ حجت نبیوں اور رسولوں کے ذریعے قائم ہوتے ہوئے یہ منصب رسالت حضرت محمد ﷺ تک پہنچا۔آپ ﷺ نے منصب رسالت اور شہادت حق کما حقہ بنی نوع انسان تک پہنچانے کے بعد وصال فرمایا اور شہادت حق کا فریضہ اپنی امت کو سونپا۔اب امت مسلمہ کو شہادت حق کی امانت قیامت تک آنے والے لوگوں تک پہنچانی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ومن اظلم ممن کتم شہادۃ عندہ من اللّٰہ. شہادت حق کے لیے مصطفیٰ جان رحمت اور شمع بزم ہدایت سے عشق ومحبت کیے بغیر عہدہ برآ ہونے کا سلیقہ اور جذبہ نہیں آتا۔

دور بیٹھا غبار میرؔ اس سے
عشق بن یہ ادب نہیں آتا

اللہ تعالیٰ نے شہادت حق کا منصب نبی اقدس ﷺ اور آپ کی نسبت سے امت محمدیہ کو اس لیے تفویض کیا کہ

"ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ"[63]۔

مراجع ومصادر

۱) حقیقت اصلیہ یا حقیقت مطلقہ ایسے وجود کو کہتے ہیں جو از خود قائم ہو اور باقی تمام موجودات اپنے وجود کے لیے اس کے محتاج ہوں۔

۲) خالد یار خان، پروفیسر، فکر و خیال کی تعلیمی اہمیت ص ۱۰۔فکر و خیال جلد اول شمارہ ۵۔۶ تعلیمی بورڈ کراچی۔ جولائی، اگست ۱۹۶۳ء

۳) النساء۔۱۶۵

۴) الشوریٰ۔۱۳
نگاہ عشق مستی میں وہی اول وہی آخر وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ (اقبال)

۵) مولانا ابو اعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن ص ۴۹۰ جلد پنجم

۶) تفہیم القرآن ص ۲۶۶ جلد اول

۷) نقوش رسول نمبر ص ۳۱۱، ۳۱۲ جلد ۴ نقوش لاہور۔

۸) مخالفت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آپ حضرت اسحاق کی اولاد میں سے نہیں بلکہ بن باپ کے پیدا ہوئے اور ابن مریم کہلائے۔
المائدہ:۳۲

۹) تفہیم القرآن ص ۴۲۹ جلد پنجم

۱۰) سراجا منیرا

۱۱) ورقہ بن نوفل نے بعثت احمد ﷺ پر کہا تھا کہ یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر اترا تھا اور جس کی بشارت حضرت عیسیٰ نے دی تھی تورات کے بعد انجیل برناباس میں توحید الٰہی اور نبی آخر الزمان ﷺ کی آمد کی پیش گوہی کی گئی ہے۔ یہ انجیل سب سے قدیم یہی وجہ ہے کہ عیسائی اس انجیل کو نہیں مانتے۔ حالانکہ یہ انجیل سب سے قدیم ۳۹ عیسوی میں لکھی گئی تھی۔ سابق پادری گلزار احمد کا مکمل انٹرویو ماہنامہ میثاق لاہور ستمبر ۲۰۰۵ ص ۲۴ تا ص ۴۰۔ اس حقیقت کو جو اظہر من الشمس ہے قرآن مجید یوں بیان کرتا ہے۔

الذین اٰتینٰھم الکتب یعر فونہ کما یعر فون ابناء ھم (البقرہ ۱۴۲)

۱۲) آل عمران = ۱۶۴

۱۳) المائدہ = ۱۸

۱۴) البقرہ = ۱۴

۱۵) الاعراف = ۱۵۸

۱۶) النسا = ۱

۱۷) المائدہ = ۳

۱۸) شبلی نعمانیؒ و سید سلیمان ندویؒ۔ سیرۃ النبی ﷺ ص ۳۱۱ جلد چہارم، الفیصل اردو بازار لاہور

۱۹) الحجر = ۹

۲۰) فلسفہ میں اخلاق کے لیے قدریات (VALUES) کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ ہر وہ بات جو قابل قدر اور قابل رشک ہو اقدار کے زمرے میں آتی ہیں۔

۲۱) الانبیاء = ۱۰۷

۲۲) سید سلیمان ندویؒ، خطبات مدراس ص ۸۵، لاہور، ادارہ اسلامیات ۱۹۸۳ء

۲۳) ابوالکلام آزادؒ، رسول رحمت ص ۴۳۹۔ لاہور، شیخ غلام علی اینڈ سنز

۲۴) پیر کرم شاہؒ، نبی کریم ﷺ بحیثیت معلم اخلاق ص ۲۴۵ نقوش رسول نمبر جلد چہارم، لاہور ۲۹۸۳ء

۲۵) حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے جو خطبہ دیا وہ انسانی حقوق کا چارٹر ہے محسن انسانیت ﷺ نے وہ سو برس قبل حقوق انسانی کو جو منشور پیش کیا، اسے نافذ بھی کر کے دکھایا۔

۲۶) سورہ روم = ۲

حضرت ابوبکرؓ اور ابی بن خلف کی شرط کا واقعہ

۲۷) محمد حمید اللہ، ڈاکٹر عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی ص ۱۰۲، کراچی اردو اکیڈمی 1987

۲۸) مظاہر حق جلد دوص ۱۲۱ کراچی، دارالاشاعت

۲۹) سیارہ ڈائجسٹ ''رسول نمبر'' جلد ۲۰ شمارہ نومبر ص ۲۹۴، ۲۹۵، جلد ۲۰ شمارہ نومبر ۱۹۷۳ء

۳۰) SIR ARNOLD, PREACHING OF ISLAM, P.48

۳۱) سید امیر علی۔ روح اسلام ص ۴۲۳

۳۲) البقرۃ=۶۲
۳۳) حاکم/المستدرک، ریاض، مکتبہ معارف، ۳/۴۷
۳۴) سوامی لکشمی پرشاد، عرب کا چاند ص ۱۶۲
۳۵) سورۃ التوبۃ=۱۲۸
۳۶) سورہ آل عمران=۱۵۹
۳۷) شبلی نعمانی/سید سلیمان ندوی۔ سیرۃ النبی ص ۳۱۳ جلد چہارم، الفیصل اردو بازار لاہور
۳۸) مولانا وحیدالدین خان۔ تعمیر حیات ص ۱۴۱ ''دارالتذکر'' اشاعت ۲۰۰۵ء
۳۹) مولانا شبلی نعمانی۔ الفاروق ص ۳۹۴، اسلام آباد نیشنل بک فاؤنڈیشن
۴۰) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، نبی رحمت ص ۶۹۳
۴۱) عبدالکریم زیدان، احکام الذمیین فی اسلام ص ۵۹، بغداد
۴۲) پروفیسر محمد عبداللہ ملک، تاریخ اسلام ص ۲۶۲
۴۳) پروفیسر غلام رسول چوہدری، مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ ص ۱۰۳ لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۰ء
۴۴) سید ابوالاعلیٰ مودودی، شہادت حق ص ۴، لاہور، اسلامک پبلیکشنز لمیٹڈ، بار ۲۳ فروری ۱۹۹۶ء
۴۵) لاحزاب=۴۷
۴۶) علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل
۴۷) البقرہ=۱۴۳
۴۸) ابن کثیر، حافظ، ابن کثیر زیر بحث سورۃ البقرہ=۱۳۶
۴۹) مودودی، ابوالاعلیٰ تفہیم القرآن جلد اول، سورۃ البقرہ=۱۴۴
۵۰) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن جلد اول ص ۳۵۵
۵۱) اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن جلد اول ص ۳۶۳
۵۲) اصلاحی، صدرالدین، اسلام اور اجتماعت ص ۷، ۸
۵۳) نعیم صدیقی، معرکہ دین وسیات ص ۲۱
۵۴) پروفیسر ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ، خطبات حرم ص ۳۲۷
۵۵) یوسف علامہ، اسلامی بیداری (ترجمہ سلمان ندوی ص ۱۱)
۵۶) النحل=۱۲۵
۵۷) ڈاکٹر خالد علوی، رسول اکرم ﷺ کا منہاج نبوت، بحوالہ ندائے خلافت سرورق، لاہور ۳۱ دسمبر ۲۰۰۳
۵۸) جاوید احمد خامدی، قانون دعوت ص ۱۵، لاہور، دارالاشراق ۱۴۲، علامہ اقبال روڈ مارچ ۱۹۹۲ء
۵۹) تفسیر نعیمی النحل=۱۲۵
۶۰) سید اسعد گیلانی، رسول اکرم ﷺ کی حکمت انقلاب ص ۱۴۱ تا ۱۴۴، لاہور ادارہ ترجمان القرآن، طبع چہارم فروری ۱۹۹۵ء
۶۱) الصف=۹

"قل یآاھل لکتاب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سوآءٍ بیننا وبینکم" کے حوالے سے دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر سید شعیب اختر۔کراچی

اللہ تعالیٰ نے جس قدر دنیا میں پیغمبر مبعوث فرمائے اور ان کے ذریعے جس قدر مذاہب بھیجے، ان سب کا بنیادی مقصد معرفت الٰہی، انسانوں کا اخلاقی و روحانی تزکیہ و تطہیر اور ان کی دنیاوی و اخروی فلاح و سعادت تھی۔ جس کے بغیر دنیا کا نظام بھی قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ اس لیے یہ سب مذاہب بنی نوع انسان کے لیے رحمت تھے۔ لیکن انسانیت کے ابتدائی دور میں ان کا کوئی عالمگیر تصور نہ تھا۔ خدا کی مخلوق جغرافیائی، نسلی اور قبائلی حد بندیوں میں بٹی ہوئی تھی، جن کے دیوی دیوتا جدا جدا تھے، بلکہ ایک ہی قوم اور قبیلہ کی مختلف ضرورتوں کے لیے مختلف دیوتا کا تصور موجود تھا۔ ان میں کسی مشترکہ رب العالمین کا عقیدہ نہ تھا۔ اس لیے اس زمانہ میں جو پیغمبر مبعوث ہوئے اور جو مذاہب آئے، وہ خاص خاص قوموں کی اصلاح اور ہدایت و رہنمائی کے لیے تھے، ان کی تعلیمات اس زمانہ کے انسانوں کی عقل و شعور اور ضروریات زندگی کے مطابق سادہ اور محدود اور محض موٹی اخلاقی باتوں پر مشتمل تھیں۔(۱)

دنیا کو قائم ہوئے ہزارہا سال گزر چکے ہیں، مختلف مقامات پر تمدن اور تہذیب کی ان گنت عمارتیں تعمیر ہوئیں، مگر سب منہدم ہو کر رہ گئیں، اس کی وجہ صرف یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ ان عمارتوں کی بنیاد پائیدار نہ تھی۔(۲)

وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ زمانہ ترقی کے زینے طے کرتا گیا۔ انسانوں کی عقل و فہم ترقی کرتی گئی اور زندگی کی ضروریات میں وسعت اور مسائل حیات میں پیچیدگی پیدا ہوتی گئی۔ اس نسبت سے اس دور کے مذاہب کی تعلیمات میں بھی وسعت اور گہرائی آتی گئی۔(۳)

اسلام انسانوں کے عقلی بلوغ اور تمدنی ترقی کے دور کا مذہب ہے، اس لیے اس کی تعلیمات میں جو وسعت اور جامعیت ہے، اس سے تمام گزشتہ مذاہب خالی ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو دنیا کا آخری اور مکمل مذہب قرار دیا اور اس پر اپنی نعمت تمام کردی جیسا کہ خدا خود اپنی کتاب مبین میں ارشاد فرماتا ہے:

الیوم اکملت دینکم واعتمت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دِینا.

ترجمہ: آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند فرمایا۔(۴)(سورۃ مائدہ۔۳۵)

اسلام ابد تک ساری کائنات کے لیے جملہ اخلاقی، روحانی، دنیاوی اور مادی ضرورت کا جامع ضابطہ حیات ہے اور انسانوں سے لے کر حیوانات اور نباتات کوئی مخلوق بھی اس کے فیضانِ رحمت سے محروم نہیں ہے۔(۵)

☆ مذہب کے معنیٰ ومفہوم

مذہب کے لغوی معنیٰ ''راستہ'' کے ہیں اور اصطلاح میں خدا کی طرف سے ودیعت کردہ راستہ یا طریقِ حیات کو مذہب کہتے ہیں۔ مذہب کے لیے انگریزی میں لفظ (۶)Religion استعمال کیا جاتا ہے۔ مذہب انسانی فطرت میں داخل ہے اور انسان میں اس کی کسی انسانیت کی کسی سے تعبیر کی جا سکتی ہے۔ مذہب اصل میں طلب اور تسکین طلب کا نام ہے، اس کائنات میں جس طرح انسان کی حاجت روائی کے بہت سے ذرائع ہیں، اسی طرح مذہبی جذبہ کی تسکین کے بھی ذرائع نہیں ہوتے ہیں۔ مذہبی احساس انسان کا پیدائشی جذبہ ہے۔(۷)

☆ مذہب کا مقصد

مذہب کا مقصود یہ ہے کہ انسان ایک طریق حیات پر چل کر اخلاق اور روحانیت کی منزل طے کرے، پاکیزگی، گفتار و کردار کا حامل ہو۔ تقویٰ، صبر و خدمت خلق جیسی اعلیٰ صفات کا مالک بنے اور آخر کار اپنے آپ کو اشرف المخلوقات ثابت کرنے کا اہل بن سکے۔ مذہب کا یہ مقصد ہے کہ انسان جن فرائض کی تکمیل کے لیے اس کائنات میں آیا ہے، اس کو پورا کرنے میں اس کی پوری پوری مدد کرے اور اس کو وہ راہِ روشن دکھائے جس پر چل کر انسان اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ جائے۔ مذہب کا یہ مقصد ہے کہ رب العالمین کی رضامندی تلاش کی جائے اور ان راہوں پر چلا جائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے متعین کی ہیں۔(۸)

☆ دنیا کے قدیم مذاہب

اسلام سے پہلے تمام مذاہب قومی تھے، یعنی ایک قوم کے ساتھ مخصوص تھے کسی دوسرے کو اس میں شامل ہونے کی اجازت نہیں تھی، ظہور اسلام کے وقت دنیا میں چار بڑے مذاہب تھے۔(۱) یہودیت (۹)(۲) عیسائیت (۱۰)(۲) ہندو ازم (۱۱)(۳) اور بدھ مت (۱۲) لیکن یہ تمام مذہب اپنے ماننے والوں کے ہاتھوں سے اتنے مسخ ہو چکے تھے کہ خود اپنی قوم کی

رہنمائی سے قاصر تھے، دوسروں کی ہدایت اور رہنمائی کیا کر سکتے۔ (۱۳)

☆ دنیا کے قدیم مذاہب کا تعارف و جائزہ

اسلام کے ظہور سے قبل جو مذاہب کائنات کے اندر موجود تھے، ان میں سے چند کا مختصر تعارف اور انسانی تعلیمات کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔

(۱) یہودیت: یہودی مذاہب بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص تھا۔ توراۃ میں ہے کہ موسیٰؑ نے ہم کو ایک شریعت دی جو بنی اسرائیل کی میراث ہو۔ (۱۴)

موسیٰؑ کی دنیا میں آمد کا ایک خاص مقصد بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے چھڑانا تھا، بنی اسرائیل میرا بیٹا بلکہ میرا پہلوٹھا ہے۔ قرآن مجید میں بھی ہے کہ اس کا دعویٰ تھا کہ وہی خدا کی چہیتی اولاد ہے جیسا کہ قرآن کی سورۂ مائدہ میں ذکر کیا ہے۔

"نحن ابنو اللہ و احیاہ". ہم خدا کے فرزند اور اس کے چہیتے ہیں۔ (۱۵)

لیکن عملی طور پر قدیم مذاہب کے پیروکار خدا کے سب سے بڑے باغی تھے۔ غرور اور سرکشی ان کی فطرت میں تھی، اپنے پیغمبروں تک کو قتل کر دیتے تھے۔ توریت، انجیل اور قرآن مجید ان کی بداعمالیوں کے ذکر سے معمور ہیں۔ (۱۶)

زبور میں ہے: کتنی بار انھوں نے (بنی اسرائیل) نے بیابان میں خدا سے بغاوت کی اور دہرائے میں اسے بیزار کیا اور اس کی شہادتوں کو حفظ نہ کیا بلکہ برگشتہ ہوئے اور اپنے باپ کے مانند بے وفائی کی اور ٹیڑھی کمان کی مانند ایک طرف پھر گئے۔ (زبور ۱۸) (۱۷)

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی اخلاقی حالت کتنی پست ہو چکی تھی۔ قرآن مجید کے سورۂ بقرہ (۱۸) اور سورۂ آل عمران (۱۹) میں ان کی بداعمالیوں کی پوری تفصیل ہے۔ ان یہودیوں میں شریفانہ اخلاق کا شائبہ بھی باقی نہ رہ گیا تھا، اسی لیے وہ ہمیشہ دوسری قوموں کے تختہ مشق بنے رہے۔ ان کا قبلہ تک ان کے ہاتھوں سے چھن گیا اور مختلف اوقات میں مختلف قوموں نے اس پر قبضہ کر کے یہودیوں کے مقدس مقامات کو مسمار اور ان کی مذہبی کتابوں کو نیست و نابود اور ان کو غلام بنا کر مختلف ملکوں میں منتشر کر دیا، ان کا کوئی قومی وطن نہ رہ گیا تھا۔ وہ یورپ، ایشیاء اور افریقہ میں صدیوں غلامی کی ذلت آمیز زندگی بسر کرتے رہے۔ پہلی جنگ عظیم (1914-1998) (۲۰) کے خاتمے کے بعد تک ان کی یہی حالت تھی پھر برطانیہ (۲۱) اور امریکہ (۲۲) کے سہارے ان کو فلسطین میں قدم جمانے کا موقع ملا۔ (۲۳)

یہودیوں میں ظاہر پرستی اور تشدد زیادہ تھا، لیکن اخلاقی حیثیت سے بالکل تہی پایہ تھے۔ اخلاق و روحانیت کے فقدان نے ان میں بڑی تفاوت پیدا کر دی تھی۔

یہودی عقیدہ کی رو سے عالم کائنات خیر ہے اور انسان حصول خیر کا پورا پورا اہل ہے۔ یہودی اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ انسان اپنے افعال کا مختار اور ذمہ دار ہے، وہ ایمان کی بہ نسبت اعمال کو زیادہ اہم قرار دیتے ہیں، اس طرح یہودیت صرف ایک عقیدہ ہی نہیں بلکہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے، جو ہر عمل انسانی کو رضائے الٰہی کا تابع بنانا چاہتا ہے۔(۲۴) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو فضیلت عطا کی تھی، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ خود فرماتا ہے۔

''اے بنی اسرائیل، ذرا میری ان نعمتوں کو یاد کرو، جو میں نے تمہیں دی تھیں اور اس بات کو کہ میں نے تمہیں ساری دنیا پر فضیلت بخشی تھی۔''

یہودیوں پر اللہ تعالیٰ کی اس فضیلت کا یہ سبب تھا کہ بنی اسرائیل کو اسلام کی اشاعت کے لیے منتخب کیا تھا لیکن بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جو کام ان کے سپرد کیا گیا تھا، اس سے روگردانی کی نتیجہ یہ ہوا کہ ان سے فضیلت کا منصب چھین لیا گیا۔(۲۵) بقول ابراہیم اے نیومن کے مطابق: ''مذہب اور قوم کے درمیان ناقابلِ شکست رشتہ یہودیت کا بنیادی حصہ ہے، اس سلسلے میں اسرائیل مذہب کا محافظ ہے، جس کی روح دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔(۲۶)

امریکی جریدے لائف کے مطابق ۱۹۵۵ء تک یہودیوں کی تعداد دنیا میں ایک کروڑ ۱۸ لاکھ تھی، جو کہ اب بڑھ کر ڈھائی کروڑ سے زائد ہو چکی ہے۔(۲۷)

☆ عیسائیت: عیسائیت بھی ابراہیمی مذہب کی شاخوں میں سے ایک ہے۔(۲۸) یہودیت کی اخلاقی اصلاح کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں مبعوث فرمایا، اس لیے عیسائیت میں زیادہ نرمی اور لچک ہے اور عیسائی مذہب میں ظاہر پرستی اور تشدد کے مقابلے میں اخلاق و روحانیت پر زیادہ زور دیا گیا ہے اور اس کی اخلاقی اور روحانی تعلیمات زیادہ بلند ہیں، لیکن جہاں تک عیسائی مذہب کی عالمگیریت کا تعلق ہے، اس کا دائرہ بھی یہودی مذہب سے زیادہ وسیع نہیں۔ گو بعد کے عیسائیوں نے اس کو تبلیغی مذہب بنا دیا لیکن خود عیسائیت کا مسلک صرف یہودی مذہب اور یہودیوں کی اصلاح تھی، جیسا کہ انجیل کا حوالہ دین رحمت کے مصنف شاہ معین الدین احمد ندوی نے اپنی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲ پر تحریر کیا ہے۔(۲۹)

''میں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے علاوہ اور کسی کے لیے نہیں بھیجا گیا، مناسب نہیں کہ لڑکوں (بنی اسرائیل) کی روٹی کتوں کے لیے پھینک دوں''۔ انجیل متی (۱۵-۱۰) صرف بنی اسرائیل کی اصلاح و تجدید تھی۔ یہودی مذہب کے مقابلے میں عیسائیت میں زیادہ وسعت زیادہ نرمی اور انسانی ہمدردی کا درس ہے، لیکن حضرت عیسیٰؑ کو دنیا سے رخصت ہوئے زیادہ زمانہ نہیں گزرا تھا کہ ان کے پیروؤں نے اس کو خرافات کا مجموعہ بنا دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے روحانی شاگرد پال نے تثلیث یعنی باپ بیٹے اور روح القدس کی الوہیت کا مشرکانہ عقیدہ اس میں داخل کیا پھر بعد میں جو جو قومیں عیسائی مذہب کے

دائرے میں داخل ہوئیں، انہوں نے اس عقیدے کے ساتھ ساتھ اپنے دیوی دیوتا بھی شامل کر لیے اور عیسائیت مختلف اور متضاد عقائد و خیالات کا معجون مرکب بن گئی۔ رومیوں کے عیسائیت قبول کرنے کے سلسلے میں ڈریپر اپنی کتاب معرکہ مذہب و سائنس کے صفحہ نمبر ۶۵۔۶۶ پر تحریر کرتا ہے کہ:

''ان دونوں (عیسائی) اور (بت پرست روی) کی کشمکش کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں کے اصول شیر و شکر ہو گئے اور ایک نیا مذہب پیدا ہو گیا، جس میں بُت پرستی اور عیسائیت دونوں کی شاخیں پہلو بہ پہلو جلوہ گر تھیں۔ عقیدہ تثلیث قدیم مصری روایات کے سانچے میں ڈھالا گیا اور مریم عذرا کو خدا کی ماں کا لقب دیا گیا۔ (۳۰)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی تبلیغ کے دوران خدا کی وحدانیت، انسانی اخوت و محبت، ظلم و حرص و طمع سے نفرت اور ناجائز کی کمائی ہوئی دولت کی مخالفت کی تعلیم دی۔ محبت آپ کی تعلیم کا مرکزی نقطہ تھی، آپ کا کہنا تھا کہ محبت اچھے کردار کی صرف ایک صفت ہی نہیں بلکہ کردار کی بنیاد اور اس کا محرک اعلیٰ ہے، اگر انسان کے دل میں دوسروں کے ساتھ محبت کا جذبہ نہ ہو تو اس کی ساری مذہبیت بیکار رہے۔ (۳۱) عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا قرار دیا اور ان کو الوہیت میں شریک بتلایا۔ ابتدائے عیسائیت میں عقیدہ تثلیث یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس جیسے کسی عقیدہ کا ظاہری یا باطنی طور پر کہیں پتہ نہیں ملتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیثیت سوائے خدا کے بندے کے اور کچھ نہ تھی۔ لیکن عیسائیوں نے اپنے مذہب اور مذہبی عقائد کو مسخ کرتے ہوئے اس میں وحدانیت کی جگہ تثلیث کو جگہ دی۔ (۳۲) عیسائیوں کی کل تعداد دنیا بھر میں ایک ارب ۷۰ کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ دنیا کی آبادی کے اعتبار سے عیسائیت دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ (۳۳)

عیسائیت کا سب سے عجیب عقیدہ کفارہ کا ہے، یعنی سارے انسان پیدائش طور پر گناہ گار ہیں۔ مسیح نے سولی پر چڑھ کر ان کا کفارہ ادا کیا، اس عقیدے کو آج کوئی عقلِ سلیم بھی قبول نہیں کر سکتی۔'' (۳۴)

☆ ہندومت: ہندو مذہب برصغیر پاک و ہند کا قدیم ترین مذہب ہے۔ (۳۵) برصغیر پاک و ہند کے خطے میں اس مذہب نے بتدریج ترقی کے مدارج طے کیے ہیں۔ ہندومت کا بانی کوئی ایک فرد نہیں۔ زرتشت، موسیٰ ور عیسیٰ کی مانند ہمیں ایسی شخصیت نہیں ملتی۔ جس کو ہندوؤں کا رہنما قرار دیا جاسکے یا جس کو اس مذہبی نظام میں مرکزی اہمیت حاصل ہو۔ اسی طرح ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کو بھی کسی ایک شخصیت کی جانب منسوب نہیں کیا جاسکتا ہے۔ زمانہ مابعد میں بعض ممتاز مذہبی اشخاص منظر عام پر آئے، لیکن ہندو مذہب کے ابتدائی مدارج پر لاشخصیت کا ٹھپہ لگا ہوا ہے، چونکہ ہندوؤں کے مذہبی نظام کی تشکیل میں لاتعداد اشخاص کا حصہ ہے، اس لیے اس میں کوئی واحد عقیدہ، مذہبی قانون یا رسوم و شعائر کی کوئی یکسانیت نہیں ملتی، عقائد کو گوناگوں، طریق عبادت کے اختلافات اور معبدوں کی کثرت کے باعث یہ مذہب ایک گنجان جنگل کی طرح معلوم ہوتا ہے،

جس میں ہزاروں راستے نکلتے ہوں لیکن کوئی راستہ صاف اور سیدھا نہ ہو۔(۳۶)

ہندو مذہب قدیم ترین مذاہب میں شمار ہوتا ہے اور اس میں اعلیٰ درجہ کی اخلاقی و روحانی اور حکیمانہ تعلیمات ہیں۔ اس کا ایک فلسفہ بھی ہے لیکن یہ مذہب اتنا پرانا ہو چکا ہے اور اس میں اتنے تصرفات ہو چکے ہیں کہ وہ مجموعہ اضداد بن گیا ہے، اس میں توحید بھی ہے، شرک و بُت پرستی بھی ہے اور الحادو دہریت بھی، اس کے کوئی بنیادی عقائد ہی نہیں ہیں جن کا ماننا ہر ہندو کے لیے ضروری ہو، ایک موحد بھی ہندو ہے، مشرک بھی ہندو ہے اور محلد و دہریہ بھی ہندو، بس اس کے لیے ہندی الاصل ہونا اور اس کے ان متضاد مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کا ماننا کافی ہے۔(۳۷)

ہندو مذہب کی سب سے بڑی خرابی طبقاتی تقسیم ہے، جن کے حقوق و فرائض متعین ہیں اور جن سے وہ باہر قدم نہیں نکال سکتے۔ منوسمرتی کی رو سے برہمن، کھتری، ویش اور شودر کا جو درجہ اور جو فرائض متعین ہیں، ان سے وہ آگے نہیں بڑھ سکتے۔ شودروں کی حیثیت غلاموں سے بھی بدتر ہے، ان کا کام صرف اپنے سے اعلیٰ طبقوں کی خدمت ہے۔ ہندو مذہب درحقیقت اصطلاحی معنوں میں مذہب نہیں بلکہ صرف ایک معاشرتی نظام اور زندگی بسر کرنے کا ایک طریقہ ہے۔(۳۸) عقیدہ تناسخ کی وجہ سے ہندوؤں کی ذہنیت پست ہوگئی، ان پر ایک مایوسانہ افسردگی طاری ہوگئی اور ان میں تقدیر پرستی کا مرض پیدا ہوگیا۔(۳۹) ہندو مذہب بت پرستی اور دیوی دیوتاؤں کا مذہب ہے ہندوؤں کے اہم دیوتا برہما، وشنو، اند، لکشمن وغیرہ ہیں۔ ہندوؤں کی اکثریت بھارت میں ہے، جہاں پر ان کی تعداد کم از کم ۷۰ کروڑ سے زائد ہے۔(۴۰)

☆ بدھ مذہب: بدھ مذہب کا ظہور ۶ صدی ق م میں ہوا۔ اس کے بانی مہاتما گوتم بدھ تھے۔ گوتم بدھ نے لوگوں کو اپنی زبان میں نجات کا راستہ دکھایا۔ بدھ مذہب مافوق الفطری موجودات سے منکر ہے۔ مہاتما گوتم بدھ کا خیال تھا کہ انسان کی روحانی نجات انسان کی اپنی ذاتی جدوجہد، ارادی قوت اور اخلاقی کشمکش کا ثمرہ ہے۔ گوتم بدھ کے مطابق چار بنیادی حقیقتیں ہیں جن کا جاننا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔(۱) آلام و مصائب کی موجودگی (۲) آلام و مصائب کا سبب (۳) آلام و مصائب کا خاتمہ (۴) مسرت کا حصول (۴۱) بدھ مذہب میں نروان کا تصور ہے۔

☆ مذہب اسلام

لفظ ''اسلام'' عربی کے لفظ ''سلم'' سے مشتق ہے اور اس کے معنی ''امن و صلح'' اور ''جسم'' عقل و حواس خمسہ کی درستی و صحت ہیں۔ ''سلم'' کا یہ مطلب ہے کہ تنازعوں، جھگڑوں اور لڑائیوں کے خراب اور بُرے نتیجوں سے ''سلامتی اور حفاظت'' اسلام کے معنی جو لسان العرب میں بیان کیے گئے ہیں وہ یہ ہیں۔ ہر قسم کے الزامات سے بری ہونا، عاقبت کی زندگی بسر کرنا،

باہمی محبت صلح اور اخلاق سے رہنا اور حضور خداوندی میں عجز وانکساری کے ساتھ جھک جانا اور اس کی اطاعت کرنا۔ صحیح بخاری میں لفظ اسلام کے معنیٰ اطاعت وفرمانبرداری بتائے گئے ہیں۔ (۴۲)

اصطلاح میں اسلام سے مراد وہ مذہب (دین) ہے جو خداوند تعالیٰ کے لیے ظاہری و باطنی طور پر مطیع و منقاد ہونے کا حکم دیتا ہے۔ اطاعت اور فرماں برداری کرنے والا شخص ''مسلم'' کہلاتا ہے۔

☆ دین اسلام

دین اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے اور یہی تمام انبیائے کرام کا دین رہا ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ پر آ کر مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس دین کی تکمیل کا اعلان فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم. آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

خداوند تعالیٰ کے نزدیک اسلام ہی ایک سچا دین ہے۔

ان الدین عنداللّٰہ الا سلام

بے شک خدا نے نزدیک اسلام ایک سچا دین ہے۔ (۴۳)

اور اسی دین کے پیروکار ''مسلمان'' کہلاتے ہیں اور ان کی آسمانی کتاب کا نام ''قرآن مجید'' ہے۔ دین اسلام کی بنیاد ایمان پر ہے اس دین کے پانچ اہم ستون یا ارکان ہیں، جن کے نام توحید، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہیں۔

دورِ حاضر میں دین اسلام کے پیروکاروں کی تعداد دنیا میں ایک ارب ۶۰ کروڑ کے قریب ہے۔ مسلمان دنیا کے ہر خطے میں پائے جاتے ہیں۔ اقوام متحدہ کے ممبر ممالک میں مسلمان ملکوں کی تعداد ۵۲ کے قریب ہے۔ (۴۴)

☆ دین اسلام اور اس کی خصوصیات

چودہ سو سال قبل فاران کی چوٹیوں سے ایک نور چمکا اور اس کی ایک ہی کرن نے ظلمت کدہ گیتی کو مطلع انوار بنا دیا۔ اس عالمگیر انقلابی آواز نے حق و انصاف کی ایسی بنیادیں تعمیر کیں، جس میں سیاسی اقتصادی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی آزادی تھی۔ اس شمع امن وسلامتی کو ''اسلام'' کے نام سے تعبیر کیا جاتا رہا۔ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا دین کی بنیاد حق وصداقت، توحید ورسالت پر قائم ہے۔ دین اسلام اللہ تعالیٰ کا دین ہے اس دین کی بنیاد حق وصداقت، توحید ورسالت پر قائم ہے۔ دین اسلام دین فطرت ہے، یہی حضرت آدم علیہ السلام کا دین تھا اور یہی حضرت ابراہیم علیہ اسلام کا تھا اور اس دین کی تکمیل محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہاتھوں ہوئی۔ دین اسلام ایک الہامی مذہب ہے، اس لیے کہ اس کی بنیاد وحی الہامی پر ہے۔ ابتدائے عالم

سے تمام انبیائے کرام کا مذہب اسلام ہی رہا ہے، اس لیے کہ وہ ایک سچا اور حقیقی دین الٰہی ہے۔ اسلام وہ دین اور ضابطہ حیات ہے جو انسان کے بنیادی مسائل کا مکمل حل پیش کرتا ہے۔

☆ دین اسلام عقلِ سلیم اور فطرت کے مطابق ہے

اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں فرمایا:

''آپ ﷺ کہہ دیجیئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے، وہ ایک دین مستحکم جو طریقہ ہے ابراہیم کا جس میں ذرا کجی نہیں۔'' (۴۵) پارہ ۸: ۲۰

☆ دین اسلام حقوق و فرائض کا مفصل بیان پیش کرتا ہے

دین اسلام تہذیب الاخلاق، سیاست، تدبیر منزل اور دیگر اخلاقی تعلیمات کا سرچشمہ ہے اس دین نے حقوق و فرائض کا مفصل بیان پیش کیا ہے۔ دین اسلام کے علاوہ کسی اور الہامی یا غیر الہامی مذاہب میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کا اتنا جامع بیان نہیں پایا جاتا۔

☆ اسلام کا ہر حکم متوسط اور معتدل ہے

اسلام کا ہر حکم افراط و تفریط سے بالکل پاک ہے اور اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ قابل عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اے محمد ﷺ کی اُمت، تم کو ایک اوسط درجہ کی اُمت بنایا۔'' (۴۶)

☆ اسلام تمام انبیائے کرام کی تعلیمات اور شریعتوں کا نچوڑ ہے

دین اسلام ایک ایسا دین ہے جو ہر طرح سے مکمل ہے۔ اس میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو کہ اسلام کے ظہور سے قبل آنے والے تمام انبیائے کرام نے اپنی تعلیمات میں پیش کی تھیں۔ حضرت محمد ﷺ نے جس دین کی اشاعت کی وہ ایک مکمل اور معتدل دین ہے۔ (۴۷)

☆ اسلام ایک مکمل دستورِ حیات پیش کرتا ہے (۴۸)

اسلام نے دیگر مذاہب کی طرح عقائد و اخلاق تک ہی اپنے آپ کو محدود نہیں رکھا بلکہ انسانی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے سیاسی معاملات میں حکومت کا تصور، حکومت و رعایا کے حقوق، وغیرہ پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ وحدانیت اور عبادات اسلام کی مذہبی بنیادیں ہیں۔ (۴۹)

☆ اسلام بذات خود ایک طرزِ حیات ہے

اسلام نے انسان کی اہمیت کو واضح طور پر بیان کیا ہے انسان کو خدا کا، خلیفہ اور روئے زمین پر اس کا نائب قرار دیا ہے۔نائب کی زندگی کا مقصد خداوند تعالیٰ کی رضا اور اس کی خوشنودی کا حصول قرار پایا ہے۔(۵۰)

☆ اسلام انسان کے بنیادی مسائل کا مکمل حل پیش کرتا ہے

دین اسلام ان تمام سوالوں کا جواب پیش کرتا ہے جو انسان کے بنیادی مسائل سے تعلق رکھتے ہیں۔اسلام خالق کا پتہ بتاتا ہے۔خالق و مخلوق کے رشتہ کو واضح کرتا ہے، اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام دنیا کے تمام مذاہب میں ایک صحیح اور سچا مذہب ہے۔

☆ دنیا کے بڑے مذاہب کی درجہ بندی

مذاہب عالم کو ہم دو بڑے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔یعنی سامی مذاہب اور غیر سامی مذاہب جب کہ غیر سامی مذاہب کو مزید دو حصوں میں یعنی آریائی اور غیر آریائی مذاہب میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔(۵۱)

☆ سامی مذاہب

سامی مذاہب وہ مذاہب ہیں جو سامیوں میں ظہور پذیر ہوئے۔انجیل کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام سام تھا اور ان کی نسلیں سامی کہلائیں۔چنانچہ سامی مذاہب وہ مذاہب ہیں جو یہودیوں، عربوں اور آشوریوں وغیرہ میں پروان چڑھے تھے۔یہودیت، مسیحیت اور اسلام اہم اور بڑے سامی مذاہب ہیں۔یہ تمام مذاہب پیغمبری مذاہب ہیں اور ان آسمانی ہدایات پر اعتقاد رکھتے ہیں، جو خدا نے پیغمبروں کے ذریعے زمین پر اتاریں۔

☆ غیر سامی مذاہب

جیسا کہ پہلے بتایا گیا کہ غیر سامی مذاہب کو مزید دو ذیلی اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے، جو آریائی اور غیر آریائی مذاہب ہیں۔

☆ آریائی مذہب

آریائی ادیان وہ مذاہب ہیں، جن کی ابتدا آریائی اقوام میں ہوئی۔آریائی ان اقوام کو کہا جاتا ہے، جو بہت طاقتور تھے اور ہند یورپی زبانیں بولتے تھے۔یہ دوسرے ہزاریے کے پہلے نصف (۲۰۰۰ تا ۱۵۰۰ قبل مسیح) تک ایران سے لے کر شمالی ہندوستان تک پھیل گئے تھے۔اب آریائی مذاہب کو مزید دو اقسام میں بانٹا جاسکتا ہے۔اول ویدک اور دوم غیر ویدک۔

☆ دنیائے مذاہب میں خدا کا تصور

کسی بھی مذہب میں اپنائے گئے خدا کے تصور کو صرف اس کے پیروکاروں کے عمل سے نہیں جانچا جاسکتا ہے، لوگوں میں خود ان کی مذہبی کتابوں سے عدم واقفیت تمام مذاہب میں ایک عام سی بات ہے، اس تناظر میں یہ بہتر ہوگا کہ کسی بھی مذہب میں خدا کے تصور کو اس کی مقدس تحریروں کی روشنی میں دیکھا جائے۔

☆ ہندومت میں خدا کا تصور

ہندومت تمام آریائی مذاہب میں مشہور ہے۔ ہندو درحقیقت ایک فارسی لفظ ہے، اس کے معنی ان لوگوں کے ہیں، جو وادی سندھ سے آگے کے علاقوں کے رہائشی ہیں۔ تاہم عام بول چال میں ہندومت کی اصطلاح ایک لبادے کی طرح ہے، جو مجموعۂ عقائد کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ ان میں سے اکثر عقائد وید، اپنشد اور بھگود گیتا سے اخذ کیے گئے ہیں۔

☆ ہندومت میں خدا کے لیے رائج عمومی تصورات

عموماً ہندومت کو ایسے دین کے طور پر لیا جاتا ہے، جس میں کثرت خدا کا تصور ہے۔ درحقیقت بہت سے ہندو اس کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ کئی ایک خداؤں پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ کچھ ہندو تین خداؤں جب کہ بعض ہندو تو ۳۳۰ کروڑ خداؤں پر یقین رکھتے ہیں۔ تاہم پڑھے لکھے ہندو جو اپنی کتابوں سے واقفیت رکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ ایک ہندو کو صرف اور صرف ایک خدا کی ہی پوجا کرنی چاہیے۔ خدا کے تصور کے بارے میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں سب سے بڑا فرق یہی ہے کہ ہندوؤں کا عام عقیدہ ہے کہ وہ ہمہ اوست (Pantheism) کے قائل ہیں۔ ہمہ اوست یا کائنات پرستی کا یہ نظریہ کہتا ہے کہ ہر چیز خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان مقدس اور الہامی ہے۔ اسی لیے ہندو، درختوں، سورج، چاند، جانوروں اور حتیٰ کہ انسانوں کو بھی خدا کا پرتو جانتے ہیں۔ یعنی عام ہندو کے لیے ہر شے خدا ہے۔

☆ سکھ مذہب میں خدا کا تصور

سکھ مذہب ایک غیر سامی، آریائی مگر غیر ویدک مذہب ہے۔ اگر چہ یہ دنیا کے بڑے مذاہب میں تو شامل نہیں، مگر یہ ہندومت سے پھوٹنے والی ایک شاخ ہی ہے، جس کی بنیاد بابا گرونانک نے پندرہویں صدی کے آخر میں رکھی تھی۔ اس کا مسکن پاکستان اور شمالی مغربی بھارت کا وہ علاقہ ہے، جسے پنجاب بھی کہا جاتا ہے، جس کا مطلب ہے پانچ دریاؤں کی سرزمین۔ گرونانک نے ایک ہندو خاندان کی کھتری یا (جنگجو ذات) میں آنکھ کھولی مگر وہ اسلام اور مسلمانوں سے بہت متاثر ہوئے تھے۔

لفظ ''سکھ'' دراصل ''سیسیا'' نامی لفظ سے نکلا ہے۔ اس کے معنی مرید یا پیروکار کے ہیں۔ اس مذہب میں دس

گرو ہیں۔گرونانک سب سے پہلے گرو جب کہ گرو گوبند سنگھ دسویں اور آخری گرو گزرے ہیں۔سکھ مذہب کی مقدس کتاب کا نام سری گروگرنتھ ہے جو ادی گرنتھ صاحب کے نام سے بھی مشہور ہے۔(۵۲)

☆ پانچ ''ککے''

سکھ مذہب میں ہر سکھ کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی شناخت کے لیے پانچ چیزوں کو اپنائے یا اپنے پاس رکھے۔

۱) کیش:۔بال نہ کاٹے جائیں کیوں کہ تمام گرو بھی بال نہیں کاٹتے تھے۔

۲) کنگھا:۔سر کے بالوں کو ہموار اور صاف رکھنے کے لیے۔

۳) کڑا:۔اسٹیل یا دھات کی موٹی چوڑی جو قوت کے لیے پہنی جاتی ہے۔

۴) کرپان:۔خنجر جو اپنے دفاع کے لیے رکھا جاتا ہے۔

۵) کچھا:۔پھرتی اور چستی کے لیے پہنا جانے والا زیر جامہ جس کی لمبائی گھٹنوں تک ہوتی ہے۔

☆ مل منترا:۔سکھوں کے بنیادی عقائد

خدا کے تصور کے حوالے سے کسی بھی سکھ کے تصورات کو بہتر انداز میں مل منترا میں بیان کیا جاتا ہے۔''مل منترا'' سکھوں کے بنیادی عقائد کے مجموعے کو کہتے ہیں۔

''صرف ایک خدا کا وجود ہے، جو حقیقتاً تخلیق کرنے والا ہے، وہ خوف اور نفرت سے عاری ہے، وہ کسی سے پیدا نہیں ہوا مگر لافانی ہے، وہ خود سے وجود رکھنے والا، عظیم اور رحیم ہے۔''

سکھ مذہب اپنے ماننے والوں کو وحدانیت کی سختی سے تلقین کرتا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ ایک ہی رب اعلیٰ ہے۔وہ ایک غیر واضح اور مبہم صورت میں موجود ہے، جسے ''ایک اومکارا'' کہا جاتا ہے۔ جب خدا کی واضح صفات بیان کی جائیں تو اسے اومکارا کہا جاتا ہے۔سکھ مذہب میں خدا کی کئی ایک صفات بیان کی جاتی ہیں۔(۵۳)

☆ کرتار......خالق

☆ صاحب......بادشاہ

☆ اکال......ابدی

☆ ستنا کام......مقدس نام

☆ پروردگار......محبت سے پرورش کرنے والا

☆ رحیم......رحم کرنے والا

☆ پارسی مذہب میں خدا کا تصور

پارسی مذہب ایک قدیم آریائی مذہب ہے، جس کا ظہور ۲۵۰۰ سال قبل فارس میں ہوا تھا۔ اگر چہ اس کے ماننے والوں کی تعداد بہت ہی کم ہے یعنی پوری دنیا میں ایک لاکھ تیس ہزار سے بھی کم پارسی ہیں مگر یہ دنیا کے قدیم مذاہب میں سے ایک ہے۔ ایک ایرانی پیغمبر زرتشت نے پارسی مذہب کی بنیاد رکھی تھی۔ (اسے زرتشتی مذہب بھی کہتے ہیں) پارسیوں کی مقدس کتابوں میں دساتیر اور آواستا شامل ہیں۔ پارسی مذہب میں خدا کیلئے ''اہور مزدا'' کا نام آیا ہے۔ ''اہور'' کا مطلب ہے ''آ گا'' اور ''مزدا'' کے معنی ''عقل مند'' کے ہیں۔ یعنی اہور مزدا کا مطلب ہے ''عقل مند آ قا'' یا ''عقل مند مالک'' اہور مزدا کے تصور میں بھی ایک خدا کے تصور کا بہت دخل ہے۔

☆ دساتیر کے مطابق خدا کی صفات

دساتیر میں خدا کے لیے درج ذیل صفات بیان کی گئی ہیں:

(۱) وہ ایک ہے۔

(۲) اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

(۳) نہ اس کی ابتدا ہے اور نہ ہی انتہا۔

(۴) نہ اس کا کوئی باپ ہے نہ ہی کوئی بیٹا، نہ کوئی بیوی ہے اور نہ ہی اولاد ہے۔

(۵) وہ بے جسم اور بے شکل ہے۔

(۶) نہ آنکھ اس کا احاطہ کر سکتی ہے۔ نہ ہی فکری قوت سے اسے تصور میں لایا جا سکتا ہے۔

(۷) وہ ان سب سے بڑھ کر ہے جن کے متعلق ہم سوچ سکتے ہیں۔

(۸) وہ ہم سے زیادہ ہمارے نزدیک ہے۔ (۵۴)

☆ یہودیت میں خدا کا تصور

یہودیت سامی مذاہب میں ایک اہم مذہب ہے۔ اس کے ماننے والے یہودی کہلاتے ہیں اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیغمبرانہ مشن پر یقین رکھتے ہیں۔

(۱) درج ذیل آیات عہد نامہ عتیق کی پانچویں کتاب ثنائیہ میں درج ہیں۔ اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نصیحت

کرتے ہوئے فرماتے ہیں: عبرانی آیت کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

''سنو! اے بنی اسرائیل! ہمارا مالک خدا ہے، وہ ایک مالک ہے۔'' (کتاب مقدس۔ثنائیہ ۴:۶)

(۲) کتاب عیسائیہ کی ایک ملاحظہ کیجیے:

''میں، اور میں ہی مالک ہوں، میرے سوا بچانے والا کوئی نہیں ہے۔'' (کتاب مقدس۔عیسائیہ ۱۱:۴۳)(۵۶)

(۳) ''میں ہی خدا ہوں اور کوئی نہیں، میرے سوا کوئی خدا نہیں۔'' (کتاب مقدس۔عیسائیہ ۹:۴۶)(۵۶)

یہودیت میں بت پرستی کی مخالفت درج ذیل آیت سے عیاں ہے:

''میرے علاوہ کوئی خدا نہیں، تمہیں چاہیے کہ میری کوئی تصویر کشی نہ کرو۔ مجھ سے کسی کی مشابہت نہیں ہے، نہ آسمان پر، نہ زمین پر اور نہ ہی پانی کے نیچے۔ لہٰذا تم کسی اور کے سامنے نہ جھکو، ان کی طرف نہ دیکھو، میں ہی تمہارا خدا ہوں۔'' (کتاب مقدس: خروج ۵۔۳:۲۰)(۵۷)

(۴) کتاب ثنائیہ میں بھی اسی طرح کا پیغام ملا ہے:

''میرے علاوہ کوئی اور خدا نہیں، لہٰذا میری تجسیم نہ کرو، آسمانوں میں، زمین میں۔

☆ عیسائیت میں خدا کا تصور

۔ عیسائیت ایک سامی مذہب ہے۔ یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ پوری دنیا میں اس کے لگ بھگ دو ارب پیروکار ہیں۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ اسلام میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بے حد احترام کیا جاتا ہے۔ اسلام وہ واحد غیر مسیحی مذہب ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان کی تلقین کرتا ہے۔

اس قبل کہ ہم عیسائیت میں خدا کے تصور پر بات کریں، ہم پہلے اسلام میں عیسیٰ علیہ السلام کے مقام پر بات کرتے ہیں۔

(۱) اسلام واحد غیر مسیحی مذہب ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اعتقاد کا حکم دیتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ رکھے تو وہ مسلمان نہیں ہوسکتا۔

(۲) ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عظیم اور برگزیدہ پیغمبر ہیں۔

(۳) ہم یقین رکھتے ہیں کہ وہ بغیر باپ کے معجزانہ طور پر پیدا ہوئے جب کہ آج کے کئی عیسائی اس پر یقین نہیں رکھتے۔

(۴) ہمارا اعتقاد ہے کہ وہ خدا کے حکم سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔

(۵) ہم یہ یقین بھی رکھتے ہیں کہ وہ خدا کی عطا سے پیدائشی نابیناؤں اور کوڑھ کے مریضوں کو اچھا کیا کرتے تھے۔(۵۸)

اب یہاں ایک سوال یہ ابھرتا ہے کہ جب مسلمان اور عیسائی دونوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احترام اور ان سے محبت رکھتے ہیں تو کس جگہ سے ان دونوں مذاہب کی راہیں جدا ہوتی ہیں۔ اسلام اور عیسائیت میں ایک واضح فرق یہ ہے کہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الواہیت پر اصرار کرتے ہیں۔ عیسائی مقدس کتابوں کے مطالعے سے عیاں ہے کہ حضرت یسوع مسیح نے کبھی بھی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ درحقیقت پوری انجیل مقدس میں ایک جملہ بھی ایسا نہیں جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بیان دیا ہو کہ ''میں خدا ہوں'' یا ''میری عبادت کرو'' دراصل انجیل مقدس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب جو باتیں ہیں، وہ اس کے عین مخالف ہیں۔ انجیل مقدس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب یہ بیانات ملاحظہ کیجیے:

''میرے والد مجھ سے عظیم ہیں۔'' (یوحنا۲۸:۱۴)

''میرے والد سب سے بلند اور عظیم ہیں۔'' (یوحنا۲۹:۱۰)

''میں خدا کے حکم سے شیطانوں کو پٹختا ہوں۔'' (متی ۲۸:۱۰)

''......میں خدا کی انگلی سے شیطانوں کو نکال باہر کرتا ہوں......'' (لوقا۲۰:۱۱)

''میں خود اپنے آپ سے کچھ نہیں کر سکتا، میں سنتا ہوں، موازنہ کرتا ہوں اور میری رائے درست ہوتی ہے، کیوں کہ اس میں میری کوشش نہیں بلکہ میرے خدا کی چاہ ہوتی ہے، جس نے مجھے بھیجا ہے۔''

پہلا حکم کہ خدا ایک ہے۔ انجیل مسیحیت کے نظریہ تثلیث کی تائید نہیں کرتی۔ مقدس کتاب کا مسودہ لکھنے والے ایک شخص نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ سب سے بڑھ کر پہلا حکم الٰہی کون سا ہے تو انہوں نے صرف وہی بات دہرائی، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہی تھی۔ یہ ایک عبرانی جملہ تھا جس کا ترجمہ یہ ہے:

''خداوند، ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔'' (مرقس ۱۲:۲۹)(۵۹)

☆ اسلام میں خدا کا تصور:

اسلام ایک سامی مذہب ہے۔ دنیا بھر میں اس کے ماننے والوں کی تعداد ایک ارب بیس کروڑ سے زائد ہے۔ اسلام کا مطلب ہے ''اللہ کی مکمل اطاعت کرنا......مسلمان قرآن کو خدائے عزوجل کے الفاظ مانتے ہیں جو حضرت محمد ﷺ پر وحی کے ذریعے نازل ہو کر ہم تک پہنچے۔ اسلام کہتا ہے کہ تمام ادوار میں اللہ نے پیغمبروں اور رسولوں کے ذریعے اپنی وحدانیت کا پیغام اور آخرت میں احتساب کا پیغام بھیجا ہے۔ اسی لیے اسلام مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ وہ پہلے کے تمام پیغمبروں پر یقین رکھیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہو کر، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسماعیل علیہ السلام،

حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ اسلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بقیہ تمام پیغمبروں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

☆ خدا کی نہایت جامع تعریف:

اسلام میں خدا کی نہایت جامع اور مختصر تعریف سورۂ اخلاص کی چار آیات میں موجود ہے۔ یہ قرآن مجید کی ۱۱۲ ویں سورۃ ہے۔

☆ قل ھو اللہ احدO اللہ الصمدOلم یلد ولم یولدO ولم یکن لہ کفوًا احدO(القرآن ۱۱۲:۱.۴)

''کہو وہ اللہ ہے، یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں۔ نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔''

☆ دورِ جدید میں بین المذہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے، جو کائنات کی ساری بنی نوع انسان کیلئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ ذمے داری سونپی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام ساری انسانیت تک پہنچائیں۔ دورِ جدید میں اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس ہو رہی ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب کے درمیان عالمی اتحاد و یگانگت کا تصور اجاگر کیا جائے۔ قرآن پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو، تمہارا رب ہی زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہِ راست پر ہے۔''

اسلام کا پیغام غیر مسلموں تک پہنچانے میں عام طور پر یہ کافی نہیں ہوتا کہ اسلام کی مثبت فطرت پر روشنی ڈال کر ہی بس کر دیا جائے، دنیا کے زیادہ تر مذاہب کے لوگ دورِ جدید میں اسلام اور مسلمان کو ہدف تنقید بنانے میں مصروف ہیں، دورِ حاضر میں مسلمان قوم پر دہشت گردی کا الزام لگایا جا رہا ہے، حالانکہ اسلام اور مسلمان دنیا کی وہ واحد قوم اور مذہب ہے، جو بنی نوع انسان کو صراطِ مستقیم کا درس دیتی ہے۔ تاریخی شواہد سے اس بات کا واضح اشارہ مل رہا ہے کہ تہذیب و تمدن کی شمع پھر مشرق کے ہاتھوں میں آنے والی ہے، کیوں کہ دنیا کے تمام مذاہب میں سوائے اسلام کے کسی کے پاس ایسا زندہ پیغام نہیں ہے، جو دین اسلام میں ہے، اسلام کا پیغام مغرب سے منفرد اور مختلف ہے۔ اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب کے ماننے والوں نے اپنی بے خواہ تہذیب کے ذریعے سے دنیائے انسانیت کو روحانی کرب اور اخلاقی بے راہ روی کی جس دلدل میں پھنسا دیا ہے، صرف اسلام کا پیغام اخوت اور عالمی اتحاد و یگانگت کا نظریہ ہی اہلِ مغرب کو اس دلدل سے نکال سکتا ہے، اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں ''اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔''

☆ ذرائع ابلاغ کی غلط فہمیاں

دورِ حاضر میں اسلام کی تعلیمات کے خلاف جو منفی پروپیگنڈہ دنیائے عالم میں سنائی دے رہا ہے، اس میں مغربی ذرائع ابلاغ نے اہم کردار ادا کیا ہے، بیشتر غیر مسلموں کے ذہنوں میں مذہب اسلام کے حوالے سے اور مسلمان قوم کے حوالے سے موجود غلط فہمیوں کی وجہ یہ ہے کہ مغربی ذرائع ابلاغ نے اسلام کی تعلیمات کے برعکس غلط معلومات دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے سامنے پیش کی ہے۔ دورِ جدید کے جتنے بھی ذرائع مواصلات معلومات کی فراہمی کا موجب ہیں، جن میں سیٹلائٹ چینل، ریڈیو اسٹیشن، اخبارات ورسائل یا کتب وغیرہ سب پر مغرب کا عمل داخل ہے جبکہ کمپیوٹر اور انٹرنیٹ پر بھی ان ہی کی دسترس ہے لیکن آج انٹرنیٹ کا استعمال اسلام کے منفی پروپیگنڈے کرنے میں مصروف ہیں۔

☆ اقوام عالم کے مذاہب کے خیال میں غلط فہمیاں

دنیا کے مختلف مذاہب اور ملکوں میں یہ تاثر عام ہو گیا ہے کہ اسلام اور مسلمان دہشت گرد ہیں، بہت سے غیر مسلم اسلام کی سچائی اور حقانیت کے قائل نہیں ہیں، کئی غیر مسلم ایسے بھی ہیں جنہوں نے اسلام کا مطالعہ کیا ہوا ہے، وہ قرآن پاک میں تضادات کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان میں یہ تاثر عام ہے کہ قرآن پاک غیر سائنسی ہے وغیرہ۔

جب ہم بحیثیت دین و مذہب کے یہودیت و مسیحیت، بدھ و ہندومت کے مقابلے میں دین اسلام پر نگاہ ڈالتے ہیں یا بحیثیت ایک نظامِ حیات کے سرمایہ داری اور اشتراکیت کے مقابلے میں اسلام کا جائزہ لیتے ہیں تو اسلام ہر دو پہلوؤں سے ممتاز اور نمایاں نظر آتا ہے، اسلام اپنے آپ میں ایک ایسا منفرد و یکتا مذہب ہے، جس کے مزاج میں زندہ اور باقی رہنے کی صلاحیت موجود ہے۔ یہی نہیں بلکہ اسلام کے اندر اپنی ملت کو زندہ رکھنے اور اپنی دعوت کو پھیلانے کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہے۔ مزید یہ کہ آج دنیا کے مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ دنیا میں اسلام کے بین المذاہب کے پیغام کو روشناس کرانے کی ضرورت ہے، کیونکہ آج پوری دنیا میں عدم توازن کے باعث ہر سطح پر فساد اور بگاڑ پھیلا ہوا ہے، دنیائے انسانیت کو اس بگاڑ اور فساد سے نجات کیلئے ایک متوازن اور صلاحی نظام کی ضرورت ہے اور وہ نظام صرف اور صرف اسلام کے پاس ہے جس کی مدد اور تعلیمات سے ہم دنیا کے دیگر مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کے تصورات کو بہتر طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ امریکی خارجہ کمیٹی کے رکن جیمس میران نے امریکیوں کو اس بات کی دعوت دی ہے کہ وہ اسلام کے بارے میں صحیح واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کریں، کیوں کہ اسلام امن وسلامتی اور رواداری کا دین ہے۔ یہ وہ مذہب ہے جو لوگ کو محنت ومشقت وجدوجہد پر ابھارتا ہے اور نظم وضبط کو پسند کرتا ہے۔ اس کے خیال میں حضور اکرم ﷺ کی ذات تاریخ عالم کے

مختلف مذاہب کے انسان کے مقابلے میں سب سے عظیم ترین غرتبہ پر فائز ہیں، اس کے خیال میں دنیا کی ساری اقوام اور مذاہب کے ماننے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ محمد ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات سے بخوبی واقف ہوں۔

☆ بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت کا تصور اس کی ضرورت واہمیت

دورِ جدید میں دنیا کے جو چند بڑے مذاہب ہیں، ان کے ماننے والوں کے درمیان خصوصاً اسلام کے حوالے سے جو اختلافات پیدا ہو چکے ہیں، ان کا واحد حل یہ ہے کہ عالم انسانیت اس مشکل مرحلے پر دنیا کے مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان تعلیمات اسلام کی روشنی میں عالمی اتحاد و یگانگت کا چراغ روشن کرے، کیوں کہ آج کا معاشرہ جس تباہی سے مذہبی ولسانی، بنیادوں پر تباہی کی طرف جا رہا ہے وہ کسی ایک فرقے یا مذہب کے ماننے والوں کے لیے نقصان دہ نہیں ہے بلکہ اس سے پوری انسانیت تباہی کی طرف جا رہی ہے۔ اسلام ایک کھلا، اصولی اور عقلی دین ہے۔ اسلام کوئی زیرِ زمین تحریک نہیں ہے کہ سازشیں کرے یا خفیہ منصوبہ بندی کرے اس کا نصب العین واضح اور مقاصد متعین ہیں جب کہ اس کے برعکس مغرب کے حکمران سیکولر نظریات کے پروردہ ہیں اور جدید اقدار کو نئے مذہب کی حیثیت دے چکے ہیں، لہٰذا مسلمانوں کا دینی عمل اور ان کی اخلاقی قدریں انہی حیا سوز اور بے اخلاق تہذیب سے متصادم نظر آتی ہیں۔ (۶۰)

☆ دینی کتاب کے ساتھ مذہبی یگانگت وہم آہنگی

۔ ابتدا میں اسلام اور مسلمانوں کا سابقہ مشرکین عرب اور یہود و نصاریٰ سے کے ساتھ رہا اور تینوں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن تھے لیکن اسلام اور آپ ﷺ نے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کا حکم دیا۔ دو مختلف اہلِ مذاہب کے درمیان تعلق کا ایک بڑا ذریعہ ساتھ کھانا پینا اور شادی بیاہ ہے اسلام میں اہلِ کتاب کا کھانا مسلمانوں کیلئے حلال اور ان کی عورتوں سے شادی کرنا جائز قرار دیا گیا ہے ۔غرض کہ اسلام نے مسلمانوں کے مذہبی، جانی اور مالی حقوق کے تحفظ ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ مسلمانوں میں ایسی مذہبی یگانگت اور رواداری اور وسعت طلب پیدا کر دی کہ انہوں نے دنیاوی صلاحیت وقابلیت کے لحاظ سے معاشرے میں ان کو معزز مقام عطا کیا۔ مسلمان حکمرانوں نے ان کو بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا، ان کے اصحاب علم وکمال کی قدر دانی اور ان کا اعزاز واکرام کیا۔

☆ تجاویز وسفارشات

(۱) دنیا کے بین المذاہب کے درمیان ہم آہنگی و یگانگت کے لیے ضروری ہے کہ انسانیت کو تعلیم کے زور سے آراستہ کیا جائے اور ایسے تعلیم یافتہ افراد پیدا کیے جائیں، جو اقوامِ عالم کے درمیان باہمی اخوت و بھائی چارے کا درس دیں، ہر فرد ہمارے معاشرے کا سفیر اور اسوۂ حسنہ کی مکمل تصویر ہو۔

(۲) اسلام کے حوالے سے مغربی دنیا اور غیر مسلموں کے درمیان جو غلط فہمی پیدا ہوگئی ہے، اس کو مذہبی نقطہ نگاہ سے پیش کر کے ان کی غلط فہمیاں دور کی جائیں۔

(۳) عالمی برادری اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے جو منفی پروپیگنڈہ کر رہی ہے، اس کا موثر تدارک کیا جائے اور اسوۂ حسنہ کی درست تصویر پیش کی جائے۔

(۴) دنیا سے غربت و افلاس اور معاشرتی ناہمواری ختم کی جائے تاکہ ہر طبقہ کے لوگ دیگر مذاہب کے ساتھ اپنے مذہب کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل کر سکیں۔

(۵) دینی مدارس اور عصری علوم میں ہم آہنگی پیدا کی جائے تاکہ ایک ایسی نسل تیار ہو سکے، جو جدید اور مذہبی دونوں نقطہ نگاہ سے غیر مسلموں کے منفی رجحانات کو ختم کر سکے۔

دورِ حاضر میں بین المذاہب کے درمیان، ہم آہنگی اور عالمی اتحاد کی ضرورت و اہمیت سے اس لیے بھی ضروری ہے کہ دنیا کے انسان اپنی اپنی مذہبی تعلیمات سے بے بہرہ ہو کر مادیت پرست ہو چکے ہیں۔ مادیت پرستی کے اس سیلاب سے نوع انسانی معاشرے میں ایک خطرناک رخ اختیار کرتی چلی جا رہی ہے۔ جس کی وجہ سے وحشت اور دہشت کے سائے سنگین ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ مذہب سے بیگانگی اور دین سے دوری کے سبب لوگ راہِ عمل کے بجائے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔

ان کو تہذیب نے ہر بند سے آزاد کیا
لا کے کعبے سے صنم خانے سے آباد کیا

آج ہم ہر وقت مغرب کی طرف دیکھنے کے قائل ہیں جب کہ مغرب تو ڈوبنے کی جگہ ہے مغرب میں تو سورج غروب ہوتا ہے جب کہ مشرق ہی وہ جگہ ہے، جہاں سے سورج ابھرتا ہے، مشرق روشن ہے، اس کا اُفق روشن ہے، آج ہماری نوجوان نسل مغرب کی اندھی تقلید کر رہی ہے، جب کہ دم توڑتی ہوئی تہذیب کے پیچھے چلنے والوں کو منزل نہیں ملا کرتی۔

☆ بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی تعلیمات اسلام......اسوۂ رسولؐ کی روشنی میں

رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، ہادی عالم، محسنِ انسانیت، سراپا رحمت، نبی آخر الزماں، حضرت محمد ﷺ نے ہر شعبہ زندگی میں انسانیت کی رہنمائی کا درس دیا۔ بحیثیت مسلمان اور زمین پر خدا کے نائب کی حیثیت سے آپؐ کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرتے ہوئے اور دورِ جدید کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایسا بین المذاہب نظریہ تشکیل دینا ہے، جو سب کے لیے قابل تقلید ہو آپؐ کی ذات قدسی صفات ساری کائنات کے لیے رحمت ہے۔ خود قرآن کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ''میں نے آپؐ کو سارے جہاں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔(۶۱)(سورۃ الانبیاء۲۱:۱۰۷)

چنانچہ اسلام کی ہر چیز میں رحمت نمایاں ہے، اس کا خدا رحمٰن و رحیم ہے۔ عالم انسانیت پر اسلام اور اسوۂ حسنہ کا سب سے بڑا احسان اور اس کی سب سے بڑی رحمت عقیدہ توحید ہے۔ دنیا کی ساری مخلوق و کارساز ایک ذات واحد ہے۔ اقبال نے کہا ہے کہ: (۶۲)

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے

جہاں ہے تیرے لیے تو نہیں جہاں کے لیے

آنحضرت ﷺ نے مساوات کو عملی صورت میں پیش کر کے دکھایا۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اپنی تعظیم کے لیے لوگوں کا اٹھنا پسند نہ فرماتے تھے۔ (۱) اسلام دین فطرت ہے اور عالم انسانیت کا مذہب ہے اور اس کا مقصد دین و دنیا دونوں کی فلاح ہے۔ اسلام کی رحمت و شفقت کا دائرہ کسی خاص طبقہ اور کسی خاص قوم و ملت کے لیے محدود نہیں ہے بلکہ پورے عالم انسانیت تک وسیع ہے۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے:

الخلق کلهم عیال اللّٰه فاحت الخلق عنداللّٰه من احسن الی عیالهo

ترجمہ: ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے، جو اس کے کنبے کے ساتھ نیکی کرے۔"

تمام انسانوں کو انسانیت کے رشتہ سے بھائی مانا ہے اور ان کو بھائیوں کی طرح اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے کی تلقین کی ہے۔

لا تقاطعو او لاتبا عضتو او لاد تحاسد و او کونو عباد اللّٰه اخوانا

"ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات منقطع نہ کرو ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور خدا کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ۔"

ہر انسان کو دوسرے انسان کے ساتھ رحم و کرم کی تعلیم دی ہے جو انسان دوسرے انسان پر رحم نہیں کرتا وہ رحمت خداوندی کا مستحق نہیں ہے۔ اسلام نے ایک بڑی اور بنیادی اصلاح یہ کی ہے کہ دوسرے مذاہب اور ان کے ماننے والوں کے متعلق مسلمانوں کے خیالات میں تبدیلی پیدا کی، جس سے خود بخود ان میں غیر مسلموں کے ساتھ وسعت نظر، کشادہ دلی اور رواداری پیدا ہوگئی۔ اسلام سے پہلے کے تمام مذاہب اپنے مزہب کے علاوہ دوسرے مذاہب کو باطل اور ان کے پیغمبروں کو کاذب سمجھتے تھے۔ اسلام میں دوسرے مذاہب کے مقابلے میں زیادہ رواداری ہے، عیسائیت جس کے پیروؤں نے اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ بدنام کیا ہے اس کی تاریخ کے صفحات خون سے رنگین ہیں، لیکن پیغمبر اسلامؐ نے پہلے ہی دن اعلان فرما دیا کہ دین میں جبر نہیں ہے:

لا اکراه فی الدین قدتبین الرشد من الغی (سورہ بقرہ ۲:۲۵۶)

دین میں زبردستی نہیں، راہ راست گمراہی سے اعلانیہ ممتاز ہو چکی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

(۱) دین رحمت/ شاہ معین الدین احمد ندوی/ مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷ء ص ۹

(۲) عقائد ونظریات/ ہاشمی، انوار بلیر بک ڈپو ۱۹۶۳ ص ۱۵

(۳) دین رحمت/ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷ء ص ۱۰

(۴) قرآن مجید/ سورہ مائدہ' آیت نمبر ۳:۵

(۵) دین رحمت/ معین الدین احمد ندوی' مکتبہ عارفین' ۱۹۶۷ء' ص ۱۰

(۶) ایضاً ص ۱۱

(۷) (۲) عقائد ونظریات/ ہاشمی' انوار بلیر بک ڈپو' ۱۹۶۳ء' ص ۳۶

(۸) ایضاً ص ۳۷۔۳۶

(۹) مذاہب عالم میں تصور خدا/ نائیک ذاکر' ڈاکٹر' دار النوادر' ۲۰۰۵ء ص ۲۱

(۱۰) ایضاً ص ۲۲

(۱۱) The Principal Upanishad/S. Radha Krishna, 1945.P.736.737

(۱۲) Yajurveda Samhita/Ralph.I.H.Grihth 1965.p538

(۱۳) اسلامی تاریخ و مذہب/ باری علیگ، لاہور تخلیقات ۱۹۹۲ء، ص ۲۳

(۱۴) عقائد ونظریات/ ہاشمی، انوار بلیر بک ڈپو، ۱۹۶۳ ص ۲۷

(۱۵) قرآن مجید: سورہ مائدہ

(۱۶) دین رحمت/ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷ء، ص ۱۱

(۱۷) چوہدری غلام رسول/ مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ، لاہور، علمی کتب خانہ، ۱۹۸۰ء، ص ۱۰۵

(۱۸) قرآن مجید/ سورہ بقرہ، آیت نمبر ۱۱۳

(۱۹) قرآن مجید/ سورہ آل عمران، آیت نمبر ۹۰

(۲۰) تاریخ وتحریک پاکستان کا مطالعہ/ پروفیسر عمر زبیری، مکتبہ عالیہ، کراچی، ۱۹۸۴ء، ص ۱۵

(۲۱) برِ اعظم پاک و ہند کی ملت اسلامیہ/ ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، شعبہ تصنیف وتالیف، کراچی ص ۲۵

(۲۲) اسلام اور دہشت گردی/ سید معروف شاہ شیرازی، لاہور، ادارہ منشورات اسلامی، ۲۰۰۲ء، ص ۱۷۵

(۲۳) دین رحمت/ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷ء، ص ۱۲

(۲۴) اسلام اور مذاہب عالم/ پروفیسر وقار الدین، مکتبہ کتبیہ رشیدیہ، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۶۱

(۲۵) عقائد ونظریات/ ہاشمی، انوار بلیر بک ڈپو، ۱۹۶۳ء ص ۶۸

(۲۶) The Grand Reagions of the World/Ibrahim A.Neman, 1945, P.225.227

(۲۷) مذاہب عالم/ لائف آف محمد/ احمد عبداللہ، ۱۹۵۵ء، ص ۳۹

(۲۸) عقائد ونظریات/ ہاشمی، انوار بلیر بک ڈپو، ۱۹۶۳ء، ص ۶۹

(۲۹) دین رحمت/ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷ء، ص ۱۲
(۳۰) معرکہ مذہب و سائنس/ڈریپر ص ۶۵۔۶۲
(۳۱) عقائد و نظریات/ہاشمی، انوار، بلیر بک ڈپو، ۱۹۶۳ء، ص ۷۰ (۳۲) ایضاً صف ۷۱
(۳۳) مذاہب عالم کا مطالعہ / احمد عبداللہ، ۱۹۵۵ء، ص ۲۵۶
(۳۴) دین رحمت/ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷ء ص ۱۳ (۳۵) ایضاً ص ۱
(۳۶) اسلام اور مذاہب عالم/ محمد مظہر صدیقی تخلیقات، لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۲۵
(۳۷) دین رحمت/ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷ء، ص ۱۳ (۳۸) ایضاً ص ۵۹
(۳۹) عقائد و نظریات/ہاشمی، انوار، بلیر بک ڈپو، ۱۹۶۳ء، ص ۵۷
(۴۰) ایضاً ص ۵۹
(۴۱) مذاہب عالم میں تصور خدا/ڈاکٹر ذاکر نائیک، دار التوار، لاہور ۲۰۰۵ء، ص ۲۷
(۴۲) عقائد و نظریات/ہاشمی، انوار، بلیر بک ڈپو، ۱۹۶۳ء، ص ۶۰
(۴۳) دین رحمت/ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷ء، ص ۱۱۵
(۴۴) اسلام دین مذہبی رواداری/ صباح الدین، عبدالرحمٰن مطبع، دار المصنفین اعظم گڑھ، انڈیا، ۱۹۷۸ء، ص ۱۶
(۴۵) سیرت النبی ﷺ/ علامہ شبلی نعمانی، حصہ دوم، ص ۲۱۳
(۴۶) اسلام کے بین الاقوامی تصورات/ ندوی، مجیب اللہ، ۱۹۵۱ء، ص ۹۵
(۴۷) اسلامی نظریات حیات/ خورشید احمد، کراچی، ۱۹۷۵ء، ص ۱۵۵
(۴۸) تاریخ خلفائے راشدین/ شاہ معین الدین ندوی، ۱۹۵۵ء، ص ۲۵۵
(۴۹) دین رحمت/ معین الدین احمد ندوی، مکتبہ عارفین، ۱۹۶۷ء، ص ۲۱۶
(۵۰) انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال/ ندوی، ابوالحسن مجلس نشریات اسلام، کراچی، ص ۷۵
(۵۱) عقائد و نظریات/ہاشمی، انوار، بلیر بک ڈپو، ۱۹۶۳ء، ص ۱۷۵
(۵۲) غلبہ اسلام کی بشارتیں اور عملی تقاضے/ یوسف قرضاوی، منشورات، ملتان، ۲۰۰۴ء، ص ۱۳۔۱۲
(۵۳) مذاہب عالم میں تصور خدا/ڈاکٹر ذاکر نائیک، دار التوادر، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۳۵، ۲۹
(۵۴) ایضاً ص ۳۶ (۵۵) کتاب مقدس/عیسائیہ/۱۱۔۴۳۔
(۵۶) ایضاً ۹:۴۹ (۵۷) کتاب مقدس/ خروج/۵۔۳:۲۰
(۵۸) اسلامی ں نظریات حیات و عقائد/ صدیق علی ارسط، طاہر سنز، کراچی، ۱۹۸۴ء، ص ۳۵
(۵۹) مذاہب عالم میں تصور خدا/ڈاکٹر ذاکر نائیک، دار التوادر، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۱۱۶
(۶۰) علوم اسلامیہ/ صدیق، مولانا سعید احمد، جلد ۱، شمارہ نمبر ۱، فروری ۲۰۰۵ء، ص ۲۶
(۶۱) قرآن مجید/ سورۃ الانبیاء، آیت ۱۰۴
(۶۲) کلیات اقبال/ احمد رضا صدیقی، لاہور، ۱۹۷۱ء، ص ۱۱۵

"قل یا ھل الکتب تعالو ا الی کلمة سو آء بیننا و بینکم"
کے حوالے سے دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

ابوبکر صدیق۔ گجرات

انسانیت کی ابتداء حضرت آدمؑ سے ہوئی۔ تمام انسان آپ کی اولاد ہیں۔ حضرت آدمؑ سے حضرت حوا کو پیدا کیا گیا اس طرح ان دونوں سے اولاد کا سلسلہ چل نکلا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا۔

یا یھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا و نساء (۱)

ترجمہ: "لوگو، اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے"

تمام افراد انسان کو ایک باپ کی اولاد بتلا کر ان میں محبت اور باہمی ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات کو بیدار کیا گیا۔ بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قومیں اور برادریاں ایک دوسرے پر فخر کرنے کی بجائے صرف پہچان کے لیے بنائی ہیں۔ کسی شخص کو دوسرے شخص پر کوئی فضیلت نہیں ہے اگر فضیلت ہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک صرف متقی اور پرہیز گار کو ہے۔ سورۃ الحجرات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

یا یھا الناس انا خلقنکم من ذکر و انی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعال فوا ان اکر مکم عند اللہ انفکم ان اللہ عیلم خبیر (۲)

ترجمہ:۔ لوگو، ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہاری قومیں اور برادریاں بنا دیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ درحقیقت اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تمہارے اندر سب سے زیادہ پرہیز گار ہے یقیناً اللہ سب کچھ جاننے والا اور باخبر ہے" احادیث میں بھی اسی بات کو بیان کیا گیا ہے۔ ایک حدیث میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا

ایھا الناس ان ربکم واحد وا ن اباکم واحد لادم و ادم من تراب .ان اکرمکم عند اللہ لیس لعربی علی عجمی فضل الا با لتقوی (۳)

ترجمہ:۔ اے لوگو! بے شک تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارا باپ بھی ایک ہے، تم سب آدم سے ہوا اور آدم کی مٹی سے تھے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سے معزز وہ ہے جو تم سب سے زیادہ متقی ہے۔ عربی کو عجمی پر تقویٰ کے سوا کوئی فضیلت نہیں ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے

''کہ تمہارے یہ نسب نامے کوئی کام دینے والے نہیں تم سب برابر برابر کے حضرت آدم کے لڑکے ہو کسی کو کسی پر فضیلت نہیں۔ ہاں فضیلت دین وتقویٰ سے ہے۔ انسان کو یہی برائی کافی ہے کہ وہ بدگو بخیل اور فحش کلام ہو۔ (۴)

ایک اور حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں کسی کو کسی پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے ساتھ (۵)۔ انسان نے اپنا مذہبی سفر جاہلیت، لاعلمی اور گمراہی سے شروع نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان اول حضرت آدم ﷺ کو جب اس دنیا میں بھیجا تو اول روز سے ہی اس کی تمام مالی ضروریات کی طرح اس کی روحانی ضروریات یعنی دینی ہدایت کا بھی سامان کیا اس طرح انسان اول پوری طرح ہدایت یافتہ تھا۔ اور اس ہدات کا پیغام بھی تھا۔ جس کا قرآن نے یوں تذکرہ کیا ہے۔

فاما یا تینکم منی ھدی فمن تبع ھدای فلا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (۶)

ترجمہ:۔ پھر جو میری طرف سے کوئی ہدایت تمہارے پاس آئے تو جو لوگ میری اس ہدایت کی پیروی کریں گے، ان کے لیے کسی خوف اور رنج کا موقع نہ ہوگا۔

حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ تک تمام انبیاء توحید پرست تھے بلکہ توحید الہیٰ کے مبلغ تھے۔ اس نظریے کی رو سے انسان کا اصلی مذہب توحید رہا ہے اس لیے قرآن کریم بھی تمام انبیاء کی دعوت کے مرکزی نقطہ توحید پر اہل کتاب کو جمع ہونے کی تلقین کرتا ہے اسی مرکزی نقطہ میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قل یا ھل الکتاب تعالو ا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الانعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا ولا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ط فان تولو ا اشھدو ابانا مسلمون (۷)

ترجمہ:۔ ''ایک نبی ﷺ کہو'' اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور

ہم میں سے کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو اپنا رب نہ بنائے اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو
صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی واطاعت کرنے والے) ہیں۔"

ایک اور جگہ قرآن پاک میں ارشاد الٰہی ہے۔

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللہ و اجتنبوا الطاغوت (۸)

ترجمہ: "ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا، اور اس کے ذریعے سے سب کو خبر دار کر دیا کہ "اللہ کی
بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو"۔

انبیاء کی دعوت کے اسی ایک مرکزی نقطہ توحید کے ہونے کی وجہ سے تمام انبیاء کا دین ایک ہی رہا ہے۔لیکن
شریعتوں میں فرق رہا ہے۔دین کے سلسلے میں قرآن کریم میں اللہ نے فرمایا

ان الذین عند اللہ الاسلام (۹) ترجمہ: "بے شک میں اللہ رب العزت کے نزدیک اسلام ہی ہے۔"

مختلف انبیاء کی شریعتوں میں اختلاف کی حکمت اللہ تعالیٰ کی لوگوں کی آزمائی کرنے کے ساتھ ساتھ مختلف قوموں کے لیے
مختلف زمانوں اور مختلف حالات میں مختلف ضابطے مقرر کرنا ہے۔شریعتوں کے بارے میں ارشاد ہے

لکل جعلنا منکم شرعة و منھا جا (۱۰) ترجمہ: "ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے شریعت اور ایک راہ عمل مقرر کی"

اللہ تعالیٰ نے تمام پیروکاروں کا نام "مسلمان" اور مذہب "اسلام" رکھا ہے سورۃ الحج میں ہے۔

ھو سمکم المسلمین من قبل وفی ھذا (۱۱)

ترجمہ:۔"اللہ نے پہلے بھی تمہارا نام "مسلم" رکھا تھا اور اس (قرآن) میں بھی (تمہارا یہی نام ہے) اسی
لیے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسلام کے سوا کوئی اور دین قبول ہی نہیں کرے گا۔

ارشاد ہے: **ومن یبتغ غیر الاسلام دینا یقبل منه وھو فی الاخرة من الخسرین (۱۲)**

ترجمہ: "اس فرمانبرداری (اسلام) کے سوا جو شخص کوئی اور طریقہ اختیار کرنا چاہے گا اس کا وہ طریقہ ہرگز
قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں ناکام ونامراد رہے گا"

مولانا سید ابوعلیٰ مودودیؒ اس آیت کی تشریح میں رقم طراز ہیں۔

"یعنی ہمارا طریقہ یہ نہیں ہے کہ کسی نبی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں، کسی کو جھوٹا کہیں اور کسی کو سچا۔ہم

تعصب اور حمیت جاہلیہ سے پاک ہی دنیا میں جہاں جو اللہ کا بندہ بھی اللہ کی طرف سے حق لیکر آیا' ہم اس کے برمن ہونے پر شہادت دیتے ہیں''۔ (۱۳)

آنحضرت ﷺ جس دین کے داعی ہیں وہ کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ وہ اسلام ہی ہے۔حق تعالیٰ شانہ قرآن کے ذریعے آنحضرت ﷺ کی زبانی ارشاد فرماتے ہیں۔

قل ما کنت بد عامن الرسل (۱۴) ''ان سے کہو، میں کوئی نرالا رسول تو نہیں ہوں''

اس لیے قرآن کریم نے خود حق تعالیٰ شانہ نے اسلام کو بطور دین قبول ہونے کی شہادت دی ہے۔ارشاد ہے

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۱۵)

ترجمہ:۔ ''آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کردی ہے اور تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کرلیا ہے''

پیغمبر کی وفات کے بعد فترۃ الوحی کے عرصہ کے دوران قوم اپنے نبی کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دینے کی وجہ سے اختلافات کا شکار ہو جاتی تھی۔اور یہ اختلافات واضح تعلیمات آجانے کے بعد آپس میں زیادتی کرنے کے لیے کئے گئے سورۃ البقرہ آیت نمبر ۲۱۳ میں یوں بیان فرماتا ہے:

کان الناس امة واحدة فبعث الله النبیین مبشرین و منذرین وانزل معهم الکتب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفو فیه وما اختلف فیه الاالذین اوتوه من بعد ما جاء تهم البینت بغیا بینهم فهدی الله الذین امنو الما اختلفوا فیه من الحق باذنه والله یهدی من یشاء الی صراط مستقیم (۱۶)

ترجمہ: ابتداء میں سب لوگ ایک ہی طریقے پر تھے (پھر یہ حالت باقی نہ رہی اور اختلافات رونما ہوئے) تب اللہ نے نبی بھیجے جو راست روی پر بشارت دینے والے اور کجروی کے نتائج سے ڈرانے والے تھے ،اوران کے ساتھ کتاب برحق نازل کی تاکہ حق کے بارے میں لوگوں کے درمیان جو اختلافات رونما ہو گئے تھے ان کا فیصلہ کرے ____ (اوران اختلافات کے رونما ہونے کی وجہ یہ نہ تھی کہ ابتدا میں لوگوں کو حق بتایا نہیں گیا تھا۔) اختلاف ان لوگوں نے کیا، جنہیں من علم دیا جا چکا تھا۔انہوں نے روشن ہدایات

پالینے کے بعد محض اس لیے من کو چھوڑ کر مختلف طریقے نکالے کہ وہ آپس میں زیادتی کرنا چاہتے تھے۔
پس جو لوگ انبیاء پر ایمان لے آئے، انہیں اللہ نے اپنے اذن سے اس من کا راستہ دکھا دیا، جس میں
لوگوں نے اختلاف کیا تھا۔ اللہ جسے چاہتا ہے راہ راست دکھا دیتا ہے۔

اسی طرح قرآن نے اہل کتاب کے بارے میں ایک اور جگہ فرمایا کہ انہوں نے علم کے آجانے کے بعد ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے اختلاف کیا۔ ارشاد ربانی ہے

وما اختلف الذین اوتوا الکتب الامن بعد ماجاء ھم العلم بغیا بینھم (١٧)

ترجمہ: ''جنہیں کتاب دی گئی تھی، ان کے اس طرز عمل کی کوئی وجہ اس کے سوا نہ تھی کہ انہوں نے علم کے جانے کے بعد آپس میں ایک دوسرے پر زیادتی کرنے کے لیے ایسا کیا''

حافظ عمادالدین بن کثیر تفسیر ابن کثیر میں ایک حدیث بیان فرماتے ہیں۔

''رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ہم دنیا میں آنے کے اعتبار سے تو سب سے پیچھے ہیں لیکن قیامت کے دن جنت میں جانے کے اعتبار سے سب سے آگے (پہلے) ہوں گے۔ اہل کتاب کو کتاب اللہ ہم سے پہلے دی گئی ہمیں ان کے بعد دی گئی۔ لیکن انہوں نے اختلاف کیا اور اللہ نے ہماری رہبری کی جمعہ کے بارے میں بھی ان میں اختلاف رہا۔ لیکن ہمیں یہ ہدایت نصیب ہوئی تمام کے تمام اہل کتاب اس لحاظ سے بھی ہمارے پیچھے ہیں، جمعہ ہمارا ہے، ہفتہ یہودیوں کا اور اتوار نصرانیوں کا''

حافظ ابن کثیر زید بن اسلمؒ سے نقل فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ

''زید بن اسلامؒ فرماتے ہیں۔ جمعہ کے علاوہ قبلہ کے بارے میں بھی یہی ہوا۔ نصاریٰ نے شرق کو قبلہ بنایا، یہود نے بیت المقدس کو لیکن امت محمدیہ نے کعبہ کو قبلہ مقرر کیا۔ اس طرح نماز میں بھی، ان میں سے بعض کی نماز میں رکوع ہے۔ سجدہ نہیں بعض کے ہاں سجدہ ہے اور رکوع نہیں بعض نماز میں بولتے ہیں بعض چلتے پھرتے رہتے ہیں لیکن امت محمد ﷺ کی نماز سکون و وقار والی ہے نہ یہ بولیں نہ پھریں نہ چلیں۔ روزوں میں بھی اسی طرح اختلاف رکھتا ہے، کوئی گروہ بعض قسم کے کھانے چھوڑ دیتا ہے لیکن ہمارا روزہ ہر طرح کامل ہے اور اس میں راہ من ہمیں سمجھائی گئی ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیمؑ کے بارے میں یہود نے کہا کہ وہ یہودی تھے نصاریٰ نے انہیں نصرانی کہا لیکن دراصل وہ یکسر مسلمان تھے پس اس بارے میں بھی ہماری رہبری کی گئی اور خلیل اللہ کی نسبت صحیح خیال تک ہم پہنچا دیے گئے۔ حضرت عیسیٰؑ کو بھی

یہودیوں نے جھٹلایا اور ان کی والدہ ماجدہ کی نسبت بدکلامی کی۔نصرانیوں نے انہیں اللہ، اور رب کا بیٹا کہا لیکن مسلمان اس افراط وتفریط سے بچا لیے گئے اور انہیں روح الہ اور کلمۃ اللہ اور نبی برحق مانا۔ (۱۸)

اس وقت میں دنیا میں جو بھی بڑے بڑے مذاہب عیسائیت، یہودیت اور اسلام پائے جاتے ہیں ان کے داعی خدا کے رسول تھے۔ابتراداان کی تعلیمات تھیں۔بعدازیں عیسائیت اور یہودیت (اہل کتاب) کے پیروکاروں نے اپنے مذاہب میں من مانی ترامیم اور تحریفات کرلیں۔یہی بات مولانا سید علی مودودیؒ تفہیم القرآن میں بیان فرماتے ہیں۔ کہتے ہیں:

''اللہ کی طرف سے جو پیغمبر بھی دنیا میں کسی کونے اور کسی زمانے میں آیا ہے۔اس کا دین اسلام ہی تھا اور جو کتاب بھی دنیا کی کسی زبان اور کسی قوم میں نازل ہوئی ہے اس نے اسلام ہی کی تعلیم دی ہے۔اس اصل دین کو مسخ کرکے اور اس میں کمی بیشی کرکے جو بہت سے مذاہب نوع انسانی میں رائج کیے گئے ان کی پیدائش کا سبب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوگوں نے اپنی جائز حد سے بڑھ کر حقوق اور فائدے اور اختیارات حاصل کرنے چاہے اپنی خواہشات کے مطابق اصل دین کے عقائد اصول اور احکام میں ردوبدل کرڈالا۔(۱۹)

اسلام مذاہب کے درمیان اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا داعی ہے۔اور یہ حسد اور حب جاہ مال کی وجہ سے خودساختہ اختلافات کو چھوڑ دینے پر زور دیتا ہے۔اور یہ ایک ہی دین یعنی وہ اصول و احکام جو حضرت آدمؑ سے خاتم الانبیا ﷺ تک سب انبیاءؑ میں شرک ہیں، کی تعلیم دیتا ہے۔دور جدید یہ میں یہودیت وعیسائیت (اہل کتاب) کے درمیان پائی جانے والی دوری، نفرت، دشمنی، نااتفاقی اور حسد کی آگ کو صرف ایک ہی صورت میں ختم کیا جاسکتا ہے جب تمام مذاہب خودساختہ اختلافات کو چھوڑ کر تمام انبیاء کی مشترک تعلیمات پر عمل کو یقینی بنائیں۔انہیں مشترک تعلیمات پر عمل کرنے کی بدولت دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کو فروغ مل سکتا ہے۔

دورجدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی ضرورت واہمیت
تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی ضرورت واہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔موجودہ دور میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی ضرورت جتنی زیادہ محسوس کی جارہی ہے۔پہلے کبھی نہیں کی گئی۔اس لحاظ اس کی ضرورت واہمیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔اس کی ضرورت واہمیت کو سمجھے بغیر مذاہب کے ٹکراؤ اور عالمی جنگوں سے نہیں بچا جاسکتا اور نہ ہی دنیا میں عالمی امن قائم کیا جاسکتا ہے۔

۱۔ اسلام اپنے عقائد ونظریات سے مخالف یعنی اہل کتاب کو دعوت دینے کے سلسلے میں کلمہ سواء کو اساس وانبیاء قرار دیتا ہے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ مخالف العقیدہ جماعت کو صرف اسی چیز پر جمع ہونے کی دعوت دی جائے جس پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہو۔اسی سے بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی اسلام کے نزدیک اہمیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے:

"قل یا ھل الکتب تعالو الی کلمة سواء بیننا و بینکم الانعبد الا اللہ ولا نشرک به شینا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ ، فان تولو ا فتولو ا اشھدو ا بانا مسلمون (۲۰)

ترجمہ:۔''اے نبی کہو'' اے اہل کتاب ، آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اور ہم میں سے کوئی اللہ کے ساتھ کسی کو اپنا رب نہ بنالے اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم مسلم (صرف صدا کی بندگی واطاعت کرنے والے) ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت ابن عباس راوی ہیں کہ ابوسفیان بن حربؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ ہرقل نے مجھے اور قریش کی ایک جماعت کو طلب کیا جس زمانہ میں ہماری اور رسول ﷺ کی صلح تھی اس مدت صلح میں ہم شام میں بسلسلۂ تجارت گئے ہوئے تھے ایلیا میں ہم ہرقل کے پاس پہنچے ہرقل نے ہم سب کو اپنی مجلس میں طلب کرلیا سب اندر داخل ہوئے اس وقت اس کے گرد اگرد سرداران روم موجود تھے اس کے بعد اس نے وہ خط منگوایا جو دحیہ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ نے حاکم بصریٰ کو بھیجا تھا اور حاکم بصریٰ نے وہ ہرقل کو پہنچا دیا تھا ان الفاظ کے ساتھ تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، من محمدٌ عبد ورسولہ الی ھر قل عظیم الروم ،سلام علی بن اتبع الھدیٰ ،امابعد فانی ادعوک بدعایة الاسلام اسلم تسلم یئوتک اللہ اجرک مرتین فان تولین فان علیک اتم الیریسیس ،یا ھل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولانشرک به شینا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون اللہ (۲۱)

ترجمہ: میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔یہ خط محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے، روم کے بادشاہ ہرقل کی جانب سے سلامتی ہو اس شخص کے لیے جو راہِ ہدایت کی پیروی کرے بعد اس کے میں تجھے اسلام کے بلاوے کی طرف دعوت دیتا ہوں۔اسلام لو، تو سلامت رہے گا اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر دے گا اور اگر تو اعراض کرے گا تو تجھ پر ان سب

کسانوں کا وبال ہوگا جو تیری رعایا ہیں۔اے اہل کتاب، ایک ایسی بات پر آ کر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے۔یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں انہوں کو رب بنائیں''۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی تحریر فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت نجرانی نمائندوں کو پڑھ کر سنائی اور ہرقل کو لکھ کر بھیجی اور سب نے اس کو تسلیم کیا اور مضمون کا انکار نہیں کیا اور یہ کہہ کہ روانہ کر دیا کہ یہ بات ہماری کتابوں میں نہیں ہے۔یہ امور رسول ﷺ کی نبوت کا قطعی ثبوت ہیں اور یہ بات یقینی ہے۔کہ مندرجہ آیات امور پر تمام کتابیں اور پیغمبروں کا اتفاق ہے''(۲۲)

۲۔ وہ احکام جو عقائد سے متعلق ہیں، تمام شریعتوں میں یکساں رہے ہیں، یہ کسی ایک رسول کی شریعت کے ساتھ مخصوص نہ تھے۔یہ بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی سب سے بڑی دلیل ہے سابقہ شریعتوں میں پائے جانے ان اصول دین کو شریعت اسلامی منسوخ نہیں کرتی شرائع سابقہ کے پیروکاروں نے عقائدین کی اصل شکل مسخ کر دی ہے لہٰذا عقائد کے حوالے سے شرائع سابقہ کے وہی احکام صحیح تصور کیے جائیں گے جو قرآن وسنت نے بیان کیے ہیں شرائع سابقہ کے عقائد شرعی طور پر حجت ہیں اب ان کی جمیعت کی دلیل شریعت اسلامی کی نفوس ہیں، شرائع سابقہ نہیں، مثلاً اللہ پر ایمان، کتابوں، اصولوں، فرشتوں پر ایمان وغیرہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ کے شروع میں ارشاد فرماتا ہے۔کہ اس کتاب سے ہدایت صرف متقین ہی حاصل کر سکیں گے متقین کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ'' پہلی کتابوں اور اس کتاب (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اس کے بغیر وہ ہدایت نہیں پا سکتے۔قرآن میں ہے۔

والذین یئومنون بما انزل الیک وماانزل من قبلک (۲۳)

ترجمہ: جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے یعنی (قرآن) اور جو کتابیں تم سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر نے ایک صحیح حدیث کو بیان کیا ہے:'' کہ جب تم اس اہل کتاب کوئی بیان کریں تو تم نہ اسے سچ کہو اور نہ جھوٹ بلکہ کہہ دیا کرو کہ ہم تو جو کچھ ہم پر اترا ہے اسے بھی مانتے ہیں۔اور جو کچھ تم پر اترا ہے اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔''(۲۴)

مطلب یہ کہ کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک وہ قرآن کے ساتھ ساتھ سابقہ کتابوں پر ایمان نہ لائے۔گویا قرآن کی تعلیمات میں دوسری کتابوں کی تعلیمات ہیں۔جیسا کہ قرآن میں ہے۔

ان هذا یعنی الصحف الاولی oصحف ابراهیم و موسیٰo(۲۵)

ترجمہ:۔ ''پہلے آئے ہوئے صحیفوں میں بھی کہی گئی تھی، ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کے صحیفوں میں''

قرآن دوسری کتابوں کی تعلیمات محافظ ونگہبان ہے۔گویا قرآن عالمی اتحاد وہم آہنگی ویگانگت کا علمبردار ہے۔قرآن میں ہے۔

قرآن دوسری کتابوں کی تعلیمات محافظ ونگہبان ہے۔گویا قرآن عالمی اتحاد وہم آہنگی ویگانگت کا علمبردار ہے۔قرآن میں ہے۔

''وانزلنا الیک الکتب بالحق مصدقالما بین یدیه من الکتب و مهیمنا علیه (۲۶)

ترجمہ:۔''ہم تمہاری طرف یہ کتاب بھیجی جوفن لےفن لے کر آئی ہے۔اور کتاب میں سے جو کچھ اس کے آگے موجود ہے اس کی تصدیق کرنے والی اور اس کی محافظ ونگہبان ہے۔''

جس طرح تمام کتابوں پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔کسی ایک رسولؐ انکار گویا تمام رسولوں کے انکار کرنے کے مترادف ہے۔قرآن پاک میں ارشاد ربانی ہے۔

''امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمومنون ، کل امن بالله وملئکته و کتبه و رسله لانفرق بین احد من رسله (۲۷)

ترجمہ:''رسول اس ہدایت پر ایمان لایا جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی اور جو لوگ اس رسول کے ماننے والے ہیں۔انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور نہ قول یہ ہے'' کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے''

اسلام کی رو سے کوئی شخص ایمان مفصل کا اقرار کیے بغیر مسلمان نہیں ہوسکتا۔جس کی تفصیل یہ ہے۔

امنت بالله وملئکته و کتبه ورسله والیوم الاخر والقدر خیره و شره من الله تعالیٰ والاجث بعد اعوت .

ترجمہ:۔''میں ایمان لایا اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، روز آخر پر، اچھی اور بری تقدیر پر کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے اور مرنے کے بعد جی اٹھنے پر''۔

۳۔ اسلام میں کوئی شخص ان سات چیزوں پر ایمان لائے بغیر مسلمان نہیں ہوسکتا۔یہی سات چیزیں یہود ونصاریٰ کے ایمان کے لیے بھی ضروری ہیں۔لیکن یہود ونصاریٰ ان پر کامل یقین نہیں رکھتے۔گویا اسلام یہود ونصاریٰ کو ان چیزوں پر ایمان لانے کی تلقین کر کے عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کی دعوت دیتا ہے۔اسی لیے اہل کتاب اسلام قبول کرنے پر دوہرے

اجر کا مستحق ہوگا۔ چنانچہ ارشاد الٰہی ہے۔

یاایہا الذین امنو ا اتقو اللہ و امنو ا برسولہ یئوتکم کفلین من رحمتہ ویجعل لکم نورا تمسون بہ ویغفرلکم ط واللہ غفور رحیم (۲۸)

ترجمہ: ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اسکے رسول رسول ﷺ پر ایمان لائے، اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں وہ نور بخشے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے، اور تمہارے قصور معاف کردے گا، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔''

یہاں خطاب ان لوگوں سے ہے جو حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے ہوئے تھے ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ اب محمد ﷺ پر ایمان لاؤ، تمہیں اس پر دوہرا اجر ملے گا ایک اجر ایمان پر عیسیٰؑ کا دوسرا اجر ایمان پر محمد کا اسی آیت کی تائید درج ذیل اولیت کرتی ہے۔

وعن ابی موسی الہ شعری قال قال رسول اللہ ﷺ ثلاثۃ لھم اجران رجل من اھلالکتاب امن بنبعہ وامن بحمد والعبد الملوک اذا ادنی حق اللہ ومن موالیہ ورجل کانت عندہ امۃ یطاھاف دبھافا حسن تادیبھا وعلمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا فتزوجھا فلہ اجران (۲۹)

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ شعری کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تین شخص ایسے ہیں جن کو دو دو اجر ملیں گے اس اہل کتاب (یہودی اور عیسائی) کو جو پہلے اپنے نبی پر ایمان رکھتا تھا پھر محمد ﷺ پر ایمان لایا اس غلام کو جو اللہ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے آقاؤں کے حق کو بھی ادا کرتا رہے اس شخص کو جس کی کوئی باندی تھی اور وہ اس سے صحبت کرتا تھا پہلے اس کو اچھا ہنرمند بنایا پھر اس کو خوب اچھی طرح تعلیم دی اور پھر اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا تو یہ بھی دوہرے اجر کا حق دار ہوگا۔

۴۔ نماز، روزہ، حج، زکوۃ جس طرح مسلمانوں فرض ہیں اسی طرح سابقہ امتوں یعنی اہل کتاب پر بھی فرض تھے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت محمد ﷺ نے حضرت معاذ کو نماز وزکوٰۃ کے بارے میں نصیحت فرمائی۔

عن ابن عباس ان رسول اللہ ﷺ بعثت معذ الی الیمن فقال : انک تاتی قوما اھل کتاب مفاد عھم الی شھادۃ ان لا الہ اللہ فان ھم اطاعو ا لذلک فاعلمھم ان اللہ قد فرض علیھم خمس صلوۃ فی الیوم واللیلۃ فان ھم اطاعو الذلک فاعلمھم ان اللہ قد فرض علیھم صدقۃ تئو خذ من اغنیائھم فترد علی فقرائھم فان ھم اطاعو الذلک فایاک وکرائم اسوالھم واتق دعوۃ المظلوم فانہ لیس بینھاربین اللہ حجاب (۳۰)

ترجمہ: حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معاذ کو یمن کی طرف (حاکم بنا کر) بھیجا تو فرمایا کہ تو ایک ایسی قوم کی طرف جا رہا ہے۔ جو اہل کتاب ہے۔ پس تو ان کو اس امر کی شہادت کی طرف بلا کر خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اگر وہ اس کو مان لیں یعنی اسلام قبول کر لیں تو ان کو بتلا کہ اللہ نے ان پر فرض نمازیں پانچ مقرر کی ہیں اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو پھر ان کو بتلا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو دولت مندوں سے لی جائے گی اور غرباء پر تقسیم کی جائے گی اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر انکا بہترین مال نہ لے۔ اور قوم کی دعا سے اپنے آپ کو بچا اس لیے کہ مظلوم کی دعا اور خدا تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

مذکورہ حدیث میں آنحضرتؐ نے حضرت معاذ کو اہل کتاب کو متفق علیہ امور پر دعوت دینے کی نصیحت فرمائی۔

اسی طرح روزہ کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

یا یہا الذین امنو اکتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (۳۱)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو، تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہو" انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کا مضمون نگار روزہ (فاسٹنگ) لکھتا ہے۔

"روزہ کے اصول اور طریقے گو آب و ہوا قومیت و تہذیب اور گرد و پیش کے مارت کے اختلاف سے بہت کچھ مختلف میں لیکن یہ مشکل کسی ایسے مذہب کا نام ہم لے سکتے ہیں جس کے مذہبی نظام میں روزہ مطلقاً تسلیم نہ کیا گیا ہو" (۳۲)

اسی طرح قربانی شریعت ابراہیمی کی نشانی ہے جسے شریعت اسلامی میں بھی برقرار رکھا گیا ہے حضرت زید بن ارقم سے مروی ہے کہ صحابہ نے رسول اللہ سے پوچھا یا رسول اللہ یہ قربانی کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا:۔

سنة ابیکم ابراهیم (یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے) (۳۳)

۵۔ اسلام نے اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کے سلسلے میں اہل کتاب کے ذبیحے کو منزل قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے۔

وطعام الذین اوتو االکتب حل لکم وطعامکم حل لهم (۳۴)

ترجمہ: "اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لیے"

طعام اہل کتاب سے مراد اس آیت میں باتفاق علماء تفسیر وہ طعام ہے جس کی حلت مذہب اور عقیدہ پر موقوف ہے۔ یعنی ذبیحہ اسی لیے اس طعام میں اہل کتاب کے ساتھ امتیازی معاملہ کیا گیا کیونکہ وہ بھی اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان کے مدعی ہیں اگر چہ ان کی تحریفات نے ان کے دعویٰ کو مجروح کر دیا یہاں تک کہ کفر و شرک میں مبتلا ہو گئے بخلاف بت

پرست مشرکین کے وہ کسی آسمانی کتاب یا نبی یا رسول پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی نہیں رکھتے ہیں چ اور جن کتابوں یا شخصیتوں پر ایمان ہے وہ کسی آسمانی کتاب یا نبی یا رسول پر ایمان لانے کا دعویٰ بھی نہیں رکھتے ہیں اور جن کتابوں یا شخصیتوں پر ایمان ہے وہ نہ اللہ کی بھیجی ہوئی کتابیں ہیں اور نہ ان کا نبی و رسول ہونا کسی کلام سے ثابت ہے اس لیے اہل کتاب کے دین میں سینکڑوں تحریفات ہونے کے باوجود ذبیحہ کے مسئلے میں ان کا مذہب اسلام کے بالکل مطابق ہے یعنی وہ بھی ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا عقدیہ تا ضروری سمجھتے ہیں اس کے بغیر جانور کو مردار بیتہ اور ناپاک و حرام قرار دیتے ہیں۔ (۳۵)

تفسیر ابن کثیر میں اہل کتاب کے ذبیحے کی کی حدیث کو بیان کے ہے کہ خیبر والوں نے سالم بھی ہوئی ایک بکری حضور ﷺ کو تحفہ میں دی جس کے شانے کے گوشت کو انہوں نے زہر آلود کر رکھا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضور شانے کا گوشت پسند فرماتے ہیں چنانچہ آپ نے اس کا یہی گوشت لے کر منہ میں رکھ کر دانتوں سے توڑا تو فرمان باری تعالیٰ سے اس شانے نے کہا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔ آپ نے اسی وقت اسے تھوک دیا اور اس کا اثر آپ کے سامنے کے دانتوں وغیرہ میں رہ گیا تھا۔ آپ کے ساتھ بشر بن براء ابن مصرور بھی تھے جو اس کے اثر سے راہی بقا ہوئے جس کے قصاص میں زہر ملانے والی عورت کو قتل کیا گیا اور ایک اور حدیث میں ہے ایک یہودی نے آپ کی دعوت میں جو کی روٹی اور پرانی سوکھی چربی پیش کی تھی۔'' (۳۶)

۶۔ اسی طرح نکاح کے معاملات میں بھی اہل کتاب کا مذہب اکثر چیزوں میں شریعت اسلام کے مطابق ہے۔ اسلام نے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دیا ہے لیکن اہل کتاب کو مسلمان عورتوں سے نکاح کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔ قرآن میں ہے۔

والمحصنت من الذین اوتوا الکتب من قبلکم ....ولا متخذی اخران (۳۷)

ترجمہ: ''اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں میں سے جن کو تم سے کتاب دی گئی تھی بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو نہ یہ کہ آزاد شہوت رانی کرنے لگو چوری چھپے آشنائیاں کرو''

حضرت صفیہ جویریہ اور ریحانہ یہودی خاندانوں سے تھیں انہیں آزاد کر کے آنحضرت نے ان سے نکاح کیے اور یہ امن اور اتحاد کی مثال آنخضرت نے قائم کی۔

مفتی محمد شفیع نے معارف القرآن میں ابا صاص کی تفسیر احکام القرآن کے حوالے سے شفیق بن مسلمہ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان جب مدائن پہنچے تو وصال ایک یہودی عورت سے نکاح کر لیا اسی ابن ہمام نے فتح القدیر میں نقل کیا ہے کہ حذیفہ کے علاوہ طلحہ اور کعب بن مالک نے بھی آیت مائدہ کی بناء پر اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کیا۔

کتاب الاصبار میں ایک طویل فہرست محرمات کی دی گئی ہے اور جن میں بیشتر وہی ہیں جن کو قرآن نے حرام قرار دیا ہے۔ یہاں تک کہ جمع بین الاختین یعنی دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنے کی حرمت اور حالت حیض میں صُحبت کا حرام ہونا بھی اس سے مصرح ہے۔ نیز بائبل میں اس کی بھی تصریح ہے کہ بت پرست اور شرک اقوام سے نکاح جائز نہیں۔ موجودہ تورات کے الفاظ یہ ہیں:

''تو ان سے شادی بیاہ بھی نہ کرنا اور نہ ان بیٹوں کو اپنی بیٹیاں دینا اور نہ اپنے بیٹوں کیلئے ان کی بیٹیاں لینا، کیونکہ وہ میرے بیٹوں کو میری پیروی سے برگشتہ کردیں گے تاکہ وہ اور معبودوں کی عبادت کریں۔ (۳۸)

۷۔ یہ اسلام کی بین المذاہب یگانگت وہم آہنگی ورواداری کی تعلیم ہے۔ کہ وہ ایک دوسرے کی عبادت گاہوں کے احترام کی تلقین کرتا ہے۔ قرآن میں اسلامی صروب کی جو وجہ بیان کی گئی ہے وہ یہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

لو لادفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجديز كر فيها اسم الله كثيرا ولينصر ن الله من ينصره ذ ان الله تقوى عزيز (۳۹)

ترجمہ: ''اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا تھا تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں ،جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے سب مسمار کرڈالی جاتیں۔ اللہ ضرور ان لوگوں کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کریں گے اللہ بڑا طاقتور اور زبردست ہے''

قاضی محمد سلیمان مسلمان پوری فرماتے ہیں'' کہ آیت بالا ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کو جنگ کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ وہ جملہ مذاہب کی آزادی کو قائم کردیں، بر امنی دور کردیں پارسیوں، عیسائیوں، یہودیوں کی عبادت گاہوں اور مسلمانوں کی مسجدوں کو کوئی شخص گرانہ سکے'' (۴۱)

۸۔ دنیا میں قبضے بھی مذاہب ہیں ہر مذہب نے دوسرے مذہب کے ماننے والوں کا انکار کیا ہے اور ہر طاقتور مذہب دوسرے مذہب کے ماننے والوں پر سختیاں کرتا رہا ہے۔ لیکن اسلام ہی واحد مذہب ہے جس نے بین المذاہب اتحاد و یگانگت وہم آہنگی، رواداری و نرم خوئی کا نمونہ پیش کیا ہے۔ کیونکہ آنحضرتؐ و ما ارسلنک الا رحمة للعالمین کی عملی تصویر تھے۔

حافظ ابن کثیر تفسیر ابن کثیر میں احادیث نقل کرتے ہیں کہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک موقعہ پر اصحاب رسول نے عرض کی کہ حضور ان کافروں کے لیے دعا کیجئے آپ نے فرمایا میں لعنت کرنے والا نہیں بنا کر بھیجا گیا بلکہ رحمت وہدایت ہوں حدیث میں ہے آپ فرماتے ہیں یہی تو صرف رحمت وہدایت ہوں اور روایت میں اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ مجھے ایک قوم کی ترقی اور دوسری کے تنزل کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ مومنوں کے لیے تو آپ ﷺ دنیا و

آخرت میں رحمت تھے اور غیر مومنوں کے لیے آپ ﷺ دنیا میں رحمت تھے کہ وہ زمین مں دھنسائے جانے سے آسمان سے پتھر برسائے جانے سے بچ گئے۔ جیسے کہ اگلی امتوں کے منکروں پر یہ عذاب آئے۔ (۴۲)

۹۔ اسلام کی تعلیمات میں رواداری کے جو نمونے، اتحاد، ہم آہنگی، یگانگت اور بے تعصبی کے جو ثبوت دی اسلام نے اور حضور کے خلفائے راشدین اور ملوک عظام نے دنیا کے سامنے پیش کیے تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی نبی ﷺ نے مدینہ پہنچ کر جو معاہدہ یہودیوں کے ساتھ کیا تھا۔ اسے میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جس میں آپؐ نے مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات کو واضح اور ضبط کیا۔ آپ نے انصار اور یہود کو کہہ کر ایک معاہدہ لکھوایا جس کو فریقین نے دنیا کے پہلے قانون کے طور پر منظور کیا۔ اسی طرح نصاریٰ کے ساتھ آنحضرت نے بھی معاہدہ کیا ہے انصاف کیجئے کہ کیا ان سے اسلام اور داعی اسلام کی بے تعصبی، سیر چشمی اور کس قدر رواداری ظاہر ہوتی ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں کا بلند امتیاز ہر ایک منصب پر فائز ہو جانا ہماری روشن دلیل ہے۔ محمد حسین ہیکل میثاق مدینہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ ایک تحریری معاہدہ ہے جس کی رو سے حضرت محمد نے آج سے تیرہ سو سال قبل ایک ایسا ضابطہ معاشرہ انسانی میں قائم کیا جس سے شرکائے معاہدہ میں سے ہر گروہ اور ہر فرد کو اپنے اپنے عقیدے کی آزادی کا حق حاصل ہوا انسانی زندگی کی حرمت قائم ہوئی اموال کے تحفظ کی ضمانت مل گئی۔ ارتکاب جرم پر گرفت اور مواخذہ نے دباؤ ڈالا اور معاہدین کی یہ بستی (شہر مدینہ) اس میں رہنے والوں کے لیے امن کا گہوارہ بن گئی۔ غور فرمائیے کہ سیاسی اور مذہبی زندگی کو ارتقاء کا کتنا بلند مرتبہ حاصل ہوا جس سیاست اور مدنیت پر دست استبداد تھا اور دنیا فساد و ظلم کا معمل نبی ہوئی تھی۔ (۴۳)

۱۰۔ بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کے ثبوت میں اسلام کا یہ عام فیصلہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے عام صدقات اہل کتاب کو دیے جاسکتے ہیں۔ سیرت النبی جلد ششم میں تحریر ہے۔

''کہ آنحضرت ﷺ نے ایک یہودی خاندان کو صدقہ دیا، ام المومنین حضرت صفیہؓ نے دو یہودی رشتہ داروں کو تیس ہزار کی مالیت کا صدقہ دیا، ابو یسیرہؓ اور عمرو بن میمونؒ اور عمرو بن شرجیلؒ صدقہ نظر سے عیسائی راہوں کی مدد کیا کرتے تھے۔

مسند احمد میں آنحضرت نے مسلمانوں کو خطاب کرتے فرمایا ''تم میں سے کوئی اس وقت کت پورا مومن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ اور لوگوں کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور جب تک وہ آدمی کو صرف اللہ کے لیے پیار نہ کرے۔

اس حدیث میں محبت انسانی کی وسعت ساری انسانی برادری تک وسیع کر دی گئی ہے۔ (۴۴)

تبصرہ:

دنیا اس وقت جس نازک دور سے گزر رہی ہے۔ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ ہم اپنے بین المذاہب عالمی مسائل کو تمام انبیاء کی مشترک تعلیمات کے ذریعے حل کریں ضرورت اس امر کی ہے کہ ان تعلیمات پر عمل کو یقینی بنایا جائے تا کہ جدید دور میں عالمی امن اور پیار ومحبت کو فروغ دینے کے ساتھ ساتھ بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کے مقاصد کو حاصل کر سکیں۔

مصادر ومراجع

۱۔ عمادالدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر الدمشقی (م ۶۳۰ھ) تفسیر القرآن الکریم، مترجم مولانا محمد صاحب جونا گڑھی"،
حذیفہ اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۱ء۔

۲۔ مودودی، ابوالاعلیٰ سید (م ۱۹۷۹ء)، تفہیم القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور۔

۳۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، ادارہ المعارف، کراچی، ۱۹۹۴ء

۴۔ پانی پتی، ثناء اللہ (م ۱۲۲۵ھ) التفسیر المظہری، تشریحی مترجم الجلادی، سید عبدالائم، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی۔

۵۔ البخاری، محمد بن اسماعیل (۱۲۲۵ھ)، صحیح بخاری، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۷۹ء

۶۔ دہلوی، نواب محمد قطب الدین خاں، مظاہر حق جدید، شرح مشکوۃ المصابیح، اردو، دارالاشاعت کراچی، ۲۰۰۲ء

۷۔ ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن عزیز، سنن ابن ماجہ، اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار، لاہور۔

۸۔ احمد بن حنبل، سند الامام احمد بن

۹۔ طبرانی

۱۰۔ سید سلیمان ندوی، سیرت النبی، ادارہ اسلامیات، لاہور، ۲۰۰۲ء

۱۱۔ منصور پوری، قاضی سلمان، رحمۃ للعالمین، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ۱۹۶۲ء

۱۲۔ ابن عبدربہ، العقد الفرید، مطبع الاستقامہ، قاہرہ، ۱۹۵۳ء

۱۳۔ محمد حسین ہیکل، حیات محمد، مطبع النھضہ العصریہ، ۱۹۷۴ء

۱۴۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد دہم ص ۱۹۳، ۱۹۴ و اطبع یازدہم۔

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلامی اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ خالد محمود ترمذی۔ ڈیرہ اسماعیل خان

"قل یآاھل لکتاب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سوآءٍ بیننا و بینکم"

الانعبد الا للھو لا نشرک بہ شیاً ۔ الخ (۳:۶۴)

ترجمہ: (میرے نبی ﷺ!) آپ کہیے اے اہل کتاب (یہود و نصاری)! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب نہ بنالے۔ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ موڑیں تو صاف کہہ دو کہ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف خدا کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں۔

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری اپنی شہرہ آفاق تصنیف ضیاء القرآن میں اسی آیت کریمہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

کلمہ سے مراد یہاں لفظ مفرد نہیں بلکہ جملہ مفیدہ ہے یعنی الانعبد الا اللہ الخ اور یہ استعمال عام ہے۔ والکمۃ تطلق علی الجملۃ المفیدۃ (ابن کثیر) اس سے معلوم ہوا کہ حضور پر نور ﷺ کوئی نئی دعوت کوئی نرالا دین لے کر نہیں آئے تھے بلکہ حضور بھی اسی توحید کے داعی بن کر تشریف لائے تھے جس کی دعوت ہر نبی نے دی نیز اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انسانیت جو آج مختلف اور مخالف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا ہے اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید ہی ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن ترین حقیقت ہے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کیلئے اہل کتاب کو دعوت دی!

مشہور یونانی مورخ پلوتارک نے بالکل صحیح کہا ہے کہ:

"زمیں پر چلتے پھرتے ہوئے تم ایسے شہر بھی دیکھو گے جن کی دیواریں نہیں ہیں۔ ایسے بھی جن میں سائنس کی کوئی علامت دکھائی نہیں دیتی۔ ایسے بھی جہاں حکمران کوئی نہیں۔ ایسے بھی جہاں نہ محلات ہیں نہ خزانے۔ نہ ورزش گاہیں ہیں نہ تھیٹر لیکن تم کوئی ایسا شہر نہیں پاؤ گے جہاں دیوتاؤں کے مندر نہ ہوں۔ جہاں دعائیں نہ مانگی جاتی ہوں۔ جہاں منتیں نہ مانی جاتی ہوں۔ جہاں پیشگوئیاں نہ کی جاتی ہوں۔ ایسا شہر نہ آج تک کسی انسان نے دیکھا ہے نہ کبھی دیکھنے میں آئے گا۔"

انسان کی اسی ذہنیت یا روش کو اس جس میں اس نے اپنے لئے کسی "شے" (یا قوت) کو پرستش (Object of Worship) کی حیثیت دے رکھی ہو عام طور پر مذہب کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ لیکن مذہبی جذبہ یا تصور کی اس عالمگیریت کے باوجود یہ حقیقت تعجب خیز ہے کہ آج تک یہ متعین نہیں ہو سکا کہ مذہب کسے کہتے ہیں۔ عوام تو درکنار دنیا کے بڑے بڑے مفکرین، مورخین اور مصنفین نے مذہب کی تعریف (Definition) متعین کرنے میں بڑی کد و کاوش سے کام لیا ہے لیکن ان میں سے کسی کی بیان کردہ تعریف نہ تو کسی دوسرے کی تعریف سے ملتی ہے اور نہ ہی کوئی ایسی جامع تعریف وضع کی جا سکتی ہے جو مذہب کے تمام متنوع تصورات کو پوری طرح محیط ہو۔

مذہب کی تعریف

انگریزی زبان میں مذہب کے لئے (Religion) کا لفظ ہے جو لاطنی زبان سے ماخوذ ہے۔ جس کا مفہوم عقیدے اور پوجاپاٹ کے ایک نظام کا ہے لیکن پوجاپاٹ اسی وقت ہو سکتی ہے جب انسان اپنے آپ کو کسی ہستی کے ساتھ وابستہ کر دے۔ اس لئے انسان اپنے آپ کو سب سے زیادہ سب سے بڑی ہستی سے یا کارساز، کارفرما ہستی سے وابستہ کر دیتا ہے لیکن لفظ (Religion) ہر مذہب کے مفہوم کی تشریح نہیں کرتا۔ لیکن "اسلام" میں مذہب کا اتنا محدود مفہوم نہیں ہے کہ اسلام صرف عقیدہ اور پوجاپاٹ کے ایک نظام کا نام ہو بلکہ اسلام میں عقیدہ و عبادت، سیاست و معاشرت بلکہ انسان کی زندگی کے ہر لمحے کو اسلام کی تعلیم کے مطابق ادا کرنا مذہب میں داخل ہے۔

غرض دنیا کے امن و آسائش میں سچے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے کو بہت بڑا دخل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں جتنے مذاہب ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی ہدایتوں ہی کا نام ہیں۔ مگر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا کچھ نیک نیت لوگوں نے نیک نیتی سے، کچھ بدنیت لوگوں نے بدنیتی سے اللہ کی ہدایتوں میں اور باتیں شریک کر دیں۔ پھر ان باتوں اور رسم رواج کی کثرت نے اصل حقیقت کو مسخ کر دیا۔ اس کا الزام خالص مذہب کے حامل اور ان کے سچے پیروؤں پر عائد نہیں ہو سکتا۔ ہر داعی مذہب بنی نوع انسان کا محسن تھا ان سب کی تعظیم ہمارا اخلاقی فرض ہے۔ مذہب امن عامہ اور اخلاق حمیدہ کی تعلیم دیتا ہے۔ عربی زبان میں مذہب کے معنی راستہ کے ہیں، یعنی اللہ کی طرف سے زندگی گزارنے کا جو طریقہ بتایا گیا ہے وہ دین و مذہب ہے۔ دین کے معنی برتاؤ اور مذہب کے معنی چلنے کا راستہ۔ یعنی ہمارا برتاؤ خواہ اپنے خالق سے ہو یا اپنے ہم جنسوں سے یا کائنات سے، جب یہ تینوں برتاؤ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق ہوں تو وہ مذہب ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

"تم میری بندگی کرو یہی سیدھی راہ مستقیم ہے"۔

یہی مذہب (دین اسلام) وہ ہے جس پر چل کر انسان اپنی زندگی کے مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہے۔ انسان کے وہ

تمام افعال جو اس عقیدے پر مبنی ہوں کہ ایک ہستی بزرگ و برتر موجود ہے' جس کی بتلائی ہوئی ہدایتوں پر عمل ہی باعث نجات ہے۔ ہم کو اس کی بندگی کرنی ہے اور اسی کی بندگی کے مطابق اپنے کردار و عمل کی اصلاح ہماری زندگی کا فرض ہے۔ مذہب کی یہ تعریف ہمارے موضوع کیلئے موزوں ہے۔ کیونکہ مذہب کی بنیاد ہی یہ عقیدہ یا ایمان ہے جس میں یہ تین چیزیں شامل ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ خالق کائنات ہے جو انسان کا خالق اور سب کا حاجت روا ہے۔

2۔ اور خود انسان۔

3۔ انسان کے علاوہ دوسری کائنات۔

ایک شخص کا ان سب سے کیا برتاؤ ہو یعنی ان میں سے ہر ایک کے ساتھ زندگی کس طرح گزاری جائے۔ اسی قانون وہدایت کا نام دین و مذہب ہے۔ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ان الدین عند اللہ الاسلام

''وہ صراط مستقیم کون سا ہے جس پر انسان چل کر مقصد زندگی یعنی جنت کو پا سکتا ہے''

ہمارے اس عالم شہادت کے علاوہ ہمارے اس محسوس عالم سے اعلیٰ وارفع ایک ان دیکھا نظام (عالم غیب) موجود ہے۔ ان تمام نظاموں کا خالق رب ہے۔ جس کے منشا کے مطابق زندگی گزارنا انسان کا خاص فرض ہے۔ اس فرض کو ادا کرنے کے بعد ہم کو اس بعد والے عالم میں نجات نصیب ہو سکتی ہے اور تہذیبوں میں یہی مذہب کے امتیازی خصوصیت ہے۔

مذہب کے ثلاثہ عناصر:

مذہب کے بعض بنیادی عناصر ایسے ہیں جنھیں کم و بیش ہر مذہب میں تلاش کیا جا سکتا ہے' وہ ہیں عقیدہ' رسوم اور اخلاق۔

1۔ عقیدہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ ایک فطری عنصر ہے جس کا تعلق سچائی کے فہم' اس کے ضابطہ سازی اور باطل سے نبرد آزمائی سے ہوتا ہے۔

2۔ رسوم۔ یہ مذہب کا دوسرا اہم عنصر ہے۔ یہ عنصر براہ راست اصل وحی سے ماخوذ ہوتا ہے' ایک الہامی مذہب میں رسوم کی حیثیت بڑی اہم ہے۔ ان کے بغیر مذہب کے وجود کا تصور ہی محال ہے۔

3۔ تیسرا عنصر اخلاق ہے۔ اخلاق اور نیکی کے بغیر روح یا تائید یا فضل خداوندی حاصل کرنے کے قابل نہیں ہو سکتی۔

مذہب کے پہلے دو عناصر انسان کے خداوند تعالیٰ سے تعلق کے حامل ہیں' جبکہ تیسرا عناصر پڑوسیوں سے اس کے معاشرتی روابط کے متعلق ہے۔ مذہبی نظاموں کے مطالعے سے ایک عمومی اتفاق رائے کی نشان دہی ہوتی ہے کہ ایسے نظام سبھی معلوم معاشروں میں پائے جاتے ہیں۔ بہت سے معاشروں میں مذہبی عقائد و رسوم الگ الگ معاشروں میں الگ الگ

ہیں۔ بعض معاشروں میں ان کی شکل وصورت میں بالکل ہی مختلف اور نامانوس ہے۔ تاہم اس امر میں وہ سب یکساں ہیں۔

(الف) ایک تو ان کا تعلق مافوق الفطرت سے ہے۔

(ب) دوسرے وہ اپنے معاشرے کے ارکان کیلئے ویسے ہی فرائض انجام دیتے ہیں جیسے ان میں عقائد ورسوم موجود ہوتے ہیں۔

مذہب کے مقاصد

مذہب انسانی فطرت میں داخل ہے' اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی من فطری طور پر مذہب کی ضرورت محسوس کرتا ہے چنانچہ مذہب کی بڑی غرض وغایت فطری تقاضوں کی تکمیل کرنا ہے۔ فطری تقاضوں کی نوعیت دوطرح کی ہیں:

(الف) اخروی یا روحانی تقاضے

ان تقاضوں کا تعلق انسان کی روحانی زندگی اور روحانی نشوونما سے ہے۔ اور اس کی ہستی اور ربوبیت کا شعور اور یقین حاصل کرنا ہے' اسی شعور اور یقین کی مدد سے وہ اپنی زندگی میں ایک خاص طرح کا اطمینان' احساس تحفظ اور اعتماد وقوت پاتا ہے' اسی یقین وقوت سے وہ روشنی حاصل ہوتی ہے جسے ایمان کہا جاتا ہے۔

(ب) دنیاوی یا مادی تقاضے

یعنی دنیاوی ضرورتیں اور مادی وسائل ان تقاضوں کا تعلق دنیاوی معاملات' ضروریات اور دوسرے انسانوں کے ساتھ تعلقات وروابط سے ہوتا ہے' ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ مادی تقاضے ہمارے معاشرتی اور معاشی امور سے متعلق ہوتے ہیں۔ مذہب ان امور کے سب پہلوؤں کے بارے میں ہدایت دیتا ہے تاکہ انسان کے مادی تقاضے باحسن وجوہ پورے ہوں اور اس کی اس کے خاندان کی زندگی باضابطہ بھی ہو اور خوشگوار اور متوازن بھی۔

دنیا کے سب مذہبوں اور معاشروں کے ایک سرسری مطالعے سے واضح ہوجاتا ہے کہ ایک اعلیٰ وارفع ہستی یعنی خدا کا تصور ہر مذہب میں موجود ہے' اس تصور کی ہمہ گیری سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ خدا کی ہستی کا اقرار' انسان کی فطرت میں داخل ہے اور مذہب کی غرض وغایت یہی ہے کہ وہ انسان کو نہ صرف خدا کی ہستی کا یقین دلائے بلکہ اس کی خوشنودی اور اس تک رسائی کا راستہ بھی دکھائے۔ مذہب کا یہی راستہ انسان میں نیکی' بھلائی' خدامت خلق اور حق وصداقت کی جذبات کو فروغ دینا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ مذہب کی اولین اور سب سے بڑی غرض وغایت یہی ہوتی ہے کہ وہ انسان میں خدائے کائنات اور خالق کل کا یقین کامل پیدا کردے یعنی اس سے دل میں ایمان کا نور بھردے۔

انسان اپنی زندگی میں جن امور کے لئے مذہب کی ضرورت محسوس کرتا ہے ان میں سے بعض کو یوں بیان کیا جاسکتا ہے۔

1۔ مذہب انسانی رہنمائی کا فریضہ انجام دیتا ہے' انسان اپنی رہبری کے لئے عقل کا دامن تھامتا ہے لیکن عقل رہبر کامل نہیں بن سکتی چنانچہ یہ کام مذہب بجالاتا ہے۔

2۔ مذہب پاکیزگی' باطنی صفائی اور نیکی کا سبق دیتا ہے۔

3۔ مذہب انسان کو اس کے بلند و بالا مقام سے آگاہ کرتا ہے اور اس دنیا میں اس کی حیثیت واہمیت واضح کرتا ہے تاکہ وہ خالق کائنات کے احکام کی بجاآوری میں تغافل وتساہل نہ برتے اور دوسری مخلوقات اور اشیا سے استفادہ کرسکے۔

4۔ مذہب انسان کو خالق کائنات کی راہ دکھاتا ہے اور اس کی معرفت پیدا کرتا ہے۔

5۔ مذہب انسان کو اچھائی اور برائی' نیکی اور بدی میں تمیز کرنا سکھاتا ہے۔ پھر اچھائیوں اور نیکیوں کی جزا اور برائیوں اور بدیوں کی سزا کی بھی اطلاع دیتا ہے۔ یہی انصاف کا تقاضا ہے کہ انسان کو مختلف کاموں کے نتائج سے پہلے ہی آگاہ کردیا جائے اور پھر انسان کو اپنی راہ خود متعین کرنے اور منتخب کرنے کا اختیار دے دیا جائے۔

مذہب کی تقسیم

ابتدائے انسانیت سے لے کر آج تک دنیا میں کتنے مذاہب وجود میں آچکے ہیں۔ ان کی صحیح تعداد کا کسی کو علم نہیں ہے۔ بے شمار مذاہب وقت کے ساتھ مٹ گئے جو باقی رہ گئے تھے یا ہیں ان کا احاطہ تو مشکل ہے تاہم علمائے تحقیق نے مذاہب عالم کی تقسیم ان طریقوں سے کی ہے۔

(1) سامی اور غیر سامی ادیان (2) الہامی اور غیر الہامی ادیان (3) ارتقائی یا تاریخی لحاظ سے مذاہب کی تقسیم

سامی وغیر سامی مذاہب

جب ہم مذاہب کی تقسیم کسی خاص نسل کی بنیاد پر کرتے ہیں تو اس تقسیم کو نسلی تقسیم ادیان کا نام دیتے ہیں۔ موجودہ عالمی مذاہب کو نسلی بنیاد کے حوالے سے ان تین گروہوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ سامی مذاہب 2۔ آریائی مذاہب 3۔ منگولی مذاہب

سامی مذاہب میں سامی نسل کے حوالے سے یہودیت' عیسائیت اور اسلام شامل ہیں۔ ان میں سوائے اسلام کے دوسرے دو سامی نسل کی برتری کا اصول کارفرما ہے جب کہ دین اسلام کی تعلیمات سامی نسل کی برتری کی بجائے اصول مساوات کی علمبردار ہیں۔ مثال کے طور پر سورہ الحجرات میں ارشاد الٰہی ہے کہ اور ''مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے کہ ''عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر فضیلت حاصل نہیں' تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے''۔

آریائی مذاہب میں ہندومت' جین مت' زرتشت اور سکھ وغیرہ نمایاں ہیں۔ منگولی مذاہب تاؤمت' کنفیوشس

مت، شنتومت، اسلاف پرستی وغیرہ کو شامل کیا جاتا ہے۔ بدھ مت کے ایک ایسا مذہب ہے جسے آریائی گروہ اور منگولی دونوں اپنے گروپ میں شامل کرتے ہیں حالانکہ غالب خیال یہ ہے کہ بدھ مت منگولی گروہ میں داخل ہے۔

الہامی اور غیر الہامی مذاہب

الہامی اور غیر الہامی مذاہب کی تقسیم کے مطابق اسلام، عیسائیت اور یہودیت (یعنی سامی ادیان) الہامی ادیان میں شامل ہیں۔ جب کہ دیگر مذاہب عالم غیر الہامی کہلاتے ہیں۔ اور انہیں غیر سامی مذاہب بھی کہا جاتا ہے۔ الہامی ادیان سے مراد ایسے ادیان ہیں جن کے ماننے والے خدا اس کے رسول اور ان کی لائی ہوئی کتابوں یعنی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ جب کہ غیر الہامی مذاہب کی تعلیمات اور عقائد خدائے واحد لاشریک کی ہدایت کی تابع نہیں ہیں۔

بین الاقوامی والہامی مذاہب

بین الاقوامی والہامی مذاہب سے مراد ان مذاہب سے ہے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ عالم انسانیت کو اپنی لپیٹ میں لیا بلکہ ان مذاہب نے کائنات اور اس میں انسان کے مقام و مقصد حیات کا ایک واضح و جامع تصور دیا۔ ان مذاہب میں بدھ مت کے علاوہ باقی سب مذاہب کو الہامی کہا جاتا ہے۔

یہودی مذہب

یہودی مذہب بین الاقوامی ہونے کے علاوہ الہامی مذہب تسلیم کیا جاتا ہے جس کی بنیاد دو عقائد پر ہے۔ اول اللہ کی وحدانیت اور دوم بنی اسرائیل کا خدا کی مخصوص و منتخب امت ہونا۔ تمام الہامی مذاہب میں خدا کی وحدانیت کا تصور پایا جاتا ہے لیکن یہودیت میں کچھ ایسے عقائد بھی شامل ہو گئے ہیں جن کی وجہ سے مذہب توحید خالص کے تصور سے محروم ہو گیا۔ یہودی نسلاً بنی اسرائیل ہیں۔ اسرائیل عبرانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنیٰ ''خدا کا بندہ'' ہیں۔ دراصل اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کا عبرانی نام تھا۔ جن کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔ یہودی کا عقیدہ ہے کہ وہ خدا کی منتخب اور چہیتی قوم ہے۔ بنی اسرائیلی حضرت یعقوب علیہ السلام کے عہد میں مصر آ گئے تھے۔ جہاں ان کی نسل خوب پھیلی۔ مصر میں پہلے سے جو قوم آباد تھی وہ لوگ قبطی کہلاتے تھے جب بنی اسرائیلی دعوت حق و تبلیغ عقائد سے غافل ہوئے قبطیوں نے انہیں غلام بنا لیا اور اسی عہد غلامی میں خدا کی طرف سے بنی اسرائیل میں مشہور پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام مبعوث کیے گئے جن کا زمانہ تیرہ صدی قبل مسیح بتایا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی قیادت میں بنی اسرائیل نے بغاوت کی اور مصر سے ہجرت کر کے جزیرہ نمائے سینا کی طرف آئے۔ حضرت موسیٰ سے قبل بنی اسرائیل بھی کثرت پرست تھے۔ یہ لوگ خاندانی دیوتاؤں کی مورتیوں کی پوجا کرتے تھے جنہیں

تراحیم کا نام دیا جاتا تھا۔ خاندان کا سربراہ ہی پروہت ہوتا۔ یہ لوگ مقدس پتھر کے بھی معتقد تھے۔ پتھروں سے بت تراشے جاتے اور ان سے منتیں مانگی جاتیں۔ عبرانی ادب سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کے یہاں اس دور میں شجر پرستی۔ حیوان پرستی اور قومی دیوتا کا تصور عام تھا۔ یہ لوگ یہودہ کو اپنا معبود خیال کرتے تھے۔ جس کی صفات بدلتی رہتی تھیں اور یہودہ کا مسکن یہودی صحرائے سینا کو بتاتے تھے۔ یہودیوں کے عقیدے کے مطابق خدا ان سے دوستانہ رویہ رکھتا تھا۔ یہودیوں میں خدا اور دیوتا کو خوش کرنے کے لئے قربانیوں کا رواج تھا جن کی وجہ سے پروہتوں کا ایک طبقہ وجود میں آ گیا تھا۔ ان کے نزدیک سات کا ہندسہ بہت مقدس ہوتا تھا۔ یہودیوں کے یہاں عبادت کا باقاعدہ طریقہ رائج تھا۔ یہودیوں کی مذہبی کتاب توریت ہے جو حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی۔ تورایت کے سلسلہ اول میں پانچ کتابیں پیدائش' خروج' حبار' اعداد اور اشیا ہیں۔ سلسلہ دوم میں یوشع' قضاۃ' صموئیل اول دوم' ملوک اول و دوم یشعیاہ' میرمیاہ حزقیل وغیرہ اور سلسلہ سوم میں زبور' امثال سلیمان' ایوب' نوح میرمیاہ' واعظ' اسیر' دانیال' عزرا' نحمیاہ' ایام اول دوم وغیرہ کتب شامل ہیں۔ ان کتابوں کی تدوین و تالیف کے زمانہ کا تعین مشکل ہے۔ ماہرین کہتے ہیں کہ بخت نصر نے جب یروشلم پر قبضہ کرلیا تھا تو تمام کتب تلف کردی گئی تھیں اور کئی سو برس بعد لوگوں کے حافظہ کی مدد سے کتابیں از سرِ نو مرتب کی گئیں۔ یہ کتابیں اتنی بار تلف اور دوبارہ تالیف ہوتی رہیں کہ عبرانی کے بعد آرامی زبان میں آنے سے اصل زبان و ترتیب ہی غائب ہوگئی۔ تاہم یہودی مذہب کے بنیادی عقائد کا ذکر مشہور یہودی فلسفی موسیٰ بن میمون نے اس طرح کیا ہے۔

1۔ وجود خداوندی پر ایمان

2۔ اللہ کی وحدت پر ایمان

3۔ اس کے دائم ہونے پر ایمان

4۔ اس کے غیر مادی ہونے پر ایمان

5۔ عبادت صرف اسی کے لئے ہیں پر ایمان

6۔ حضرت موسیٰ کے سب سے بڑے پیغمبر ہونے پر ایمان

7۔ اللہ کے پیغمبروں پر ایمان

8۔ اس بات پر ایمان کہ تورات (زبانی و تحریری) حضرت موسیٰؑ پر صحرائے سینا میں نازل ہوئی

9۔ تورات کے ناقابل تفسیر ہونے پر ایمان

10۔ خدا کے علیم و خبیر ہونے پر ایمان

11۔ حیات بعد الموت و ریوم آخرت کی جزاوسزا پر ایمان

12۔ مسیح کے آنے پر ایمان

13۔ مردوں کے جلائے جانے پر ایمان

عیسائی مذہب

موجودہ دنیا کی تقریباً تیس فیصد آبادی عیسائی مذہب کی پیرو ہے اور اس اعتبار سے یہ بہ لحاظ آبادی دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہے۔ ابتدا میں عیسائی مذہب کو بھی یہودیت کی ایک شاخ خیال کیا جاتا تھا۔ دراصل یہودی قوم کی نافرمانیوں کے باعث اللہ کی طرف سے بار بار انبیاء معبوث کئے جاتے رہے جن کی تعلیمات کے ذریعہ انسانیت کی فلاح مقصود تھی لیکن یہودی بدستور پستیوں کا شکار رہے۔ وہ اصلاح کی تعلیم دینے والے انبیاء کے ساتھ انتہائی شرمناک سلوک کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کچھ کو قتل کر دیا گیا' کچھ کو قید میں ڈالا گیا۔ کچھ کو سنگسار کیا گیا' کچھ کو جلا دیا۔ اور کچھ کو آروں سے چیرا گیا۔ یہ قوم اصلاح کی کوئی آواز سننے کے لئے تیار نہیں تھی۔ رومیوں کی محکومی کے باعث یہ قوم جہالت کے گہرے گڑھے میں گر گئی تھی۔ حضرت موسیٰ کے دین کی روح غائب ہوگئی تھی اور یہودی علما نے مذہبی عقاود و تعلیمات کو اپنی منشا کے سانچے میں ڈھال دیا تھا۔ ان حالات میں گمنامی کا پردہ پڑا ہے اور بے شمار اور متضاد کہانیاں مشہور ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے تیس برس کی عمر میں تبلیغ شروع کی اور معجزوں کا مظاہرہ کرتے تھے جن میں مردوں کو زندہ کرنا خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ علمائے یہود نے آپ کو ہدف تنقید بنایا اور آپ کی تعلیمات کی ابتدائی متاثرین محض معمولی لوگ تھے۔ یہودیوں نے رومی گورنر کو اکسایا اور حضرت عیسیٰ کو بغاوت کے جرم میں گرفتار کر لیا گیا۔ رومی گورنر غالباً حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو بے گناہ سمجھتا تھا اس لئے اس نے عوام کو اختیار دیا کہ وہ یہ فیصلہ کریں کہ قومی تہوار کے موقع پر مشہور قاتل ڈاکو و بدمعاش برابا اور حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) میں سے کس کو معاف کر دیا جائے کس کو پھانسی دی جائے۔ متعصب یہودیوں نے برابا کے رہا کرنے کا فیصلہ دیا۔ حضرت عیسیٰ کی موت کے سلسلے میں عقائد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جب آپ کو پھانسی دی جانے لگی تو اللہ نے آپ کو اوپر اٹھا لیا اور آپ چوتھے آسمان پر مقیم ہیں۔ عیسائیوں کے عقائد مختلف ہیں حواریوں کے مطابق آپ اللہ کے بیٹے تھے اس لئے کہ کنواری مریم (علیہ السلام) کے حمل روح مقدس سے ٹھہرا تھا۔ رومی گورنر پونٹین پلیٹ کے عہد میں آپ کو صلیب پر چڑھا دیا گیا۔ دفن کے تیسرے دن زندہ ہو گئے۔ آسمان پر چڑھ گئے اور اب خداوند صاحب قوت باپ کے دائیں طرف بیٹھے ہیں۔ حضرت عیسیٰ کے بارے میں تاریخی مواد کی اس قدر کمی ہے کہ جدید مورخین کے ایک طبقے نے تو آپ کے وجود ہی سے انکار کر دیا ہے۔ رومیوں و یہودیوں کے مظالم کے باوجود عیسائیت نے بڑی تیزی سے ترقی کی اور ایک دور وہ آیا کہ عیسائی پادریوں کی قوت

یورپ کے بادشاہوں سے زیادہ تھی۔عیسائی حضرت مسیح کی تعلیمات کی سادگی سے نکل کر عیش وعشرت کی زندگی سے بسر کرنے لگے اور حصول دولت کے لئے ہر قسم کے جائز و ناجائز ذرائع کو اپنایا جانے لگا۔ پھر پادریوں نے لوگوں کو باقاعدہ جنت کے پروانے دینے شروع کر دیئے۔ عیسائیت کے مخالفین کو طرح طرح کی اذیت ناک سزائیں دی جانے لگیں جن کے لئے خصوصی مذہبی عدالتیں لگائی جاتی تھیں۔ ماہر علوم سائنس کو زندہ جلایا جاتا اور پادریوں کی تعلیمات نے عجیب طرح کی فضا پیدا کر دی جس میں تمام کے تمام شعبوں کی ترقی رک گئی۔ بہر حال اس صورت حال نے لوگوں کو مذہب کے خلاف کر دیا۔
عیسائیوں کے عقیدے کی نمایاں چیز عقیدہ تثلیث ہے۔ جس میں باپ بیٹا اور روح القدس شامل ہیں۔ حضرت مسیح خدا کے بیٹے سمجھے جاتے ہیں۔ رومن کیتھولک میں حضرت مریم کو بھی اسی تثلیث میں شامل کر دیا گیا ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ بعد کی پیداوار ہے۔ ابتدائی عیسائیوں میں کئی ایسے فرقوں کا نشان ملتا ہے جو حضرت مسیح کو خدائے واحد کا بندہ تسلیم کرتے تھے۔ مسہور عیسائی عالم چالس اینڈ رسن اسکاٹ کے مطابق پہلی تین اناجیل میں حضرت مسیحؑ کے انسان ہونے کا تصور ملتا ہے اور ان کی متعدد عبادتوں سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ حضرت مسیحؑ خود کو صرف پیغمبر سمجھتے تھے عیسائیوں کی مذہبی کتاب اناجیل جو عہد نامہ قدیم وجدید پر مشتمل ہے عہد نامہ قدیم میں چار اناجیل شامل ہیں۔ متی' لوقا' مرقس' یوحنا ان کے علاوہ بھی کئی خطوط و اناجیل پائی جاتی ہیں لیکن انہیں غیر مستند قرار دیا جاتا ہے۔ ان چار اناجیل میں بھی تضاد ہے۔ ان اناجیل کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ یہ چار مصنفین کو فرداً فرداً علیحدہ القا ہوئی ہیں اور ان کا زمانہ حضرت مسیح کا زمانہ ہے لیکن قلم بند کرنے کا زمانہ مختلف ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے بعض یہودی عقائد بھی عیسائیت میں پیوست ہو گئے ہیں۔ عیسائیوں کے تین بڑے فرقے ہیں۔ مشرقی تقلید پسند' رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ۔

عیسائیت کی تعریف

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں عیسائیت کی تعریف یہ کی گئی ہے۔
''وہ مذہب جو اپنی اصلیت کو ناصرہ کے باشندے یسوع کی طرف منسوب کرتا ہے' اور اسے خدا کا منتخب (مسیح) مانتا ہے''۔
عیسائیت کی یہ تعریف بہت مجمل ہے' الفریڈ' ای' گاروے نے اسی تعریف کو مزید پھیلا کر ذرا واضح کر دیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایتھکس کے مقالے ''عیسائیت'' میں وہ لکھتا ہے۔
''عیسائیت کی تعریف اس طرح کی جاسکتی ہے کہ وہ اخلاقی' تاریخی' کائناتی موحدانہ اور کفارے پر ایمان رکھنے والا مذہب ہے۔ جس میں خدا اور انسان کے تعلق کو خداوند یسوع مسیح کی شخصیت اور کردار کے ذریعہ پختہ کر دیا گیا ہے۔''
اس تعریف کو بیان کر کے مسٹر گاروے نے اس کے ایک ایک جزو کی توضیح کی ہے۔

''اخلاقی مذہب'' سے اس کے نزدیک وہ مذہب مراد ہے' جس میں عبادتوں اور قربانیوں کے ذریعے کوئی دینوی مقصد حاصل کرنے کی تعلیم نہ دی گئی ہو' بلکہ اس کا تمام تر مقصد روحانی کمال کا حصول اور خدا کی رضا جوئی ہو۔

''تاریخی مذہب'' کا مطلب وہ یہ بیان کرتا ہے کہ اس مذہب کا محور فکر و عمل ایک تاریخی شخصیت ہے'...... یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام! انہی کے قول و عمل کو اس مذہب میں آخری اتھارٹی حاصل ہے۔

''کائناتی' ہونے کا اس کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ یہ مذہب کسی خاص رنگ و نسل کے لئے نہیں ہے بلکہ اس کی دعوت عالمگیر ہے۔ عیسائی مذہب کو موحد (Monotheist) وہ اس لئے قرار دیتا ہے کہ اس مذہب میں تین اقانیم تسلیم کئے جانے کے باوجود خدا کو ایک کہا گیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

''اگرچہ عام طور پر عیسائیت کے عقیدہ تثلیث۔ یا زیادہ صحیح لفظوں میں توحید فی التثلیت۔ کے بارے میں یہ سمجھا اور کہا جاتا ہے کہ وہ خطرناک حد تک تین خداؤں کے عقیدے کے قریب آ گیا ہے، لیکن عیسائیت اپنی روح کے اعتبار سے موحد ہے اور خدا کو ایک کلیسائی عقیدت کے طور پر ایک سمجھتی ہے۔''

مندرجہ بالا تعریف میں عیسائیت کی آخری خصوصیت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ ''کفارے'' پر ایمان رکھتا ہے، اس جز کی تشریح کرتے ہوئے گاردے لکھتا ہے۔

''خدا اور بندے کے درمیان جو تعلق ہونا چاہیے۔ اس کے بارے میں عیسائیت کا خیال یہ ہے کہ وہ گناہ کے ذریعے خلل پذیر ہو گیا ہے' اس لئے ضرور ہے کہ اسے پھر سے قائم کیا جائے' اور یہ کام صرف مسیح کو بیچ میں ڈالنے سے ہوتا ہے۔''

عقیدہ تثلیث

یہ بات ہر کس و ناکس کو معلوم ہے کہ عیسائی مذہب میں خدا تین اقانیم (Persons) سے مرکب ہے: باپ' بیٹا اور روح القدس' اسی عقیدے کو عقیدہ تثلیث' (Trinitarian Doctrine) کہا جاتا ہے' لیکن بجائے خود اس عقیدے کی تشریح و تعبیر میں عیسائی علماء کے بیانات اس قدر مختلف اور متضاد ہیں کہ یقینی طور سے کوئی ایک بات کہنا بہت مشکل ہے' وہ تین اقانیم کون ہیں؟ جن کا مجموعہ ان کے نزدیک خدا ہے؟ خود ان کے تعیین میں بھی اختلاف ہے' بعض کہتے ہیں کہ ''خدا'' باپ بیٹے اور روح القدس کے مجموعے کا نام ہے۔ اور بعض کا کہنا ہے کہ باپ' بیٹا اور ''کنواری مریم'' وہ تین اقنوم ہیں جن کا مجموعہ خدا ہے۔ پھر ان تین اقانیم میں سے ہر ایک کی انفرادی حیثیت کیا ہے؟ اور خدائے مجموع سے جسے ثالوث (Trinity) کہتے ہیں' اس کا کیا رشتہ ہے؟ اس سوال کے جواب میں بھی ایک زبردست اختلاف پھیلا ہوا ہے' ایک گروہ کا کہنا ہے کہ ان تین میں سے ہر ایک بذات خود بھی ویسا ہی خدا ہے جیسا مجموعہ خدا' ایک دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک الگ الگ خدا تو

ہیں، مگر مجموعی خدا سے کمتر ہیں اور ان پر لفظ ''خدا'' کا اطلاق ذرا وسیع معنی میں کر دیا گیا ہے۔ تیسرا گروہ کہتا ہے کہ وہ یہ تین خدا ہی نہیں خدا تو صرف ان کا مجموعہ ہے۔

توحید فی التثلیث

غرض اس قسم کے بے شمار اختلافات ہیں جن کی وجہ سے تثلیث کا عقیدہ ایک ''خواب پریشان'' بن کر رہ گیا ہے۔
یہاں اس عقیدے کی وہ تشریح پیش کرنا مناسب ہوگی جو عیسائیوں کے یہاں سب سے زیادہ مقبول عام معلوم ہوتی ہے یہ تعبیر انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے الفاظ میں مندرجہ ذیل ہے۔

''تثلیث کے عیسائی نظریئے کو ان الفاظ میں اچھی طرح تعبیر کیا جاسکتا ہے کہ باپ خدا ہے بیٹا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے۔ لیکن یہ مل کر تین خدا نہیں ہیں۔ بلکہ ایک ہی خدا ہیں اس لئے کہ عیسائی نظریئے کے مطابق ہم جس طرح ان تینوں میں سے ہر ایک اقنوم کو خدا اور آقا سمجھنے پر مجبور ہیں اسی طرح ہمیں کیتھولک مذہب نے اس بات کی بھی ممانعت کر دی ہے کہ ہم ان کو تین خدا یا تین آقا سمجھنے لگیں۔''

عقیدہ حلول و تجسم

حلول و تجسم کا عقیدہ سب سے پہلے انجیل یوحنا میں ملتا ہے اس انجیل کا مصنف حضرت مسیحؑ کی سوانح کی ابتدا ان الفاظ سے کرتا ہے: ''ابتدا میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا یہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔''
اور آگے چل کر وہ لکھتا ہے: ''اور کلام مجسم ہوا اور فضل اور سچائی سے معمور ہو کر ہمارے درمیان رہا اور ہم نے اس کا ایسا جلال دیکھا جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال۔''

عیسائی مذہب میں ''کلام'' خدا کے اقنوم ابن سے عبادت ہے جو خود مستقل خدا ہے اس لئے یوحنا کی عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ خدا کی صفت کلام یعنی بیٹے کا اقنوم مجسم ہو کر حضرت مسیحؑ علیہ السلام کے روپ میں آ گیا تھا مارس ریلٹن اس عقیدے کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''کیتھولک عقیدے کا کہنا یہ ہے کہ وہ ذات جو خدا تھی خدائی کی صفات کو چھوڑے بغیر انسان بن گئی یعنی اس نے ہمارے جیسے وجود کی کیفیات اختیار کر لیں جو زمان و مکان کی قیود میں مقید ہے اور ایک عرصے تک ہمارے درمیان مقیم رہی ہے۔''
''بیٹے'' کے اقنوم کو یسوع مسیح (علیہ السلام) کے انسانی وجود کے ساتھ متحد کرنے والی طاقت عیسائیوں کے نزدیک روح القدس تھی کہ روح القدس سے مراد عیسائی مذہب میں خدا کی صفت محبت ہے اس لئے اس عقیدے کا مطلب یہ ہوا کہ

چونکہ خدا کو اپنے بندوں سے محبت اس لئے اس نے اپنی صفت محبت کے ذریعہ اقنوم ابن کو دنیا میں بھیج دیا' تا کہ وہ لوگوں کے اصلی گناہ کا کفارہ بن سکے۔

عقیدہ مصلوبیت

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کا دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ انہیں یہودیوں نے پنطیس پیلاطیس کے حکم سے سولی پر چڑھادیا تھا' اور اس سے ان کی وفات ہوگئی تھی۔ اس عقیدے کے سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ عیسائیوں کے اکثر فرقوں کے نزدیک پھانسی اقنوم ابن کو نہیں دی گئی۔ جو ان کے نزدیک خدا ہے' بلکہ اس اقنوم ابن کے انسانی مظہر یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کو دی گئی جو اپنی انسانی حیثیت میں خدا نہیں ہیں' بلکہ ایک مخلوق ہیں۔

صلیب مقدس

چونکہ عقیدہ مصلوبیت ہی کی بنا پر صلیب کے نشان کو عیسائیوں کے نزدیک بہت اہمیت حاصل ہے اسلئے اس کا مختصر سا حال بھی یہاں ذکر کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ چوتھی صدی عیسوی تک اس نشان کو کوئی اجتماعی اہمیت حاصل نہیں تھی۔ شاہ قسطنطین کے بارے میں یہ روایت مشہور ہے کہ ۳۱۲ء میں اس نے اپنے ایک حریف سے جنگ کے دوران (غالباً خواب میں) آسمان پر صلیب کا نشان بنا ہوا دیکھا' پھر مئی ۳۲۶ء میں اس کی والدہ سینٹ ہلینا کو کہیں سے ایک صلیب ملی' جس کے بارے میں لوگوں کا خیال یہ تھا کہ یہ ہی صلیب (بزعم نصاری) حضرت مسیح کو سولی دی گئی تھی (اسی قصے کی یاد میں عیسائی حضرات ہر سال ۳ مئی کو ایک جشن مناتے ہیں' جس کا نام ہے "دریافت صلیب" اس کے بعد سے صلیب کا نشان عیسائیت کا شعار (Symbol) بن گیا' اور عیسائی اپنی ہر نشست و برخاست میں اس نشان کو استعمال کرنے لگے' مشہور عیسائی عالم ٹرٹولین لکھتا ہے۔

"ہر سفر و حضر اور آمد و رفت کے موقع پر' جوتے اتارتے وقت' نہاتے وقت' کھانا کھاتے اور شمعیں روشن کرتے وقت' سوتے وقت اور بیٹھتے وقت' غرض ہر حرکت و سکون کے وقت ہم اپنی ابرو پر صلیب کا نشان بناتے ہیں۔"

عیسائی مذہب میں صلیب کے مقدس ہونے کی کیا وجہ ہے؟ جب کہ وہ ان کے اعتقاد کے مطابق حضرت مسیح علیہ السلام کی اذیت رسانی کا سبب بنی تھی؟ اس سوال کا جواب کسی عیسائی عالم کی تحریر میں نہیں ملا' بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صلیب کی تقدیس کی بنیاد "کفارہ" کا عقیدہ ہے' یعنی چونکہ ان کے نزدیک صلیب گناہوں کی معافی کا سبب بنی تھی' اس لئے وہ اس کی تعظیم کرتے ہیں۔

عقیدہ حیات ثانیہ

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کا تیسرا عقیدہ یہ ہے کہ وہ سولی پر وفات پانے' اور قبر میں دفن

ہونے کے بعد تیسرے دن پھر زندہ گئے تھے' اور حواریوں کو کچھ ہدایت دینے کے بعد آسمان پر تشریف لے گئے۔ دوبارہ زندہ ہونے کا یہ قصہ بھی موجودہ انجیلوں میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے' اور چونکہ حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی نے اظہارالحق میں اس قصے کے غیر مستند اور متضاد ہونے کو کئی جگہ تفصیل سے ثابت کردیا ہے' وہیں اور اس عقیدے کی تمام تفصیلات بھی موجود ہیں' اس لئے یہاں اس عقیدے پر تفصیلی گفتگو بیکار ہے۔

حضرت مسیحؑ کے بارے میں عیسائی عقائد

حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں عیسائی مذہب کے عقائد کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا کی صفت کلام (یعنی بیٹے کا اقنوم) انسانوں کی فلاح کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام کے انسانی وجود میں حلول کئے رہا۔ یہاں تک کہ یہودیوں نے آپ کو سولی پر چڑھادیا' اس وقت یہ خالی اقنوم ان کے جسم سے الگ ہوگیا۔ پھر تین دن کے بعد آپ پھر دوبارہ زندہ ہوکر حواریوں کو دکھائی دیئے' اور انہیں کچھ ہدایتیں دے کر آسمان پر تشریف لے گئے' اور یہودیوں نے آپ کو سولی پر چڑھایا اس سے تمام عیسائی مذہب اپر ایمان رکھنے والوں کو وہ گناہ معاف ہوگیا جو حضرت آدمؑ کی غلطی سے ان کی سرشت میں داخل ہوگیا تھا۔

اس عقیدے کے چار بنیادی اجزا ہیں:

1۔ عقیدہ حلول وتجسم　　2۔ عقیدہ مصلوبیت

3۔ عقیدہ حیات ثانیہ　　4۔ عقیدہ کفارہ

عیسائی مذہب کی بنیاد تثلیث' حلول وتجسم اور کفارے کے عقیدوں پر ہے' یہی وہ عقیدے ہیں جن سے سرمو اختلاف کرنے والوں کو عیسائی علماء اپنی برادری سے خارج اور ملحد وکافر قرار دیتے آئے ہیں' اور درحقیقت انہی عقائد کی بنیاد پر موجودہ عیسائی مذہب دوسرے مذاہب سے امتیاز رکھتا ہے۔ لیکن لطف کی بات یہ ہے کہ ان تینوں عقیدوں میں سے کوئی ایک عقیدہ بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی ارشاد سے ثابت نہیں ہے' موجودہ انجیلوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ارشادات منقول ہیں ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہے جس سے واضح طریقے پر یہ عقائد ثابت ہوتے ہوں' اور اس کے برعکس ایسے اقوال کی تعداد بے شمار ہے جن سے ان عقائد کی تردید ہوتی ہے۔

عقیدہ کفارہ

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات نہایت مدلل طریقے سے واضح ہوجاتی ہے کہ عقیدہ حلول وتجسم نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کسی ارشاد سے ثابت ہے' اور نہ کوئی حواری اس کا قائل تھا' بلکہ اسے سب سے پہلے پولس نے پیش کیا ہے' آیئے اب عیسائی مذہب کے دوسرے عقیدے یعنی "عقیدہ کفارہ" کے بارے میں یہ تحقیق کریں کہ اس کا بانی کون ہے؟ اور اس کی اصل کہاں سے نکلی ہے؟

یہ عقیدہ بقول مسٹر ڈیبیل ولسن عیسائی مذہب کی جان ہے۔ ہم پہلے یہ جان چکے ہیں کہ ایک طرف عیسائی مذہب کے مطابق انسان کی نجات اس عقیدے پر موقوف ہے' بپتسمہ اور عشاء ربانی کی رسمیں بھی اسی کی بنیاد پر وضع ہوئی ہیں' دوسری طرف اس عقیدے کی پشت پر جو فلسفہ ہے وہ بڑا پیچیدہ اور دقیق ہے' لہٰذا آپ کا خیال شاید یہ ہوگا کہ اناجیل اربعہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بہت سے ارشادات کے ذریعے اس کی وضاحت کی گئی ہوگی' اور آپ اور آپ کے حواریوں نے اس کی خوب تشریح فرمائی ہوگی' آپ یہ سمجھنے میں بالکل حق بجانب ہیں' اس لئے کہ جن عقائد ونظریات پر کسی مذہب یا نظامِ فکر کی بنیاد ہوتی ہے۔ وہ اس مذہب کی بنیادی کتابوں اور انظام کے بانیوں کی تصانیف میں جا بجا بکھرے ہوئے ملتے ہیں' اور مذہب کی ابتدائی کتابوں کا سارا زور انہی عقائد کو ثابت کرنے پر صرف ہوتا ہے' مثلاً اسلام کی بنیاد توحید رسالت اور آخرت کے عقائد ہیں' اس لئے پورا قرآن کریم ان عقائد کی تشریح اور ان کے دلائل سے بھرا ہوا ہے۔

لیکن عیسائی مذہب کا حال اس سے بالکل مختلف ہے' جو نظریات اس مذہب میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں' بلکہ جن کی وجہ سے یہ مذہب دوسرے مزاہب سے ممتاز ہے' وہی نظریات انجیلوں سے غائب ہیں۔ ان کی کوئی تشریح حضرت مسیح علیہ السلام یا ان کے کسی حواری سے نہیں ملتی' عقیدہ تثلیث اور حلول وتجسم کا حال تو آپ دیکھ چکے ہیں۔ عقیدہ کفارہ کی حالت بھی یہی ہے' کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کے کسی ارشاد سے ثابت نہیں ہوتا۔

اس بات کا اندازہ کرنے کے لئے اناجیل کے ان جملوں پر ایک نظر ڈال لیجئے' جن کے بارے میں عیسائی حضرات کا خیال یہ ہے کہ عقیدہ کفارہ ان سے مستنبط ہے' وہ جملے یہ ہیں:

1۔ ''اس کے بیٹا ہوگا' اور تو اس کا نام یسوع رکھنا' کیونکہ وہی اپنے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دے گا''۔ (متی ۱:۲۱)

2۔ ''فرشتے نے ان سے کہا۔۔۔ تمہارے لئے ایک منجی پیدا ہوا ہے' یعنی مسیح خداوند۔'' (لوقا ۲:۱۱)

3۔ ''کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے۔'' (لوقا ۲:۳۰)

4۔ حضرت مسیح نے فرمایا۔ ''ابن آدم کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈنے اور نجات دینے آیا ہے۔'' (لوقا ۱۹:۱۰)

5۔ ''ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے' بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے' اور اپنی جان بہتروں کے بدلے فدیہ میں دے۔'' (متی ۲۰:۲۸)

6۔ ''یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتروں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے۔'' (متی ۲۶:۲۸)

بس یہ ہیں اناجیل متفقہ کے وہ جملے جن سے عقیدہ کفارہ پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ان جملوں سے زیادہ عقیدہ کفّارہ کے سلسلے میں کوئی ابات انجیلوں میں نہیں پائی جاتی' مشکل یہ ہے کہ اس وقت

عقیدہ کفارہ اپنی ترقی یافتہ شکل میں اتنا مشہور ہو چکا ہے کہ ان جملوں کو پڑھ کر ذہن سیدھا اسی عقیدے کی طرف منتقل ہوتا ہے' لیکن اگر انصاف کے ساتھ مسئلے کی تحقیق کی جائے۔ کیا ان جملوں کا سیدھا سادہ مطلب یہ نہیں نکلتا' حضرت مسیح علیہ السلام گمراہی کی تاریکیوں میں بھٹکنے والوں کو نجات اور ہدایت کا راستہ دکھانے کے لئے تشریف لائے' اور جو لوگ کفر و شرک اور بداعمالیوں کی وجہ سے اپنے آپ کو دائمی عذاب کا مستحق بنا چکے ہیں' انہیں ہدایت کا رکا سیدھا راستہ دکھا کہ انہیں جہنم کے عذاب کے چھٹکارا دلانا چاہتے ہیں' خواہ انہیں اپنی ان تبلیغی خدمات کے جرم میں کتنی ہی تکلیفیں برداشت کیوں نہ پڑیں؟

''اپنی جان بہتروں کے لئے فدیہ میں دے'' اور ''یہ میرے عہد کا وہ خون ہے' جو بہتیروں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے'' اگر پہلے سے عقیدہ کفارہ کا تصور ذہن میں جما ہوا نہ ہو تو ان جملوں کا بھی صاف مطلب یہ نکلتا ہے کہ لوگوں کو گمراہی سے نکالنے اور ان کے سابقہ گناہوں کی معافی کا سامان پیدا کرنے کے لئے حضرت مسیح علیہ السلام اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور اسی آمادگی کا اظہار فرمارہے ہیں۔

ان جملوں سے یہ فلسفہ کہاں مستنبط ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے گناہ کی وجہ سے ان کی قوت ارادی سلب ہوگئی تھی' اور اسکی وجہ سے ان میں اور ان کی اولاد کی سرشت میں اصلی گناہ داخل ہو گیا تھا' جس کی وجہ سے ہر شیر خوار بچہ بھی دائمی عذاب کا مستحق تھا' پھر تمام دنیا کا یہ اصلی گناہ معاف ہو گئے۔

خاص طور سے اس وقت جبکہ یہ فلسفہ عقل کے علاوہ بائبل کی اس تصریح کے بھی بالکل خلاف ہے۔

''جو جان گناہ کرتی ہے وہی مرے گی' بیٹا باپ کے گناہ کا بوجھ نہ اٹھائے گا' اور نہ باپ بیٹے کے گناہ کا بوجھ صادق کی صداقت اسی کیلئے ہوگی' اور شریر کی شرارت شریر کیلئے۔'' (حزقی ایل ۱۸:۲۰)

اور اگر مذکورہ جملوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقصد یہی تھا کہ عقیدہ کفارہ کو واضح کریں تو انہوں نے اسے اس کی تمام تفصیلات کیساتھ کیوں نہیں سمجھایا؟ جب کہ وہ دین کے بنیادی عقائد میں سے تھا' اور اس پر ایمان لائے بغیر نجات نہیں ہو سکتی تھی۔

آخری دلیل

اب اپنے قریبی زمانے کے خود عیسائی علماء کے کچھ اقوال پیش کئے جاتے ہیں' جن سے یہ اندازہ کر سکیں گے کہ پولس کو عیسائیت کا بانی قرار دینے کا نظریہ ان عیسائی علماء کا ہے جنھوں نے غیر جانداری کے ساتھ بائبل کا مطالعہ کیا ہے۔

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں پولس کا حلال بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

''مصنفین کا ایک مکتب فکر جس میں سے ڈبلو ریڈ (W. Wrede) کو بطور مثال ذکر کیا جا سکتا ہے' اگرچہ کسی بھی اعتبار سے پولس کا منکر نہیں ہے تاہم وہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ پولس نے عیسائیت کو اس قدر بدل دیا

تھا کہ وہ اس کا دوسرا بانی بن گیا، وہ درحقیقت اس کیسائی عیسائیت کا بانی ہے جو یسوع مسیح کی لائی ہوئی عیسائیت سے بالکل مختلف ہے، یہ لوگ کہتے ہیں کہ یا تو یسوع کی اتباع کرو یا پولس کی ان دونوں پر بیک وقت عمل نہیں کیا جا سکتا۔

یہ لوگ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ پولس مذہب میں نہ صرف یہ کہ گناہ کفارہ اور منجی کے ابدی وجود سے متعلق بعض تم پرستانہ تصورات کو شامل کیا گیا ہے، بلکہ۔ یسوع مسیح سے متعلق پولس کی تمام تر متصوفانہ روش جو اسے ذریعہ نجات و کفارہ قرار دیتی ہے، خود یسوع مسیح کی ان تعلیمات سے متناقض ہے جو انہوں نے خدا اور انسانوں کے صحیح رشتے سے متعلق پیش کی ہیں۔!

اور پولس کا ایک مشہور سوانح نگار والٹر وون لوئی وینک لکھتا ہے:

''پال'' دی لاگارڈے سے کہتا ہے کہ پولس کو جو واقعی طور پر ابراہیم کی نسل سے تھا' اور اپنے نظریاتی انقلاب کے بعد بھی ''فریسیوں کا فریسی'' تھا' اسے یسوع اور اس کی انجیل کے بارے میں کوئی قابل اعتماد علم مطلق نہیں تھا' لہٰذا یہ بات کسی طرح سننے کے لائق نہیں ہے کہ جو لوگ تاریخی طور پر تعلیمیافتہ ہیں انہیں پولس نام کے اس شخص کو کوئی اہمیت دینی چاہیے۔

آج بھی کلیسا اپنے ''پولسی ورثے'' کی بنا پر شدید مشکلات سے دوچار ہے' پولس نے کلیسا میں عہد نامہ قدیم کو داخل کیا' اور اس کے اثرات نے ہر ممکن حد تک انجیل کو تباہ کر دیا۔۔۔ یہ پولس ہی تھا جس نے یہودی قربانی کا نظریہ اپنے تمام لوازم کے ساتھ درآمد کیا' اسی نے یہودیوں کا پورا تاریخی نظریہ ہم پر مسلط کر دیا' یہ تمام کام اس نے قدیم کلیسا کے لوگ کی شدید مخالفت کے عین درمیان انجام دیئے' جو ہر چند کہ یہودی تھے' مگر اول تو یہودی انداز میں پولس کی بہ نسبت کم سوچتے تھے' دوسرے کم از کم وہ ایک ''ترمیم شدہ اسرائیلی مذہب'' کو خدا کی بھیجی ہوئی انجیل قرار نہ دیتے تھے۔

لی گارڈے کا یہ اقتباس نقل کر کے لوئی وینک لکھتے ہیں۔

''عصر حاضر میں پولس کے بیشتر مخالفین انہی خطوط پر سوچتے ہیں جو لیگارڈے نے بیان کئے' اب بھی لوگ بہت جلد اس تضاد پر زور دیتے ہیں جو یسوع اور پولس کے درمیان پایا جاتا ہے' اس شخص کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے کہ اس نے یسوع کی خالص اور اصلی تعلیمات کو مکمل طور پر مسخ کر ڈالا''۔

قرآن کریم کا استدلال فرمان الٰہی!

وما كان الناس الا امة واحدة فاختلفو. ولولا كلمة سبقت من ربك لقضى بينهم فيما فيه يختلفون. (۱۰:۱۹)

ترجمہ: ''اور ابتدا میں تمام انسانوں کا ایک ہی گروہ تھا (الگ الگ گروہوں میں تفرق نہ تھے) پس ایسا ہوا کہ وہ باہم دگر مختلف ہو گئے اس اس بارے میں تمہارے پروردگار نے پہلے سے ایک فیصلہ نہ کر دیا ہوتا (یعنی یہ کہ انسانوں میں اختلاف ہوگا اور مختلف راہیں لوگ اختیار کریں گے) تو جن باتوں میں لوگ اختلاف کرتے ہیں ان کا (یہیں دنیا میں) فیصلہ کر دیا جاتا۔

فرمان الٰہی! ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللّٰہ واجتنبو الطاغوت. (۱۶:۳۶)

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے دنیا کی ہر قوم میں ایک پیغمبر معبوث کیا (جس کی تعلیم یہ تھی) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے (یعنی سرکش اور شریر قوتوں کے اغوا سے) اجتناب کرو۔

فرمان الٰہی! وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی الیه انه لااله انا فاعبدون. (۲۱:۲۴)

ترجمہ: اور (اے پیغمبر!) ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول دنیا میں نہیں بھیجا مگر اس وحی کے ساتھ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو۔

سب نے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور تفرقہ واختلاف سے بچنے کی تعلیم دی

دنیا میں کوئی بانی مذہب بھی ایسا نہیں ہوا ہے جس نے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور تفرقہ واختلاف سے بچنے کی تعلیم نہ دی ہو۔ سب کی تعلیم یہی تھی کہ خدا کا دین بچھڑے ہوئے انسانوں کو جمع کر دینے کے لیے ہے۔ الگ الگ کر دینے کے لیے نہیں ہے۔ پس ایک پروردگار عالم کی بندگی میں سب متحد ہو جاؤ اور تفرقہ ومخاصمت کی جگہ باہمی محبت ویگجہتی کی راہ اختیار کرو۔ چنانچہ وہ کہتا ہے' خدا کے جتنے رسول بھی پیدا ہوئے' سب کی تعلیم یہی تھی کہ ''الدین'' پر یعنی بنی نوع انسانی کے ایک ہی عالمگیر دین پر قائم رہو اور اس راہ میں ایک دوسرے سے الگ الگ نہ جاؤ۔

فرمان الٰہی! شرع لکم من الدین ماوصی به نوحاً والذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم و موسیٰ و عسیٰ ان اقیمو الدین ولا تتفرقو فیه. (۴۲:۱۳)

ترجمہ: اور (دیکھو!) اس نے تمہارے لیے دین کی وہی راہ قرار دی ہے جس کی وصیت نوح کو کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا حکم ابراہیم۔ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا (ان سب کی تعلیم یہی تھی) کہ ''الدین'' (یعنی خدا کا ایک ہی دین) قائم رکھو اور اس راہ میں الگ الگ نہ ہو جاؤ!

تمام مقدس کتابوں کی باہم دگر تصدیق' اور اس سے قرآن کا استدلال

اسی بنا پر وہ تمام مذاہب عالم کی باہم دگر تصدیق کو بھی بطور ایک دلیل کے پیش کرتا ہے' یعنی اس کا کہنا یہ ہے کہ ان میں سے ہر تعلیم دوسری تعلیم کی تصدیق کرتی ہے۔ جھٹلاتی نہیں جب ہر تعلیم دوسری تعلیم کی تصدیق کرتی ہے تو اس سے معلوم ہوا' ان تمام تعلیمات کے اندر کوئی ایک ہی ثابت وقائم حقیقت ضرور کام کر رہی ہے' کیونکہ اگر مختلف گوشوں' مختلف قوموں' مختلف ناموں' مختلف پیراؤں اور مختلف زبانوں سے کوئی بات کہی گئی ہو اور باوجود ان تمام اختلافات کے بات ہمیشہ ایک ہی ہو اور ایک ہی مقصد پر زور دیتی ہو تو قدرتی طور پر تمہیں ماننا پڑے گا کہ ایسی بات اصلیت سے خالی نہیں ہو سکتی۔

خدا کی حکمت اس کے مقتضی ہوئی کہ اختلاف شرائع ظہور میں آئے

سورہ مائدہ میں ہم دیکھتے ہیں ایک خاص ترتیب کے ساتھ مختلف دعوتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ذکر حضرت موسیٰ اور تورات سے شروع ہوتا ہے انا انزلان التورة فیھا ھدی ونور (۵:۴۴) پھر حضرت مسیح کے ظہر کا ذخر کیا جاتا ہے: ژم قفینا علی اثر ھم بعیسی ابن مریم (۵:۴۶) حضرت مسیح کے بعد پیغمبر اسلام کا ظہور ہوا: و انزلنا الیک الکتب بالحق مصد قالما بین یدیه (۵:۴۸)

پھر ان مختلف دعوتوں کے ذکر کے بعد وہ لوگوں کو مخاطب کرتا ہے اور کہتا ہے:

لکل جعلنا منکه شرعة و منها جا ولو شآ اللّٰہ لجعلکه امة وحدة ولکن لیبلو کم فی ما اتکم فاستبقو الخیرات (۵:۴۸)

ترجمہ: ہم نے تم سے یہ ہر ایک کیلئے (یعنی ہر دعوت کے پیروؤں کیلئے) ایک خاص شریعت اور راہ ٹھہرادی اگر اللہ چاہتا تو شریعتوں کا کوئی اختلاف نہ رہتا) تم سب کو ایک امت بنا دیتا لیکن یہ اختلاف اس لیے ہوا کہ (ہر وقت و حالات کے مطابق) تمہیں جو احکام دیے گئے ہیں ان میں تمہاری آزمائش کرے۔ پس ان اختلاف کے پیچھے نہ پڑو) نیکی کی راہوں میں ایک دوسرے سے آگے نکل جانے کی کوشش کرو۔

پیروان مذاہب نے دین کی وحدت بھلادی اور شرح کے اختلاف کو بنائے نزاع بنالیا!

اس آیت کے ایک ایک لفظ پر غور کرو۔ قرآن کا جب ظہور ہوا تو دنیا کا ایک حال تھا کہ تمام پیروان مذاہب' کو صرف اس کے ظہور ورسوم ہی میں دیکھتے تھے اور مذہبی اعتقاد کا تمام جوش وخروش اسی طرح کی باتوں میں سمٹ آیا تھا۔ ہر گروہ یقین کرتا تھا کہ دوسرا گروہ نجات سے محروم ہے کیونکہ وہ دیکھتا تھا' دوسرے کے اعمال ورسوم ویسے نہیں ہیں جیسے خود اس نے اختیار کر رہے ہیں لیکن قرآن کا فرمان ہے کہ نہیں' یہ اعمال ورسوم نہ تو دین کی اصل وحقیقت ہیں' نہ ان کا اختلاف حق و باطل کا اختلاف ہے۔ یہ محض مذہب کی عملی زندگی کا ظاہری ڈھانچہ ہے' مگر روح وحقیقت ان سے بالاتر ہے اور وہی اصل دین ہے یہ اصل دین کیا ہے؟ ایک خدا کی پرستش اور نیک عمل کی زندگی۔ یہ کسی ایک گروہ ہی کی میراث نہیں ہے کہ اس کے سوا کسی انسان کو نہ ملی ہو۔ یہ تمام مذاہب میں یکساں طور پر موجود ہے اور چونکہ یہ اصل دین ہے اس لیے نہ تو اس میں تغیر ہے' نہ کسی طرح کا اختلاف رونما ہوا۔ اعمال ورسوم فروع ہیں اس لیے ہر زمانے اور ہر ملک کی حالت کے مطابق بدلتے رہے اور جس قدر بھی اختلاف ہوا انہی میں ہوا۔

یہودیت اور نصرانیت کی گروہ بندی اور اس کا رد

فرمانِ الٰہی! وقالو الن یدخل الجنة الا من کان ھود اونصری تلک امانیھم قل ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین. بلی من اسلم وجھه لله وھو محسن فله اجره عند ربه ولا خون علیھم ولا ھم یحذنون. (۲:۱۱۱،۱۲)

ترجمہ: اور یہود اور نصاریٰ نے کہا: جنت میں کوئی انسان داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ یہود اور نصاریٰ نہ ہو۔ (یعنی جب تک یہودیت اور نصرانیت کی گروہ بندیوں میں داخل نہ ہو) یہ ان لوگوں کی (جاہلانہ) امنگیں ہیں (اے پیغمبر!) ان سے کہہ دو اگر تم (اس زعم باطل میں) سچے ہو تو بتلاؤ، تمہاری دلیل کیا ہے؟ ہاں بلاشبہ نجات کی راہ کھلی ہوئی ہے مگر وہ کسی خاص گروہ بندی کی راہ نہیں ہوسکتی وہ ایمان وعمل کی راہ ہے۔ جس کسی نے بھی خدا کے آگے سر جھکا دیا اور وہ نیک عمل بھی ہوا تو (خواہ وہ یہودی اور نصرانی ہو، خواہ کوئی) وہ اپنے پروردگار سے اپنا اجر پائے گا اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہے۔ نہ کسی طرح کی غمگینی۔

یعنی مذہبی گروہ بندی کی گمراہی کا نتیجہ ہے کہ خدا کی عبادت گاہیں تک الگ الگ ہوگئی ہیں اور باوجودیکہ تمام پیروان مذاہب ایک ہی خدا کے نام لیوا ہیں لیکن ممکن نہیں ایک مذہب کا پیرو دوسرے مذہب کی بنائی ہوئی عبادت گاہیں جاکر خدا کا نام لے سکے۔ اتنا ہی بلکہ ہر گروہ صرف اپنی عبادت گاہ کو خدا کی عبادت گاہ سمجھتا ہے دوسرے گروہ کی عبادتگاہ اس کی نظروں میں کوئی احترام نہیں رکھتی، حتیٰ کہ بس اوقات وہ مذہب کے نام پر اٹھتا ہے اور دوسروں کی عبادت گاہوں کو منہدم کرڈالتا ہے۔ قرآن کہتا ہے: اس سے بڑھ کر انسان کا ظلم اور کیا ہوسکتا ہے خدا کے بندوں کو خدا کی یاد سے روکا جائے؟ اور صرف اس لیے روکا جائے کہ وہ ایک دوسرے مذہبی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں؟ یا پاک عبادت گاہ ڈھادی جائے اور اس لیے ڈھادی جائے کہ وہ ہماری بنائی ہوئی نہیں ہے دوسرے گروہ کی بنائی ہوئی ہے؟ کیا تمہارے بنائے مذہبی جتھوں کے اختلاف سے خدا بھی مختلف ہوگئے؟ اور اس لیے ایک جتھے کی بنائی ہوئی عبادت گاہ تو خدا کی عبادتگاہ ہوئی مگر دوسرے کی بنائی ہوئی عبادت گاہ خدا کی عبادت گاہ نہیں؟

تعلیمات اسلام

اس کا کہنا ہے خدا کا ٹھہرایا ہوا دین جو کچھ ہے یہی ہے۔ اس کے سوا جو کچھ بنالیا گیا ہے وہ انسانی گروہ بندیوں کی گمراہیاں ہیں۔ پس اگر تم خدا پرستی اور عمل صالح کی اصل پر جو تم سب کے یہاں اصل دین ہے، جمع ہوجاؤ اور خود ساختہ گمراہیوں سے باز آجاؤ، تو میرا مقصد پورا ہوگیا۔ میں اس سے زیادہ اور کیا چاہتا ہوں؟ فرمان الٰہی!

ان الدین عندالله السلام وما اختلف الذین اوتو الکتب الا من بعد ما جآو ھم العلم بغیا بینیھم. ومن یکفر بایات الله فان الله سریع الحساب. (۳:۱۹ ا ن ۲۰)

ترجمہ: اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے اور وہ ''الاسلام'' ہے اور یہ جو اہل کتاب نے اختلاف کیا (اور ایک دین پر مجمع

رہنے کی جگہ یہودیت اور نصرانیت کی گروہ بندیوں میں بٹ گئے) تو یہ اس لیے ہوا کہ اگر چہ علم وحقیقت کی راہ ان پر کھل چکی تھی لیکن آپس کی ضد اور سرکشی سے اختلاف میں پڑ گئے اور (یاد رکھو!) جو کوئی اللہ کی آیتوں سے انکار کرتا ہے تو اللہ (کا قانون مکافات بھی) حساب لینے میں سست رفتار نہیں۔

اسوۂ رسول

حضور ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو آپؐ نے مدینہ شریف کے اردگرد بے شمار قبائل سے امن کے معاہدے کیے۔ اور جب کبھی بھی دشمن پر موقع ملا۔ آپؐ نے کمال رواداری اور حلم کا مظاہرہ کیا۔ تاریخ اسلام میں ہے کہ ثمامہ بن اثال مشتبہ حالت میں گرفتار ہوئے۔ بقول ڈاکٹر حمید اللہ اس نے آپ کو ایک دفعہ قتل کی دھمکی دی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس سے پوچھتے ہیں کہ ثمامہ کیا حال ہے۔ ثمامہ جواب دیتا ہے کہ میرا حال برا ہے۔ اگر آپ قتل کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خونی کیلئے ہوگا۔ اگر معاف فرمائیں گے تو ایک شکر گزار پر رحمت فرمائیں گے۔ اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہئے بتا دیجئے۔ بخاری میں مروی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں۔ ان تقتل تقتل ذارم. یعنی اگر آپ مجھے ماریں گے تو میرا مارنا درست ہوگا۔ یعنی ثمامہ نے خود اقرار کیا کہ وہ مارے جانے کے قابل ہے۔ (اسلامی ریاست عہد رسالت کے طرز عمل سے استشہاد ڈاکٹر حمید اللہ (۹۸:۹۶)

دوسرے اور تیسرے روز بھی آپؐ نے اس کا حال پوچھا۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دیا جائے۔ ثمامہ رہائی کے بعد مسجد نبوی کے قریب ایک باغ میں گیا' غسل کیا اور مسجد نبوی واپس لوٹ آیا اور آتے ہی کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

حضور ﷺ اگر چاہتے تو قتل کا حکم دے سکتے تھے۔ (جب کہ وہ خود اپنے قتل پر قائل اور متفق تھا) لیکن آپؐ نے کامل رواداری کا مظاہرہ فرمایا اور اسے معاف کر دیا۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ لکھا جا رہا ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پر اعتراض ہوتا ہے۔ آپؐ اسے مٹا دیتے ہیں۔ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے حضرت ابو جندل بن سہیل بن عمروؓ جو اسلام کے جرم قریش کی قید میں تھے۔ کسی طریقہ سے بھاگ کر تشریف لاتے ہیں اور البدایہ و النہایہ میں رقم ہے کہ آپ نے کہا:

یا معشر المسلمین. اردالی المشرکین وقد جئت مسلماً الاترون مقاد لقیت......قد عذب عذاباًشدید اًفی الله......

آپؐ نے مشرکین مکہ سے ابو جندل کو مانگا' مگر وہ انکار کر گئے۔ حالانکہ سال قبل انہوں نے غلہ کی بندش پر آپؐ سے غلے کی بحالی کی استدعا کی تھی جس پر آپؐ نے نجد سے غلہ کی بحالی کا حکم دیا تھا۔ اس طرح آپؐ نے دشمنوں سے بھی رواداری کا برتاؤ کیا۔ (البدایۃ والنھایہ ۴/ ۶۷-۱۷۵)

نبی اکرم ﷺ حدیبیہ میں قیام پذیر تھے۔ کوہ تنعیم سے آدمی اترے کہ مسلمانوں کو حالت نماز میں قتل کر دیا جائے۔ یہ

سب لوگ گرفتار ہوئے۔حضورﷺ نے اس سب کو معاف کر دیا۔(رحمت اللعالمین۔سید سلیمان منصور پوری ۱/۳۲۱) حالانکہ آپ مشرکین مکہ سے یہ کہہ سکتے تھے کہ تم نے ابو جندل نہیں دیا۔میں ابھی آدمی واپس نہیں کرتا۔

۹ھ میں قبیلہ بنو طے نے بغاوت کی۔حضرت علیؓ نے فسادیوں کو پکڑ کر مدینہ بھیج دیا۔ان میں حاتم طائی کی بیٹی بھی تھی۔حاتم طائی کی بیٹی نے آپؐ سے عرض کی کہ قوم کی سردار کی بیٹی ہوں۔میرا باپ رحم و کرم میں مشہور تھا۔آپ مجھ پر رحم کریں۔آپؐ نے فرمایا تیرے باپ میں مومنوں کی صفات تھیں۔اس کے بعد اس کو جملہ متعلقین کے ساتھ چھوڑ دیا۔لباس اور زاد راہ بھی دیا۔(رحمت اللعالمین سید سلیمان منصور پوری ۱/۲۱۹)

جب مکہ میں قحط پڑا اور آپ کمال رواداری کا مظاہرہ فرماتے ہیں۔ابوسفیانؓ کو معاف بھی کرتے ہیں اور مزید اعزاز بخشا جاتا ہے کہ جو ابوسفیان کے گھر چلا جائے گا وہ مامون ہے۔(سیرت النبی شبلی ۴/۲۹)

آپؐ نے جو خطوط کسریٰ اور ھرقل کو لکھے ان میں ان کو دین کی دعوت کے بعد کہا گیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان ''توحید'' ایک ایسا نقطہ بن سکتا ہے جس پر ہم سب متفق ہو سکتے ہیں۔ھرقل کی طرف جو خط لکھا اس کے الفاظ اس طرح ہیں۔

بسم الله الرحمن الرحيم. من محمد بن عبدالله رسوله الى هرقل عظيم الروم سلام على من اتبع الهدى. اما بعد فانى ادعوك بدعاية الاسلام. اسلم تسلم يوئك الله اجرك مرتين فان توليت فان عليك اثم الدربين. وياهل الكتاب تعلو الى كلمه سواء بيننا و بينكم الا نعبد الا الله ولا نشرك به شيئاً والا يتخذ بعضا اربابا من دون الله فان تو لو افقو لوا اشهد و ابانا مسلمون. (848 V-5 Encyclopaedia of Islam)

عیسائیوں اور یہودیوں کے بارے میں جو مسلمانوں کا رویہ رہا ہے وہ تاریخ میں سنہرے حروف میں مرقوم ہے۔آپؐ نے مدینہ کے یہود سے جو معاہدہ کیا اس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔بنی عوف کے یہود مسلمانوں کی طرح ایک ملت شمار ہوں گے۔ہر قسم کے حملے کے خلاف ان کا دفاع مسلمانوں کے ذمہ ہوگا۔اور ان دونوں کے تعلقات خوش سگالی اور باہمی مشترکہ مفاد پر مبنی ہوں گے۔یہود کے حلیف مسلمانوں کے حلیف شمار ہوں گے اور ہر مظلوم کی حمایت کی جائے گی خواہ وہ کسی گروہ سے ہو۔

اور اسی طرح نجران کے عیسائیوں سے جو معاہدہ ہوا اس کے الفاظ یہ ہیں۔نجران کے عیسائی خدا اور اس کے رسول کی حفاظت میں ہوں گے۔ان کے جان و مال عقائد اور علاقوں کی حفاظت کی جائے گی اور یہ حفاظت ان تک محدود نہ ہوگی بلکہ ان پر بھی عائد ہوگی جو اس وقت موجود نہیں ہیں۔اس طرح آپﷺ نے عالمی طور پر کمال رواداری کا مظاہرہ کیا اور انسان کی قدر بحیثیت انسان کی۔

"قل یآاھل لکتاب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سوآءٍ بیننا و بینکم" کے حوالے سے دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلامی اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

غریب اللہ غازی۔فورٹ عباس

ہم اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی فخر کریں وہ کم ہے کہ آج ہم آقائے دو جہاں رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کے پر مسرت موقع پر ذکر نبوی ﷺ کی روحانی محفل میں جناب سرور کونین ﷺ کی بارگاہ اقدس میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کیلئے موجود ہیں۔ بلکہ قرآن مجید کی آیت "قل یآاھل لکتاب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سوآءٍ بیننا و بینکم" کے حوالے سے دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلامی اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں پیش کرنے کی ابدی سعادتیں حاصل کر رہے ہیں۔ وفاقی وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان کی طرف سے مقابلہ مقالات سیرت کا انعقاد دل مسلم کی تمنا کو زندہ کرنے روح کو تڑپانے اور قلب کو گرمانے کی ایک کامیاب کوشش ہے۔ اس عظیم کاوش پر سیرت کانفرنس کے منتظمین کو جتنی بھی مبارک باد دی جائے کم ہے کہ انہوں نے 2006 سیرت کانفرنس کے مقالات کا عنوان اسلام کی روشنی میں مختلف مذاہب کے درمیان عالمی اتحاد یگانگت اور ہم آہنگی کیسے ہو سکتی ہے مقرر کیا۔ یہ عنوان جہاں حضور نبی اکرم ﷺ کی رحمۃ اللعالمینی کے شایان شان ہے وہیں وقت کی آواز اور انسانیت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ آج دنیا کو ایسے بین الاقوامی نظام کی اشد ضرورت ہے جس میں امن و سکون ہو۔ جو ظلم سے پاک ہو اس میں جنگ ہمیشہ کیلئے عالم بدر ہو۔ عدل و مساوات کے قانون پر عمل در آمد ہو، ایک عادلانہ فلاحی مملکت جس میں امانت، دیانت، شرافت، صداقت کا بول بالا ہو۔ ایسی عالمی حکومت خواہ اس کی ہیت کچھ بھی ہو، عصر جدید میں ایک حقیقی اور ناگزیر ضرورت بن چکی ہے۔ نئے عالمی نظام کی منصوبہ بندی و تشکیل اور اس کے عملاً نفاذ کی تکمیل انسانیت کا اولین فریضہ ہے۔

موضوع مقالات سیرت!"قل یآاھل لکتاب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سوآءٍ بیننا و بینکم"

یہ آیت مبارکہ قرآن مجید کی سورۃ آل عمران کی 64ویں آیت کا ایک حصہ ہے۔ علامہ غلام رسول السعیدی شیخ الحدیث دار العلوم نعیمیہ کراچی اپنی تفسیر بیان القرآن میں اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں کہ اس سے پہلی آیات میں یہ بیان فرمایا تھا کہ حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی الوہیت کے بطلان اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے

اثبات پر دلائل پیش کئے۔ جب عیسائیوں نے دلائل کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو پھر آپ نے ان کو حکم خداوندی کے تحت مباہلہ کی دعوت دی وہ مباہلہ کرنے سے خوف زدہ ہوئے۔ انہوں ذلت و پسپائی کے ساتھ جزیہ دینا قبول کرلیا حضورﷺ کی خواہش تھی کہ وہ ایمان لے آئیں اور اسلام قبول کرلیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی خواہش پر مناظرہ اور مباہلہ کی بجائے ایک اور طریقہ سے ان کے سامنے دعوت اسلام کو پیش کرنے کا حکم دیا۔ یہ ایسا طریقہ ہے جو ہر عقل سلیم رکھنے والے شخص کے نزدیک قابل قبول ہے وہ یہ ہے۔ ترجمہ! ''آپ ان سے یہ کہیں کہ اے اہل کتاب آؤ ہم اور تم ایسی چیز کو مان لیں جو ہم دونوں کے درمیان متفق علیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں ہم میں کوئی بھی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے گا۔'' سیاق وسباق کے مطابق اہل کتاب سے مراد نجران کے عیسائی ہیں ایک دوسرے قول کے مطابق اہل کتاب سے مراد یہود اور عیسائی دونوں ہیں۔ امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ ہجری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی کہ سید عالم حضرت محمدﷺ نے مدینہ کے یہودیوں کو اسلام لانے کی دعوت دی۔ جب انہوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا تو آپ نے فرمایا آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عیسائیوں کو اس آیت میں تین چیزوں کی دعوت دی ہے۔

1۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، کیونکہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت کرتے تھے۔ 2۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور عیسائی اللہ کے ساتھ غیر کو شریک ٹھہراتے تھے۔ وہ کہتے تھے یہاں تین اقانیم ہیں باپ، بیٹا اور روح القدس اور یہ تینوں ذوات قدیم ہیں۔ اس سے عقیدہ تثلیب کا ابطال ہوا۔ 3۔ آدمی اللہ کو چھوڑ کر کسی کو رب نہ مانیں سو انہوں نے اپنے علما اور راہبوں کو رب مان رکھا تھا۔ اللہ کی بجائے اپنے علماء راہبوں کو سجدہ کرتے تھے اللہ کی بجائے اپنے راہبوں کی طرف سے حلال وحرام قرار دی گئی چیزیں استعمال کرتے تھے۔ نبی اکرمﷺ نے اہل کتاب کو جو اسلام کی دعوت دی قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ دعوت کی اصل بنیاد ہے۔ نبی محترم حضرتﷺ نے شاہ ہرقل کو اسلام کی دعوت دی تو آپ نے اپنے مکتوب میں اس آیت کو بھی لکھا تھا، امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی 256 روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کی ہے کہ ابوسفیان نے خبر دی کے ہرقل نے رسول اللہﷺ کے مکتوب کو منگوایا۔ جو حضرت وحیہ کلبی کے ہاتھ بصرہ کے امیر کی طرف بھیجا گیا تھا۔ بصرہ کے امیر نے یہ مکتوب شاہ ہرقل کو دیا اس میں لکھا ہوا تھا۔ ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے روم کے امیر ہرقل کے نام اس پر سلام ہو جو ہدایت کا متبع ہے اللہ کی حمد وثناء کے بعد واضح ہو کہ میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور تم اسلام قبول کرلو، سلامت رہو گے اگر تم نے روگردانی کی تو تم اور تمہارے پیروکاروں کے اسلام قبول نہ کرنے کا گناہ بھی تم پر ہوگا۔ اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر

ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ ہم اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے پھر وہ اگر اعراض کریں تو تم کہہ دو۔ اے لوگو! گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔

حضور اکرم ﷺ ہر زمانے کیلئے رہبر و رہنما ہیں!

دنیا کی کوئی بھی ہستی ایسی نہیں جس کے اصول پوری دنیا کیلئے قیامت تک قابل عمل ہوں اور پوری بنی نوع انسان کی رہنمائی کرنے اور دنیا کے تمام مسائل کا حل اس کی تعلیمات میں موجود ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ خداوند تعالیٰ کے آخری رسول ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کا آخری پیغام قرآن مجید کی صورت میں لے کر قیامت تک بلکہ قیامت کے بعد تک زمانے کیلئے تشریف لائے۔ آپ کی تعلیمات ہر زمانے میں یکساں کارآمد اور مفید ہیں۔ آج بھی سیاست وحکومت کے اصول جہاں سازی اسی وقت بہترین نتائج دے سکتے ہیں۔ جب ہم حضور ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ آنے والے ہزاروں برسوں میں بھی اسی طرح قابل عمل رہیں گی۔ حضور اکرم ﷺ نے ملکوں وقوموں کے وقتی مسائل پر بحث نہیں کی بلکہ اپنی پوری قوت اس مسئلے کے حل کی طرف لگا دی۔ جس سے چھوٹے چھوٹے مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں، وہ مسئلہ یہ ہے کہ پوری کائنات خدا کی سلطنت ہے۔ ساری مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ اسلام نے انسانی برادری کا انتظام قائم رکھنے کے لئے عدل ومساوات کا قانون بنایا یہ دونوں چیزیں اسلام میں خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ جن پر عمل کر کے دنیا آج بھی اوج ثریا کی بلندی کو چھو سکتی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے احکام الٰہی پر اپنی حیات طیبہ میں عمل کر کے دکھایا!

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ حضور ﷺ نے صرف اصول پیش کرنے پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ اپنے پیش کردہ اصولوں کو زندگی میں جاری کر کے دکھایا ان کی بنیاد پر ایک جیتی جاگتی سوسائٹی پیدا کر دی۔ آپ ﷺ نے 23 برس کی قلیل مدت میں لاکھوں انسانوں کو خدا کے آگے سر اطاعت جھکانے پر آمادہ کیا ان سے خود پرستی چھڑوائی اور خدا کے سوا دوسروں کی بندگی سے نجات دلائی، پھر ان کو جمع کر کے خالص خدا کی بندگی پر ایک نظام اخلاق نیا تمدن، نیا نظام معیشت، نیا نظام حکومت بنایا، تمام دنیا کے سامنے اس بات کا عملی مظاہرہ کر کے دکھایا کہ جو اصول آپ ﷺ نے پیش کئے۔ ان پر عمل کرنے سے کیسی زندگی بنتی ہے اور یہ کتنی پاکیزہ اور صالح ہے۔ یہی وہ بنیادیں ہیں کہ آپ ﷺ انسانیت کی مشترک میراث ہیں۔ جس پر کسی اور کا حق کسی دوسرے سے کم یا زیادہ نہیں جو چاہے اس میراث سے فائدہ اٹھائے، آج دنیا میں جہاں کہیں بھی حسن اخلاق کا نمونہ ہے وہ آپ ہی کی تعلیم کا ایک ورق ہے۔ نبی پاک ﷺ کی مکی زندگی ہو یا مدنی یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آپ نے ہمیشہ

انسانیت کو پیار محبت رواداری برداشت صبر وتحمل بھائی چارہ، عدل وانصاف اور عفو درگزر کا درس دیا۔ آپ ﷺ کی تعلیمات کا مقصد ومحور یہی تھا کہ انسان کفر وضلالت، شرک کی ظلمت سے نکل کر خدا شناس بن جائے اور صحیح معنوں میں انسان کہلانے کا مستحق بن جائے، اسلام نہ صرف مسلمانوں کے مابین سلامتی اور آشتی کا خواہاں ہے بلکہ غیر مسلموں کی طرف دوستی کے ہاتھ کو تحسین کی نظر سے دیکھتا ہے، قرآن مجید میں آتا ہے ترجمہ! ''اگر دشمن صلح وسلامتی کا ہاتھ بڑھائیں تو تم بھی اپنا ہاتھ آگے کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو بے شک وہی سنتا اور جانتا ہے۔'' اسلام کا انسانیت پر یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے وحدت انسانیت کا ایسا تصور دیا جو رنگ ونسل وطنیت کے تمام بتوں کو پاش پاش کر کے بھائی چارے کی مشترکہ اساس فراہم کرتا ہے۔ وہ انسان کے ذہن میں یہ بات راسخ کرتا ہے کہ سارے انسان ایک خدا کی مخلوق ہیں۔ اس زمین پر بسنے والوں کی اصل اور نسل ایک ہے۔ سب ایک آدم کی اولاد ہیں اس طرح ساری دنیا ایک بڑی برادری ہے۔ اس میں کالے گورے، افریقی امریکی، روسی جرمنی، کول بھیل، یہودی عیسائی، وغیرہ کے نام پہچان کے لئے ہیں۔ یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ انسانی برادری کے رشتے کا تقاضا ہے کہ ہر آدمی ایک دوسرے کا بھلا چاہے اور اس کے دکھ درد میں شریک ہو۔ خطبہ حج الوداع میں فرمایا کسی عربی کو عجمی پر کسی عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں سرخ وسفید رنگ والے کو کسی سیاہ فام پر اور کسی سیاہ فام کو سرخ وسفید رنگ والے پر کوئی فوقیت نہیں۔

ترجمہ! ''اے اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ'' ترجمہ! ساری مخلوق خدا کی کفالت میں ہے۔ وہ شخص اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب ہوگا جو اس کی عیال کے ساتھ حسن سلوک کرے گا۔ آپ نے صرف خطبوں پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان تعلیمات کو مواخات اور میثاق مدینہ کی شکل میں عملی طور پر نافذ کر کے دکھایا آپ ﷺ اپنے پیغام کی خود عملی تفسیر بن کر آئے یہی وجہ ہے کہ آپ کی پاکیزہ زندگی کا ہر لمحہ تاریخ عالم میں ابد تک محفوظ ہے۔''

ابتدائے اسلام میں غیر مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ!

قرآن مجید نے لکم دینکم ولی دین کا نظریہ عطا کرے اسلامی مملکت میں غیر مسلموں کے حقوق کے تحفظ کو یقینی اور ہر ممکن ضمانت فراہم کی ہے۔ قرآن وسنت کی تعلیم احترام آدمیت اور احترام مذہب پر مشتمل ہے۔ قرآن مجید نے دیگر مذاہب یا غیر مسلموں کے حوالے سے مسلمانوں کا رویہ صاف صاف بیان فرمایا کہ ترجمہ! تم ان کے باطل معبودوں کو برا مت کہو جسے وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ تجاوز کر کے انجانے میں اللہ کو گالی دے بیٹھیں۔ گویا ابتدائے اسلام سے ہی یہ تسلیم کرلیا گیا کہ عام مذاہب آسمانی ہوں یا غیر آسمانی سب کو اسلام کے ساتھ زندہ رہنے کا حق ہے۔ اسلام مذہب کے حوالے سے یہ

اصول وضع کرتا ہے کہ لوگوں کو مذہب کے معاملہ میں پوری آزادی حاصل ہو۔ عقل و بصیرت والا چشمہ نور سے فیض یاب ہوں۔ نافہم اور کج رو محروم رہیں۔ ترجمہ!! اور اگر تیرا پروردگار چاہتا کہ (لوگوں کو زبردستی مومن بنا دے) تو زمین کے تمام لوگ ایمان لے آتے کیا پیغمبر آپ لوگوں کو مجبور کریں گے کہ وہ ایمان لے آئیں۔'' قرآن و سنت میں غیر مسلموں کے مذہبی معاملات میں مداخلت، جبر و تشدد کے ہر رویئے کی شدید مذمت کی گئی ہے اور اسے اسلامی تعلیمات کے منافی قرار دیا گیا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی اسوہ حسنہ میں مذہبی رواداری کا فروغ!

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو رحمت اللعالمین کا لقب عطا کر کے آپ کو سارے جہانوں کیلئے رحمت و شفقت کرنے والا قرار دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ دنیائے عالم کیلئے ایک مثالی اور ابدی نمونہ ہے۔ آپ ہی کی پیروی تمام مسائل کا حل اور فلاح و نجات کی کلید ہے رسول اکرم ﷺ کی زندگی مبارک میں غیر مسلموں سے عمدہ حسن سلوک اور تعلقات کے حوالے سے بے شمار نظائر اور مثال ملتی ہیں۔ ان میں میثاق مدینہ، صلح حدیبیہ، فتح مکہ اور معاہدۂ نجران کو کلید اور بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

میثاق مدینہ!

ہجرت مدینہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ وہ تاریخ ساز معاہدہ کیا جو رواداری مذہبی اعتدال پسندی اور فراخ دلی کی ایک روشن مثال ہے۔ جس پر دنیا فخر کر سکتی ہے اور موجودہ دور کی اقوام متحدہ بھی فریقین میں رواداری پر مبنی ایسی معاہدہ نہیں کرا سکتی۔ محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی دینی اور سیاسی بصیرت کے باعث اسلامی سوسائٹی کے مقاصد پر امن بقائے باہمی رواداری، قیام امن اعلیٰ انسانی اقدار کے تحفظ میں بھرپور مدد ملی۔ ایک مقامی اسلامی فلاحی مملکت کا قیام سرکار دو عالم ﷺ کا وہ کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ میثاق مدینہ کے تاریخی معاہدے کے نتیجے میں مدینے سے انتہا پسندی کا خاتمہ ہوا۔ امن کا قیام عمل میں آیا۔ تمام مذاہب کے پیروکاروں کو عقیدہ مذہب کی آزادی حاصل ہوئی مذہبی رواداری کا اصول وضع ہوا۔ اس تاریخ ساز معاہدے کی ہر دفعہ معاہداتی دنیا میں ایک انفرادیت رکھتی ہے۔ اس معاہدے میں جن باتوں پر غیر مسلموں سے اتحاد و تعاون ہو سکتا ہے۔ ان کی نشاندہی ہوئی، میثاق مدینہ کی کچھ دفعات جو معاہدے کے جوہر کی حیثیت رکھتی ہے درج ذیل ہیں۔

- ☆ غیر مسلموں کے دین اور اموال کی حفاظت کی جائے گی۔ انہیں دین اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے۔
- ☆ اگر غیر مسلمانوں کو ظلم کا نشانہ بنایا جائے تو مملکت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ اس طرح ان کی مدد کرے جس طرح مظلوم مسلمانوں کی مدد کی جاتی ہے۔

☆ یہودیوں میں سے جو ہماری اتباع کرے گا اسے امداد حاصل ہوگی، اور نہ ایسے لوگوں پر ظلم ہوگا اندران کے خلاف کسی کو مدد دی جائے گی۔

☆ میثاق مدینہ کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کسی فریق کے حق کو غصب نہیں کیا گیا۔ مدینہ میں آباد مختلف مقابل مذہبی گروہ طویل عرصے سے جنگ کی بھٹی میں جل رہے تھے۔ انہیں امن سلامتی رواداری عقیدہ مذہب کی ضمانت دی گئی۔

☆ بدامنی، انتہاپسندی جبر و تشدد اور جنگی جنون کے حامل عرب کے جاہل معاشرے میں اتنا تعجب خیز انقلاب تھا۔ جسے مغربی متشرق (Hell) نے اسے سیاست نبوی کا اعجاز قرار دیتے ہوئے۔ رسول اکرم ﷺ کی سیاسی بصیرت کا شاہکار اور امن پسندی کا بہترین نمونہ قرار دیا۔

صلح حدیبیہ!

صلح حدیبیہ مشرکین مکہ کی ایک ایسی قوم سے ہوئی تھی، جو ۲۰ برس کے طویل عرصہ سے مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہی تھی اوران سے برسر پیکارتھی۔ معاہدہ حدیبیہ کی ایک ایک دفعہ پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ نبی رحمت ﷺ امن وصلح کے کتنے خواہشمند تھے۔ آپ نے پرامن بقائے باہمی کے تحت معاہدے کو ترجیح دی کہ جنگ سے اتنا گریز کیا کہ اس میں عام صحابہ ذلت محسوس کررہے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے جب معاہدے کی شرائط سنیں تو ان پر رنج وغم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ان کی غیرت ایمان کب برداشت کرتی تھی کہ وہ حق وصداقت کے علمبردار ہوتے ہوئے باطل سے دب کر صلح کرلیں اور راہ حق میں جان دینا اور سرکٹادینا انہیں ہرگز گراں نہ تھا۔ لیکن یہ بات اس سے نا قابل برداشت تھی کہ کفار من مانی شرائط پر ان سے صلح کریں۔ لیکن اس کے باوجود معاہدہ حدیبیہ میں طے پایا کہ ☆ مسلمان اس سال بغیر عمرہ ادا کئے واپس جائیں گے۔ ☆ آئندہ سال آئیں گے وہ بھی صرف تین دن کیلئے ☆ ہتھیار لگا کر نہ آئیں گے صرف تلوار ساتھ لائیں گے وہ بھی نیام میں ☆ مکے میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں۔ انہیں ساتھ نہ لے جائیں گے۔ اگر کوئی مدینے کا مسلمان مکہ میں ٹھہرنا چاہے تو اسے نہ روکیں گے ☆ اہل مدینہ میں سے کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کردیا جائے گا۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکے میں آجائے تو اسے واپس نہیں کیا جائے گا۔ ☆ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں جس کے ساتھ چاہیں ہو جائیں۔ ☆ دس سال تک مسلمان اور قریش باہم جنگ نہیں کریں گے۔ بظاہر معاہدہ کی تمام شرائط یک طرفہ تھیں۔ ان پر عمل درآمد بھی بعید از انصاف تھا۔ چنانچہ قریش مکہ نے معاہدہ کی وقت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پر اعتراض کیا۔ حضور اکرم نے اسے قبول کرتے ہوئے قریش روایات کے مطابق باسمک اللّٰھم لکھوادیا۔ اس کے ساتھ آپؐ کے اسم گرامی کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر اعتراض کیا گیا تو آپ نے اس

کی جگہ محمد بن عبداللہ تحریر کروادیا۔ پرامن بقائے باہمی مذہبی اعتدال امن پسندی اور غیر مسلموں سے سفارتی علاقائی تعلقات کے فیصلہ کا اس سے بہتر نمونہ ملنا مشکل ہے۔آپ نے اسلام کے مطابق اس معاہدے کی پابندی فرمائی، قرآن مجید نے انا فتحنالک فتحا مبینا آیت نازل کرنے کا اعلان فرمایا۔صلح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی۔ باہم جنگ کی وجہ سے دونوں فریق نہیں مل سکتے تھے۔صلح حدیبیہ کی وجہ سے جنگ ختم ہوئی، امن قائم ہوا۔ مسلمان جو اب تک مکہ میں اسلام ظاہر نہیں کرسکتے تھے وہ اعلانیہ احکام اسلام پر عمل کرنے لگے باہمی منافرت اور دشمنی دور ہوئی بات چیت کا موقع ملا۔ اسلامی مسائل پر گفتگو اور مناظرے کی نوبت آئی، مشرکین مکہ نے قرآن کو سنا جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ آغاز اسلام اور بعثت نبوی سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

فتح مکہ!

فتح مکہ ہجرت کے آٹھویں سال اللہ تعالیٰ کے حکم پر ۱۰ ہزار جانثاروں کو لے کر حضور ﷺ نے مکہ کی طرف کوچ کیا۔ مکہ کے بڑے بڑے سرداروں اور لیڈروں نے دور سے اسلامی فوجی کی شان وشوکت دیکھی تو ان پر مسلمانوں کا رعب طاری ہوگیا۔اور وہ مقابلے کی ہمت نہ کرسکے۔رواداری، انسان دوستی اور مذہبی آزادی کا بہترین شاہکار تھی۔تاریخ ساز موقع فتح مکہ ۸ رمضان المبارک ۶۳۰ء ہے۔آپ کو اپنے بدترین دشمنوں کفار مکہ پر کامل اختیار اور اقتدار حاصل ہوا۔اس تاریخی موقع پر محسن انسانیت کی سیرت طیبہ میں عفور درگزر تحمل و برداشت اور رواداری کا وہ تاریخی اور شاندار نمونہ نظر آتا ہے جو فتوحات کی پوری انسانی تاریخ میں آپ کو ممتاز کرتا ہے۔آپ ﷺ نے اس موقع پر تمام امیدوں اور تصورات کے برخلاف رواداری پر مبنی مثالی انقلابی اعلان فرمایا۔الیوم یوم رحمۃ آج رحم وکرم عفور درگزر ایثار رواداری کا دن ہے جو عفو عام کا دن ہے۔

صحیح بخاری عبداللہ بن مغفل روایت کرتے ہیں کہ میں نے فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اونٹنی پر سوار ہیں اور خوش الحانی کے ساتھ سورۃ انافتحنا پڑھ رہے ہیں۔حضرت انسؓ راوی ہیں کہ جب مکے میں فاتحانہ طور پر داخل ہوئے تو تمام لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے۔کہ آپ تواضع کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھے۔شان لطف واحسان کا اس سے بڑا مظاہرہ کیا ہوگا کہ کعبے کی کنجی قیامت تک کیلئے عثمان بن طلحہ کو تفویض فرمائی۔جس نے ابتدائی دور میں آپ ﷺ کی خواہش پر ایک بار در کعبہ کھولنے سے انکار کردیا تھا۔Spirit of Islam کے مصنف سید امیر علی لکھتے ہیں فتوحات کی تاریخ میں فتح مکہ کے موقع پر اس فاتحانہ ورود کی کوئی مثال نہیں ملتی۔علامہ شبلی نعمانی اس موقع کی مرقع آرائی بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر مجمع کی طرف دیکھا کفاران مکہ سامنے تھے۔بڑے بڑے کافر سردار جنہوں نے اسلام کو مٹانے کے

لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا۔ سر جھکائے کھڑے تھے۔10 ہزار تلواریں انتظار کر رہی تھیں۔ کب اشارہ اور ہو ہم ان پر ٹوٹ پڑیں۔ رحمت عالم نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا تم کو کچھ معلوم ہے میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں وہ لوگ اگرچہ ظالم تھے شقی تھے بے رحم تھے لیکن مزاج شناس تھے پکار اٹھے تو شریف بھائی ہے شریف برادر زادہ ہے آپ نے ارشاد فرمایا آج تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو محسن انسانیت نے عام معافی کے مثالی اعلان کے ساتھ امن کے قیام اور استحکام کیلئے ہدایات جاری فرمائی جو کوئی ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے۔ جو کوئی خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔ جو کوئی حکم بن جزام کے گھر میں داخل ہو جائے اسے قتل نہ کیا جائے۔ بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے۔ زخمی کو قتل نہ کیا جائے۔

معاہدہ نجران!

۱۰ ہجری میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق مذہبی اعتدال پسندی اور رواداری کی تاریخی دستاویز ہے۔ اسلام تمام طبقات کیلئے رحمت بن کر آیا۔ اس نے غیر مسلم رعایا کو بھی محروم نہیں رکھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے غیر مسلم رعایا کی حیثیت سے سب سے پہلا معاہدہ نجران کے عیسائیوں سے کیا۔ ان کو جو حقوق دیئے اور اس سے جو معاہدے کئے وہ تاریخ میں محفوظ ہیں، معاہدہ نجران کے ذریعے حضور نبی کریم ﷺ نے غیر مسلم باشندوں کے حقوق کے تحفظ ان سے حسن سلوک رواداری اعتدال پسندی کے بارے میں رہنمائی اصول فراہم کئے۔ آپ نے اس سلسلہ میں تحریری فرمان جاری کیا۔ نجران اور اس کے اطراف کے باشندوں کی جانیں، ان کا مذہب ان کی زمینیں ان کا مال، ان کے ان کے حاضر و غائب قافلے ان کے قاصد، ان کی مورتیاں اللہ کی امان اور اس کے رسول کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی موجودہ حالت میں کوئی تغیر نہیں کیا جائے گا۔ ان کے حقوق میں دست اندازی نہیں کی جائے گی۔ نہ مورتیاں بگاڑی جائیں گے۔ کوئی پادری، راہب کنبہ کا منتظم اپنے عہدے سے نہ ہٹایا جائیگا۔ زمانہ جاہلیت کے کسی جرم یا خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا۔ نہ ان کو ظلم کرنے دیا جائے۔ ان سے جو شخص سود کھائے گا۔ وہ میری ضمانت سے بری ہے۔ اس صحیفہ میں جو لکھا گیا ہے۔ اس کے ایفا کے بارے میں اللہ کی اور حضور ﷺ کی ذمہ داری ہے یہاں تک کہ اس بارے میں خدا کا کوئی دوسرا حکم نازل نہ ہوا۔ جب تک یہ لوگ مسلمانوں کے خیر خواہ رہیں گے۔ ان کے ساتھ جو شرائط طے کی ہیں۔ ہم ان کی پابندی کریں گے۔ ان کو ظلم سے کسی بات پر مجبور نہ کیا جائے گا۔ اس معاہدے کی سند نامے کے ذریعے اسلام نے عیسائیوں کو نہایت ہی عظیم الشان پروانہ آزادی اور دنیا کی تاریخ میں اعلیٰ درجے کی مساوات حقوق عطا کئے۔ جو تاریخ میں اعلیٰ یادگار کے طور پر محفوظ ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کی طرف سے غیر مسلموں سے حسن سلوک کی عمدہ مثالیں!

اسلام کے خلاف مغرب کے بے جا پروپیگنڈے اور خوف کے بیان کرنے سے قبل ضروری ہے کہ حقیقی اسلامی

تعلیمات ذکر کردی جائیں جو دوسرے مذاہب اور اس کے ماننے والوں کو برداشت کرنے کے حوالے سے موجود ہیں۔

☆عبداللہ بن ابی جو کہ رئیس المنافقین اور اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ جب اس کی موت واقع ہوئی تو اس کی میت کو قبر میں اتارا گیا، تو آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے، حکم دیا اس کو قبر سے نکالو اس کے بعد آپ نے اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنی لعاب دہن اس پر ڈالا۔ اپنی قمیض مبارک اس کو پہنائی مغفرت کیلئے دعا مانگی صحابہ کرام نے بھی آپ کی اس اسوہ کو عملی نمونہ بناتے ہوئے غیر مسلموں کے ساتھ عمدہ حسن سلوک اور رواداری فرمائی۔ (عبدالسلام۔۔۔۔اصلاحی خطابات جلد دوم)

☆ایک بار یہودیوں کی ایک جماعت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا اسام علیک یعنی تم کو موت آئے، حضرت عائشہؓ سمجھ گئیں۔ اور فرمایا وعلیک سام وللعن یعنی تم پر موت آئے اور تم پر لعنت ہو۔ آپ ﷺ نے سن کر فرمایا عائشہؓ ٹھہر جاؤ، خدا تمام کاموں میں نرمی پسند کرتا ہے۔ ☆خیبر کی فتح کے بعد جب رسول اللہ مطمئن اور یکسو ہو چکے تو زینب بنت حارث نے آپ کیلئے بھنی ہوئی بکری کا ہدیہ بھیجا جو زہر آلود تھا۔ آپ نے گوشت کا ایک ٹکڑا چبایا، لیکن نگلنے کے بجائے تھوک دیا۔ پھر فرمایا کہ یہ ہڈی مجھے بتا رہی ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے زینب کو بلایا تو اس نے اقرار کرلیا جس پر آپ نے اسے معاف کردیا۔ (صفی الرحمٰن مبارکپوری الحیق المختوم) ☆ایک مرتبہ ایک غیر مسلم بطور مہمان آیا، آپ نے اسے کھانا کھلایا اور رات بسر کرنے کیلئے کمرہ بھی دیا۔ کیونکہ یہ شخص بدنیتی اور دشمنی کے ساتھ آیا تھا۔ اس لئے علی الصبح بستر پر غلاظت کر کے کمرہ سے نکل گیا۔ صبح حضور ﷺ وہاں آئے تو غلاظت دیکھی تو اس کو اپنے ہاتھ سے دھویا اور بستر کو پانی سے پاک کیا وہ شخص کمرہ میں اپنی تلوار بھول گیا تھا۔ جب تلوار لینے کے لئے واپس آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ آپ غلاظت والے بستر کو اپنے ہاتھوں سے دھو رہے ہیں۔ آپ نے بجائے اسے دھمکانے اور ڈرانے کے فرمایا تم اپنی تلوار بھول گئے تھے، تلوار وہاں رکھی ہے لے لو۔ اس سلوک کے نتیجہ میں وہ بے ساختہ پکار اٹھا۔ "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد و ان محمد رسول اللہ"۔

غیر مسلموں سے اتحاد یگانگت، ہم آہنگی بارے رسول اللہ ﷺ کے اقدامات!

منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کا بیٹا مسلمان تھا۔ اس نے حضورؐ کے خلاف اقدامات پر اپنے باپ کو پکڑ لیا اور کہا کہ اقرار کرو کہ تم روئے زمین پر ذلیل ترین آدمی ہو اور محمد ﷺ معزز ترین ہستی ہیں ورنہ تمہیں شہر میں داخل نہیں ہونے دوں گا۔ حضور ﷺ نے عبداللہ بن ابی کو اس کے بیٹے سے چھڑا دیا اور کہا کہ جب تک ہم موجود ہیں ان سے اچھا سلوک کریں گے۔

☆ایک دن حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک یہودی کا جنازہ گزرا۔ یہ ایک یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا کیا یہ جاندار نہیں ہے۔ آپ کے اس عمل کے بعد صحابہ کرام بھی غیر مسلموں کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ☆صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک یہودی نے سرِ بازار کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت موسیٰؑ کو انبیاء پر فضیلت بخشی

ایک صحابی کھڑے سن رہے تھے۔ان سے نہ رہا گیا۔انہوں نے پوچھا کیا محمد پر بھی ہے اس نے کہاہاں انہوں نے غصہ میں ایک تھپڑ رسید کر دیا۔حضور کے عدل اور اخلاق پر دشمنوں کو بھی اعتبار تھا۔یہودی سیدھا آپ ﷺ کی خدمت میں آیا اور واقعہ عرض کیا آپ ﷺ نے اس صحابی پر برہمی کا اظہار کیا۔یہودی سازشی تھے۔لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرمایا۔☆ ایک دفعہ نجران کے عیسائیوں کا وفد آیا، اس کو حضور ﷺ نے مسجد نبوی میں ٹھہرایا اور ان کو اجازت دی کہ وہ اپنی نماز اپنے طریقہ سے مسجد نبوی ہی میں ادا کریں۔چنانچہ وہ لوگ مسجد نبوی کے ایک جانب اپنی نماز پڑھتے اور رسول اللہ ﷺ صحابہ کے ساتھ دوسری جانب پڑھتے جب ان لوگوں نے اپنے دین کے حق میں حضور ﷺ سے بحث کی تو آپ ﷺ نے نہایت توجہ سے ان کی باتیں سنیں بڑی نرمی احترام اور حسن اخلاق سے بحث کا جواب دیا۔☆ حضور نبی کریم ﷺ نے مقوقس کا ہدیہ قبول فرمایا اور اس کی بھیجی ہوئی ماریہ قبطیہ کو بھی قبول فرمایا۔جو ام المومنین بنیں ان کے بطن سے آپ کے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے جو چند مہینے زندہ رہے آپ کی نصیحتوں میں ایک یہ بھی ہے کہ قبطیوں کے خیر خواہ رہو۔کیونکہ ان میں تمہارے رشتے ہیں۔☆ غیر مسلم افراد کے وفود اکثر آپ ﷺ سے ملاقات کیلئے آتے رہتے تھے۔تو آپ ان وفود کو شہر سے باہر تک چھوڑنے کے لئے جاتے اور غیر مسلم وفود کے افراد کو تحائف دے کر رخصت کرتے۔☆ نبی اکرم ﷺ کے دور میں ایک مسلمان نے ذمی کو قتل کر دیا تو آپ ﷺ نے قصاص میں مسلمان کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا اور ارشاد فرمایا اپنے اہل ذمہ سے وفا کرنے کا سب سے زیادہ حق دار ہوں۔☆ حضرت ابو بصرہ غفاری کا بیان ہے جب وہ کافر تھے۔مدینہ میں حضور ﷺ کے پاس آکر مہمان رہے۔رات کو گھر کی تمام بکریوں کا دودھ پی گئے، رات بھر تمام اہل بیت نبوی بھوکے رہے لیکن آپ ﷺ نے مجھے کچھ نہ فرمایا۔☆ حضور ﷺ نجد کے باغ میں محو استراحت تھے ایک تیغ بکف حملہ آور جان لینے کے لئے آیا لیکن آپ ﷺ کی ہیبت کے باعث تھر تھر کانپنے لگا۔حملہ آور پر قابو پا کر اسے بھی معاف فرما دیا۔☆ حضور ﷺ وادی طائف میں تبلیغ کیلئے تشریف لے گئے۔تو بستی والوں نے آپ پر پتھروں کی بارش کر دی تھی۔چہرۂ مبارک زخمی کر دیا۔خون کے فوارے چھوٹ پڑے تھے۔لیکن آپ نے اس وادی والوں کے بارے میں نیک دعا کی کیونکہ آپ رحمۃ اللعالمین بن کر آئے، آپ ﷺ کو اللہ نے حسن واخلاق کی تکمیل کیلئے مبعوث فرمایا۔

☆ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ہمیں الحرقات نامی علاقے کی طرف حملہ کرنے کیلئے بھیجا ہم نے صبح سویرے دشمن پر حملہ کیا اور انہیں شکست دی۔اسی دوران میں نے ایک شخص کو قابو کر لیا تو اس نے فوراً کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیا، لیکن اس کے باوجود میں نے اسے قتل کر دیا۔جب ہم جنگ کے بعد واپس مدینہ آئے تو آپ ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اسے کیوں قتل کیا۔میں نے کہا وہ تو صرف اپنا بچاؤ کر رہا تھا۔لیکن نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا۔مجھے اتنی شرمندگی ہوئی کہ کاش مجھ سے ایسا نہ ہوتا۔

☆ ایک مرتبہ مکہ میں قحط پڑا آپ ابھی ابھی ہجرت کر کے آئے تھے۔ اہل مکہ کے زخم تازہ تھے۔ لیکن حضور نے مکہ میں آنے والے قحط کے لئے مسجدِ نبوی میں بیٹھ کر دعا کی۔ آپؐ نے کبھی یہ پسند نہیں کیا کہ مکے کے افراد اور قافلے آمد و رفت کے لئے آئیں اور انہیں لوٹ لیا جائے۔ ☆ حضرت مغیرہ بن شعبہ مسلمان ہونے سے پہلے ایک غیر مسلم قافلہ کے ساتھ تھے موقع پا کر اہل قافلہ کو لوٹ کر موت کے گھاٹ اتار دیا اور سب مال جمع کر کے مدینہ پہنچے حضورﷺ نے ان سے کہا کہ تمہارا اسلام تو قبول کرتا ہوں لیکن لوٹ کے مال سے بے زار ہوں۔ ☆ یمامہ کے حاکم جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے مکہ کی ناکہ بندی کر دی تا کہ وہاں اناج نہ پہنچ سکے۔ حضورﷺ کو معلوم ہوا تو فوراً حکم دیا کہ یہ ناکہ بندی ختم کرواور اناج مکہ پہنچنے لگا۔ ☆ حضرت اسماء کا بیان ہے کہ میری والدہ اسلام سے بیزار تھیں لیکن مکہ سے مدینہ آئیں مجھ سے مدد مانگی میں نے حضورﷺ سے مدد دینے کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا ہاں ضرور کرو۔ اسی طرح ام المومنین حضرت صفیہ ایک یہودی سردار کی بیٹی تھیں انہوں نے حضور سے اجازت لے کر اپنے یہودی رشتہ دار کے لئے ایک جائیداد وقف کی۔ ☆ مدینہ میں غیر مسلم اکثر مسلمانوں کے خلاف مقدمے بارگاہ رسالت مآبﷺ میں لاتے۔ اس میں غیر مسلموں کے حق میں فیصلے ہوا کرتے تھے۔ بعض مقدمے جلیل القدر صحابہ کرام کے خلاف بھی ہوتے تھے۔ حضور نے انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے جلیل القدر صحابہ کے خلاف فیصلے صادر فرمائے۔ ☆ مدینے کے عربوں میں جس عورت کا بچہ زندہ رہتا وہ منت مانتی کہ اسے یہودی بنا دے گی۔ اس طرح بہت سے عرب بچے یہودیوں کے ہاتھ چلے گئے۔ مدینہ کے عرب والدین نے مسلمان ہونے کے بعد اپنے بچے واپس لینے چاہے تو یہ معاملہ تنازعہ کی شکل اختیار کر گیا اور فیصلے کے لئے حضورﷺ کے پاس پہنچا حضورﷺ نے فیصلہ فرمایا جہاں لڑکوں کی مرضی ہوگی انہیں وہاں رہنے دیا جائے کسی پر کوئی زبردستی نہ ہوگی۔ جو لڑکے یہودی رہنا چاہتے تھے انہیں یہودی رہنے کی اجازت دے دی گئی جو مسلمان ہونا چاہتے تھے وہ واپس آ گئے۔

☆ صحابہ کرام نے مکہ سے جب مدینہ ہجرت کی تھی تو اس کی دکانوں پر کفار و مشرکین نے قبضہ کر لیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر ہر خاص و عام کا خیال تھا کہ اب مسلمانوں کو ان کے مکانات کا قبضہ واپس دلوایا جائے گا، لیکن فتح مکہ کے بعد غیر مسلموں سے مکانات و دکانات واپس نہیں لئے گئے، ام المومنین زینب کے بھائی نے سب کے سامنے اپنے مکان کا مطالبہ کیا تو حضورﷺ نے فرمایا اپنے مکان کا دعویٰ چھوڑ دو۔ میں جنت میں ایک محل کا وعدہ کرتا ہوں۔ ☆ ابو سفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے حضور اکرمﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا سینہ چاک کر کے جگر کے ٹکڑے کئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اطاعت کے سوا کوئی چارہ نہ پا کر بارگاہ رسالت میں نقاب پہن کر بیعت کیلئے حاضر ہوئی تا کہ پہچانی نہ جا سکے،

آپ ﷺ نے پہچان لیا۔لیکن عفورحم کے باعث محسوس نہ ہونے دیا۔ ہندہ آپ کے اخلاق سے بہت متاثر ہوئی۔لیکن آپ نے صرف اتنا کہا کہ ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو۔☆فتح مکہ کے موقع پر بڑے مجرموں میں ایک جبار بن الاسود تھا۔جس نے حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینب کو ہجرت کے وقت اونٹ سے گرایا تھا۔جس سے سخت چوٹ آئی تھی اور حمل ساقط ہو گیا تھا وہ ڈر خوف کے مارے ایران بھاگ جانا چاہتا تھا۔لیکن حضور ﷺ کے حلم وعفو کے باعث بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔☆حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کر دیا۔لوگ اس کی طرف اٹھے تا کہ اسے زدوکوب کریں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو اس پیشاب پر پانی کا ڈول پھینک دو اس لئے کہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو سختی کرنے والے نہیں۔☆حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک بدو آیا۔اس نے آپ ﷺ کی چادر اس زور سے کھینچی کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی آپ ﷺ نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا، بدو بولا میرے اونٹوں کو غلہ سے لاد دو۔یہ الفاظ اس نے گستاخانہ لہجے میں کہے۔ لیکن آپ نے کوئی تعرض نہ فرمایا اس کے اونٹوں پر جو اور کھجوریں لاد دیں۔☆ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ایک مسلمان قبیلہ کے قحط کیلئے ایک یہودی زید بن سعیہ سے اسی دینار قرض لیا اور قحط زدہ قبیلے کو خوراک مہیا کر دی اور ادائیگی کے وقت سے پہلے آ کر زید نے حضور ﷺ کے پاس پہنچ کر گستاخانہ طریقہ سے رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا حضرت عمرؓ نے اس کا سر قلم کرنے کی اجازت چاہی۔مگر آپ ﷺ نے نہ صرف اس کے قرض کی واپسی کا فوری حکم دیا۔بلکہ ۲۰ صاع تقریباً دو من زیادہ کھجوریں دینے کا حکم دیا۔

☆ عکرمہ ابو جہل کے بیٹے تھے۔فتح مکہ کے موقع پر یمن بھاگ گئے۔ان کی زوجہ مسلمان ہو چکی تھی۔وہ یمن گئیں اور عکرمہ کو مسلمان کیا۔اور اپنے ساتھ دربار اقدس میں لائیں حضور ﷺ نے فرط مسرت سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور عکرمہ کی طرف اس تیزی سے بڑھے کہ آپ کے جسم پر چادر تک نہ تھی اور کہا کہ اے ہجرت کرنے والے سوار تمہارا آنا مبارک ہو۔

☆ فتح مکہ کے موقع پر صفوان بن امیہ قریشی سردار تھا۔بھاگ کر جدہ پہنچا اس نے عمیر بن وہب کو انعام کا لالچ دے کر حضور ﷺ کو قتل کرانا چاہا۔عمیر نے حضور ﷺ کے پاس آ کر صفوان کے لئے امان کی درخواست کی۔آپ ﷺ نے اپنا عمامہ مبارک بطور امان عطا کیا۔وہ دربار رسالت میں آ کر مسلمان ہو گیا۔

☆ ابوسفیان اسلام کے دشمن تھے بدر سے لے کر فتح مکہ تک کی لڑائیوں میں ان کا ہاتھ تھا۔فتح مکہ پر گرفتار ہوئے۔ حضرت عباس انہیں لے کر بارگاہ رسالت میں آئے حضرت عمر انہیں قتل کرنا چاہتے تھے آپ ﷺ نے انہیں منع فرمایا اور ابوسفیان سے شفقت اور محبت سے پیش آئے بلکہ ابوسفیان کے گھر کو امن کا مقام قرار دے دیا۔

☆ حضرت عمرؓ نے جب فلسطین کو فتح کیا تو بیت المقدس کے نصاریٰ کے ساتھ جو معاہدہ کیا۔ ان کے الفاظ کچھ یوں تھے۔ یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمرؓ نے ایلیا کے لوگوں کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور عام مذاہب کے ماننے والوں کے لئے ہے ان پر جبر نہ کیا جائے گا اور نہ انہیں کوئی نقصان پہنچایا جائے گا۔ ☆ مفتی محمد شفیع اپنی تفسیر معارف القرآن جلد اول میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک نصرانی بڑھیا کو اسلام کی دعوت دی تو اس کے جواب میں میں نے کہا کہ میں ایک قریب المرگ بڑھیا ہوں۔ آخری وقت اپنا مذہب کیوں چھوڑوں۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر اس کو ایمان نہ لانے پر مجبور نہیں کیا۔

امت مسلمہ پر دہشت گردی تھونپی جارہی ہے!

امت مسلمہ کو آج جس مسئلے کا سب سے زیادہ سامنا ہے وہ دہشت گردی کا معاملہ ہے۔ پوری دنیا میں اس وقت یہ کیفیت ہے کہ ہر مسلمان کو مشکوک نظروں سے دیکھا جارہا ہے اور اسلام کو (نعوذ باللہ) دہشت گردی کا مذہب قرار دیا جارہا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امت مسلمہ سب سے زیادہ دہشت گردی کا شکار ہے۔ پھر اگر کہیں دنیا میں مسلمان تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق اپنی بقاؤ سلامتی کے تقاضوں کے تحت جہاد کا علم بلند رکھے ہوئے ہیں تو عالمی قوتیں جارح کو تنبیہ کرنے کی بجائے الٹا مسلمانوں کو مورد الزام ٹھہرا رہی ہیں۔ حالانکہ اسلام دین فطرت ہی کا تقاضہ ہے کہ انسان جمود کی بجائے جدت اختیار کرے اس لئے اسلام نے کسی جدت پر کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ تعلیمات نبوی سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے بسا اوقات جدت کو مستحسن قرار دیا اور اس کی ہمت افزائی فرمائی۔ صنعت و حرفت اور فنون جنگ وغیرہ کے بارے میں نئے نئے طریقوں کا استعمال حضور اکرم ﷺ سے ثابت ہے ایک جنگ میں خندق کا کھودنا، نئے آلات حرب، منجنیق اور دوبابے کا استعمال کرنا، بحری بیڑے کے بارے پیشن گوئی فرمانا کہا میری امت کے لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کیلئے سمندری موجوں پر اس طرح سفر کریں گے جیسے تخت نشین بادشاہ کا زراعت کی ترقی کیلئے اہل مدینہ کو زیادہ کاشت کرنے کا حکم دینا، پیداوار بڑھانے کے لئے مختلف تدابیر بتانا، تجارت کی ترقی اور لوگوں کو کپڑے کی تجارت کا حکم دینا، چند متفرق مثالیں ہیں۔ جس سے یہ بات پایہ تکمیل کو پہنچتی ہے کہ اسلام کسی جدید اقدام پر اعتراض نہیں کرتا صحیح مقاصد کیلئے صحیح حدود میں رہ کر جدت پسندی کی ہمت افزائی کرتا ہے۔ اسلام میں دہشت گردی کا تصور نہیں حضور ﷺ نے اس کی نہ تعلیم دی اور نہ ہی امت مسلمہ کے اکثریت اس تعلیم کے برعکس عمل پیرا ہیں۔ اہل مغرب کا یہ سراسر پروپیگنڈا ہے کہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔

غیر مسلموں سے اتحاد و اتفاق بارے اسلام کی متوازن پالیسی!

☆ قرآن مجید کی تعلیمات غیر مذہبوں کیلئے امن بھائی چارہ قائم کرنے کے لئے ٹھوس دلیلیں ہیں۔ مثلاً دنیا کے تمام انسان

ایک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ ان کا خالق بھی ایک ہے۔ اس لئے نسلی علاقائی اختلافات کی کوئی حیثیت نہیں۔ تمام نوعِ انسانی بحیثیت انسان برابر ہیں۔ رنگ ونسل زبان کا فرق باہمی تعارف کے لئے ہے۔ عزت وشرف فضیلت کا معیار تقوٰی ہے۔ ☆ مسلمانوں اور اہل کتاب کو قرب لانے کے لئے کہا گیا۔ تمام انبیاء ایک ہی دین کی دعوت لے کر آئے، تمام انبیاء پر ایمان لانا لازم ہے ان کے درمیان تفریق کرنا کسی بھی طرح روا نہیں کسی مسلمان کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا۔ جب تک وہ تمام انبیاء پر ایمان نہ لائے۔ تمام آسمانی کتابوں کو برحق قرار دے کر ان سب پر بھی ایمان لانا ضروری قرار دیا گیا۔ ☆ دشمنوں کے مقابلے میں عدل وانصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے۔ ☆ اگر دشمن فساد سے باز آجائیں تو ان پر کسی طرح زیادتی نہیں کرنی چاہیے۔ ☆ اگر کفار صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی ان کی طرف جھکو اللہ پر بھروسہ رکھو۔ ☆ ناحق ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے۔ ایک انسان کی جان بچانا گویا پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے۔

☆ اگر اللہ ان میں سے بعض کو بعض کے ذریعے سے باز نہ رکھتا تو گرجے یہودیوں کی عبادت گاہیں مسجدیں جہاں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے برباد کر دیئے جاتے۔ ☆ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا۔ جو اللہ کی مسجدوں میں اس کا نام لینے سے روکے ان کی ویرانی کی کوشش کرے۔

☆ کسی نبی کے پیروکاروں سے کوئی زیادتی نہ کرے اس کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے نرمی سے پیش آئے ان کا ایک اچھا پڑوسی ثابت ہو۔ ان کی ضیافت قبول کرے۔ ☆ اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح بھی کر سکتا ہے تاکہ خاندانوں کے درمیان تعلقات پیدا ہوں۔ خونی رشتے قائم ہوں۔ حقوق وفرائض کے بارے میں غیر مسلموں کو مسلمانوں کے مساوی درجہ دیا جائے ان کی آبرو ان کے مستقبل کی حفاظت کی ضمانت دی جائے۔ ☆ اسلام میں تعصب نام کی کوئی چیز نہیں اسلام نے سلامتی اور امن کی تعلیم دی ہے۔ ☆ تعلیمات نبوی ﷺ سے ہمیں یہ درس ملتا ہے کہ دہشت گردی اور قتل گناہ کبیرہ ہے ان سے بچنا مومنوں پر لازم ہے۔ حضور ﷺ نے سات مہلک کاموں سے بچنے کی ہدایت کی ہے۔ اللہ کے شرک، جادو سے، قتل کرنے سے، کسی کا حق کھانے سے، سود کھانا سے، یتیم کا مال کھانے سے، میدان جنگ میں جہاد سے منہ موڑنے سے اور پاک دامنوں پر تہمت لگانے سے۔ ☆ فقہ کی کتاب درالمختار جلد سوئم صفحہ ۲۷۳ میں لکھا ہے کہ ایک اسلامی مملکت میں اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کا مال چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کا سور، شراب تلف کر دے یا ضائع کر دے تو اسے اس کی قیمت ادا کرنی ہوگی۔ اسی طرح غیر مسلم کی غیبت بھی حرام قرار دے گئی۔ اس کا تکلیف سے باز رہنا واجب ہے۔ ☆ حضور ﷺ نے مذہبی رواداری کا اس حد تک

حکم دیا کہ اگر جنگ ہو رہی ہے تو پھر مسلمان فوج اپاہج لوگوں، عورتوں، بچوں اور عبادت گاہوں، خادموں، راہبوں کو قتل نہ کرے۔ ☆ اسلام کی رو سے انتہا پسند وہ ہے جو اسلام کے طے کردہ فرمودات کی حدود سے تجاوز کرتا ہے۔ ☆ اللہ تبارک وتعالیٰ کو پسند نہیں کہ کوئی شخص کسی کی بری بات کو ظاہر کرے۔ اسلام نے دشمن سے مڈبھیر کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے۔ اسلام میں جنگ میں پہل کرنے سے روکا گیا ہے۔ ☆ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ غیر مسلمان نے جزیہ اس لئے ادا کیا ہے کہ ان کے خون مال کی مکمل حفاظت ہو۔ ☆ حضور نبی کریم ﷺ نے اس دنیا سے تشریف لے جاتے ہوئے آخری بات جو فرمائی تھی وہ یہ تھی کہ میں نے جن لوگوں کے جان مال اور آبرو کی حفاظت اٹھائی ہے اس کی لاج رکھنا اس پر آنچ نہ آنے دینا۔ ☆ اسلام نے فکری آزادی کا بھی درس دیا ہے کیونکہ فکری محدودیت بھی انتہا پسندی کو جنم دیتی ہے۔ اسلام اس امر کا قائل ہے کہ اچھی بات اور حکمت بھرا کلمہ مومن کی میراث ہے وہ جو بھی اچھی پائے جہاں سے بات پائے حاصل کرے۔ ☆ حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے تم ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک تم رحم نہ کرو۔ رحم کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ اپنے ساتھ یا قریبی لوگوں سے کرو اس سے مراد ہے تمام لوگوں اور تمام انسانوں کے ساتھ رحم کرنا ہے۔ ☆ حضور ﷺ نے اپنے متعلق بڑی صاف گوئی سے فرمایا، میری تعریف میں اس طرح غلو نہ کرنا جس طرح غلو حضرت عیسیٰ کی تعریف میں نصاریٰ نے کیا میں صرف اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ ☆ حضور نے بلال حبشی سلیمان فارسی صہیب رومی کو معاشرے میں مساوی درجہ پر رکھ کر ایسا انقلاب برپا کیا۔ جس کی پیروی کیلئے آج بھی انسان محتاج ہے۔ ☆ فرمان نبوی ﷺ ہے اللہ نے مجھ پر وحی کی کہ عاجزی اختیار کرنا تاکہ کوئی شخص کسی پر فخر نہ کر سکے اور نہ ہی ظلم کر سکے۔ حضور ﷺ کی پوری زندگی اور اعتدال وتوازن کا بے نظیر عملی نمونہ ہے۔ ☆ اسلامی شریعت کی سب سے نمایاں خوبی یہ ہے کہ اس کے احکام بہت سادہ اور سہل ہیں لوگوں کو مشقت اور تکلیف نہیں دی گئی اگر کہیں تنگی ہے تو سہولت بھی دی گئی ہے۔ اس کے تمام احکامات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں تمام احکامات خدا کی وحی اور حکمت پر مبنی ہیں شرعی احکام کو قرآن میں جا بجا بیان کیا گیا۔ ☆ اسلام میں اپنا مذہب عقیدہ اور نظریات زبردستی دوسروں سے منوانا ممنوع ہے۔ ☆ حضور ﷺ نے تمام زندگی اپنے اوپر کی گئی زیادتیوں کا بدلہ نہیں لیا۔ بغیر اس کے کہ خدائی حرمت کو پامال کیا گیا ہو اس صورت میں سختی سے مواخذہ فرماتے تھے۔

حضور ﷺ کی نبوت کے دو درجے قومی، بین الاقوامی!

قرآن مجید کی تعلیم اجتماعی اور انقلابی ہے اس کا فائدہ انسانیت کے کسی خاص طبقے کو نہیں پہنچتا بلکہ اس کا فائدہ ساری انسانیت کو ایک جیسا پہنچتا ہے۔ اس لئے قرآن کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے سے ہر قوم میں انقلاب آ سکتا ہے۔ امام ولی اللہ

دہلوی فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے زمانے میں انسانی سوسائٹی خدا کو بھول چکی تھی اس لئے حضرت ابراہیمؑ توحید کی اشاعت کے لئے آئے لیکن نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ملتوں اور بڑی بڑی قوموں میں گڑبڑ ہو چکی تھی۔ رومی اور ایرانی سپر طاقتیں جو ہر قسم کے دنیاوی سامان کی مالک تھیں۔ لیکن ان میں عدل و انصاف نہیں تھا۔ انہیں برباد کر کے اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں ایک انقلاب برپا کر کے بین الاقوامی حکومت قائم کی قرآن مجید کی تعلیمات کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کے دو درجے ہیں۔ ایک قومی دوسرا بین الاقوامی نبوت کا قومی درجہ یہ ہے۔ سورۃ العلق 96 نمبر پر 30 ویں پارے میں ہے اس میں حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت سے پہلے یعنی قومی درجے کا ذکر ہے۔ اس سورۃ میں اللہ نے اپنے آپ کو انسان کا خالق اور پروردگار کی حیثیت سے پہچان کرایا۔ نبوت کا بین الاقوامی درجہ یہ ہے کہ آپ نے ملت حنیفہ ابراہیمیہ پر تمام اقوام کو جمع کیا۔ کیونکہ انسان کی نوعی ترقی کا راستہ یہی ہے۔ اس لئے اللہ نے رب العالمین کی حیثیت سے اپنی شناخت کروائی۔ اللہ نے قرآن مجید کو تمام اقوام عالم کے لئے بنیادی دستور حیات قرار دیا۔ اللہ کی طرف سے حضور نبی کریم ﷺ کو رحمت اللعالمین قرار دینا آپ کی بین الاقوامی حیثیت کا واضح اعلان ہے۔ حضور ﷺ کا دین اسلام عالمی تحریک world movement ہے۔ یہ صرف عربی تحریک نہیں عالمگیر تحریک کا زینہ ہے اس کا بنیادی مقصد نوع انسان کو اس کی فطرت کے مطابق کمال تک پہنچانا ہے۔ قرآن نے اس کے لئے مسلمانوں کو باقاعدہ تحریک کا حکم دے رکھا ہے۔ ترجمہ! جو قوم کل کی فکر نہیں کرتی وہ کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی۔

آج کی دنیا کے بڑے بڑے مذاہب اور ان میں مشترک قدریں!

ابتدائے آفرینش سے لے کر اب تک کوئی بھی مذہب نیا نہیں آیا۔ تاریخ انسانی کے ہر دور میں مذہب نے نوع انسان کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ تمام مذاہب کی بنیادی تعلیم اور مسائل ایک ہیں۔ مذہب دنیا کے ہر باشعور انسان میں غیر متعصب اور سوچ بچار کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ ہمیشہ مذہب نوع انسان کی فکر پر غالب رہا ہے۔ دنیا میں اس وقت دس بڑے بڑے مذاہب موجود ہیں ان میں سب سے کم عمر مذہب اسلام کی ہے۔ دنیاوی مذاہب میں اس وقت اسلام، عیسائیت، یہودیت، ہندومت، بدھ مت، سکھ مت، جین مت، کنفیوشیت اور تاؤمت، شنتومت، زرتشت مت شامل ہیں۔ ہر مذہب کی بنیاد میں ایک اساسی اتحاد موجود ہے۔ دنیا کے موجودہ مذاہب میں ہمہ گیر اتحاد کا مفہوم درجہ ذیل نکات سے واضح ہوتا ہے۔

☆ دنیا کا ہر مذہب خدا کا وجود تسلیم کرتا ہے۔ ☆ ہر مذہب سچا ہے۔ ☆ ہر مذہب یقین رکھتا ہے کہ مذہب انسان کیلئے لازمی ہے۔ ☆ ہر مذہب اعلیٰ تر اخلاق مہذب کردار، بردباری، تقویٰ، پاکیزگی اور عالمگیر بھائی چارے کا درس دیتا ہے۔

☆ تمام مذاہب امن، اتحاد، شفقت اور بہبود انسانیت کے مبلغ ہیں۔ مذاہب اپنی فطرت میں جبلی ہیں۔ وہ انسانوں میں فضائل

اخلاق اور اخلاقی قدریں پیدا کرتے ہیں۔☆مختلف مذاہب کے روحانی اصولوں میں اخلاقی اقدار یعنی راست بازی عدم تشدد صبر وتحمل بے لوثی، متانت، فرض شناسی، ہمت اور روحانی بصیرت واضح نظر آتی ہے۔☆پوری کائنات میں سچے مذہب سے زیادہ انسان کا کوئی اور سچا دوست نہیں۔مذہب صرف زندگی کا رفیق نہیں بلکہ یہ ابدی دوست حیات اور بعد از موت ہے۔

پاکستان کو عالمی سطح پر کلیدی کردار ادا کرنا ہے!

اسلام اور انسانیت کے افق کے نیچے سے جھانک کر سرزمین پاکستان پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ پاکستان ایک خطے کا نام نہیں بلکہ ایک نظریے اور تحریک کا نام ہے۔پاکستان تو اسی دن معرض وجود میں آ گیا تھا جس دن برصغیر کے پہلے ہندو نے اسلام قبول کیا تھا۔پاکستان ماہ مقدس رمضان المبارک میں شب قدر کی مبارک ساعتوں میں جناب رسول اللہ ﷺ کی تائید وحمایت سے معرض وجود میں آیا تھا۔پاکستان اسلام اور انسانیت کا لافانی پیغام ہے۔پاکستان دنیا کی بے شمار نعمتوں سے مالا مال ہے۔جو دنیا کے اکثر ملکوں کو میسر نہیں۔پاکستان اولیائے عظام، مشائخ کرام کا فیضان ہے۔عالم اسلام کی پہلی ایٹمی قوت ہے۔جو قیامت تک کے لئے شاد آباد رہنے کے لئے بنا ہے۔انشاء اللہ پاکستان مستقبل کی سپر طاقت ہوگی اس کی ہاں اور ناں عالمی طور پر اثر انداز ہوا کرے گی۔مملکت خداداد پاکستان کا فرض ہے کہ تاقیامت اسلام کا بول بالا کرنے کے لئے جدوجہد کرے۔دنیا کے تمام مذاہب میں جو باتیں قدریں مشترکہ اور یکساں طور پر ہیں ان امور پر تمام دنیا کے لوگوں متحد ومتفق کرکے دنیا کی بھلائی فلاح وبہبود اور خدمت کرنے کا بیڑا اٹھائے اور تمام مذاہب کے لوگوں کے ساتھ مل کر انسانیت کو ہر قسم کے توہمات سے آزاد کرائے۔ہر قسم کی اونچ نیچ کے خاتمہ کے لئے اقدامات کرے۔گروہی طبقاتی، علاقائی، نسلی اور لسانی کش مکش کو دنیا میں ختم کرنے میں مدد دے۔بین الاقوامی اخوت کو قائم کرنے کے لیے رابطہ مہم شروع کرے۔باہمی روابط احسان کی بنیاد پر قائم کئے جائیں۔دنیا میں عدل وانصاف کا بول بالا کر کے اسے ظلم وتعدی سے پاک رکھیں۔دنیا سے حسد، رقابت، نفرت لوٹ کھسوٹ اور دیگر برائیوں کا قلع قمع کرنے میں مدد دے۔دنیا میں پھیلے ہوئے تنازعات کو قرآن وسنت کی روشنی میں خاتمہ کرائے تاکہ اجتماعی اور بین الاقوامی زندگی پر ان کے مضر اثرات رونما نہ ہوں۔عالمی سطح پر نظم وضبط ٹھہراؤ سکون حسن و توازن قائم کر کے دنیا کو فلاحی معاشرے میں تبدیل کرنے کی کوششیں کی جائیں۔

ان مسائل کو حل کرنے کیلئے عالمی سطح پر فوری اقدامات کرنے کی ضرورت ہے!

آج پوری دنیا طرح طرح کے مسائل سے دوچار ہے۔ان مسائل نے عالمی حالات کو بہت ہی سنگین اور مشکل ترین بنا رکھا ہے۔ان مسائل کے حل کیلئے دوڑ دھوپ جاری ہے۔تمام لوگوں کو چاہیے کہ وہ فوری طور پر عالمی سطح کے مسائل کے حل

کیلئے باہمی مشترکہ کوششیں کریں۔ تاکہ دکھوں سے لاچار مضمحل انسانیت کو امن وسکون میسر آجائے۔ دنیا کے ہر مذہب نے انسانیت کی خدمت کا درس دیا ہے۔ بلکہ انسانیت کی خدمت کو زندگی کا مقدس نصب العین قرار دیا۔ اس لئے تمام مذاہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب کی حقیقی روح سے روشناس ہو کر انسانی زندگی کی بلند قدروں کو آگے بڑھائیں۔ انسانیت کو ہوس ملک گیری سے بچایا جائے۔ خطرناک گولہ بارود اور نت نئے اسلحہ سے نجات دلائی جائے۔ انسانیت کو جو خطرات لاحق ہیں۔ درج ذیل ہیں......

عالمی معاشی مسئلہ!

اس وقت دنیا کی آبادی چھ ارب سے زائد ہے جس میں ڈیڑھ ارب سے زائد لوگ غربت کی انتہائی سطح پر ہیں۔ مسلم ہو یا غیر مسلم عوام خط غربت سے نیچے لوگوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ عالمی سطح پر معاشی عدم مساوات کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ غربت زوروں پر ہے۔ غربت کے خاتمہ میں کوئی بھی الہامی مذہب رکاوٹ نہیں ہے اس لئے تمام مذاہب کے لوگ مل جل کر باہمی تعاون سے اس مسئلے کے حل کی توجہ دیں تو عالمی امن مزید خطرات سے محفوظ رہے گا۔ بڑھتی ہوئی بدامنی اور لاقانونیت نوع انسان کو تباہ برباد کر کے رکھ دے گی۔

عدل وانصاف!

آج کے جدید اور ترقی یافتہ دور میں اس وقت دنیا میں عدل وانصاف کے مختلف معیار مقرر ہیں۔ زور آور کمزور پر حاوی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک غیر ترقی یافتہ ممالک کو مختلف ہتھکنڈوں کے ذریعے قابو کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ امریکہ نے افغانستان اور عراق پر چڑھائی کر کے عالمی انصاف کا منہ چڑایا۔ بلکہ بنی نوع انسان کو اپنی غلامی قبول کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تمام مذاہب کے لوگوں کو بین الاقوامی سطح پر عادلانہ نظام قائم کرنے کی جدوجہد کو تیز کرنا چاہیے ورنہ دنیا میں مزید بدامنی بڑھے گی۔

تعلیم

جدید ترقی نے دنیا کو گلوبل ویلج میں تبدیل کر دیا ہے۔ لیکن جدید سہولیات اور ترقی کے باوجود پوری دنیا میں تعلیمی پسماندگی موجود ہے۔ عالمی سطح پر جائزہ لیا جائے تو بہت سے ممالک کی شرح خواندگی بہت ہی پست ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ عالمی سطح پر منصوبہ بندی کی جائے کہ دنیا کے تمام لوگوں کو علم کی روشنی مہیا کی جائے، تاکہ انسانیت اپنے آپ کو جان اور پہچان سکے۔ جہالت تاریکی ہے، علم اجالا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی مذہب جہالت کی تاریکی کو ختم کر کے علم کی روشنی سے دنیا کو منور کرنے میں مزاحم نہیں ہے۔ اس لئے مل جل کر بنی نوع انسان کو تعلیم کے ذریعے اوج ثریا کی بلندی پر پہنچانے کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ آج کل پروپیگنڈے کی طاقت توپ وتفنگ کی طاقت سے زیادہ مانی گئی ہے۔ ۹/۱۰ پروپیگنڈا، ۱/۱۰ آلات

کے ذریعے جنگ ہوتی ہے۔

مذہبی انتہاپسندی!

مذہبی انتہاپسندی کی تاریخ بہت قدیم ہے لیکن اس کے محرکات کا جائزلیا جائے تو اولین وجہ دینی تعلیم میں اصل روح کا فقدان ہے۔ دوسرے نمبر پر معاشی اور سیاسی مقاصد کے تحت بھی انتہاپسندی کوفروغ دیا جاتا ہے۔ ان محرکات نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کوعدم استحکام سے دوچار کررکھا ہے اور مذہبی انتہاپسندی پوری دنیا کا نمبرون مسئلہ بنی ہوئی ہے۔ مذہبی انتہاپسندی کے خاتمہ میں تمام مذاہب کے لوگ متفق ومتحد ہیں تو پھر عالمی سطح پر اس کے خلاف فوری منصوبہ بندی کیوں نہیں کی جاتی۔ عالمی سطح پر افراداور قوموں کی عزت نفس کو مجروح ہونے سے بچائے غصب شدہ حقوق واپس دلانے غداری ودغابازی کی ظلم وبربریت، بغض عداوت کی روک تھام کیلئے مل جل کرتمام مذاہب پلاننگ کریں تاکہ دنیا جنگ وجدال سے محفوظ رہے۔

بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت کے لئے تجاویز!

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اسلام کو پرامن طور پر پیش کرنے کا طریقہ بتایا ہے ترجمہ! تو اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو دعوت دے حکمت اور دانائی کے ساتھ اگر بحث کا موقع ملے تو بہتر طریقے سے بحث کر۔ قرآن کے اس طریقہ کے مطابق دنیا پر اسلام پیش کرنے کا عالمی سطح پر بندوبست کیا جائے۔ ☆ مذہب اسلام کی حقانیت اس کی اصل روح کو اجاگر کرنے کے لئے او آئی سی کے زیراہتمام شعبہ تبلیغ قائم کیا جائے۔ مبلغین اسلام کو خاص نہج اور جدید تقاضوں کے مطابق خصوصی تربیت دی جائے تاکہ بیرون ممالک میں تبلیغ کے لئے بھجوایا جائے۔ جو اپنے قول وفعل سے ☆ پورے جاہ وجلال کے ساتھ روحانی، اخلاقی اور مذہبی طور پر مذہب اسلام کی سچائی کو اجاگر کرسکیں۔ دیگر مذاہب کے لوگوں کو اسلام کے سمجھنے کے مواقع فراہم کئے جائیں۔ ☆ اسلامی ممالک اپنے اپنے ملک کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا میں مذہب اسلام کی اصل روح اور اس کے تصورات الفت ومحبت تحمل رواداری پر مشتمل پروگرام معقول اوقات میں نشر کریں۔ ☆ انٹرنیٹ کے ذریعے دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ اسلامی ممالک مذہب اسلام بارے ایسی ویب سائٹس جاری کریں جس میں یہ ثابت کیا جائے کہ اسلام اتحاد واتفاق کا مذہب ہے۔ اخلاق اور محبت کا داعی، اخوت وبھائی چارے کا پیامبر آزادی فکر کا حامی ہے۔ ☆ آج لٹریچر کا زمانہ ہے اس لئے ایسا اسلامی لٹریچر تیار کیا جائے جس سے ہم غیر مسلموں کو بتاسکیں کہ اسلام انتہاپسند نہیں بلکہ انسان کی عزت وعظمت کا علمبردار ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ بدگمانی بدی، بہتان، بے حیائی کو انسانی قدروں کے خلاف سمجھتا ہے۔ بلکہ ان رذائل کو گناہ تصور کرتا ہے۔ اسلام انسان کو پاک دامن، پاکیزہ متقی، ثابت قدم، عمدہ حسن سلوک، صدق ومساوات، عفو درگزر کے ذریعے عمل صالح پر ابھارتا ہے۔ ☆ دیگر مذاہب میں اسلام کی سچی تعلیمات کے تصورات کے شعور کو بیدار کرنے کے لئے

اس موضوع پر عالمی سطح پر کوئیز پروگرام۔ تحریری مقابلہ جات کروائے جائیں ان کی تمام کارروائی کو عالمی میڈیا کے ذریعے دنیا بھر کو دکھایا جائے۔ دیار غیر میں اپنی مرضی سے جہاد کرنے والوں پر پابندی لگائی جائے ان کی ان سرگرمیوں سے مسلمان پر انگلی اٹھائی جارہی ہے اور اسلام کا تشخص مجروح ہو رہا ہے۔ ملک کے محراب و منبر سے دین کے فروعی امور کا پرچار ہو رہا ہے۔ جو سخت نقصان کا باعث ہے۔ محراب منبر سے اسوہ حسنہ کی احسن طریقہ سے پیش کرنے کا کام لیا جائے۔ ☆ مسلمان حکومتیں صرف دنیاوی تعلیم پر توجہ دے رہی ہیں۔ دینی تعلیم کے ادارے صرف پرائیویٹ سیکٹر میں قائم ہیں ان دونوں اداروں کے درمیان پایا جانے والا تفاوت ختم کیا جائے تاکہ ان اداروں سے ہمہ جہت عالم دانشور، مفکر اور سکالر پیدا ہوں سکیں۔ ☆ مقامی اور عالمی سطح پر اجتہاد کی ضرورت ہے عالم اسلام کو اس طرف بھی خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ متنازعہ امور میں اجتہاد کیا جائے تاکہ معاشی، اقتصادی، سیاسی اور بین الاقوامی مسائل اسلام کی روشنی میں حل ہوسکیں۔ اجتہاد سے آپس کی تنگ نظری کو دور کرنے میں مدد ملے گی۔ ☆ عالم اسلام میں شرح خواندگی بہت ہی پست ہے عالمی سطح پر پلاننگ کر کے لوگوں کو علم کی روشنی مہیا کرنے کے اقدامات کیے جائیں، اسلامی ممالک تعلیم کیلئے مختص بجٹ میں اضافہ کریں۔ ☆ مسلمانوں میں اخلاقیات کے ضمن میں تقویٰ توکل قناعت رزق حلال، اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کا شعور بیدار کیا جائے۔ حکمرانوں کو بھی اللہ اس کے رسول کی اطاعت کا عملی نمونہ پیش کرنا ہوگا۔ ☆ ایسی احادیث اور آیات جو اخوت و محبت اتحاد امت، انسانی عظمت و احترام رواداری سے متعلق ہوں۔ ان کو عالم اسلام اپنے ملکوں کے کرنسی نوٹوں پر تحریر کریں۔ عالم اسلام کے بڑے بڑے شہروں کی اہم شاہراؤں، ہوائی اڈوں، ریلوے اسٹیشنوں، لاری اڈوں اور چوکوں پر بورڈ لگائے جائیں ریڈیو اور ٹی وی اور دیگر ذرائع ابلاغ سے ایسی آیات و احادیث متواتر نشر کی جائیں۔ ☆ تاریخ اسلام کو از سر نو مرتب کر کے اسرائیلی روایات سے پاک کیا جائے مسلمانوں کے شاندار ماضی کو اجاگر کیا جائے اسلامی ممالک میں موجود ہر قسم کے لادینی لٹریچر کو ضبط کیا جائے اور آئندہ کے لئے پابندی لگائے جائے۔ ☆ برائی کے مقابلے میں اس سے بڑی برائی کرنے کی بجائے بھلائی کا جذبہ پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جدیدیت کو اپنانے کی بجائے جدید دنیا کو اسلامی رنگ میں رنگنے کی ضرورت ہے۔ بین الاقوامی سطح پر تبلیغ کا طریقہ درست نہیں۔ ☆ اسلام نے افراط و تفریط سے ہٹا کر دین فطرت کی صراط مستقیم کی طرف انسانیت کی رہنمائی کی ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ انسان جسم و روح دونوں کا مجموعہ ہے۔ دونوں کی جائز حقوق کی ادائیگی اور صحیح نشوونما سے انسانیت کی تکمیل ہوسکتی ہے۔ انسان کامل بننے کے لئے اپنے نفس اپنے خاندان بنی نوع انسان اور خدا کا حق اپنی اپنی جگہ ادا کرنے کا شعور اجاگر کیا جائے۔ ملک میں مختلف مسلکوں اور عالم اسلام میں مختلف فقہوں میں پایا جانے والا اختلاف ختم کرنے کے لئے ملی اور عالمی سطح علماء و سکالر دانشوروں کا بورڈ بنایا جائے جو متفقہ طور پر ضابطہ اخلاق بنائے جس کی سب مسلمان پابندی کریں۔ امریکی نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلہ پر قرآنی آرڈر کو متعارف کروا کر بنی نوع انسان کی زندگیوں کو منظم و محفوظ کیا جائے۔ او آئی سی کو صحیح معنوں

میں UNO اقوام متحدہ کے مقابلے پر مسلم امہ آرگنائزیشن MUO تشکیل دیں۔ مسلم ممالک میں قوت اتحاد پیدا کریں۔ تاکہ عالمی سطح پر امن آشتی اخوت مساوات پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کی ذمہ داری نبھائی جا سکے۔ بقول علامہ محمد اقبال!

یہی مقصود فطرت ہے یہی امر مسلمانی
اخوت کی جہانگیری محبت کی فراوانی

ماخذ!

۱۔ تفسیر تبیان القرآن (علامہ غلام رسول سعیدی)

۲۔ تفسیر مواہب الرحمٰن (مولانا سید امیر علی)

۳۔ قرآنی شعور انقلاب (مولانا عبیداللہ سندھی)

۴۔ مقالات سیرت ۲۰۰۴ء (وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان)

۵۔ اسلام اور بین الاقوامی تعلقات منظر اور پس منظر (عبدالحمید ابو سلیمان)

۶۔ فلسفہ مذاہب (امولیہ رچن مہاپتر)

۷۔ ترجمہ کنز الایمان (مولانا احمد رضا خان بریلوی)

۸۔ ماہنامہ پاک جمہوریت لاہور (اگست تمبر 2005ء)

۹۔ عظمت رسول ﷺ (غریب اللہ غازی)

۱۰۔ سنت شفاء اور رحمت ہے (غریب اللہ غازی)

۱۱۔ صفی الرحمٰن مبارکپور (الرحیق المختوم)

۱۲۔ عبدالسلام اصلاحی (خطابات جلد دوم)

'قل یا ھل الکتب تعا لوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم' کے حوالے سے

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت

تعلیمات اسلام اور اسوۂ رسول اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

پروفیسر عبدالجبار قریشی۔ کراچی

ترجمہ:

''آپ فرما دیجیے کہ اے اہل کتاب تم ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو تم میں اور ہم میں یکساں ہے۔''

علامہ ابی السعود فرماتے ہیں:

''امر بخطاب اهل الکتابین و قیل بخطا ب وفد نجر ان وقیل بخطاب یهو د المدینة لا یختلف فیها الر سل و الکتب'' ا

ترجمہ: ''خطاب یا تو اہل کتاب سے ہے یا اس وفد سے ہے جو نجران کی طرف گیا یا پھر مدینہ والے یہود کی طرف ہے جن کے انبیاء اور کتب سماویہ کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔''

علامہ طبری لکھتے ہیں:

''قل یا محمد لا هل الکتاب .وهم اهل التو راة و انجیل .هلمو الی کلمة عدل والکلمةالعدل :هی ان نو حد الله فلا نعبدغیر ہ ، قال ابو العالیة: کلمة السو اء لا اله الله'' ۲

ترجمہ: ''فرما دیجئے اے محمد اہل کتاب سے یعنی یہود و نصاریٰ اسے کہ چلے آؤ کلمہ عدل کی طرف اور کلمہ عدل کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کو ایک مانتے ہیں کسی اور کی عبادت نہیں کرتے۔ ابو عالیہ فرماتے ہیں کہ کلمۃ السوا سے مراد لا الہ اللہ ہے۔''

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

''الخطاب فی قول الحسن وأبن زید والسدی لا هل نجران . وفی قول قتادة و ا أبن جریج وغیر هما لیهود المدینة ،حوطیوا بذلک لانهم جعلو أ حبار هم فی الطاعة لهم کا لارباب .وقیل : هو للیهود والنصاری جمیعاً''(۳)

ترجمہ: امام حسن اور ابن زید وغیرہ ھم کے نزدیک مخاطب اہل نجران ہیں جب کہ قتادہ اور امام ابن جریج بیان کرتے ہیں:

کہ ہمیں یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی ﷺ نے مدینہ کے یہود کو اسلام کی دعوت دی جب انہوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا تو آپ نے فرمایا: آؤ ایک بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

سدی بیان کرتے ہیں: کہ نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کو دعوت دی اور فرمایا آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

امام ابن جریر طبری نے اس قول کو ترجیح دی ہے کہ اس آیت میں اہل کتاب سے مراد یہودی اور عیسائی دونوں ہیں کیونکہ قرآن مجید میں کسی ایک کو معین نہیں کیا گیا' اسی طرح امام واحدی نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے۔

"وفی کتاب النبی ﷺ الی ھرقل:

بسم اللہ الرحمن الرحیم .من محمد رسول الله الی هر قل عظیم الروم سلام علی من أتبع الهدی أما بعد فانی أدعوک بد عایة الاسلام أسلم تسلم و أسلم یؤتک الله أ جرک مر تین وان تولیت فان علیک اثم الأریسین ویاهل الکتب تعالو الیٰ کلمةسو آء بیننا وبینکُم ألا نعبد الاالله ولا نشرک به شینا ولا یتخذ بعضنا بعضا أربابا من دون الله ، فان تولو افقولوا اشهد و ابأنا مسلمون" ا

ترجمہ: "یہ خط محمد کی طرف سے ہے جو اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں ہرقل کی طرف جو روم کا بڑا ہے۔
سلامتی ہو اس شخص پر جو ہدایت کا پیروکار ہے۔

امابعد۔ میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، تو اسلام لے آ تو سلامت رہے گا۔ تو اسلام لے آ، اللہ تعالیٰ تجھے دو چند اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے اس دعوت کو قبول کرنے سے روگردانی کی تو تمہارے کسانوں کا گناہ بھی تیری گردن پر ہوگا۔ اے اہلِ کتاب آ جاؤ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے وہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بغیر کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے اور ہم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ایک دوسرے کو اپنا رب نہیں بنائیں گے۔ اگر اس دعوت کے باوجود وہ روگردانی کریں تو تم یہ کہو اے روگردانی کرنے والو! گواہ رہنا ہم مسلمان ہیں"۔

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

"لا یختلف فیھا الرسل والکتب فیھا والکتب فیھا انصاف من بعضنا لبعض ولا میل فیھا لأ حدعلی صاحبه وھی نوحد باالعبادة ونخلص فیھا ولا ننجعل غیره شریکاً فی اسحقاق العبادة ولا نراه أھلا لأن نعبده "۲

"اور اختلاف نہیں ہے انبیاء اور کتب ساویہ میں اور یہ ہی انصاف ہے ہم میں سے بعض کا بعض کے لئے اور اس میں کوئی کجی بھی نہیں ہے ہم میں کسی ایک کے لئے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اخلاص کے ساتھ اور نہ بنائیں کسی کو شریک استحقاق عبادت میں اور نہ ہی ہم اللہ کے سوا کسی کو اس کا اہل سمجھتے ہیں۔"

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

"مستویةبیننا و بینکم ،لا یختلف فیھا القران والتوراة والانجیل .یعنی تعالو االیھا حتی لانقول عیزیز ابن الله ، ولا المسیح ابن الله ،وعن عدی بن حاتم ماککنا نعبد ھم یا رسول الله "۱

ترجمہ:"برابر ہے ہمارے اور تمہارے درمیان اور نہیں ہے اختلاف قرآن ،توریت اور انجیل میں یعنی چلے آؤ اس طرف یہاں تک کہ نہ کہے ہم عزیز ابن اللہ اور مسیح ابن اللہ اور عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں اے اللہ کے رسول ہم ان انبیاء کی عبادت نہیں کرتے۔"

اس سے پہلے آیات میں یہ بیان فرمایا تھا کہ نبی ﷺ نے نجران کے عیسائیوں کے سامنے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت کے بطلان اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے احقاق اور اثبات پر دلائل پیش کئے اور جب عیسائیوں نے ان دلائل کو تسلیم نہیں کیا تو پھر آپ نے ان کو مباہلہ کی دعوت دی وہ مباہلہ کرنے سے خوف زدہ ہوئے اور انہوں نے ذلت اور پسپائی کے ساتھ جزیہ دینا قبول کرلیا، اور نبی ﷺ اس پر حریص تھے کہ وہ ایمان لے آئیں اور اسلام قبول کرلیں' تب اللہ تعالیٰ نے مناظرہ اور مباہلہ کے بجائے ایک اور طریقہ سے ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کرنے کا حکم دیا اور یہ ایسا طریقہ ہے جو ہر عقل سلیم رکھنے والے شخص کے نزدیک قابل قبول ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ ان سے یہ کہیں کہ اے اہل کتاب! آؤ اور تم ایسی چیز کو مان لیں جو ہم دونوں کے درمیان متفق علیہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں' اور ہم اس کے ساتھ کسی کو بالکل شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو رب نہ بنائے' سیاق وسباق کے مطابق یہاں اہل کتاب سے مراد نجران کے عیسائی ہیں' تاہم یہاں دو اور قول ہیں ایک یہ ہے کہ اہل کتاب سے مراد یہود ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہود اور عیسائی دونوں ہیں۔

"کلمہ سے مراد یہاں لفظ مفرد نہیں بلکہ جملہ مفیدہ ہے یعنی الا نعبد الا اللہ الخ اور یہ استعمال عام ہے

"والکلمۃ تطلق علی المجعلتہ المفیدہ" اس سے معلوم ہوا کہ حضور سراپا نور ﷺ کوئی نئی دعوت کوئی نرالا دین لے کر نہیں آئے تھے بلکہ حضور ﷺ بھی اس توحید کے داعی بن کر تشریف لائے تھے جس کی دعوت ہر نبی نے دی نیز اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انسانیت جو آج مختلف اور مخالف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا ہے اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید پر ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن ترین حقیقت ہے اور حضور ﷺ نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کے لئے اہل کتاب کو دی۔

امام ترمذی نے حضرت عدی بن حاتم سے نقل کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم ان کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ جس حلال چیز کو چاہتے حرام کر دیتے اور جس حرام چیز کو چاہتے حلال کر دیتے اور تم ان کے حکم کی پیروی کیا کرتے میں نے عرض کیا ہاں ایسا تو ہم کیا کرتے تھے اور حضور ﷺ نے فرمایا ھوذاک یعنی اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو حلال و حرام کرنے کے کلی اختیارات سونپ دینا تو اس کی عبادت کرنا اور اس کو رب بنانا ہے اب بھی اگر کوئی شخص کسی کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ شریعت کی حلال کردہ چیزوں کو حرام اور حرام کردہ چیزوں کو حلال کر سکتا ہے تو وہ بھی اسی توبیخ کا مستحق ہے۔

یہ درست ہے کہ اسلام بھی تقسیم انسانیت کا قائل ہے۔ لیکن وہ انسانیت کو صرف دو گروہوں میں بانٹتا ہے۔ اول مومن، جو الہامی ہدایات پہ عامل ہوں' دوم کافر جو خدا کے باغی اور اقدار سادیہ کے منکر ہوں، یہ کافر برائے نام مسلمانوں میں بھی ہوتے ہیں۔ اسلام خدائی نظام کا نام ہے۔ اور اس کا طرز عمل بالکل واضح ہے وہ ہر نیک انسان کو اپنا بھائی سمجھتا ہے۔ خواہ وہ کالا ہو یا گورا ایرانی ہو یا تورانی، ہندو ہو یا چینی اور ہر بدکار کے خلاف لڑتا ہے۔ اسلام کا نام لیوا ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارے حضور ﷺ نے حبشہ کے عیسائی بادشاہ نجاشی کی نماز جنازہ مدینہ میں پڑھی تھی۔ اور شرقی روم کے شہنشاہ ہرقل کو لکھا تھا۔ کہ آؤ ہم اور تم ان احکام پہ مل کر عمل کریں۔

جو قرآن و تورات میں مشترک ہیں

اسلام کا مقصد وحدت آدم تھا۔ اور خط اس حقیقت پہ شاہد ہے ہمارے بعض علماء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ کہ نجاشی ایک بادشاہ تھا۔ اگر وہ مسلمان ہو جاتا۔ تو ہمارے تمام مورخین اس واقعہ کو وضاحت سے بیان کرتے۔ پھر اس کے اسلام کا کچھ نہ کچھ اثر اس کے اپنے گھر بھی پڑتا۔ لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ نجاشی کے گھرانے میں کسی اور مسلمان کا سراغ نہیں ملتا۔ اس کے تمام جانشین عیسائی تھے۔ اور حبشہ کا موجودہ فرمانروا ہیل سلاسی بھی عیسائی ہے۔

یہود کے ساتھ معاہدہ:

نبی ﷺ نے ہجرت کے بعد جب مسلمانوں کے درمیان عقیدے، سیاست اور نظام کی وحدت کے ذریعے ایک نئے اسلامی معاشرے کی بنیادیں استوار کرلیں تو غیر مسلموں کے ساتھ اپنے تعلقات منظّم کرنے کی طرف توجہ فرمائی۔ آپ ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن وسلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو اور اس کے ساتھ ہی مدینہ اور اس کی گردوپیش کا علاقہ ایک وفاقی وحدت میں منظّم ہوجائے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے رواداری اور کشادہ دلی کے ایسے قوانین مسنون فرمائے جن کا اس تعصب اور غلو پسندی سے بھری ہوئی دنیا میں کوئی تصور ہی نہ تھا۔

جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں مدینے کے سب سے قریب ترین پڑوسی یہود تھے۔ یہ لوگ اگر چہ در پردہ مسلمانوں سے عدوات رکھتے تھے لیکن انہوں نے اب تک کسی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ منعقد کیا، جس میں انہیں دین ومذہب اور جان ومال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلاوطنی، ضبطئ جائدادیا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا۔ یہ معاہدہ کے ضمن میں ہوا تھا جو خود مسلمانوں کے درمیان باہم طے پایا تھا اس معاہدے کی اہم دفعات پیش کی جارہی ہیں۔

معاہدہ کی دفعات

۱۔ بنوعوف کے یہود مسلمانوں کے ساتھ مل کر ایک ہی امت ہوں گے۔ یہود اپنے دین پر عمل کریں گے اور مسلمان اپنے دین پر خود ان کا بھی یہی حق ہوگا، اور ان کے غلاموں اور متعلقین کا بھی۔ اور بنوعوف کے علاوہ دوسرے یہود کے بھی یہی حقوق ہوں گے۔

۲۔ یہود اپنے اخراجات کے ذمے دار ہوں گے اور مسلمان اپنے اخراجات کے۔

۳۔ اور جو طاقت اور معاہدہ کے کسی فریق سے جنگ کرے گی سب اس کے خلاف آپس میں تعاون کریں گے۔

۴۔ اور اس معاہدے کے شرکا کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسائی کی بنیاد پر ہوں گے' گناہ پر نہیں۔

۵۔ کوئی آدمی اپنے حلیف کی وجہ سے مجرم نہ ٹھہرے گا۔

۶۔ مظلوم کی مدد کی جائے گی۔

۷۔ جب تک جنگ برپا رہے گی یہود بھی مسلمانوں کے ساتھ خرچ برداشت کریں گے۔

۸۔ اس معاہدے کے سارے شرکا پر مدینہ میں ہنگامہ آرائی اور کشت وخون حرام ہوگا۔

۹۔ اس معاہدے کے فریقوں میں کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس میں فساد کا اندیشہ ہوتا ہو اس کا فیصلہ اللہ عزوجل اور محمد رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے۔

۱۰۔ قریش اور اس کے مددگاروں کو پناہ نہیں دی جائے گی۔

۱۱۔ جو کوئی یثرب پر دھاوا بول دے اس سے لڑنے کے لئے سب باہم تعاون کریں گے اور ہر فریق اپنے اپنے اطراف کا دفاع کرے گا۔

۱۲۔ یہ معاہدہ کسی ظالم یا مجرم کے لئے آڑ نہ بنے گا۔[1]

اس معاہدے کے طے ہو جانے سے مدینہ اور اس کے اطراف ایک دفاقی حکومت بن گئے جس کا دارالحکومت مدینہ تھا اور جس کے سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ اور جس میں کلمہ نافذہ اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی تھی؛ اور اس طرح مدینہ واقعۃً اس اسلام کا دارالحکومت بن گیا۔

امن و سلامتی کے دائرے کو مزید وسعت دینے کے نبی ﷺ نے آئندہ دوسرے قبائل سے بھی حالات کے مطابق اسی طرح کے معاہدے کئے۔ ابوالحسن ندوی لکھتے ہیں۔

عرب کے ملک میں کام کا بہت وسیع میدان تھا اگر رسول اللہ ﷺ کوئی قومی رہنما یا محب وطن قائد ہوتے اور آپ کا طریقہ سیاسی اور ملکی رہنماؤں جیسا ہوتا تو آپ کے سامنے بہتر صورت تھی کہ آپ عرب کو ایک وطن قرار دے کر عربی قبائل کا ایک اتحاد قائم کرتے اور عرب کی مضبوط طاقتوں سے ایک پختہ اور جنگجو بلاک بنا لیتے۔ اور ایک عربی ریاست یا جمہوریہ کی بنیاد رکھتے، جس کے آپ نہایت آسانی کے ساتھ صدر ہو سکتے تھے' ایسی صورت میں ابوجہل عتبہ وغیرہ آپ کے ساتھ پورا اشتراک عمل کرتے اور آپ کو عرب کی قیادت سونپ دیتے کیونکہ ان کو آپ کی صداقت و امانت کا مشاہدہ تھا، انہوں نے آپ کو مکہ کے سب سے بڑے اختلافی مسئلہ میں حکم بنایا تھا، عتبہ نے قریش کے نمائندہ بن کر آپ کے سامنے عرب کی سرداری کی پیش کش کی تھی' اور کہا تھا کہ اگر آپ قیادت چاہتے ہیں تو ہم کو ذرا اختلاف نہیں' آپ زندگی بھر ہمارے قائدر ہیں گے' پھر اگر آپ کو یہ سیاسی مقام حاصل ہو جاتا تو آپ کے لئے ایرانی یا رومی سلطنت پر فوج کشی آسان تھی، آپ عرب شہسواروں کے ذریعہ ایران و روم کی سلطنت پر حملہ کر سکتے تھے' اور عجمیوں کو مغلوب کر کے روم و فارس پر عرب کی فتح کا پھریرا اُڑا سکتے تھے' یہ کتنا دلکش خواب تھا، اور عربی جذبہ نخوت کی اس میں کیسی تسکین تھی' اور اگر آپ ان دونوں شہنشائیوں سے بیک وقت برسرِ پیکار ہونا سیاسی دانش کے منافی سمجھتے تو یمن و حبشہ پر حملہ کر کے ان کو اپنی نوزائیدہ حکومت میں ملحق کر لینا کچھ مشکل نہ تھا۔

---

[1] ص ۵۰۳، ج ۱ سیرت ابن ہشام۔

خود عرب میں اتنے اجتماعی، معاشی مسائل موجود تھے' جو اعلیٰ سیاسی بصیرت، قومی تنظیم، انتظامی قابلیت' اعلیٰ عزیمت کے برسوں سے منتظر تھے، ایک بلند پایہ قومی الارادہ رہنما کی مقامی اصلاح و تنظیم کر کے اس کو دنیا کی بہت بڑی طاقت اور ایک باعظمت ملک بن سکتا تھا۔ لیکن رسول اللہ ﷺ اس لئے مبعوث نہیں ہوئے تھے کہ ایک بگاڑ کو تبدیل کر کے دوسرا بگاڑ اس کی جگہ پر لائیں' اور ایک ناانصافی کو مٹا کر دوسری انصافی پیدا کریں' ایک چیز کو ایک نا جائز قرار دیں اور دوسری جگہ اس کو جائز قرار دیں' ایک قوم کی خود غرضی کی مخالفت کریں اور دوسری قوم کی خود غرضی کی ہمت افزائی کریں' آپ ایک وطن پرست لیڈر ایک سیاسی قائد بن کر نہیں آئے تھے کہ ایک قوم کو اُجاڑ کر دوسری قوم آباد کرتے' دوسری قوم کے ذرو جواہر سے اپنی قوم کا دامن بھرتے اور لوگوں کو روم و فارس کی غلامی سے نکال کر آل عدنان اور اولاد قحطان کی غلامی داخل کرتے۔

آپ کا مقصدِ بعثت دنیا کو جنت کی بشارت اور عذاب آخرت کی وعید پہنچانا تھا، آپ داعی الی اللہ اور سراج منیر بن کر آئے تھے کہ ساری دنیا کو روشن کریں' آپ مبعوث فرمائے گئے تھے کہ دنیا کو بندوں کی بندگی سے نکال کر صرف خدا کی بندگی میں داخل کریں' تمام لوگوں کو مادی زندگی کا کال کوٹھری سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعتوں میں پہنچا دیں' اور آپ کی حتی الوسع کوشش یہ رہی کہ کسی نہ کسی طرح مذاہب عالم کو ایک نقطۂ وحدت پر جمع کر لیا جائے آپ کا کام نیکی کی ترغیب دینا، بدی سے منع کرنا، صاف و پاک چیزوں کو حلال، گندی و ناپاک چیزوں کو حرام قرار دینا اور ان بندشوں اور بیڑیوں کو توڑنا تھا، جو انسانوں نے اپنی نادانی سے یا مذاہب اور حکومتوں نے اپنے زبردستی سے لوگوں کے پاؤں میں ڈال رکھی تھیں۔

اس لئے آپ کے مخاطب صرف ایک قوم یا ایک ملک کے باشندے نہ تھے' آپ کا خطاب تمام انسانوں اور پورے انسانی ضمیر سے تھا۔[1] آج ہر طرف یہ صدا بلند کی جا رہی ہے کہ اسلام کے نظریہ حیات اور طرز معاشرت میں غیر مسلموں کیلئے کوئی گنجائش نہیں حالانکہ ایسا کوئی فلسفہ شریعت محمدی میں پایا نہیں جاتا جہاں بنی نوع انسان کے ساتھ ظلم و جبر کیا جائے خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب سے ہو اس کے برعکس اسلامی معاشرہ تو اولاد آدم کی فلاح و بہبود کی ضمانت ہے اس معاشرہ میں جس طرح ایک مسلمان کی جان مال عزت آبرو کی حرمت ہے اسی طرح ایک غیر مسلم کی جان و مال اور عصمت محفوظ ہے اقوام عالم کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیجئے کہ انسان کو امن و آشتی اگر ملی ہے تو وہ صرف اسلامی معاشرہ اسلام نے جو حقوق دوسرے مذہب کے متبعین کو دیئے ہیں ان کی حیثیت دنیا کے تمام دستوری تحفظات کی سی نہیں بلکہ یہ سارے حقوق اسلامی شریعت کے اس طرح اجزا (Parts) ہیں جس طرح خدا اور اس کے رسول ﷺ کے عائد کردہ دوسرے واجبات ہیں اس لئے ان کا قائم رکھنا اسلامی حکومت کیلئے اسی طرح ضروری ہے جس طرح شریعت کے دوسرے احکام واجبات کا۔

---

[1] ص:۹۰۔ مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر۔

اگران میں سے کسی حق کو بھی بغیر عذر شرعی کے ضائع کیا گیا تو اسلامی ریاست صرف اس زمین پر جواب دہ نہیں ہے بلکہ اس کے بعد اس کی اصل جواب دہی خدا کے سامنے ہے اور اس مقدمہ میں اہل ذمہ کی وکالت نبی کریم ﷺ فرمائیں گے۔

ذمیوں کے حقوق کی ادائیگی میں دانستہ اور بلا عذر کوتاہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے بغاوت اور غداری کے مترادف ہوگی اہل ذمہ کے یہ حقوق کم سے کم ہیں ان میں ذرا سی بھی کمی کرنے کا کسی اسلامی مملکت کو کوئی حق نہیں ہے ان سے زیادہ جو چاہے دے مگر ان میں سے کوئی حق کم کرنے کی مجاز نہیں اسلام اپنے فاتحین کے مقابلہ میں اپنے مفتوحین کی مفتوحیت کو نمایاں رکھنا چاہتا ہے اسلامی ریاست نے اپنے مفتوحین کو جو حقوق جن ضمانتوں کے ساتھ دیئے ہیں اور اسلام کے پابند مسلمانوں نے جس دیانت وامانت کے ساتھ ان کو ادا کیا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں ایسی کوئی مثال نہیں مل سکتی چہ جائیکہ ان پر کوئی اعتراض کیا جا سکے یہاں سوال کاغذی اور کتابی حقوق کا نہیں ہے بلکہ سوال ان حقوق کا ہے جو مفتوح دشمن کو فی الواقع دیئے گئے ہیں اور صفحۂ قرطاس پر نہیں بلکہ صفحۂ ارض پر دیئے گئے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ نے نجران، ایلہ، اذرعات، ہجر اور دوسرے جن علاقوں اور قبیلوں کے ساتھ صلح کی ان سب کو ان کی زمینوں اور جائدادوں، صنعتوں، تجارتوں پر بدستور بحال رہنے دیا اور صرف وہ جزیہ اور خراج ان سے وصول کرنے پر اکتفا فرمایا جس پر ان سے معاہدہ ہوتا تھا پر اسی اصول پر خلفائے راشدین نے بھی عمل کیا۔

عراق، شام، الجزائر، مصر آرمینیہ، غرض جہاں جہاں بھی کسی شہر اور کسی بستی کے لوگوں نے صلح کے طریقے پر اپنے آپ کو اسلامی حکومت کے حوالے کیا ان کی املاک بدستور ان کے قبضے میں رہنے دی گئیں اور مالِ صلح یعنی جزیہ اور خراج کے سوا کوئی چیز کبھی وصول نہ کی گئی۔ حضرت عمر کے زمانہ میں بعض اہم مصلحتوں کی بنا پر نجران کے باشندوں کو اندرون عرب سے شام و عراق کی طرف منتقل کیا بھی گیا تو ان میں سے جس جس کے پاس نجران میں جس قدر زرعی اور جتنی جائداد تھی اس کے بدلے میں نہ صرف اتنی ہی جائداد دوسری جگہ اس کو دی گئی بلکہ حضرت عمر نے اپنے شام و عراق کے گورنروں کے نام فرمان عام لکھا کہ جس کے علاقے میں بھی وہ جا کر آباد ہوں وہ "فليوسعهم من خريب الارض" فراخ دلی کے ساتھ افتادہ زمینوں میں سے ان کو دیں۔ [1]

جو اہل ذمہ اپنے محاسن کے حصول سے عاجز ہو جائیں ان کیلئے ان کی ضرورت کے مطابق اسلامی بیت المال سے وظیفہ جاری کیا جائیگا۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عامل عدی بن ارطاۃ کو حکم بھیجا کہ تمہارے حلقہ میں جو اہل ذمہ ہیں ان کے حالات معلوم کرو جو بوڑھے ہو چکے ہیں اور کمانے کے قابل نہیں ان کیلئے ان کی ضرورت کے مطابق بیت

---

[1] ص:۱۸۹ کتاب الاموال لابی عبید۔

المال سے وظیفہ جاری کرو مجھے معلوم ہوا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر فاروق نے ایک بوڑھے ذمی کو دیکھا کہ وہ در بدر بھیک مانگ رہا تھا آپ نے اس سے فرمایا ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا ہم نے جوانی میں تجھ سے جزیہ وصول کیا اور بڑھاپے میں نظر انداز کر دیا۔ اس کے بعد آپ نے بیت المال سے اس کا وظیفہ جاری فرمایا۔ اہل حیرہ کیلئے حضرت خالد نے یہ ذمہ لیا تھا کہ تم میں سے جو بوڑھا ہو جائے گا یا جس پر کوئی آفت آجائے گی یا جو شخص مالدار رہنے کے باوجود غریب ہو جائے گا وہ جب تک دار السلام میں رہے گا۔ یعنی اسلامی ریاست کے زیر سایہ اس کی اور اس کے بیوی بچوں کی کفالت بیت المال کرے گا اگر کوئی ذمی دشمن کے قبضہ میں آجائے اور اس کو فدیہ دے کر چھڑانے کی ضرورت پیش آئے تو اس کا فدیہ بھی بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔

غیر مسلموں کے مال کا احترام

ذمیوں کا مال بھی اسلامی ریاست میں محترم ہے حضرت ابن عباس سے کسی نے پوچھا کہ ہم لوگ جب اہل ذمہ کی بستیوں سے گزرتے ہیں تو ان کی چیزوں میں سے کبھی کوئی چیز لے لیتے ہیں۔ ابن عباس نے پوچھا بلا قیمت؟ اس نے کہا ہاں بلا قیمت ابن عباس نے پوچھا آخر تم لوگوں کو اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی حرج نہیں حضرت ابن عباس نے فرمایا تم وہی بات کہتے ہو جو اہل کتاب کہتے ہیں یعنی "لیس علینا فی الامین سبیل و یقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون" حضرت ابودرا کا حال یہ تھا کہ اہل ذمہ کی کسی بستی سے ان کا گزر ہوتا تو زیادہ فائدہ جو وہ ان سے اٹھاتے وہ صرف یہ کہ ان کے کنویں سے پانی پی لیں یا ان کے سائے میں آرام کر لیں اور ان کی چراگاہ میں اپنے گھوڑے کو چرا لیں لیکن بعد میں نقد یا جنس کی صورت میں اہل ذمہ کو ان کا بھی معاضہ دیتے، حضرت عمر جابیہ میں تھے ایک ذمی نے آکر خبر دی کہ لوگوں نے ان کا انگور کا باغ تباہ کر دیا ہے حضرت عمر خود تحقیق کیلئے روانہ ہوئے دیکھا کہ عمال میں سے ایک صاحب اپنی ڈھال میں انگور لے جا رہا ہے فرمایا اچھا آپ بھی ہیں؟ انہوں نے جواب دیا امیر المومنین بھوک نے ستایا تھا اس وجہ سے یہ حرکت ہوگئی۔ حضرت عمر نے فوراً حکم دیا کہ باغ والے کو اس کے انگوروں کی قیمت ادا کر دی جائے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر نے فوج کی زیادتیوں کا ازالہ کیا تا کہ اہل ذمہ اپنے مذہبی فرائض و مراسم بجالانے میں بالکل آزاد ہوں اس حوالے سے ضابطہ یہ ہے کہ جن شہروں کے ان کے فتح ہونے کے بعد حکومت نے ذمیوں کے قیام کو منظور کر لیا۔ ان شہروں میں ان کے مذہبی حقوق پر کوئی پابندی عائد نہیں کی جائے گی اس آزادی پر اگر کوئی پابندی لگائی جاسکتی ہے تو صرف ان علاقوں میں جن کو خاص طور پر مسلمانوں نے بسایا ہو یا جن کو فتح کرنے کے بعد ان کے سابق باشندوں کے حوالے

کرنے کے بجائے ریاست نے اپنے مقاصد کیلئے خالی کروایا ہو۔

اہل ذمہ کی عبادات گاہوں کی حفاظت

ذمیوں کی عبادت گاہیں بھی اسلامی ریاست میں محفوظ ہوں گی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کرنے میں کوئی وقیقہ اُٹھانہ چھوڑے چہ جائکہ ان کو مسمار کیا جائے۔ ذمیوں کے Personal Law میں کوئی مداخلت ریاست اسلامی کی جانب سے نہیں کی جائے گی حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مجوسیوں کا اپنی لڑکیوں اور سوتیلی ماؤں کے ساتھ نکاح کرنے کے معاملے میں ہمارے پیشرو خلفاء نے کوئی مداخلت نہیں کی؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ بہر حال آپ کو ان کی پیروی کرنا ہوگی اپنی طرف سے کوئی نئی بات نہیں کرنا ہوگی اس ایک بات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اہل ذمہ کو ان کے مذہبی معاملات Personal Law میں کس حد تک اسلامی ریاست میں آزادی دی گئی ہے۔

اہل ذمہ کی جان کی حفاظت

جزیہ کے بدلے میں اسلامی حکومت ذمیوں کے جان و مال کی حفاظت کا ذمہ لیتی ہے۔ اسی وجہ سے جس طرح ریاست مسلمانوں کے جان و مال کی حفاظت کرتی ہے اسی طرح ایک ذمی کے جان و مال کی حفاظت اس کے فرائض منصبی میں شامل ہے قانون کی نظر میں ایک مسلمان ایک ذمی کی جان میں کوئی فرق نہ ہوگا اہل ذمہ کے حوالے سے اس اہم ترین مسئلہ میں صرف فقہ حنفی کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ احناف کے نزدیک ایک ذمی کے قصاص میں ایک مسلمان کو قتل کیا جائے گا امام ثوری، امام زہری، زید بن علی، امام شعبی، امام نخعی اور بانی مذہب حنفیہ اور ان کے اصحاب کا مذہب یہی ہے۔

فتاویٰ عالگیری صفحہ ۳۔ جلد: ۶ پر ہے۔ "ویقتل المسلم بالذمی" اور مسلمان کو ذمی کے بدلے میں قصاصاً قتل کیا جائے گا۔

امام ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: "وھذہ الآیۃ تدل علی قتل الحربا لعبد والمسلم بالذمی والر جل بالمرءۃ" اور تھوڑا آگے چل کر لکھتے ہیں: "یقتضی عمومہ و جوب القصاص فی الحر والعبد والذکر والا نثی و المسلم بالذمی"[1]

یہ آیت دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ آزاد کو غلام کے بدلے میں اور مسلمان کو ذمی کے بدلے میں بطور قصاص قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ آیت عموم تقاضہ کرتی ہے اور قصاص کو واجب قرار دیتی ہے آیت میں مقتول کا لفظ عام ہے یہ ہر مقتول کو شامل ہے خواہ آزاد ہو یا غلام، عورت ہو یا مرد مسلمان ہو یا ذمی۔

---

[1] ص: ۱۳۵ تا ۱۴۴ جلد ۱ احکام القرآن۔

سورہ مائدہ میں ارشاد باری: "ان النفس بالنفس" [۲] بے شک جان کا بدلہ جان ہے۔ اس آیت میں مطلقاً فرمایا کہ جان کا بدلہ جان ہے خواہ آزاد ہو یا غلام مسلمان ہو یا ذمی۔ "عبدالرحمٰن سلیمان بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ کے پاس ایک مسلمان شخص کو لایا گیا جس نے ایک ذمی کو قتل کر دیا تھا، رسول ﷺ نے اس کی گردن ماردی اور فرمایا میں ذمی کا ذمہ پورا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں" [۳]

عبدالرحمٰن بن عبدالعزیز بن صالح حضرمی بیان کرتے ہیں کہ خیبر کے دن رسول ﷺ نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا جس نے ایک کافر کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور فرمایا میں اس کا ذمہ پورا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک کافر کو دھوکے سے قتل کر دیا تھا اور فرمایا میں اس کا ذمہ پورا کرنے کا زیادہ حقدار ہوں۔ نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں: "حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک ذمی کو عمداً قتل کر دیا یہ مقدمہ حضرت عثمان کے پاس پیش کیا گیا حضرت عثمان نے قتل کرنے کا بجائے اس پر بھاری دیت مقرر کی جیسے مسلمان کے قتل ناحق پر مقرر کی جاتی ہے" [۴]

یہ حدیث بھی احناف کی تائید کرتی ہے کیونکہ دیت قصاص کی فرع ہے فریقین میں صلح یا کسی اور وجہ سے قصاص کی جگہ دیت فرض کی گئی امام قرطبی لکھتے ہیں "**فان الذمی محقون الدم علی التابید والمسلم کذالک و کلا هما قد صار من اهل دار الاسلام، والذی یحقق ذالک ان المسلم یقطع بسرقة مال الذمی وهذا یدل علی ان مال الذمی قد ساوی مال المسلم فدل علی مساواته لدمه**" [۵]

یعنی تمام مسلمان اور اہل ذمہ محفوظ الدم ہیں، فقہی اصطلاح میں اسے محقون الدم اور مصون الدم بھی کہتے ہیں بغیر کسی وجہ شرعی کے ان کا خون بہانا حرام ہے وار یہ احکام دارالسلام کے ہیں یعنی اسلامی ریاست میں اہل ذمہ مسلمانوں کی طرح ہیں جس طرح مسلامن کا قتل بغیر کسی شرعی وجہ کے حرام ہے اسی طرح ایک ذمی کو بھی بغیر وجہ سے قتل کرنا حرام ہے اگر کوئی مسلمان کسی زمی کا مال چرائے تو اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

کیونکہ مسلمانوں کے اموال کی طرح اہل ذمہ کے اموال بھی اسلامی ریاست میں محفوظ ہیں اور ان معاملات میں اہل اسلام اور اہل ذمہ دارالاسلام میں مساوی ہیں انسانیت کی تکریم اور عدل وانصاف کے قریب احناف کا مذہب ہے کہ جب ذمی سے اس کی جان اور مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا اور اس سے اس کے بدلے میں جزیہ لیا گیا تو اس کا یہی تقاضہ ہے کہ اگر

---

[۲] آیت ۵، سورہ مائدہ۔ [۳] ص: ۱۲، مراسیل ابوداؤد۔ [۴] ص: ۳۳، ج ۸ سنن کبریٰ۔

[۵] ص: ۲۴، ج ۲ سنن کبریٰ۔

کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اس مسلمان سے قصاص لیا جائے اس سے اسلام میں اخلاق کی بلندی، اصول اور مساوات کی برتری اور تکریم انسانیت کی اہمیت واضح ہوتی ہے ہم نے اجمالاً اہل ذمہ کے بنیادی حقوق جو کہ شریعت اسلامی میں روا رکھے گئے اور جن کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر لاگو ہوتی ہے۔ اس لئے ضبط تحریر میں لائے ہیں تاکہ اندازہ ہو جائے کہ اسلام اور بانیانِ اسلام کی تعلیمات اتحاد عالم اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود پر مشتمل ہیں۔ دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت و ہم آہنگی کی ضرورت و اہمیت اس لئے بھی ہے کہ انسان ایک معاشرتی حیوان (Social Animal) ہے۔ اس عالم اسباب میں وہ اپنے وجود، بقا، نشو و نما، تحفظ اور ترقی کے لئے دوسرے انسانوں کا محتاج ہے۔ باہمی تعاون اور اشتراک کے بغیر اس کے فطری، روحانی اور طبعی تقاضوں کی تکمیل ناممکن ہے۔

اور کسی بھی قسم کی اجتماعیت، تعاون اور اشتراک نفع بخش ثابت نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ انصاف، توازن اور اعتدال پر قائم ہو۔ اور یہ توازن (Balance) اور اعتدال اسی صورت میں قائم ہوگا جب ہر فرد دوسرے فرد یا افراد کے ان مفادات کے حصول میں جو اس کی ذات سے وابستہ اپنے مفادات کے حصول کیلئے کرتا ہے۔ یہی کچھ لو اور کچھ دو (Give & Take) کا اصول جذبہ اجتماعیت کی بنیاد ہے۔

مذہبی رواداری اور آزادی

اسلام سے پہلا مذہب ہے جس نے اپنے ملک کے شہریوں کو مذہبی آزادی دی۔ اور یہ اعلان کیا کہ ہر انسان مذہب کے معاملے میں آزاد ہے اور یہ محض نظریاتی تقریر یا رسمی اعلان نہ تھا، بلکہ عملی طور پر اس نظریئے کی افادیت کے لئے اسلام نے دو طریقے اختیار کئے۔

ا) لوگوں کو پابند کیا کہ وہ دوسرے مذہب کا احترام کریں۔ اور کسی کے مذہبی خیالات پر طنز و تنقید نہ کریں، اگر کوئی شخص اپنا کوئی مسلک اور یا مذہب رکھتا ہے۔ تو اس کو بالجبر دوسرے مذہب میں داخل کرنے سے اسلام نے سختی کے ساتھ منع کیا۔ بس اس حد تک اجازت دی' کہ مذہب کی تبلیغ کی جا سکتی ہے۔ اور عقلی طور پر دلائل کی روشنی میں بحث کی جا سکتی ہے۔ بشرطیکہ اس میں جارحیت نہ ہو، اگر اس بحث کے نتیجے میں کوئی اپنا مذہب چھوڑ کر دوسرا مذہب اختیار کر لیتا ہے، تو کوئی مضائقہ نہیں لیکن اقرار بغیر اکراہ کے ہو۔

قرآن نے مذہبی آزادی کی حمایت میں متعدد مقامات پر کلام کیا ہے۔

"لااکراہ فی الدین"[1]

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔

"ولو شآء ربک لآمن من فی الارض کلھم جمیعاافانت تکرہ الناس حتیٰ یکونو امومنین"[2]

اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو زمین کے سارے لوگ ایمان لے آتے، کیا پھر آپ لوگوں کو مجبور کریں گے وہ مسلمان ہوجائیں۔

"فذکر انماانت مذکر الست علیھم بمصیطر"[3]

سوآپ سمجھائے جائیں۔ آپ کا کام توصرف سمجھانا ہے۔ آپ ان پر داروغہ نہیں ہیں۔

"وما علی الرسول الا البلاغ المبین"[4]

اور رسول کے ذمہ صرف واضح طور پہنچادینا ہے۔

۲) دوسری طرف خود اصحاب مذہب کو اپنے مذہبی شعائر کی حفاظت کا حکم دیا اس کے لئے کوئی سلبی موقف اختیار کئے بغیر ہر طریق تحفظ کے اپنانے کی اجازت دی، یہاں تک اگر کسی جگہ اپنے مذہب کی حفاظت ممکن نہ ہو تو ہجرت کا حکم دیا گیا۔ مذکورہ بالاتفصیلات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام مذہبی رواداری کا درس دیتا ہے نہ کہ مذہبی منافرت کا۔

اسلام رواداری کی بنیاد پر معاشرے کے مختلف طبقات کو شیر وشکر ہونے اور انسانوں کو ایک دوسرے کا سہارا بننے کی دعوت دیتا ہے۔ اسلام ایک ذمہ دار معاشرے کا قیام عمل میں لاتا ہے اسلام کی تعلیمات معاشرے کے ہر ہر فرد میں احساس ذمہ داری اُجاگر کرتی ہے۔ یعنی دوسرے کے بُرے رویے کو بھی حسن سلوک کے ساتھ برداشت کرنا جیسا کہ ارشاد باری ہے:

"یایھا الذین امنوا کونو قومین للہ شھدآء بالقسط ولا یجر منکم شنان قوم علی الا تعدلو اعدلو ھو اقرب للتقویٰ واتقوا اللہ ان اللہ خبیر بما تعملون"[5] اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے عدل وانصاف کے ساتھ گواہی دینے پر قائم رہو اور کسی قوم کو دشمنی تمہیں اس پر آمادہ نہ کرے کہ تم جادۂ انصاف سے ہٹ جاؤ انصاف سے کام لو کیونکہ وہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

کسی قوم کی عداوت سے انصاف کی رسی کو چھوڑا نہ جائے رسول اللہ ﷺ نے اسی رواداری پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی اولین ریاست اور معاشرے کی تشکیل کا کام سرانجام دیا یہی وجہ تھی کہ دور نبوی سے لے کر خلفائے راشدین کے ادوار

---

[1] البقرہ:۲۵۶ [2] یونس:۹۹ [3] لغاشیہ:۲۱۔۲۲

[4] العنکبوت:۱۸ [5] المائدہ:۸

تک بتدریج معاشرہ ارتقائی منازل طے کرتا رہا آپ ﷺ فرمایا: کہ لوگوں کیلئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو اور لوگوں کیلئے برا سمجھو جو اپنے لئے برا سمجھتے ہو گروہی اور طبقاتی کو ختم کر دیا آپ ﷺ نے فرمایا:

"الخلق عيال الله فاحب الخلق الى الله من احسن الىٰ عياله" ۶ کہ تمام مخلوق اللہ کی گویا عیال وکنبہ ہے ان میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ اچھا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے عیال کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ آپ ﷺ نے جاہلی عصبیت کے تمام بت توڑ ڈالے چنانچہ جب نبی کریم ﷺ نے ایک بار یہ فرمایا: انصر اخاک ظالماً او مظلو ماًقال یا رسول الله هذا ننصره مظلوماً مفكيف ننصره ظالماً قال تا خذ فوق يديه" ۷

اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم تو صحابہ کرام خاموش نہ رہ سکے اور بے ساختہ بولے کہ یا رسول اللہ ﷺ مظلوم کی مدد تو بے شک کی جائے مگر ظالم کی مدد کیسے کی جائے آپ نے فرمایا اس کو ظلم سے روکو یہی اس کی مدد ہے۔

بھائی چارگی کی اس سے اعلیٰ مثال کوئی اور نہیں ہو سکتی رحمت اللعالمین ﷺ پوری سیرت مبارکہ انہی گلدستہ ہائے انسانیت سے بھری ہوئی ہے۔ تعالوا الی کلمۃ کی صدا آج بھی دوسرے مذاہب عالم کے خوشہ چینوں کو دعوت عام دے رہی ہے کہ آؤ اور بکھری ہوئی انسانیت کو پھر سے یکجا کریں اتفاق واتحاد کی ایسی شاندار مثال پیش کریں کہ آنے والی نسلیں محبتوں کی ایسی زنجیر میں بندھی ہوئی ہو کہ کوئی شیطانی قوت اس زنجیر کو توڑ نہ سکے۔

آخر میں انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج ہم دنیا کی اخلاقی وروحانی رہبری کے بجائے خود اندرونی انتشار اور اخلاقی بدنظمی میں مبتلا ہوئے جا رہے ہیں ہماری عام آبادی شہوانیت اور نفس پرستی کے دھارے میں بہی چلی جا رہی ہے ہم ایسے مریضانہ تخیلات کے گہرے سائے میں سکون واطمینان تلاش کر رہے ہیں جہاں دین کی اخلاقی تعلیم ہماری نظروں سے اوجھل ہوگئی ہر ایک قدم پر ایک نیا نظریہ پیدا ہونے لگا یہاں تک کہ ہماری ساری فضا میں ذہن کی ان پرفریب تخلیقوں سے گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا رہا ہے جبکہ بانی شریعت کے سادہ اور بلند اخلاق دروس موشگافیوں کے انبار تلے دبے جا رہے ہیں۔ جس معاشرے نے اغیار (یعنی غیر مسلم) کو اتنا مثالی اخلاقی تحفظ فراہم کیا اسی معاشرے میں ہمارا باہم دست وگریباں ہونا آخر چہ معنی دارد کیا ہمارا مذہبی ومسلکی ماحول اس قدر مسموم ہو چکا ہے کہ تناور درخت بھی سکڑ کر چھوٹے سے تنگ نظر خول میں ٹھٹھر جاتے ہیں۔ جس مذہب کے ہم پیروکار ہیں وہ مذہب تو دوسرے مذاہب کو دعوت اتفاق واتحاد دے رہا اور ایسے راستے ہموار کر رہا ہے کہ جس میں افتراق وانتشار کا نام ونشان تک نہیں۔ پھر ہمیں کیا ہوا کہ ہم آپس میں نفرت کا بیج بو رہے ہیں۔

---

۶ ص: ۴۲۵ مشکوۃ ۷ ص: ۵۴۳ بخاری۔

مآخذ مراجع

۱۔ ابوبکر بن احمد علی رازی، احکام القرآن ۔ لاہور، سہیل اکیڈمی ۱۴۰۰ھ ہجری

۲۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد قرطبی، جامعہ احکام القرآن ۔ ایران، انتشارات ناصر خسرو ۱۳۸۷ھ ہجری

۳۔ اسماعیل حقی، روح البیان، بیروت ۔ دار احیاء التراث العربی ۱۴۱۵ھ ہجری

۴۔ ابوجعفر محمد بن جریر طبری جامع البیان، بیروت ۔ دار المعارفہ ۱۴۰۹ھ ہجری

۵۔ جلال الدین سیوطی، جلالین، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۳۲ھ ہجری

۶۔ جار اللہ زمخشری، کشاف، ایران، نشر البلاغہ ۱۴۱۳ء ہجری

۷۔ ولی الدین تبریزی، مشکوٰۃ، کراچی، قدیمی کتب خانہ ۔ ۱۳۷۵ھ ہجری

۸۔ ابوالحسن علی احمد واحدی، الوسیط، بیروت، دار الکتب العربیہ ۱۴۱۵ھ ہجری

۹۔ ابوالحسین مسلم بن حجاج صحیح مسلم، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۲ھ ہجری

۱۰۔ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۲ھ ہجری

۱۱۔ سید ابوالحسن ندوی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کی عروج وزوال کا اثر، کراچی مجلس نشریات اسلام ۔

۱۲۔ محمد بن عیسیٰ، ترمذی، بیروت، دار الفکر ۱۴۱۴ھ ہجری

۱۳۔ محمد بن راغب اصفہانی، المفردات، ایران، المکتبۃ المرتضویہ ۱۳۴۲ھ ہجری

۱۴۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، الرحیق المختوم، لاہور، المکتبۃ السلفیۃ ۲۰۰۱ء عیسوی

۱۵۔ اسماعیل بن کثیر الدمشقی تفسیر ابن کثیر، بیروت، دار الاندلس ۔

۱۶۔ پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۔ ۱۳۹۹ھ ہجری

۱۷۔ پیر کرم شاہ الازہری، ضیاء النبیؐ، لاہور، ضیاء القرآن پبلی کیشنز ۱۴۲۰ھ ہجری

۱۸۔ غلام رسول سعیدی، تبیان القرآن، لاہور، فرید بک سٹال ۱۹۹۹ھ ہجری

۱۹۔ سلمان منصور پوری، رحمۃ اللعالمین، دہلی، دلی پرنٹنگ پریس ۱۳۴۳ھ ہجری

۲۰۔ محمد عبدالملک بن ہشام، السیرۃ النبویہ، مصر، مصطفےٰ البابی ۔ ۱۳۷۵ھ ہجری

۲۱۔ اکبر شاہ خان نجیب آبادی، تاریخ اسلام، دیوبند، مکتبہ رحمت ۔

۲۲۔ محمد العمادی الحنفی، تفسیر ابی السعود، الریاض، مکتبۃ الریاض الحدیثۃ ۔ ۱۹۸۶ء ہجری

۲۳۔ مختصر سیرۃ الرسول، محمد بن عبدالوہاب، مصر، السلفیۃ ۔ ۱۳۷۹ھ ہجری

دورجدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیماتِ اسلام اور اسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

محمد نسیم خان۔مانسہرہ

دورجدید میں بین المذاہبی ہم آہنگی کی ضرورت واہمیت کواجاگر کرنے سے قبل یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند بنیادی تصورات کی وضاحت کردی جائے تاکہ تمام بحث کی تفہیم آسان ہو۔اتحاد کے کئی پہلو ہیں۔باہم ایک ہونا،خیالات ،دلچسپیوں ،آرا اور احساسات کا ایک ہونا ،جدا جدا چیزوں کا باہم ادغام تاکہ وہ ایک بن جائیں۔جب اتحادالائنس (Alliance) کے معنوں میں آئے تو اس سے مرادمختلف گروہوں یااقوام کے درمیان وہ تعاون ہوتا ہے جس کے ذریعے وہ مشترکہ مقاصد کے حصول کوممکن بناتے ہیں۔

ہم آہنگی(Harmony) سے مرادآراکااشتراکConsensus of Opinionsہوتا ہے۔(۱)

لغتی وضاحت کے بعدہم بین المذاہبی اتحادوہم آہنگی کے اصطلاحی مفہوم پرروشنی ڈالتے ہیں۔بینُ المذاہبی اتحاد کے مختلف تصورات ہماری سابقہ تاریخ میں رائج رہے ہیں اور چندایک کی بازگشت آج بھی سنائی دے رہی ہے۔ایک بین المذاہبی اتحاد کا تصور وہ تھا جس کا پرچار جلال الدین اکبراور داراشکوہ جیسےلوگوں نے کیا۔وہ مذاہب کی جداگانہ پہچان Separate Identity کوختم کرکے مختلف مذاہب کے ملغوبہ سےایک نیادین معرضِ وجود میں لانے کےخواہاں تھے۔حضرت مجددالف ثانیؒ نےاس تصورکی بھرپورطریقہ سےمخالفت کی۔وہ کہتے ہیں"مسلمانان بردین خود باشندوکفاربرکیش خود۔لکم دین کم ولی دین بیان این معنی است(مکتوبات)۔یعنی امتزاجIntegration نہیں رواداریCo-existanceاوران دونوں کے درمیان (یعنی ھندوؤں اورمسلمانوں)امن اور سلامتی کی خاطرمجددالف ثانی(Integration) کےبجائے ہمسایانہ رواداری Neighbourly Co-existenceکےخواہاں تھے۔میرے خیال میں آج کے دور میں بھی اتحادسے مرادیہی ہے کہ مذاہب اپنی اپنی شناختوں (Identity) کو برقراررکھتے ہوئے باہم رواداری ،برداشت اور احترام کے رشتوں کی آب یاری کریں ۔جہاں تک ہم آہنگی کاتعلق ہےاس کےحصول کے لئے مختلف مذاہب کے پیروکاروں کواپنی مشترکہ بنیادوں کی تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔جب مشترکہ بنیادوں کی پہچان ہوجائے گی تو آرااشتراک(Consensus of Opinion)وجودمیں آئے گااورانسانیت کی فلاح وبہبود،امن وسلامتی اورانسانیت کے مسائل کےحل کے ضمن میں مشترکہ کوششوں کاآغاز ہوگا۔مثلاً

امریکہ میں ماحولیاتی آلودگی کے خطرہ کے سدباب کیلئے مختلف مذاہب کے پیروکاروں اور سائنسدانوں کی مشترکہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں اس مسئلہ کے بارے میں مشترکہ مؤقف کا اظہار کیا گیا۔ اسی طرح اگر مختلف مذاہب کے درمیان ڈائیلاگ کا آغاز ہو تو بہت سے عالمی مسائل کے حل کے سلسلہ میں مشترکہ مؤقف کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ مشترکہ لائحہ عمل بھی طے کیا جاسکتا ہے۔ مذاہب کے درمیان ڈائیلاگ (Dialogue) سنت نبویؐ ہے۔ آپؐ نے مختلف مواقع پر دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ مکالمہ کیا اور ہم آہنگی اور یگانگت کو فروغ دیا۔

بین المذاہبی ہم آہنگی اور یگانگت اور اتحاد (بمعنی رواداری) کی داغ بیل ڈالنے کے لئے اسلام نے مشترکہ بنیاد کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ بین المذاہبی اتحاد و ہم آہنگی کی مشترکہ بنیاد (Common Ground) ایک ہی نقطہ ہے اور وہ نقطہ ہے عقیدہ توحید۔ عیسائی، یہودی اور مسلمان اپنا تعلق حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ جوڑتے ہیں اور قرآنِ حکیم نے بکثرت بڑی شدومد سے اس نقطہ کی وضاحت کی ہے کہ نہ صرف حضرت ابراہیمؑ بلکہ ان سے پہلے اور اُن کے بعد آنے والے تمام انبیاء کرامؑ نے اپنی امتوں کو اللہ کی وحدانیت کی طرف دعوت دی۔ اس لیے قرآنِ اس مشترکہ نقطہ کی بنیاد پر سابقہ اور موجودہ امتِ مسلمہ کو اتحاد و ہم آہنگی کو فروغ دینے کی تلقین کر رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

کہہ دو اے اہل کتاب! اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترکہ ہے یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے اگر وہ اس چیز سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔ (64:3)

حضرت ابراہیمؑ کے متعلق فرمایا گیا کہ وہ حنیف مسلم تھے اور شرک سے بےزار تھے۔ حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات توحید کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا کہ وہ اس تعلیم و ہدایت کی تصدیق کرنے والے بن کر آئے جو تورات میں ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی لہٰذا تم اُسی کی بندگی اختیار کرو، یہی سیدھا رستہ ہے (3:50-51)

اگرچہ سابقہ آسمانی صحیفوں میں بہت کچھ تحریف ہو چکی ہے لیکن وہ اب بھی توحید کی تعلیم سے خالی نہیں ہیں۔ سابقہ کتب مقدسہ میں سے تورات میں توحید کی تعلیم اس قدر وضاحت وقطعیت اور اتنی کثرت کے ساتھ ہے کہ اس کے حوالے نقل کرنا محض بات کو طول دینے کے مترادف ہوگا۔ انجیل جو حضرت عیسیٰؑ پر نازل کی گئی اس میں بھی توحید کے حوالوں کی کمی نہیں ہے۔ چند ایک کا ذکر ذیل میں کر رہا ہوں تاکہ مشترکہ نقطہ کی مزید وضاحت ہو جائے:

(1) تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر (متی 10:4)

(2) تیری بادشاہی آئے۔ تیری مرضی جیسی آسمانوں پر پوری ہوتی ہے زمین پر بھی ہو (متی 10:6)

(3) یسوع نے جواب میں اس سے کہا لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر (لوقا 8:4)

(4) اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدا واحد اور برحق کو یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (یوحنا 3:17)

مذکورہ بالا بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بین المذاہب اتحاد، ہم آہنگی اور یگانگت کے لئے نقطۂ ماسکہ توحید کا عقیدہ ہے۔اس نقطہ کی اساس پر بہت سی دوسری ایسی چیزیں بھی مذاہب عالم کے اندر تلاش کی جاسکتی ہیں جو بین المذاہب مفاہمت ویگانگت کے سلسلہ میں مہمیز کا کام کرسکتی ہیں۔ چند ایک کی وضاحت ذیل میں کی جارہی ہے:

1۔ خدا تعالیٰ کے وجود کو کسی نہ کسی شکل میں دنیا کے تمام مذاہب میں تسلیم کیا جاتا ہے۔الہامی مذاہب میں یہ عقیدہ مشترک ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمام کائنات کو عدم سے وجود میں لایا اور وہ اپنی قادر مطلق قوت کے ساتھ اس پر حکمرانی کر رہا ہے۔

جرمنی کے ایک جیورسٹ ڈاکٹر شیفر (Schaefer) جو کہ بین المذاہبی مکالمہ کو فروغ دینے کے لئے کام کر رہے ہیں مذاہب کی بنیادی Semilarities کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

The first fundamental point that all religions have in common are the convictions that religious phenomena are based on the reality of the Transcendental, the Holy, the Divine, the external one, the great being, and that beyound all fluctuation there exists external reason, the eternal order, a non material ultimate reality, the Reality of Realities, the external Truth........He notes that this Reality is commonly called God in all but Buddhist tradition..... the degree of similarity among the religions at the fundamental level provides evidence for the unity of religions. (3)

2۔ الہامی مذاہب کا یہ بھی مشترکہ عقیدہ ہے کہ تمام موجودات بشمول انسان اللہ کی تخلیق ہیں اور انسانوں کو اللہ کی طرف روح دی گئی ہے۔

3۔ اہل کتاب اور موجودہ امتِ مسلمہ تمام سابقہ انبیاء پر ایمان لانے میں بھی اشتراک رکھتے ہیں۔اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک بنیادی رکن انبیاء سابق پر ایمان لانا ہے۔اس کے بغیر ایک شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔قرآنِ حکیم میں مسلمانوں کو انبیاء کے درمیان فرق کرنے (تفریق بین الرسل) سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

4۔ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن سابقہ آسمانی صحیفوں پر ایمان لانا ہے۔اس طرح دوسرے الہامی مذاہب کی آسمانی کتب مسلمانوں کے لئے بھی اتنی ہی قابل احترام ہیں جتنی کہ خود اُن کے ماننے والوں کے لئے۔

5۔ اہل کتاب اور موجودہ مسلمان امت فرشتوں، قیامت، جنت اور دوزخ پر ایمان لانے میں بھی اشتراک کے حامل ہیں۔

6۔ اہل کتاب اور موجودہ امت مسلمہ کے درمیان معتدبہ قدروں کا بھی اشتراک ہے۔ مثلاً حیا، عزت وغیرت، عاجزی

،قربانی کا جذبہ، دیانتداری پاک دامنی وپاکیزگی ،انسانیت کی محبت اور فلاح وبہبود کے لئے کوشش کرنا وغیرہ ان الہامی مذاہب میں مشترک اخلاقی اقدار ہیں۔سود، رشوت ، بے حیائی ، بددیانتی ، زنا وغیرہ الہامی مذاہب میں قابل مذمت ہیں۔ بلکہ اگر اخلاقی اقدار کے دائرہ کو وسیع کیا جائے تو بہت سی اخلاقی اقدار ایسی ہیں جو الہامی مذاہب میں قدر مشترک کی حیثیت رکھتی ہیں اس لیے موجودہ معاشرتی انحطاط کے سدباب کے لیے تمام مذاہب مشترکہ جدوجہد کرسکتے ہیں۔

7۔ مسلمانوں کے لئے اہل کتاب کے کھانے حلال قرار دیے گئے ہیں۔یہ چیز بھی اہل کتاب اور موجودہ امتِ مسلمہ کے درمیان مثبت جذبات کو پروان چڑھانے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔

8۔ توحیدی اشتراک کی وجہ سے ہی اہل کتاب عورتوں سے مسلمانوں کو نکاح کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔یہ چیز بھی الہامی مذاہب کے پیروکاروں پر سمجھنے میں مددگار ثابت ہوسکتی ہے۔(4)

9۔ وہ علاقے اور مقامات جہاں سابقہ پر انبیاء کرام نے ورُود کیا یا اُن کی دعوت کے لئے مرکز بنے مسلمانوں کے لئے بھی اتنے ہی قابل احترام ہیں جتنے اُن کے ماننے والوں کے لئے۔

10۔ دوسرے مذاہب کے لوگوں کی عبادت گاہوں کا احترام اور حفاظت کی اہمیت بھی قرآن سے مترشح ہوتی ہے(40:22)

11۔ حضرت عیسیٰؑ کی معجزانہ پیدائش اور اُن کے معجزات اور ان کی والدہ محترمہ حضرت مریمؑ کی پاکدامنی کے معاملہ میں مسلمانوں کا یقین خود عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہے۔یہ چیز بھی دونوں مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان بہتر تعلقات کے حصول میں مُمد ومعاون ثابت ہوسکتی ہے۔

12۔ اسلام اور دوسرے مذاہب کے درمیان بہتر تعلقات اور رواداری، ہم آہنگی برداشت اور بقائے باہمی کو فروغ دینے کے سلسلہ میں بھی چند قرآنی اصول بڑے مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔اول یہ کہ مذہب کا اختلاف اللہ کی مخلوق میں اس کی سنت ہے اور اس اختلاف کی وجہ سے لوگوں کے درمیان بُغض وعناد، عدم برداشت ،تعصب اور عدم رواداری کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔قرآنِ حکیم کا فرمان ہے:

''اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا۔اس کے دین کے خلاف مختلف طریقوں پر ہو گئے اور ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو اور (اس اختلاف پر غم یا تاسف مت کیجیے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا (کہ ان میں اختلاف رہے) (ھود:119:118)۔دوم یہ کہ اسلام دین کے معاملہ میں جبر واکراہ کو جائز قرار نہیں دیتا۔لا اکراہ فی الدین کے اصول کے تحت اسلام اپنے علاوہ دوسرے مذاہب کی موجودگی، اُن کی آزادی اور ان کے پیروکاروں کی اپنے مذہب پر آزادی سے عمل کے راستے میں رکاوٹ کی اجازت نہیں

دیتا (5)۔ نبی اکرمؐ کا اسوہ اس سلسلہ میں ہمارے لیے قابل تقلید نمونہ ہے۔ آپؐ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے مختلف مذاہب کے درمیان بہتر تعلقات اور باہمی بقاو حفاظت کی روشن مثال قائم کی۔ اس معاہدہ کے متعلق محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

...... Muhammad's (PBUH) own conduct (and other qualities) enabled him to conclude the pact of friendship, alliance and Co-operations in the safe guarding of religions freedom.......the Covenant of Madina........was the instrument of their alliance which confirmed the jews in both their religion and position in society and determined their nights as well as well as their duties (p179-180)(6)

نبی اکرمؐ نے نجران کے عیسائیوں کے وفد کے ساتھ جو معاملہ کیا وہ بھی دوسرے مذاہب کی آزادی کے معاملہ میں قابل تقلید مثال ہے۔ آپؐ نے نجران کے عیسائیوں کو نہ صرف مسجد نبوی میں ٹھہرایا بلکہ اُن کو مسجد نبوی میں اپنی نماز پڑھنے کی بھی اجازت دی (7)۔ ان اسلامی تعلیمات اور اسوۂ نبوی کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف مذاہب کے درمیان Cordial Relations کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

13۔ انسانیت کے نام پر بھی مذاہب کے درمیان ہم آہنگی، مفاہمت اور بقائے باہمی کو ممکن بنایا جا سکتا ہے اور اس ضمن میں بھی اسلامی تعلیمات اور اسوہ نبویؐ سے رہنمائی حاصل کی جا سکتی ہے۔ تمام بنی نوع انسان حضرت آدمؑ کی اولاد اور حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا گیا۔ کسی کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہے۔ تمام مخلوق اللہ کی کنبہ ہے اور اس کے نزدیک سب سے پسندیدہ مخلوق وہ ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ نیکی کرے۔ (8)

14۔ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کی مقدس ہستیوں کو بُرا بھلا کہنے سے اجتناب کریں۔ اس حکم کی وجہ سے بھی مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دیا جا سکتا ہے (9)۔

ان ہی اسلامی تعلیمات کی وجہ سے بعد کے ادوار میں بھی بلاد اسلامیہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان ہم آہنگی، مفاہمت، برداشت، رواداری اور باہمی احترام کے رشتے قائم رہے۔ اِن تعلیمات اسلام کی روشنی میں آج کے دور میں بھی بین المذاہبی ہم آہنگی اور یگانگت کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

بین المذاہب اتحاد، ہم آہنگی اور مفاہمت کی ضرورت واہمیت
تعلیماتِ اسلام اور اسوۂ رسولؐ کی روشنی میں

دور جدید میں عالمی سطح پر انسانیت گوناگوں مسائل کا شکار ہے۔ اِن مسائل میں سے بہت سے ایسے ہیں جن کی جڑیں کسی نہ کسی مذہب کے اندر تلاش کی جا سکتی ہے اور بہت سے مسائل ایسے ہیں جو انسانوں کے مشترکہ مسائل ہیں اور اگر

مختلف مذاہب کے پیروکار مل کر اور مشترکہ لائحہ عمل طے کر کے حل کرنے کے سلسلہ میں کوشاں ہوں تو انسانیت کو ان مسائل سے نجات دلائی جا سکتی ہے۔

ا۔ عدم برداشت کا مسئلہ

اس وقت دنیا میں جو سب سے بڑا مسئلہ درپیش ہے وہ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان عدم برداشت، عدم رواداری اور مذہبی بنیادوں پر ایک دوسرے کا ہے۔اس وقت فلسطینیوں اور یہودیوں کے درمیان جو خون خرابہ جاری ہے اگر دونوں مذاہب کے پیروکار اپنے اپنے مذہب کی تعلیمات کی طرف رجوع کریں تو انہیں معلوم ہوگا کہ اُن کے درمیان اختلاف اور خون خرابہ کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے وہ اتنی زیادہ اقدار میں اشتراک رکھتے ہیں کہ باآسانی ہم آہنگی اور یگانگت کو ممکن بنا سکتے ہیں۔اس ضمن میں ہارون یحیٰ نے بڑی خوبصورت بات کی ہے وہ کہتے ہیں:۔

In our view the most important condition for this blind conflict to come to an end and for real peace to be established in the middle east is for both sides to genuinely and honestly understand and imploement their own beliefs. the conflict between Israel and Palestine has taken on the identity of religions war between jews and Muslims, whereas in fact these is absolutely no reason for such a war of relgion. Both Jews and Muslims believe in God, love and respect the same prophets and passess the same moral principles. they are not enemies. on the contrary, they and allies in a World in Which atheism and hatred of religion are wide spread.(10)

2۔ تہذیبوں کے درمیان ہم آہنگی اور بقائے باہمی کی ضرورت

سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد عالمی حالات نے ایک نیا رُخ اختیار کیا۔ایک بات جو بڑی شدت کے ساتھ عالمی میڈیا میں بیان کی گئی وہ تہذیبوں کے تصادم (Clash of civilization) کا نظریہ ہے۔کہا یہ جانے لگا کہ مستقبل میں تہذیبوں کے درمیان جھگڑوں کے امکانات بڑھ گئے ہیں اور مغربی تہذیب کو اسلامی اور چینی تہذیب سے خطرہ درپیش ہے۔یوں مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے درمیان ٹکراؤ اور تصادم کی کیفیت کو بیدار کرنے کی دانستہ کوشش ہو رہی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ہر تہذیبوں کا تصادم نہیں ہے بلکہ عالمی استعمال مسلمانوں کے معاشی وسائل پر قبضہ کے لئے زمین ہموار کر رہا ہے اور اس کے لئے ''بہانہ'' تہذیبوں کا تصادم کی شکل میں کیا جا رہا ہے۔اگر گہرائی میں جا کر دیکھا جائے تو مغربی تہذیب کے حامل لوگوں کی اکثریت یہودیوں اور عیسائیوں پر مشتمل ہے اور اسلامی تہذیب کے علمبردار مسلمان ہیں اور ان کی

اقدار مشترک انہیں کسی قسم کے تصادم کے لئے وجہ جواز فراہم نہیں کرتی ہیں۔ اس لئے عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کو مل کر کوشش کرنی چاہیے کہ وہ تہذیبوں کے تصادم کے نظریہ کو رد کر کے اپنے درمیان ہم آہنگی اور مفاہمت کو فروغ دیں۔ اس سلسلہ میں میں ایک بار پھر ہارون یحییٰ کا حوالہ دیتا ہوں۔ وہ کہتے ہیں:

The clash of civilization thesis__better called as clash of ignorance by Edward said __rests on and imaginary scenario created by the exaggeration of the influence of some redical and ignorant factions to be forward in these two civilizations. Actually, there can be no clash between the western civilizaion & the Islamic civilization because the beliefs of Judaism and Christianity, the tenets upon which western civilizaion is based are in perfect harmony with Islam (11)

3۔ گلوبل سوسائٹی کے تقاضوں کی تکمیل

سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی کی بدولت ہماری زمین پر زندگی کے تمام پہلوؤں میں تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ سیاست، معیشت، تجارت، صنعت، ابلاغ، زبان وغیرہ میں تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں۔ دنیا کے عظیم مذاہب بھی جغرافیائی سرحدوں کو توڑ کر بین الاقوامی پہلو (Global Dimension) اختیار کر رہے ہیں۔ اس پر مستزاد انسانوں کی بین الاقوامی نقل و حرکت میں بھی اضافہ ہو گیا ہے اور اس بنا پر مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان Interaction میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ بالفاظ دیگر ہم ہر لحاظ سے گلوبل سوسائٹی بن رہے ہیں۔ اس گلوبل سوسائٹی کے تقاضوں میں سے ایک تقاضا یہ ہے کہ گلوبل شعور کو پروان چڑھایا جائے تا کہ مختلف المذاہب لوگوں کے درمیان بہتر تفہیم باہمی mutual understanding پیدا ہو۔ گلوبل شعور بین المذاہبی ہم آہنگی اور یگانگت کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر مزمل صدیقی لکھتے ہیں:

"......unity in divorsity ,means tp explore and enhance common values that emphasizes interdependence, equality, justice, human rights and the sanctity of each individual's dignity. the goal should be to further a unified vision & recognition of the principle of unity and diversity and of the fact that we all are fellow citizens of an emerging global village. we must try to build a more inclusive community grounded in respect of differences based on age, race, gender, religion, culture, political affiliation and national origin. (12)

ڈاکٹر شیفر (Schaefer) اس پر ایک اور پہلو سے روشنی ڈالتے ہیں:

The earth has become a communicational unity through radio and television, mass tourisum & mass publication. People have become vividly aware of the plurality of faiths. Thus,the religions no longer exist separated from one

another in distant continants. They exist very close together-and now found themselves confronted by an urgent necessity for an inter faith diaglogue.

4-عالمی امن وسلامتی کے تقاضوں کی تکمیل کیلئے

اس وقت عالمی سطح پر جس مسئلہ کے بارے میں مذاہب کے درمیان اتحاد اور ہم آہنگی کی سب سے زیادہ ضرورت ہے وہ عالمی امن وسلامتی کا مسئلہ ہے۔ عالمی تنازعات کے جنم لینے میں اگرچہ معاشی عوامل کا کردار سب سے زیادہ ہے اس لیے ان عوامل کو دور کر کے ہی ان تنازعات کو ختم کیا جا سکتا ہے بہر حال پھر بھی مذاہب کو مل جل کر تنازعات کے حل کرنے کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ مذاہب کے ناقدین ان کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں کہ وہ جنگ کی آگ کو بھڑکانے میں تو فعال کردار ادا کر سکتے ہیں لیکن وہ اس آگ کو ٹھنڈا کرنے میں ناکام رہتے ہیں۔ پھر کچھ لوگ یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ مذہبی حلقوں (خواہ عیسائی ہوں یا یہودی یا مسلمان) کی طرف سے سائنسی و معاشی نظریات جیسے ڈارونزم (Darwinism)، فرائڈازم (Fruedism) اور مارکس ازم (Marxism) وغیرہ کی جس شدت کے ساتھ مخالف ہو رہی ہے اس سطح کی مخالفت جدید ایٹمی وغیر ایٹمی اسلحہ کی تیاری اور بے دریغ استعمال کے خلاف کیوں نہیں ہو رہی؟ مذاہب کی تعلیمات میں انسانی جان کی قدر و قیمت، جنگ سے پناہ، مخلوق کا عیال اللہ کا تصور، انسانیت سے محبت، شفقت اور رحم دلی وغیرہ کے تصورات انسانیت کو امن وسلامتی کیلئے جدوجہد کا پیغام دے رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں شہزادہ حسن بن طلال اپنے ایک پیغام جو کہ ایک بین المذاہبی کانفرنس کے نام بھیجا میں کہتے ہیں:

Religion is the source of the humanitarion vision capable of summoning believers and non believers alike to commited action for peace. The three Abrahamic faiths, Judaism, Christianity and Islam may not say exactly the same thing about peace and peace making ,but there are enough analogies to indicate the general direction in which our common journey will take us. our starting point is our common humanity ,our veneration for life and our obligation to God and to each other. our goal is the peace that surpasses understanding.

5۔ ماحولیاتی بحران سے نجات کیلئے

رسل ٹرین (Russel Train) جو ورلڈ لائف فنڈ کا سربراہ ہے اور تیس سال سے زیادہ عرصہ سے ماحولیاتی تحریک کا روح رواں ہے موجودہ ماحولیاتی بحران کے معاملہ میں مذاہب اور دینیات کی بے حسی پر حیرانگی کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے:

(مذہب کی ماحولیاتی فکرمندی کی کمی) غیر معمولی ہے۔ انسانی سماج کی معلوم تاریخ میں سب سے زیادہ قابل

احتجاج وتشویش کا معاملہ درپیش ہے۔ یہ معاملہ انسانی حالت کی بنیاد، انسانی معیار زندگی بلکہ انسانی بقا کے مسائل میں سے ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تمام تخلیقات کی بقا کو خطرات میں ڈالنے والے مسائل ہمارے سامنے کھڑے ہیں لیکن اس سب کے باوجود گرجاؤں اور دوسرے مذاہب کے منظم اداروں نے ماحولیات کے موضوع کو زیادہ تر درخور اعتنا ہی نہیں سمجھا۔(15)

تینوں الہامی مذاہب میں خصوصاً اور باقی مذاہب میں عموماً ماحولیات کو بچانے کیلئے جدوجہد کرنے کے بارے کافی ہدایات موجود ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ مختلف مذاہب کے علمبردار ماحول اور تخلیقات خداوندی کو تباہی سے بچانے کیلئے مشترکہ کوششوں کا آغاز کریں۔ جان ایف ہاٹ، جو کہ سائنس و مذہب مکالمہ پر ایک سند کا درجہ رکھتا ہے، ابراہیمی مذاہب کے ماننے والوں کو ماحولیاتی فکرمندی کی طرف دعوت دیتے ہوئے کہتا ہے: کسی تاریخی الہام وانکشاف کے علاوہ توحیدی مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ خدائی اسرار کا اظہار فطرت کے جمال اور اس کی بوقلمونی میں ہوتا ہے۔ تیز دھوپ کی تابندگی ایک ایسا بے مثل تجربہ فراہم کرتی ہے جسے ہم خدائی روشنی کے اظہار کیلئے استعارہ بیان کیلئے استعمال کر سکتے ہیں اسی طرح ہوا کی تازگی روح کے مفہوم کیلئے استعارہ ہے۔ بہتے شفاف پانی کو پاک وصاف کرنے کی صلاحیت اس گہرے تجدیدی تجربہ کیلئے علامت ہے جو خدائے پاک ساتھ ربط وتعلق کے نتیجہ میں ہوتا ہے۔ گویا فطرت کا مذہبی رسومیت والا کردار ہمیں مابیتی طور پر ماحولیاتی فکرمندی کیلئے ایک مذہبی بنیاد فراہم کرتا ہے۔(16)

خلاصہ بحث

مختصر یہ کہ دور جدید میں انسانیت جن گوناگوں مسائل کا شکار ہے ان کو حل کرنے کے سلسلہ میں مذاہب کو مشترکہ جدوجہد کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ جدوجہد عین مذاہب کے بنیادی مقاصد کا تقاضا ہے اور کوئی اضافی ذمہ داری نہیں ہے۔ مذاہب اپنی جداگانہ پہچان کو برقرار رکھتے ہوئے بھی مل کر انسانیت کی فلاح وبہبود کیلئے مشترک پلیٹ فارم سے کام کر سکتے ہیں۔ اس ضمن میں قابل اطمینان بات یہ کہ عالمی سطح پر بین المذاہبی مکالمہ (Interfaith Dialogue) کا مختلف (Forums) پر پہلے سے ہی آغاز ہو چکا ہے جہاں مختلف المذاہب لوگوں شرکت کے ذریعے متنوع آرا کا تبادلہ ہو رہا ہے۔ یہ تبادلہ خیال مذاہبی اتحاد و ہم آہنگی کیلئے راستے ہموار کرنے میں یقیناً مدد ومعاون ثابت ہوگا۔

ماخذ و مراجع

۱۔ انکارٹا ورلڈ ڈکشنری CD ROM

۲۔ محمد اکرام شیخ (1987)۔رود کوثر۔ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور ص32

۳۔ Udo Schaefer. Beyond the clash of Religion: The emergence of a new Paradigm.www.12.htm.iol.ie/~affifi/BICNews/ Books books

۴۔ i)Harun Yahya.The people of the Book and the Muslims The Natural Alliance between Christianity, judaisam and Islam. www . harunyahya.com

(ii)____. A Muslim Call to the Israelis. www. hanmyahya.com

۵۔ عفیف عبدالفتاح مترجم سید ابوالحسن برنی (x)۔روح اسلام۔کراچی،مکتبۃ الھدیٰ679-680

۶۔ Haykal, M. Hussain(1996).The Life of Muhammad. Kuala Lumpur,Islamic Book Trust. PP 179-180(Translated by Ismail Ragi A .Al Farooqi)

۷۔ شبلی،علامہ اور ندوی،سید سلیمان(x)۔سیرت النبی۔لاہور،اسلامی کتب خانہ۔جلد دوم38,39

۸۔ محمد نسیم خان(1995)۔مقالات سیرت1995ء۔اسلام آباد،وزارت مذہبی امور حکومت پاکستان

۹۔ القرآن الحکیم(　　)

۱۰۔ Harun Yahya.A Muslim call the Israelis .www.harunyahya.com

۱۱۔ Harun Yahya.Islam Denowces Terrorism.www.harunyahya.com

۱۲۔ Muzzamal Siddique,Dr.Unity and Diversity-Islamic Perspective.www.crescent life .com

۱۳۔ Udo Schaefer.Beyond the clash of religions :The emergence of a New paradigm. www.iol.ie/~affifi/ BIC News/Books/books 12.htm

۱۴۔ Shehzada Hassan Bin Tallal.what can Religion Play in Peace Making in an Interest-based world?

۱۵۔ Haught,John.F (1995).Science and Religion form conflict to convwrsation. New York,Paulist Press. Ibid, PP 198-199

دیگر کتب جن سے استفادہ کیا گیا

۱۔ ابن ہشام(مترجم عبدالجلیل صدیقی وغلام رسول مہر)سیرت النبی کامل۔لاہور شیخ غلام علی اینڈ سنز۔جلد اول

۲۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی(1983)۔نبی رحمت۔کراچی،مجلس نشریات اسلام

۳۔ بائبل سوسائٹی۔کتاب مقدس یعنی پرانا اور نیا عہد نامہ۔لاہور بائبل سوسائٹی

۴۔ امین احسن اصلاحی(1983)۔تدبر قرآن۔لاہور،فاران فاؤنڈیشن۔جلد اول106-108

۵۔ سید مودودی،مولانا۔تفہیم القرآن۔لاہور،اسلامک پبلیکشنز جلد اول253-254

۶۔ طاہر القادری،علامہ(2001)۔سیرت الرسول۔لاہور،منہاج القرآن پبلیکیشنز 106-108

۷۔ Siddique,Abdul Hamid (1995).The life of Muhammad,Islamic Publications,PP 140-142

۸۔ Ansari Fazlur Rahman,Dr .(1977).The Qusanic Foundation and Structure of Muslim Society. Karachi,The world Federation of Islamic Missions.vol.2,PP263-279

قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم کے حوالے سے دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

محمد انور ندیم۔ اوکاڑہ

قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمته سو اء بیننا و بینکم الا نعبد الا الله و لا نشرک به شیئا و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دو ن الله فان تولو افقولو اا شھدو ا بانا مسلمون

ترجمہ: (میرے نبی ﷺ!) آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے (وہ یہ کہ) ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور نہ اللہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں۔ پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ (سورہ ال عمران آیت ۶۴)

حضور ﷺ کوئی نئی دعوت، کوئی نرالا دین لے کر نہیں آئے تھے بلکہ حضور ﷺ بھی توحید کے داعی بن کر تشریف لائے تھے جس کی دعوت ہر نبی نے دی۔ اس آیت سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسانیت جو آج مختلف اور مخالف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے۔ جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن گیا ہے۔ اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد عقیدہ توحید ہی ہے جو دنیا کی تمام حقیقتوں سے واضح تر اور روشن ترین حقیقت ہے اور حضور ﷺ نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کیلئے اہل کتاب کو دعوت دی۔ پیغمبروں کی تعلیمات پر غور وفکر ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ سارے پیغمبروں نے مشترکہ طور پر نوع انسانی کو اچھائی اور برائی کے تصور سے نہ صرف آگاہ کیا بلکہ خود اس پر عمل کر کے یہ تصدیق بہم پہنچائی ہے کہ انسان اچھائی اور برائی میں تفریق کر کے ہی با مقصد زندگی گزارتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تمام انبیاء کرامؑ نے ایک اللہ وحدہ لاشریک کا تعارف کرایا ہے۔ یہی وہ ہستی ہے جس کی پرستش کی جاتی ہے اور کی جانی چاہیے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ قرآن حکیم کے اس حکم کے مطابق آپ ﷺ نے ہرقل شاہ روم کو مکتوب تحریر فرمایا اور اس میں اسے قبول اسلام کی دعوت دی اور اسے کہا کہ تو مسلمان ہو جائے گا تو تجھے دہرا اجر ملے گا ورنہ ساری رعایا کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا۔ کیونکہ رعایا کے عدم قبول اسلام کا سبب تو ہی ہوگا۔ اس آیت میں مذکور تین نکات (۱) صرف اللہ کی عبادت کرنا۔ (۲) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔ (۳) اور کسی کو شریعت سازی کا مقام نہ دینا۔ وہ کلمہ سواء ہے جس پر اہل کتاب کو اتحاد کی دعوت دی گئی ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہمیں نہ صرف دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ امن وانصاف

کے ساتھ رہنا چاہیے بلکہ ان کے ساتھ بھی جو کسی بھی مذہب کی پیروی نہیں کرتے۔ جدید معاشروں کی ضروریات کا تقاضا ہے کہ ہم مسلمان اپنے آپ کو ایسی ہی صورت حال کا سامنا کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا علم ہے کہ تمام انسان اللہ کی مخلوق ہیں۔ ہم ان کے ساتھ بہترین سلوک کرتے ہیں جیسا کہ ہمیں قرآن میں بتایا گیا ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتے ہے جو نیکی کرتے ہیں اور انصاف کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ سورہ الممتحنہ آیت 8 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں کی اور تمہیں جلاوطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تمہیں نہیں روکتا بلکہ اللہ تعالیٰ تو انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

چونکہ مسلمان امن اور آشتی سے رہنا پسند کرتے ہیں اور بنی نوع انسان کو بھی امن یعنی اسلام کی تلقین کرتے ہیں۔ لہٰذا اسلامی تعلیمات میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ باہمی عزت واحترام کے تقاضوں کو ہر ممکن حد تک پورا کیا جائے۔ حضور ﷺ کو وحی کی صورت میں اس بات کی وضاحت کی گئی۔ سورہ البقرہ آیت ۶۲ میں ارشاد خداوندی ہے:

''مسلمان ہوں، یہودی ہوں، نصاریٰ ہوں یا صابی ہوں، جو کوئی بھی ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہیں اور ان پر نہ تو کوئی خوف ہے اور نہ ہی اداسی۔''

تمام پیغمبران علیہم السلام ایک ہی روحانی سرچشمہ سے سیراب ہو کر ایک ہی پیغام کے کر آتے رہے۔ یہاں تک کہ خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پر دین کی تکمیل ہوگئی۔ حضور اکرم ﷺ نے بھی انسان کی فلاح اور بقا کیلئے وہی راستہ دکھایا جو آپ ﷺ سے قبل انبیاء دکھاتے رہے تھے۔ سورہ حم السجدہ کی آیت ۴۳ میں خود اللہ پاک اپنے محبوب ﷺ کو مخاطب کرکے فرما رہے ہیں۔

''آپ سے وہی کہا جاتا ہے جو آپ سے پہلے کے رسولوں سے بھی کہا گیا ہے۔''

یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام امن، انصاف اور اللہ کے علم کا مذہب ہے۔ بنی نوع انسان اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرتے ہیں اور اللہ کی عزت وتکریم کرتے ہیں۔ خالق کے احکامات کو نظر انداز کرنے سے اس کرنے سے اور اس کے ابدی حکم کے خلاف کام کرنے سے دنیا اور آخرت دونوں ہی خراب ہو جاتی ہیں مسلمانوں اور غیر مسلموں کی پر امن بقا کیلئے بنیادی نکتہ باہمی عزت واحترام ہے۔ اس مقصد کے لئے ایک دوسرے سے علیحدگی اختیار کرنے کی بجائے گفتگو ضروری ہے۔ پر امن زندگی کے ساتھ ساتھ بہتر اور ایک دوسرے کا خیال کرنے والے پڑوسیوں کی طرح رہنا۔ اس مقصد کیلئے ضروری ہے کہ

(الف) غیر مسلم، مسلمانوں کے خلاف لڑائی نہ کریں (جب کہ وہ اللہ تعالیٰ وحدانیت کے پیروکار ہوں)

(ب) مسلمانوں کو ان کے گھروں (دیس) سے نہ نکالا جائے۔

سورہ الممتحنہ آیت 9 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"اللہ تعالیٰ تمھیں صرف اس لوگوں کی محبت سے روکتا ہے جنہوں نے تم سے لڑائیاں کیں اور تمہیں دیس نکالے دیے اور دیس نکالا دینے والوں کی مدد کی۔ جو لوگ ایسے کفار سے محبت کریں وہ قطعاً ظالم ہیں۔"

قرآن پاک میں کئی مواقع پر مومنین کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ بلا امتیاز مذہب تمام لوگوں (صرف وہ لوگ جو اوپر بیان کی گئی شرائط پر پورا اترتے ہوں) کے ساتھ شفقت و محبت اور رواداری کا سلوک کریں۔

سورہ یونس آیت ۱۰۰۔۹۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ مومن ہو جائیں۔ حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا اللہ کے حکم کے بغیر ممکن نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر گندگی ڈال دیتا ہے۔"

لیکن اللہ نے ایسا نہیں چاہا کیونکہ یہ اس کی اس حکمت کے خلاف ہے، جسے مکمل طور پر وہی جانتا ہے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کی شدید خواہش ہوتی تھی کہ سب مسلمان ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ مشیت الٰہی، جو حکمت بالغہ اور مصلحت راجحہ پر مبنی ہے، اس کی مقتضی نہیں۔ اس لئے آگے فرمایا کہ آپ لوگوں کو زبردستی ایمان لانے پر کیسے مجبور کر سکتے ہیں۔ جب کہ آپ کے اندر اس کی طاقت ہے نہ آپ اس کے مکلّف ہیں۔

حضور ﷺ کی حیات طیبہ میں ایسی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں کے ساتھ بھی رواداری اور شفقت کا سلوک کیا جو آپ ﷺ کے ساتھ نہیں تھے۔ اقلیتوں کو ان کا جائز حق دینا اور انہیں تحفظ فراہم کرنا اسلامی تعلیمات کا شعار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم دنیا میں غیر مسلموں کی عبادت گاہیں پھلی پھولی ہیں دوسرے عقائد و مذاہب کے حامل لوگوں کے ساتھ مسلمانوں کی جانب سے تحمل مزاجی کی مثالوں سے تاریخ بھری پڑی ہے۔ جب 634ء میں حضرت عمرؓ یروشلم میں داخل ہوئے تو آپ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق شہر میں تمام مذہبی گروہوں کو اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے کی آزادی دی۔ اسلام کا سیاسی اصول بہت زیادہ پر امن اور اعتدال پسند ہے۔ اسلام کا لفظ ہی امن و سلامتی سے بنا ہے۔ مذہب کے پس پردہ اور پوری زندگی پر محیط اتحاد کے لئے بہت ہمت اور حوصلے سے کام لینا پڑتا ہے۔ اس کے لئے بہت زیادہ تحقیق اور مطالعے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک کہ ہم خدائی احکامات کے پس پردہ سچائی کی حقیقت تک نہ پہنچ جائیں۔ کچھ لوگ یہ خیال ظاہر کر سکتے ہیں کہ مختلف مذاہب کے درمیان بڑے بڑے اختلافات موجود ہیں تو بہتر یہ ہوگا کہ ان کے مشترکہ عوامل پر زور دیا جائے۔ اگرچہ مشترکہ عوامل محدود ہیں لیکن انہیں پر کام کر کے مختلف مذاہب کو ایک دوسرے کے

قریب لایا جاسکتا ہے۔ ہمیں یقینی طور پر تمام مذاہب کے معاملے میں رواداری سے کام لینا چاہیے اور تمام مذاہب میں پائی جانے والی سچائی کی تکریم کرنی چاہیے۔ تاہم اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ ہم تمام مذہبی تعلیمات کو ایک ہی درجہ پر رکھ لیں یا تمام مذہبی حکام اور اداروں کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں۔ مختلف ثقافتوں کے اختلافات کی طرح مختلف مذاہب کے درمیان اختلافات بھی ان کی خوب صورتی، اہمیت اور شان وشوکت کا باعث ہیں جس طرح تمام ثقافتوں نے انسانی شان وشوکت کے تمام شعبوں میں ترقی نہیں کی ہے، بالکل اسی طرح تمام مذاہب کی روحانی ترقی کا معاملہ ہے۔

ظاہر ہے جو لوگ مذاہب کے اتحاد پر یقین رکھتے ہیں وہ کسی ایک خاص مذہب کے اعتقاد پر مبنی دعووں کو قبول نہیں کریں گے۔ مثلاً اگر عیسائیت کے علاوہ دوسرے مذاہب کو درست مان لیں تو پھر یسوع مسیح اللہ کے بیٹے نہیں رہتے اور نہ ہی عیسائی جنت و دوزخ کی ابدی حقیقت باقی رہتی ہے۔ اسی طرح اسلام کا معاملہ ہے۔ اگر اسلام کے بجائے دوسرے مذاہب کو درست مان لیا جائے تو حضرت محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی نہیں رہتے اور بنی نوع انسانیت کے لئے قرآن ابدی ہدایت نہیں رہتا۔ تمام مذاہب کے محدود اعتقاد، وہ جیسے بھی ہیں، جو سچائی کو ایک مخصوص نام، شکل، شخص یا ادارہ قرار دیتے ہیں، قابل قبول نہیں ہوں گے۔ اس پورے معاملے پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف مذاہب میں استحکام کی تلاش، مذاہب کے ان دعووں کے ساتھ مبارزت اختیار کر جاتی ہے۔ جس کے مطابق جاتی ہے۔ اگر ہم کئی مذاہب کے نمایاں دعووں پر غور کریں تو ہمیں یہ دکھائی دیتا ہے کہ لوگوں کی عظیم اکثریت جسے سمجھتی ہے وہ حقیقت میں سچائی نہیں ہے۔ تمام مذاہب اپنے آپ کو جس طرح جدید دور میں ظاہر کرتے ہیں، اس طرح ان کا روحانی روشن خیالی (Spiritual Enlightenment) کا مقصد یکساں نہیں ہے۔ ورنہ وہ ایک دوسرے کو اپنے پیروکار بنانے کیلئے اور اپنی علیحدہ شناخت پر قرار رکھنے کے لئے لڑ نہ رہے ہوتے۔

کچھ ایسے عمومی اصول ہیں جو مختلف مذاہب کو بتدریج متحد کر سکتے ہیں۔ جس طرح مختلف ممالک کو متحد کیا جاسکتا ہے یا ان کے درمیان تحمل مزاجی کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ یا تو ایسے اصول اچھے انداز میں بیان نہیں کیے جاتے یا مختلف مذہبی سرگرمیوں کے پیروکار انہیں اکثریت رائے سے قبول نہیں کرتے۔ اکثر مذاہب کا مرکزی مقصد ہی لوگوں کے عقیدے کو تبدیل کرنا ہوتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے ساتھ اتحاد سے یہ بات غیر ضروری ہو جاتی ہے، اسے روکنا پڑتا ہے، جب کہ یہ کام مشکل ہی سے واقع ہوتا ہے۔ سچائی تو درحقیقت ایک ہی ہے۔ جیسے سورج تمام لوگوں پر یکساں چمکتا ہے۔ مختلف مذہبی عقائد کے حامل لوگوں کے لئے مختلف سچائی نہیں ہے، جس طرح علیحدہ مختلف سورج یا چاند نہیں ہیں۔ سچائی تک رسائی کے کئی راستے ہیں۔ جن میں سے بعض معروف ہیں، جب کہ بعض غیر معروف ہیں۔

سچائی لامحدود ہے اور مختلف طریقوں سے اس تک رسائی ممکن ہے اور اسے بے شمار ناموں اور اشکال کے ذریعے

ظاہر کیا جاسکتا ہے۔ سچائی میں اتنی وسعت ہے کہ اس میں مختلف تعلیمات کو جگہ مل سکتی ہے۔ حتیٰ کہ یہ پوری کائنات کو اپنی آغوش میں لے سکتی ہے لیکن چونکہ سچائی ایک ہے اور اس تک رسائی کے کئی ممکن راستے وطریقے ہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام مذاہب یکساں طور پر سچے ہونے چاہئیں۔ ہم مذاہب کے اتحاد کا زندگی کے مختلف پہلوؤں کے اتحاد سے موازنہ کرسکتے ہیں کیونکہ انصاف تو ایک ہی ہے۔ اس لئے ہم یہ دعویٰ نہیں کرسکتے کہ دنیا کی تمام حکومتیں یکساں طور پر اچھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسلام کا دوسرے مذاہب سے تعلق خود قائم کیا ہے۔ اس لئے کوئی مسلمان اس سے انکار نہیں کرسکتا کیونکہ اس کے مطابق قرآن ہی حتمی مذہبی اختیار ہے۔ اسلام یہودیت اور عیسائیت کو ایک مخصوص مقام عطا کرتا ہے۔ یہ دونوں مذاہب خدا کے مذہب ہیں۔ زمین پر ان کے بانی حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت داوؤ، حضرت عیسیٰؑ سب اللہ تعالیٰ کے انبیاء ہیں۔ ان کے تعلیمات تورات، زبور، انجیل خدا کی طرف سے وحی پر مبنی ہیں۔ ان انبیاء اور ان پر نازل شدہ الہامی کتب پر ایمان رکھنا اسلامی یقین وایمان کا جزو لاینفک ہے۔ ان الہامی کتب پر یقین نہ رکھنا یا ان میں شک کرنا ارتداد ہے۔ ہمارا خدا اور تمہارا خدا درحقیقت اللہ ہے، واحد اللہ اور صرف اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے پیروکاروں کو اللہ کی جانب دے نازل شدہ الہامی کتب کا ماننے والا بیان کیا ہے۔ یعنی مسلمان اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، آسمانی کتب اور انبیاء پر یقین رکھتے ہیں اور وہ اللہ کے بھیجے ہوئے انبیاء میں فرق روا نہیں رکھتے۔

اسلام کی جانب سے یہودیت اور عیسائیت، ان کے بانیوں اور پیروکاروں کی عزت وتکریم صرف اخلاقی آداب ہی نہیں ہے بلکہ مذہبی سچائی کا اعتراف ہے۔ اسلام انہیں دنیا میں دوسرے نظریات کے طور پر نہیں دیکھتا کہ اسے رواداری سے کام لینا پڑتا ہے بلکہ انہیں از روئے قانون خدا کی جانب سے سچے الہامی مذاہب سمجھتا ہے۔ علاوہ ازیں اسلام کے مطابق ان کا جائز مقام نہ تو سیاسی وسماجی ہے اور نہ ہی ثقافتی وتمدنی ہے بلکہ ایک مذہب کے طور پر ہے۔ ان سب مذاہب میں اسلام اعلیٰ و ارفع ہے، کیونکہ ابھی تک دنیا میں کسی مذہب نے اپنے عقیدے وایمان کیلئے کسی دوسرے مذہب کی سچائی کو بطور عقیدہ اختیار نہیں کیا۔ اسلام یہودیت وعیسائیت میں مذہبی سچائی کے اقرار کیلئے اپنے منطقی نتیجے تک پوری کوشش کرتا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام کی اپنی شناخت سب سے اعلیٰ ہے ان تینوں مذاہب میں خدا کی شناخت کا ذریعہ وحی ہے جو بالآخر دوسرے مذاہب کی شناخت تک لے جاتی ہے۔ اسلام یہودیت اور عیسائیت کی تبلیغ کے لئے آنے والے تمام انبیاء کی تصدیق کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق وہ مسلمان ہیں۔ اور ان کی تعلیمات کو اسلامی تعلیمات ہی سمجھتا ہے۔ دین حنیف کے ساتھ مل کر ظہور اسلام سے قبل عرب کے موحد اور نسلی مذہب، یہودیت، عیسائیت اور اسلام سب مل کر یکساں مذہبی شعور تشکیل دیتے ہیں جس کا جوہر اور باطن ایک ہی ہے۔ مشترکہ مذہبی اتحاد کا شعور پانچ نمایاں اصولوں پر مشتمل ہے۔ جو یہ ہیں۔

۱۔ وجودی لحاظ سے خدا ہی خالق ملتا ہے۔ جب کہ قدیم مصریوں، ہندوؤں اور چینیوں کے مطابق خدا ان کا اپنا بنایا ہوا تھا۔

۲۔ انسان کی تخلیق کا مقصد نہ تو خدا کا تفکر ہے اور نہ ہی انسان کی تفریح بلکہ اس کا مقصد تو خدا کے اپنے طریقے کے مطابق زمین پر اس کی غیر مشروط خدمت ہے۔

۳۔ مخلوق کا خالق یا اس کی مرضی کے ساتھ رابطہ وحی کے مشمولات پر مبنی ہے۔ جسے قانون اور اخلاقیات کے پیرائے میں بیان کیا جاتا ہے۔

۴۔ انسان اللہ کے بعد اس کی زمین کا مالک ہے لیکن اسے اللہ کی زمین پر اپنے ذاتی اعمال انجام دینے کا اختیار بھی حاصل ہے۔

۵۔ خدائی احکام کی فرماں برداری اور ان کی تکمیل کا منطقی نتیجہ انسان کے لئے مسرت و سہولت کا باعث ہوتا ہے۔ جب کہ اس کے برعکس احکامات خداوندی کی عدم پیروی مصائب اور دائمی عذاب کی جانب لے جاتی ہے۔ یعنی اس طرح دنیاوی اور کائناتی انصادف کا امتزاج سامنے آتا ہے۔

قدیم الہامی مذاہب کے پیغمبروں اور ان کی تعلیمات کو اسلام کی جانب سے دی جانے والی تعظیم تو اس صورت میں بھی جاری رہتی ہے اگر یہودی اور عیسائی اپنی الہامی تعلیمات پر عمل کرنا چھوڑ بھی دیں۔ اسلامی تعلیمات میں عیسائیوں کو سب اہل کتاب میں سے مسلمانوں کے قریب ترین بیان کیا گیا ہے۔ ظاہری طور پر اسلام نے ایک ایسا اصول عطا کیا ہے جو کسی بھی دوسرے مذہب کو عطا کیا جا سکتا ہے۔ اسلام دوسرے الہامی مذاہب، انبیاء، الہامی کتب، صحائف اور ان کی تعلیمات کو درست مانتا ہے۔ اسلام کے مطابق عیسائیوں، یہودیوں اور مسلمانوں کی اصل ایک ہی ہے۔ اسلام مسلمانوں کو خدا کے احکامات کے مطابق انہیں دوسرے مذاہب کے حامیوں کا معاون، دوست اور خیر خواہ قرار دیتا ہے۔ اس کے باوجود اگر اختلافات موجود رہیں تو اسلام انہیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ ایسے اختلافات مادی نہ ہوں۔ انہیں مزید علم، خیر خواہی اور حکمت و دانائی کے ذریعے مغلوب کر کے حل کرنا چاہیے۔ اسلام انہیں ایک یکساں مذہبی خاندان کے گھریلو جھگڑوں کے طور پر لیتا ہے۔ جب تک اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ صرف اللہ ہی ہم سے ہر ایک کا آقا و مالک ہے، تو کوئی بھی اختلاف اور کوئی بھی عدم موافقت ایسی نہیں ہیں جس کا حل موجود نہ ہو۔ ہمارے مذہبی، ثقافتی، سماجی، معاشی اور سیاسی اختلافات صرف ایک خدا کے اصول کے تحت ہی حل ہو سکتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی، نہ ہمارے جذبات، نہ ہماری خودی اور نہ ہمارے میلانات اسے حل کر سکتے ہیں بلکہ صرف خدائے واحد کا تصور ہی اس کا حل ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق نبوت کا معاملہ کائناتی ہے۔ یعنی انبیاء تمام زمانوں اور تمام علاقوں میں آتے رہے۔ قرآن پاک اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ ہر انسان اپنے ذاتی اعمال کے لئے جواب دہ ہے۔ روز محشر تمام اعمال کا

ریکارڈ اس کے سامنے لایا جائے گا اور ہر کوئی اپنے اعمال دیکھے گا۔ کیونکہ صرف اعمال ہی حساب کی بنیاد ہوں گے۔ نیک کام کرنے والوں کو نیکیاں جب کہ برے کام کرنے والوں کو گناہ ملیں گے۔ اسلام کے مطابق تمام زمانوں اور تمام علاقوں کے انبیاء نے ایک ہی اور یکساں سبق کی تعلیم دی۔ اس معاملے میں اللہ نے اپنے انبیاء کے درمیان فرق روا نہیں رکھا۔

قرآن پاک اس امر کی تصدیق کرتا ہے کہ "ہم نے سب لوگوں تک انبیاء بھیجے، انہیں یہ تعلیم دینے کے لئے کہ صرف اللہ کی عبادت کریں اور برائی سے بچیں اور نیکی کے لئے کوشش کرتے رہیں"۔ اس طرح اسلام نہ صرف یہودیوں اور عیسائیوں جن کے انبیاء کی تصدیق خود قرآن کرتا ہے بلکہ بنی نوع انسان سے اپنے تعلق کی بنیاد ڈالتا ہے۔ ایک دفعہ وحی سے فیض یاب ہونے کے بعد، اور وہ وحی جو اسلام ہی کی وحی کی طرح ہو، پوری انسانیت کو مسلمان کے طور پر پہنچا جانا چاہئے اور اس کی یکساں تعظیم کی جانی چاہئے۔ جیسا کہ وہ وحی کے لحاظ سے برابر کے ذمہ دار ہیں، جیسا کہ وہ خدا کو مانتے ہیں اور خدا کے ابدی قوانین ہی کے تابع فرمان ہیں اور صرف خدا ہی کی عبادت کرتے ہیں۔ اسلام اس امر کا برملا اظہار کرتا ہے کہ تمام انبیائے کرام ایک ہی پیغام لائے، جب کہ بنی نوع انسان کے تاریخی مذاہب میں شاندار تنوع موجود ہے، جس کی وضاحت کے لئے اسلام نظریاتی اور عملی جواب پیش کرتا ہے۔

(1) اسلام کے مطابق تمام انبیاء کی تعلیمات کی روح اور باطن یکساں ہے جو دو عناصر پر مشتمل ہے۔

اولاً توحید یعنی اس امر کا اقرار کہ اللہ ایک ہے اور عبادت و اطاعت اسی اکیلے کے لئے ہے۔ ثانیاً اخلاقیات ہے، جس کی تعریف قرآن کے الفاظ میں اللہ کی اطاعت، نیک عمل کرنے اور برائی سے بچنے کی صورت میں ہے۔

تاریخ میں مذہبی تنوع کے لئے موزوں حالات موجود رہے ہیں۔ یہ تو اللہ کی خاص رحمت ہے کہ اس نے تمام لوگوں کے مخصوص حالات کا خاص خیال رکھا ہے۔ اللہ نے تمام انسانوں کی جانب ایسی تعلیمات بھیجیں کہ جن کا مرکزی خیال و جوہر یکساں تھا، لیکن وہ تعلیمات مختلف لوگوں تک ان کے مخصوص حالات کی مطابقت سے اللہ کے قانون کے مطابق مختلف زمانوں میں کئی انداز سے پہنچتی رہیں۔ اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ یہ اختلافات تو از روئے قانون ہیں کیونکہ وہ مذہب کی ماہیت پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

(2) مذہبی تنوع کی دوسری وجہ پہلی وجہ کی طرح بہتر نہیں ہے۔ پہلی وجہ تو خدائی حکم ہے جب کہ دوسری وجہ خود انسان ہے حقیقت یہ ہے کہ انسان نے ہمیشہ وحی کے ذریعے خدا کی مرضی کے لئے خوشی کا اظہار نہیں کیا۔

اولاً: اللہ کے احکامات ہمیشہ اور ہر جگہ سخاوت اور ایثار و قربانی کی حمایت کی گئی ہے۔ امیر لوگ اس اخلاقی اصول کو ہمیشہ قبول نہیں کرتے اور اس سے اختلاف کی جانب مائل ہو سکتے ہیں۔

ثانیاً: خدائی احکامات کے مطابق ایک طے شدہ سماجی زندگی گزارنا ہوتی ہے۔ انسان کو اس قانون کی تابعداری ہر حال میں کرنا ہوتی ہے اگرچہ اس کی بنیاد انصاف کے قانون پر مبنی ہے لیکن یہ ان حکمرانوں اور بادشاہوں کو قبول نہیں ہوتی جو خود اپنا حکم چلانا چاہتے ہیں۔

ثالثاً: اللہ کی تعلیمات ہمیشہ انسان کو یہ بات یاد دلاتی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے قانون کے حوالے سے اپنی حیثیت جانے، نہ کہ اپنی حیثیت خود ہی پیدا کرلے۔ لیکن انسان تو خود بین اور خود پسند ہے اور ذاتی عقیدت و تعظیم اس کیلئے ہمیشہ ہی سے مسحور کُن رہی ہے۔

ربعاً: اللہ انسانوں سے انکی خواہشات اور جذبات پر قابو پانے کا تقاضا کرتا ہے۔ جبکہ انسان ایسے کام جی بھر کے کرنے کی طرف مائل ہے۔

سبعاً: خدائی احکامات کے مشمولات کو بالکل اسی طرح یاد نہیں رکھا جاتا اور نہ ہی بالکل انہیں الفاظ میں تعلیم دی جاتی ہے۔

لوگوں کی اکثریت انہیں بھول جاتی ہے۔ جب یہ احکامات ایک نسل سے دوسری نسل کو منتقل ہوتے ہیں اور سبھی لوگوں میں یہ عملی طور پر نظر آتے ہیں تو ان میں تبدیلی تخفیف اور اہمیت میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔ آخری بات یہ ہے کہ جب خدائی احکامات لسانی، نسلی اور ثقافتی سرحدوں کو عبور کرتے ہیں، تو درحقیقت ایک ہی طرح کے لوگوں کی مختلف نسلوں تک پہنچتے ہوئے اپنی اصل شکل کھو بیٹھتے ہیں۔ ان کی وضاحت میں بھی کافی تبدیلی کی جاسکتی ہے۔ یہی وجہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے سلسلے کو جاری رکھا تاکہ انسانوں کے دل و دماغ میں خدائی احکامات کی تجدید کی جاتی رہے۔ نبوت کا یہ سلسلہ جاری رہا جو عارضی تھا اور یہ ناقابل پیش گوئی تھا جب تک کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ تشریف نہ لے آئے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس نے اپنا پیغام بھیجنے کے لئے کب اور کہاں انبیاء بھیجنا تھے۔

مسلمانوں کی جانب سے فتح مکہ کے کچھ عرصہ بعد نجران (Najran) یمن کے عیسائیوں نے مدینہ میں حضرت محمد ﷺ سے ملاقات کے لئے ایک وفد بھیجا۔ ان کا مقصد اسلامی ریاست میں اپنی حیثیت کی وضاحت کرنا تھا۔ فتح مکہ کی وجہ سے اسلامی ریاست کو اس خطے سے تمام قسم کا لین دین کرنے کی قوت حاصل ہوگئی تھی۔ وفد کے اراکین حضور ﷺ کے مہمان تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں اپنے گھر میں خوش آمدید کہا اور مسجد میں ان کی خاطر تواضع کی۔ آپ نے ان سامنے اسلامی تعلیمات بیان کیں اور انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی کچھ نے تو فوراً اسلام قبول کرلیا اور وہ مسلم امت کے رکن بن گئے۔ باقی لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا۔ انہوں نے عیسائیت پر ہی کاربند رہنے اور اسلامی ریاست میں بطور عیسائی رہنے کا فیصلہ کیا تو حضور ﷺ نے انہیں اسلامی ریاست میں مسلمان اور یہودی امت کے ساتھ ساتھ عیسائی امت کا درجہ دیا۔ ان لوگوں نے حضرت عمرؓ (634-646) کے دور اسلام قبول کرلیا لیکن اسلامی ریاست کی شمال اور مغرب میں پھیلتی ہوئی سرحدوں کے ساتھ ساتھ عیسائی امت کی بھی افزائش ہوتی رہی۔ دراصل اس صدی کے زیادہ تر حصے میں اسلامی ریاست کی آبادی کا قابل ذکر حصہ عیسائیت کا پیروکار تھا، جنہیں عزت و احترام اور آزادی حاصل تھی حتیٰ کہ انہیں وہ عظمت حاصل ہوئی جو وہ رومی عیسائی

(کلیسائے روم) کی حکومت کے تحت بھی حاصل نہ کر سکے تھے۔اس سے ہمیں اسوۂ حسنہ کی روشنی میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کا تصور واضح ہوتا ہے۔

محمد بن قاسم کی جانب سے ہندوستان فتح کرنے کے بعد مسلمانوں کو ایسے نئے مذاہب سے سامنا کرنا پڑا جو اس سے قبل وہ کبھی نہیں جانتے تھے۔یعنی بدھ مت اور ہندو مت، یہ دونوں مذاہب سندھ اور پنجاب میں برابر موجود تھے۔یہ وہ علاقے تھے جو مسلمانوں نے فتح کیے تھے اور اسلامی ریاست میں شامل ہو گئے تھے۔محمد بن قاسم نے ہندوؤں اور بدھ مت کے پیروکاروں کے ساتھ سلوک کے لئے دمشق میں خلیفہ سے ہدایات طلب کیں۔وہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ان کی تعلیمات اسلام سے قطعی طور پر علیحدہ و جداگانہ تھیں۔ان مذاہب کے بانیوں کا مسلمانوں سے کوئی واسطہ نہ تھا۔خلیفہ نے علماء کی کونسل کا اجلاس بلایا اور ان سے اس سلسلے میں فیصلہ طلب کیا۔فیصلہ یہ تھا جب تک ہندو اور بدھ مت کے پیروکار اسلامی ریاست میں لڑائی جھگڑا اور دنگا فساد نہ کریں، جب تک وہ مالیہ، ٹیکس اور دوسرے واجبات ادا کرتے رہیں۔انہیں اپنی خوشی سے اپنے بتوں کی پوجا کی اجازت دی جانی چاہئے۔ان کے مندر قائم رہنے دئے جائیں اور انہیں اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کا تعین کرنے دیا جائے یعنی انہیں بھی وہی درجہ دیا گیا جو حضورﷺ نے مکہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو عطا کیا تھا۔اس طرح اسلام اور اسلامی حکومت کے دوسرے مذاہب اور ان کے پیروکاروں سے تعلقات کا اصول قائم کر دیا گیا۔چونکہ حضورﷺ کی حیات مبارک کے دوران اور اس کے فوراً بعد کے زمانے میں یہ طریقہ کار واضح ہو چکا تھا۔اس لئے ان کے بعد بھی اس سے کام لیا جانا جاری رکھا گیا۔ہم یہ کہہ سکتے ہیں دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت اور ہم آہنگی کا تصور بہت زیادہ اہمیت اختیار کر گیا ہے۔حضورﷺ کے زمانے میں اگرچہ ابھی تک شریعت کی شکل واضح ہو رہی تھی لیکن اس کے باوجود مسلمان اور غیر مسلم شہریوں کے حقوق و فرائض طے کر دئے گئے تھے۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ دوسری سلطنتوں کے ساتھ ساتھ دنیا میں برے حکمران بھی موجود رہے ہیں۔ایسے حکمران جہاں بھی تھے، وہاں مسلم اور غیر مسلم دونوں پر ظلم ہوا۔تاہم اسلامی تاریخ کے مطابق غیر مسلموں کو مقدمات کا سامنا نہیں کرنا پڑا بلکہ انہیں مسلمانوں کے بنائے ہوئے قانون کے تحت ہی تحفظ ملا۔رسولِ خدا حضرت محمدﷺ نے پہلے ہی خبردار کر دیا تھا کہ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی پر ظلم کرتا ہے تو روزِ قیامت میں اس کا مستغیث نہیں ہوں گا۔کسی بھی دوسرے مذہب یا سماجی نظام نے مذہبی اقلیت کو اس قدر بہتر مقام نہیں دیا جس طرح اسلام نے اکثریت کے ساتھ مربوط اقلیتوں کو غیر جانب داری سے انصاف فراہم کیا۔اس طرح درحقیقت کوئی بھی مذہب ایسا نہ کر سکا۔اسلام اپنے شاندار علم کی وجہ سے اس میدان میں کامیاب رہا، جہاں دوسرے سب مذاہب ناکام ہوئے، جس سے ہر انسان کی فطرت میں سچا، واحد اور خدا کا

مذہب منظم ہو گیا۔ یہ تمام مذاہب کی اولین اساس بن گیا اس طرح یہ یہودیت اور عیسائیت کیلئے مثال بن گیا۔ قومی ریاست ہونے کے لازمی نتیجے کے طور پر اسلامی شائستگی ایک ایسا ورلڈ آرڈر ہے، جس میں بے شمار مذہبی طبقے، (قومی یا کثیر قومی) کا وجہ دامن وسلامتی سے قائم رہتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام یوں ہی کسی مذہب کی مذمت نہیں کرتا۔ اسلام ہر الہامی مذہب کی قدر کرتا ہے۔ اسلام تاریخ کے تمام مذاہب کے ساتھ اس خدائی ذریعے کی بنیاد پر فوراً تعلق قائم کرتا ہے، جس کے مطابق دنیا میں کوئی بھی ایسے لوگ یا گروہ نہیں ہیں جن کی جانب اللہ نے رحم اور نیکی کے یکساں سبق کے مذہب کی تبلیغ کیلئے انبیاء نہ بھیجے ہوں۔ اسلام بنی نوع انسان کو ان کی مذہبی عبادت اور ان کی مذہبی سچائی کے اظہار کو تسلیم کرتا ہے۔ کیونکہ اسلام کے مطابق ہر انسان میں فطری طور پر اتنی سمجھ بوجھ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کی رضا، اخلاقیات اور نیکی و بدی میں تمیز کر سکتا ہے ۔اسلام انسانی جذبات، میلانات، کمزوریوں اور خدائی احکامات پر شر انگیز اثرات جیسی تلخ حقیقتوں سے مکمل طور پر آگاہ ہے۔

اسلام بنی نوع انسانیت کو، خصوصاً ہر مذہب کے علماء کو یہ ہدایت کرتا ہے کہ وہ اپنی مذہب روایات کو عقلی بنائیں، تنقیدی جائزے کے لئے تیار رکھیں اور ان میں تمام انسانی اضافوں، ترامیم اور جھوٹ وجعل سازی کو نکال باہر کریں۔ تاریخ کے تمام مذاہب کی تاریخی تنقید کے اس کام میں سب انسان بھائی بھائی ہیں اور انہیں تمام مذاہب کی پس پردہ اولین سچائی قائم کرنے میں تعاون کرنا چاہیے۔ اسلامی نظریات کے مطابق حقیقت کے ساتھ کوئی اختلاف یا عدم رابطہ کبھی حتمی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے اسلامی علماء ہمیشہ تحمل مزاجی، رواداری کا مظاہرہ کرتے ہیں اور وہ خود بھی تنقید کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ اسلام بدرجہ تم انسانی ہمدردی کے رویے کا حامل ہے۔ اس کے مطابق تمام انسان پیدائش کے وقت معصوم ہوتے ہیں اور نہ ہی پیدائش کے وقت بے اثر ہوتے ہیں، برائی اور نیکی میں تمیز کے قابل ہوتے ہیں۔ اپنی مرضی، علم اور شخصیت کے مطابق راستے کا انتخاب کرنے کے لئے آزاد ہوتے ہیں۔ یعنی انفرادی استدلال پر اپنے اعمال کے جواب دہ ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر مبنی مذاہب کا اعتراف اور ان کی تعظیم اسلامی یقین وایمان کا حصہ ہے۔ اسلام کو اپنے ابتدائی عرصے کے دوران ہی دو بڑے مذاہب یہودیت اور عیسائیت سے سامنا کرنا پڑا۔ اسلام نے نہ صرف ان دونوں مذاہب کو عزت دی بلکہ انہیں مناسب انداز میں پھلنے پھولنے بھی دیا۔ اسلام نے یہودیت، عیسائیت اور اسلام کے درمیان مشترک امور کی بنیاد پر ان کے ساتھ مکالمہ کرنے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ سورہ المائدہ آیت 82 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"یقیناً آپ ایمان والوں کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور مشرکوں کو پائیں گے اور ایمان والوں سے سب سے زیادہ دوستی کے قریب آپ یقیناً انہیں پائیں گے جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ ان میں علماء اور عبادت کیلئے گوشہ نشین افراد پائے جاتے ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔"

دراصل یہودیوں کے اندر عناد و جحود حق سے اعراض و استکبار اور اہل علم و ایمان کی تنقیص کا جذبہ بہت پایا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیوں کا قتل اور ان کی تکذیب ان شیوہ رہا ہے۔ حتیٰ کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی بھی کئی مرتبہ سازش کی۔ آپ ﷺ پر جادو بھی کیا اور ہر طرح سے نقصان پہنچانے کی مذموم سعی کی۔ اس کے برعکس عیسائیوں میں حلم و تواضع ہے۔ اس لئے ان میں یہودیوں کی طرح جحود و استکبار نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دین مسیحی میں نرمی اور عفو و درگزر کی تعلیم کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ حتیٰ کہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ کوئی تمہارے دائیں رخسار پر مارے تو اپنا بایاں رخسار بھی اس کو پیش کر دو۔ یعنی لڑو مت۔ ان وجوہ سے یہ مسلمانوں کے بہ نسبت یہودیوں کے زیادہ قریب ہیں۔ عیسائیوں کا یہ وصف یہودیوں کے مقابلے میں ہے۔ تاہم اسلام دشمنی میں یہ عناد کچھ فرق کے ساتھ عیسائیوں میں بھی موجود ہے۔

درج بالا آیت میں قرآن عقائد کے بجائے لوگوں کے بارے میں بات کرتا ہے۔ قرآن یہودیوں کو مسلمانوں کے لئے تشدد پسند اور عیسائیوں کو درست قرار دیتا ہے۔ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تنازعہ کی وجہ ان کے عقیدے کی بنا پر نہیں تھی۔ قرآن نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت موسیٰؑ دونوں کے لئے بہت عزت و تکریم کا اظہار کیا ہے۔ اپنے صحابہ کے ہمراہ حضور ﷺ کی مدینہ ہجرت سے قبل یہودی وہاں غالب تھے۔ اگرچہ ابتدائی طور پر انہوں نے میثاق مدینہ میں بھی شرکت کی تھی لیکن وہ اس سے خوش نہیں تھے۔ انہیں یہ صاف دکھائی دے رہا تھا کہ مسلمان تعداد میں بڑھتے جا رہے ہیں اور یہ مدینے کی باگ ڈور سنبھال لیں گے۔ سا طرح کا معاملہ عیسائیوں کے ساتھ نہیں تھا۔ مدینہ میں عیسائی موجود نہ تھے۔ اس لئے مسلمانوں سے ان کا کوئی تنازعہ بھی نہ تھا۔ تاہم حضور ﷺ نے عیسائی پادریوں کے ساتھ رابطہ کیا۔ جنہیں غلبہ کی کوئی خواہش نہ تھی۔ اسی لئے تو قرآن نے کہا ''وہ مغرور نہیں ہیں'' لہٰذا ''عیسائی دوستی میں قریب ہیں۔''

قرآن مسلمانوں سے اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ ممکن حد تک بہترین طریقے سے اہل کتاب لوگوں سے دلائل کے ساتھ بات چیت جاری رکھیں۔ اگر یہ مذاکراتی مرحلہ نہیں تو اور کیا ہے؟ واضح رہے کہ اہل کتاب سے مراد عیسائی اور یہودی دونوں ہیں۔ یہ دونوں مذاہب نزول قرآن کے وقت موجود تھے۔ اسی لئے قرآن میں ان کا بار بار ذکر ملتا ہے۔ دراصل یہ مذاہب اصولوں اور راہنمائی سے کچھ آگے ہیں۔ ان کے اصول تو دوسرے مذاہب پر بھی لاگو کیے جا سکتے ہیں جیسا کہ بھارت میں ہندومت۔ مسلمان دنیا میں جہاں کہیں بھی ہیں، چاہے وہ اکثریت میں ہوں یا اقلیت میں، انہیں دوسرے مذاہب کے ساتھ قرآن پر مبنی مذاکرات کا احیا کرنا چاہیے۔ قرون وسطیٰ میں پورا زور دعوت و تبلیغ پر تھا۔ جس کا مقصد انہیں مسلمان بنانا تھا۔ جبکہ دور جدید میں پورا زور مذاکرات پر ہے۔ یعنی ایک دوسرے کو سمجھنا اور تعلقات قائم کرنا۔ عالمگیریت (Globalisation) نے اس امر کو اور بھی ضروری بنا دیا ہے۔ عالمگیریت کی وجہ سے آبادی کی نقل مکانی بہت زیادہ ہو گئی ہے۔ اس طرح تنوع میں

اضافہ ہو گیا ہے اور مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے لوگ مل جل کر رہنے لگے ہیں۔ اگر ان کے درمیان کسی قسم کا مذاکراتی تعلق نہ ہو یا اگر وہ مذاکرات کے بجائے صرف دعوت و تبلیغ پر زور دیں تو اس سے کشیدگی و کھینچاؤ، فساد اور تنازعہ پیدا ہو گا اور یہ بات واضح ہے کہ سماجی کشیدگی سے سماجی استحکام کو تشویش لاحق ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس امر کی ضرورت ہے کہ مختلف مذاہب کے لوگوں کے درمیان مذاکراتی روح کو فروغ دیا جائے۔

جدید دور میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کی اہمیت کو جانتے ہوئے کامیابی سے ایک دوسرے کے ساتھ رہنے کا عہد ضروری ہے۔ مذاکرات میں صبر و تحمل اور باہمی عزت نفس کی فضا پیدا کی جانی چاہئے۔ اسلام مسلمانوں کو دوسرے مذاہب، زبانوں، نسلوں یا قومیتوں کے حامل لوگوں کے ساتھ پر امن زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں سورہ المائدہ آیت ۴۹ سورہ النساء آیت ۳۵ سورہ الحج آیت ۴۰، سورہ الروم آیت ۲۲ اور سورہ الانعام آیت ۱۰۹ بہت اہمیت کی حامل ہیں۔ دراصل سورہ المائدہ آیت ۴۸ ہمیں بین المذاہب اور بین القوانین زندگی گزارنے کی مبارزت دیتی ہے۔ قرآنی زور اس بات پر ہے کہ مقابلے کے بجائے اچھے اعمال میں سبقت لے جاؤ۔ قرآن تنوع و اختلافات کو نامنظور کرنے کے بجائے انہیں اللہ کی رضا کے طور پر قبول کرتا ہے۔ موجودہ زمانے میں مسلم اکثریتی آبادی کے حامل ممالک کے ساتھ ساتھ ایشیا، افریقہ، یورپ اور شمالی امریکہ کے کئی ممالک اور دیگر کئی جگہوں میں لاکھوں مسلمان اقلیت کے طور پر زندگی گزار رہے ہیں۔ مسلمانوں کو بلا امتیاز اکثریت یا اقلیت مختلف مذاہب، لسانی، نسلی یا ثقافتی گروہوں کے درمیان بہتر ہم آہنگی و یگانگت کے فروغ کیلئے سرگرم نمائندہ بننا چاہئے۔ اس کام کی انجام دہی کے لئے مسلمانوں کا سرگرمی سے عمل پیرا ہو جانا دنیا کو رہنے کیلئے ایک بہترین جگہ بنا سکتا ہے۔ اتحاد و یگانگت کے ساتھ زندگی گزارنے کی اہمیت بھی اس قدر ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ توحید صرف ایک نظریاتی تصور ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک سماجی تصور بھی ہے۔ سماجی سطح پر توحید کا تصور پوری انسانیت کے بطور مخلوق اتحاد پر منتج ہوتا ہے۔ قرآن میں جابجا انسان کو بنی آدم کہہ کر پکارا گیا ہے، جس سے انسانیت کے اتحاد کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اتحاد و یگانگت کے احساس کو مذاکرات اور صبر و تحمل کے جذبے کے فروغ کے ذریعے پروان چڑھایا جا سکتا ہے جو کہ توحید کی اصل روح ہے۔ کون سی قوم ہے جو خدمت خلق، مخلوق خدا سے محبت اور غریبوں کو کھانا کھلانے کو برا گردانتی ہے؟ اور کون سا مذہب ہے جس میں معصوم لوگوں کی جان و مال اور عزت کو داؤ پر لگا دینا ایمان کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اخلاقیات یوں پیدا ہوئے کہ اصول، مقاصد اور کلیات کو یکسر نظر انداز کر کے ظاہر پرستی اور فروغ پسندی کو اختیار کیا گیا۔ کلی حقائق کو چھوڑ کر جزوی اور فروعی معاملات کو ابدی، ناقابل ترمیم اور تغیر سے بالاتر قرار دے دیا گیا۔ سیدنا حضورﷺ کی امت ہونے کے ناطے موجودہ دور کے مسلمانوں کا ایک اہم فریضہ یہ بھی ہے کہ وہ ''دین اسلام'' یعنی وحدت نوع انسانی کا پیغام دنیا کے سامنے پیش کریں۔

قل یآھل الکتب تعالو الی کلمةٍ سو آءِ بیننا و بینکم

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

ملک محمد منشا ثاقب، جھنگ

آج کے اس پرفتن اور مادیت کے دور میں جہاں ہر کوئی اپنے مفاد کے حصول کی جنگ میں مشغول ہے ہر قول اپنے مفاد کو عزیز رکھتی ہے اور ان کے حصول کیلئے کئی تدابیر اختیار کرتی ہے کئی ایک واقعات میں انجام جنگ و جدل بین الملل رونما ہوتا ہے جس میں کئی اقوال مل کر مشترکہ مفاد کی خاطر کسی دوسری قوم یا ملک پر چڑھ دوڑتی ہیں لیکن اس کے باوجود آج تک کتنی ہی مذہبی اور سیاسی لڑائیاں ہو چکی ہیں جن میں عالمی جنگ اول، عالمی جنگ دوم اور صلیبی جنگیں زیادہ قابل ذکر ہیں بین الاقوامی سطح پر تمام اقوام وملل کو یکجا کرنے کی کوششیں ہوتی رہی ہیں جن کی وجہ سے اقوام متحدہ اور دیگر ادارے وقوع پذیر ہوئے تاکہ عالمی امن عامہ کو برقرار رکھا جا سکے اور انسانیت کو مزید تباہی وہ بربادی سے بچایا جا سکے۔

قیام امن کی تمام کوششوں کے باوجود دنیا آج بھی اسی طرح تباہی کے دہانے پر کھڑی ہے جس طرح کئی صدیاں پہلے تھی آج لوگ سیاسی لڑائیوں کو بھی مذہبی رنگ دے کر مذاہب عالم کے درمیان خلیج پیدا کر رہے ہیں چند مخصوص عناصر اپنے مذموم عزائم کی تکمیل کیلئے دین ہی کی آڑ میں دین اسلام کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آج عالمی سطح پر اسلام کو تنہا کر دیا گیا ہے اور اسلام اور دیگر مذاہب کے درمیان ایسی خلیج پیدا کر دی گئی ہے کہ اہل دنیا اب اسلام کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عالمی سطح پر اس مسئلے سے نبرد آزما ہونے کیلئے اور عالمی امن، بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کے قیام کیلئے بین المذاہب مکالمے پر زور دیا جا رہا ہے۔ آج انسانیت مختلف طبقات میں تقسیم ہے کسی نے مذہب کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے اور کسی نے نسلی وعلاقائی لبادہ اوڑھا ہوا ہے کوئی رنگ کی بنیاد پر کسی کو اعلیٰ نسل یا ادنیٰ وحقیر سمجھتا ہے لیکن حقیقت اس کے خلاف ہے تمام انسان چاہے گورے ہوں یا کالے عربی ہوں یا عجمی، مشرقی ہوں یا مغربی قانون قدرت میں بلحاظ تخلیق و معاشرتی مساوات برابری کے درجہ پر فائز ہیں اسی چیز کی طرف اشارہ قرآن حکیم کی سورۃ النساء آیت نمبر ۱ میں ملتا ہے۔

یا یھا الناس اتقو اربکم الذی خلقکم من نفسٍ واحدةٍ...

اے افرادِ نسلِ انسانی! تم اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم سب کو نفسِ واحد سے پیدا کیا۔

اس آیت کے ضمن میں تفسیر المنار میں یہ چیز واضح کی گئی ہے کہ خطاب چونکہ تمام کائنات انسانیت سے کرنا تھا اور سب کو ایک اخوت انسانی کے رشتے میں جکڑنا تھا، لہٰذا قرآن کریم نے نفس واحدہ فرمایا آدمؑ نہیں فرمایا اس لیے کہ مختلف اقوام وملل کے درمیان انسانی گھرانے کے جد اعلیٰ کے متعلق مختلف رائے ہے یہود و جمہور اہل اسلام نسل انسانی کی ابتدا آدمؑ سے مانتے ہیں بعض دوسری قومیں دوسری شخصیتوں کے نام لیتی ہیں مثلاً اہل ہند برہما کو زنجیر انسانیت کی پہلی کڑی بتاتے ہیں حکماءِ مغرب چند اصولوں کو انسانیت کا مبداء قرار دیتے ہیں ایک دوسری جگہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔

''تم کو خاندانوں اور قبیلوں میں اسے لیے تقسیم کر دیا ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو ورنہ خدا کے نزدیک سب سے معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہے۔''

قرآن کی رو سے قوم وقبیلہ، ملت ومملکت ذریعہ پہچان ہیں نہ کہ فخر ومباہات کا ذریعہ اگر کوئی چیز انسان کو فضیلت عطا کرتی ہے تو وہ اس کا انفرادی کردار ہے نہ کہ اس کا حسب نسب وغیرہ تاریخ گوہ ہے کہ کوئی بھی شخص فقط اپنے حسب نسب کی وجہ سے عذاب وعتاب سے بچا ہو یہاں تک کہ وہ اولاد نوحؑ سے ہو زوجہ لوطؑ ہو وہ اپنے اعمال کی وجہ سے عتاب الٰہی میں مبتلا ہوئے اور انبیاء سے ان کی نسبت بھی کام نہ آسکی۔

خداوند قدوس کی بارگاہ میں تمام انسان بنیادی طور پر برابر ہیں کیونکہ وہ ہی تمام انسانوں کا خالق ہے، رازق ہے اور مالک ہے وہ تمام انسانوں کو رزق دیتا ہے بلا تفریق مومن ومشرک جس کا ذکر قرآن پاک میں موجود ہے۔

وما من دآبةٍ فی الارض الا علی اللہ رزقھا ۔ (سورۃ ہود آیت ۶)

ترجمہ: اور زمین پر چلنے والوں میں کوئی ایسا نہیں جس کی روزی خدا کے ذمہ ہو۔

اسلام دین امن وسلامتی ہے اسلام دیگر اقوام عالم و مذاہب علم کے ساتھ برابری کی سطح پر بات چیت کرنے کا خواہاں ہے دین اسلام دیگر مذاہب کے ساتھ ملکر عالمی امن وسلامتی کیلئے ہمیشہ کوشاں رہا ہے۔ اسلام انسانوں کے عالمی معاشرتی نظام کو تباہی وبربادی سے بچانے کا خواستگار ہے انسانی معاشرتی نظام کے بارے میں علامہ محمد حسین طباطبائی فرماتے ہیں انسان ضروریات زندگی کی تمام چیزیں خود تیار نہیں کرسکتا لہٰذا انسان اپنے ہم نوعوں کے ساتھ مل کر کام کرنے پر مجبور ہے۔

جب مختلف اقوام ومذاہب اور مختلف مفادات کے لوگ باہم ایک معاشرے میں رہتے ہیں تو معاشرے میں پھیلنے والے فتنہ وفساد کی روک تھام کیلئے قوانین وضع کیے جاتے ہیں یہ قوانین اقوام وملل کی تہذیب وتمدن کے اختلاف، معاشروں کی فکری سطح پر پائے جانے والے فرق اور ان میں پائے جانے والے طرز حکومت کے تفاوت کی بنا پر ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں لیکن کسی بھی صورت میں کوئی بھی معاشرہ دستور وقوانین کے ایک ایسے مجموعہ سے بے نیاز نہیں جو کم از کم اس کی

اکثریت کے لیے قابل احترام ہو یہی وجہ ہے کہ تاریخ بشریت میں کوئی بھی معاشرہ کسی بھی قسم کے مشترکہ آداب و رسوم اور قوانین کے بغیر نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام انسانیت کا سب بڑا علمبردار ہے اسلام انسانوں کے حقوق کو وضع کرتا ہے اور باہمی روابط کے طریقہ کار کو وضع کرتا ہے۔ اسلام دیگر مذاہب بالخصوص اہل کتاب کے ساتھ تعلقات کو استوار کرنے اور باہم متفرق معاملات پر اتفاق پر زور دیتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی آخری کتاب میں اپنے حبیب ﷺ سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔

قل یآھل الکتب تعالو الی کلمۃٍ سوآءٍ بیننا بینکم ... (آل عمران آیت ۶۴)

(میرے نبی ﷺ) آپ کہہ دیجیے اے اہل کتاب آؤ اس بات کی طرف جو یکساں ہے ہمارے اور تمہارے درمیان (وہ یہ کہ) ہم نہ عبادت کریں (کسی کی) سوائے اللہ کے اور نہ شریک ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی کو اور نہ بنائے کوئی ہم میں سے کسی کو رب اللہ کے سوا پھر اگر وہ روگردانی کریں (اس سے) تو تم کہہ دو گواہ رہنا (اے اہل کتاب) کہ ہم مسلمان ہیں۔

پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء القرآن جلد اول صفحہ ۲۳۹، ۲۴۰ پر اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ حضور سراپا نور ﷺ کوئی نئی دعوت کوئی نرالا دین لے کر نہیں آئے تھے بلکہ حضور ﷺ بھی اسی توحید کے داعی بن کر آئے تھے جس کی دعوت ہر نبی نے دی تھی نیز اس آیت سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ انسانیت جو آج مختلف گروہوں میں بٹ کر رہ گئی ہے جس کے باعث گلشن ہستی جہنم زار بن کر رہ گیا ہے اس کے اتحاد کی حقیقی اور محکم بنیاد توحید ہی ہے جو دنیا کی ساری حقیقتوں سے واضح تر اور روشن ترین حقیقت ہے اور حضور ﷺ نے اسی پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دی۔

پیر صاحب کی تفسیر کے مطابق اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان مشترکہ قدر توحید کی بنیاد پر اتحاد کیا جا سکتا ہے ان سے مل بیٹھ کر باہمی معاملات کو گفت وشنید سے حل کیا جا سکتا ہے بلکہ آج اس پرفتن دور میں باہمی اتحاد وصلح بے حد ضروری ہے تاکہ انسانیت کو تباہی اور نیستی ونابودی سے محفوظ کیا جا سکے سورۃ آل عمران کی اس آیت ۶۴ میں قطعی طور پر واضح ہے کہ آؤ ہم اور تم اس بات پر اتفاق کر لیں جو ہم میں اور تم میں مشترک ہے اور اسی کی بنیاد پر آپس میں امن اور آشتی سے رہیں کیونکہ اسلام اور اہل کتاب کے مذاہب میں کئی احکام مشترکہ ہیں ذیل میں توریت، انجیل، قرآن اور سنت نبوی ﷺ کے حوالے سے چند احکام درج ہیں۔

توراۃ کے احکامات میں سے سب سے زیادہ اہمیت احکام عشرہ کی ہے یعنی وہ دس احکام جو بنی اسرائیل کو کوہ سینا کے دامن میں سنائے گئے تھے ان دس احکام میں سے پہلا حکم توحید دوسرا تصویر اور مجسمہ بنانے کی ممانعت تیسرا خدا کے نام کی جھوٹی قسم کھانے کی کراہت چوتھا سبت کے دن آرام کرنے کی ہدایت پر مشتمل ہے باقی اخلاقی احکام صرف چھ ہیں توراۃ کے اخلاقی احکام میں سے (۱) تو اپنے ماں اور باپ کو عزت دے (۲) تو خون مت کر (۳) تو زنا مت کر (۴) تو چوری مت کر (۵) تو اپنے پڑوسی پر جھوٹی گواہی مت دے (۶) تو اپنے پڑوسی کی جورو اور اس کی لونڈی اور اس کے بیل اور اس کے گدھے اور اس کی

کسی چیز پر جو تیرے پڑوسی کی ہے لالچ مت کر۔ (سیرت النبی ﷺ جلد ششم سید سلیمان ندوی صفحہ ۱۱۱-۱۱۲)

یہ گویا انسان کے اخلاقی سبق کی ابجد ہے اس کے بعد خروج باب ۲۲ اور ۲۳ میں قانونی احکام کے ساتھ ساتھ دو تین باتیں اور آ گئی ہیں یعنی مسافر، بیوہ اور یتیم کے ساتھ نیک سلوک اور جھوٹی گواہی کی ممانعت پھر احبار باب ۱۹ میں انہی احکام کی حسب ذیل مزید تفصیل ہے۔

(۱) تم میں سے ہر شخص اپنے ماں اور باپ سے ڈرتا رہے۔ (۲) تم چوری نہ کرو نہ جھوٹا معاملہ کرو ایک دوسرے جھوٹ نہ بولو۔ (۳) تم میرا نام لے کر جھوٹی قسم نہ کھاؤ۔ (۴) تو اپنے پڑوسی سے دغا بازی نہ کر، نہ اس سے کچھ چھین لے، تو مزدور کی مزدوری چاہیے کہ ساری رات صبح تک تیرے پاس نہ رہ جائے۔ (۵) تو بہرے کو مت کوس جس چیز سے اندھے کو ٹھوکر لگے اندھے کے آگے مت رکھ۔ (۶) تو حکومت میں بے انصافی نہ کر غریب و امیر کو نہ دیکھ بلکہ انصاف سے اپنے بھائی کی عدالت کر۔ (۷) تو عیب جوؤں کی طرح اپنی قوم میں نہ آیا جایا کر اور اپنے بھائی کے خون پر کمر نہ باندھ۔ (۸) تو اپنے بھائی سے بغض اپنے دل میں نہ رکھ۔ (۹) تو اپنی قوم کے فرزندوں سے بدلہ مت لے اور نہ ان کی طرف سے کینہ رکھ۔ (۱۰) تو اس کے آگے جس کا سر سفید ہے اٹھ کھڑا ہو اور بوڑھے مرد کو عزت دے۔ (۱۱) اگر کوئی مسافر تمہاری زمین پر تمہارے ساتھ سکونت کرے تو اس کو مت ستاؤ بلکہ تم اس کو ایسا پیار کرو جیسا آپ کو کرتے ہو۔ (۱۲) تم حکومت کرنے میں، پیمائش کرنے میں، ناپنے میں بے انصافی نہ کرو۔

انجیل کے احکام

حضرت عیسیٰؑ کی اخلاقی تجدید و اصلاح یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی توراۃ، حضرت داؤدؑ کی زبور، حضرت سلیمانؑ کے امثال اور دوسرے اسرائیلی صحیفوں میں جو خالص بلند اخلاقی تعلیمات منتشر تھیں اور جن کی بنی اسرائیل اپنے قانونی احکام کے سامنے بھلا بیٹھے تھے ان کو یکجا اور اپنے وعظ میں ان کے سامنے پیش کیا اس مشہور اخلاقی وعظ میں بالترتیب حسب ذیل باتیں بیان کی گئیں۔ دل کی غریبی، غمگینی، حلم و بردباری، رحم دلی، پاک دلی، صلح جوئی، صبر، عفو و درگزر، پاک دامنی، قسم کھانے کی ممانعت، ظلم کا مقابلہ نہ کرنا، قرض معاف کرنا، دشمنوں کو پیار کرنا، ریا کی ممانعت، توکل، عیب نہ لگانا، جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں تم بھی ان کے ساتھ ایسا کرو۔

محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کسی خاص قوم یا زمانہ تک محدود نہیں اس لیے آپ ﷺ کو جو اخلاقی تعلیمات کا صحیفہ عطا ہوا اس کو صرف ایک قوم یا زمانے تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ تمام قوموں اور زمانوں تک وسیع کیا گیا اس لیے تمام قوموں میں جو برائیاں پائی جاتیں یا پائی جانے والی تھیں ان سب کو استقصا کر کے منع کیا گیا اور اسی طرح تمام انسانی اخلاقی محاسن کو بھی کھول

کر بیان کیا گیا اور ان کے حصول کی تاکید کی گئی ذیل میں ان اخلاقی تعلیمات کی فہرست درج ہے۔

سچ بولنا، جھوٹ کی برائی، علم بے عمل کی مذمت، عام عفو در گزر، توکل، صبر، شکر، حق پر استقامت، خدا کی راہ میں جان دینا، سخاوت اور خیرات کا حکم، بخیل کی برائی، اسراف اور فضول خرچ کی ممانعت، میانہ روی کی تاکید، عزیزوں و قرابت داروں یتیموں مسکینوں اور پڑوسیوں کے ساتھ نیکی، مسافروں سائلوں اور غریبوں کی امداد، غلاموں اور قیدیوں کے ساتھ احسان، فخرو غرور کی برائی، امانت داری، وعدہ کا ایفا کرنا، معاہدوں کا دفاع کرنا، صدقہ و خیرات، نیکی و بھلائی کی بات کرنا، آپس میں لوگوں کے ساتھ محبت پیدا کرنا، کسی کو برا بھلا نہ کہنا، کسی کو نہ چڑانا، نہ برے ناموں سے یاد کرنا، والدین کی خدمت و اطاعت، حق گوئی، انصاف پسندی، سچی گواہی دینا، نرمی سے بات کرنا، زمین پر اکڑ کر نہ چلنا، اتحاد و اتفاق، صلح جوئی، ایمانی برادری، اکل حلال، اولاد کشی و خودکشی اور کسی دوسرے کی جان لینے کی ممانعت، ملک میں فساد برپا نہ کرنا، مشرکوں کے بتوں کو برا نہ کہنا، فیصلہ میں عدل و انصاف، دشمنوں سے درگزر، ناحق قسم کھانے کی ممانعت، غیبت نہ کرنا، سب پر رحم کرنا، رشوت کی ممانعت، ریا اور نمائش کی ممانعت، قرض دینا، قرض معاف کرنا، سود کی ممانعت، اور لوگوں سے بے رخی نہ کرنا ظلم سے منع کرنا۔

(سیرت النبی ﷺ سید سلیمان ندوی جلد ششم صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اسلامی تعلیمات اور دیگر الہامی ادیان میں اکثر قدریں مشترکہ ہیں اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ تمام انبیاء کرام نے انسانیت کو ایک ہی مرکز کی طرف دعوت دی یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو ان الہامی ادیان کے ساتھ اتحاد و اتفاق کے ساتھ رہنے کا کہا گیا ہے اسی حکم خداوندی کی تعمیل میں آنحضرت ﷺ نے مدینہ اور اس کے گردونواح میں بسنے والے اہل کتاب کے ساتھ مختلف معاہدے کیے۔ اس سے پہلے کہ ان معاہدوں کو زیر قلم لایا جائے اور ان کے اسباب وعلل اور ثمرات سے بحث کی جائے۔ ضروری ہے کہ اسلام اور دیگر الہٰی ادیان یعنی مسلمانوں اور دیگر اہل کتاب کے باہمی معاملات کا قرآن سنت نبوی ﷺ کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔ اسلام اہل کتاب کے ساتھ کھانے پینے کو جائز قرار دیتا ہے اور ان کے ساتھ مل جل کر رہنے کی ممانعت نہیں کرتا یہاں تک کہ ان کی پاک دامن عورتوں سے نکاح کی اجازت دیتا ہے اور یہ نہیں کہتا کہ ان عورتوں سے اس وقت نکاح کیا جائے جب وہ اپنے دین کو چھوڑ دیں بلکہ ان کے دین پر ان کو رہنے کی اجازت ہے کہ وہ اپنے دین پر رہتے ہوئے مسلمانوں کے نکاح میں داخل ہوسکتی ہیں۔ اس کا حکم قرآن مجید میں ان الفاظ میں موجود ہے۔

> ''آج تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کیلئے اور محفوظ عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں خواہ وہ اہل ایمان کے گروہ سے ہوں یا ان قوموں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی بشرطیکہ تم ان کے مہر ادا کر کے نکاح میں ان کے محافظ بنو نہ یہ کہ

آزاد شہوت رانی کرنے لگو یا چوری چھپے آشنائیاں کرنے لگو اور جو کسی نے ایمان کی روش پر چلنے سے انکار کیا تو اس کا سارا کارنامہ زندگی ضائع ہوجائے گا اور وہ آخرت میں دیوالیہ ہوگا۔" (سورۃ المائدہ آیت ۵)

ہل کتاب کے ساتھ کھانے پینے میں مختلف علماء کے درمیان معمولی اختلاف ہے مولانا مودودیؒ کے نزدیک اہل کتاب کے ساتھ کھانے میں ان کا ذبیحہ بھی شامل ہے ہمارے لئے ان کا اور ان کے لئے ہمارا کھانا حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ اور چھوت چھات نہیں ہے ہم ان کے ساتھ کھا سکتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ لیکن یہ عام اجازت دینے سے پہلے اس فقرے کا اعادہ فرمادیا گیا کہ تمھارے لئے پاک چیزیں حلال کردی گئی ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اگر اہل کتاب پاکی وطہارت کے ان اصولوں کی پابندی نہ کریں جو شریعت کے نظریئے سے ضروری ہیں یا ان کے کھانے میں حرام چیزیں شامل ہوں تو ان سے پرہیز کرنا چاہیے مثلاً اگر وہ خدا کا نام لے بغیر کوئی جانور ذبح کریں یا اس پر خدا کے سوا کسی اور کا نام لیں تو اسے کھانا ہمارے لئے جائز نہیں اسی طرح اگر ان کے دستر خوان پر شراب یا سور کوئی اور حرام چیز ہو تو ہم ان کے ساتھ شریک نہیں کرسکتے۔ (تفہیم القرآن جلد ا صفحہ ۴۴۶)

مولانا فرمان علیؒ کے مطابق اہل کتاب کا ذبیحہ جائز نہیں باقی تمام چیزیں جو ذبیحہ کے علاوہ ہیں جیسے خشک میوہ جات وغیرہ حلال ہیں اس طرح جہاں اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی بات ہے تو مولانا مودودی کے مطابق یہود و نصاریٰ عورتوں سے نکاح جائز ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نکاح کی اجازت صرف یہود و نصاریٰ سے دی گئی ہے اور ساتھ یہ شرط لگادی گئی ہے کہ وہ محصنات (محفوظ عورتیں) ہوں اس حکم کی تفصیلات میں فقہا کے درمیان اختلاف ہوا ہے ابن عباس کا خیال ہے کہ یہاں اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اسلامی حکومت کی رعایا رہے ہوں دارالحرب اور دارالکفر کے یہود و نصاریٰ تو ان کی عورتوں سے نکاح جائز نہیں حنفیہ اس سے تھوڑا اختلاف کرتے ہیں ان کے نزدیک بیرون ملک اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا حرام تو نہیں مکروہ ضرور ہے برخلاف اس کے سعید بن مسیّب اور حسن بصری اس کے قائل ہیں کہ آیت اپنے حکم میں عام ہے لہٰذا ذمی اور غیر ذمی میں فرق کرنے کی ضرورت نہیں پھر محصنات کے مفہوم میں بھی فقہا میں اختلاف ہے حضرت عمر کے نزدیک اس سے مراد پاک دامن عصمت مآب عورتیں ہیں اور اسی بنا پر وہ اہل کتاب کی آزاد منش عورتوں کو اس اجازت سے خارج قرار دیتے ہیں۔ یہی رائے حسنؒ، شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ کی ہے اور حنفیہ نے بھی اسی کو پسند کیا ہے بخلاف اس کے امام شافعی کی رائے یہ ہے کہ فقط لونڈیوں کے مقابلے میں استعمال ہوا ہے اس سے مراد اہل کتاب کی وہ عورتیں جو لونڈیاں نہ ہوں۔ (تفہیم القرآن جلد صفحہ ۴۴۷)

درج بالا تفصیلات کی روشنی میں یہ واضح ہوجاتا ہے کہ اہل کتاب کے ساتھ کھانا پینا حلال وحرام کو مدنظر رکھ کر جائز

ہے اوران کی پاک دامن عورتوں سے نکاح بھی جائز ہے اس کائنات میں فقط اسلام ہی وہ مذہب ہے جو مذہبی رواداری کا علمبردار ہے اسلام تمام غیر مسلموں کو چاہے وہ کسی ریاست کے باشندے ہوں یا کسی خودمختار مملکت کے باشندے ہوں اپنی مذہبی تعلیمات پرعمل کرنے کی مکمل آزادی فراہم کرتا ہے بلکہ ان کی عبادت گاہوں کی حفاظت کو مساجد کی حفاظت سے زیادہ مقدم سمجھتا ہے۔اس کا ذکر قرآن پاک میں یوں ہے۔

ولولادفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صومع وبيع وصلوت ومسجدفيهااسمالله كثيرا

اور اگر خدا ان لوگوں کو ایک کو دوسرے سے دفع دور نہ کرتا رہتا تو گرجے اور یہودیوں کے عبادت خانے اور مجوس کے عبادت خانے اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے کب کے کب ڈھا دیے گئے ہوتے اور جو شخص خدا کی مدد کرے گا خدا بھی البتہ اس کی مدد ضرور کرے گا بے شک خدا ضرور زبردست غالب ہے۔(سورۃ حج آیت ۴۰)

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی ابتدائی جنگوں میں مسلمانوں نے نہتے شہریوں، بوڑھوں اور بچوں اور عورتوں کی ہمیشہ حفاظت کی کسی مذہب کے پجاریوں، پروہتوں اور راہبوں پر تلوار نہ اٹھائی اور نہ کسی عبادت گاہ کو مسمار ہونے دیا کیونکہ ان جنگوں کا مقصد انسانوں کی آزادی کو بحال کرانا تھا نہ کہ کمزوروں اور مفتوحہ علاقے کے باشندوں کا استحصال، فلسطین کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ بذات خود وہاں پہنچے ان کے ساتھ کوئی حفاظتی فوجی دستہ نہ تھا ایک ہی اونٹ پر وہ اور ان کا ملازم باری باری سفر کرتے رہے حضرت عمرؓ عیسائی بشپ کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ نماز کا وقت آ گیا اور آپ نے بشپ سے باہر جا کر نماز ادا کرنے کی اجازت چاہی لیکن بشپ نے گرجا ہی میں نماز ادا کرنے کی پیشکش کی۔حضرت عمرؓ نے جواب دیا ٹھیک ہے ہم خدا کی زمین پر ہر جگہ نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرے اس عمل سے آئندہ زمانے میں مسلمان اس گرجے کو مسجد میں تبدیل کرنے کا جواز نہ پیدا کر لیں۔ (خلیفہ عبدالحکیم اسلام اور مذہبی رواداری نقوش رسول ﷺ نمبر صفحہ ۶۶۹ جلد ۳)

اس سے اسلام کی صحیح ہیت سامنے آجاتی ہے کہ اس کا مقصد تمام عقائد و ادیان کی آزادی کو بحال کرنا تھا نہ کہ دوسروں کی آزادی پر ڈاکہ ڈالنا اور ان پر غاصبانہ قبضہ کرنا خلیفہ عبدالحکیم اسی مضمون کے ضمن میں ایک روایت تحریر کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک عیسائی وفد کے اراکین کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دی اس پر انہوں نے کہا کہ ہماری اس عبادت میں موسیقی اور غنون وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ آپ کے خیال میں یہ چیز مسجد میں جائز نہ ہو لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے ان کو ان کے طور سے نماز ادا کرنے کی اجازت دی۔

رسول ﷺ خدا کے اس عمل سے یہ ظاہر ہے کہ اسلام تمام شریعتوں کا احترام کرتا ہے اور لوگوں کو ان کی شریعتوں کے مطابق عبادت کی مکمل آزادی دیتا ہے قرآن مجید میں مختلف شریعتوں کے وجود کے بارے میں ان الفاظ میں ذکر موجود ہے۔

...لکل جعلنامنکم شرعته ومنهاجاط...

اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے واسطے (حسب مصلحت وقت) ایک شریعت اور خاص طریقہ مقرر کر دیا اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک ہی (شریعت کی) امت بنا دیتا مگر مختلف شریعتوں سے خدا کا مقصود یہ تھا کہ جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں تمہارا امتحان کرلے پس تم نیکیوں میں لپک کر آگے بڑھ جاؤ۔۔۔ (سورۃ المائدہ آیت ۴۸)

اسلام دیگر مذاہب کے لوگوں کو زبردستی دین میں شامل کرنے کے خلاف ہے اور قرآن میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ لا اکرہ فی الدین گویا اسلام نے غیر مبہم الفاظ میں دوسرے ادیان کا پوری آزادی کے ساتھ رہنے کا بنیادی حق تسلیم کیا ہے اسلام بین الاقوامی امن عامہ کو بڑی اہمیت دیتا ہے اور اس ضمن میں دیگر اقوام و مذاہب سے ہونے والے معاہدوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اسلام حتی المقدور جنگ و جدل سے بچنے کی تلقین کرتا ہے لاور احکام اسلامی میں سے یہ بھی ہے کہ اگر کوئی نہ لڑنا چاہے تو اس سے مت لڑیں اور صلح کرلیں یہی نہیں بلکہ اسلام طے شدہ معاہدوں کی پاسداری کا حکم دیتا ہے۔

ذیل میں چند آیات قرآنی اور نبوی ﷺ کے چند واقعات کو زیر قلم لاکر یہ دیکھیں گے کہ ان معاہدوں اور صلح ناموں کی حقیقت کیا ہے ان کے اسباب و علل اور ثمرات کیا ہیں۔

سورۃ انفال آیت ۶۱: وان جنحو اللسلم فاجنح لهاوتوکل علی الله ط انه هو السمیع العلیمo

ترجمہ: اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی جھکو اور اللہ بھروسہ رکھو بیشک وہی سنتا اور جانتا ہے۔

سورۃ انفال آیت ۷۲: ''بے شک جو ایمان لائے اور اللہ کے لے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے لڑے اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اور وہ جو ایمان لائے اور ہجرت نہ کی ان کا ترکہ کچھ نہیں پہنچتا جب تک ہجرت نہ کریں اگر وہ دین میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر مدد دینا واجب ہے مگر ایسی قوم پر کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے اور اللہ تمھارے کام دیکھ رہا ہے''۔

سورۃ توبہ آیت ۴: الا الذین عهدتم من المشرکین ثم لم ینقضو کم شیاء ولم یظاهروا علیکم احدا فاتمو اليهم عهدهم الی مدتهم ط ان الله یحب المتقین.

''مگر وہ مشرک ہیں جن سے تمھارا معاہدہ تھا پھر انہوں نے تمہارے عہد میں کچھ کمی نہیں کی اور تمھارے مقابل کسی کو مدد نہیں دی تو ان کا عہد ٹھہری ہوئی مدت تک پورا کرو بے شک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے''۔

ان مندرجہ بالا آیات کی روشنی میں یہ امر واضح ہے جو اقوام صلح پسند ہوں اور فتنہ پرور نہ ہوں اگر وہ صلح کرنا چاہیں تو ان سے صلح کر لینی چاہیے تا کہ یہ کرۂ ارض فتنہ و فساد سے بچی رہے اور اس عہد کو پورا کرنا چاہیے جب تک مد مقابل اپنے عہد

پر قائم رہے یہی نہیں ان اسے اچھا برتاؤ کرنے کی تلقین کی گئی ہے سورۃ ممتحنہ کی آیت ۸ میں ارشاد خداوندی ہے

''اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہ نکالے کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان کے ساتھ انصاف کا برتاؤ برتو بیشک انصاف کرنے والے اللہ کو محبوب ہیں۔''

اسی طرح سورۃ نساء آیت ۹۰ میں ارشاد گرامی ہے:

مگر وہ جو ایسی قوم سے علاقہ رکھتے ہیں کہ تم میں ان میں معاہدہ ہے یا تمھارے پاس یوں آئے ہیں کہ ان کے دلوں میں سکت نہ رہی ہو کہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں اور اللہ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر قابو دیتا تو بیشک تم سے لڑتے پھر اگر وہ تم سے کنارہ کریں اور نہ لڑیں اور صلح کا پیغام ڈالیں تو اللہ تمھیں ان پر کوئی راہ نہیں رکھی۔

مندرجہ بالا آیت سے معاہدے کی پاسداری کی اہمیت کا خوب اندازہ لگایا جا سکتا ہے مولانا مودودی اس آیت کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی واجب القتل منافق کسی ایسی کافر قوم کی حدود میں پناہ لے لیں جس کے ساتھ اسلامی حکومت کا معاہدہ ہو چکا ہو تو اس کے علاقے میں ان کا تعاقب نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی یہ جائز ہوگا کہ دارالاسلام کا کوئی مسلمان کسی غیر جانبدار ملک میں کسی واجب القتل منافق کو ایسی کافر قوم کی حدود میں پائے اور اسے مار ڈالے اس میں احترام دراصل منافق کے خون کا نہیں بلکہ اس معاہدہ کا ہے جو مسلمانوں کا اس قوم کے ساتھ ہوا ہے۔ اب دیکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے مختلف قبائل جن میں فقط اہل کتاب ہی شامل نہیں تھے بلکہ مشرک قبائل یہاں تک مشرکین مکہ بھی شامل تھے جنہوں نے آپ ﷺ کو بہت زیادہ تکالیف دیں اُن سے جو معاہدے کیے ان کی نوعیت کیا تھی ان سے اسلام اور انسانیت کو کیا ثمرات ملے ان معاہدوں میں سے ایک معاہدہ قوم یہود سے طے پایا جس کو ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس طرح نقل کیا ہے۔

۱۔ اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے قائم چلا آتا ہے اب بھی قائم رہے گا۔

۲۔ یہود کو مذہبی آزادی ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔

۴۔ یہود یا مسلمان کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

۵۔ کوئی فریق قریش کو امداد نہ دے گا (شبلی نے امداد کی جگہ امان لکھا ہے)۔

۶۔ کسی دشمن سے ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔

اس طرح بنی ضمرہ سے بھی حضور ﷺ نے معاہدہ کیا جس کے الفاظ درج ذیل ہیں۔ یہ محمد ﷺ کی تحریر ہے۔ بنو ضمرہ

کے لے ان لوگوں کا جان اور مال محفوظ رہے گا اور جو شخص ان پر حملہ کرے گا اس کے مقابلے میں ان کی مدد کی جائے گی بجز اس صورت کے کہ یہ لوگ مذہب کے مقابلے میں لڑیں اور پیغمبر خدا ان کی مدد کیلئے بلائیں گے تو یہ مدد کو آئیں گے۔

حضورﷺ نے اہل کتاب کے علاوہ مشرکین مکہ کے ساتھ ایک معاہدہ طے کیا جس کی اکثر اشقاق مسلمانوں کے خلاف تھیں جس کی وجہ سے کئی جلیل القدر صحابہؓ نے اعتراض کیا لیکن آنخضرت کی تابعداری میں قبول کرنا پڑا اس معاہدہ کا ترجمہ ڈاکٹر حمید اللہ نے الوثاق السیاسیہ (مطبوعہ مصر) میں دستاویز نمبر ۱۱ کے حوالے سے یوں تحریر کیا ہے۔

ا۔ تیرے نام سے اے اللہ۔ ۲۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو محمد بن عبداللہﷺ اور سہیل بن عمرو میں طے ہوا۔ ۳۔ ان دونوں نے اس بات پر صلح کر لی ہے کہ دس سال تک جنگ روک دی جائے جس دوران میں لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے رکے رہیں۔ ۴۔ یہ کہ محمدﷺ کے ساتھیوں میں سے جو حج یا عمرے یا تجارت کیلئے مکہ آئے تو اس کی جان و مال کا امان ہوگا اور قریش کا جو شخص مصر یا شام (بارو ایت ابوعبیدہ عراق یا شام) جاتے ہوئے مدینے سے گزرے تو اسے جان و مال کا امان ہوگا۔ ۵۔ یہ کہ قریش کا جو شخص اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر محمدﷺ کے پاس آئے گا تو آپﷺ اسے ان کے سپرد کر دیں گے اور محمدﷺ کے ساتھیوں میں سے جو شخص قریش کے پاس آ جائے گا وہ اسے آپﷺ کے سپرد نہیں کریں گے۔ ۶۔ یہ کہ ہم میں سینے باہم بند رہیں گے (جن میں باہر سے کوئی غداری داخل نہ ہوگی) اور نہ تو خفیہ کسی کو مدد جائے گی اور نہ اعلانیہ خلاف عہد دغا کریں گے۔ ۷۔ یہ کہ جو محمدﷺ کے معاہدہ اور ذمہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کرے گا (اس پر قبائل خزاعہ نے اٹھ کر کہا کہ ہم محمدﷺ کے معاہدہ اور ذمہ داری میں داخل ہوتے ہیں اور بنی بکر نے کہا ہم قریش کے معاہدہ اور ذمہ داری میں شریک ہونا چاہتے ہیں۔ ۸۔ یہ کہ تو اس سال ہمارے پاس سے واپس چلا جائے اور ہمارے پاس مکہ نہ آئے البتہ سال آئندہ ہم لوگ باہر چلے جائیں گے اور تو اور تیرے ساتھی وہاں مکے میں داخل ہو کر تین راتیں ٹھہر سکیں گے تیرے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا یعنی تلوار میان میں پڑی ہوئی اس کے علاوہ کوئی اور ہتھیار لے کر وہاں نہ آ سکے گا۔ ۹۔ یہ کہ قربانی کے جانور یہیں رہیں گے جہاں ہم نے ان کو پایا (حدیبیہ میں) اور ان کو حلال کر دیا جائے گا اور ان کو ہمارے پاس (مکہ قربانی کیلئے) نہیں لایا جائے گا اور صراحت کہ ہمارے اور تمہارے حقوق اور واجبات برابر کے ہوں گے اس معاہدہ میں مشرکین مکہ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ باسمک اللھم اور محمد الرسولﷺ کی جگہ محمد بن عبداللہ لکھوایا اس کی شق نمبر ۵ ظاہری سے مساویانہ نہ تھی نہ ہی مسلمانوں کو عمرہ کرنے دیا اور نہ ہی ان کو قربانی مکہ میں کرنے دی لیکن ان تمام حقائق کے باوجود اصلاً مسلمانوں کو اس کا بہت زیادہ فائدہ ہوا مسلمانوں کو دس سال کا وقت میسر ہوا کہ وہ اپنے آپ کو مزید بہتر طریقے سے تیار کر سکتے تھے اس کے ساتھ مسلمانوں کو موقع ملا کہ وہ مشرکین مکہ کی طرف سے عدم مداخلت و مبارزت کی وجہ سے دیگر قبائل و

یہود کی سرکوبی کر سکیں یہی وجہ ہے کہ سورۃ مبارکہ الفتح کی پہلی پہلی آیات میں اس صلح کو فتح مبین اور نصر عزیز کہا گیا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے جس جماعت یا فرد کے ساتھ کوئی معاہدہ کیا خود اس کی پابندی کی اور اپنے پیروؤں سے بھی اس پر پوری دیانتداری کے ساتھ عمل کروایا صلح حدیبیہ اس ضمن میں فقید المثال ہے اس کی اس شق کے تحت جس میں تھا کہ اگر کوئی مکہ سے فرار ہو کر مدینہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ اسے واپس کر دیں گے اور اگر کوئی مسلمانوں میں سے فرار ہو کر مکہ چلا جائے تو قریش اسے واپس نہیں کریں گے بظاہر یہ شق غیر مساویانہ تھی ابو بصیر جنہیں صاحب عیص بھی کہا جاتا ہے مکہ سے فرار ہو کر مدینہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ نے اہل مکہ کے دو ایلچیوں کے ہمراہ انہیں واپس جانے کا حکم دیا۔ ابو بصیر نے تعمیل ارشاد کی جب تینوں ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو ابو بصیر نے حیلہ سے اپنے ایک محافظ کی تلوار پر قبضہ کر کے اسے ختم کر دیا اور پھر بھاگ کر رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا تم بڑے لڑاکے ہو اگر دوسروں کے ہمراہ بھی تھوڑے آدمی ہوتے تو فریقین میں جنگ چھڑ جانا مشکل نہ تھا قریش کا دوسرا آدمی بدحواسی کی حالت میں رسول اکرم ﷺ کے پاس شکایت لے کر پہنچا یہ رنگ دیکھ کر ابو بصیر چپکے سے نکل گئے اور عیص کے مقام پر جا کر مقیم ہو گئے یہ واقعہ مشہور ہوا اور اہل مکہ میں سے اس ضمرے کے اور لوگوں نے بھی عیص کا رخ کیا اور وہاں جا کر آباد ہو گئے اس طرح وہاں گویا مجاہدین کی نو آبادی بن گئی جو قریش کے قافلوں کیلئے خطرہ بن گئی چنانچہ قریش نے خواس معاہدہ کی اس شق سے دستبرداری دے دی اور عیص والے مدینہ آ گئے۔

آپ ﷺ نے شمالی قبائل کی طرف قاصد بھیجے اور بعض شمالی قبائل سے معاہدے بھی کیے مثلاً جہینہ، فزارہ، ایلہ اور عزرہ وغیرہ یہی وجہ کہ فتح مکہ کے موقع پر سلیم، غفار، مزینہ، جہینہ، ضمرہ، لیث، سعد بن بکر اور اشجع جیسے اہم معزز قبائل بھی آنحضرت ﷺ کی مہم میں شامل تھے۔ یہ آپ ﷺ کی خارجہ پالیسی کی بہت بڑی کامیابی تھی آپ ﷺ کو معلوم تھا کہ کون سا قبیلہ کس کا دشمن ہے جس کے حصول کیلئے آپ ﷺ جغرافیائی حدود کو پھلانگ کر ساری دنیا کو اشتراک عمل کی دعوت دینا چاہتے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے کفار اور مشرکین اور دشمنوں سے بھی ایفائے عہد کی تلقین کی یہاں تک کہ قدرتی آفات میں ان کی مدد بھی کی جب اہل مکہ قحط سالی کا شکار ہوئے تو آپ ﷺ نے پانچ سو اشرفیاں مکہ کے سردار ابو سفیان کو بھیجیں کہ مکہ کے فقرا میں تقسیم کر دے آنحضرت ﷺ کے اس عمل سے مکہ میں بیسیوں بہی خواہ پیدا ہو گئے۔

جنگ بدر کے موقع پر حضرت حذیفہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت نہ کی اور اس عظیم فیض سے محروم رہے وہ خود اپنی محرومیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ اور ان کا دوست حضرت جبل مدینے سے اس نیت سے نکلے کہ جنگ بدر میں شرکت کیلئے آنحضرت ﷺ سے جا ملیں اتفاقاً ان کی مڈبھیڑ قریش کی ایک جماعت سے ہو گئی انہوں نے ان سے پوچھا کہ وہ کہاں جا رہے ہیں کیا وہ محمد ﷺ جانب جا رہے ہیں جس سے وہ خوف زدہ ہو گئے اور کہا کہ نہیں وہ مدینہ کی

جانب جارہے ہیں مشرکین نے ان سے وعدہ لیا کہ اگر وہ انہیں چھوڑ دیں وہ محمد ﷺ کی مدد کو نہیں جائیں گے اور ان کے خلاف جنگ نہیں کریں گے انہوں نے اقرار کرلیا اور آزاد ہو گئے وہاں سے روانہ ہو کر رسول ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور واقعہ بیان کیا اور جنگ میں شمولیت کی اجازت چاہی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: نہیں تم لوگوں نے ان کے ساتھ عہد و پیمان کیا ہے اور تمہیں اسے بھول نہیں جانا چاہیے تو جاؤ اور اپنے وعدے پر قائم رہو یہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے بعثت نبوی سے پہلے طے پائے جانے والے حلف الفضول کے بارے میں فرمایا کہ اس کی آج بھی وہی قدر و قیمت ہے جیسے پہلے تھی جس میں یہ طے ہوا تھا کہ مظلوموں کی امداد و دادرسی کی جائے گی اور اس کی مدد پر کھڑے ہو جائیں گے چاہے وہ مظلوم مکہ کا رہنے والا ہو یا دوسرے لوگوں میں سے وہاں آیا ہو اور ظالم کا مقابلہ کیا جائے گا یہاں تک کہ وہ مظلوم کو اس کا حق پھیر دے آنحضرت ﷺ نے فرمایا عبداللہ بن بدعان کے گھر حلف کے وقت میں موجود تھا اس کے بدلے میں بہت سارے سرخ اونٹوں کے ملنے کو بھی پسند نہ کروں گا (یعنی بڑی سے بڑی دولت اس کا معاضہ نہیں ہو سکتی) اس معاہدے کی رو سے کوئی اسلام میں بھی دعویٰ ہو تو ضرور اس کو قبول کرلوں گا۔ یہاں ارشاد یہ نہیں ہو رہا کہ کافروں مشرکوں اور بے دینوں کے کسی حلف، کسی معاہدے کی کوئی قدر نہیں یا اس کا کوئی اعتبار نہیں زمانہ جاہلیت کے ساتھ اس کا وہ معاہدہ بھی گیا بلکہ ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ (وہ معاہدہ آج بھی وہی قیمت) وہی اہمیت رکھتا ہے جو زمانہ جاہلیت میں اس کی تھی اور میں آج اس کے پورے نفاذ پر تیار ہوں۔

حضور اکرم ﷺ کی تعلیمات سے یہ چیز بالکل واضح ہے کہ نیکی ہر صورت قابل قدر ہے اور عہد ہر صورت قابل احترام ہے بلا لحاظ اس کے کہ ان کے عامل کن عقیدوں اور مذاہب کے ہیں مسلمان اگر اس حقیقت کو دل میں اتارلیں تو غیر مسلموں کے ساتھ نیکی و بھلائی خوش چلنی اور رفاہ عامہ کے کاموں میں تعاون کی راہ کتنی آسان ہو جاتی ہے یہ چیزیں آنحضرت ﷺ نے عملاً کر کے بھی دکھائیں یہی نہیں بلکہ صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کی سیرت پر عمل کیا صدقہ وخیرات کے معاملہ میں گو فقرا اور مساکین میں سے مسلمانوں کی ترجیح ایک قدرتی بات ہے تاہم حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں غیر مسلم ذمی مسکینوں کے حق کو بھی تسلیم کیا ہے قاضی ابو یوسف نے کتاب الخراج میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے دیکھا کہ ایک بوڑھا جو اندھا بھی تھا ایک دروازے پر کھڑا بھیک مانگ رہا ہے حضرت عمرؓ نے پیچھے سے اس کے کندھے پر ہاتھ مارا اور پوچھا تم کو بھیک مانگنے کی ضرورت کیا پڑی اس نے کہا جزیہ ادا کرنے اور اپنی ضرورت پوری کرنے اور اپنی اس عمر کے سبب بھیک مانگتا ہوں حضرت عمرؓ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو گھر لائے اور اپنے گھر سے اس کو کچھ دیا پھر اس کو بیت المال کے خزانچی کے پاس بھیجا اور کہلوایا کہ اس کو اس جیسے لوگوں کو دیکھو خدا کی قسم ہم انصاف نہیں کریں گے اگر ہم اس کی جوانی کی کمائی تو کھائیں اور اس کے بوڑھے ہونے پر اس کو چھوڑ دیں قرآن میں صدقہ کی اجازت فقرا اور مساکین کیلئے ہے فقرا تو ہی ہیں جو مسلمان ہیں اور

یہ لوگ مساکین اہل کتاب میں سے ہیں ان سے جزیہ نہ لیا جائے۔ (کتاب الخراج صفحہ ۷۲ طبع مصر قاضی ابو یوسف)

اسلام کا یہ عام فیصلہ ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ دوسرے عام صدقے غیر مسلموں کو دیے جا سکتے ہیں آنحضرت ﷺ نے ایک یہودی خاندان کو صدقہ دیا ام المومنین حضرت صفیہؓ نے اپنے دو یہودی رشتہ داروں کو تیس ہزار مالیت کا صدقہ دیا امام مجاہد نے مشرک رشتہ دار کے قرض کو معاف کرنے کو ثواب کا کام بتایا ہے۔(سیرت النبی ﷺ جلد ششم صفحہ ۳۰۰ سید سلیمان ندوی)

مذکورہ بالا تمام آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ اور سیرت طیبہ کے نمونوں اور صحابہ کی روش سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس کائنات کو امن و آشتی سے معمور کر دیں اور فتنہ و فساد کی بیخ کنی کریں انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے تمام اقوام عالم سے مل کر مشترکہ جدوجہد سے انسانیت کو بدبختی و ذلالت سے نجات دلائیں غربت و افلاس کے خاتمہ کیلئے کوشش کریں اور باہمی اتحاد و تعاون اور یکجہتی کو فروغ دیں تا کہ انسانیت کی فلاح ممکن ہو سکے۔

اگر زمانہ بعثت کو دیکھا جائے اور آج کے حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ حالات کوئی زیادہ بہتر نہیں بلکہ اگر یوں کہا جائے تو بے جان ہوگا کہ اب حالات پہلے سے زیادہ گھمبیر ہو چکے ہیں اس وقت اگر قریش مکہ یہودیوں اور دیگر قبائل کے ساتھ مل کر اسلام کیخلاف سازشیں کر رہے تھے اور مل کر مختلف جنگوں میں حصہ لیتے تھے تو آج بھی کئی اقوام مل کر اسلام کے خلاف سازشوں کا جال بن رہی ہیں آج اس سائنس اور ٹیکنالوجی کے دور میں استعمار ہمارے اوپر نگاہ جمائے بیٹھا ہے اور ہماری ہر حرکت کو بذریعہ سیٹلائٹ و دیگر آلات دیکھ رہا ہے اور ایک ایسی گھناؤنی سازش تیار کر رہا ہے جس کی وجہ سے آج مغرب اور یورپ میں اسلام کو دہشت گردی اور بنیاد پرستی کا نمونہ بنا کر پیش کیا جا رہا ہے اور عالمی سطح پر مسلمانوں کو تنہا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

9/11 اور ۷/۷ کے بعد کے حالات ہمارے سامنے ہیں دنیا میں ہونے والی ہر دہشت گردی کو اسلام سے وابستہ کیا جاتا ہے اس میں قصور کسی اور کا نہیں بلکہ ہمارا ہی ہے ہم نے بنیادی تعلیمات اسلامی سے روگردانی کی اور اگر یہ کہیں کہ ہم ایک حد تک اپنے دین سے منحرف ہو چکے ہیں تو بے جا نہ ہوگا اہل دنیا ہمیں بنیاد پرست کہتے ہیں مگر میں کہتا ہوں ہم تو بنیاد پرست ہیں ہی نہیں کیونکہ اسلام کی بنیادیں تو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، عشر، عدل و مساوات، امن و سلامتی والا معاشرتی نظام وغیرہ ہیں اور ہم نہ ہی فلسفہ نماز روزہ سے واقف ہیں اور نہ ہی فلسفہ زکوٰۃ و خمس سے واقف ہیں ہم نے اللہ کے سوا کئی اور معبود بنا رکھے ہیں اللہ کے مقابلے میں غیر اللہ اور خاندانی رسم و رواج کے سامنے سر تسلیم خم ہیں اور آواز اقبال سے بھی غافل ہیں کہ فقط ایک سجدہ ہزار ہا معبودوں کے سامنے جھکنے سے بچاتا ہے روزہ صبر و قناعت کا درس دیتا ہے اور ہم گرانی کی تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر ہمیں فخر کرنا چاہیے لیکن ہماری بے عملی اور تنگ نظری کی وجہ سے بچاتا ہے روزہ صبر و قناعت

کا درس دیتا ہے اور ہم گرانی کی تمام حدود کو پھلانگ جاتے ہیں یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر ہمیں فخر کرنا چاہیے لیکن ہماری بے عملی اور تنگ نظری کی وجہ سے اسلام پہ کاری ضرب پڑ رہی ہے۔ الغرض بہت سارے زخم ایسے ہیں جو ناسور بن چکے ہیں ان کا علاج بہر حال ضروری ہے بہت سارے لوگ اسلام کا نام استعمال کر کے معصوم لوگوں کی جانوں سے کھیل رہے ہیں ہو سکتا ہے کہ میری بات کسی کو ناگوار محسوس ہو لیکن اس تلخ حقیقت کا سامنا کرنا ضروری ہے جس کو لوگ حکم جہاد سے موسوم کرتے ہیں جہاد ایک مقدس فریضہ ہے جس سے انسانیت کو ظلم و جور سے نجات دلائی جاتی تھی آج ہم اس اہم اور حساس دینی فریضہ کو غلط استعمال کر رہے ہیں چند مخصوص عناصر استعمال ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں جن کا منصوبہ یہ ہے کہ پہلے مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر کمزور کر دیا جائے اور مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیا جائے اور ان کے باہمی تعاون کو ختم کر دیا جائے اور پھر اسلام کو دنیا کے مقابلے میں لا کر کھڑا کر دیا جائے وہ بنیادی منصوبہ تھا جس میں دشمن کامیاب ہو چکا ہے مسلمان اپنے ہی مسلمان بھائی کو جہاد کے نام پر قتل کر رہا ہے جب ملت اتنی کمزور ہو چکی کہ مقابلہ ممکن نہ ہو تو اس منصوبے کے دوسرے حصے پر بھی عمل کرنا شروع کر دیا گیا اور اسلام کو اقوام عالم کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا ہے ایسی صورت میں ہماری کیا ذمہ داری بنتی ہے؟ ہمیں اس کو محسوس کرنا چاہیے اور اسلام کو اس ٹکراؤ سے بچانا چاہیے اسلام کے اصل تشخص کو اجاگر کرنا چاہیے اور اسلام کے امن وسلامتی، صلح باہمی اور انسانی برادری کے پیغام کو عام کرنا چاہیے۔

فلسفہ جہاد کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے کہ ان آیات قرآنی اور احادیث کا مجموعی جائزہ لیا جائے جن میں جہاد و قتال کا حکم اور شرائط موجود ہیں سب سے پہلا حکم جہاد سوة مبارکہ حج کی آیت ۴۰، ۳۹ میں موجود ہے اس کے علاوہ سورۃ البقرۃ آیت ۱۹۰، ۱۹۴، سورۃ النساء آیت ۷۵، ۷۶، سورۃ توبہ آیت ۱۲، سورۃ البقرہ آیت ۱۹۱، ۱۹۵ اور سورۃ نحل آیت ۱۲۶ اور دیگر آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ سے یہ ظاہر ہے کہ جہاد ان لوگوں سے کیا جاتا ہے جو مسلمانوں کو ستائیں ان پر ظلم کریں مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال دیں مسلمانوں سے لڑیں اور اس کے ساتھ ساتھ مجبور و بے بس لوگوں کی مدد کیلئے جہاد ضروری ہے لیکن اس میں بھی اس چیز کا خیال رکھا گیا ہے کہ وہ جس قدر زیادتی کریں اس قدر ان کا مقابلہ کیا جائے لڑائی میں زیادتی نہ کی جائے اسلام میں بے گناہ انسانوں کے قتل کی مذمت کی گئی ہے اور ایک انسان کے قتل کو انسانیت کے قتل کے مترادف خلاف کیا گیا ہے جس کا ذکر سورۃ المائدہ آیت ۳۲ میں موجود ہے دنیا میں نوع انسانی کی زندگی کا بقا اس پر منحصر ہے وہ صرف ایک ہی انسان پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل حیات انسانی کے احترام سے اور ہمدردی نوع کے جذبہ سے خالی ہے لہٰذا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے کیا نکہ اس کے اندر وہ صفت پائی جاتی ہے جو اگر تمام افراد انسانی میں پائی جائے تو پوری نوع کا خاتمہ ہو جائے اس کے برخلاف جو انسان کی زندگی کے قیام میں مدد کرتا ہے وہ درحقیقت انسانیت کا حامی ہے کیونکہ اس

میں وہ صفت پائی جاتی ہے جس پر انسانیت کی بقا کا انصار ہے لیکن انسانیت تو در کنار ہم اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو جہاد کے نام پر قتل کر رہے ہیں جس کے بارے میں رسول خدا ﷺ کا فرمان ہے کہ

''قسم اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تمام زمین و آسمان کی مخلوق ایک مومن کے قتل پر راضی ہو جائے تو اللہ ان سب کو ضرور داخل جہنم کرے گا حضور اکرم ﷺ کا ایک اور فرمان موجود ہے جس میں یہ کہا گیا ہے کہ اگر دو مسلمان ایک دوسرے پر تلوار کھینچ لیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مقتول جہنم میں کیونکر جائے گا فرمایا کہ اس کی نیت بھی مسلمان بھائی کو قتل کرنے کی تھی''

اسی طرح سورۃ النساء آیت ۹۲ میں مومن کے قتل سے منع کیا گیا ہے اور سورۃ انفال کی آیت ۴۶ میں آپس میں نہ لڑنے کی تلقین کی گئی ہے لیکن ہم خدا اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کی دانستہ و نادانستہ مخالفت کرتے ہوئے سامراجی ایجنڈے پر عمل کر رہے ہیں اور باہم دست و گریبان ہیں۔

آجکل کچھ عناصر قرآن مجید کی چند آیات کو بنیاد بنا کر اقوام عالم بالخصوص یہود و نصاریٰ سے نبرد آزما ہو رہے ہیں جن آیات اور احادیث کو وہ بنیاد بناتے ہیں ان میں آیات جہاد و قتال اور سورۃ النساء کی آیت ۱۳۹، ۱۴۴، سورۃ المائدہ آیت ۵۱، ۵۷، وغیرہ شامل ہیں جن میں یہودیوں، عیسائیوں اور کفار کو اپنا ولی اور پرست بنانے کی ممانعت کی گئی ہے۔

اسلامی احکامات ابدی ہیں یعنی قرآن و سنت کی رو سے جو چیز گزشتہ دور میں جیسی حیثیت رکھتی تھی آج بھی اس کی حیثیت ویسی ہی ہے اگر ان تمام آیات قرآنی اور احادیث نبوی ﷺ کو یکجا کیا جائے اور سنت نبوی ﷺ اور صحابہ کرام کی روش کے ضمن میں جائزہ لیا جائے تو یہ واضح ہو جائے گا کہ ان کا ہر قدم اسلامی تعلیمات کے عین مطابق اور اسلام کی سربلندی کے لئے تھا انہوں نے اگر جہاد کیا تو اسلام کی سربلندی اور انسانیت کو ظلم و جور سے نجات دلانے کیلئے اور اگر صلح کی اور معاہدے کیے تو وہ بھی اسلام کی سربلندی اور دفاع انسانیت کیلئے۔

قرآن اگر یہ کہتا ہے کہ خبردار کفار اور یہود و نصاریٰ کو اپنا سرپرست و ولی نہ بناؤ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان سے کسی طرح کا بھی کوئی تعلق قائم نہ کرو ان سے فلاح و بہبود انسانی کیلئے کوئی معاہدہ نہ کرو بلکہ قرآنی تعلیمات سے یہ واضح ہے کہ تعلقات برابری کی سطح پر قائم ہونے چاہئیں ایک دوسرے کے مذہب کا احترام کیا جائے لیکن ان ہی پر انحصار کر کے بیٹھ نہ جائیں کہ مسلمانوں کی کمان ان کے ہاتھوں میں آ جائے اور ہم ان کی تابعداری میں چلے جائیں بلکہ سب کے حقوق بین بین ہوں۔

دنیا میں تمام لوگ ایک جیسے نہیں ہوتے ان کے ساتھ اسی طرح سے پیش آنا چاہیے انہی لوگوں سے مل کر معاشرے

وجود پذیر ہوتے ہیں لہٰذا ان معاشروں کے ساتھ بھی ان کے رویے کے لحاظ سے برتاؤ کرنا چاہیے سورۃ آل عمران آیت ۱۱۳ تا ۱۱۵ میں ان یہود و نصاریٰ کے بارے اشارہ ہے کہیہ لوگ بھی سب کے س یکساں نہیں ہیں (بلکہ) اہل کتاب سے کچھ لوگ تو ایسے ہیں کہ (خدا کے دین) پر اس طرح ثابت قدم ہیں کہ راتوں کو خدا کی آیتیں پڑھا کرتے ہیں اور برابر سجدے کیا کرتے ہیں خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اچھے کام کا تو حکم کرتے ہیں اور بارے کاموں سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں ڈوڑ پڑتے ہیں اور یہی لوگ تو نیک بندوں سے ہیں اور وہ کچھ بھی نیک کریں گے اس کی ہرگز ناقدری نہ کی جائے گی اور خدا پرہیزگاروں سے خوب واقف ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیت ۶۹ میں بھی خداوند کریم کا اہل ایمان، یہود و نصاریٰ اور صابی کے اعمال کی حیثیت کے بارے میں فرمان یوں موجود ہے اس میں تو شک ہی نہیں کہ مسلمان ہوں یا یہودی صابی ہوں یا نصرانی (غرض کچھ بھی ہوں) جو خدا اور روز آخرت پر ایمان لائے اور اچھے (اچھے) کام کرے گا ان پر البتہ نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ آزردہ خاطر ہوں گے۔

اگر ان آیات قرآنی جو یہود و نصاریٰ سے تعلق نہ رکھنے سے متعلق ہیں اور جو آیات جہاد سے متعلق ہیں اور جو آیات ان سے تعلق رکھنے اور امن و صلح سے رہنے سے متعلق ہیں ان کا کلی جائزہ لیا جائے اور سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں دیکھا جائے یہ امر نہاں ہے کہ دنیا کو جائے امن بنایا جائے اور سورۃ آل عمران کی آیت ۶۴ کے نفس مضمون کے مطابق اہل کتاب کے ساتھ برابری کی سطح پر تعلقات استوار کیے جائیں ان کے ساتھ امن و صلح کے ساتھ رہا جائے بین المذاہب ہم آہنگی و یگانگت کو پروان چڑھایا جائے کیونکہ اسلام عمل سے پھیلا ہے یعنی اسلام امن و سلامتی اور پیار و محبت سے پھیلا ہے نہ کہ تلوار سے اور جب بھی تلوار اٹھی ہے دفاع میں اور باہمی معاہدوں کی خلاف ورزی پر اٹھی ہے جن میں سے بنو قینقاع نے معاہدہ توڑا اور شوال میں جنگ کرن کا اعلان کیا آنحضرت ﷺ ان کو سمجھانے کیلئے خود تشریف لے گئے مگر وہ نہ سمجھے اور ۱۵ دن کے محاصرے کے بعد صلح پر آمادہ ہوئے اس طرح بنو نضیر کی چھیڑ چھاڑ جب حد سے گزر گئی تو آنحضرت ﷺ نے معاہدہ کی تجدید چاہی جس پر بنی قریظہ آمادہ ہو گئے اور بنو نضیر پر سر مخالف رہے آخر پریشان ہو کر صلح پر آمادہ ہوئے اسی طرح قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی جس کے ردعمل کے طور پر مکہ فتح ہوا۔

آج ہم مختلف مذاہب کے درمیان پائے جانے والے متفرقات کو بنیاد بنا کر بین المذاہب انتشار کو جنم دے رہے ہیں کہیں عیسائی مشنریاں اپنے کام میں مشغول ہیں تو کہیں دیگر ادارے اس پکام پر مامور ہیں لیکن آج سے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ پہلے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا۔

قل یا اهل الکتب تعالو الیٰ کلمةٍ سوآءٍ بیننا بینکم ......

تو حالات تب بھی بہت گھمبیر تھے جب آپ ﷺ پہلی دفعہ مدینہ پہنچے جہاں کے باشندوں کی اکثریت نے آپ ﷺ کو دعوت دی تھی اور ان کی حفاظت کا ذمہ لیا تھا وہاں یہودیوں کی اقلیت بھی موجود تھی جو دولت اور زمین کی ملکیت کے لحاظ سے کافی با اثر تھے آنحضرت ﷺ نے ان کے ساتھ جس قسم کی معاہدہ کیا اس سے اسلام کی روح کا صحیح طور سے اندازہ ہوتا ہے انہیں اپنے عقائد و اعمال کی پیروی کرنے اور اپنے طریقہ زندگی کو آزادی سے ادا کرنے کا مکمل حق تسلیم کیا گیا اس کے علاوہ انہیں یہ یقین بھی دلوایا گیا کہ اگر ان کے مقدمے ان کے سامنے پیش ہوئے تو ان کا فیصلہ ان کی اپنی شریعت کے مطابق کریں گے لیکن انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کو تباہ کرنے کیلئے کفار مکہ سے ساز باز کرنا شروع کر دی انہوں نے مختلف طریقوں سے آنحضرت ﷺ کو شہید کرنے کی کوشش بھی کی آپ ﷺ نے ان کو یقین دلانے انتہائی کوشش کی کہ آپ ﷺ کا مقصد صرف ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے لائے ہوئے پیغام کی تکمیل ہے ان کی فراخدلی سے تعریف کی ان کی کتابوں کو الہامی اور ان کی تعلیمات کو نور و ہدایت اور حیات افزا قرار دیا اور ان کو خدائے واحد کے سچے پیغمبرؑ تسلیم کیا لیکن اس کا کوئی نتیجہ برآمد نہ ہوا یہودی ان سے یہ مطالبہ کرتے تھے کہ وہ پیچیدہ اسرائیلی قوانین کی مکمل پیروی کریں عیسائی ان سے تثلیث، اتاری اور کفارے کے عقیدوں کو تسلیم کرے کی توقع رکھتے تھے لیکن ان باتوں کو تسلیم کرنا آنحضرت ﷺ کی بنیادی تعلیمات اور اسلام کی اصلاحی تحریک کی روح کے منافی تھا اس کے باوجود آنحضرت ﷺ کی یہ خواہش تھی کہ یہ دو ملتیں جو توحیدی عقیدے کی حامل تھیں صلح امن اور آشتی کے ساتھ رہ سکیں کیونکہ ان تینوں میں کم از کم ایک چیز تو مترکہ ہے یعنی عقیدہ توحید ہمارے اور اہل کتاب کے درمیان عقیدہ توحید کی بنا پر کئی چیزیں مشترک ہیں قرآن وسنت کی روشنی میں ہم ان کے ساتھ کھا پی سکتے ہیں ان کی پاکدامن عورتوں کے ساتھ نکاح کر سکتے ہیں ان کو عمومی صدقات و خیرات دے سکتے ہیں قدرتی آفات میں ان کی مدد کر سکتے ہیں ان کے ساتھ دفاعی معاہدے اور دیگر معاشرتی معاہدے کر سکتے ہیں جبکہ اس کی کئی مثالیں آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ اور صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے ملتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم اس دور میں باہم تصادم ہونے کو ہیں؟

آجکل ان حالات میں اس الہٰی حکم کی تعمیل کی اشد ضرورت ہے کیونکہ اب تقریباً دنیا کی تمام اقوام اس کے حق میں ہیں کہ بگڑتے ہوئے حالات کو سنبھالنے کیلئے بین المذاہب ہم آہنگی ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ عالمی سطح پر مکالمہ بین المذاہب کی کوشش کی جارہی ہے کیونکہ موجودہ حالات میں کوئی بھی قوم دنیا میں رونما ہونے والے حالات و واقعات کا سامنا اکیلے نہیں کر سکتی لہٰذا باہمی متحدہ کوشش کی ضرورت ہے۔ تمام متفرقات کو پس پشت ڈال کر مشترکات کو پیش نظر رکھا جائے اور انسانیت کو درپیش مسائل کا حل ڈھونڈا جائے' اس میں سب سے زیادہ ذمہ داری ہمارے مسلمانوں کی ہے کیونکہ یہی وہ دین ہے جو سب سے زیادہ صبر و تحمل' پیار و محبت اور انسانیت کو درپیش مسائل کا حل ڈھونڈا جائے' اس میں سب سے زیادہ ذمہ داری

ہماری مسلمانوں کی ہے کیونکہ یہی وہ دین ہے جو سب سے زیادہ صبر وتحمل' پیار ومحبت اور امن وآشتی کا دین ہے' یہی اللہ کا سب سے پسندیدہ دین ہے اور کامل ترین دین ہے ہمیں دنیا کو رہنما بن کر دکھانا ہے ہم ہی وہ لوگ ہیں جو دیگر اقوام و مذاہب کے ساتھ مل کر ان چیلنجوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں تمام لوگ مل کر ہی انسانیت کو پیش آنے والے مسائل سے نبرد آزما ہو سکتے ہیں جس طرح سونامی' قطرینہ اور پاکستان میں آنے والے زلزلے میں تباہی ہوئی ہے اور اقوام عالم نے بلاتفریق مذہب وملت ایک دوسرے کی مدد کی ہے یہی وہ چیز ہے جس کا پیغام اسلامی تعلیمات اور سیرت نبوی ﷺ سے واضح ہے اس باہمی تعلق اور مصائب میں اقوام عالم کے درمیان اتحاد' یگانگت وہم آہنگی کو مزید فروغ دینے کی ضرورت ہے تاکہ انسانیت غربت وافلاس' بے روزگاری' تعلیم اور خواندگی کے مسائل اور معاشرتی ناہمواریوں سے نجات پا سکے اور یہ دنیا امن وآشتی کا گہوارہ بن سکے اور کوشش کریں کہ دنیا میں پھیلنے والی اس مذہبی منافرت کا قلع قمع کیا جائے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ دشمن سے مڈبھیڑ ہونے کی آرزو مت کرو (اگر ہو جائے تو صبر کرو) اور اللہ سے امن وسلامتی (ہر بلا سے بچانے) کی دعا کرتے رہو۔

لاتمنو القآء العدو وسلموا اللہ العافیة (صحیح بخاری جلد دوم صفحہ ۹۰۱)

"قل یا ھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواٗ بیننا وبینکم ۔ (۶۴/۳) کے حوالے سے

دورجدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصوراس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اوراسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

حافظ عطاالرحمٰن ۔وہاڑی

دورجدیدانسانی ترقی کا بام عروج ہے۔حضرت انسان نے اپنے لیےتعیشات وآسائشات کی ایک کھیپ تیار کی اس میں اضافہ ہی اضافہ ہورہا ہے۔امریکہ کے ساحل ہوں یا پاکستان کے دورافتادہ ودشوارگزارمقامات۔جونہی وہ کسی آفت سے دوچار ہوئے۔پوری انسانی بستی میں اس کی گونج سنائی دیتی ہے۔اور پھر ہرملک اور ہرفرداپنی اپنی بساط کے مطابق انسانی زندگی کے لئےمسیحابن جاتا ہے۔

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ لاسکتا نہیں محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہوجائے گی (علامہ اقبالؒ)

دوسری طرف عراق،فلسطین،سوڈان،کشمیر،چیچنیا،بوسنیااوردوسرے مسلم آبادی والے علاقے آہن وآتش کی بارش سے ملیامیٹ ہورہے ہیں۔نیزان علاقوں میں امن سکون کا فقدان اورانسان کی انسان کے خلاف لگائی گئی پابندیوں کا شکار ہیں۔انسانی ذہن کی یہ دورخی کیوں؟انسان ایک طرف مسیحادوسری طرف وحشی درندہ ہے۔ایک طرف تعمیروترقی کے لئے کمربستہ،دوسری طرف تخریب وبربادی پہ آمادہ،ایک طرف انسان کی فلاح وبہبودکاعلمبرداردوسری طرف بے رحم موت کا ہرکارہ۔یہ سب ہورہاہےاورہماری آنکھوں کے سامنے ہورہا ہے۔اس دورخی کے اسباب توبہت ہیں لیکن سب سے اہم سبب مذہبی عدم اتفاق ہے۔مذہب لغوی طور پرمصدراوراس کا معنی روش،طریقہ،اعتقاداوراصل ہےاس کی جمع مذاہب ہے مذہب کی بہت سےتعریفات کی گئی ہے۔

۱۔ E.B Tylor نے مذہب کی یہ تعریف کی ہے۔Religion means the life in spirtual benigs مذہب روحانی موجودات پرعقیدہ کا نام ہے۔

۲۔ مشہور فلسفی (Kant) لکھتا ہے"ہرفریضہ کوخدائی حکم سمجھا مذہب ہے۲۔قرآن مجید میں مذہب کی بجائے لفظ"دین ۳اور سبیل۴"،مستعمل ہے۔انگریزی میں مذہب کو(Religion) کہاجاتا ہے۔یہ لفظ لاطینی زبان سے ماخوذ ہے اس کا معنی پابندی،عقیدہ اورعبادت کا نظام ہے۔(۵)

۳۔ فرید وجدی نے مذہب کی سب سے جامع تعریف کی ہے جو جدید حالات سے ہم آہنگ ہے۔

مذہب ان معقول خیالات وتصورات کے مجموعہ کا نام ہے جن کا مقصد یہ ہے کہ تمام افراد انسانی رشتے میں منسلک ہو جائیں اور وہ جسمانی فائدوں سے اس طرح بہرہ یاب ہوں جس طرح قوت عقلیہ سے وہ ہدایت ورہنمائی حاصل کرتے ہیں مذہب نوع انسانی کے لیے ایک ابدی ضابطہ حیات ہے۔(۶)

مذکورہ بالا تعریفات اور لغوی بحث سے ثابت ہوا کہ مذہب انسان کی بنیادی ضرورت ہے اور اسی پہ ہی اس کی زندگی کا دارومدار ہے۔ نیز مذہب ہی کی بناپہ اس کی پسند اور ناپسند اور اس کے تعلقات فروغ پاتے ہیں۔ دور جدید میں خاص طور پہ اس امر کی ضرورت ہے کہ انسانوں کے درمیان جو مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں ان میں ہم آہنگی پیدا ہو سکے۔ اگر مذاہب عالم میں اتحاد اور یکجہتی فروغ پا جائے تو دنیا میں امن فروغ پا سکتا ہے ایک جائزے کے مطابق مختلف مذاہب کے پیروکاروں کی تعداد یہ ہے۔

۱۔	عیسائیت	دوارب
۲۔	مسلمان	ایک ارب تیس کروڑ سے زائد۔
۳۔	ہندومت	نوے کروڑ
۴۔	بدھ مت	دو کروڑ تیس لاکھ
۵۔	دیگر مذاہب یہودی پارسی وغیرہ	باون کروڑ
۶۔	ایسے لوگ جن کا کوئی مذہب نہیں۔	پچاسی کروڑ (۷)

مذہب کی بنیاد پر دنیا اس وقت سات بڑے گروپوں میں تقسیم ہے ہر گروپ کے اندر کئی چھوٹے گروپ ہیں جنہیں ہم ان مذاہب کے فرقے کہتے ہیں۔ آدمؑ سے آج تک مذاہب اور فرقے پیدا ہوتے رہے اور معدوم ہوتے رہے مذہب کی بنیاد پر انسانی زندگی میں جو غارت گری کا سلسلہ شروع ہوا وہ نہ رکا۔ اور نہ ہی یہ معلوم ہو سکا کہ اس کی ابتدا کب ہوئی؟ حقیقت یہ ہے کہ اس میں آئے دن تیزی پیدا ہو رہی ہے۔ ظہور اسلام کے وقت دنیا میں دو قسم کے مذہبی نظریات پائے جاتے تھے۔(۱) اہل کتاب (۲) مشرکین، لیکن ان دونوں گروہوں کو قرآن مجید کافر قرار دیتا ہے۔

"لم یکن الذین کفرو امن اھل الکتاب والمشرکین منفکین "(۸)

(اہل کتاب کے کافر اور مشرک لوگ باز رہنے والے نہ تھے)۔

لیکن قرآن مجید نے اپنے ماننے والوں کو تیسرا گروپ قرار دیا۔ قرآن مجید نے اہل کتاب کا ذکر تیس (۹) مقامات پر کیا ہے اور انہیں اہل ایمان کے ساتھ اتحاد کی دعوت دی اور اتحاد کی بنیاد بھی فراہم کی اور اسی بنیاد پہ آج عمل پیرا ہو کر مذاہب

عالم میں مذہبی اتحاد قائم ہوسکتا ہے۔ارشاد ہے۔

"قل یا ھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم"۔

(آپ کہہ دیجئے کہ اہل کتاب' ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے۔)

اہل کتاب سے اولاً یہود ونصاریٰ پھر مجوس، صابی اور دیگر مذاہب مُراد ہیں۔(شہرستانی) کے مشرکین اور وہ لوگ جو کسی الہامی کتاب کو نہیں مانتے ہیں۔(۱۱)

جب ہم مذاہب عالم کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان مذاہب کو اہل کتاب میں شمار کر سکتے ہیں۔(۱) یہودی حضرت یہ موسیٰؑ کے پیروکار ہیں۔(۲) عیسائی: حضرت عیسیٰؑ کے پیروکار ہیں۔(۳) صابی: خیال کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ حضرت نوحؑ کے دین پر ہیں۔(۱۲) پارسی: محققین ژند کو آسمانی کتاب سمجھتے ہیں۔(۵) ہندومت: صابئہ کا ایک فرقہ (۱۴)۔(۶) مجوس: اسلام، یہودیت اور عیسائیت کے سوا تمام مذاہب کو مجوس کہتے ہیں۔(۱۵)۔ (۷) اسلام: محمد ﷺ اور تمام انبیا پہ ایمان اور امت وسطاً کا نام۔ (۸) بدھ مت: مہاتما بدھ کے پیرو۔ (۹) سکھ مت: گرونانک کے ماننے والے(۱۷)۔ (۱۰) زرتشت مذہب: پیغمبر زرتشت کے ماننے والے(۱۸)۔ (۱۱) کنفیوشس مذہب: حکیم کنفیوشس کی تعلیمات پر عمل پیرا۔ (۱۲) جین مت: مہاویر سوامی کے ماننے والے(۱۹) نوٹ: مجوس اور پارسی مذہب صابئہ ہی کا ایک گروہ ہے۔

راقم کے خیال کے مطابق یہ ایک درجن مذاہب ہیں جنہیں ہم اہل کتاب کہہ سکتے ہیں ان تمام مذاہب کی بنیادی تعلیمات اور مقدس کتب افراط وتفریط اور تحریف سے خالی نہیں ہیں لیکن ان کا مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ توحید ان تمام میں مشترکہ تھی۔یعنی تمام مذاہب ابتدا میں توحید پرست ہی تھے بعد میں ان میں شرک یا مظاہر پرستی یا اور دوسری کوئی خرافات پیدا ہوئی۔اسلام کی تعلیمات اور مقدس کتب جو اپنی اصلی اور صحیح حالت میں موجود ہے ان کے مطابق اسلام کی ابتدا کلمہ طیبہ ہے اسلام کے بنیادی ارکان کی تعداد پانچ ہے (۲۰) (توحید آخرت فرشتے آسمانی کتابیں اور تمام انبیاء پہ ایمان) یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن مجید میں بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت حاصل ہے "تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض"(۲۱) (یہ رسول ہیں جن میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی)۔مقام ومرتبہ کے لحاظ سے انبیاء کے مراتب میں فرق ہے لیکن ان تمام کی نبوت کا اقرار ہمارا ایمان کا حصہ ہے۔"لانفرق بین احد من رسلہ"(۲۲) (اس کے رسولوں میں سے ہم کسی میں تفریق نہیں کرتے۔) ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اہل اسلام ان میں کوئی فرق نہیں کرتے کہ وہ کچھ انبیاء کو مانیں اور کچھ کو نہ مانیں۔بلکہ ان کے نزدیک تمام انبیاء راست باز نیکی پھیلانے والے، ہدایت دینے والے، ہدایت یافتہ، بھلائی کے راستے کی طرف رہنمائی کرنے والے ہیں

اگرچہ بعض انبیاء نے بعض کی شریعت کو اللہ کے حکم سے منسوخ کیا۔ یہاں تک کہ تمام شریعتیں خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین کی شریعت سے منسوخ ہوگئیں اور یہ شریعت قیامت تک کے لئے ہے۔ (۲۳) معلوم یہ ہوا کہ شریعت اسلامیہ تمام شریعتوں کی ناسخ ہے اور قیامت تک انسانیت کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام شریعتوں کی بنیاد توحید ہی ہے۔ اور اسلام نے بھی توحید ہی ہے۔ اور اسلام نے بھی توحید ہی کی بنیاد پر اہل کتاب کو اتحاد کی دعوت دی۔

اسلام اور توحید:

اسلام کی بنیاد ہی توحید پر ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

امن الرسول ...... والمؤمنون کل امن باللہ . (۲۴)

رسولؐ ایمان لایا...... اور تمام مومن بھی اللہ پر ایمان لائے۔ اسلام اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دیتا ہے کسی اور کی عبادت اسلام میں قطعاً حرام ہے۔ وقضیٰ ربک الا لعبدوا الا ایاہ (۲۵) اور تیرا پروردگار صاف صاف حکم دے چکا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ یہ مضمون قرآن وحدیث میں بکثرت موجود ہے۔

۲) صابئہ اور توحید:

یہ بات محقق ہے کہ صابئہ نوحؑ کی امت ہے جناب نوحؑ کا تذکرہ قرآن مجید کا تذکرہ قرآن مجید میں متعدد مقام پہ ہے۔ قرآن مجید نے نوحؑ کی دعوت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ ان اعبد و اللہ (۲۶) کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔

قرآن مجید کے علاوہ اس مذہب کا کوئی لٹریچر میسر نہیں ہے لیکن ڈاکٹر حمید اللہ نے نقوش میں اس مذہب کا ذکر کیا ہے کہ دورجدید کا صابی مذہب اس کتاب پر مبنی ہے جو نوحؑ پر نازل ہوئی۔ اس کتاب کا کوئی وجود نہیں ہے البتہ اس کے مندرجات کا لب لباب روایتی انداز میں محفوظ اور اس کے پیروکاروں میں مروج ہے...... المسعودی کے مطابق صابی اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ مکہ مکرمہ کا معبد (کعبہ) زحل کے زیر اثر ہے جس کے لغوی معنی دوام کے ہیں۔ (۲۷) محسوس یہ ہوتا ہے کہ صابئہ بیت اللہ کو اپنا قبلہ تصور کرتے ہیں جو توحید کی علامت ہے۔

ہندومت اور توحید:

قرآن مجید میں براہ راست ہندومت ربرہمنیت کا تذکرہ نہیں ہے لیکن یہودی سامری اور بچھڑے والا واقعہ اور جناب ابراہیمؑ کی ہجرت اور نکاح وغیرہ ایسے واقعات جو قرآن میں مذکور ہیں ہندوازم کی سب سے پرانی کتاب ''پران'' کے مندرجات بھی ان واقعات سے مماثلت رکھتے ہیں علاوہ ازیں سابقہ اوراق میں تحریر ہے کہ یہ صابئہ کا ایک گروہ ہے قرآن مجید

نے "وانہ لفی زبر الاولین" (۲۸) (اگلے نبیوں کی کتابوں میں بھی اس قرآن کا تذکرہ ہے) کا اعلان کر کے اس موضوع کو وسعت دی ہے ممکن ہے کہ "پران" بھی کوئی الہامی کتاب ہو۔

بہر حال برہمیت کے پجاری گو ایک خدا پر یقین رکھتے ہیں مگر وہ خدا کے مظاہر کی پوجا بھی کرتے ہیں۔ (۲۹) ویدوں کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ ابتدائی زمانے میں مظاہر فطرت اور مختلف ارواح کا تصور موجود تھا اور ان سے مدد طلب کی جاتی تھی آخری زمانے میں خدائے کائنات یعنی "پرجاپتی" یا "مالک مخلوقات" کا تصور پیدا ہوا۔ رگ وید میں ہے "لوگ اسے "اندر متر اورن" اور "اگنی" کہتے ہیں وہ آسمانی گرتمان ہے۔ جو ایک ہے دانا لوگ اسے بہت سے نام دیتے ہیں"۔ اس قسم کے منتروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وید کے زمانے میں لوگ تصور توحید کے قائل ہو چکے تھے۔ (۳۰)

سکھ مت میں توحید کا تصور:۔

سکھ مذہب کے بانی گرونانک کی پیدائش ۱۴۶۹ء میں تلونڈی لاہور کے قریب ہوئی۔ سکھ مذہب کے پانچویں گرو ارجن نے نانک کے فرمودات کو مدون کیا اور اس کا نام گرنتھ رکھا۔ سکھ مت اصل میں ہندوازم ہی کا ایک اصلاحی فرقہ ہے سکھ مذہب اسی بنا پہ اہل کتاب میں شامل ہے۔ نانک کی تعلیمات کا بنیادی محور ہندو مسلم اتحاد تھا وہ اپنے آپ کو مبعوث تصور کرتا تھا اس کا عقیدہ تھا صرف کائنات میں خدا ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور نانک خلیفۃ اللہ تعلیم حق دیتا ہے۔ گرونانک کا قول ہے۔

ہر جسم میں برہما نہاں ہے اور ہر ظرف میں نور ظہور اسی کا ہے۔ جو کچھ خدا کرتا ہے جان لو وہ تمہاری بہتری کے لئے کرتا ہے اس کے احکام پر عمل پیرا ہونا عقل مندی ہے ہمارے قلوب میں خدا کی عظمت اتنی ہونی چاہیے جو کچھ بھی وہ مالک الملک حکم دے اپنے پورے دل و دماغ سے اسے بجالائیں۔ اپنے آپ کو کھودو پھر تم اس شہنشاہ مطلق کو پالو گے اس کے سوا کوئی اور عقل کام نہیں آتی (۳۱)

گرونانک کی تعلیمات میں تدبر سے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی آیات توحید کی تفسیر کر رہا ہو۔ اس کی تعلیمات میں توحید کی جھلک بڑی واضح ہے لیکن ہندومت میں یہی توحید کا تصور کسی قدر مبہم انداز میں موجود ہے۔

بدھ مت اور تصور توحید:۔

اسلام کے ظہور کے وقت بدھ مذہب ہندوستان اور چین کا بڑا مذہب تھا قرآن وحدیث میں براہ راست اس مذہب کا کوئی تذکرہ نہیں ہے تاہم قرآن مجید کے جدید وقدیم کچھ مفسرین نے قیاس ظاہر کیا ہے کہ انجیر کا درخت جس کا ذکر (۹۵:۱) میں آیا ہے غالباً بڑ کے اس درخت کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کے نیچے مہاتما بدھ کو نروان حاصل ہوا تھا اس کی

جائے پیدائش کپل وستو کی وجہ سے غالباً ایک پیغمبر کو (ذوالکفل) کفل یعنی کپل سے آنے والا کا نام دیا گیا ہے قرآن میں اس پیغمبر کا نام دو مرتبہ آیا ہے۔(۳۳) مفتی احمد یار خان، نور العرفان، حاشیہ، کنز الایمان میں لکھتے ہیں۔ ذوالکفل حضرت یسع کے چچازاد اور بھائی ہیں صحیح یہ ہے کہ آپ نبی ہیں شام میں آپ کا قیام تھا۔(۳۴) مفسر ابن کثیر بروایت ابن ابی حاتم لکھتے ہیں: ذوالکفل تمام رات نماز پڑھتا تھا اور صبح کو روزہ رکھتا تھا علاوہ ازیں وہ نبی تھا یا نہیں اس میں اختلاف ہے (۳۵) حضرت ذوالکفل کے حالات کا مطالعہ اور ابن کثیر کے اس بیان میں مماثلت ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ ذوالکفل شاید وہی نبی ہو جسے ہندوستان میں گوتم بدھ کہا جاتا ہے۔ گوتم بدھ نے کوئی کتاب نہیں چھوڑی اس کے جو اقوال ہم تک پہنچے ہیں وہ اس کے چیلوں نے جمع کیے ہیں۔ بدھ کی تعلیمات کا بنیادی نقطہ نروان کا حصول ہے وہ اس بارے میں کہتا ہے" ہر برائی کی جڑ خواہش نفسانی ہے جب انسان خواہشات نفسانی کی سرکش اونٹنی کو اطاعت الہیٰ کی چھری سے ذبح کر دیتا ہے اور اپنے آپ کو اللہ کی صفات میں رنگ دیتا ہے تو وہ نروان حاصل کر لیتا ہے۔(۳۶) ثابت یہ ہوا کہ بدھ بھی اس توحید کا داعی تھا جو تمام انبیاءؑ کا بنیادی عقیدہ اور پہلا وعظ تھا۔

یہودیت میں توحید کا تصور:

قرآن مجید نے جس قدیم مذہب کو بالتفصیل بیان کیا وہ یہی ہے۔ یہودی خود کو ابراہیمؑ کے پیرو ثابت کرتے ہیں قرآن نے ان کے اس دعوے کی نفی کی ہے۔(۳۷) یہودیت ایک مسخ شدہ الہامی مذہب ہے اس کی بنیاد دو اجزا ہیں۔(۱) خدا کی وحدانیت (۲) بنی اسرائیل کی فضیلت۔ اس کا تذکرہ بھی قرآن میں موجود ہے (۳۸) یہودی یعقوبؑ کی اولاد ہیں جناب موسیٰؑ، داؤد اور سلیمان اس مذہب کے بڑے پیغمبر ہیں (۳۹) یہودی عقائد ایک یہودی فلسفی موسیٰؑ بن میمون نے اس طرح بیان کیے ہیں۔
(۱) وجود خداوندی پر ایمان (۲) خدا کی وحدت پر ایمان (۳) خدا کے دائم ہونے پر ایمان (۴) خدا کے غیر مادی ہونے کا تصور (۵) اس پر ایمان کہ عبادت صرف خدائے واحد کی کی جائے۔(۶) اس پر ایمان کہ خدا علیم وخبیر ہے۔(۴۰)

آپ ﷺ کے ظہور کے وقت یہودی آپ کی آمد کے منتظر تھے (۴۱) مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ یہودیت ایک خالصتاً الہامی مذہب تھا آپؐ کی آمد کا منتظر تھا اور آج بھی یہودی توحید پہ کاربند ہیں عقیدہ توحید اسلام نے بیان کیا ہو یا یہودیت کے زعما نے بیان کیا ہو کوئی خاص فرق نہیں ہے۔

عیسائیت میں توحید کا تصور:۔

جناب عیسیٰؑ کو قرآن مجید نے عیسیٰؑ کے اسمائے مبارکہ سے یاد کیا ہے عیسائیت اسلام کے قریب ترین مذہب ہے۔

عیسائیت عیسیٰ کی پیروی اور انجیل مقدس کو اپنا ضابطہ حیات تصور کرتی ہے۔عیسائیت میں جناب عیسیٰ کا خطبہ جو پہاڑی کے وعظ کے نام سے موسوم ہے اور اکثر مشنری جگہوں پہ عام موجود ہوتا ہے توحید کا بہترین درس ہے۔''خدا کی رحمت ہوان پر جو تحمل وبردباری سے کام لیتے ہیں وہی خدا کے رحم کے مستحق ہیں خدا کی رحمت ہوان پر جو امن وصلح قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہی خدا کے محبوب بندے ہیں۔خدا کی رحمت ہوان پر جو ظلم وستم سہتے ہیں وہی خدائی حکومت کے اصل حق دار ہیں (۴۲)۔متی میں لکھا ہے۔پھر ابلیس یسوع کو اونچے پہاڑ پر لے گیا دنیا کی سب سلطنتوں کی شان وشوکت اسے دکھائی اور اسے کہا اگر تو جھک کر مجھے سجدہ کر دے تو یہ سب کچھ تجھے دوں گا۔یسوع نے کہا اے شیطان دور ہو جا۔کیوں کہ لکھا ہے کہ تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اس کی عبادت کر۔(۴۳) مرقس میں ہے اے اسرائیل سن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی ہے اور تو خداوند ہے اپنے سارے دل، اپنی ساری جان، اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے اس کے ساتھ محبت رکھ۔(۴۴)

جناب عیسیٰ کی تعلیمات کا محور بھی توحید ہی تھا عیسائیت کو چاہیے کہ اس توحید کو اپنائیں۔جناب عیسیٰ کی تعلیمات اور قرآن مجید کی تعلیمات میں کوئی فرق نہیں ہے یہ خداوند کا فلسفہ بعد کے عیسائیوں کی پیداوار ہے آپؑ نے اپنے دور کے عیسائیوں کو اسی شرک سے باز رہنے کی دعوت دی۔

زرتشت میں توحید کا تصور:۔

زرتشت مذہب دنیا کا قدیم ترین مذہب ہے جو آج بھی زندہ ہے۔زرتشت کو ایران کا قدیم پیغمبر تسلیم کیا جاتا ہے اس کے زمانہ وقوع میں اختلاف ہے۔اس مذہب کی مقدس کتاب اوستا اور اس کی زبان ژندی تھی جو اس دور میں ناپید ہے۔زرتشت نے آہورمزدا کے تصور کو خدائے بزرگ وبرتر کی حیثیت سے پیش کیا ہے اس کا میلان توحید کی طرف ہے اسی طرح اس نے خداوند نور کی (۲۳) صفات پیش کی ہے۔جو اسلامی تصور توحید سے ملتی ہے مثلاً خالق کائنات، مالک کل، عقل کل، رحیم، علیم، غیر فانی وغیرہ (۴۵)۔ایک جدید محقق کے مطابق''زرتشت ایک خدا، فرشتوں، اللہ کے منتخب بندوں کے لئے الہام اور جنت دوزخ پر ایمان رکھتا تھا (۴۶)۔گو زرتشتوں کی تعداد بہت کم ہے لیکن وہ اہل توحید ہیں توحید ہی اسلام ہے اور اہل کتاب میں مشترک اور نقطہ اتصال ہے۔اسی عقیدے کی بنا پر ان مذاہب میں اتحاد ممکن ہے۔

کنفیوشس مذہب میں توحید کا تصور:۔

یہ مذہب چین کا مذہب ہے کنفیوشس کا اصل نام (KUNG) تھا۔اس کے خاندان کے بارے میں مختلف آرا ہیں بہرحال کیوفو میں اس کا مقبرہ زیارت گاہ ہے اس کے مقبرے پہ کندہ ہے......بہترین حکیم......قدیم ترین معلم (۴۷)

کنفیوشس کی تعلیم کا زیادہ تر تعلق عملی زندگی سے ہے جس میں سچائی پاکیزگی اور دیانت داری کو زیادہ دخل ہے (۴۸)۔کنفیوشس کی تعلیمات میں توحید کا تصور مطالعہ میں نہیں آیا لیکن اس کے اقوال اور تعلیمات قرآن اور احادیث نبویؐ سے مطابقت رکھتے ہیں۔۔بے شک رئیسوں کے اخلاق کی مثال ہوا کی سی ہے۔اور محکوم لوگوں کی مثال گھاس کی طرح ہے جس طرف ہوا چلتی ہے گھاس اسی طرف مائل ہوتی ہے۔آپؐ نے فرمایا۔"الناس علی دین ملو کھم ."

ظلم کا انصاف سے بدلہ دو اور نیکی کا احسان سے۔قرآن مجید میں ہے"ھل جزاء الاحسان الا لا حسان"(۵۱).

آپ کے دور میں فاطمہ کا ہار چوری کرنا اور آپؐ کا اس پہ حد قائم کرنا انصاف کی بہترین مثال ہے(۵۰)۔

حکیم کی تعلیمات میں ہے دوسروں کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرو جو تم اپنے لیے نہیں کرتے (۴۹) آپؐ نے فرمایا "لایو من عبد حتی یحب لجارہ ما یحب لنفسہ"(۵۲). تقابل ادیان کی رو سے اہل کتاب اسلامیہ کے ہمسایہ ہیں اور اہل اسلام اہل کتاب کے پڑوسی ہیں لہٰذا انہیں دعوت اسلام دینی چاہیے۔

جین مت میں توحید کا تصور:

لفظ جین جنا سے مشتق ہے جس کے معنی فاتح اور غالب کے ہیں جینی مہاویر سوامی جو چوبیسواں اور آخری جنا یعنی تھرتھینگر ہے جینی مہاویر سوامی کے پیروکار ہیں۔جین کے عقائد و نظریات یہ ہیں"ذات پات کی تمیز عبادت و قربانی کی پابندی ،خداوٴ یدوں اور سنسکرت کی زبان کی تقدیس کا انکار سختی سے کیا ہے لیکن ان کے ہاں جنت اور دوزخ کا تصور پایا جاتا ہے نروان کے حصول کا واحد ذریعہ نیک اعمال ہیں (۵۳)۔جین مت کی نروانی دعا ان اعمال پہ مشتمل ہے: آقا جین کے سامنے میں اپنا سر عاجزی سے جھکاتا ہوں جو ساری دنیا کا معبود ہے اور امن و راحت بخشنے والا دنیا کی تمام مخلوقات کو وہ ابدی سکون عطا کرتا ہے کاش کہ میں اس کی مہربانی سے نروان کا اعلیٰ ترین تحفہ حاصل کرسکوں (۵۴)۔دعائیہ کلمات سے اندازہ ہوتا ہے کہ جینی جسے جین کہتے ہیں وہ ایک ہی ہے اور بقیہ اس کی جو صفات ہیں وہی صفات قرآن میں اللہ کی بھی ذکر کی گئی ہیں۔مثلاً اللہ،غفور، رحمان،رحیم اور اسلام۔دعائیہ کلمات کا آخری فقرہ آپؐ کے بیان کے فلسفے کا عکاس ہے۔جنت اور دوزخ کا تصور یوم آخرت کے ایمان کی نشاندہی کرتا ہے۔معلوم ہوا کہ جینی بھی کسی آسمانی ہدایت کی مسخ شدہ شریعت کے پیروکار ہیں۔

مذاہب عالم میں اتحاد و یگانگت کی ضرورت:

زیر نظر مقالے میں دس مذاہب کے بنیادی عقائد بالخصوص عقیدہ توحید کو بیان کیا ہے۔ان مذاہب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جملہ مذاہب دراصل اس نور کا پرتو ہے جس کی آخری کرن فاران کی چوٹیوں پہ پڑی۔ارشاد ربانی ہے۔لکل

قوم ھاد (۵۵) اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہے۔

دور جدید میں دنیا ایک بستی کا منظر پیش کر رہی ہے کسی بھی دور سے دور مقام پہ ہونے والا چھوٹا سے چھوٹا واقعہ ایسا نہیں جس کی بازگشت پوری دنیا میں نہ سنائی دے انسان اپنی علمی اور تحقیقی قوتوں کو استعمال کر رہا ہے۔ ان حالات میں اقوام عالم میں وحدت واتحاد بہت ضروری ہے UNO کا قیام، OIC کا وجود، یورپی یونین کا پلیٹ فارم، ترقی پذیر ممالک، تیسری دنیا کے ممالک، علاقائی تناظر میں سارک ایسی تنظیمیں مزید نیچے چلے آئیں تو قوم، قوم۔ ملک، ملک قومی پارٹیاں، پیشہ ورانہ تنظیمیں، مذہبی جماعتیں، ان کے خدوخال، ان کے اصول وضوابط یہ تمام اس امر کی نشاندہی کرتے ہیں کہ انسانی خون میں ایک مادہ موجود ہے جسے ہم الفت کہتے ہیں۔ دوسری طرف ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ ہمہ قسم کے نظم قائم ہیں دنیا میں امن وسکون مفقود ہے انسانی جانوں کا نقصان عام ہے انسان کا خون پانی سے سستا ہے اس تمام بحث میں ایک ہی نقطہ ہے کہ انسانیت اگر نظریات کی بنا پہ ایک ہو جائے تو اقوام عالم میں وہ اتحاد قائم ہو سکتا ہے جو انسانیت کا بام عروج ہے۔ پھر دنیا میں امن وسکون کا دور دورہ ہوگا انسانی خون کی پامالی رک جائے گی۔ اور توانائیاں جو انسان دوسرے انسانوں کو زیر کرنے کیلئے خرچ کرتا ہے وہ اس کی فلاح پہ خرچ ہوں گی۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اسلام کے دامن رحمت کو تھام لیا جائے یا اُس کے بتائے ہوئے اُصول پر اتحاد واتفاق کو اپنایا جائے۔

اگر آسمانوں وزمین کے مالک ومربی کا تصور انسانی ذہن میں بس جائے تو یہ وہ نور ہے جس سے اتحاد انسانی کا خواب شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ یہی وہ نقطہ تھا جو رسول اللہ ﷺ نے اہل عرب وعجم کو سمجھایا جس کو جناب حالی نے یوں نظم کیا۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخہ کیمیا ساتھ لایا

آقاؐ نے اس قرآن سے یہ کارنامہ سرانجام دیا۔

مفاسد کو زیر وزبر کرنے والے
قبائل کو شیر وشکر کرنے والے
رہا ڈر نہ بیڑے کو موج بلا کا
ادھر سے اُدھر پھر گیا رخ ہوا کا

نبی کریم ﷺ نے اسی عقیدہ توحید کی دعوت سب سے پہلے مشرکین کو دی (۵۷)۔ جب قبائل عرب میں اتحاد واتفاق پیدا ہو گیا تو اسلام نے قوت وعظمت حاصل کر لی۔ تو آپ نے اسی عقیدہ کی دعوت نجاشی شاہ حبشہ (۵۸)۔ مقوقس شاہ

مصر (قبطی) (۵۹)۔ خسرو پرویز شاہ فارس (مجوسی) (۶۰) قیصر روم (۶۱) کو دی۔ ان تمام خطوط میں دعوت کا بنیادی ستون صرف توحید ہی تھا۔ نیز اس پیغام میں اسی آیت کریمہ کو ان حکمرانوں تک پہنچایا جو آج کا موضوع ہے۔

قل یا ھل الکتاب تعالوا الیٰ کلمة سواء بیننا وبینکم . (۶۲)

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہیں۔

آپ نے کسی یہودی کو باقاعدہ تبلیغی خط نہیں لکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دور میں یہودی کسی بھی جگہ حکمران نہیں تھے بلکہ ان کے تین قبیلے مدینہ میں آباد تھے ان سے باقاعدہ گفت وشنید ہوئی آپ نے انہیں دعوت اسلام دی میثاق مدینہ میں ان کا ذکر ہے اور انہیں مذہبی رعایت حاصل تھی۔ اہل ہند کو رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہ اور حضرت اُسامہ کے ذریعے دعوت اسلام دی (۶۳) مالا بار کے بادشاہ چکرواتی فرماس نے معجزہ شق القمر دیکھا۔ تحقیق کی غرض سے مدینہ آیا اور اس نے اسلام قبول کیا اور پھر آپؐ کے حکم سے ہندوستان واپس آیا۔ راستے میں یمن کی بندرگاہ پہ اس کا انتقال ہوا (۶۴)۔

اہل چین کو آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ کی معرفت دعوت اسلام دی آپؓ نے چین کا سفر دو مرتبہ کیا چین ہی میں آپ کا انتقال ہوا اور آپ کا مقبرہ سنگان فو میں ہے (۶۵)۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے دور کے تمام قابل ذکر حکمرانوں اور مذہبی رہنماؤں کو اسلام کی دعوت دی۔ علاوہ ازیں آپؐ نے ایسے حکمرانوں کو بھی دعوت دی جو اتنے معروف تو نہ تھے لیکن ان کے زیر تسلط بین الاقوامی منڈیاں تھیں جیسا کہ آپؐ نے شاہ عمان کو بھی خط لکھا تھا (۶۶)۔ بقول صفی الرحمان مؤلف "الرحیق المختوم"۔

ان خطوط کے ذریعے نبیؐ نے اپنی دعوت روئے زمین کے بیشتر بادشاہوں تک پہنچا دی (۶۷)۔

دور جدید میں بین المذاہب اتحاد کی اہمیت:

قرآن مجید نے سورۃ الانعام میں ابراہیمؑ، اسحاقؑ، نوحؑ، داؤدؑ، سلیمانؑ، ایوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ، ہارونؑ، زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ، الیاسؑ، اسماعیلؑ، الیسعؑ، یونسؑ اور لوطؑ اٹھارہ انبیاء کا ذکر کیا (۶۸) اور ساتھ یہ بھی فرما دیا۔ یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اولئک الذین ھدی اللہ (۷۰) سو آپ بھی انہی کے طریقے پر چلیں۔ ان کے طریقے کار پہ چلنے میں کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب بھی قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے ان ھو الا ذکریٰ للعلمین (۷۱) یہ تو صرف تمام جہانوں کے واسطے ایک نصیحت ہے ان آیات نے بھی اس چیز کی نشاندہی کی ہے کہ آپؐ سے ماقبل دور میں انبیاء بکثرت تھے ان کی شریعتیں بھی زیادہ تھیں اس لئے اس دور میں وحدت کا تصور ناممکن تھا۔ لیکن آپ کے بعد اس دور میں صرف ایک ہی شریعت ہے یہ

شریعت واحدہ کا تصور اس بات کا متقاضی ہے کہ انسانی وحدت کی اساس وہی وحدت نظریات قرار دی جائے اور ایسے اسباب و وجوہ تلاش کیے جائیں جن کی بنیاد پہ دنیا میں موجود مذاہب میں اتحاد و اتفاق پیدا ہو سکے اتحاد مذاہب ان نکات پہ ممکن ہے۔

۱۔ جملہ مذاہب کی اصل تو توحید ہی تھی۔ اسی عقیدہ توحید کے بنیادی تصورات کو اجاگر کیا جائے۔ نبی ﷺ نے اپنی تحریر و تقریر اور دعوت اسی بنیاد پہ پھیلائی۔

۲۔ عقیدہ توحید کی بنیاد پر عبارت کا کھلم کھلا اظہار نوحؑ تا عیسیٰؑ جملہ مذاہب کی حقیقی عبادات کا محور ایک ہی ذات ہے اور ہم بھی اسی ذات کی عبادت کرتے ہیں اور جو اس کی عبادت کو بھول چکے ہیں انہیں یاد دہانی کرائی جائے۔ آپؐ نے اپنی دعوت اس نکتے کی بنیاد پہ بھی پھیلائی۔

۳۔ قرآن مجید نے سابقہ مذاہب کو محدود قرار دیا۔ جب کہ آپ کی رسالت زمان و مکاں کی حدود سے ماورا ہے (۷۲)

۵۔ فی الوقت دنیا کے تقریباً ہر خطے میں مسلمان پائے جاتے ہیں آپؐ کے دور میں جتنے بھی مہذب ممالک تھے ان تمام میں صحابہ کرام کے مدفن ہیں۔ جو زبان حال سے وحدت انسانی کی بنیادی اساس کا پتہ بتا رہے ہیں۔

۶۔ قرآن مجید اور حدیث نبویؐ دنیا کی تمام زندہ اور قابل ذکر زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہیں اور اس کے سمجھنے والے وافر تعداد میں موجود ہیں۔

۷۔ جملہ مذاہب ماسوائے اسلام انسان کو مکمل ضابطہ حیات فراہم نہیں کرتے۔ ان کے اصول و ضوابط انسانی قوت برداشت سے بالاتر ہیں۔ اسلام ہی ایسا دین ہے جو دین فطرت کہلانے کا سزاوار ہے۔ (۷۳)۔

۸۔ اسلام ایک دین ہے۔ بقیہ تمام مذاہب ہیں۔ (۷۴)۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت صرف اسلام ہی کو حاصل ہے۔ (۷۵) ماسوائے اسلام جملہ مذاہب کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بعد ایک اور آنے والے کا پتہ دیا لیکن اسلام نے اپنی اکملیت کا اعلان کیا۔ (۷۶)۔

۱۰۔ اسلام کے علاوہ جتنے بھی مذاہب ہیں ان کے پیروکار اپنے اپنے اوتار پیغمبر ہی کو برحق مانتے ہیں۔ اپنے پیغمبر کے علاوہ دوسرے تمام پیغمبروں کا نام صرف انکار کرتے ہیں بلکہ ان کے ماننے والوں کے لئے زمین بھی تنگ کر دیتے ہیں۔ لیکن اسلام تمام انبیاء کو حق و صداقت کی نشانی قرار دیتا ہے اور ان تمام پہ ایمان بھی اسلام کی بنیاد میں شامل ہے۔ (۷۷) دوسرے مذاہب کے حاملین پہ عرصہ حیات تنگ کرنا تو ایک طرف ان سے جہادی خدمت بھی نہیں لیتا بلکہ انہیں ذمی قرار دیتا ہے۔ احادیث مبارکہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح ابن مریم، نبی کو کعبۃ اللہ کا طواف کرتے ہوئے دکھلائے گئے۔ (۷۸) علاوہ ازیں آپؐ نے جملہ انبیاء کو علاتی بھائی قرار دیا۔ (۷۹) (علاتی بھائی وہ ہوتے

ہیں جن کا باپ ایک ہو اور مائیں جدا جدا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ تمام مذاہب کے عقائد ایک ہے فروعات و مسائل مختلف ہیں) اسلام اہل ذمہ کے ناجائز قتل کو بڑی کراہت کی نظر سے دیکھتا ہے (۸۰)۔

۱۱۔ آپؐ کی سنت سے یہ بھی ثابت ہے۔ آپؐ مشرک اور اہل کتاب میں فرق روا رکھتے تھے۔ بعد از غزوہ بدر انصار نے رسولؐ کے چچا اور اپنے بھانجے عباس بن عبدالمطلب کا فدیہ معاف کرنے کی درخواست کی جسے آپؐ نے نامنظور فرمایا اور حکم دیا کہ ایک درہم بھی نہ چھوڑو۔ (۸۱)۔ اہل کتاب اور مشرک کا فرتو ہیں لیکن اہل کتاب خصوصی عزت واحترام کے حق دار ہیں ان کے ساتھ احسان و مروّت کا سلوک کرنے کا حکم قرآن مجید نے دیا ہے بشرطیکہ وہ دین میں معاملے مسلمانوں سے جنگ نہ کرتے ہوں۔ (۸۲)

۱۲۔ قرآن مجید نے جن گروہوں کو اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کا حق دار قرار دیا ہے وہ یہ ہیں۔ (۱) اہل ایمان (۲) یہودی (۳) عیسائی (۴) صابی (۸۳)۔

۱۳۔ اہل کتاب سے کھانا، پینا اور کتابیہ عورت سے نکاح شرعاً جائز ہے۔ (۸۴)۔

مختصر الفاظ میں اسی حقیقت کو قرآن مجید نے آیت مذکورہ میں (۴:۳) میں بیان کیا ہے۔ آپؐ نے اسی حکم کی پاسداری میں اعتراف عالم میں اپنی دعوت دین پہنچائی۔ صحابہ کرام نے سفارت کاری سرانجام دی آج کے دور میں اہل اسلام پہ لازم ہے کہ وہ بھی دین کی دعوت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پھیلائیں۔ میڈیا اس دور کا ابلاغ کا طاقت ور ذریعہ ہے اپنی دعوت کو ایمان، عمل اور بادلیل پیش کریں امید واثق ہے کہ عقل سلیم کے حامل یقیناً اس دعوت کو قبول کریں گے اس طرح نظریات اور اعتقاد کی بنا پہ وحدت انسانی کو فروغ حاصل ہوگا اور اس صورت جو انسانی معاشرہ تشکیل پائے گا وہ اپنی مثال آپ ہوگا۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ مصباح اللغات، مقبول اکیڈمی لاہور، عبدالحفیظ، ص 268

۲۔ Encyclo Padia Britanica Vol-19 1929, P-123

۳۔ ال عمران (۱۹:۳)(۶:۵۱)

۴۔ النساء (۱۳۷:۴)

۵۔ مطالعہ مذاہب عالم، محمد نواز چوہدری، پولیمر پبلیکیشنز لاہور، ص ۱۳

۶۔ تطبیق الدیانۃ الاسلامیہ، فرید وجدی، قاہرہ، ص ۱۴

۷۔ روزنامہ نوائے وقت لاہور، بش بنیاد پرست، علی جاوید نقوی، ۱۶ مارچ ۲۰۰۳، سنڈے میگزین ص ۵۔ بحوالہ ہفت روز، تجدید ٹائم

۸۔ البینہ (۹۸:۱)

۹۔ بقرہ (۲:۱۰۵،۱۰۹) ال عمران (۳:۶۹،۷۲،۷۵،۱۱۳،۱۹۹،۹۸،۶۵،۶۴،۷۰) النساء (۴:۱۵۹ام ۱۲۳،۱۵۳)، الاحزاب (۳۳:۲۶) المائدہ (۵:۶۵،۶۴،۱۵،۱۹،۵۹،۶۸،۷۷)، الحشر (۵۹:۲،۱۱)، البینہ (۹۸:۱،۶)

۱۰۔ ال عمران (۳:۶۴)

۱۱۔ اردو دائرہ معارف دانش گاہ پنجاب لاہور، ج۔۳، ط۔۱، ص۔۵۹۴ ذ موۃ

۱۲۔ تفسیر القرآن العظیم، محمد بن اسماعیل، ج۔۱، ص۔۱۱۱

۱۳۔ فیروز سنز انسائیکلو پیڈیا لاہور، ط:۳، ۱۹۸۴، ص۔۱۵۸

۱۴۔ طبقات الامم، ابن صاعد اندلسی، ص۔۱۵، بحوالہ مقام نبوت کی عجمی تعبیر، ابوالخیر اسدی، دار التذکیر لاہور، ص۔۲۵ واما الصابئہ وھم جمھور الھند۔ (ہندوستان کے جمہور ہندو صابئہ ہیں)(

۱۵۔ کتاب الاموال، ص۔۵۴۵، بحوالہ بالا۔

۱۶۔ نقوش، ص۔۵۳۸، ج۔۲، باب۔۲، محمد رسول اللہ۔ از حمید اللہ ڈاکٹر نذیر حق۔

۱۷۔ مطالعہ مذاہب عالم، ص۔۱۳۸

۱۸۔ حوالہ بالا: ص۔۲۲۵

۱۹۔ حوالہ بالا: ص۔۱۶۴

۲۰۔ البقرۃ (۲:۱۷۷،۲۸۵)

۲۲۔ البقرۃ (۳۵۳۲)، بنی اسرائیل (۱۷:۵۵)

۲۳۔ البقرۃ (۲:۲۸۵)

۲۴۔ بنی اسرائیل (۱۷:۲۳)

۲۵۔ بنی اسرائیل (۱۷:۲۳)

۲۶۔ نوح (۷۱:۳)، ھود (۱۱:۲۶)

۲۷۔ نقوش: ج۔۲، ص۔۵۳۹

۲۸۔ الشعراء: (۲۶:۱۹۶)

۲۹۔ نقوش: ج۔۲، ص۔۵۳۸

۳۰۔ مطالعہ مذاہب عالم: ص۔۶۶۔۶۵

۳۱۔ حوالہ بالا: ص۔۱۳۶

۳۲۔ نقوش: ج۔۲،ص۔۵۳۹

۳۳۔ الانبیاء: (۸۵:۲۱)،ص۔(۸۴:۳۸)

۳۴۔ نورالعرفان.....احمد یار خاں ادارہ کتب اسلامیہ پاکستان۔ص۲۸۷

۳۵۔ تفسیر ابن کثیر: ج۔۳،ص۔۱۲۔۲۱۰

۳۶۔ نقوش: ج۔۲، ص۔۵۳۸

۳۷۔ مطالعہ مذاہب عالم:ص۔۲۹۶

۳۸۔ ال عمران: (۶۷:۳)

۳۹۔ البقرۃ(۱۲۲،۴۷،۳:۲)

۴۰۔ مطالعہ مذاہب عالم: (۲۶۳)

۴۱۔ نقوش: ج۔۲، ص۔۵۴۰ بحوالہ باب استثناعہد نامہ قدیم۔

۴۲۔ مطالعہ مذاہب عالم: ص۔۴۳۰

۴۳۔ متی: باب(۱۱:۱۴۔۱۰)

۴۴۔ مرقس: باب(۳۲:۱۲،۲۸)

۴۵۔ مطالعہ مذاہب عالم: ص۔۲۲۹

۴۶۔ نقوش: ج۔۲، ص۵۳۷

۴۷۔ مذاہب عالم: ص۔۲۰۶

۴۸۔ انسائیکلو پیڈیا: ص۔۸۰۵

۴۹۔ مذاہب عالم: ص۔(۲۰۹۔۱۰)

۵۰۔ بخاری شریف: کتاب الحدود: ج۳۔ح۔۹۵۹

۵۱۔ الرحمان: (۶۰:۵۵)

۵۲۔ کتاب الجامع شرح بلوغ المرام۔ابن حجر رعبدالسلام،دار اندلس لاہور۔ص۸۲

۵۳۔ مذاہب عالم: ص۔(۱۶۵۔۱۶۷)م

۵۴۔ حوالہ بالا بحوالہ شری شانتی

۵۵۔ الرعد: (۷:۱۳)، الفاطر(۲۴:۳۵)

۵۶۔ مسدس حالی۔

۵۷۔ الرحیق المختوم: ص۔(۱۱۳۔۱۱۴)

۵۸۔ حوالہ بالا: ص۔۴۷۷

۵۹۔ حوالہ بالا: ص۔۴۷۹

۶۰۔ حوالہ بالا: ص۔۴۲۸

۶۱۔ حوالہ ایضاً۔۴۸۲

۶۲۔ آل عمران: (۶۴:۳)

۶۳۔ جمع القرآن والاحادیث، محمد خاں سیف رعبدالرؤف ظفر،نورانٹرنیشنل بہاولپور،2000،ص۔۴۲

۶۴۔ نقوش: ج۔۲۔۶۱۴

۶۵۔ حوالہ ایضاً ۶۱۵

۶۶۔ الرحیق المختوم: ص۔۴۹۳

۶۷۔ حوالہ بالا: ۴۶۴

۶۸۔ الانعام(۸۲:۶۔۸۶)

۶۹۔ حوالہ بالا: (۹۰:۶)

۷۰۔ حوالہ بالا ایضاً

۷۱۔ حوالہ بالا

۷۲۔ سبا: (۲۸:۳۴) **وما ارسلنک کافۃ للناس ____ لا یعلمون .**

۷۳۔ الروم: (۳۰:۳۰) بخاری شریف براویت ابو ہریرہؓ،فیض الباری،ص۔۲۰۴،ج۔۷

۷۴۔ آل عمران: (۱۹:۳) ان الدین عنداللہ الاسلام۔

۷۵۔ حوالہ بالا: (۸۵:۳)

۷۶۔ المائدہ: (۳:۵)''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً''

۷۷۔ آل عمران(۸۴:۳)البقرۃ(۲۸۵:۲)

۷۸۔ صحیح بخاری: ح۔۱۴۳۴،براویت سیدنا عبداللہ بن عمرؓ۔

۷۹۔ حوالہ ایضاً: ۱۳۳۶

۸۰۔ حوالہ ایضاً: ۱۳۴۱

۸۱۔ حوالہ ایضاً: ۱۳۰۳

۸۲۔ ممتحنۃ: (۸:۶۰)

۸۳۔ البقرۃ: (۶۲:۲)

۸۴۔ المائدہ: (۵:۵)

قل یا اھل الکتاب تعالو الیٰ کلمۃٍ سواءٍ بیننا و بینکم کے حوالے سے دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت و اہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسولؐ کی روشنی میں

ڈاکٹر حافظ منیر احمد خان حیدر آباد

آج انسانیت انتہائی مضطرب و پریشان ہے

یہ دنیا، جسے اشرف المخلوقات انسان کے لیے جنت فی الارض کا نمونہ ہونا چاہیے تھا، آج فساد الارض کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ اس کرۂ ارض کے چپے چپے پر فکری انتشار، فساد، بدامنی اور بے یقینی کی کیفیت طاری ہے۔ افسوس! کہ آج اس دھرتی پر بسنے والا ہر انسان بے شک وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی، تعلیم یافتہ ہو یا جاہل، مزدور ہو یا کسان، آجر ہو یا اجیر، ملازم ہو یا تاجر، امام ہو یا مقتدی، مفتی ہو یا مبلغ، عابد ہو یا زاہد، دین دار ہو یا دنیا پرست، باپ ہو یا بیٹا، بھائی ہو یا شوہر، معلم ہو یا متعلم، عارف ہو یا صوفی، شاعر ہو یا نثر نگار، مصنف ہو یا مؤلف، طبیب ہو یا مریض، رہبر ہو یا راہ گیر، منصف ہو یا مدعی، مسلمان ہو یا عام انسان۔ غرض ہر شخص ہر جگہ ہر لحاظ سے اپنی جگہ پریشان، بے سکون، مضطرب و ناخوش ہے۔ پوری نوع انسانی کشت و خون کے دھانے پر کھڑی ہے۔ امن، مقامی سطح سے لے کر بین الاقوامی سطح تک مفقود ہو چکا ہے۔

تہذیب حاضر کے چند تلخ سوال

آج تہذیب حاضر کا سب سے بڑا تحفہ جو اس نے انسانیت کو عطا کیا ہے وہ عقل کی بدلگامی اور فکر و نظر کی بے راہ روی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس نے لوگوں کا سکون غارت کر دیا ہے۔ ذہنی اطمینان پر شب خون مارا ہے اور انسانیت کی مرکزیت کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں جب عقل انسانی خالص مادیت کے دھارے پر بہتی ہوئی بہت دور نکل آئی تو خود بھی سوچنے پر مجبور ہو گئی کہ آج آخر کیا وجہ ہے کہ علم و فن کی ترقی اور مادی سر و سامانی کے باوجود انسان کو سکون اور اطمینان کیوں نصیب نہیں ہے؟ غربت، ناخواندگی، بے روزگاری، بیماری، مہنگائی، قرضوں کا بوجھ، معاشی بدحالی اور معاشی ناہمواریوں کے اژدھا نما سانپ کیوں انسان کو تڑپا تڑپا کر مارنے پر بضد ہیں؟ طبقاتی کشمکش نسلی امتیاز، آزادیٔ نسواں، عائلی نظام میں شکست

☆ استاد شعبہ تقابل ادیان و اسلامک کلچر، سندھ یونیورسٹی، جام شورو، حیدر آباد، سندھ

وریخت، فرقہ واریت، مذہبی تعصب، روحانیت سے دوری، دہشت گردی، لاقانونیت، الحاد، دہریت، امن کا فقدان، اخلاقی تنزل، سیاسی عدم استحکام، عالمِ اسلام کے خلاف مخاصمت، اقلیتوں میں عدم تحفظ کا احساس، سرمایہ دارانہ استحصالی نظام جیسے زہر کیوں انسانیت کی فطری ترقی میں حائل ہو گئے ہیں۔ حالانکہ آج انسان نے ہواؤں کو مسخر کر لیا ہے۔ چاند کو اپنے قدموں میں روند ڈالا ہے۔ سمندروں کی گہرائیوں تک رسائی حاصل کر لی ہے، زمین کی پہنائیوں کو چھان لیا ہے۔ سالوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر لیا ہے، دیوہیکل ملیں اور فیکٹریاں کھڑی کر کے صنعتوں کا جال بچھا دیا ہے، جسم کے ہر تقاضے کو بے روک ٹوک پورا کر دیا ہے لیکن پھر بھی روح مضطرب کیوں ہے؟ وہ اضطراب کی حالت میں ٹامک ٹوئیاں کیوں مار رہا ہے۔ کبھی ایک فلسفہ کی چکا چوند اسے متاثر کرتی ہے اور کبھی دوسرے فلسفہ کی چمک سے اس کی آنکھیں خیرہ کیوں ہو جاتی ہیں؟ وہ مختلف نظام ہائے فکر کی آمیزش سے ایک نیا نظامِ فکر کیوں تشکیل دینا چاہتا ہے، اس کی تمام تر کاوشوں کا نتیجہ مزید الجھاؤ اور پراگندگی ہی کیوں نکلتا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے انسان نے پرندوں کی طرح ہواؤں میں اڑنا اور مچھلیوں کی طرح سمندروں میں تیرنا اور غوطہ لگانا تو سیکھ لیا ہے مگر اسے انسانوں کی طرح زمین پر امن سے رہنا اور چلنا کیوں نہیں آیا؟

زمین ہر سال اربوں ٹن غلہ اگل رہی ہے مگر اس کے باوجود نوعِ انسانی سے بھوک کیوں نہیں جا رہی؟ انسان قتل و غارت گری سے نجات کیوں نہیں پا رہا؟ یہ اپنے ہی ہاتھ سے بنائی بندوقوں سے اور گنوں سے سینکڑوں انسانوں کو موت کے گھاٹ کیوں اتار دیتا ہے؟ خودکشی کی وارداتوں میں کیوں اضافہ ہو رہا ہے؟ باہمی اعتماد کیوں اٹھ گیا ہے؟ نسل کشی میں برابر کیوں اضافہ ہو رہا ہے، سینے کی دھڑکنیں کیوں تیز تر ہو رہی ہیں کچھ معلوم امراض کے ساتھ نامعلوم امراض کیوں پنپ رہے ہیں؟ انسان ہر وقت ایک انجانے خوف اور نامعلوم الجھن میں کیوں مبتلا رہتا ہے؟ عیش و عشرت کے سامان بڑھ رہے ہیں اور ساتھ ہی کوئی انجانا خوف، کوئی نامعلوم الجھن، کوئی لاشعوری ڈر اندر ہی اندر انسان کو کیوں کھائے جا رہا ہے؟ عقل مادیت کے راستے میں راستے میں اتنے عرصے سے چل رہی ہے اسے آج تک منزلوں کا سراغ کیوں نہیں مل رہا؟ محسوس ہوتا ہے انہی تمام وجوہات کی بنا پر زمین بھی اپنا قرار کھو چکی ہے۔ یہ بھی زلزلوں سے اپنا بوجھ ہلکا کرنا چاہتی ہے۔ یہ مٹی اور پتھر بھی بے رحم ہو گئے ہیں۔

تلخ سوالات کے تلخ جوابات

میرے خیال میں ان تمام سوالات کا جواب آج کے جدت پسند نظریوں، قوموں، طاقتوں، گروہوں، طبقوں، ریاستوں اور ملکوں کے پاس سوائے اس کے شاید نہیں ہے کہ:

☆ ہم طاقت ور ہیں لہٰذا کسی کمزور کو جینے کا حق نہیں ہے۔ یہ آج یورپ کے ترقی یافتہ ممالک کی آواز ہے۔

☆ ہمارے پاس اسلحہ اور مہلک ہتھیار بنانے کی بڑی بڑی فیکٹریاں ہیں ہی لہٰذا ہم نے ان ہتھیاروں کو بیچنے کے لیے

ملکوں میں لسانی، مذہبی، نسلی اور جغرافیائی تنازعات پیدا کر کے انہیں آپس میں لڑانا تو ہے۔ یہ امریکہ، برطانیہ، فرانس اور اس کے اتحادیوں کی آواز ہے۔

☆ انسانوں کی تمام الجھنوں کی وجہ بلاوجہ مذاہب کے اصول وقوانین کی حدود میں قید رہنا ہے۔ یہ خالص مادہ پرستی کی صدا ہے۔

☆ تاریخ کا ہر دور ایک ایسا نظام تہذیب رکھتا ہے جو اپنے تمام شعبوں اور اداروں سمیت چند خاص تخیلات پر قائم ہوتا ہے۔ کچھ مدت کے بعد جب یہ دور بوڑھا ہو جاتا ہے تو اس سے پہلے نظام کے پیٹ سے ایک نیا نظام پیدا ہوتا ہے اور ان دونوں کی کشمکش شروع ہو جاتی ہے۔ تھوڑی مدت کی اکھاڑ پچھاڑ کے بعد ایک نیا نظام تیار ہو جاتا ہے اور پھر وہی پہلے والا عمل شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہیگل کی توجیہہ ہے۔

☆ اس فلسفۂ حیات کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ کائنات ایک میدان جنگ ہے۔ ہر وقت ہر طرف جنگ برپا ہے۔ طاقت ہی سب سے بڑا اخلاق اور نیکی ہے اور کمزوری ہی سب سے بڑا گناہ ہے۔ یہ ڈارون کا نظریہ ہے۔ اس فلسفۂ حیات نے انسانی ہمدردی، خیر خواہی، محبت، رحم، ایثار اور قربانی جیسے اعلیٰ اور شریفانہ جذبات کو کچل دیا ہے۔ صرف طاقت ہی نیکی قرار پائی ہے۔ اس نظریے سے ظالم نیکوکار اور مظلوم گنہگار ٹھہرا۔

☆ ہیگل اور ڈارون کے ان فلسفوں کے بعد مادی فلسفوں کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ شکل مارکس کے فلسفہ تاریخ کی صورت میں نمودار ہوئی۔ مارکس نے ساری انسانی تاریخ کو معاش کے گرد گھما دیا۔ اس کے نزدیک دنیا ہمیشہ سے ایک معاشی طبقاتی جنگ میں مبتلا رہی ہے اور انسانی تاریخ کا سارا ارتقا صرف خود غرضانہ طبقاتی کشمکش کی بدولت ہوا ہے۔ اس نظریہ کی رو سے مختلف قوموں کی لڑائی تو درکنار ہر قوم کے اندر مختلف طبقات کی لڑائی بھی سراسر طبقاتی کشمکش ہے اور یہ تقاضائے فطرت کے عین مطابق ہے۔

☆ سرمایہ دارانہ نظام فرد کی بے قید آزادی اور لوٹ کھسوٹ کا علمبردار ہے جبکہ اشتراکیت سب چیزیں جماعت کے سپرد کر کے افراد کو غلام بنا دیتی ہے۔

☆ یہود ونصاریٰ کا دعویٰ ہے کہ ہم چونکہ دنیا کی کل آبادی کا تیسرا غالب حصہ ہیں لہٰذا کل آبادی پر اپنے نظام کا غلبہ حاصل کرنا ہمارا حق ہے۔ اُن کے بقول اسی حق کے حصول میں باقی دنیا کی بقا ہے ورنہ بربادی و تباہی۔

بین المذاہب اور بین الاقوام ظلم کی داستانیں

بات یہ ہے کہ انسانیت کی موجودہ بدقسمتی کے جواب میں مختلف ازموں، مذہبوں، فرقوں، طاقتوں اور ملکوں کی طرف سے یہ جواب صرف نظریاتی لہجے میں ہوتا تو اس کا دلائل سے جواب ممکن تھا مگر یہ جواب اپنے ساتھ عملی طور پر ظلم وستم، انتقام، تعصب، انانیت اور فرقہ واریت کے تازیانے بھی لائے ہیں۔ مثلاً قومی سطح پر افراد کے درمیان مذہبی فروعی، لسانی اور علاقائی بنیادوں پر بازاروں اور شاہراہوں تو درکنار مسجدوں اور امام بارگاہوں میں مسلمانوں کی لاشوں کو خاک وخون میں لت پت کر دیا گیا اور یہ ایک مرتبہ کی بات نہیں بلکہ شب وروز اس بربریت کا مظاہرہ دھرایا جاتا ہے۔ بین الاقوامی تناظر میں مشاہدہ و مطالعہ کریں تو تاریخ شاہد ہے کہ سونواس نے یمن میں خندق کھدوائی اور تیس ہزار کے قریب ان عیسائیوں کو جلوادیا جنہوں نے یہودیت اختیار نہیں کی تھی (۱)

چین کی خانہ جنگی (۴۹۔۱۹۴۵)، کوریا کی جنگ (۵۳۔۱۹۵۰)، انڈونیشیا میں فساد (۶۵۔۱۹۵۸)، کانگو میں خانہ جنگی (۶۴۔۱۹۶۰)، الجیریا اور مراکش کے مابین جھگڑا (۱۹۶۳)، یمن میں خانہ جنگی (۶۹۔۱۹۶۲) مصر اور اسرائیل کی جنگ (۱۹۶۷) پاکستان اور انڈیا کی جنگیں (۷۱۔۱۹۶۵)، انگولا میں خانہ جنگی (۷۶۔۱۹۷۵)، کمبوڈیا میں بحران (۷۹۔۱۹۷۸)، افغانستان کی جنگ (۱۹۷۸)، عراق پر امریکی حملہ (۲۰۰۲) اور کشمیر میں آئے دن ہندوستان کی طرف سے شہادتوں کی سرخ داستان باہمی بین الاقوامی ظلم ومخاصمت کی ان مٹ مثالیں ہیں۔ (۲)

سربیا کے عیسائیوں کی درندگی اور مظالم، صلیبی جنگوں کی آدم خوری کی یاد دلاتے ہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ صلیبی جنگ میں دشمن جو مسلمانوں کے گوشت کو بطور ٹانک اور دوا کے استعمال کرتے تھے۔ دو ہزار ترک قیدیوں کے سر کاٹے گئے۔ کچھ سروں کی ٹرافیوں کے طور پر نمائش کی گئی۔

آج کبھی برما اور کسووو میں مسلمانوں پر ظلم وتشدد ہوتا ہے کبھی البانیہ پر، کبھی فلسطین میں بیت المقدس کی پامالی ہوتی ہے کبھی ہندوستان میں بابری مسجد کی شہادت۔ شمالی آئرلینڈ الگ سے جہنم زار بنا ہوا ہے۔ المختصر یہ صفحات تھوڑے ہیں دنیا میں باہمی ظلم اور فساد کی داستانیں زیادہ ہیں۔ محسوس ہوتا ہے حالات وہی ہیں جن کی بابت دورِ رسالت میں قرآن حکیم کی یہ آیت نازل کر کے پیغمبر اسلام محمد رسول اللہ کو یہ ہدایت ربانی ارشاد فرمائی گئی تھی۔

قُلْ یاھل الکتب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سوآءٍ م بیننا و بینکم (۳)

کہہ دو اے اہل کتاب آ ؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔

امام رازی کا اس آیت کی تفسیر میں مفہوم ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے نجران کے نصاریٰ کو ایمان لانے کے لیے پختہ دلائل دیے اور ان کے اعتراضات کو رد کر دیا اور یوں انہیں مباہلہ کی دعوت دی اور وہ اس سے ڈر گئے اور انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا لیکن دوسری طرف حضور اکرم ﷺ ان کے ایمان کے لیے حریص تھے تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ آپ ان سے اس طریقۂ کلام کو چھوڑ کر اس طرح بات کیجیے کہ اچھا آؤ ہم سب اختلافی باتوں کو چھوڑ کر اُستوارِ تعلقات کے لیے، پہلے اُن باتوں پر اتفاق واتحاد کر لیں جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہیں (۴) یعنی کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور شرک نہ کریں، وغیرہ وغیرہ، تا کہ ہمارے تعلقات کی استواری کی بنیاد تو تعمیر ہو۔ کیونکہ جب تک بنیاد ہی قائم نہ ہو تو کسی عمارت کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے؟ علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ خطاب یہود ونصاریٰ سمیت ہر فرقے اور گروہ کی بابت ہے (۵) امام جلال الدین سیوطی کہتے ہیں کہ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے بارے میں نازل ہوئی۔ (۶)

بے شک جمہوری مفسرین کے مطابق قرآن حکیم کی اس آیت کا شانِ نزول یہود ونصاریٰ ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے صاحب قرآن کے نام اس پیغام سے ہمیں اول غیر مسلموں، مخالفوں اور دشمنوں کے ساتھ انسان دوستی کی خاطر استواریٔ تعلقات اور اتفاق واتحاد کی شاندار بنیاد فراہم ہوتی ہے۔ دوم، اس پیغام الٰہی سے دعوت حق کی بنیادی حکمت عملی کا تعین ہوتا ہے۔ سوم، یہ آیت ایک اسلامی ریاست کی خارجہ پالیسی کے تعین میں ایک شاندار اساس فراہم کرتی ہے۔ یہ ایک حکیمانہ اصول ہے کہ جب کسی مخالف سے، بے شک وہ ایک فرد ہو یا گروہ، جماعت ہو یا ملک، اس کے ساتھ صلح پر مبنی تعلقات استوار کرنا مقصود ومطلوب ہوں مگر المیہ یہ ہو کہ ایک دوسرے کے نظریات، تہذیب اور تمدن میں بھی شدید اختلافات ہوں تو سب سے پہلے ان مشترکہ نظریات وعقائد کو اپنے تعلقات کی استواری کی بنیاد بنایا جائے جن پر دوسرے امتیازات کے باوجود مشترکہ اتفاق موجود ہو تو یہ کامیابی اور حصول مقاصد کا پہلا مؤثر زینہ ہوا کرتا ہے۔ جس طرح رسول اللہ ﷺ نے بھی بعثت سے قبل ہی مختلف العقیدہ لوگوں سے حلف الفضول کا معاہدہ کیا۔ مختلف العقیدہ ہونے کے باوجود اس معاہدے کی بنیادی قدر مشترک یہ تھی کہ ہم سب ظلم کو روکیں گے۔ کیوں کہ ظلم سب کی نظر میں ناپسندیدہ ہوتا ہے۔ لہٰذا سب نے اتفاق کیا کہ ظلم جو بھی کرے گا اس کے ہاتھ کو روکا جائے گا۔ (۷)

بعثت سے قبل ہی بیت اللہ کی نئے سرے سے تعمیر کے وقت حجر اسود کا تنازعہ ہوا تو اس کے حل میں ''صفت امانت و دیانت'' کو قدر مشترک کے طور پر بنیاد بنایا گیا۔ (۸)

پیغمبرانہ جدوجہد کے آغاز پر جب آپ ﷺ نے اپنے عزیز واقارب کو دعوت حق دی تو اس وقت ''عذاب شدید سے ڈر اور خوف'' جو کہ ہر ذی شعور کو ہوتا ہے اس کو قدر مشترک کے طور پر بنیاد بنایا گیا۔

فانی نذیر کم بین یدی عذاب شدید.(۹)　　　پس میں تمہیں عذاب شدید سے ڈراتا ہوں۔

مدنی زندگی میں بین المذاہب اتفاق واتحاد کی پیغمبرانہ کاوشیں

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ ہجرت کرنے کے ساتھ پہلے ہی سال مدینہ کے مختلف الخیال عناصر کو یکجا کرنے کیلئے اقدامات فرمائے۔ان اقدامات کے نتیجے میں اوس وخزرج،مہاجرین اور غیر مسلم رسول اللہ ﷺ کی سیاسی قیادت میں متحد ہو گئے۔(۱۰)

اسی طرح مدینہ کے معاشرہ کی مختلف اکائیاں، انصار،مہاجرین،عرب قبائل اور یہودی قبیلے بنونضیر،بنوقریظہ اور بنو قینقاع میثاق مدینہ کے وثیقہ پر متحد ہو گئے۔اس دستاویز کی رو سے ریاست کے تمام باشندوں کو برابری کے حقوق دیے گئے۔ دفاعی سلامتی کو یقینی بنایا گیا۔مذہبی اور شخصی معاملات کو اپنے اپنے عقائد کے مطابق طے کرنے کی نہ صرف اجازت دی گئی بلکہ اس کے لیے مناسب ماحول بھی فراہم کیا گیا۔(۱۱)

رسول اللہ ﷺ کی بین الاقوامی دعوت

امن کے ان اقدامات سے مقامی اور قومی سطح پر کامیابیاں اور آسانیاں حاصل کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جب بین الاقوامی دعوت کا آغاز کیا تو اس وقت بھی قرآن حکیم کے اسی اصول کو بنیاد بنایا گیا۔ہرقل روم کو مخاطب کرتے ہوئے آپ ﷺ نے اپنے مکتوب میں اسی آیت کا حوالہ دیا تھا۔

قل یاھل الکتب تعالوا الی کلمۃٍ سوآءٍ م بیننا وبینکم الا نعبد الا اللہ والا نشرک بہٖ شیئًا ولا یتخذ بعضنا ارباباً من دون اللہ.(۱۲)

اے اہل کتاب ایک ایسی بات پر آکر جمع ہو جاؤ جو ہم اور تم دونوں میں برابر ہے یہ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں اور نہ ہم اللہ کو چھوڑ کر آپس میں اپنوں کو رب بنائیں۔

اس طرح خطبۂ حجۃ الوداع کے مواقع پر بھی آپ ﷺ نے فرمایا:''نہ تم کسی پر ظلم کرو نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔کسی آدمی کے لیے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے بس تم اپنی ذات کے پورا بھی ظلم نہ کرنا۔''(۱۳)

تاریخ شاہد ہے کہ اہل ایمان نے جب بھی کسی زمانے میں اللہ اور رسول کے اس پیغام کو اپنی دعوت اور جدوجہد کو بنیاد بنایا تو کامیابی ضرور مقدر ہوئی ہے۔

تحریک ختم نبوت

اس کی تازہ مثال ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت ہے جس میں مسلمانوں کے تمام شیعہ، سنی، دیوبندی، بریلوی اور

الحدیث فرقوں نے اپنے مسالک کے فروعی اختلافات کے باوجود اُس قرآنی ہدایت کے مطابق بنیادی نقطے پر اتفاق کرلیا تھا کہ ''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت ورسالت سب کے نزدیک آخری ہے'' لٰہذا اس بنیادی نقطے پر اتفاق کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیے جانے کی جدوجہد کی جائے۔ جب اس بنیاد پر اس جدوجہد کی عمارت تعمیر کی گئی تو نتیجہ کامیابی کی صورت میں نکلا تھا اور ۷ ستمبر ۱۹۷۴ کو قادیانیوں کو قانونی اور دستوری طور پر غیر مسلم قرار دے دیا گیا تھا۔

بین المذاہب عالمی اتحاد کے قیام میں قرآن کے اصول کا عملی اطلاق

آج بے شک ہمارے ہمسائے میں ہندوستان ہے جن کے مذہب میں اللہ اور رسول کا تصور بھی شاید واضح نہیں ہے۔ ہم اُن سے بھی بنیادی نقطے امن اور احترام انسانیت (جس پر بجا طور پر ہر دو کا اتفاق ہے) کے نقطے پر اتفاق واتحاد اور عالمی امن کی بنیاد تعمیر کر سکتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے ممالک بے شک وہ یہودہوں یا نصاریٰ، سکھ ہوں یا ہندو، کافر ہوں یا ملحد سب کے نزدیک امن اور احترام انسانیت کی اکائی تو برابر قابل سند ہے اس سے تو کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ جب یہ طے ہے کہ اس نقطے پر سب کا اتفاق ہے تو یہ اتفاق آج بین الاقوامی اتحاد کی بنیاد کیوں نہیں بنتا پھر اسی اتحاد کی روشنی میں کشمیر میں ظلم و بربریت کی آگ ٹھنڈی کیوں نہیں ہو جاتی۔ اسی اتحاد کی برکت سے بیت المقدس آزاد کیوں نہیں ہو جاتا۔ ایران، عراق، چیچنیا، کمبوڈیا میں ظلم بند کیوں نہیں ہو جاتا؟ اسی اتحاد کی بدولت ہم ذہنی، اخلاقی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی طور پر آزاد کیوں نہیں ہو جاتے؟ کیا ہمیں ان نتائج کے حصول لا اکراہ فی الدین (۱۴) اور لکم دینکم ولی دین (۱۵) کے فلسفوں کی تائید حاصل نہیں ہے؟ یہ کوئی شک نہیں کہ دنیا میں بین المذاہب اور بین الممالک تعصب، دشمنیوں اور ظلم و بربریت کے مرض بہت پرانے ہیں، بگاڑ بہت گہرے ہیں۔

بگاڑ اور فساد کا اصل حل

یہ بھی دستور ہے کہ جب کسی سماج میں بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے تو اس کی اصلاح بنیاد سے ہی کرنا سودمند ثابت ہوتا ہے۔ اگر برائی کا درخت پیدا ہو جائے تو اُس سے نجات کے لیے درخت کو جڑ سے اکھاڑنا ہی اصل علاج ہوتا ہے۔ شاخوں کا کاٹنا یا تراشنا کوئی اصل حل نہیں ہوتا کیوں کہ اگر آج چار شاخیں کاٹیں گے تو کل کوئی آٹھ شاخیں نمودار ہوسکتی ہیں اور برائی کی جڑ زیادہ طاقت ور ہوسکتی ہے۔ لٰہذا سانپ نہیں سانپ کی ماں کو مارنا ہی مناسب ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ پہلے ساری چیزوں کا جائزہ لیا جاتا ہے۔ اسباب ومحرکات کا تجزیہ کیا جاتا ہے اس کے بعد اصل علاج کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی امن وسلامتی کی بحالی کے لیے جزوی اصلاحات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اپنی قدرت اور علم کے پیش

نظر انسانوں کے سارے روگ کی اصلاح ضروری سمجھی ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے سب سے پہلے انسانوں کو تنگ نظری، احساسِ کمتری اور انتشار ذہنی سے نکالا اور اعلان کیا کہ یہ ساری کائنات تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے۔ زمین و آسمان، آفتاب و ماہتاب اور ستارے سب تمہارے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ انسان ان تمام چیزوں سے بالاتر ہے اور یہ اس کے منصب کے خلاف ہے کہ وہ ٹولیوں میں بٹ کر یا مذہبی، لسانی اور فروعی اختلافات کی بنا پر محدود ہو جائے، جغرافیائی حدود میں گھر جائے، رنگ و روپ کے جال میں الجھ پڑے اور نسب و نسل کے اتھاہ سمندر میں شرافت و انسانیت کو ڈبو دے۔

تاریخ عالم میں یہ فخر صرف دین اسلام ہی کو حاصل ہے جس نے پوری شدت سے انسان کو ذہن نشین کرایا کہ "تم سارے کے سارے ایک ماں باپ کی اولاد ہو اور سارے کے سارے انسان ایک جان سے پیدا کیے گئے ہیں۔ اس نے اعلان کیا کہ خاندان، قبیلہ اور ذات پات کی تقسیم صرف باہمی تعارف کے لیے ہے۔ (۱۶) اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے اور نہ یہ کوئی وجہ امتیاز ہے" البتہ اگر کوئی چیز وجہ امتیاز یا اکرام ہے تو وہ صرف اس بات میں ہے کہ کون کتنا اپنے اللہ سے ڈرتا ہے۔

دور جدید میں بین الاذاہب عالمی اتحاد و یگانگت اور ہم آہنگی

موجودہ زمانے میں مسلم اقوام کے افراد غالب حیثیت سے بڑی بھاری اکثریت میں براعظم افریقہ، مغربی ایشیا، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید کے جزائر ملاوی، انڈونیشیا اور جنوبی فلپائن کے علاقوں میں ہیں۔ وسیع ارضی خطہ بظاہر ایک جغرافیائی اکائی کی صورت میں نظر آتا ہے مگر درحقیقت یہ وسیع علاقہ مراکش، تیونس، الجیریا، لیبیا، مصر، سوڈان، نائیجیریا، ماریطانیہ، گیمبیا، گنی، صومالیہ، جبوتی، سعودی عرب، عدن، یمن لبنان، اردن، شام، جزیرہ ہائے عرب کی چھوٹی چھوٹی سلطنتیں، مثلاً کویت، بحرین، عراق، ایران، ترکی، ایران، افغانستان، پاکستان، ملائشیا۔ اس کے علاوہ مسلم اکثریت کے بیشتر ممالک مثلاً چاڈ، سینٹرل افریقین ری پبلک ایتھوپیا، ایریٹریا، فرانسیسی صومالی لینڈ، مالی، سینی گال، جنوبی روس میں خیوا، بخارا، ترکستان، سمرقند وغیرہ کے سربراہ عیسائی یا غیر مسلم ہیں اگر چہ ان علاقوں میں مسلمانوں کی آبادی ۵۵ فی صد اور ۹۵ فیصد (سینی گال) و ۸۰ فیصد کے درمیان ہے۔ یورپ میں یوگوسلاویہ اور بلغاریہ میں مسلمان اقلیت میں ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق یوگوسلاویہ میں تقریباً ۲۰ لاکھ سیاہ فام مسلمان ہیں۔ البانیہ کی آبادی دس لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ جس میں مسلمان ۸۰ فیصد ہیں۔ سارے یورپ میں البانیہ واحد اسلامی ریاست ہے۔

مختلف اسلامی ممالک کی شرح پیدائش کا سرسری جائزہ لینے کے بعد یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ ہر جگہ مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مثلاً ایک تخمینہ کے مطابق صرف ایک سو برس میں مصر کی آبادی کے چار گنا زائد

ہونے کے امکانات ہیں۔ فلسطین میں عربوں کی شرح پیدائش یہودیوں سے اڑھائی گنا زیادہ ہے اسی طرح دوسرے اسلامی ممالک مثلاً ایران، ترکی اور مصرف میں مسلمانوں کی شرح پیدائش یورپی ممالک سے تگنی ہے۔ افریقہ کے اسلامی ملک الجیریا میں مسلمانوں کی یہودیوں سے اڑھائی گنا زیادہ شرح پیدائش ہے۔ اگر مسلمانان عالم کی تعداد اسی رفتار سے بڑھتی رہی تو ایک تخمینہ کے مطابق صرف دونسلوں کے بعد دنیا بھر کی آبادی کا ایک چوتھائی ہو جائے گی۔ اس وقت دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد دنیا بھر کی آبادی کا آٹھواں حصہ ہے۔

مگر عالم اسلام رو بہ تنزل ہے

عالمی جنگ نمبر ا کے بعد اسلامی ممالک کے معدنی وزرعی وسائل میں حیرت انگیز اضافہ ہوا ہے۔ مصر میں روئی کی پیداوار اتنی بڑھ گئی ہے کہ دنیا کی منڈیوں میں اُس کی مانگ اور کھپت کے اَمکانات ہیں۔ ترکی، ایران، سعودی عرب اور دیگر ممالک میں مجموعی طور پر تیل کے اتنے چشمے ہیں جتنے کہ دنیا کے باقی ممالک میں ہوں گے۔ پاکستان اور انڈونیشیا بھی زرعی اور معدنی پیداوار کے لحاظ سے دوسرے اسلامی ممالک سے کم نہیں مگر خام اجناس کی بہتات اور مٹی کے تیل کی کثرت کے باوجود عالم اسلام رو بہ تنزل ہے۔ گذشتہ سو سال کے تاریخی حقائق اور سیاسی حالات نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ اُمت مسلمہ اب اخلاقی تنزل کی اس انتہائی حد تک پہنچ چکی ہے جہاں ان کا کوئی لائحہ عمل اور کوئی طریقہ کارُ روئے زمین کے کسی حصہ پر صلاحیت سے پایہ تکمیل کو پہنچتا نظر نہیں آتا۔ اگر نظام عمل اور تنظیمی سلیقہ کے عام فقدان کے باوجود کسی مصلح قوم یا دردمندان اسلام کے کسی گروہ نے مسلمانوں کی تقدیر کو سنوارنے کا بیڑہ اٹھایا تو پیشتر اس کے کہ کوئی مفید نتیجہ برآمد ہو مخالف اثرات، مخالفین کی معاندانہ روشیں اور ریشہ دوانیاں اور تشتت وافتراق کے جراثیم نے اس دردمند شخص یا جماعت کی تنظیمی صلاحیتوں اور سلیقۂ کار کو اندر ہی اندر دیمک کی طرح چاٹ کر کھوکھلا کر دیا۔ موجودہ وقت میں ملت اسلامیہ کے افراد کی سیرتوں کا جائزہ لینے سے یہ بات عیاں ہے کہ اُن کے وہ قوائے ظاہری و باطنی اور وہ جذبات آہنی جو اعدائے اسلام کو لرزائے رکھتے تھے نرم پڑ چکے ہیں۔ قوم کا ایک ایک فرد انفرادی و راجتماعی حیثیت سے بے کار ہو چکا ہے۔ اس تنزل اور ہولناک ہوط کے دردناک المیہ میں سب سے تکلیف دہ امر مسلمانوں کا وہ عام جمود اور فقدان ہے جو انہیں کامل طمانیت اور دلی سکون کے ساتھ قطعی ہلاکت اور یقینی موت کی طرف دھکیلے جا رہا ہے۔ پاکیزہ اخلاق کے فقدان کے علاوہ ان کی سیرتوں سے ایسی صفات مثلاً آہنی قوت ارادی، بلند پایہ تنظیم، صحیح قیادت کا ملکۂ سلیم، جذبۂ جہاد فی سبیل اللہ، اطاعت الٰہی اور اطاعت رسول بڑی تیزی سے عنقا ہو رہے ہیں۔ بدیں وجہ مسلمانان عالم یورپ کی تہذیب جدید اور علم وفن کے سامنے ہر جگہ بے دست و پا نظر آتے ہیں۔ ایسی صورت میں اکثر

اسلامی ممالک اپنی پالیسیوں کا تعین یورپی ممالک کے زیر اثر کرتے ہیں۔حاکمیت خداوندی سے انحراف اور غیر اللہ کے قانون کی مسلسل متابعت سے مسلمانان عالم میں جاہلیت سے مصالحت کرنے کا مادہ پیدا ہو گیا ہے اور وہ رفتہ رفتہ ان صفات عالیہ سے خالی ہو رہے ہیں جو سیرت کی مضبوطی کا باعث بن کر آزاد قوم کے افراد کو اپنی تہذیبی قدروں پر ڈٹے رہنے کی تلقین کرتی ہیں۔ایسے ناخوشگوار ماحول اور غلط تصورات کی بدولت اسلامی ممالک کے باشندوں خصوصاً طبقۂ علیا اور طبقۂ متوسط میں جس قدر منفی اثرات مرتب ہو رہے ہیں ان کی بروقت روک تھام نہ کی گئی تو مسلمانان عالم کا جلد یا بدیر قعر مذلّت میں گرنا ایک یقینی امر ہوگا۔(۱۷)

کیسے ممکن ہے کہ حالت کی گتھی سلجھے
''اہل دانش'' نے بہت سوچ کے الجھائی ہے

الحمد اللہ مایوسی نہیں ہے بات صرف اتنی ہے:

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

دین اسلام کا آفاقی بین المذاہب اور بین الاقوام سنہری پیغام ہے کہ قوموں کو ان کی قومیت اور خصوصیات کے ساتھ برقرار رکھ کر ان کے درمیان تہذیب واخلاق اور عقائد وافکار کا ایک ایسا رشتہ قائم کر دیا جائے جس سے قوموں کے درمیان پائی جانے والی کشیدگیاں، رکاوٹیں، ظلم اور ہر قسم کے تعصبات دور ہو جائیں اور ان کے درمیان تعاون باہمی پر مشتمل برادری جیسے تعلقات استوار ہو جائیں۔اسلام کے تصور بین الاقوامیت کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ بین الاقوامیت کے مفہوم میں قوموں کی امتیازی خصوصیات، کو ہی مدغم کر دیا جائے۔حضرت شاہ ولی اللہ اور مولانا عبید اللہ سندھی بھی یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ اسلام ایک قومی مزاج رکھتا ہے۔اور اس کی روح بین الاقوامیت پر قائم ہے لیکن اسلام کے قومی مزاج رکھنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایک قوم اپنی قومیت کے زعم میں دوسری قوم کو حقیر یا ذلیل سمجھے۔دراصل قومیت سے مراد تو یہ آداب وفضائل ہیں جو کسی ایک اجتماعیت کا شعار بن گئے ہوں اور ان کی وجہ سے دوسری جماعتوں یا قوموں سے ممتاز ہو گئی ہو(۱۸) لہٰذا اسی بین الاقوامیت جس میں کہ مختلف قوموں کے درمیان تہذیب واخلاق اور عقائد وافکار کا ایک ایسا رشتہ قائم ہو جائے کہ ان کے آپس کے ہر قسم کے تعصبات ختم ہو جائیں اور باہمی برادری جیسے تعلقات پیدا ہو جائیں تو اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ ناقابل اصلاح شریر لوگ قابو میں آ جائیں گے۔پھر انہیں یہ موقع نہیں ملے گا کہ ایک ملک میں بیٹھ کر دوسرے ملک کے لوگوں کے خلاف سازشیں کرتے رہیں۔اس کا نتیجہ کیا ہوگا کہ تمام نوع انسانی کو مختلف المذاہب اور مختلف الاقوام ہوتے ہوئے بھی امن کی راحت نصیب ہوگی جو ان کی دنیاوی اصلاح اور مرنے کے بعد بھی کامیابی کی کفیل ہوگی اور اگر غور کیا جائے تو قرآن پاک

کے پیغام قل یاھل الکتب تعالوا الیٰ کلمۃٍ سوآءٍ م بیننا و بینکم کا خلاصہ، فلسفہ اور مطالعہ بھی یہی ہے کہ ہر قوم بے شک اپنی جگہ قوم رہے لیکن کل انسانیت کے درمیان امن، احترام انسانیت اور امن و محبت جیسے عناصر کو ایک مشترکہ اکائی قرار دے کر ایک اجتماعی اتفاق و اتحاد کی بنیاد مان لیا جائے اس کے بعد ایک ایسا بین الاقوامی رشتہ قائم کر لیا جائے جس میں تمام عصبیتوں کا خاتمہ ہو جائے۔ تنازعات کا منصفانہ حل ہو، پسماندہ طبقات کا تحفظ ہو، بین الاقوامی تجارت کا فروغ، صلح اور امن کے معاہدات ہوں، مذہبی رواداری کی فضا قائم ہو، دولت کی منصفانہ تقسیم ہو اور یہ دنیا جنت فی الارض کا نمونہ بن جائے۔

حوالہ جات

۱۔ اسد سلیم شیخ۔ رسول اللہ کی خارجہ پالیسی۔ ص ۱۰۹ بحوالہ مقالات سیرت، شعبہ تحقیق و مراجع، وزارت مذہبی امور، اسلام آباد ۱۹۹۹، ص ۵۰

۲۔ محولہ بالا، ص ۶۳

۳۔ القرآن ۳:۶۴

۴۔ رازی، محمد بن عمر بن حسن بن حسین بن علی تیمی۔ التفسیر والکبیر، طہران، ایران، دار الکتب العلمیہ۔ بذیل تفسیر سورۂ آل عمران آیت نمبر ۶۴۔

۵۔ ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر بن ضوء بن کثیر بن زرع بصروی۔ تفسیر القرآن العظیم۔ بیروت، لبنان، دار المعرفہ بذیل تفسیر سورۂ آل عمران آیت نمبر ۶۴

۶۔ سیوطی، جلال الدین ابوالفضل عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد بن ابی بکر بن عثمان۔ الدر المنثور فی تفسیر بالماثور۔ بیروت، لبنان، دار المعرفہ بذیل تفسیر سورۂ آل عمران آیتنمبر ۶۴

۷۔ ابن ہشام، ابومحمد، عبدالملک حمیری۔ السیرۃ النبویہ۔ بیروت، لبنان، ص ۱۶۱، ج ۱

۸۔ ابن ہشام، ابومحمد، عبدالملک حمیری۔ السیرۃ النبویہ۔ محولہ بالا، ص ۱۸۲، ج ۱

۹۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ کتاب التفسیر باب انذر عشیرتک الاقربین۔

۱۰۔ عون الشریف قاسم۔ نشاۃ الدولۃ الاسلامیہ فی عہد الرسول۔ قاہرہ، مصر، دار الکتب المصری، ص ۳۴

۱۱۔ حمید اللہ۔ رسول اللہ کی سیاسی زندگی۔ کراچی، پاکستان، دار الاشاعت، ص ۳۵۳

۱۲۔ بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل۔ الجامع الصحیح۔ کتاب التفسیر باب قل یاھل الکتب تعالوا الیٰ کلمۃ سوآءم بیننا و بینکم

۱۳۔ ابن ہشام، ابومحمد عبدالملک حمیری۔ السیرۃ النبویہ، بیروت، لبنان، ص ۲۵۹، ج ۴

۱۴۔ القرآن ۲:۲۵۶

۱۵۔ القرآن ۱۰۹:۶

۱۶۔ القرآن ۴۹:۱۳

۱۷ احمد رضا خان، پروفیسر۔ تاریخ مسلمانان عالم۔ لاہور، پاکستان، علمی کتب خانہ ص ۱۰۶۱

۱۸۔ محمد طاہر مصطفےٰ، پروفیسر۔ اصلاح احوال کا آخری حل۔ لاہور، پاکستان کی دار الکتب، ۱۹۹۸، ص ۱۹۷

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

ڈاکٹر سید محمد ظاہر شاہ مہر بخاری

قل یا اھل الکتب تعالو ا الی کلمۃ سواء بینا وبینکم الا نعبدو الا اللہ ولا نشرک بہ شیاء ولا یتخذ بعضنا بعضا اربا با من دون اللہ فا ن تو لو افقو لو اشھد وا با نا مسلمو نo (۱)

ترجمہ: آپ ﷺ فرما دیجیے کہ اے اہل کتاب! آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو کہ ہمارے اور تمھارے درمیان برابر ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کے ہم کسی اور کی عبادت نہ کریں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی کو رب نہ قرار دے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر۔ پس اگر وہ لوگ اعراض کریں۔ تو تم لوگ کہہ دو کہ تم اس کے گواہ رہو کہ ہم تو ماننے والے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں عظیم مفسر محمد شفیع لکھتے ہیں:

''اس آیت سے تبلیغ ودعوت کا ایک اہم اصول معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی جماعت کو دعوت دینے کا خواہش مند ہو۔ جو عقائد ونظریات میں اس سے مختلف ہو تو جن پر دونوں کا اتفاق ہو سکتا ہے۔ اسی کی دعوت دی جائے۔ اور امام الانبیا ﷺ نے ہرقل شاہ روم کو دعوت نامہ میں یہی آیت نقل فرمائی تھی'' (۲)

پہلا اسلامی سٹیٹ

اسلام کا پہلا سٹیٹ (state) مدینہ منورہ میں قائم ہوا جہاں پر یہودی، مسلمان، عیسائی اور کافر موجود تھے ظاہر ہے کہ یہ صورتحال اس بات کی متقاضی تھی کہ باہمی رواداری برتی جائے اور میثاق مدینہ اس رواداری کا بین ثبوت ہے۔

آج کل جبکہ پوری دنیا ایک گلوبل ویلج (global village) کا منظر پیش کر رہی ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعے مختلف مذاھب کے لوگ ایک دوسرے کو قریب سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ثقافتی کشمکش بھی شروع ہو گئی ہے۔ ضرورت تو اس امر کی ہے کہ یہ کثیر الثقافتی اور کثیر المذہبی دنیا کیسے آپس میں مل جل کر رہ سکے گی تاکہ شیخ سعدی کے اس شعر کا مصداق بنے:۔

بنی آدم اعضائے یکدیگراند　　کہ درآفرینش زیک جوہراند

ترجمہ:۔ تمام انسان ایک دوسرے کے اعضا کی مانند ہیں کیونکہ ایک ہی جوہر یعنی آدم کی اولاد ہیں۔

آسمانی کتابوں سے رہنمائی:

اس کائنات کوامن کا گہوارہ بنانے کے لے اس کائنات کے خالق کی کتابوں سے رہنمائی حاصل کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ کیونکہ جس طرح ایک مشینری بنانے والے اس کے ساتھ ایک کتابچہ بھیجتے ہیں۔ جس میں اس مشینری کو صحیح طریقے سے چلانے کی ہدایات درج ہوتی ہیں۔ اسی طرح اس کائنات کا نظام چلانے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً رہنمائی فرمائی ہے۔ پیغمبروں کے ساتھ ساتھ صحیفے اور کتابیں بھی ارسال کی ہیں۔ اب ان آسمانی کتب کے ماننے والوں کا فرض ہے کہ وہ ان تعلیمات کو صحیح حالت میں سامنے لائیں اور خود غرضی، بوالہوسی اور ملک گیری کو بالائے طاق رکھ کر اس دنیا کو امن کا گہوارہ بنائیں اور فرشتوں کے اس خدشے کو غلط ثابت کریں۔ اور جس طرح کہ ابتدائے آفرینش سے ایک تھے۔ اسی طرح پھر ایک ہو جائیں۔

امت واحدہ کا تصور:

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كان الناس امة واحدة فبعث الله النبين مبشرين ومنذرين وانزل معهم الكتاب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه.(۳)

ترجمہ:۔ ابتدائے افرینش میں سب لوگ ایک ہی امت تھے۔ (پس جب اختلاف پیدا ہوئے) تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبر بھیجے جو خوشخبری سنانے والے اور ڈرسنانے والے تھے اور ان کے ساتھ کتابیں بھی نازل فرمائیں۔ تاکہ ان لوگوں میں حق کے ساتھ فیصلہ کریں۔

تفسیر عثمانی کی روشنی میں: مفسر قرآن علامہ شبیر احمد عثمانی اس آیت کی تفسیر کی روشنی میں فرماتے ہیں:۔

''حضرت آدمؑ سے لے کر ایک مدت تک ایک ہی سچا دین رہا۔ جب لوگوں نے اختلاف ڈالا تو خدا نے انبیا کو بھیجا۔''

آگے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے جو کتابیں اور نبی بھیجے تو اس واسطے نہیں کہ ہر ایک کو جدا طریقہ بتلایا۔ بلکہ سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی راستہ مقرر کیا جس وقت اس راہ سے پھسلے تو اللہ تعالیٰ نے نبی بھیجا اور کتاب اتاردی کہ اس کے موافق چلیں اس کے بعد پھر بہکے تو دوسرا نبی یا کتاب اسی ایک راہ کو قائم کرنے کے لے بھیجا۔ (۴)

علامہ ابن کثیرؒ

اس آیت کے ضمن میں فرماتے ہیں: اسلام ہر زمانے کے پیغمبر کی وحی کی تابعداری کا نام ہے۔(۵)
یعنی تمام انبیائے کرامؑ ایک ہی سلسلۃ الذھب کی کڑیاں ہیں۔

الانبیاء اخوۃ:

حدیث نبویؐ ہے: الانبیاء اخوۃ من علات و امھاتھم شی و دینھم واحد .(٦)

ترجمہ: تمام انبیائے کرام آپس میں علاتی بھائی ہیں۔ مائیں مختلف ہیں اور سب کا دین ایک ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی کچھ مال بیچ رہا تھا۔ کسی نے اسے قیمت دی تو وہ راضی نہ ہوا۔ یا اس نے بڑا جانا تو بولا نہیں قسم اس کی جس نے آدمیوں میں سے حضرت موسیٰؑ کو چنا یعنی منتخب کیا۔ یہ الفاظ ایک انصاری صحابی نے سنے اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا اور تو کہتا ہے موسیٰ کو آدمیوں میں سے چنا اور رسول ﷺ ہم میں موجود ہیں۔ وہ یہودی رسول ﷺ کے پاس آیا کہ اے ابوالقاسم ﷺ میں ذمی ہوں اور امان میں ہوں اور فلاں شخص نے مجھے طمانچہ مارا ہے آپ ﷺ نے اس انصاری سے پوچھا کہ کیوں طمانچہ مارا ہے۔ وہ بولا یا رسول اللہ ﷺ اس نے کہا کہ قسم اس خدا کی جس نے آدمیوں میں سے حضرت موسیٰ کو چن لیا اور برگزیدہ کیا اور آپ ﷺ ہم میں تشریف رکھتے ہیں اور آپ ﷺ کا رتبہ سب سے زیادہ ہے آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر غصہ کے آثار معلوم ہونے لگے اور فرمایا:

لاتفضلو ابین انبیاء اللہ یعنی مت فضیلت دو ایک پیغمبر کو دوسرے پیغمبر پر ۔
(اس طرح سے کہ دوسرے پیغمبر کی شان گھٹے)(۷)

کسی پیغمبر کی بے ادبی کفر ہے:۔ امام نووی اس حدیث کی شرح میں یوں رقمطراز ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ تمام پیغمبروں کا ذکر نہایت ادب اور حرمت سے کرنا چاہیے اور کسی پیغمبرؑ کی فضیلت کے ساتھ بے ادبی کفر ہے اور پیغمبر کی فضیلت دوسرے کے ساتھ موازنہ کر کے اس طرح بیان نہیں کرنا چاہیے کہ دوسرے پیغمبرؑ کی توہین کا شائبہ بھی ہوتا ہو۔ ورنہ ثواب کے بدلے کافر ہو جائے گا۔(۸)

آمدم برسر مطلب!

سلسلۃ الوحی کی آخری کڑی قرآن مجید ہے۔ جو تمام گذشتہ کتابوں کی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور اس میں تمام مذاہب کا ذکر موجود ہے۔ کچھ مذاہب تو وقت کے ساتھ ساتھ معدوم ہو گئے یا اسلام میں ضم ہو گئے یعنی اس کے ماننے والے مسلمان

ہو گئے۔البتہ کچھ مذاہب اپنی انفرادیت قائم رکھے ہوئے ہیں جن میں عیسائیت، یہودیت اور بدھ مت قابل ذکر ہیں۔چونکہ ہمارا موضوع سخن اہل کتاب یعنی عیسائیت اور یہودیت ہے۔اس لئے ان مذاہب کی تعلیمات کا جائزہ لیتے ہیں اور اسلام کے ساتھ موازنہ پیش کرتے ہیں۔

سب سے پہلے مخاطب:

قرآن مجید کا بنی اسرائیل کے لیے اس سے بڑھ کر نرم گوشہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ بنی اسرائیل کے نام سے ایک مستقل سورۃ موسوم ہے اور سب سے پہلے حرف ندا ''یا'' کے ساتھ بنی اسرائیل کو مخاطب کیا گیا ہے۔ارشاد ہے۔

یبنی اسرئیل اذ کرو ا نعمتی التی انعمت علیکم اے بنی اسرائیل! میری نعمتوں کو یاد کرو!(۹)

عصر حاضر کے ایک محقق بنی اسرائیل کی اسی اہمیت پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

غالباً قرآن مجید کی دی ہوئی اسی اہمیت کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں میں مذاہب اہل کتاب کے مطالعہ کا ابتدا ہی سے سلسلہ جاری رہا ہے صحابی جلیل حضرت عبداللہ بن عباسؓ تو اس معاملے میں شاید تمام علمائے اسلام کے پیشرو کی حیثیت رکھتے ہیں۔عربی الاصل صحابہ کرامؓ میں اس اعتبار سے نمایاں ہیں کہ انہوں نے مذاہب اہل کتاب اور ان کے مذہبی صحیفوں اور رویات سے خاص دلچسپی لی اور اس سے فہم قرآن میں کام لیا۔تابعین کے دور میں نمایاں کام کعب الاحبار کا ہے جن سے بہت سے اہل علم نے مذاہب اہل کتاب کے سلسلے میں استفادہ کیا۔بعد کے ادوار میں علامہ شہرستانی، ابن حزم امام ابن تیمیہ مجاہد کبیر رحمت اللہ کیرانویؒ وغیرہ کے نام نمایاں ہیں۔(۱۰)

پہلی وحی کی تصدیق ورقہ بن نوفل نے کی:

چونکہ نزول وحی سے صرف اہل کتاب واقف تھے اس لئے جب آپ ﷺ پر پہلی وحی غار حرا میں نازل ہوئی تو آپ ﷺ خوفزدہ سی کیفیت میں گھر تشریف لائے اور اپنی رفیقہ حیات حضرت خدیجہؓ کو تمام واقعہ سنایا۔چنانچہ انہوں نے آپ ﷺ کو تسلی دی اور اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو توراۃ اور انجیل کے بڑے عالم تھے انھوں نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ فکر نہ کریں یہ وہ ناموس (فرشتہ) ہے جو حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا کرتا تھا اور اس طرح اس مبارک بعثت کی خوشخبری سنائی۔اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کو تاکید فرمائی ہے کہ اگر تمہیں وحی کے بارے میں شک ہے۔تو اہل کتاب سے پوچھو۔ارشاد ہے۔

فا سئلو ا اھل الذکران کنتم لاتعلمو ن ط

قرآن اہل کتاب کی تعلیمات کا مصدق اور محافظ ہے۔

ایک طرف اگر قرآن نے اہل کتاب پہ حوالہ دیا ہے تو دوسری طرف اہل کتاب کی کتابوں کا ناسخ ہونے کے ساتھ ساتھ مصدق اور مُھیمن یعنی محافظ بھی ہے۔

چنانچہ ارشاد ہے: وانزلنا الیک الکتاب با الحق مصد قالما بین ید یہ من الکتاب و مھیمنا علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ.(١١)

ترجمہ: اور اس کتاب کو ہم نے آپ ﷺ پر نازل کیا جس کا حال یہ ہے کہ خود سچی ہے اور اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ بھی ہے۔لہذا آپ ﷺ ان اہل کتاب کے مابین اس کے مطابق فیصلہ کیجیے جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر نازل کیا ہے۔

عیسائیوں کی اہل اسلام کے ساتھ قربت کا ذکر:۔ قرآن مجید مسلسل اہل کتاب کو قریب لانے کے کوشش کر رہا ہے اور تقریباً ہر سورت میں ان کا ذکر موجود ہے۔اور اہل اسلام کے بعد ان کو بڑے اچھے طریقے سے خطاب کیا گیا ہے اور ایک مقام پر عیسائیوں کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ارشاد ہے:

ولتجد ن اقربھم مو دۃللذین امنو االذین قالو اانا نصری ذالک بان منھم قسیین ورھباناوانھم لالیستکرون ط(١٢)

ترجمہ:۔ اور آپ ﷺ ان لوگوں کو جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں مسلمانوں کے قریب پائیں گے کیونکہ ان میں عالم اور درویش موجود ہیں اور متکبر نہیں اور جو لوگ متکبر نہیں ہوتے ان میں قبولیت حق کی استعداد زیادہ ہوتی ہے

طعام اہل کتاب اور خواتین اہل کتاب کے ساتھ نکاح کی شرعی حیثیت

قرآن مجید میں اہل کتاب کو قریب لانے کے لئے درج ذیل آیت پر غور و خوض کرنا کافی ہے۔ارشاد ہے:

وطعام الذین اوتوالکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنت من المومنت والمحصنت من الذین اوتوالکتاب من قبلکم . (١٣)

ترجمہ:۔ اور اہل کتاب کا طعام تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا طعام ان کے لئے حلال ہے اور مسلمان پاکدامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاک امن عورتیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

چونکہ یہود میں زمانہ قدیم سے ذبح کرنے کا دستور ہے اور حضرت مسیحؑ اور ان کے حواری شریعت موسویہؑ کی پابندی کرتے تھے، کسی روایت سے ثابت نہیں کہ انہوں نے سور کا گوشت یا شراب یا گلا گھونٹی مرغی کا گوشت استعمال کیا ہو۔

نکاح کے بارے میں آگے فرماتے ہیں: جمہور کے نزدیک اہل کتاب کی عورت کے ساتھ بغیر اسلام لائے نکاح درست ہے کیونکہ عورت زیر دست ہے اور امید ہے کہ اس کی صحبت سے اسلام میں آجائے۔ (۴)

صاحب معارف القرآن مفتی محمد شفیعؒ اسی آیت کی تفسیر میں گرہ گشائی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

تمام کفار میں یہود و نصاریٰ کا ذبیح اور ان کی عورتوں سے نکاح حلال قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے دین میں سینکڑوں تحریفات ہونے کے باوجود ان دو مسئلوں میں ان کا مذہب بھی اسلام کے بالکل مطابق ہے۔ یعنی وہ ذبیحہ پر اللہ کا نام لینا عقیدہ ضروری سمجھتے ہیں۔ اس کے بغیر جانور کو میتہ مردار اور ناپاک حرام سمجھتے ہیں اسی طرح مسئلہ نکاح میں جن عورتوں سے اسلام میں نکاح حرام ہے ان کے مذہب میں بھی حرام ہے۔ اور جس طرح اسلام میں نکاح کا اعلان اور گواہوں کے سامنے ہونا ضروری ہے اس طرح ان کے موجودہ مذہب میں بھی یہی احکام ہیں۔ (۱۵)

پروفیسر ڈاکٹر اسد باسول چیئرمین اسلامیہ کالج شکاگو لکھتے ہیں:

Eating the food of other and marrying from among them creat love and peace among them. People do not marry from amongst their enemies and they do not socialize with their enemies and eat their food. (16)

مفہوم: ڈاکٹر باسول لکھتے ہیں کہ ایک دوسرے کے طعام کھانے اور مسلمانوں کا اہل کتب خواتین کے ساتھ شادی کرنا درستی کی علامت ہے۔ کیونکہ دشمنوں کے ساتھ لوگ یہ تعلقات نہیں رکھتے۔

عقیدہ توحید متفقہ عقیدہ:

جب حضرت یعقوبؑ کی وفات کا وقت قریب آپہنچا۔ تو آپ نے اپنے بیٹوں کو بلایا۔ اور ان سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ تو انہوں نے جو جواب دیا وہ قرآن کی مندرجہ ذیل آیت میں ملاحظہ کریں:

ام كنتم شهداء اذ حضر يعقوب الموت اذقال لبنيه ماتعبدون من بعدى ط قالو لعبد الهک واله آبائک ابراهیم واسمعیل واسحق الها واحدا ونحن له مسلمون ط (17)

ترجمہ:۔ اور اے بنی اسرائیل! کیا تم اس وقت حاضر تھے کہ جب حضرت یعقوبؑ کی وفات کا وقت آگیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا، کہ ہم آپ کے

اللہ اور آپ کے باپ دادا حضرت ابراہیمؑ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے اللہ کی عبادت کریں گے۔ جو کہ الہ واحد ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مولانا عبدالماجد دریابادیؒ لکھتے ہیں۔

The basic cordinal doctrine of Islam is none other than the unity of God. proclaimed and preached by the prophets of old. (18)

مفہوم: یعنی اسلام کی بنیاد شروع سے ایک ہی ہے۔ اور تمام انبیائے کرام عقیدہ توحید کا پرچار کرتے رہے۔

جیوش (Jewesh) انسائیکلوپیڈیا میں یہ وعدہ اس طرح مذکور ہے:

Jacob gave these commandments to his children, before his death.

1- that they should not worship idol

2- That they should not blaspheme the name of God.

3- and that they should not let a pagan to touch his nearse. (19)

بائبل اور توحید

بائبل کے مطابق توحید کی تعلیم بنیادی ہے۔ ملاحظہ ہو: ''وہ پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ سب حکموں میں اول کون سا ہے؟ یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن لو! خداوند ہمارا ایک ہے۔ (۲۰)

ایک اور جگہ اس طرح توحید کا ذکر موجود ہے۔ اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے مانیں۔ تثلیث کے بارے میں عظیم محقق ڈاکٹر حمید اللہ مرحومؒ فرماتے ہیں۔ (۲۱)

عیسائیوں میں تثلیث کا تصور پایا جاتا ہے لیکن کسی عیسائی سے پوچھو اور اس سے کہو کہ تم تین خداؤں پر ایمان رکھتے ہو۔ وہ تم سے لڑ پڑے گا کہے گا قطعاً نہیں، ہم ایک ہی خدا مانتے ہیں باپ، بیٹا، روح القدس ایک ہی خدا کے مظہر ہیں۔ (۲۲)

قرآنی تعلیمات اور بائبل کا موازنہ

قرآن کی رو سے اپنی ماں سے نکاح حرام ہے۔ ارشاد ہے: ولا تنکحوا ما فکح آباء کم. (۲۳)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: حرمت علیکم امھا لکم (۲۴) اور تمہاری مائیں تم پر حرام ہیں۔

بائبل میں بھی یہ حرام ہے۔ ملاحظہ ہو: ''کوئی شخص اپنے باپ کی بیوی سے شادی نہ کرے۔ (۲۵)

جہاد کے قوانین:۔ بائبل میں ہے کہ

''جب تو کسی شہر سے جنگ کرنے اس کے نزدیک پہنچے تو پہلے اسے صلح کا پیغام دو۔ تو اگر وہ صلح کر کے اپنا پھانک

کھول دے تو وہاں کے باشندے تیرے باجگذار بنیں اور تیری خدمت کرے۔" (۲۶)

قرآن بھی یہی کہتا ہے۔فان جنحوا للسلم فاجنح لها (۲۷) اور اگر وہ صلح کریں۔تو تو بھی آمادہ بہ صلح ہو۔

جادو،ٹونا،ٹوٹکا کی ممانعت

قرآن مجید میں جادو کو صریحاً کفر قرار دیا گیا ہے۔ارشاد ہے

وما کفر سلیمان ولکن الشیطین کفروا یعلمون الناس السحر (۲۸)

ترجمہ:۔ سلیمانؑ کافر نہ تھے۔بلکہ شیاطین کافر تھے جو کہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے۔

اسی طرح حدیث شریف ہے: من اتی عرافا فسئاله شیئا فصدقه لم تقبل له صلاة اربعین یوماً (۲۹)

ترجمہ:۔ جو شخص فالگیر سے پاس آیا اور اس کی باتوں کی تصدیق کی تو چالیس روز تک اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔

بائبل میں بھی جادو کہانت منع ہے:

"تجھ میں ہرگز ایسا کوئی نہ ہو کہ اپنے بیٹے یا بیٹی کو آگ میں چلوائے یا فالگیر شگون نکالنے والا یا افسون گر یا ساحر ہو۔ کیونکہ وہ سب جو ایسے کام کرتا ہے۔خداوند کے ہاں مکروہ ہے۔ (۳۰)

قربانی کا جانور صحیح سالم ہو

استثنا کے باب 15 میں مذکور ہے:

"اگر اس میں کوئی نقص ہو،مثلاً وہ لنگڑا اندھا ہو۔یا اس میں اور کوئی عیب ہو تو اپنے خدا کے لیے اس کی قربانی نہ کر" (۳۱)

اسی طرح اسلام میں بھی قربانی کا جانور بے عیب ہونا چاہئے۔

ارشاد ہے:۔سمنوا اضحایا کم فانها مطایا کم (الحدیث)۔

اپنے قربانی کے جانوروں کو خوب صحت مند رکھو کیونکہ یہ (پل صراط) پر تمھاری سواری ہوگی۔بائیبل میں ہے کہ بد کاری کے بارے میں تیرے سننے میں آئے تو تو جانفشانی سے تحقیقات کرنا اور اگر یہ ٹھیک ہو اور اگر قطعی طور پر ثابت ہو جائے۔تو اس مرد یا عورت جس نے برا کام کیا ہو۔تو باہر اپنے پھاٹکوں پر نکال لے جانا اور اس کو ایسا سنگسار کرنا کہ وہ مر جائے۔ (۳۲)

قرآن مجید کی رو سے بھی یہی سزا ہے۔ایک منسوخ القرآۃ اور باقی الحکم آیت ہے۔

الشیخ والشیخہ، اذانیا فار جموهما نکالا من الله

کہ شادی شدہ مرد یا عورت اگر زنا کا مرتکب ہو جائے۔ (۳۳)

توان کوسنگسار کرو۔ یہ اللہ کی طرف سے عبرتناک سزا ہے۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ نے خود رجم کی سزائیں جاری فرمائی ہیں۔ اور آج کل بھی شریعت اسلام میں معمول اسی پر ہے۔

مردار کھانے کی ممانعت

استثنا میں ہے۔ ''جو جانور مر جائے اسے مت کھانا'' (۳۴)

ارشاد ربانی ہے: انما حرم علیکم المیتة والدحد ولعم الخنزیر اور حرام سے تم پر مردار اور دم مسفوح اور سور کا گوشت (۳۵)

قصاص کے احکام

''خروج'' کے مطابق ''اگر کوئی آدمی کسی کو ایسا مارے کہ وہ مر جائے گا''۔ (۳۶)

قرآن مجید نے اسی قصاص کو برقرار رکھتے ہوئے مزید تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: وکتبنا علیھم ان النفس بالنفس والعین بالعین ولانف بالانف والاق بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق به فهو کفارة له ومن لم یحکم بماانزل الله فائولئک هم الظلمون ۔ (۳۷)

ترجمہ:۔ اور ہم نے ان لوگوں کیلئے تورات میں یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اس کے لیے کفارہ ہوگا اور جو خدا کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بے انصاف ہیں۔

تصویر کا دوسرا رُخ: اسلام تو اہل کتاب کو نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے لیکن دوسری طرف اہل کتاب یعنی متشرقین اسلام، قرآن اور حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں کیا رائے قائم کرتے ہیں درج ذیل سطور میں ان کا مختصر جائزہ لیتے ہیں کیونکہ تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی۔ وہ ایک طرف تو اسلام کی حقانیت کا اعتراف بھی کرتے ہیں لیکن اسلام کی مقبولیت سے وہ خائف بھی ہیں اور اس پر تاریخ گواہ ہے۔

مسیحیوں کو جب صلیبی جنگوں میں شکست ہوئی۔ تو ولیم میور (William Mever) نے محسوس کیا۔ کہ اسلام مسیحیت کے مقبول ہونے کی راہ میں رکاوٹ ہے اور اسلام کو نا قابل ثابت کرنے کی جب کامیاب کوشش نہ کی جائے گی مسیحیت مقبول نہ ہوگی۔ چنانچہ مسیحی مبلغین نے اسلام کا مطالعہ اس نظر سے شروع کیا کہ اس کے خلاف نفرت پھیلائی جائے۔

حال ہی میں امریکہ کے ایک عیسائی سکالر جیری وائن (Jerry Vinen) نے اسلام کے خلاف ایک کتاب لکھی

ہے۔جس میں اللہ کے رسول ﷺ کے علاوہ اللہ تعالیٰ پر بڑے رکیک حملے کئے گئے ہیں۔جس کا منہ توڑ جواب ایک مسلمان امریکی سکالر محترم ڈاکٹر اسد غربسول چیئر مین عربی اسلامک کالج شکاگو نے دیا ہے۔اور ایک کتابچہ شائع کیا ہے۔جس کی ایک کاپی راقم کے پاس موجود ہے۔اس سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں ڈاکٹر باسول لکھتے ہیں۔

It is unfortunate that we now live in an age whome those with little or no knowledge of Islam continue to attach the God, the prophet of Islam the muslim creed, muslims are being labled as terrorist by govts, (39)

مفہوم: بدقسمتی سے کہ آج کل لوگ بے علمی اور کم علمی کی وجہ سے اسلام پر اعتراضات کرتے ہیں۔جس میں پیغمبر اسلامؐ، اور یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔اور مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیتے ہیں۔

ڈاکٹر باسول آگے عیسائیوں کے اعتراضات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

one of the foremost critics of islam is a cirtain person by the name of jerry vines, a souther baptist who accused the prophet Muhammad (PBUH) of being........... (40)

مفہوم ایک اعتراض کرنے والا ایک پتشسم فرقہ کا عیسائی جری وائنز ہے۔جس نے حضرت محمد ﷺ پر اعتراض کیا ہے کہ۔۔۔؟

ایک اور جگہ ڈاکٹر باسول نے ان معترضین کے نام لئے ہیں جو کہ درج ذیل ہیں:

There are the erangelist in particular who reside in the united states of America namely, Jerry vines, Jerry Fall wel and Frankline Graham..... (41)

اہل کتاب سے استفسار

کیا کوئی اہل کتاب یہ ثابت کرسکتا ہے۔کہ کسی مسلمان نے اہل کتاب کے کسی پیغمبرؑ کی بے ادبی کی ہے؟ یقیناً نہیں کی ہے۔تو پھر۔ الیس منکم رجل رشید کہ ان لوگوں کو روک سکو

یہاں بعینہ ان الفاظ لکھنے سے قصداً احتراز کیا جاتا ہے۔کیونکہ پھر ایک اور موڑ پر مضمون کو لے جانا ہوگا۔جس کا یہاں مقام نہیں، راقم المعروف۔

سیکنڈ ویٹی کن کونسل (2nd vetican) کا اعلان:۔

اہل کتاب کو ویٹی کن کونسل 1965ء کے اس اعلان اور صلح کی طرف پیشقدمی کو مدنظر رکھنی چاہئے:

If in the course of centuries there has arisen not in freques. dissention and hostility between christian and muslim, this sacred council now urges every one to forget the part, to make sincere efforts at mutual understanding and to

work together in protecting and promoting for the benefit of all men, social justice, good marks, as well as peace and freedom. (42)

مفہوم: صدیوں کے اختلافات اور دشمنی کی پس پشت ڈال کر مقدس کونسل کی اپیل پر باہمی افہام وتفہیم کی طرف آنا چاہئے۔ اور مل کر بنی نوع انسان کے فائدے اور سماجی فلاح و بہبود کے لیے کام کرنا چاہئے جو امن اور آزادی کی فضا کو جنم دے۔

تجاویز وسفارشات

۱۔ علمائے اسلام کا فرض ہے۔ کہ وہ اسلام کو اس کے روح کے ساتھ مسلمانوں اور خصوصاً مغرب کے سامنے پیش کریں۔ اس کا یہ خیر کے لیے یونیورسٹیوں کے پروفیسروں کو دینی مدارس کے علماء کے ساتھ مل کر کام کرنا چاہئے۔

۲۔ عیسائی دنیا کو اسلام سے متعارف کرانے کے لیے امریکہ اور دیگر مغربی ممالک کی یونیورسٹیوں میں Chairs کا اہتمام کرنا چاہئے۔ اس کار خیر میں عربی ممالک اہم رول ادا کر سکتے ہیں۔

۳۔ اسلامی تنظیموں کا فرض ہے کہ وہ اسلام پر جامع ویب سائٹ (web-sites) تیار کریں اور اخلاقیات پر زور دیں۔ تاکہ مذہبی رواداری پروان چڑھے۔

حوالہ جات

۱۔ آل عمران آیت 64
۲۔ مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، جلد ۳، صفحہ 87، سرورز بک کلب، راولپنڈی، 2004ء
۳۔ البقرہ آیت ۲۱۳
۴۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تفسیر عثمانی، صفحہ ۴۱ دار التصنیف، کراچی۔
۵۔ علامہ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، جلد دوم، صفحہ 376، دار الاشاعت کراچی۔
۶۔ امام مسلم، صحیح مسلم معہ شرح لامام نوریؒ، جلد 6، صفحہ 61۔
۷۔ امام مسلم، ایضاً، معہ شرح لامام نوریؒ، جلد 6، صفحہ 69۔
۸۔ امام مسلم، ایضاً، معہ شرح لامام نوریؒ، جلد 6، صفحہ 70۔
۹۔ البقرہ آیت 40۔
۱۰۔ ڈاکٹر محمود احمد غازی، مقدمہ "عیسائیت کیا ہے" صفحہ 4، دعوہ اکیڈمی اسلام آباد۔ 1990
۱۱۔ المائدہ آیت 44
۱۲۔ المائدہ آیت 82
۱۳۔ المائدہ آیت 5
۱۴۔ شیخ عبدالحق محمد دہلویؒ تفسیر حقانی، جلد 4، دار الاشاعت حقانی دہلوی، ۱۳۴۴ھ۔

۱۵۔ مفتی محمد شفیع، معارف القرآن جلد ۳۔ صفحہ 51

۱۶۔ ڈاکٹر اسد نمبر باسول، In God we trust، صفحہ 34-33، پروفیسر اسلامک کالج شکاگو امریکہ۔

۱۷۔ البقرہ آیت ۱۴۳

۱۸۔ (18) Abdul Majid Daryabadi, the Holy Quran translaian Gomentry)

۱۹۔ Jewish inciclopedia, viii, صفحہ 24۔

۲۰۔ مرقس، باب ۱۲، 29، کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی لاہور، 1991۔

۲۱۔ یوحنا، باب ۱۷، 3 کتاب مقدس، ایضاً، بائبل سوسائٹی لاہور، 1991۔

۲۲۔ ششماہی معارف اسلامی، جلد ۲، ۳، شمارہ ۱، ۲، ڈاکٹر حمید اللہ نمبر علامہ اقبال یونیورسٹی اسلام آباد۔

۲۳۔ سورۃ النساء آیت ۲۲۔

۲۴۔ القرآن، حرمت علیکم امھاتکم الا۔

۲۵۔ استثناء باب ۲۲، ۲، کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی لاہور 1991

۲۶۔ استثناء باب ۲۰، ۱۱، ۱۰، کتاب مقدس، ایضاً، بائبل سوسائٹی لاہور 1991

۲۷۔ القرآن، فان جنحوا للسلم فاجنح لھا۔

۲۸۔ البقرہ، آیت ۱۰۲۔

۲۹۔ امام مسلم، مسلم شریف، بحوالہ: ریاض الصالحین، صفحہ 637، وزارۃ تعلیم اسلام آباد۔

۳۰۔ استثناء باب 18، 11,12,13، بائبل سوسائٹی لاہور 1991

۳۱۔ استثناء باب 15، 21,22، بائبل سوسائٹی لاہور 1991

۳۲۔ استثناء باب 16، 3,4، بائبل سوسائٹی لاہور 1991

۳۳۔ شیخ عبداللطیف "تفسیر کاشف البیان جلد اول، انوار معلوم کروان۔

۳۴۔ استثنا باب 14، 21، بائبل سوسائٹی لاہور، 1991

۳۵۔ البقرہ آیت ۱۷۳۔

۳۶۔ خروج باب 12 کتاب مقدس، بائبل سوسائٹی لاہور 1991

۳۷۔ المائدہ، صفحہ 45۔

۳۸۔ ڈاکٹر موہان الدین فاروقی، قرآن اور مسلمانوں کے مسائل، سروس بک کلب، راولپنڈی 1996۔

۳۹۔ Dr Asad Basole, In God we trust P.5,U.S.A (Hiacaas)

۴۰۔ Dr Asad Basole, do,In God we trust p.8,U.S.A (Hiacaas)

۴۱۔ Dr Asad Basole, do,In God we trust p.14,U.S.A (Hiacaas)

۴۲۔ Dr. Khalid Mehmood Dawa in Modern times, P.151, Royal Book Karachi

قل یا ھل الکتاب تقالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم کے حوالے سے
دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد، یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیماتِ اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر رشید احمد قاسمی

قال اللہ تعالیٰ: وتعاونوا علی البر و التقوی و لا تعاونوا علی الاثم و الله وان واتقوا الله ان الله شدید العقاب

وقال اللہ تعالیٰ من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانماقتل الناس جمیعاً ومن احیاھا فکانما احیاالناس جمیعا (۲)

امنِ عالم اور موجودہ صورتِ حال

موجودہ دور میں ہر طرف خلفشار شدید بدامنی اور افراتفری ہے فرد سے لے کر معاشرہ تک معاشرہ سے لے کر قوم تک، ایک قوم سے لے کر اقوامِ عالم تک ہر طرف بے چینی اور افراتفری ہے۔ دنیا میں قتل وغارت گری کا جو بازار گرم ہے اس کے تصور سے روح کانپنے لگتی ہے اور زبان پر لرزہ طاری ہونے لگتا ہے۔ آج جدھر نظر دوڑائیں لہولہو، خون خون اور لاشیں ہی لاشیں بکھری ہوئی ہیں۔ انسانیت کی بے حرمتی، شرافت کی توہین خودداری کی تذلیل، کتنے دکھ کی بات ہے کہ آج کا انسان حیوانیت اور بربریت کی تصویر بن کر لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم'' کی نفی کر رہا ہے۔ کیا یہ سب آج کے ترقی یافتہ باشعور انسان کو زیب دیتا ہے۔ ذرا سوچیں تو سہی ان خاندانوں پر کیا گزر رہی ہوگی جن کے چراغ ایک ہی سانس میں بجھا دیئے گئے ہوں۔ کاغذ پر لکھے ہوئے حرفوں کی طرح مٹائے گئے ہوں۔ یہ کیسے انسان ہیں؟ یہ کیسے مسلمان، عیسائی، یہودی بدھ اور ہندو ہیں؟ یہ درندہ صفت انسان ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کا کوئی دین نہیں کوئی مذہب نہیں، کوئی ایمان نہیں۔ اگر آج انسانیت کے قتل عام کو نہ روکا گیا، انسانیت کو بلند درجہ نہ دیا گیا، انسانیت نے اپنے اندر اتحاد، اتفاق پیدا نہ کیا تو وہ طوفان آئے گا کہ پھر ایک ذی روح بھی نہیں بچ سکے گا۔ یہ خلفشار اور بدامنی کیوں ہے۔ اس کے درج ذیل بڑے عوامل معلوم ہوتے ہیں:۔

= عالمی سطح پر غیر عادلانہ نظام = معاشی بدحالی اور غربت = جہالت

عالمی سطح پر غیر عادلانہ نظام:

عالمی سطح پر ہمارے عدل کے پیمانے مختلف ہیں طاقت ور اور ان کے چہیتے ممالک جو جی میں آتا ہے کرتے ہیں۔

اس کے مقابلہ میں غریب یا کم ترقی یافتہ ملک یا وہ ملک جن کو نظریاتی طور پر پسند نہیں کیا جاتا، کی معمولی غلطی بھی قابلِ معافی نہیں ہوتی۔ عالمی سطح پر جن ممالک کو طاقتور تصور کیا جاتا ہے اور یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں امن قائم کریں گے اور بدامنی کو ختم کریں گے۔ اگر ان کے پیمانے مختلف ہو جائیں اور وہ خود بدامنی پیدا کرنے کا سبب بنیں تو کس طرح امن قائم ہو سکتا ہے۔

سابق امریکی صدر لنڈن بی جانسن نے انسانیت کو امریکہ کا پیغام ان الفاظ میں دیا:۔

''ہم امن کی تلاش میں کبھی نہیں تھکیں گے''

سابق امریکی صدر جانسن نے ایک بار کہا تھا:

ہم جنگ سے گریز اس لئے نہیں کرتے کہ ہم بزدل ہیں بلکہ اس لئے کہ ہمیں جنگ سے نفرت ہے۔ ان بیانات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ امریکہ دنیا میں امن اور سکون قائم کرنا چاہتا ہے۔ لیکن حقیقت کیا ہے، سب پر عیاں ہے۔

پاکستان مغربی ایشیا اور جنوبی ایشیا کے دھانوں پر واقع ہے۔ اس واحد ایٹمی طاقت کی سرحدیں، ایران، افغانستان، چین اور بھارت سے ملتی ہیں۔ پاکستان قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس ملک نے افغانستان سے کمیونزم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں (عالمی برادری) کے ساتھ دینے میں بطور ہراول دستہ کام کیا۔ مگر اس کے بدلے میں اسے کیا ملا۔ سب پر عیاں ہے۔ مسئلہ کشمیر اس علاقہ میں ایک ناسور ہے۔ 80 ہزار سے زائد کشمیری اپنی جانوں کا نذرانہ ریاستی دہشت گردی کو پیش کر چکے ہیں۔ اقوام متحدہ نے کشمیری عوام کا حق خودارادیت تسلیم کیا۔ اقوام متحدہ نے ایک قانونی' اخلاقی 'روڈ میپ بالکل واضح الفاظ میں 13 اگست 1947' 5 جنوری 1951 اور 24 جنوری 1957 کی قراردادوں میں واضح کر دیا لیکن افسوس کل کی سرد جنگ میں سوویت یونین کا ساتھ دینے والا بھارت آج امریکہ کا ساتھی کیسے بن گیا۔ اس طرح اس سوچ کو کسی بھی عادلانہ نہیں کہا جا سکتا۔ امن عالم میں ایک بڑی رکاوٹ مسئلہ فلسطین ہے۔ دنیا کے سارے مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگ بھی اس بات پر متفق ہیں کہ اسرائیل مشرق وسطیٰ میں جارحیت اور دہشت گردی کا مرتکب ہے۔ ڈربن کانفرنس میں ساری دنیا نے اسرائیل دہشت گردی کی مذمت کی لیکن امریکہ ویٹو کر گیا۔ کیا یہ انصاف ہے۔ کیا یہ عدل ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔

معاشی بدحالی اور غربت

دنیا کے اکثر ممالک معاشی بدحالی اور غربت کا شکار ہیں۔ اور جب انسان بھوک کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے تو پھر ہر چہ بادا باد کے اصول پر عمل کرتے ہوئے بڑی قوتوں سے لڑ جاتا ہے۔ چاہے نتیجہ میں خود ختم ہو جائے۔ پاکستان میں 34 فیصد سے زیادہ لوگ خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں جبکہ صرف ایک ڈالر روزانہ کمانے والوں کی تعداد 31 فیصد ہے۔ حکومت عوام کی صحت پر GDP کا محض 0.9 فی صد خرچ کر رہی ہے۔

انڈونیشیا میں 40.9 فی صد لوگ خطِ غربت سے نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انڈونیشیا کے G.D.P کا صرف 0.6 فیصد صحت پر خرچ ہوتا ہے۔ 44.2 فیصد لوگ آج بھی اوسطاً ایک ڈالر پر زندگی گزار رہے ہیں۔ ایران مسلم امہ کا ایک اہم ملک ہے۔ یہاں تعلیم کی شرح مردوں میں 18 فیصد اور عورتوں میں 33 فیصد ہے۔ اور GDP کا صرف 4.8 فیصد صحت پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ نائیجیریا میں 49.5 فیصد لوگ خطِ غربت سے نیچے زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔ اس وقت نصف سے زیادہ آبادی غربت کا شکار ہے۔ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل نے فرانس، برازیل اور چلی کے سربراہوں سے 2004ء میں ایک ملاقات کی جس میں انہوں نے کہا کہ دنیا بھر ایک کروڑ سے زائد افراد ہر سال بھوک سے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ کوفی عنان نے مزید کہا اس امر کی ضرورت ہے کہ اسلحہ کی بین الاقوامی فروخت پر ٹیکس لگایا جائے۔ (۱)

اس وقت غریب ممالک کا اوسط GDP 17 ارب ڈالر ہے۔ جبکہ 2000ء میں امریکہ کا GDP دس ہزار ارب ڈالر سے زائد تھا۔ ایک تحقیق کے مطابق غریب ممالک قرضے کی جکڑ بندیوں میں اس طرح پھنسے ہوئے ہیں کہ وہ اصل رقم سے زیادہ ادا کر چکنے کے بعد بھی مقروض ہیں۔ آئی ایم ایف دنیا کے تقریباً 76 ممالک کے معاشی اور اقتصادی فیصلے کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے ان ممالک میں مغربی دنیا کے خلاف شدید نفرت پیدا ہو رہی ہے۔ اور دنیا کے اکثر غریب ممالک یہ سمجھتے ہیں کہ مغربی ممالک ان کا استحصال کر رہے ہیں۔ اس طرح عالمی سطح پر اتحاد و یگانگت کے بجائے بدامنی اور بے سکونی کی فضا پیدا ہو رہی ہے۔

جہالت۔ (تعلیمی سہولیات کی کمی)

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اس وقت دنیا ایک گلوبل ویلج بن چکی ہے۔ مگر ہر قسم کی سہولیات کے باوجود تعلیمی پس ماندگی اپنی جگہ موجود ہے۔ بین الاقوامی سطح پر اگر جائزہ لیا جائے تو بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں کی شرح خواندگی بہت پست ہے۔ اور جہاں جہالت ہوگی، ناخواندگی ہوگی وہاں بدامنی اور خلفشار یقینی ہوگا۔ اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ عالمی سطح پر منصوبہ بندی کی جائے تاکہ لوگوں کو علم کی روشنی مہیا ہو۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مذہبی انتہا پسندی اور دوسروں کو قبول نہ کرنا ان علاقوں میں زیادہ ہے جہاں تعلیم کم ہے۔ تخریب کاری کے لئے ان لوگوں کو ہی خریدا جاتا ہے جو ان پڑھ ہوتے ہیں یا کم پڑھے لکھے ہوتے ہیں۔ اس وقت مسلم دنیا کے ممالک کی اوسطاً شرح خواندگی 20 سے 30 فیصد ہے اس وقت عالم اسلام کے امیر اور خلیجی ممالک تعلیم پر اپنی آمدن کا صرف 0.25 فیصد خرچ کر رہے ہیں۔ اس طرح موجودہ عالمی سطح پر بدامنی کا ایک سبب تعلیم کا کم ہونا بھی ہے۔

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد ؛یگانگت وہم آہنگی کا تصور اور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے کہ جب ہم سیرت النبی ﷺ پر صحیح طور پر عمل پیرا ہو جائیں۔ سیرت النبی ﷺ اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اتحاد بین المذاہب اور عالمی اتحاد و یگانگت وہم آہنگی کے دو الگ الگ رخ ہیں۔ جب تک دونوں رخوں کو واضح نہیں کیا جائے گا۔ موضوع کے ساتھ انصاف نہیں ہو سکے گا۔

ا۔ قلبی دوستی اور مودت
۲۔ رواداری۔ اتحاد بین المذاہب، عالمی اتحاد

ا۔ قلبی دوستی اور مودت

یہ صحیح ہے کہ موجودہ دور میں اتحاد بین المذاہب کی شدید ضرورت ہے۔ اور دنیا میں امن اسی صورت میں قائم ہوسکتا ہے۔ جب اتحاد بین المذاہب عالمی سطح پر ہوگا۔ لیکن اتحاد کے لئے جو پیمانہ شریعت نے مقرر کیا ہے۔ اسے سامنے رکھا جانا ضروری ہے۔ قرآن نے قلبی دوستی اور مودت کے سلسلے میں واضح ہدایات دی ہیں۔ کہ یہود ونصاریٰ سے رواداری کا برتاؤ کیا جانا ضروری ہے مگر قلبی مودت کی ممانعت ہے۔ قلبی دوستی اور مودت صرف اور صرف مسلمانوں سے ہونی چاہئے۔ اس سلسلہ میں چند قرآنی آیات پیش کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ولن ترضی عنک الیھود ولا النصری حتی تتبع ملتھم (۱)

آپ سے یہود اور نصاریٰ ہرگز راضی نہ ہوں گے جب تک آپ ان کے دین کے تابع نہ ہو جائیں۔

لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء من دون المؤمنین ومن یفعل ذالک فلیس من اللہ فی شیئی : (۲)

مومن کافروں کو مومنوں کے علاوہ دلی دوست نہ بنائیں جو کوئی ایسا کرے گا وہ اللہ کی طرف سے کسی دلیل پر نہ ہوگا۔

یا یھا الذین امنوا لا یتخذو الکفرین اولیآء من دون المؤمنین . (۳)

اے ایمان والو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دلی دوست نہ بناؤ۔

یا یھا الذین امنوا لا یتخذوا لیھود والنصری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم . (۴)

اے ایمان والو مت بناؤ یہود ونصاریٰ کو دوست، وہ تو ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ جو ان سے دوستی

کرے گا وہ ان میں سے ہے۔ یعنی اس کا معاملہ، حساب و کتاب ان جیسا ہی ہوگا۔

لتجدن اشد الناس عداوة للذین امنوا الیھود و الذین اشرکوا

آپ لوگوں میں سے سب سے زیادہ مومنوں سے دشمنی یہود اور مشرکوں میں پائیں گے۔

والذین اووا ونصروا اولئک بعضھم اولیاء بعض .. والذین کفروا بعضھم اولیاء بعض ... (2)

وہ لوگ جنہوں جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں (یعنی مہاجرین وانصار)۔۔۔اور وہ لوگ جو کافر ہوئے وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں

یا یھا الذین امنوا لا یتخذوا ابائکم واخوانکم اولیاء ان استجبوا الکفر علی الایمان(۳)

اے ایمان والو! تم اپنے باپ دادا اور بھائیوں کو دلی دوست نہ بناؤ اگر وہ کفر سے ایمان کے مقابلہ میں محبت کریں۔

یایھا الذین امنوا لا یتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودة . (4)

''اے ایمان والو تم میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ اور نہ ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجو۔

مختصر الفاظ میں یوں ہے کہ وہ لوگ جو اسلام کی تعلیمات کو مانتے نہیں ہیں وہ ایک دوسرے کے دوست تو ہو سکتے ہیں۔ مگر مسلمانوں سے ان کی دوستی نہیں ہو سکتی۔ چاہے وہ باپ دادا اور بھائی ہوں اور چاہے اقوام عالم۔ اس لئے جب دلی دوستی ہوگی تو ان کے نظریات انسان پر اثر انداز ہوں گے۔ ان کی ثقافت مسلمانوں کی ثقافت کو متاثر کرے گی جس سے ایمان میں ضعف آئے گا اور مومن کے لئے سب سے قیمتی اور ارفع چیز اس کا ایمان ہے۔

رواداری اتحاد بین المذاہب عالمی اتحاد

اس وقت دنیا شدید بدامنی اور خلفشار کا شکار ہے۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ رواداری اور اتحاد بین المذاہب کو بروئے کار لا کر عالمی اتحاد قائم کیا جائے۔ عالمی اتحاد قائم ہونے کی صورت میں دنیا سے بدامنی، غربت وافلاس اور جہالت دور ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید نے نفس انسانی کو قابل احترام ٹھہرایا ہے۔ وہ انسان چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعا و من احیاھا فکانما احیا الناس جمیعاً (۱)

جس نے کسی جان کو بلاوجہ قتل کیا یا زمین میں بگاڑ پیدا کیا گویا اس نے سب انسانوں کو قتل کیا اور جس نے انسان کو زندگی دی گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا۔

یہاں ''نفس'' کالفظ تمام انسانیت کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اسلام کی نظر میں تمام جانیں نہایت ہی قیمتی ہیں۔

باہمی خیر کے کاموں میں تعاون اور گناہ کے کاموں سے بچنا اس کا حکم قرآن نے سب انسانوں کو دیا ہے۔

وتعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا الله ان الله شدید العقاب (۱)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خیر اور تقویٰ کے کاموں میں باہم سب تعاون کرو اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔

اس آیت میں خطاب پوری انسانیت سے ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم بھی انسانیت کی فلاح کا کام کرتا ہے۔ چاہے وہ کوئی بھی ہو اس سے تعاون کرو۔ اور گناہ کے کام میں کسی سے بھی تعاون نہ کرو۔ چاہے وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

قل یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا وبینکم الا نعبد الا الله ولا نشرک به شیئا ولا یتخذ بعضنا اربابا من دون الله ... (۱)

کہہ دو اے اھل کتاب آؤ ایک سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان ہو یہ کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی بندگی نہ کریں گے اور نہ کسی کو شریک ٹھہرائیں گے اور نہ آپس میں ہم ایک دوسرے کو رب پکڑیں گے۔

اس طرح قرآن نے اھل کتاب کو یہ پیغام دیا ہے کہ ہمارے اور تمہارے درمیان توحید خالص ایک ایسا نقطہ ہے جس پر ہم سب کا اجتماع ہوسکتا ہے۔ اور ہم سب مل کر دنیا سے بدامنی اور خلفشار کا خاتمہ کریں۔

سورۃ ال عمران میں آیت نمبر 28 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ غیر مسلموں سے اپنے آپ کو بچانے کے لئے تعلقات رکھنے کی اجازت ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

فطر ت الله التی فطر الناس علیھا . لا تبدیل لخلق الله ذالک الدین القیم .... (2)

وہی تراش اللہ کی جس پر تراشا لوگوں کو بدلنا نہیں اللہ کے بنائے ہوئے کو یہی ہے سچا دین۔

اس کی تفسیر میں شاہ عبدالقادرؒ لکھتے ہیں ''کسی کی جان مال کو ستانا'' ناموس میں عیب لگانا ہر کوئی برا جانتا ہے۔ ایسے ہی اللہ کو یاد کرنا، غریب پر ترس کھانا حق پورا دینا، دغا نہ کرنا، ہر کوئی اچھا جانتا ہے۔ اسی پر چلنا ہی دین سچا ہے۔ (3)

یعنی غریب پر ترس کھانا، دغا نہ کرنا، حق پورا دینا یہ انسان کی فطرت ہے قرآن مجید نے یہاں صرف مسلمانوں کی فطرت نہیں کہا۔ بلکہ تمام انسانوں کی فطرت کہا ہے۔ لہٰذا یہ بات ثابت ہوئی کہ تمام انسانوں میں خیر سے محبت اور شر سے نفرت اللہ تعالیٰ نے انسان کی سرشت میں رکھی ہے۔ جو بھی اس کے خلاف چلتا ہے وہ انسانی فطرت کے خلاف چلتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

ان الظالمین بعضهم اولیاء بعض و الله ولی المتقین (۱)

بے شک ظالم ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اللہ دوست ہیں پرہیزگاروں کے، یعنی ظالم چاہے وہ مسلمان ہو اس کی دوستی ظالموں سے ہی ہوگی۔ اسی طرح انصاف کرنے والوں کی دوستی اور تعلق عدل اور انصاف کرنے والوں سے ہوگی۔

اس طرح یہ بات قرآن مجید سے معلوم ہوتی ہے کہ غیر مسلموں سے باہمی تعلقات انسانیت کی بنیاد اور انسانیت کی فلاح و بہبود کا نظریہ سامنے رکھتے ہوئے رکھنا ضروری ہیں تا کہ دنیا امن کا گہوارہ بن سکے۔

حضور ﷺ اور اتحاد بین المذاہب اور عالمی امن

اس حقیقت کو کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ دنیا ہمیشہ مختلف النوع افراد مختلف مذاہب اور اکثر و بیشتر متضاد نظریات کی حامل اقوام پر مشتمل رہی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ ساری نوع بشر ایک ہی مذہب اور ایک سے خیالات کی حامل ہو۔ اگر کوئی اپنے نظریہ کو نافذ کرنے پر جبر کرے اور صرف اپنے عمل کو وجہ ثواب ٹھہرا کر دوسروں سے قطع تعلق کر لے تو تصادم ناگزیر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ باہمی رواداری اور باہمی امن کے اصول انسانیت کو دیئے۔ اپنوں سے موانست کے جذبات پروان چڑھانے کیلئے ''مواخات'' کا سنہری اصول اپنایا۔ جس سے اتحاد و یگانگت کی فضا قائم ہوئی۔ غیروں کو عالمی امن کا پیغام دینے کیلئے میثاق مدینہ نافذ کیا جس میں اپنا بھی تحفظ تھا اور یہود جیسی معاند قوم کا بھی۔ لیہود دینھم کا جملہ اتحاد بین المذاہب اور عالمی امن کے ہزار اصولوں پر بھاری تھا۔ اس قدر آزادی کون عطا کر سکتا ہے۔ دور حاضر گواہ ہے کہ ایسا حوصلہ بڑے بڑے سربراہان سلطنت کو بھی نصیب نہیں۔ اصل میں غیروں کو امن و سکون کی ضمانت صرف وہی دے سکتا ہے۔ جو دوسروں کو برداشت کرنے کا حوصلہ رکھتا ہو۔ عقیدہ مضبوط ہو نظریات کے بارے میں ایقان ہو تو دوسروں کے ساتھ نباہ میں کوئی پریشانی نہیں ہوتی۔ اس لئے بے یقینی ہی شک کو جنم دیتی ہے اور شک باہمی تعلقات میں زہر گھولتا ہے۔ آپ ﷺ نے نظریات اس قدر پختہ کیے کہ ہر ایمان لانے والا غیروں کے حصار میں بھی زندہ رہنے کا حوصلہ پانے لگا۔ اس حوصلے نے اعتماد پیدا کیا اور یہ اعتماد دوسروں کو جینے کا حق دینے پر تیار رہا اور اسی طرح ایک عالمی امن کی بنیاد پڑی۔

حضورﷺ کے پڑوسی ممالک کو دعوتی خطوط اور عالمی امن

آپﷺ نے کبھی یہ نہیں کہا کہ دنیا کے دیگر مذاہب جھوٹے ہیں۔ اور ان کے ماننے والے جہنمی ہیں۔ آپﷺ نے فرمایا کہ دنیا کا ہر مذہب سچا اور خدا کی طرف لے جانے والا ہے۔ بشرطیکہ اس مذہب کی ابتدائی اصلیت میں غلط رسم و رواج کے اضافے نہ کئے گئے ہوں۔

7ھ یعنی آپؐ کے اس دنیا سے تشریف لے جانے سے تین سال قبل آپؐ نے قسطنطنیہ، مصر اور حبش کے عیسائی حکمرانوں کو جو تبلیغی خط لکھے اس پہ درج نہ تھا کہ عیسائیت جھوٹی ہے اسے ترک کر دو بلکہ قرآن مجید کی یہ آیت خاص طور پر درج تھی۔ (۱)

یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الاالله و لا نشرک به شیئا

و لا یتخذ بعضنا بعضا اربابا من دون الله فان تولو فقولوا استحدوا بانا مسلمون (2)

ڈاکٹر حمید اللہ (مرحوم) لکھتے ہیں۔ صُلح کل رواداری اور انتہائی وسعت قلبی کی اس عجیب و غریب تعلیم میں کہیں یہ نہیں کہا گیا ہے کہ یہودی، عیسائی اور صابی اور دیگر مذاہب کے لوگ اپنے مذہب کو ترک کر دیں بلکہ اپنے الہامی مذہب کی تجدید کرتے ہوئے بنیادی امور پر عمل کریں۔ اس طرح اسلام نے مذاہب عالم کو دعوت دی اور آج بھی وہ دعوت باقی ہے کہ اپنے ہاں کے اصلی مذہب پر رجوع کرو۔ بعد کے زمانے کے حزف و اضافہ سے باز آؤ۔ اور توحید، قیامت اور عمل صالح کے سرگانہ مابہ الاشتراک پر انضمام نہیں تو وفاق کر لو۔ (۱)

حضورﷺ اور صحابہؓ کا غیر مسلموں سے طرز عمل

اسلام کی تعلیمات غیر مسلموں سے بھی حسن سلوک اور رواداری کا مظاہرہ کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔

اسلام مشرک والدین کے ساتھ حسن سلوک کا روادار ہے۔ اس کا اس واقعے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ حضرت اسماءؓ بنت ابوبکر کہتی ہیں کہ میری ماں جو مشرک تھیں ملنے آئیں (ان کا نام قتیلہ تھا) میں نے رسول اکرمﷺ سے دریافت کیا کہ انہیں مجھ سے کچھ توقع ہے کیا میں ان کے ساتھ تعاون اور ہمدردی کر سکتی ہوں آپؐ نے فرمایا اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ (2)

اسلام چاہتا ہے کہ غیر مسلم رشتہ داروں کے ساتھ سماجی تعلقات رکھے جائیں اور ان کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا رویہ اختیار کیا جائے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو آپﷺ نے ایک ریشمی جوڑا بطور تحفہ بھیجا۔ حضرت عمرؓ نے آپؐ سے پوچھا کہ ریشم مردوں کو پہننے سے آپؐ نے منع کیا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ وہ جوڑا اپنے ایک اخیافی بھائی کو جو مشرک تھے تحفہ میں بھیج دیا۔ (3)

فقہا نے لکھا ہے کہ کوئی غیر مسلم بیمار ہو جائے تو اس کے مسلمان رشتہ دار کو اور اس کی عیادت اور خدمت کرنی چاہیے

اوراس کے جنازہ میں شرکت میں کوئی حرج نہیں۔حضرت عطاء بن رباحؒ کہتے ہیں:

اگر مسلمان اور کافر کے درمیان قریبی رشتہ داری ہے تو مسلمان کو کافر کی عیادت کرنی چاہیے۔ (1)

فقہ حنفی کی معروف ومستند کتاب ہدایہ میں ہے:

جب کسی کافر کا انتقال ہوجائے اور اس کا ولی اور سرپرست مسلمان ہو تو وہ اسے غسل دے اور تجہیز وتکفین کرے۔(2)

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی لڑکا رسول اللہ ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا وہ بیمار ہوا آپؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔اس کے سرہانے بیٹھے۔اس سے کہا کہ تم اسلام لے آؤ۔اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھا۔اس نے کہا ابوالقاسم کی بات مان لو۔چنانچہ وہ اسلام لے آیا۔رسول اللہ ﷺ وہاں سے یہ کہتے ہوئے نکلے۔اللہ کا شکر ہے اس نے بچہ کو جہنم سے بچالیا۔ (3)ہدایہ میں ایک مقام پر تحریر ہے کہ یہودی اور نصرانی کی عبادت میں کوئی حرج نہیں ہے۔اس لئے یہ ان کے حق میں ایک طرح کی بھلائی اور حسن سلوک ہے۔اس سے ہمیں منع نہیں کیا گیا۔ (4)

یہ تعلیمات صاف بتلاتی ہیں عام غیر مسلموں سے ربط وتعلق سے اسلام نے منع نہیں کیا بلکہ بوقتِ ضرورت ان کی خدمت کرنا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہونا اسلام کے نزدیک ایک پسندیدہ عمل اور کارِ ثواب ہے۔

مسلمان حکمران اور غیر مسلموں سے حسن سلوک

خلفا کے زمانے میں عیسائیوں اور یہودیوں کے اہل علم کا صرف احترام ہی نہیں کیا جاتا تھا بلکہ بڑے بڑے عہدے بھی ان کے سپرد کئے گئے۔ہارون الرشید نے حنا بن ماسویہ کو ناظم تعلیمات بنا کر تمام مدارس کو اس کی تحویل میں دے دیا تھا۔

''دسویں صدی کا سپین'' میں مصنف لکھتا ہے کہ بارہا ایسا ہوا کہ معاہدہ لکھنے والا یہودی ہے یا عیسائی،حکومت کے بڑے بڑے عہدوں پر یہودی اور عیسائی فائز تھے۔ (5)

مسٹر آرنلڈ نے واضح انداز میں لکھا ہے: ہم جب اسلامی حکومت کے ابتدائی دور میں مسلمانوں کو اپنی عیسائی رعیت کے ساتھ اس قدر انصاف،عدل اور مذہبی رواداری کا مشاہدہ کرتے دیکھتے ہیں تو واضح ہوجاتا ہے کہ اسلام کا تلوار کے زور سے پھیلنے والا پروپیگنڈا قابل تصدیق اور درخور اعتنا نہیں ہے۔اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں اس وقت اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اتحاد بین المذاہب برائے عالمی امن بہت ضروری ہے۔لیکن یہ اتحاد اور عالمی امن کس طرح قائم ہوسکتا ہے۔اس کے لئے اگر درج ذیل امور کو مدنظر رکھا جائے اور تمام مذاہب کے لوگ اس کا خیال رکھیں تو عالمی امن کا قیام آسان ہوسکتا ہے۔

اتحاد بین المذاہب اور عالمی امن کے قیام کے لئے تجاویز

= رواداری = عالمی عدل = خیر کے کاموں میں تعاون

رواداری

دنیا میں امن اسی صورت میں قائم ہوسکتا ہے جب تمام مذاہب والے ایک دوسرے کے معاملہ میں رواداری کا مظاہرہ کریں۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی زندگی میں ایک عیسائی وفد کے اراکین کو اپنی مسجد میں عبادت کرنے کی اجازت دے دی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہماری عبادت میں موسیقی وغیرہ کا استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کو اپنے طور پر عبادت کرنے کی اجازت دی۔ اسی طرح تاریخ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ فلسطین کی فتح کے بعد حضرت عمرؓ خود وہاں پہنچے۔ حضرت عمرؓ عیسائی بشپ کے ساتھ محو گفتگو تھے۔ کہ نماز کا وقت آ گیا۔ اور آپ نے بشپ سے باہر جا کر نماز پڑھنے کی اجازت چاہی لیکن بشپ نے گرجا ہی میں نماز پڑھنے کی پیشکش کی۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا ٹھیک ہے کہ زمین میں ہر جگہ ہم نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن مجھے ڈر ہے کہ میرے اس عمل سے آئندہ زمانے میں مسلمان اس گرجے کو مسجد میں تبدیل کرنے کا جواز نہ پیدا کر لیں۔ یہ ہے رواداری اور دوسرے مذہب کا احترام۔

عالمی عدل

عالمی سطح پر ہمارا عدل کا پیمانہ ایک ہونا چاہئے، یہ نہیں کہ دنیا کے بڑے ممالک جس کو چاہیں تاخت وتاراج کر دیں اور جس کو چاہیں کھلی چھٹی دے دیں۔ اس سلسلہ میں عالمی امن کے دعویداروں کی ایک مثال ضبط تحریر کی جا رہی ہے۔ ہیری ٹرومین امریکہ کا صدر تھا۔ اسرائیل نے مسلمانوں کے علاقے فلسطین کے کچھ حصہ پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کا اعلان کر دیا تھا جسے امریکہ اور برطانیہ نے تسلیم کر لیا تھا۔ اس وقت سعودی عرب میں ملک عبد العزیز حکمران تھے۔ سعودی حکومت ابھی غیر مستحکم تھی۔ امریکہ اس کا قریبی حلیف تھا۔ چنانچہ امریکہ کے صدر نے ملک عبد العزیز کو خط لکھا جس کا کچھ حصہ اس طرح ہے۔

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہمارے ملک باہمی طور پر ایسی دیرینہ محبت اور مودت کے تعلقات سے مربوط ہیں جس کی بنیاد عدل وانصاف، آزادی، عالمی سطح پر امن وسلامتی کے قیام کی رغبت اور ساری انسانیت کی بھلائی پر قائم ہے۔۔۔۔۔

لہٰذا میں نے یہ مناسب سمجھا کہ عالمی سلامتی اور ایک ستائی ہوئی مظلوم قوم کے نام پر آپ سے مدد طلب کروں۔ آپ عرب اور یہود کے درمیان برپا خانہ جنگی کو روکنے کے لئے اپنا اثر ورسوخ استعمال کریں اور عرب قوم کو اپنے ہم وطن یہودیوں کے ساتھ مصالحت پر آمادہ کریں (ا) اس خط میں آگے صدر امریکہ نے حملہ کی دھمکی بھی دی۔ یہ الگ بات ہے کہ

ملک عبد العزیز نے اس خط کا جواب اسی لہجہ میں دیا جو ایک مسلمان کو دینا چاہیے۔ مگر عالمی سطح پر امن قائم کرنے کے دعویدار اسرائیل کو کس طرح تسلیم کروایا جائے۔ جب عدل کا دوہرا معیار ہوگا تو عالمی سطح پر کس طرح اتحاد قائم ہوسکتا ہے۔

خیر کے کاموں میں تعاون

عالمی سطح پر امن اسی صورت میں قائم ہوسکتا ہے جب خیر کے کاموں میں باہمی تعاون ہو۔ غریب ممالک میں غربت کو دور کرنے کی کوشش کی جائے اور جہاں شرح خواندگی کم ہے وہاں تعلیم کیلئے مدد کی جائے 8 اکتوبر 2005ء کو زلزلہ آیا۔ (راقم اسی علاقہ کا باشندہ ہے) عرب ممالک اور دنیا کے سبھی ممالک نے دل کھول کر مدد دی۔ اور مدد دے رہے ہیں۔ اس سے انسانوں کی باہمی دوستی اور مودت بڑھی۔ بشرطیکہ اس کے پیچھے مخصوص مقاصد نہ ہوں۔ وگرنہ اس مشکل گھڑی میں پاکستان تنہا اس آزمائش اور امتحان سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔

خلاصہ الکلام

اسلام تو ایک انسان بلکہ ایک حیوان سے بھی حق سکونت اور حق معیشت نہیں چھینتا۔ بین الاقوامی امن وسکون اسلئے پائمال ہوتا ہے کہ ایک قوم یا ملک دوسروں سے ان کا جغرافیہ چھین لینا چاہتا ہے یا اس کے وسائل رزق پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ دنیا عالمی امن قائم کرنے میں اسی وقت کامیاب ہوگی جب سرکار عالم ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں قیام عدل معاشرتی برادری، احسان، رواداری، تعاون علی الخیر اور سب سے بڑھ کر اولاد آدم ہونے پر فخر اور اولاد آدم کا احترام اور محبت کا خوگر بنا دے گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتحاد بین المذاہب اور عالمی امن کے قیام کرنے کی (شریعت کے مطابق) توفیق دیں۔ آمین

کتابیات

ابن تیمیہ	الامام تقی الدین احمد	السیاسۃ الشرعیہ فی اصلاح الراع الرعیہ بیروت	
ابن حجر	العقلانی	فتح الباری شرح بخاری	الریاض
ابن خلدون	عبدالرحمٰن	مقدمہ ابن خلدون	بیروت
ابو یوسف	یعقوب بن ابراہیم	کتاب الخراج	مصر
عبدالرزاق	عبدالرزاق	مصنف	بیروت
عودہ	عبدالقادر عودہ	اسلام کا فوجداری نظام	لاہور
حمید اللہ	ڈاکٹر حمید اللہ	رسول اکرم کی سیاسی زندگی	کراچی
حمید اللہ	ڈاکٹر حمید اللہ	خطبات بہاولپور	بہاولپور

"قل یآاھل لکتاب تعالوا الیٰ کلمةٍ سوآءٍ بیننا و بینکم" کے حوالے سے دور جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد و یگانگت و ہم آہنگی کا تصور اس کی ضرورت واہمیت تعلیمات اسلامی اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

ضیاالدین احمد۔ ہری پور

دور جدید میں سائنس وٹیکنالوجی کی ایجادات کی وجہ سے پوری دنیا ایک گلوبل ویلج میں بدل گئی ہے۔ ایسے میں فاصلے سمٹ کر رہ گئے ہیں۔ نت نئی ایجادات سے نئے حالات ونظریات سامنے آ رہے ہیں۔ ایسے میں کوئی ملک، معاشرہ اور مذہب دوسروں سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عصری تقاضوں کی ہیت بھی بدل رہی ہے۔ اب ایک معاشرہ کو دوسرے کے ساتھ اور ایک مذہب کو دوسرے مذاہب کے ساتھ بقائے باہمی کے اصولوں کو اپناتے ہوئے زندہ رہنا ہے۔ ایسے میں اگر کوئی مذہب، معاشرہ یا ملک یہ چاہے کہ وہ دوسرے مذاہب، معاشروں اور ممالک کو طاقت، دھونس اور جبر کے بل بوتے پر ہڑپ کر جائے گا تو یہ اس کی خام خیالی ہے۔ اب بقا کے لئے زمینی حقائق سے ہم آہنگ مذہب، ملک اور معاشرہ ہی اپنی اصل بنیادوں پر قائم رہتے ہوئے ہی اپنی بقا کی ضمانت حاصل کر سکتا ہے۔ تاریخ عالم اس بات کی گواہ ہے کہ جو مذاہب، ممالک و معاشرے وقت کے تقاضوں کا ساتھ نہ دے سکے وہ حرف غلط کی طرح مٹ گئے۔ بقول قرآن وہ آج محض اسطیر الاولین کی حیثیت سے ہی کتابوں میں رہ گئے ہیں۔

مذہب اور اس کی موجودگی

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ تاریخ انسانی میں مذہب سے زیادہ ہمہ گیر اور موثر کوئی چیز نہیں ہے۔ انسانی زندگی میں ہمیشہ اسے مرکزی حیثیت حاصل رہی ہے۔ تاریخ کے ہر معلوم دور میں اور دنیا کے ہر کونے میں مذہبی رسوم و روایات اور عقائد و ضوابط کسی نہ کسی شکل میں ہر قوم اور ہر قبیلے میں رائج رہے ہیں۔ پلوٹارخ (Plutarch) کے اس بیان میں بڑی صداقت ہے کہ سطح زمین پر گھوم پھر کر دیکھ لینے سے ایسے شہر تو شاید مل جائیں جہاں فصلیں نہ ہوں، حکمران نہ ہوں، محلات نہ ہوں، شاہی خزانے نہ ہوں، مال و دولت کی گرم بازاری نہ ہو، ورزش گائیں یا تماشا گائیں نہ ہوں لیکن کوئی ایک بھی ایسا شہر جس میں دیوتاؤں کے لئے عبادت گائیں نہ ہوں یا جہاں دعائیں نہ مانگی جاتی ہوں، قسمیں نہ اٹھائی جاتی ہوں، بذریعہ الہام یا ولی پیشن گوئیاں نہ کی جاتی ہوں، کسی فانی انسان نے نہ کبھی آج تک دیکھا ہے اور نہ کبھی دیکھے گا۔ تاریخ انسانی میں اس کی ہمہ جائی

اور ہمہ گیری اور انسانی زندگی میں اس کی مرکزیت واہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مذہب کیلئے انگریزی میں لفظ Religion استعمال کیا جاتا ہے جس کا ماخذ لاطینی لفظ Religio یعنی باندھنا ہے۔ لفظی وسیلے سے مذہب اتحاد اور ہم آہنگی کا قاعدہ ہے۔ کوئی بھی اصول جو ہمیں بحیثیت مجموعی باہم باندھتا ہے وہ مذہب ہے۔

ا) وائیٹ ہیڈ مشہور مغربی فلسفی کہتا ہے کہ ''مذہب ایمان کی اس قوت کا نام ہے جس سے انسانوں کو اندرونی پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ مذاہب سچائیوں کے اس مجموعے کا نام ہے جس میں یہ قوت ہوتی ہے کہ انسانی کردار میں انقلاب برپا کردے۔ بشرطیکہ انہیں خلوص کے ساتھ قبول کیا جائے۔''

۲) بریڈلے کے خیال میں ''مذہب ہماری ذات کے پہلو سے نیکی کی مکمل حقیقت کے اظہار کی ایک کوشش ہے۔''

۳) میک ٹیگرٹ کے خیال میں ''مذہب کی کچھ اس طرح سے تعریف کی جاسکتی ہے کہ مذہب ایک جذبہ ہے جو ہمارے درمیان ایک اعلیٰ سطح پر کائنات سے ہم آہنگی کے اعتقاد پر منحصر ہے۔''

۴) ہربرٹ سپنسر کے خیال میں ''مذہب یہ احساس ہے کہ تمام چیزیں ایک قوت کا مظہر ہیں۔ جو ہمارے علم سے ماورا ہے۔''

۵) جیمز مارٹینین کے خیلا میں ''مذہب ایک زندہ جاوید خدا میں یقین کا نام ہے۔''

اسلام کے علاوہ دنیا میں متداول ادیان زرتشت، برہمیت، (ہندومت)، بدمت، یہودیت اور عیسائیت ہیں۔

زرتشتی مذہب

رائج مذاہب میں سے زرتشتی مذہب غالباً قدیم ترین ہے۔ زرتشت کی کتاب ''اوستا'' جو ''زندی'' زبان میں تھی ناپید ہو چکی تھی بلکہ اوستا کی شرح جو بہت بعد میں ''پازند'' زبان میں لکھی گئی تھی، اور جس کے اوراق جستہ جستہ ہم تک پہنچے ہیں نہ صرف نظرانداز ہو چکی تھی بلکہ زرتشتوں اور مزدکیوں کے درمیان مذہبی جنگوں میں تباہ ہو چکی تھی۔ ممکن ہے زرتشت ایک خدا، اہورا۔ مزدا۔ کی تعلیم دیتا ہو، لیکن عرب اسے ثنویت اور خوید وگداس کا بانی تصور کرتے ہیں۔ ممکن ہے یہ عقائد اس مذہب کی حقیقی تعلیمات میں شامل نہ ہوں۔ مگر ساتویں صدی عیسویں کے اوائل تک یہ مذہب اتنا بگڑ چکا تھا کہ اس نے آگ کی پوجا کی شکل اختیار کر لی تھی، اس کے پیروکار دو خداؤں یزدان (نیکی کا خدا) اور اہرمن (بدی کا خدا) پر ایمان رکھتے تھے۔ اور ان کا عقیدہ تھا کہ ان دونوں خداؤں کے درمیان مسلسل جنگ جاری ہے۔

برہمنیت (ہندومت)

برہمنیت کے پجاری گو ایک خدا پر یقین رکھتے تھے مگر وہ خدا کے مظاہر کی بھی پوجا کرتے تھے خواہ وہ اس کی تخلیق ہو یا

اس کی کسی خصوصیت کا اظہار ہو۔ برہمنوں کے نزدیک دیوتاؤں کی تعداد چالیس کروڑ ہے۔ دیوتاؤں کی تعداد ان کے پجاریوں سے زائد ہے۔ اور گائے دیوتاؤں کے اس ہجوم کی سردار ہے۔ وہ اگر جانوروں مثلاً ناگ اور ہنومان (بندر) کی پوجا کرتے ہیں تو وہ درختوں، پتھروں، دریاؤں کے منبع اور سنگم، سورج، چاند اور دوسری لاتعداد اشیا کے سامنے بھی سر جھکاتے ہیں۔ پھر وہ علم موت اور دولت وغیرہ کو بتوں کی صورت میں بطور دیوتا پیش کرتے ہیں۔ اور ان کی پرستش کرتے ہیں۔

سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ برہمنیت ایک خاندان تک محدود ہے۔ اور کوئی دوسرا شخص ہندو نہیں ہوسکتا۔ وہی ہندو کہلانے کا حقدار جو ہندو خاندان میں جنم لے۔ اس مذہب کا ایک مخصوص پہلو عقیدہ تناسک (اواگون) ہے۔ ایسے شخص کے لئے جو کسی عالمگیر مذہب کا جویا ہو، ایسا مذہب جو پوری انسانیت کو اپنی آغوش رحمت میں پناہ دے سکے، ہندومت (برہمنیت) کی طرف رجوع کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ دوسرے قدیم مذاہب کی طرح ہندومت بھی کسی آنے والے کا منتظر ہے۔ مثال کے طور پر ہندوؤں کی کتاب اتھرو وید میں اس آنے والے کا نام نرمی سنساستی وشیاتی یعنی محمود جس کی تعریف و توصیف کی جائے، بتایا گیا ہے۔ اس کی گاڑی کو اونٹ کھینچیں گے۔ وہ اتنی تیزی سے رواں دواں ہوں گے کہ وہ آسمان کو چھو رہے ہوں گے، وغیرہ۔ ہندوؤں کی ایک اور کتاب وشنو پران کے باب ۲۴ میں کہا گیا ہے ویدوں (حقیقی علم کی کتاب) کی تعلیمات پس پشت ڈال دی جائیں گی، قانونی ادارے عضو معطل ہو کر رہ جائیں گیا اور تاریک دور کا انجام قریب ہوگا تو خدا کا آخری اور تاریک جنگجو کی شکل میں آئے گا۔ وہ سنبلہ دب (ریت کا جزیرہ) کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوگا۔ اس کے باپ کا نام وشنو یاسا (عبداللہ) اور ماں کا نام سومتی (آمنہ۔ جس پر ہر طرح اعتماد کیا جاسکے) ہوگا۔ وغیرہ۔

بدھ مت

بدھ مت کا آغاز ہندو برہمنیت کی بت پرستی کے خلاف بطور احتجاج کیا گیا۔ یہ کوئی نیک مکمل مذہب نہیں تھا بلکہ بت شکنی کا ایک اصلاحی اقدام تھا۔ چنانچہ اس میں متعدد دیگر مذاہب کی خصوصیات شامل تھیں۔ مثلاً بدھ مت ''تناسخ'' پر بھی یقین رکھتا تھا۔ بدھ مت خیر خیرات، ترک دنیا اور گیان دھیان کی تعلیم دیتا ہے۔ جس کے ذریعے انسان کو از خود حقیقی علم حاصل ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بدھ مت کا بانی ریاست کپل وستو کے بادشاہ سدودھن کا بیٹا بدھ شکی منی تھا۔

یہودیت

قرآن پاک میں جن قدیم مذاہب کا ذکر آتا ہے، ان میں یہودیت کی سب سے زیادہ تفصیل دی گئی ہے۔ یہودیت حضرت موسیٰؑ کا دین تھا۔ قرآن یہودیوں کی کتاب تورات کو الہامی تسلیم کرتا ہے۔ مسلمان اور یہودی دونوں توحید

پرست ہیں اور مسئلہ توحید میں ان کے درمیان کوئی نزاع نہیں۔ مزید برآں قرآن پاک میں متعدد بار، غیر مبہم الفاظ میں تسلیم کیا گیا ہے کہ خدا یہودیوں کو دوسری تمام قوموں سے برتر تصور کرتا تھا۔ فطری طور پر اس بات کا تعلق حضرت موسیٰ کے دور پیغمبری سے اور اس زمانے سے ہے جب یہودی دین موسوی کی حرف بحرف پیروی کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت محمد ﷺ کے دور میں دنیا بھر میں یہودیوں پر جو ظلم وستم توڑے جا رہے تھے، قرآن حکیم میں ان کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ انہوں نے اللہ کے قوانین کی مسلسل خلاف ورزی کی تھی۔ ایسی قوم سے کوئی نیا رسول صرف یہ کہہ سکتا تھا کہ اول ان کی الہامی کتاب نبی آخر الزمان کی آمد کی پیشگوئی کرتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے ظہار کے وقت یہودی اس نبی آخر الزمان ﷺ کے منتظر تھے۔۔۔ اور دوئم ان کی اس الہامی کتاب کا پوری طرح تحفظ نہیں کیا گیا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ تورات پر جو گزری وہ المناک روایت ہے۔ اس مقدس کتاب کو پہلے بنوخد نصر نے پھر انطوشس طیطوس اور دوسروں نے اسے تباہ کیا۔ یوں تورات کا آخری نسخہ تک صفحہ ہستی سے مٹ گیا۔ اس کے کوئی ایک سو سال یا اس سے بھی زاید عرصہ بعد محض یاداشت سے تورات کو از سر نو مرتب کرنے کی سعی کی گئی۔ جدید مغربی دانشوروں کی تحقیق کے مطابق تورات کا جو متن موجود ہے اس میں ابہام، آمیزش اور متعدد ہمل اور بے جوڑ باتیں شامل ہیں۔ جہاں تک حضرت موسیٰ کی طرف سے ایک اور پیغمبر کی بعثت کی پیشگوئی کا تعلق ہے وہ درج ذیل الفاظ پر مشتمل ہے۔ ''میں ان ہی میں سے تمہاری طرح (اے موسیٰ) ایک پیغمبر پیدا کروں گا، اور اس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا، اور وہ ان سے صرف وہ بات کرے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا۔ (باب تثنیہ ۲ (تورات)) اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہودیت ایک سچا دین تھا۔ لیکن اب وہ فرسودہ ہو چکا تھا اور اس میں سختی بہت تھی۔ پھر خود یہودی آخری نبی ﷺ کی آمد کے منتظر تھے۔ اور اسے برملا تسلیم کرتے تھے۔ جو اللہ کی طرف سے بالکل نئے اور نرم احکامات لے کر آنے والا تھا۔

عیسائیت

حضور اکرم ﷺ نے عیسائیت کو دوسرے ادیان کی نسبت، بعض مستثنیات کے ساتھ رحیم تر پایا۔ قرآن پاک از خود تسلیم کرتا ہے کہ عیسیٰ کلام اللہ تھے، روح اللہ تھے، وہ مسیح اللہ تھے، خدا کے رسول تھے۔ اور جو کسی بھی دوسرے مذہب نے عیسائیوں کے بارے میں تسلیم نہیں کیا۔ وہ ایک عفت مآب کنواری کے بطن سے پیدا ہوئے گو ان کا کوئی باپ نہ تھا، وہ اللہ کا ایک معجزہ تھے جو اس کی قدرت مطلقہ کا اظہار تھا۔ قرآن یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ پر کتاب انجیل نازل کی۔ اس کے باوجود عقیدہ تثلیث، حضرت عیسیٰ کو ''خدا کا بیٹا'' قرار دینا اور مریم پوجا (عیسائیوں کا ایک فرقہ حضرت مریم کے بت کی پوجا کرتا ہے) کے باعث آنحضرت ﷺ کو اس مذہب میں بت پرستی نظر آئی۔ قرآن حکیم نے اس بات پر سخت نکتہ چینی کی ہے کہ عیسائیوں نے اپنے پادریوں کو خداوند (ارباب ا) قرار دے دیا ہے۔ (سورۃ توبہ: ۳۱)

حقیقت تو یہ ہے کہ کلیسا، اس کی لاتعداد کونسلوں اور ارکان کونسل کی تاریخ کو مدنظر رکھا جائے تو قرآن پاک کی سرزنش سے مفر ممکن نہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے واضح الفاظ میں اعلان کیا تھا کہ وہ تورات اور دیگر انبیاء کی کتب کی تنسیخ کے لئے نہیں آئے بلکہ وہ ان پر عمل کرانے آئے ہیں۔ (متی۔۵۔۱۷/)

حضرت عیسیٰؑ نے واضح الفاظ میں پیش گوئی کی کہ ایک آنے والا آئے گا جو اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائے گا جو ان سے ادھورا رہ گیا ہے۔ (یوحنا۔۱۶/۷۔۱۴)

اسلام سے پہلے عیسائی دنیا کی مذہبی حالت

رسول اللہ ﷺ کے لائے ہوئے دین اسلام سے پہلے کا مذہب یعنی عیسائیت مورخ گبن کے الفاظ میں "بت پرستی کے خاتمے کے بعد عیسائیت کے پیرو امن وامان اور تقویٰ وطہارت کی فضا میں اپنی کامیابی سے لطف اندوز ہو سکتے تھے لیکن فتنہ وفساد ان کی طبیعتوں میں رچا ہوا تھا۔ اور انہیں اپنے بانی مذہب کے قوانین اور احکام کی اطاعت کی اتنی فکر نہ تھی جتنی اس بات کی تحقیق کی کہ اس کی فطرت کیا تھی" (تاریخ انحطاط وزوال سلطنت روما، ج ۴۔ ص ۳۲۸)

رسول اللہ ﷺ کا انقلابی کام

اسلام کے علاوہ دیگر ادیان کی تاریخ کا یہ عالم ہے کہ ان کا پیروکار اپنے مذہب کے بانی اور اس کی جدوجہد کے بارے میں بہت کم جانتا ہے۔ ادیان کے ان بانی حضرات کی تعلیمات اپنی اصل شکل میں نہیں بلکہ جستہ جستہ ہم تک پہنچی ہیں مگر ان کے پیروکاروں نے ان تعلیمات کے اصولوں اور عملی پہلوؤں میں لاتعداد تبدیلیاں کردیں۔ جب کہ حضرت محمد ﷺ کی حیات مبارکہ کے بارے میں آنکھوں دیکھے احوال پر جلدوں کی جلدیں موجود ہیں جن میں ان کی پوری زندگی کے ایک ایک لمحے کی تفصیل درج ہے۔ رسول اسلام ﷺ اپنی زندگی میں ہی عظیم ترین کامیابی سے ہمکنار ہوئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے ایک لاکھ چالیس ہزار سے زائد مسلمانوں کے عظیم اجتماع سے خطاب کیا۔ جہاں تک رسول اسلام کی تعلیمات کا تعلق ہے قرآن حکیم لفظ بلفظ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کی زبان وہی ہے جس میں وہ نازل ہوا تھا۔ صدیاں گزر گئی قرآن حیاتِ طیبہ اور تعلیمات اسلام عین اسی طرح موجود ہیں جس طرح رسول اسلام نے انجام دیئے تھے۔ آج بھی عالم اسلام رسول اللہ ﷺ کے عہد کو ہی بہترین نمونہ قرار دیتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کا رشتہ زندگی کے ہر شعبے سے قائم ہے۔ اس میں عقائد، روحانی زندگی، معاشیات اور سیاسیات سب یکجا ہیں۔ حضرت محمد ﷺ دنیا کے عظیم ترین قانون ساز تھے جو بیک وقت ایک مملکت کے حکمران بھی تھے اور فوج کی کمان بھی کر رہے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ خدا اور بندے کے درمیان کسی کی

اجارہ داری نہیں۔ آپ ﷺ کی تعلیمات میں خدا کی وحدانیت، اس کی لاتعداد صفات، اپنی مخلوق کے لئے اس کی محبت اور رحم کا کوئی اور مذہب ثانی پیش نہیں کرسکتا۔ اسلام میں خدارب العالمین ہے۔ وہ ودود (محبت) ہے، رحیم (رحم کرنے والا) اور غفور (عفو) کرنے والا ہے۔ وہ قیامت کے دن سزا دینے میں حق بجانب ہے مگر اس کی رحمت اس کے غضب سے بڑھ کر ہے۔

کتب سماوی میں حضرت محمد ﷺ اور اسلام کا تذکرہ

حضرت عیسیٰؑ نے اپنی قوم کو حضور ﷺ کی آمد کی جو خوشخبری سنائی تھی اس کا بھی ذکر قرآن مجید میں ہے۔

واذقال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصد قاًلما بین یدی من التورٰۃ و مبشر ابرسول یاتی من بعد اسمہ احمد ط (الصف. ٦)

ترجمہ: اور جب کہ عیسیٰ بن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے پہلے جو تورات ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں ان کا نام احمد ہوگا ان کی بشارت دینے والا ہوں۔

تورات میں ہے کہ "خداوند تیرا خدا تیرے لئے تیرے ہی درمیان سے تیرے ہی بھائیوں میں میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی طرف کان دھرنا۔" (استثنا ۱۸:۱۵) ایک اور جگہ آتا ہے۔ "خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا، فاران ہی کے پہاڑ سے ان پر جلوہ گر ہوا، دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا" (استثنا ۲:۳۳) یہاں سینا سے مراد حضرت موسیٰؑ ہیں اور شعیر جس سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں۔ ان کی نبوتوں کے بعد فاران کی پہاڑی سے حضور ﷺ کی نبوت کا اعلان ہوا۔ نیز آپ ﷺ ہی فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے۔ بائبل میں آپ ﷺ کا ذکر اس طرح آیا "یہوداہ سے ریاست کا عصا جدا نہ ہوگا اور نہ حاکم اس کے پاؤں کے درمیان سے جاتا رہے گا جب تک کہ وہ نہ آئے جو بھیجا جانے والا ہے اور قومیں اس کے پاس اکٹھا ہوں گی۔" (پیدائش۔ ۴۹:۱) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضورؐ ہی کے جھنڈے تلے تمام اقوام جمع ہوئیں اور آپ ﷺ کی تشریف آوری پر یہودیوں کا اقتدار ختم ہوگیا۔

اہل کتاب سے خطاب

قرآن کریم میں بہت سی آیات میں اہل کتاب کو مختلف انداز میں خطاب کیا گیا ہے۔ مثلاً

۱) یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ و لا نشرک بہ شیئاً و لا یتخذ بعضنا بعضاً ارباباً من دون اللہ فان تولو افقولو اشھدو ابنا مسلمون. (آل عمران. ٦٤)

ترجمہ: اے اہل کتاب اس چیز کی طرف آجاؤ جو ہمارے تمہارے درمیان متفقہ اور مسلمہ ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا رب نہ بنائے اگر وہ نہ مانیں تو

کہو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔

۲) اے اہل کتاب تم کسی مذہب پر نہیں جب تک کہ تورات وانجیل اور اس کتاب پر نہ قائم ہو جاؤ جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی۔ (المائدہ۔۶۸)

۳) اے اہل کتاب تم ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں حجت کرتے ہو جب کہ تورات وانجیل اس کے بعد اتاری گئی ہیں۔ (آل عمران۔۶۵)

۴) اے اہل کتاب اپنے دین میں غلومت کرو اور اللہ کے ابرے میں حق بات ہی کہو عیسیٰؑ بن مریم صرف خدا رسول تھا۔ (النساء۔۱۷۱)

۵) اہل کتاب سے اچھے انداز سے بحث مباحثہ کرو مگر ان میں سے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے۔ (العنکبوت۔۴۶)

قرآن کے مطابق مسلمانوں اور اہل کتاب کے تعلقات

اللہ کے آخری پیغام قرآن مجید نے ذہنی وفکری سطح پر مسلمانوں کو اہل کتاب سے تعلقات کے سلسلے میں جو ہدایات دی ہیں ان میں کہا گیا کہ اہل کتاب سے مجادلہ ومناظرہ شائستہ طریقے سے کرو مگر ان میں سے وہ جنہوں نے ظلم کیا اور کہو کہ ہم ایمان لائے اس کتاب پر جو ہمارے اور تمہارے لئے اتری ہے۔ اور تمہارا، ہمارا خدا ایک ہی ہے اور ہم اسی کے ماننے والے ہیں۔ (العنکبوت۔۴۶) عام تعلقات کے بارے میں مسلمانوں کو یہ طریقہ بتایا گیا کہ اللہ تمہیں اس بات سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں جھگڑتے اور نہ انہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہے تم ان سے نیکی اور انصاف کا معاملہ کرو اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے۔ (الممتحنہ۔۸)

اس طرح معلوم ہوا کہ اہل کتاب سے خوش گوار تعلقات کی دو شرطیں ہیں کہ ایک یہ کہ وہ ہم سے دینی جنگ میں مبتلا نہ ہوں اور دوسرے یہ کہ وہ ہم پر کوئی زیادتی نہ کر چکے ہوں۔

ہجرت مدینہ کے بعد اہل کتاب سے تعلقات

رسول اکرم ﷺ اللہ کے حکم کے مطابق جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر آئے۔ تو یہاں آپ ﷺ کا واسطہ یہود سے پڑا جو اہل کتاب تھے اور ایک نبی کی آمد کے منتظر تھے۔ آپ ﷺ نے تشریف آوری کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات کو واضح اور منضبط کرنے کے لئے انصار اور یہود کو بلا کر حسب ذیل شرائط پر ایک معاہدہ لکھوایا جس کو دونوں فریقوں نے منظور کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ

۱) خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی قائم رہے گا۔

۲) یہود کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی اور ان کے مذہبی امور سے کوئی تعرض نہ کیا جائے گا۔

۳) یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ کریں گے۔

۴) یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا۔

۵) کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔

۶) مدینہ پر حملہ ہوگا تو دونوں فریق شریک دفاع ہوں گے۔

۷) کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔ لیکن مذہبی لڑائی اس سے مستثنیٰ ہوگی۔
(سیرت النبی از شبلی ج ا ص ۳۰۲)

رسول اللہ ﷺ معاشرت کے بہت سے معاملات میں یہود کے ساتھ اتفاق فرماتے اور ان کی مذہبی توقیر قائم رکھنا چاہتے تھے مثلاً اہل عرب کی عادت تھی کہ وہ بالوں میں مانگ نکالتے تھے۔ بخلاف اس کے یہودی بالوں کو یوں ہی چھوڑ دیتے۔ آپ ﷺ بھی یہودیوں کی موافقت فرماتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ ''اور آنحضرت ﷺ ان چیزوں میں جن میں کوئی خاص حکم الٰہی نہیں ہوتا تھا۔ اہل کتاب کی موافقت پسند فرماتے تھے۔'' (بخاری۔ کتاب النبات، باب الفرق، ج ۲ ص ۸۷۷)

مدینہ منورہ میں یہود کے تین بڑے قبائل بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے۔ تینوں قبائل میں باہمی منافقت تھی اس لئے ان کے حلیف بھی جدا جدا تھے۔ بنو قینقاع کے زرگر نہایت پست اخلاق تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ایک مسلمان خاتون کو محض شرارت سے برہنہ کر دیا۔ اس پر یہودیوں اور مسلمانوں میں فساد ہو گیا۔ چنانچہ نبی ﷺ نے قصوروار یہود خاندانوں کو مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا اور وہ مدینہ سے نکل کر شام چلے گئے۔ بنو نضیر نے اس وقت رسول ﷺ کو قتل کرنے کی سازش کی جب اللہ کے نبی ﷺ انتظامی امور کے سلسلے میں ان یہودیوں کی بستی کا معائنہ کرنے گئے۔ چنانچہ مسلمانوں نے ان کا محاصرہ کر لیا اور انہیں بھی مدینہ سے اخراج کا حکم گیا۔

بنو قریظہ کے یہودیوں پر رسول خدا ﷺ کے بڑے احسانات تھے۔ مدینہ کے دوسرے یہود بنو قریظہ کو خود سے کمتر خیال کرتے تھے مگر رسول اکرم ﷺ نے ان کی عزت اور انسانی حرمت بحال کی اور انہیں دوسروں کے مساوی قرار دیا۔ ان تمام احسانات کے باوجود انہوں نے غداری کر کے غزوہ خندق کے موقع پر اہل اسلام کے دفاعی منصوبوں کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بچالیا۔ غزوہ خندق کے خاتمے پر مسلمانوں نے بنی قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ جب انہیں زیر کر لیا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی نرمی کا سلوک کرتے ہوئے انہیں اختیار دیا کہ وہ اپنی سزا کے تعین کے لئے خود

ہی کسی حکم کا انتخاب کرلیں۔ چنانچہ ایک یہودی سعد بن معوذ کو حکم مقرر کیا گیا جس کے مطابق تقریباً چارسو یہودیوں کو موت کی سزا دی گئی۔ ان کی عورتوں اور بچوں کو نیلام کردیا گیا اور بچوں کو نیلام کردیا گیا اور ان کے مال واموال پر مسلم فوج نے قبضہ کرلیا اور بعد میں وہ شام چلے گئے۔ (محمد رسول اللہ ﷺ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ باب ۸)

غزوہ خیبر کے موقع پر جب یہود نے ہتھیار ڈال دیئے اور مسلمانوں کی اطاعت قبول کرلی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے ساتھ نہایت نرمی کا سلوک روا رکھا۔ اسلام فوجی کے سپاہیوں کو بھی اہل خیبر سے اچھے سلوک کی ترغیب دینے کے لئے رسول پاک ﷺ نے اشراف یہود میں ایک خاتون سے عقد بھی کرلیا۔

آنحضرت ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی عاشورہ کے دن روزہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے بھی حکم دیا کہ لوگ عاشورہ کا روزہ رکھیں۔ (بخاری، ج۔۱، ص ۵۶۲) جب کبھی کسی یہودی کا جنازہ گزرتا تو آپ ﷺ تعظیماً کھڑے ہوجاتے۔ (بخاری، ج۔۱، ص ۱۷۵)

اہل یہود کا ایمان لانا

شام کے یہود علماء میں سے دو عالم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے ارادے سے آئے تو مدینہ منورہ کو دیکھ کر ایک نے دوسرے سے کہا کہ یہ شہر تو اس شہر سے بہت ہی مشابہ ہے جہاں نبی آخر الزماں کا ظہور ہوگا۔ جب دونوں خدمت گرامی میں پہنچے تو اپنی کتاب میں بیان کردہ صفات کو حضور ﷺ کی صفات کے مطابق پا کر پہچان لیا اور عرض کیا۔ کیا آپ ﷺ ہی محمد ﷺ ہیں؟ رسول ﷺ نے فرمایا!

ہاں۔ وہ بولے کہ کیا آپ ﷺ احمد ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں محمد ﷺ بھی ہوں اور احمد ﷺ بھی۔ وہ کہنے لگے ہم آپ ﷺ سے کچھ پوچھتے ہیں اگر آپ ﷺ نے بتادیا تو ہم آپ ﷺ کو مان لیں گے اور سچا قرار دیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا پوچھو۔ وہ کہنے لگے اللہ کی کتاب میں سب سے بڑی شہادت کون سی ہے۔ اس پر سورۃ آل عمران کی آیت ۱۸ کا نزول ہوا۔ وہ دونوں اس پر مسلمان ہوگئے۔ (تفسیر مظہری از قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی، ج۔۲، ص ۲۰۰)

قرآن وحدیث میں نصاریٰ کا ذکر

اسلام نے اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کے ساتھ روز اول ہی سے رواداری اور صلح جوئی کا رویہ اپناتے ہوئے انہیں مشرکین سے الگ اور ایک ممتاز مقام دیا۔ اور ان کے ساتھ خصوصی رعایت کا معاملہ کیا۔ قرآن مجید میں جابجا خداترس اہل کتاب کا ذکر خیر بھی ہوا اور نصاریٰ کو یہود کے مقابلے میں مسلمانوں سے زیادہ قریب اور ان کا دوست بتایا گیا۔ ارشاد

خداوندی ہے کہ ”آپ لوگوں میں مومنوں کا سب سے بڑا دشمن یہود اور مشرکین کو پائیں گے اور ان کے لئے محبت میں قریب تر وہ ہیں جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں یہ اس لئے کہ ان میں سے عالم بھی ہیں اور راہب بھی۔ اور وہ تکبر نہیں کرتے اور جب وہ رسول پر اتری باتوں کو سنتے ہیں تو آپ ان کو آنکھوں کو اشک بار پائیں گے۔
اس سبب سے کہ وہ حق کو پہچان لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے رب ہم ایمان لائے تو ہمیں بھی گواہوں میں لکھ لیجئے۔“ (المائدہ۔۸۲۔۸۳)

رسول اللہ ﷺ نے بھی ہمیشہ اہل کتاب کے ساتھ خصوصی معاملہ فرمایا۔ وفد نجران کے ساتھ آپ ﷺ کا حسن سلوک اس کا ثبوت ہے۔ ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”انا اولی الناس بعیسی بن مریم فی الدنیا والاخرۃ۔“ (بخاری) یعنی میں دنیا و آخرت میں عیسیٰ بن مریم سے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ کتاب وسنت کی تعلیمات ہی کا اثر تھا کہ مسلمانوں نے شروع سے ہی اہل کتاب سے مصالحت اور سیر چشمی کا رویہ قائم رکھا اور مناظرنہ بحثوں میں بھی علمی و تحقیقی انداز اپنایا اور یہودیت و مسیحیت کو اپنے مطالعے اور تحقیقی دلچسپیوں کا موضوع بنایا۔

ربیع بن انسؓ کا قول ہے کہ سورۃ آل عمران کی ابتدائی اسی آیات کا نزول نجران کے نمائندوں کے بارے میں ہوا۔ جو کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔ ان کی تعداد ساٹھ تھی جن میں ان کے مذہبی رہنما۔ مشیر اور عالم بھی تھے۔ یہ بڑی شان کے ساتھ مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے اس وفد کو مسجد نبوی ﷺ میں ٹھہرایا اور انہیں اجازت دی کہ وہ مسجد نبوی ﷺ کے اندر ہی اپنے طریقے سے عبادت کر لیا کریں۔ وفد نجران کو جب رسول اکرم ﷺ نے مباہلہ کی دعوت دی تو انہوں نے آپس میں مشورے کے ساتھ آپ ﷺ کے ساتھ چند شرائط پر صلح کر لی۔ چنانچہ آپ ﷺ نے انہیں امان بخش دی۔

حضرت عیسیٰؑ اور تعلیمات عیسوی

حضرت عیسیٰ روح اللہ عہد رومتہ الکبریٰ میں مبعوث ہوئے اور اپنے انقلابی پروگرام کا آغاز فرمایا۔ رومی عہد اگرچہ مختلف وجوہات کی بنا پر یادگار عہد ہے لیکن اس دور میں بھی غریب بے چارے پستے اور امراء داد عیش دیتے رہے۔ رومی تہذیب ایک عیاش تہذیب ثابت ہوئی۔ ایسے ماحول میں جب رومیوں کے عیش کدے غریبوں کا مذاق اڑانے لگے، محلات کے چراغوں میں غریبوں کا خون جلنے لگا۔ فلک بوس بنگلوں میں اینٹ گارے اور مصالے کی جگہ غریبوں کا پسینہ اور خون و ہڈیاں کام آنے لگیں تو اس وقت عیسیٰ بن مریم کی صدائے انقلاب ابھری اور رومی عیش کدوں کے در و دیوار سے جا ٹکرائی، سرکاری فقیہہ

اور ریا کار فریسی آپ کی مخالفت میں آگے آگئے۔ انہی لوگوں کے جبوں اور قباؤں کی اوٹ سے امرا اور سلاطین ہمیشہ اپنا دھندا چلاتے رہے ہیں۔ آپؑ نے معبد اور ہیکل کے توسط سے شاہی ایوان کا قرب حاصل کرنے کے بجائے بحیرہ احمر کے کنارے آباد ملاحوں اور مچھیروں کی بستیوں کا رخ کیا۔ اور انہیں تعلیمات خداوندی سے آگاہ کیا۔

حضرت عیسیٰؑ کی ذاتی زندگی اور تعلیمات نے آہستہ آہستہ رنگ دکھانا شروع کیا۔ آپ احبار و رہبان کی ظلم نواز، عوام دشمن اور ریاکارانہ روش کے خلاف ہمیشہ سراپا احتجاج رہے۔ آپ ہیکل کی سیڑھیوں میں کھڑے ہو جاتے اور بآواز بلند ان لوگوں سے مخاطب ہو کر فرماتے "اے اندھے راہ بتانے والو جو مچھر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ نگل جاتے ہو۔" (متی)

الغرض حضرت مسیحؑ نے اپنے حیات بخش پروگرام کے ذریعے معاشرے میں زندگی کی لہر دوڑا دی۔ اسی سلسلہ تبلیغ میں دشمنان نے آپؑ کو مصلوب کرنے کا فیصلہ کر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بحفاظت اٹھا لیا اور ظالموں کو مخمصے میں ڈال دیا۔ آپ کے شاگرد کئی صدیوں تک لوگوں کے لئے عمدہ سیرت و کردار کا نمونہ بنے رہے۔ حتیٰ کہ روم کے عظیم فرمانروان نے خود عیسائی مذہب اختیار کر لیا لیکن بعد میں یہی روم دین و مذہب میں من مانی تحریفات کر کے اصل دین و مذہب سے بیگانہ ہو کر ظلم و جبر اور لہو و لعب میں مبتلا ہو گیا۔

دین خداوندی

خدا کا پسندیدہ پہلا اور آخری دین، نیز عالم انسان کی جامع اصلاح اور فلاح کا واحد راستہ اسلام ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کی تبلیغ و ترویج حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک جملہ انبیاء سابقینؑ نے کی۔ اور اسی دین کے اعلان و اظہار کے لئے نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ مبعوث فرمائے گئے۔ اور یہی وہ مذہب ہے کہ جس پر تمام انبیاء اپنے اپنے دور میں چلتے رہے اور اپنی امت کو اس راستے پر چلنے کی تلقین کرتے رہے اور اسی دین کی تکمیل آنحضور ﷺ کے عہد نبوت میں ہوئی۔ اسلام سے باہر تمام راستے اعتزال و انحراف کے ہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کی چودہ صدیوں کی تاریخ اس امر پر شاہد عادل ہے کہ یہودی اور مسیحی برادری کی طرف سے پیغمبر اسلام ﷺ پر مختلف زاویوں سے تنقید بلکہ توہین کے باوجود زبانی یا تحریری ایک بھی جملہ اہل اسلام کی طرف سے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے خلاف صادر نہیں ہوا۔ یہ صرف اور صرف اپنے ایمان کی حفاظت کے لئے ہے۔ کیونکہ ایک مسلمان رسول اکرم ﷺ پر جان چھڑکنے کے باوجود اس وقت دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ جب وہ کسی بھی دوسرے نبی کی صراحتاً یا کنایتاً توہین یا انکار کا مرتکب ہو۔ اس عقیدے میں اسلام کے اس مشترکہ ورثے کا دخل ہے جو عہد بہ عہد پہلے نبی سے آخری نبی تک ایک دوسرے کے ہاں منتقل ہوتا رہا اور یہی ورثے کا اشتراک دراصل انسانیت

کے درمیان دینی کا اشتراک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کو اپنا آخری پیغام قرآن مجید دے کر بھیجا تو تقریباً تیئس سال کے عرصے میں مکمل نازل ہوا۔ ایک وقت تھا کہ جب مغربی مستقین عیسائیت و یہودیت کے شدید تعصب میں مبتلا ہو کر قرآن کے منزل من اللہ کا انکار کرتے تھے۔ اور اسے آپ ﷺ کی ذاتی تصنیف قرار دیتے تھے مگر عہد حاضر کے مشہور متشرق پروفیسر منٹگمری واٹ لکھتے ہیں۔" قرون وسطیٰ کے یورپ میں یہ تصور عام کیا گیا تھا کہ محمد ﷺ ایک چھوٹے پیغمبر تھے۔ (معاذ اللہ) جو ذغلط طور پر یہ دعویٰ کرتے تھے کہ ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے لیکن قرون وسطیٰ کے یہ تصورات جو دراصل جنگی پروپیگنڈے کی حیثیت رکھتے تھے اب آہستہ آہستہ یورپ اور عیسائی دنیا کے ذہنوں سے اتر رہے ہیں۔"

(Watt: Bell's introduction to the Quran Ch. 2 P. 17.)

انگلستان کے نامور مورخ گبن اپنی کتاب سلطنت روما کا انحطاط و زوال کی جلد ۵ باب ۵۰ میں لکھتے ہیں۔" قرآن کی نسبت بحر اوقیانوس سے لے کر دریائے گنگا تک نے مان لیا ہے کہ یہ پارلیمنٹ کی روح ہے، قانون اساسی ہے اور صرف اصول مذہب ہی کے لئے نہیں بلکہ احکام تعزیرات کے لئے اور ان قوانین کے لئے بھی ہے جن پر نظام کا مدار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی شریعت سب پر حاوی ہے۔ آپ ﷺ کا ایمان و عقیدہ ہر قسم کی پیچیدگی اور ابہام وغیرہ سے بالکل پاک ہے۔ قرآن وحدانیت خدا کا ایک عظیم شاہد ہے۔"

اس وقت معلوم تاریخ میں جو نفوس قدسیہ پیش کئے ہیں وہ فضائل واخلاق کے کسی خاص صنف کے نمونے تھے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کے مکتب درس میں صرف حلم وتحمل، صلح وعفو، قناعت وتواضع کی تعلیم ہوتی تھی۔ حضرت موسیٰ کے اوراق عام میں عفو عام کے صفحے خالی ہیں۔ اس لئے عالم انسانی اپنی تکمیل کیلئے ایسے جامع کامل کا محتاج رہا جو صاحب شمشیر و نگین بھی ہو اور گوشہ نشین بھی، بادشاہ کشور کشا بھی ہو اور گدا بھی، فرمانروائے جہاں بھی ہو اور سجدہ گرداں بھی، مفلس قانع بھی ہو اور غنی دریا دل بھی، یہ برزخ کامل یہ ہستی جامع یہ صحیفہ یزدانی عالم کون کی آخری معراج ہے۔ یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔ (سیرت النبی ﷺ از شبلی نعمانی، ج۔ ا ص ۴،۵)

مباحثہ و مکالمہ بین المذاہب

مذاہب ساوی کو لے کر آنے والے انبیاء کرام دعوت و تبلیغ کے سلسلے میں حکمت سے کام لیتے، لوگوں سے ان کی بہتر کی ادراک کے مطابق بات کرتے، اس سلسلے میں مکالمہ و مباحثہ کی بہترین مثال حضرت یوسفؑ کی جیل میں۔ کوئی مسلمان ساتھیوں سے گفتگو اور پند و نصیحت، حضرت ابراہیمؑ اور موسیٰ کے اپنی اپنی قوم اور اپنے اپنے دور کے بادشاہ میں سے صرف چند کا

نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی ﷺ اور آپ ﷺ کے توسط سے قرآن کے ہر پڑھنے والے ہدایت فرمائی ہے کہ اے پیغمبر ﷺ لوگوں کو دانش اور نیک نصیحت سے اپنے پروردگار کے رستے کی طرف بلاؤ اور بہت اچھے طریقے سے ان سے مناظرہ کرو۔'' (سورہ النحل۔۱۲۵)

بین المذاہب اتحاد یگانگت تعلیمات اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

اسلامی تہذیب کی ایک نمایاں خصوصیت اتحاد و بھائی چارہ اور بحیثیت انسان تمام نبی نوع انسان کی خیر خواہی کرنا ہے۔قرآن مجید نے سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۶ میں واضح طور پر لا اکراہ فی الدین۔ (مذہب کے معاملے میں کوئی جبر نہیں) فرما کر غیر مبہم الفاظ میں تمام دوسرے ادیان و مذاہب کو پوری آزادی کے ساتھ زندہ رہنے کا بنیادی حق تسلیم کرلیا۔لفظ دین اپنے مفہوم کے لحاظ سے مذہب سے بہت زیادہ وسیع معنویت کا حامل ہے۔ دراصل لفظ دین میں تمام عقائد واعمال داخل ہیں نیز کسی فرد یا قوم کا طریقہ زندگی اور نظریہ حیات جس کو وہ شعوری یا لاشعوری طور پر قبول کرتا ہے دین میں شامل ہے۔ آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ اس بات کی روشن مثال ہے کہ آپ ﷺ کا رویہ دیگر لوگوں اور مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ نہایت صلح کن رواداری کا مظہر تھا۔ مدینہ منورہ میں آمد کے فوراً بعد آپ ﷺ نے یہود مدینہ کو اپنے عقاید واعمال کی پیروی کرنے اور اپنے طریقہ زندگی کو آزادی سے ادا کرنے کا مکمل حق تسلیم کیا۔ یہود و نصاریٰ کی تمام مخالفانہ و دشمنانہ کارروائیوں کے باوجود آپ ﷺ کی خواہش تھی کہ دو ملتیں یعنی یہود و نصاریٰ جو توحیدی عقیدے کی حامل تھیں مسلمانوں کے ساتھ صلح، امن اور آشتی کے ساتھ رہ سکیں۔ کیونکہ ان تینوں میں کم از کم ایک چیز تو مشترک ہے یعنی عقیدہ توحید۔ (سورہ آل عمران۔ آیت:۶۴)

یہ پیشکش اس وقت تو قابل توجہ نہ سمجھی گئی لیکن اب اس کی اہمیت محسوس کی جارہی ہے۔ اس پیش کش میں صرف چند باتیں یعنی ایک خدا پر ایمان جو سب توحیدی مذاہب میں مشترک ہے اور خدا کے سامنے تمام انسانوں کی مساوات۔ قرآن میں نیک عیسائیوں کی خاص طور پر تعریف کی گئی ہے۔

عبادت گاہوں کا احترام

اسلام میں انصاف کے معاملے میں دوست و دشمن، مسلم و غیر مسلم کی کوئی تمیز نہیں۔ اسلام میں دوسرے ادیان کے معبدوں کی حفاظت کا ذکر مسجدوں کی حفاظت سے مقدم ہے۔ دوسرے مذاہب اور ان کی آزادی کو برقرار رکھنے کا یہی وہ جذبہ تھا جس کے باعث مسلمانوں نے جنگوں میں ہمیشہ نہتے شہریوں، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کی ہمیشہ حفاظت کی۔ کسی مذہب

کے پجاریوں اور راہبوں پر تلوار نہ اٹھائی اور نہ کسی عبادت گاہ کو مسمار ہونے دیا۔ وفد نجران کو مسجد نبویﷺ میں عبادت کی اجازت دینے اور حضرت عمرؓ کا گرجے میں نماز ادا کرنے سے انکار عبادت گاہوں کے احترام کا بہترین نمونہ ہے۔

غیر مسلموں سے معادے

عیسائیوں اور یہودیوں کے متعلق رسول اللہﷺ اور خلفائے راشدین نے اپنے اپنے ادوار میں جو معاہدے کئے ان میں سے دو خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یعنی میثاق مدینہ، وفد نجران اور فلسطین پر قبضہ ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ نے جو آزادی کا منشور فلسطین کے یہودی اور عیسائی باشندوں کو دیا۔ تاریخ کے اوراق نے ان روشن واقعات کو ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا ہے۔

غیر مسلموں سے تعلقات

اسلام مسلمانوں کو باہمی طور پر اعلیٰ اخلاقی رویہ اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ انہیں ایک دوسرے کا بھائی قرار دیتا ہے۔ ان کے اخلاقی اور قانونی حقوق مقرر کرتا ہے۔ ان کے درمیان تعاون اور تناصر کا جذبہ بیدار کرتا ہے اور انہیں ایک امت بناتا ہے۔ ان پر فرائض عائد کرتا ہے کہ دنیا میں خیر کو عام کرے، بھلائیوں کو پھیلائے اور برائیوں کو مٹائے۔ قرآن مجید میں والدین، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، پڑوسیوں، مسافروں اور غلاموں وغیرہ کے ساتھ حسن سلوک کا عام حکم دیا گیا ہے اور ان کے ساتھ غیر اخلاقی سلوک کی مذمت کی گئی ہے لہذا احسن سلوک ہر ایک کے ساتھ مطلوب ہے۔ اس میں مسلم و غیر مسلم کا کوئی فرق نہیں ہے۔ جس کسی کے ساتھ بھی غیر اخلاقی رویہ اختیار کیا جائے وہ غیر اسلامی رویہ ہوگا۔ غیر مسلم چاہے والدین ہوں، رشتہ دار ہوں، پڑوسی ہوں یا غیر مسلم قیدی ہوں اسلام ہر حال میں ان تمام کے ساتھ حسن سلوک اور بھلائی کا حکم دیتا ہے۔ تاریخ اسلام اس سلسلے کی لاتعداد مثالوں سے روشن ہے۔

اسلام نے جو رویہ دوسرے ادیان کے متعلق اختیار کیا ہے اس کی بنیاد اس تعلیم پر ہے کہ صحیح دین ہمیشہ سے توحیدی رہا ہے۔ اور ان تمام توحیدی ادیان کے ہاں بنیادی اخلاقی اقدار مشترک رہے ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں پیغمبر اور رسول مختلف قوموں کے پاس آتے رہے ہیں جو انہیں صحیح تعلیم دیتے رہے۔ لیکن مرور زمانہ سے یہ تعلیم خراب ہوتی رہی۔ ایک مسلمان کو تمام مذاہب کی اصلی اور بنیادی سچائیوں پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ غیر مسلموں نے عام طور پر آنحضرتﷺ کی ذات مبارکہ پر تنقید کرنا ضروری سمجھا، اسلام کے خلاف کتابیں لکھیں۔ لیکن اپنے عقائد کی رو سے مسلمان ان کا ترکی بہ ترکی جواب نہیں دے سکتے۔ اس لئے اسلامی کتب میں کسی دین کے رہنما کے متعلق ناروا جملے نہیں پائے جاتے ہیں۔ کوئی مسلمان ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ یا دوسرے نبیوں کے خلاف کیسے بات کر سکتا ہے۔ قرآن میں مذکور لاتعداد رسولوں میں سے صرف چند کا

ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے غالب خیال یہ ہے کہ وہ نیک ہستیاں جن کو ہندو یا چینی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کے پیغمبر ہوں گے۔ وہ قومیں جن کے پاس الہامی کتابیں ہیں ان کو اہل کتاب کہا جاتا ہے۔ عرب میں صرف دو قومیں عیسائی اور یہودی ایسی آباد تھیں۔ ان کے بعد کئی اور قوموں سے بھی اہل اسلام کو ملنے کا اتفاق ہوا جن کے ہاں قدیم دینی روایات تھیں۔ اس لئے اہل کتاب کی اصطلاح ان سب پر حاوی ہے۔ اور مسلمانوں کو حکم ہے کہ ان کے اور اپنے درمیان عقائد کے اشتراک اور اتفاق و ہم آہنگی کی نشاندہی کریں تاکہ باہم میل جول اور خیر سگالی کے تعلقات قائم کرنے میں آسانی ہو۔ قرآن مجید نے توحیدی عقائد رکھنے والے گروہوں سے جو تعاون کی اپیل کی ہے وہ تمام مذہب انسانیت سے تعاون کی اپیل ہے۔

قرآن کی دعوت یہی ہے کہ ہر اس شخص اور گروہ سے تعاون کیا جائے جو نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتا اور ان پر عمل کرتا ہے۔ اہل کتاب تو ایک طرف اگر لادین اشخاص بھی اخلاقی کوشش میں دیانتداری سے تعاون کرتے ہیں تو اس حد تک ان سے تعاون کیا جاسکتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے۔ "وتعاونو البر والتقویٰ" یعنی نیکی اور پرہیزگاری میں تعاون کرو۔

الھم صلی علی محمد وعلی آل محمد و بارک وسلم

قومی سیرت کانفرنس برائے مرد
۱۴۲۷ھ/۲۰۰۶ء

مقالات سیرت

دورِ جدید میں بین المذاہب عالمی اتحاد،
یگانگت و ہم آہنگی کا تصور
اور اس کی ضرورت و اہمیت

تعلیماتِ اسلام اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

وزارت مذہبی امور، زکوٰۃ و عشر
حکومت پاکستان